تدوینِ کلیاتِ شعرِ ناسخ

امام بخش ناسخ

تدوین و تحقیق و حواشی

اورنگ زیب عالمگیر

زیرِ نگرانی

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا

شعبہ اردو ، اورئینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی ، لاہور

تدوینِ کلیاتِ شعرِ ناسخ کے موضوع برائے ایچ ڈی کی منظوری جامعہ پنجاب لاہور نے

مراسلہ نمبر GM/۷۱۲ محررہ ۲۸ اگست ۱۹۸۲ء کے تحت دی تھی

میں یہ کتاب اپنے والد

ملک طالب حسین مجوکا مرحوم

کے نام سے منسوب کر رہا ہوں۔

نہیں ممکن کہ نئی ساری غزل ہو ناسخ
باتیں دو چار پرانی ہیں تو دو چار نئی

فہرست

فہرست

فہرست

ربـــاعـــيـــات

مخـــمـــســـات

قطعات تاریخ

۱۲۰ـ تاریخ وفات مولوی عبدالعزیز مجتهد العصر ۲۱۳
(شد ز دنیا مولوی عبدالعزیز)

۱۲۱ـ تاریخ وفات شاه صاحب "
(شاه صاحب چو گزشتند موالی گفتند)

۱۲۲ـ تاریخ وفات مولوی صاحب ۲۱۴
(گشت از مرگ مولوی صاحب)

۱۲۳ـ تاریخ وفات میر افضل علی "
(میر افضل علی افضل زجهاں)

۱۲۴ـ تاریخ وفات عثمان خاں ۲۱۵
(با شما محشور در روز جزا)

۱۲۵ـ تاریخ وفات میر ابو الحسن "
(زیں جہاں میر ابوالحسن ناگاه)

۱۲۶ـ تاریخ وفات میر ابوالحسن "
(شد فنا میر ابوالحسن اے وائے)

۱۲۷ـ تاریخ وفات غریب‌الله شاه ۲۱۶
(امروز ز بمرد آں غریب الله شاه)

۱۲۸ تاریخ وفات مرزا قتیل "
(بود مرزا قتیل صد افسوس)

۱۲۹ـ تاریخ وفات اخوند محمد رضا صاحب "
(محمد رضا عزم فردوس به نمود)

۱۳۰ـ سال تاریخ وفات۔ "
(دفن گردیده به صحن مسجد تعمیر خویش)

۱۳۱ـ والدماجد فقیر محمد خاں بہادر ۲۱۷
(زیں جہاں شد بلند خاں امروز)

۱۳۲ـ خوشد امن خواجه وزیر "
(زیں جہاں رفت مومنه امروز)

۱۴۷۔ تاریخ وفات ۲۲۱
(اول ز جہاں گزشت چوں مہ دختر)

۱۴۸۔ تاریخ وفات خواجہ حسن سوداگر "
(مرد خواجہ حسن سوداگر)

۱۴۹۔ تاریخ وفات میر اسماعیل "
(بود چوں پیر و آئمہ دیں)

۱۵۰۔ تاریخ وفات "
(کبھی نہ دیدۂ گردوں نے بھی جسے دیکھا)

۱۵۱۔ تاریخ وفات ۲۲۲
(بہ غم طفل شیر خوارہ شدہ)

۱۵۲۔ تاریخ وفات میر بدر الدین "
(عالمے در دیدہ من شد سیاہ)

۱۵۳۔ تاریخ وفات عبدالروف "
(تو ہستی روف اوست عبدالروف)

۱۵۴۔ تاریخ وفات روشن محمد "
(شیخ دی دانش محمد روشن آہ)

۱۵۵۔ تاریخ وفات حمائت اللہ خاں ۲۲۳
(زیں دار فنا حمائت اللہ خاں رفت)

۱۵۶۔ تاریخ وفات حضرت بیگم صاحبہ "
(زہے حضرت بیگم ما کہ ہر دم)

۱۵۷۔ تاریخ وفات "
(خوں می شود دز دیدہ رواں مصیبتا)

۱۵۸۔ تاریخ وفات مرزا محمد علی ۲۲۴
(ہائے مرزا محمد علی وائے)

۱۵۹۔ تاریخ وفات "
(مرد چوں آں ماہر و ہر کس بہ گفت)

۱۶۰۔ تاریخ وفات "
(در کفن پنہاں چو شد آں جسم نور)

مطبوعہ اور اول (نسخہ مانچسٹر) کی مشترک اضافی غزلیں

اول (نسخہ مانچسٹر) کی اضافی غزلیں

حرفِ آغاز

اردو کے قدیم شعرا میں سے شاید ناسخ ہی ہیں جن کی کلیات کی تدوین اب تک نہیں کی گئی تھی۔ حالاں کہ ناسخ سے منسوب اصلاحِ زبان کی تحریک کے مطالعے کے نقطہ نظر سے تدوینِ کلیاتِ ناسخ کی اہمیت کسی تبصرے کی محتاج نہیں۔ شاید اس کام کے پھیلاؤ کی بنا پر لوگ اس کام کو ہاتھ میں لینے سے گریزاں رہے ہیں۔ ہندوستان کے ممتاز محقق جناب رشید حسن خاں صاحب سے محمد طفیل مرحوم ایڈیٹر نقوش کے ہاں ملاقات کے دوران تدوینِ کلیاتِ ناسخ کے بعض پہلوؤں پر تبادلہ خیال ہوا تھا۔ جناب رشید حسن خان صاحب نے تدوینِ کلیاتِ ناسخ کی طوالت اور پھیلاؤ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "اس کام کے لئے تو دس بارہ افراد کی ٹیم چاہیے جو اس منصوبے پر کم سے کم دس بارہ سال کام کرے"۔ رشید حسن خان صاحب کی یہ رائے سن کر ایک بار تو میرا حوصلہ جواب دے گیا مگر چوں کہ چار سال صرف کر چکا تھا اس لیے اس کام کو ادھورا چھوڑنا بھی گوارا نہ ہوا۔ اس کام کے پھیلاؤ کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ جناب خلیل الرحمان داؤدی ۱۷ سال قبل مجلس ترقی ادب سے علیحدگی کے وقت اس موضوع پر کام کر رہے تھے ان کی علیحدگی کے بعد یہ کام افسانہ و ڈرامہ نگار یونس جاوید صاحب نے کل وقتی محقق کے طور پر سنبھالا تھا۔ سترہ سال کے بعد مجلس کی طرف سے ان کا مرتب کردہ ناسخ کا دیوانِ اول، جس میں مقدمہ شامل ہے، گزشتہ سال شائع ہوا ہے۔ اس جلد میں دیوانِ اول کے متروک کلام، مثنویاتِ ناسخ اور غیر مطبوعہ کلام کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ناسخ کے تیسرے دیوان اور میر علی اوسط رشک کے مرتب کردہ اغلاط نامے کے مسلے کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔ کلیاتِ ناسخ کی طبعِ اول کے اغلاط نامے میں شامل اغلاط کی نوعیت کی بنا پر جناب رشید حسن خان صاحب نے یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ میر علی اوسط رشک نے ناسخ کے کلام کی اصلاح کی ہے۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جسے کسی طور بھی نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے تھا۔ یونس جاوید صاحب نے کلیاتِ ناسخ طبعِ اول کے متن پر مبنی بعد کی اشاعتں کو مختلف نسخوں کے طور پر لیا ہے اور ان کے اختلافات کو حواشی میں جگہ دی ہے۔ کلیاتِ ناسخ طبعِ اول اور بعد کی اشاعتں میں صرف اس قدر فرق ہے کہ بعد کے ایڈیشنوں میں "مثنویِ ناسخ" حذف کر دی گئی تھی اور اشاعتِ ثانی (مطبع مولائی، ۲۔۱۸۲۵ء) میں اغلاط نامے کے مطابق اغلاط درست کر کے اغلاط نامہ حذف کر دیا گیا تھا۔ مگر دوسرے ایڈیشنوں میں مزید اغلاطِ کتابت شامل ہو گئی تھیں۔

رشید حسن خان صاحب نے ان اشاعتوں کے بارے میں لکھا ہے :-

" دوسری بار یہ کلیات شہزادہ فرخندہ بخت بہادر کی فرمائش پر لکھنؤ کے مطبع مولائی میں ۱۲۴۲ھ (۱۸۲۵ـ۲٦ء) میں چھپا تھا۔ اس ایڈیشن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ صفحہ ۲۰۰ تک یہ صفحہ بہ صفحہ اشاعت اول کے مطابق ہے۔ اس اشاعت میں ۲۰۲ صفحے ہیں۔ آخری صفحوں میں عبارتِ خاتمہ الطبع اور قطعاتِ تاریخ کے اختلاف کے باعث یہ فرق پیدا ہوتا ہے۔ اس میں کوئی غلط نامہ شامل نہیں۔ اشاعتِ اول کے غلط نامے کی اکثر غلطیاں متن میں درست کر دی گئی ہیں لیکن کچھ غلطیاں باقی رہ گئی ہیں۔ البتہ اس اشاعت میں بہت سی نئی اغلاطِ کتابت کا اضافہ ہو گیا ہے۔"

یونس جاوید صاحب نے خود اس سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے وہ درج ذیل ہے۔

" کلیاتِ ناسخ کی ترتیب کے آغاز پر میرے پاس کلیات کا صرف ایک ایڈیشن تھا
جو مطبعِ خاص نول کشور سے ۱۸۷۴ء میں شائع ہوا تھا[1] اس کی نقل کے ساتھ ۱
ساتھ دوسرے کسی ایڈیشن کی تلاش و جستجو جاری رکھی اور بالآخر مجھے نسخہ
مصطفائی کا ایک ایڈیشن جو ۱۲۶۷ھ کا تھا مل گیا۔[2] اس کے ساتھ ہی مصطفائی ۲
کا ایک ایڈیشن بھی مل گیا[3] جو ۱۲۶۷ھ سے پہلے کا تھا مگر یہ ناقص تھا۔ ۳
اس کے شروع اور آخر کے چند صفحات نہیں تھے۔ مگر چوں کہ یہ ۱۲۶۷ھ
والے ایڈیشن کی سطر سطر نقل تھا لہذا اسے بھی سامنے رکھ لیا گیا۔ دونوں
ایڈیشنوں میں بہت کم اختلاف ہے مگر جو چند اختلافات ہیں وہ کار آمد ہیں۔ ۴
اس کے اختلاف درج کرتے ہوئے اسے "مصطفائی طبع اول" کا نام دیا گیا ہے اور
۱۲۶۷ھ والے ایڈیشن کو "مصطفائی طبع دوم" کے حوالے سے درج کیا گیا ہے۔

۱۔ یہ کون سی اشاعت ہے اس کا تعین نہیں کیا گیا نہ ہی وہ خصوصیات بیان کی گئی ہیں جن کی بنا پر اسے یہ فوقیت دی گئی ہے یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ اگر ایک اشاعت کو منتخب کیا گیا ہے تو دوسری اشاعت کو کیوں نظر انداز کیا گیا ہے۔

۲۔ کون سی اشاعت ؟۔

۳۔ کون سی اشاعت ؟۔

۴۔ وہ اختلافات کیا ہیں اور ان کی کیا اہمیت ہے اس پر روشنی نہیں ڈالی گئی۔

یہ ایڈیشن مطبع سلطانی سے شائع ہوئے تھے۔ ۱۲۶۷ھ والے یعنی مصطفائی طبع دوم کے سر ورق پر واضح طور پر لکھا ہے۔

"بہ اہتمامِ مددِ علی داروغۂ مطبع سلطانی "

حسبِ فرمائش محمد مصطفیٰ خاں لکھنوی علی بہ شان طبع نمود "

اس کے بعد نول کشور کے کچھ دوسرے ایڈیشن ہاتھ لگے مگر ایک تو وہ بہت قریبی عہد کے تھے دوسرے ان میں اختلاف کی بجائے اغلاط تھیں لہذا ان سے استفادہ کرنا بے کار تھا۔ بہر حال سو ڈیڑھ سو صفحات پر کام ہو چکا تھا کہ خوش قسمتی سے کلیات کا اول ایڈیشن جو ۱۲۵۸ھ میں مطبع محمدی سے شائع ہوا تھا مجھے مل گیا۔ لہذا اس کے اختلافات کا حوالہ دیتے ہوئے نسخہ مطبع محمدی کا

1 اندراج کیا گیا۔ یہ ایڈیشن[1] میر حسن رضوی ولد میر حسین عرف میر کامل رئیس محلہ محمود نگر لکھنؤ کے اہتمام سے شائع ہوا تھا۔ یہ نسخہ ہر لحاظ سے دیگر نسخوں پر فوقیت رکھتا ہے اور دونوں مصطفائی نسخے اس پہلے ایڈیشن کی صفحہ بہ صفحہ نقل ہیں۔ سوائے اس کے کہ ان میں مثنوی حذف کر دی گئی ہے۔ نسخہ محمدی کے ملنے پر میں نے دوبارہ کام کا آغاز کیا اور جو اختلافات نسخہ محمدی سے ملے انہیں حواشی میں درج کرنا شروع کیا۔"

ہمارے خیال میں ایک ہی متن کی تکرار یا بار بار اشاعت کو مختلف نسخے شمار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ان کے اختلافات جن کی حیثیت اغلاطِ کتابت سے زیادہ نہیں کو تدوین کی بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔

یہاں ہم یہ اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ طبعِ اول (محمدی) طبع دوم (مولائی) اور مخطوطۂ دیوانِ دوم پنجاب یونیورسٹی میں موجود ہیں ۔ جن کی تلاش کوئی مشکل امر نہیں ۔ کلیاتِ ناسخ کا وہ نادر مخطوطہ جسے ہم نے زیرِ نظر کام میں استعمال کیا ہے کراچی کے قومی عجائب گھر میں موجود ہے ۔ اُس کی موجودگی کا علم علمی حلقوں کو کم و بیش ۲۳ سال سے ہے۔

زیرِ نظر "کلیاتِ ناسخ " میں ناسخ کا دیوانِ سوم علیحدہ سے موجود ہے۔ اس سے پہلے ناسخ کا تیسرا دیوان علیحدہ سے دستیاب نہ تھا۔ ناسخ کا فارسی دیوان بھی علیحدہ سے موجود ہے ۔ ناسخ کے اس دیوان کے مشمولات غیر مطبوعہ ہیں ۔ زیرِ نظر کلیات میں

---

1 ۔ یہ ایڈیشن مطبع محمدی سے چھپا تھا۔ مطبع محمدی کے مالک محمد حسین تھے ۔ میر حسن رضوی مطبع حسنی کے مالک تھے ۔ محققین کو اس سلسلے میں مغالطہ ہوا ہے ۔

ناسخ کا متروک اور غیر مطبوعہ کلام بھی موجود ہے خصوصاً دیوان اول کے کم و بیش ہزار متروک اشعار ناسخ کی پانچوں مثنویاں بھی بہم پہنچائی گئی ہیں۔ ان میں سراجِ نظم غیر مطبوعہ ہے جب کہ مثنوی "مولد شریف" جس کا متن دستیاب نہیں تھا وہ بھی موجود ہے۔ اس مثنوی کی باز یافت و دریافت اپنی جگہ اہم ہے۔ علاوہ ازیں ناسخ کے کلام میں ترامیم و اصلاح پر بھی شواہد مہیا کیے گئے ہیں۔ زیرِ نظر تدوین کے کام میں جن مخطوطات اور نسخوں کو اُن کے متنی خواص
سے اُن کے متنی خواص
کی بنا پر تدوینِ کلیاتِ ناسخ کے اس کام میں استعمال کیا گیا کو مقدمے کے چوتھے باب "تدوینِ کلیاتِ ناسخ" میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر کلیات کی جن خطوط پر تدوین کی گئی ہے انہیں بھی مختصراً بیان کر دیا گیا ہے۔ راقم الحروف کو اپنی کم علمی اور میدانِ تحقیق میں مبتدیانہ حیثیت کا علم اور اعتراف ہے۔ اس اعتراف اور انکسار کے ساتھ زیرِ نظر کام ایک حقیر کوشش کے طور پر پیشِ خدمت ہے۔

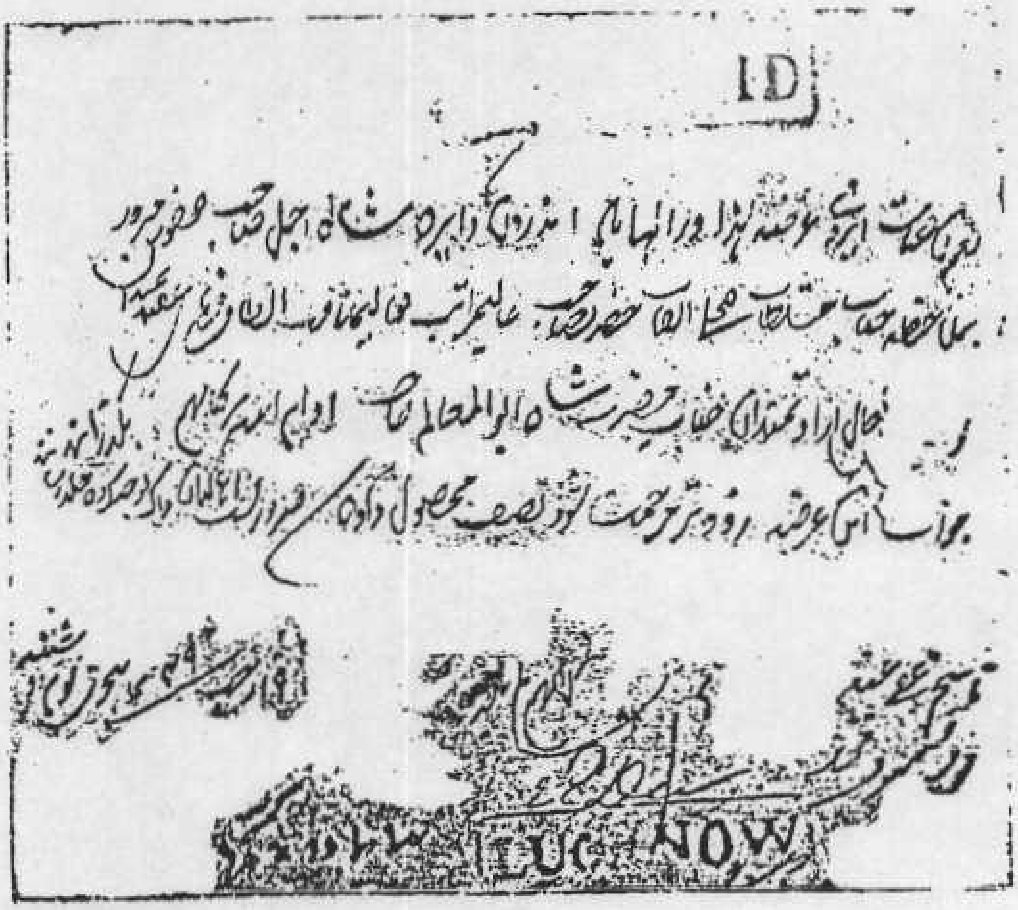
دور افتادہ مقامات پر گائیڈ سے دور رہتے ہوئے، روز روز کے تبادلوں اور دفتری ملازمت کے ساتھ تحقیق حوصلہ شکن کام ہے۔ اگر اس کام میں کوئی خوبی ہے تو یہ میرے نگران جناب ڈاکٹر خواجہ محمّد زکریا اور جناب مشفق خواجہ کے اعجاز و کمال کے باعث ہے۔ اگر ان دونوں حضرات کی محبت، شفقت اور راہنمائی و دستگیری مجھے حاصل نہ ہوتی تو اس کام کی تکمیل میرے لیے ممکن نہ تھی۔

مسودے کی ترتیب میں دوستوں "برادرِ خورد" عبدالسلام صالح اور میری اہلیہ نے میری جو معاونت فرمائی ہے میں اُس کے لیے اُن کا شکر گزار ہوں۔

میں جناب مشفق خواجہ، جناب وحید قریشی، جناب خلیل الرحمن داؤدی، جناب عابد پشاوری، جناب رفیع الدین ہاشمی، جناب قدرت نقوی، جناب معین الرحمن اور جناب شفیق احمد کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مواد کے حصول میں میری مدد فرمائی اور وقتاً فوقتاً اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔

احقر

اورنگ زیب عالمگیر
بہاولپور



امام بخش ناسخ کے دستخط اور تحریر کا واحد دستیاب نمونہ

ناسخ کے کوائف

امام بخش ناسخ اردو ادب کی تاریخ میں دبستانِ لکھنو کے حوالے سے ایسی حیثیت کے مالک ہیں کہ اردو ادب کی کوئی تاریخ اُن کے تذکرے کے بغیر مکمل شمار نہیں کی جاسکتی۔ اپنے عہد کے مشہور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ استادِ زمانہ اور رجحان ساز بھی تھے ۔ وہ اُس عہد کی بعض نامی گرامی شخصیات کے علاوہ رشک ۔ برق اور وزیر جیسے شعرا کے استاد تھے جنہیں بعد ازاں خود اپنے عہد میں استاد کی حیثیت حاصل ہوئی ۔ ناسخ کو اپنے عہد میں علمی و ادبی معاملات میں اپنے شہرۂ علم اور بلند مقام کی وجہ سے فیصل کا درجہ حاصل تھا ۔ وہ لکھنو کی علمی اور مجلسی زندگی میں بہت فعال تھے ۔ انہوں نے قتیل جیسے صاحبِ علم کو ، جس کے علمی مرتبے کی بنا پر لوگ اُس کے سامنے دم مارنے کی جراٴت نہیں رکھتے تھے ، ادبی معرکے میں شکست دیکر اپنی دھاک بیٹھا دی تھی ۔ ناسخ لکھنو کی سیاسی اکھاڑ پچھاڑ اور محلاتی سازشوں میں بھی براہِ راست شریک تھے ۔ سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کے ایسے واقعات اپنی سنسنی خیز نوعیت کی بنا پر خاص و عام کی دلچسپی کا باعث ہوتے ہیں ۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اردو ادب کے چند اہم ترین تذکرے ناسخ کے معاصرین ، مصحفی اور سعادت خان ناصر کے تحریر کردہ ہیں اور یہ تذکرہ نویس ناسخ سے ملاقات اور قریبی تعلقات بھی رکھتے تھے مگر اس کے باوجود اِن تذکروں میں ناسخ کے حالات ، خاندانی پس منظر اور زندگی کے اہم واقعات کے بارے میں تضاد ، الجھاؤ ابہام اور مغالطہ پایا جاتا ہے ۔

ناسخ کا نام امام بخش اور تخلص ناسخ تھا۔ ذات شیخ تھی ۔ گو ابنِ طوفان نے عبداللہ بھی نام کا حصّہ بتایا ہے مگر یہ درست نہیں اس لیے کہ دوسرے تذکرہ نویسوں نے وضاحت سے نام امام بخش اور تخلص ناسخ لکھا ہے ۔ جبکہ ابنِ طوفان نے ناسخ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے " شیخ امام بخش عبداللہ ناسخ " [1] ۔

1 : تذکرہ ابنِ طوفان ، امین اللہ ابنِ طوفان ، مرتبہ قاضی عبدالودود ، آزاد پریس، سبزی باغ پٹنہ۔ صفحہ

ناسخ کے بارے میں ذات کے حوالے سے خوب چند ذکا کا بیان دلچسپ ہے ۔خوب چند ذکا نے لکھا ہے ۔

" شیخ امام بخش ناسخ قوم سیدّ " 1

خوب چند ذکا کے اس فقرے میں تضاد اور عدم احتیاط واضح ہے کہ ایک ہی فقرے میں ناسخ کی ذات شیخ اور سیدّ بتائی ہے ۔ نام اور ذات کے سلسلے میں ان بیانات کی تردید ناسخ کے نہایت ثقہ ہم عصر تذکرہ نویسوں کے بیانات سے ہوتی ہے ۔

مثلاً سعادت خان ناصر نے جو ناسخ کا معاصر ہے اور ناسخ سے نہایت قریبی تعلقات رکھتا تھا اور جس نے بعض نہایت ذاتی و ناگفتی باتوں کا بھی ذکر کیا ہے لکھا ہے ۔

" مرحوم و مغفور شیخ امام بخش متخلص بہ ناسخ خلف شیخ خدا بخش " 2

صاحبِ گلستانِ سخن مرزا قادر بخش صابر دہلوی نے ناسخ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے

" ناسخ تخلص ..... شیخ امام بخش ناسخ ..... الخ " 3

غلام ہمدانی مصحفی نے جو ناسخ کے بزرگ ہم عصر ہیں ریاض الفصحا میں ناسخ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ۔

"شیخ امام بخش ناسخ تخلص ، خلف الرشید شیخ خدابخش مرحوم .... الخ " 4

غلام مصطفٰی خان شیفتہ نے گلشنِ بے خار میں ناسخ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ۔

" ناسخ تخلص ، امام بخش ناسخ از اربابِ لکھنو است " 5

۱۔ **عیارالشعراء، خوب چند ذکا ، مائیکرو فلم نسخہ انڈیا آفس لائبریری ، مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور صفحہ ۲۲۷، مائیکرو فلم نمبر ۱۳ ۱۲ ۹ ۔ ہندوستانی: (۳۱۳۱)**

2 خوش معرکۂ زیبا ۔(45 ــ 1846ء) سعادت خان ناصر ۔مرتبہ مشفق خواجہ جلد دوم مطبوعہ مجلسِ ترقیِ ادب ، لاہور ، سنہ 1971ء صفحہ 210

3 گلستانِ سخن (1271ھ) مرزا قادر بخش صابر دہلوی مرتبہ خلیل الرحمٰن داودی جلد دوم، مطبوعہ مجلسِ ترقیِ ادب ، لاہور ، سنہ 1966ء ، صفحہ 413

4 ریاض الفصحا ۔(آغاز 1221ھ اختتام 1236ھ) مصحفی مرتبہ مولانا عبدالحق مطبوعہ انجمن ترقیِ اردو اورنگ آباد دکن سنہ 1934، صفحہ 334

5 گلشنِ بے خار (1250ھ) غلام مصطفٰی خان شیفتہ مرتبہ کلب علی خان فائق مجلسِ ترقیِ ادب لاہور سنہ 1973 ، صفحہ 600

ناسخ کے شاگرد میر علی اوسط رشک کے شاگرد محسن علی نے ناسخ کے ذاتی کوائف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے -

" شیرِ بیشۂ سخن وری شیخ امام بخش ناسخ ولد شیخ خدا بخش تاجر لاہوری " 1

ناسخ کی کلیات کے سرورق پر جو ناسخ کی وفات کے چار برس بعد شائع ہوئی ان کا نام شیخ امام بخش ناسخ لکھا ہوا ہے - ترقیمے میں ناسخ کا نام و تخلص شیخ امام بخش ناسخ ہی لکھا گیا ہے - متذکرہ عبارت درج ذیل ہے -

" فصحائے دہر در علم و عمل راسخ شیخ امام بخش ناسخ .... الخ " 2

کلیات کی طبع اول کے اغلاط نامہ مرتبہ رشک کے عنوان میں بھی ناسخ کا نام و تخلص یہی ہے - اغلاط نامے کا عنوان درج ذیل ہے -

" تصحیح و اغلاط نامہ و تنقید الفاظِ کلیاتِ شیخ امام بخش ناسخ ....الخ" 3

ناسخ سے متعلق پہلا دستیاب حوالہ عبدالقادر چیف غمگین رامپوری کا روزنامچہ ہے - عبدالقادر چیف رامپوری نے اپنے روزنامچے میں سال 1229 ہجری میں ناسخ کا ذکر کرتے ہوئے نام " شیخ امام بخش ناسخ " ہی لکھا ہے - اصل عبارت حسب ذیل ہے -

" باز بہ سلسلۂ سفر خود بہ طرف لکھنؤ کہ در 1229ھ (1813ء) روداده می گوید - روزے در محفلِ مشاعرہ کہ درآں ایام بہ خانۂ مرزا جعفری بود رفتم مرا محمّد حسن قتیل و مصحفی و میر نصیر دہلوی درآں زمرۂ سرکردہ شمارے آمدند و شیخ امام بخش ناسخ را درآں ایام روز افزونی در ایں کار برد " (40 الف) 4

---

1 سراپا سخن - (تصنیف 1269ھ) محسن علی - مطبع نولکشور لکھنو ۱۸۹۸ (۱۳۱۲/۱۷ھ) صفحہ 55 طبع سوم .

2 کلیاتِ ناسخ - امام بخش ناسخ - طبع اوّل - مطبع محمدی لکھنو - سال 1258ھ - صفحہ 402

3 کلیاتِ ناسخ - امام بخش ناسخ - طبع اوّل - مطبع محمدی لکھنو - سال 1258ھ - صفحہ 405

4 روزنامچہ عبدالقادر چیف رام پوری بحوالہ کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ ، مکتبۂ وجدید ، لاہور ، (ترجمہ ڈاکٹری علم و عمل - کراچی)

مرزا رجب علی بیگ سرور نے فسانۂ عجائب میں ناسخ کی اصلاحات زبان کا ذکر کرتے ہوئے ناسخ کا نام " شیخ امام بخش ناسخ " لکھا ہے 1

کریم الدین نے گلدستۂ نازنینان میں انتخابِ اشعارِ ناسخ سے قبل تعارفی نوٹ میں " ناسخ تخلص شیخ امام بخش ناسخ لکھنوی " لکھا ہے 2

حکیم میر قطب الدین باطن نے ناسخ کا تذکرہ کرتے ہوئے نام شیخ امام بخش ناسخ لکھا ہے ۔ متعلقہ عبارت حسب ذیل ہے ۔

" ناسخ تخلص شاعر والا احترام گویائے بلند التزام شیخ امام بخش ناسخ " 3

صاحب طور کلیم نورالحسن خان نے ناسخ کے باب میں لکھا ہے ؛

" ناسخ ، شیخ امام بخش از مشاہیر اساتذۂ لکھنؤ است " 4

بزم سخن کے مولف علی حسن خان نے ناسخ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ۔

" ناسخ ، شیخ امام بخش ابنِ شیخ خدا بخش تاجر لاہور " 5

بیاض سخن کے مولف عبدالشکور شیدا نے نام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے .

" شیخ امام بخش نام ، ناسخ تخلص " 6

---

1 فسانۂ عجائب (1240 ھ) رجب علی بیگ سرور ۔مطبع نامی منشی نول کشور طبع اوّل کشوری مارچ 1882ء ———— صفحہ نمبر 5

2 گلدستۂ نازنینان ، (۱۸۴۵ء) کریم الدین ، رفاہ عام ،، دہلی ، صفحہ ۱۲۲

3 نغمۂ عندلیب ، (گلستانِ بےخزاں ۱۲۹۱ھ) میر قطب الدین باطن مطبوعہ نولکشور سنہ 1291ھ صفحہ 248 تا ۲۵۰

4 طور کلیم ، نورالحسن خان مطبوعہ مفید عام اگرہ 1298ھ صفحہ 108

5 بزم سخن ، علی حسن خان ، مطبع مفید عام آگرہ ، ۱۲۹۸ھ صفحہ ۱۱

6 بیاض سخن ، عبدالشکور شیدا ، مطبوعہ زندہ طلسمات فائن آرٹ لیتھو پریس حیدر آباد دکن سنہ 1355ھ صفحہ 56 تا 58

گنج ہائے تاریخ میں ناسخ کی تاریخ وفات لکھتے ہوئے مفتی غلام سرور لاہوریؒ نے نام
" شیخ امام بخش ناسخ " لکھا ہے۔ 1

انتخاب دواوین میں امام بخش صہبائی نے " ناسخ تخلص، شیخ امام بخش نام
لکھنوی لکھا ہے۔ 2

آزاد نے آبِ حیات میں ناسخ کے بارے میں دی گئی معلومات میں دوسری اشاعت میں اضافہ کیا اور اضافہ شدہ معلومات کے لیے محمدؐ عظیم اللہ رغی کا شکریہ ادا کیا ہے۔ تاہم آزاد نے نام کے سلسلے میں کسی قسم کا حوالہ دیئے بغیر اور کوئی بحث چھیڑے بغیر ناسخ کا نام " شیخ امام بخش ناسخ " لکھا ہے۔

آزاد نے لکھا ہے:

" تمہید شیخ امام بخش ناسخ کے حال کی .... شیخ امام بخش ناسخ کا حال ..الخ"

چنانچہ ناسخ کے نام اور تخلص کی بحث میں ماسوائے خوب چند ذکا اور ابنِ طوفان کے باقی تمام روایتیں ناسخ کے نام " امام بخش ناسخ " پر متفق ہیں۔ خوب چند ذکا کے بیان کا سقم فقرے میں موجود تضاد سے واضح ہے اور محتاجِ بحث نہیں۔ ابنِ طوفان کا ناسخ کے نام کے سلسلے میں بیان غور طلب ہے مگر ابنِ طوفان نے باقی روائیتوں کی تغلیط نہیں کی اور اپنے بیان کردہ نام کے اختلاف پر بحث بھی نہیں کی اس لیے گمان ہے کہ نام کے اس اختلاف پر ان کی توجہ نہیں رہی ہوگی وگرنہ تحقیق سے اختلاف کی تصحیح یا توثیق کر لیتے۔ چوں کہ اس پہلو پر کسی قسم کی بحث ان کے ہاں موجود نہیں۔ اس لیے قوی معاصر شہادتوں کی بنا پر ناسخ کا صحیح نام شیخ امام بخش ہی تسلیم کیا جانا چاہیے۔

---

1. گنج ہائے تاریخ، مفتی غلام سرور لاہور مطبوعہ نولکشور لکھنو 1877ء صفحہ 216
2. انتخابِ دواوین، امام بخش صہبائی، 1844ء صفحہ نمبر 212
3. آبِ حیات، (1881ء) مولانا محمدؐ حسین آزاد مکتبۂ ادب اردو، اردو بازار لاہور سنہ 1967ء صفحہ 303 — 302

ناسخ کے والد کا نام شیخ خدا بخش تھا ۔ناسخ کے والد کے نام کے سلسلے میں تمام روائتیں اسی نام کی تصدیق کرتی ہیں ۔ اس سلسلے میں کوئی ایک بیان بھی ایسا نہیں جس میں نام کی حد تک اختلاف پایا جاتا ہو مگر ولدیت کے حوالے سے جو امر مشکوک اور توجہ طلب ہے وہ ناسخ کا شیخ خدابخش کا صلبی یا متبنٰی[1] بیٹا ہونا ہے ۔

ناسخ کا شیخ خدابخش کا صلبی بیٹا ہونے کے سلسلے میں عدالتی فیصلہ حتمی تصور کیا جانا چاہیے کہ عدالت نے اس سلسلہ میں دستیاب دستاویزی اور محکم واقعاتی شہادتوں کی بنا پر ہی یہ فیصلہ صادر کیا ہوگا مگر چونکہ شیخ خدا بخش تاجر لاہوری کی کسی اور اولاد اور ناسخ کے بہن بھائی کا تذکرہ نہیں ملتا اس لیے یہ شک باقی رہ جاتا ہے کہ ناسخ واقعتاً ان کے صلبی فرزند نہ ہوں اور لاولد ہونے کیوجہ سے شیخ خدا بخش نے انہیں متبنٰی[1] کیا ہو ۔ معاصر تذکرہ نگاروں نے ناسخ کے حالات کا خاصی تفصیل سے ذکر کیا ہے ۔ مصحفی نے ریاض الفصحا میں ناسخ کے باب میں ناسخ کے نام، تخلص والد کے نام جائے ولادت عمر، والد اور خود ناسخ کا پیشہ اور ناسخ کا حلیہ جیسے امور وضاحت سے بیان کیے ہیں ۔ ریاض الفصحا کا زمانۂ تصنیف 1221 ہجری سے سنہ 1236 ہجری کا ہے ۔ اور عبدالقادر چیف رام پوری مشاعرے میں (1229 ھ) شرکت کا احوال بیان کرتے ہوئے قتیل ۔ مصحفی ۔ نصیر دہلوی کے ساتھ ناسخ کا ذکر کرتے ہیں ۔ یعنی ناسخ سنہ 1229 ھ تک قابل ذکر شاعروں میں شمار ہوتے تھے اور خاصا نمایاں مقام حاصل کرچکے تھے ۔ ریاض الفصحا کے اختتام (سنہ 1236 ھ) تک انہیں ایسے مشاعروں میں شرکت کرتے ہوئے کم از کم 15/14 سال ہو چکے تھے ۔

مصحفی کے قیام لکھنو کو (سنہ 1222 ھ) سالِ تحریرِ ترجمۂ ناسخ تک تقریبا 24/23 سال ہو چکے تھے اور چوں کہ ناسخ اندازاً 1780 کے بعد سے لکھنو میں ہی تھے اس لیے یقیناً مصحفی کے ناسخ سے روابط کو 1222 ھ (سالِ تحریرِ ترجمۂ ناسخ) تک خاصی مدت ہو چکی ہوگی اور ناسخ کی ذات سے متعلق متنازع امور بھی مصحفی کے علم میں یقیناً رہے ہوں گے اور وراثت کا مقدمہ 1216 ھ (سالِ وفاتِ پدرِ ناسخ) سے 1222 ھ تک طے پاچکا ہونا یقینی ہے ۔

۱۔ مصحفی نے ۱۱۹۸ ھ میں مستقل طور پر لکھنؤ میں قیام اختیار کیا ۔

اگر مصحفی کے نزدیک ناسخ کی ولدیت کا مسئلہ طے شدہ نہ ہوتا یا اس رسوا کن واقع میں صداقت کا کوئی شائبہ ہوتا تو وہ اس کی طرف اشارہ کر سکتے تھے اور صلبی یا متبنیٰ ہونے کا حوالہ ریاض الفصحا میں جگہ پا سکتا تھا ۔

ناسخ کا دوسرا معاصر اور ناسخ کے حوالے سے اہم ترین تذکرہ نویس سعادت خان ناصر اس کا اشارتاً یا کنایتاً بھی ذکر نہیں کرتا ۔ حالاں کہ سعادت خان ناصر وہ تذکرہ نویس ہے جس نے کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی اور خوش معرکۂ زیبا میں جہاں اوروں کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے وہاں ناسخ کے بارے میں بھی سعادت خان ناصر نے بہت سے گفتنی و ناگفتنی تفصیلات اور ذاتی معلومات درج کی ہیں ۔ لیکن ولدیت کے حوالے سے ناصر نے صرف " خلف شیخ خدا بخش " پر ہی اکتفا کیا ہے ۔ اور ناصر کا اسی پر اکتفا کر لینا ، اس لحاظ سے اہم اور قابل غور ہے کہ ناصر نے کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی ۔ تالیفِ خوش معرکۂ زیبا سے پہلے ناسخ وفات پاچکے تھے اور ذاتی تعلقات کے انقطاع کا خطرہ بھی نہ تھا ۔ پھر سعادت خان ناصر نے جہاں ناسخ کی امرد پرستی جیسے ناگفتنی پہلو کا ذکر کر دیا ہے وہاں اشارتاً و کنایتاً ناسخ کے متبنیٰ ہونے کا ذکر کرنے میں کیا امر مانع تھا ؟ ۔

مصحفی اور سعادت خان ناصر کے بعد قریب ترین تذکرہ امام بخش صہبائی (1899ھ) کا ہے ۔ مصحفی اور سعادت خان ناصر کے مقابلے میں اگرچہ محمد حسین آزاد اور آبِ حیات کا زمانی فاصلہ (1880ء) بہت زیادہ ہے مگر اس موضوع پر آبِ حیات وہ واحد ماخذ ہے جس میں کسی قدر تفصیلات ملتی ہیں ۔ آبِ حیات میں آزاد نے لکھا ہے ۔

" بعض اشخاص کہتے ہیں کہ اُس دولت مند سوداگر نے متبنیٰ کیا تھا ۔ اصلی والد عالمِ غربت میں مغرب سے مشرق کو گئے ۔.۔۔۔۔۔ الخ " [1]

---

1 ۔ آبِ حیات محمدؐ حسین آزاد مکتبۂ ادب اردو ، اردو بازار لاہور ، 1967ء صفحہ نمبر 4

آبِ حیات میں رنگ آمیزی کے عمومی تاثر کی بناپر یہ گمان کیا جاسکتا تھا کہ یہ محض فسانہ طرازی ہے مگر چونکہ اس سلسلے میں ناسخ کے اپنے کلام سے وراثتی مقدمے کی نوعیت کی تصدیق ہوتی ہے اس لیے قیاس یہ ہے کہ آبِ حیات میں مذکورہ واقعہ کا تانا بانا خود کلامِ ناسخ کی بنیاد پر قیاساً بنا گیا ہے ۔

ناسخ کی مطبوعہ کلیات (1258 ھ) میں دو رباعیاں وراثت کے جھگڑے اور عمام کا ناسخ کو خدا بخش کا متبنّیٰ بتا کر وراثت سے محروم کرنے کی سعی کے واقعہ کو درست ثابت کرتی ہیں ۔ مذکورہ دونوں رباعیاں درج ذیل ہیں

مشہور ہے گرچہ افترائے عمام — پر کرتے نہیں غور خواص و عام
وارث ہونا دلیلِ فرزندی ہے — میراث نہ پاسکا کبھی کوئی غلام

کہتے ہیں عمام عداوت سے غلام — میراثِ پدر پائی مگر میں نے تمام
اس دعویِٰ باطل سے ستم گاروں کو — حاصل یہ ہوا کر گئے مجھ کو بدنام

اگر واقعتاً وراثت کا جھگڑا عدالت تک پہنچا تھا تو اس کا فیصلہ یقیناً ناسخ کے حق میں ہوا تھا ۔ مقدمۂ وراثت میں ناسخ کے حق میں فیصلے کا ایک ثبوت مندرجہ بالا رباعیات بھی ہیں ۔ ناسخ کے حق میں فیصلے کے سلسلے میں آزاد نے لکھا ہے ۔

" وراثت کا جھگڑا عدالتِ شاہی تک پہنچا جس کا فیصلہ ناسخ مرحوم کی جیت پر ہوا ـــــ" 1

---

1 ۔ آب حیات ، مولانا محمد حسین آزاد ، مکتبۂ ادب اردو ، اردو بازار ، لاہور صفحہ 304

ناسخ کے متبنٰی بنائے جانے یا باپ کی بجائے کسی دوسرے کے پاس پرورش پانے یا اس کی وراثت میں حصہ پانے کا ذکر آبِ حیات سے ماخوذ معلومات کی بنا پر آبِ بقا میں بھی نقل کیا گیا ہے ۔ صاحبِ آبِ بقا نے لکھا ہے ۔

"کریم بخش بساطی نے فیض آباد میں ان کو پرورش کیا ۔" 1

جہاں تک کریم بخش بساطی کے ناسخ کی پرورش کرنے کے بارے میں بیان کا تعلق ہے یہ درست معلوم نہیں ہوتا ۔ ناسخ کی والدہ کی وفات (1199ھ) کے وقت ناسخ کی عمر 14/13 سال تھی اور والد کی وفات (1216ھ) کے وقت ناسخ کی عمر کم و بیش 31/30 سال تھی ۔ ناسخ کے والد کا پیشہ خیمہ دوزی اور تجارت تھا ۔ اُس دور میں خیمہ دوزی خاص طور پر ایک منافع بخش کاروبار تھی ۔ اس لیے بہ ظاہر ناسخ کی پرورش سے متعلق یہ بیانِ ناقابل یقین ہے ۔

خیمہ سازی کی صنعت کی اہمیت اور منفعت بخش کاروبار ہونے کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ خود غازی الدین حیدر نے خاص قسم کا خیمہ ایجاد کیا تھا ۔ فیض آباد اور بعد ازاں لکھنو کی عیش و عشرت کی مجلسی زندگی میں طرح طرح کی تقریبات اور سفر ، شکار و دربار میں نفیس،مزین و منقش خیمے ، قناتیں ، اور شامیانے استعمال ہوتے تھے ۔

سفر میں نواب اور رؤسا کے ساتھ ڈیرہ دار طوائفوں کی ایک بڑی تعداد اپنے پورے ساز و سامان اور لوازمات کے ساتھ رہا کرتی تھی اور ہر طوائف اپنے ساتھ دو دو تین خیمے رکھتی تھی ۔

---

1 ۔ آبِ بقا (جنوری 1918ع) خواجہ محمد عبدالروف عشرت لکھنوی ، مرتبہ مرزا جعفر علی نشتر ، نامی پریس لکھنو ۔ صفحہ 112

ڈاکٹر سید صفدر حسین نے " لکھنو کی تہذیبی میراث " میں لکھا ہے -

" وہ (شجاع الدولہ) کسی مہم پر جاتے تو اربابِ نشاط کے طائفے بھی اپنے ڈیروں اور خیموں کے ساتھ ان کے ہم رکاب ہوتے تھے " 1

رغبی کے حوالے سے آزاد نے ناسخ کے والد کی " بنفشہ و زعفران وغیرہ اشیائے قیمتی کابل و کشمیر " کی تجارت بتائی ہے - 2

ناسخ کی 30 سال کی عمر تک ناسخ کے والد کے زندہ رہنے اور ان کے منافع بخش تجارت میں ہونے کی بنا پر یہ امکان قابل قبول نہیں رہتا کہ ناسخ کی پرورش کسی دوسرے شخص نے کی ہو یا انہیں متبنّٰی بنایا ہو - خصوصاً جب اس بات کی تردید خود ناسخ کی رباعیات سے ہو جاتی ہے تو پھر کوئی معقول وجہ نہیں رہ جاتی کہ اس قسم کے بیانات کو قابل اعتنا سمجھا جائے -

ناسخ کے والد کا پیشہ تجارت تھا - اس کا ذکر مصحفی اور آزاد نے کیا ہے - خود ناسخ کا پیشہ کیا تھا اس کا ذکر صرف مصحفی نے کیا ہے -
مصحفی نے ریاض الفصحا میں لکھا ہے -

" اجدادش تجارت پیشہ بودہ اند و خودش " 3

آزاد نے رغبی کے حوالے سے ناسخ کے والد کی تجارت کا ذکر کیا ہے - آبِ حیات کا اقتباس حسب ذیل ہے -

" ان کے والد لاہور سے گئے تھے بنفشہ اور زعفران وغیرہ اشیائے قیمتی کابل و کشمیر کی تجارت کرتے تھے - " 4

---

1 - لکھنو کی تہذیبی میراث ، ڈاکٹر سید صفدر حسین ، بارگاہِ ادب، مظفر منزل اسلام پورہ لاہور صفحہ 65
2 - آبِ حیات ، محمد حسین آزاد ، مکتبۂ ادب اردو ، اردو بازار لاہور ، 1967 - صفحہ 304
3 - ریاض الفصحا - مصحفی ، مرتبہ مولوی عبدالحق ، انجمن ترقیِ اردو ، اورنگ آباد ، دکن ، 1934ء صفحہ 334
4 - آب حیات ، محمّد حسین آزاد ، مکتبۂ اردو، اردو بازار، لاہور، 1967ء صفحہ 304

آبِ بقا میں مبہم انداز میں خود ناسخ کا پیشہ خوردہ فروشی بیان کیا گیا ہے ۔ عشرت لکھنوی نے لکھا ہے ۔

" سہ پہر کو ٹکسال کے پھاٹک کے پاس ایک دکان میں بیٹھتے تھے ۔ دو چار بچے پیسے کے لالچ میں ان کے پاس آتے ان کو چیز دیتے ، پیسہ دیتے اور خوش طبعی کرتے ۔ " 1

ناسخ کی تاریخِ ولادت کا مسئلہ زیادہ الجھا ہوا نہیں ۔ ناسخ کے کلام سے داخلی شہادت کی بنا پر متعین ہوجاتا ہے کہ ناسخ کی ولادت محرم کی سات تاریخ کو ہوئی ۔ ناسخ کا شعر ہے ۔

رہے کیوں کر نہ دل ہر دم نشانہ ناوکِ غم کا
کہ ہے میرا تولد ہفتمِ ماہِ محـــرم کا

تاریخِ پیدائش کے بعد سالِ پیدائش کا مرحلہ آتا ہے اس سلسلے میں ناسخ کے شاگرد میر علی اوسط رشک کا قطعۂ تاریخِ وفاتِ ناسخ رہنمائی کرتا ہے ۔

قطعہ حسب ذیل ہے ۔

ناسخ استاد رشک حسرت عمر ۔۔۔ بُرد اے ہے بہ سالِ شصت و نہم
رشک تاریخِ انتقال نوشـــت ۔۔۔ مُرد اے ہے بہ سالِ شصت و نہم 2

اس قطعہ سے متعین ہوجاتا ہے کہ ناسخ نے عمر کے انہترویں سال میں انتقال کیا یعنی عمر اڑسٹھ سال چند ماہ تھی ۔

---

1 ۔ آبِ بقا ، عبدالروف عشرت لکھنوی ، مرتبہ مرزا جعفر علی نشتر ، نامی پریس لکھنو ، صفحہ 114
2 ۔ دیوانِ رشک ۔ میر علی اوسط رشک ، مملوکہ ، خلیل الرحمن داؤدی ، لاہور

سالِ وفات سنہ 1254ھ ہے اور اس پر کوئی اختلاف نہیں - سالِ وفات کے تعین کے لیے شاگردانِ ناسخ حاتم علی مہر - میر علی اوسط رشک - مفتی محمدؐ رضا برق اور شیخ کرامت علی اظہر کے قطعاتِ تاریخ موجود ہیں - بلکہ حاتم علی مہر نے خود ناسخ کے ایک مقطع کے مصرع ثانی سے تاریخ نکالی تھی - متذکرہ مصرع حسب ذیل ہے -

ع ناسخ ازل سے بندۂ شاہ حجاز ہے [1]

سنہ 1254ھ

میر علی اوسط رشک اور شیخ کرامت علی اظہر کے قطعات کلیاتِ ناسخ طبع اوّل صفحہ 399 اور صفحہ 400 پر درج ہیں -

چنانچہ عمر (68 سال) سنہ 1254ھ (1838ء) میں سے منہا کریں تو سالِ ولادت سنہ 1186ھ بمطابق سنہ 1772/73ء حاصل ہوتا ہے - وفات کا دن اور صحیح تاریخ بھی رشک کے قطعۂ تاریخ سے متعین ہو جاتی ہے - رشک کا قطعہ حسب ذیل ہے -

وا دریغا کرد رحلت ناسخِ معجز بیاں — انتقالش داد عالم را غمِ جانکاہ وائے
یک ہزار دو صد و پنجاہ و چہارم سال بود — از محرم بود پنجمیں آں ماہ وائے
رشک روزِ مرگ و تاریخ و سنن و ماہ گفت — پنجمیں بود بیست و چارم پنج شنبہ آہ وائے [2]

ان تواریخ سے ناسخ کی کل عمر کا حساب کیا جاسکتا ہے - ان قطعات تاریخ سے ناسخ کی عمر اڑسٹھ سال چار ماہ اور سترہ دن قرار پاتی ہے اور ان حوالوں کو مد نظر رکھتے ہوئے تقویم کی رو سے ناسخ کی تاریخِ ولادت 7، محرم سنہ 1186ھ بمطابق 10، اپریل سنہ 1772ء قرار پائی ہے -

---

1 - آبِ بقا، خواجہ عبدالروف عشرت لکھنوی، مرتبہ جعفر علی لشتر، نامی پریس، لکھنو 1918ء صفحہ 106

2 - دیوانِ رشک - میر اوسط علی رشک مملوکہ خلیل الرحمن داؤدی، لاہور صفحہ 407

آزاد نے عظیم اللہ رغبی کے حوالے سے ناسخ کی عمر قریباً 100 برس بیان کی ہے ۔ آزاد نے لکھا ہے " لوگ کہتے ہیں کہ 65/69 برس کی عمر تھی مگر رغبی سلمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

" تقریباً سو برس کی عمر ہوگی اکثر عہدِ سلف کے معرکے اور نواب شجاع الدولہ
کی باتیں آنکھوں سی دیکھی بیان کرتے تھے ۔ " 1

اگر آزاد کی روایت درست تسلیم کی جائے تو سنہ 1254ھ کو مدنظر رکھتے ہوئے ناسخ کی ولادت سنہ 1254ء کے لگ بھگ ہوگی جو ان شواہد کی روشنی میں صریحاً غلط ہے یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ناسخ کی عمر کے سلسلہ میں اکثریت نے سودا کی تاریخ وفات سے متعلق ناسخ کے قطعہ سے ٹھوکر کھائی ہے ۔ متذکرہ قطعہ درج ذیل ہے ۔

از وحشت آباد دنیا رفت بہ خلد رفیع سودا
گفتم سالِ وفاتش ناسخ شاعرِ ہندوستان وا ویلا

ناسخ کے اس قطعہ کی روشنی میں ان کی ولادت سودا کی وفات سنہ 1195ھ سے کم ازکم پندرہ بیس برس پہلے متعین کیجاتی ہے ۔ حالاں کہ سودا ہی کے سلسلےمیں ناسخ کا یہ شعر بھی پیش نظر رہنا چاہیے ۔

پہلے اپنے عہد سے افسوس سودا اٹھ گیا
کس سے ناسخ اس غزل کی جاکے لیں اب داد ہم

عمر کے سلسلے میں ڈاکٹر اکبر حیدری نے مذکورہ بالا تمام شواہد کی موجودگی میں بھی آبِ حیات کے بیان کو درست تسلیم کرنے پر اصرار کیا ہے اور ناسخ کی عمر سو سال کے قریب ہونا درست قرار دیا ہے ۔ اور دلیل یہ دی ہے کہ ناسخ نے" نواب شجاع الدولہ اور انگریزوں کے درمیان جنگ بکسر (1178ھ) کی تاریخ بھی لکھی ہے ۔" 2

---

1 ۔ آب حیات ، محمد حسین آزاد ، مکتبۂ ادب اردو ، اردو بازار لاہور ۔ صفحہ نمبر 313

2 ۔ مقالاتِ حیدری ، ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری ، نظیر آباد ، اردو پبلشر لکھنو ،سنہ 1977ء صفحہ 199

حالاں کہ مصحفی کے بیان سے بھی ناسخ کے سو سالہ ہونے کی محکم تردید ہوئی ہے ۔ اور مصحفی کے اس بیان سے رشک کے قطعۂ تاریخ میں بیان کردہ عمر کی توثیق بھی ہو جاتی ہے ۔ مصحفی نے ناسخ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ۔

" دیدمش عمرش سی و ہفت سالہ است " 1

ریاض الفصحا کی تالیف 1221 ھ میں شروع ہوکر 1236 ھ میں ختم ہوئی ۔ رشک اور دوسرے شعرا کے قطعات تاریخ وفات کی مدد سے اگر متعین کیاجائے تو ناسخ کا تذکرہ مصحفی نے 1222/1223 ھ میں لکھا تھا اس لیے اگر 1222/1223 ھ میں ناسخ کی عمر 37 سال تھی تو ناسخ کا سال پیدائش 1185ھ/1186 ھ طے پاتا ہے اور کل عمر 68/69 سال ۔

رشک نے 1254ھ (یک ہزار دو صد و پنجاہ چہارم سال بود) میں ناسخ کی وفات بہ عمر " مرد اے ہے بہ سال شصت و نہم " قرار دی ہے ۔ انہتر 69 سے 37 منہا کرنے سے طے پاتا ہے کہ ناسخ نے جب 69 سال کی عمر میں وفات پائی اس وقت تک ریاض الفصحا میں ترجمہ ناسخ کے تحریر کئے جانے کو 32 سال (1254 ــ32 = 1222) گزر چکے تھے اور مصحفی نے ناسخ کے حالات 1222 ھ میں تحریر کیے تھے ۔ یہ بات تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ مصحفی نے 1221 ھ میں ریاض الفصحا کا آغاز کیا اور 1236 ھ میں مکمل کیا ۔ 1222 ھ سے مزید 37 سال منہا کرنے سے طے پاتا ہے کہ ناسخ کا سال پیدائش 1185 ھ/1186 ھ ہے ۔

ناسخ کی ولادت کے حوالے سے تین مقامات کا نام لیا جاتا ہے یعنی لاہور ، فیض آباد اور لکھنو ۔ لاہور میں ولادت کا شبہ ان کے آبائی تعلق کی وجہ سے ہے عبدالشکور شیدا نے بیاضِ سخن میں لکھا ہے ۔

" شیخ امام بخش نام ناسخ تخلص لاہور میں پیدا ہوئے کچھ دن فیض آباد میں رہے آخر لکھنو وطن ہوگیا ۔ " 2

---

1 ۔ ریاض الفصحا ، مصحفی ، مرتبہ مولانا عبدالحق ، مطبوعہ انجمن ترقی اردو ، اورنگ آباد دکن ، 1934ء صفحہ 334

2 ۔ بیاض سخن ، عبدالشکور شیدا ، مطبوعہ زندہ طلسمات ، فائن آرٹ لیتھو پریس ، حیدر آباد دکن 1355 ھ صفحہ 56 تا 58

لکھنو کا ناسخ کی جائے ولادت ہونا کلب حسین نادر اور محسن علی نے بیان کیا ہے نادر کا بیان ہے -

"آپ کا مولد و مسکن لکھنو" 1

محسن علی نے لکھا ہے -

"وطن بزرگوں کا لاہور اور ان کا مولد و مسکن لکھنو -" 2

مگر آزاد رشک، مصحفی اور ابنِ طوفاں چاروں نے ناسخ کا مولد فیض آباد بتایا ہے - چوں کہ مصحفی معاصر تذکرہ نویس ہیں اور ناسخ سے قریبی روابط بھی رکھتے تھے اس لیے مصحفی کی روائت مستند تصور کی جانی چاہیے - مصحفی کا بیان ہے -

"وطن بزرگانش دارالسلطنت لاہور و خودش در فیض آباد تولد شد - لکھنو بہ سنِ تمیز رسیدہ -" 3

ابن طوفاں کا متعلقہ اقتباس حسب ذیل ہے -

"مولد شریفش شہر میـــنو سواد فیض آباد است -" 4

ناسخ کے شاگردِ رشید میر علی اوسط رشک کی کلیات میں موجود یہ شعر بھی اس روائت کی تائید و توثیق کرتا ہے -

فیضِ ناسخ رشک میں کیوں کر نہ ہو
کالبد ہے خاکِ فیض آباد کا 5

---

1 - تلخیص معلّیٰ کلب حسین نادر، مطبع منشی رام سروپ، کیمپ فتح گڑھ، ۱۲۸۰ھ

2 - سراپا سخن، محسن علی مرتبہ ڈاکٹر اقتدا حسن، اظہار سنز لاہور 1970ء صفحہ 101

3 - ریاض الفصحا، مصحفی، مرتبہ مولوی عبدالحق، انجمن ترقیِ اردو، اورنگ آباد دکن سنہ 1934ء صفحہ 334

4 - ابنِ طوفاں، امین اللہ ابنِ طوفاں، مرتبہ قاضی عبدالودود، آزاد پریس سوزی باغ پٹنہ، صفحہ

5 - دیوانِ رشک، میر علی اوسط رشک، مملوکہ خلیل الرحمن داؤدی، لاہور

آزاد نے لکھا ہے -

" وہ (والدِ ناسخ) فیض آباد میں تھے - لکھنو کے دارالخلافہ (؟)
ہو جانے سے وہاں آئے اور وہیں عمر بسر کی - " 1

لکھنو آصف الدولہ کے عہد میں موسمِ برسات 1188ھ میں دارلحکومت ہوا ـــ ناسخ کی پیدائش 1172ھ کی ہے اگر ناسخ کے والد لکھنو کے دارالحکومت بننے کے بعد لکھنو آئے تو ناسخ کی پیدائش فیض آباد کی قرار پاتی ہے اور ناسخ کا عہدِ طفولیت اور ابتدائی عمر (سن تمیز تک پہنچنے کی عمر) لکھنو میں گزری ہوگی -

اس کے علاوہ آزاد نے ناسخ کی جائے ولادت کے بارے میں واضح طور پر بھی لکھا ہے -

" فیض آباد میں اُن (والدِ ناسخ) کی قسمت سے یہ ستارہ چمکا کہ
فلکِ نظم کا آفتاب ہوا - " 2

ابنِ طوفاں نے بھی لکھنو میں ہوش سنبھالنا بیان کیا ہے - ابنِ طوفاں نے لکھا ہے -

" از طفولت در لکھنو . . . بسر فرمودہ - " 3

ناصر دہلوی کے حوالے سے عبدالروف عشرت لکھنوی نے بھی

" مولداً فیض آباد کے رہنے والا " 4

لکھا ہے -

---

1 - آب حیات محمد حسین آزاد ، مکتبۂ ادب اردو ، اردو بازار ، لاہور صفحہ 305
2 - آب حیات محمد حسین آزاد ، مکتبۂ ادب اردو ، اردو بازار ، لاہور صفحہ 304
3 - ابن طوفان ، امین اللہ ابن طوفاں ، مرتبہ عبدالودود آزاد پریس، سبزی باغ پٹنہ ۱۹۵۲ء ، صف
4 - آب بقا ، عبدالروف عشرت لکھنوی ، مرتبہ جعفر علی نشتر ، مطبوعہ نامی پریس لکھنو 1918 صفحہ 112

آزاد ، مصحفی ، رشک ، ابن طوفان اور عبدالروف عشرت لکھنوی کے ان بیانات کی روشنی میں ناسخ کی جائے ولادت فیض آباد قرار پاتی ہے - اور ان پانچوں کے بیانات سے ناسخ کی عمر کا ابتدائی حصّہ اور سن تمیز کو لکھنو میں پہنچنا بھی ثابت ہوتا ہے - اور ان روایات سے فیض آباد کے رئیس نواب محمد تقی ترقی کے ہاں ناسخ کے ابتدائی تربیت حاصل کرنے اور ان کے بانکوں میں شامل ہونے کی تردید بھی ہو جاتی ہے -

ناسخ کی ابتدائی تعلیم اور سلسلۂ تلمذ کا مسئلہ الجھا ہوا ہے - اس سلسلے میں کوئی واضح اور مستند روایت نہیں ملتی - ناسخ کے اپنے تین قطعات ایسے ہیں جن سے اشتباہ ہوتا ہے کہ ان قطعات میں جس شخص کا ذکر ہے وہ ناسخ کے استاد رہے ہوں گے -

ایک قطعۂ تاریخ مولوی وارث علی کے بارے میں ہے اور دو قطعات مرزا مغل کے متعلق ہیں -

حافظ مولوی وارث علی ناسخ کے عہد میں لکھنو کے مشہور عالم تھے - آزاد نے بغیر کسی حوالے کے لکھا ہے -

> " فارسی کی کتابیں حافظ وارث علی لکھنوی سے پڑھی تھیں اور علمائے فرنگی محلی سے بھی تحصیلی کتب حاصل کی تھیں - اگرچہ عربی کی استعداد فاضلانہ نہ تھی مگر رواجِ علمی اور صحبت کی برکت سے فنِ شاعری کی ضروریات سے پوری واقفیت تھی اور نظم و سخن کے حوالے سے ان کی نہایت پابندی کرتے تھے - " 1

وارث علی سے تحصیلِ علمی کے سلسلے میں آبِ بقا میں جو طریقۂ تحصیل بیان کیا گیا ہے وہ ناقابلِ اعتبار ہے - آبِ بقا میں بیان کردہ طریقے سے باقاعدہ تحصیل علم ممکن نہیں اس سلسلے میں عشرت لکھنوی کا متذکرہ بیان درج ذیل ہے -

---

1 - آبِ حیات ، محمد حسین آزاد ، مکتبہ ادب اردو ، اردو بازار ، لاہور صفحہ 305

" مکان کے سامنے مولوی وارث علی کا کمرہ تھا ۔ وہ طلبا کو مفت درس
دیتے تھے اور میزان سے شمس بازغہ تک کے شاگرد ان کے پاس آتے
تھے ۔ ناسخ عربی سے بے بہرہ تھے ۔ جو کتابیں مولوی صاحب طلبا کو
پڑھاتے تھے یہ اپنے کمرے میں وہی کتاب لے کر بیٹھ جاتے اور جو سبق
ملتا اسے یاد کر لیتے ۔ حافظہ اچھا تھا کچھ دنوں میں عربی صرف ونحو
حاصل کرلی ۔ اسی طرح میزان سے شرحِ جامی تک پڑھ گئے ۔" 1

عشرت لکھنوی کا یہ بیان درحقیقت آبِ حیات کے بیان میں رنگ آمیزی اور حاشیہ آرائی ہے ۔

مولوی وارث علی سے ناسخ علیحدگی میں درس لے سکتے تھے ۔ ہمسائیگی کے تعلق اور شعر و سخن کے مشغلے کی بنا پر علیحدگی میں درس لینا ناسخ کے لیے مشکل نہ ہونا چاہیے تھا ۔

کلیاتِ ناسخ میں مولوی وارث علی کے صاحب زادے کی ولادت کے موقعہ پر کہا گیا ایک قطعۂ تاریخ موجود ہے ۔ اِس قطعۂ تاریخ میں ناسخ نے مولوی وارث علی کو "استادِ نا" کہا ہے ۔ متذکرہ قطعۂ تاریخ درج ذیل ہے ۔

یافت چوں استاد نا وارث علی	پور با اقبال از فضل الٰہ
گفت تاریخِ تولد ہاتفے	روز جمعہ بستمِ شوال ماہ

(1216ھ)

ہمارا خیال ہے کہ متذکرہ بالا قطعۂ تاریخ میں ناسخ نے اغلباً " استاد نا " وارث علی کے مشغلۂ درس و تدریس اور ان کے عموی طور پر استاد ہونے کی حیثیت کی بنا پر لکھا ہے ۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا شاید درست نہیں کہ مولوی وارث علی خود ناسخ کے بھی استاد تھے ۔

---

1 ۔ آب بقا ، عبدالرؤف عشرت لکھنوی ، مرتبہ جعفر علی نشتر ، نامی پریس لکھنو صفحہ 13

مرزا مغل نام کے کم و بیش پانچ چھ اصحاب کا ذکر تذکروں میں ملتا ہے ۔ مرزا مغل بیگ سبقت ، مرزا مغل فریاد ، مرزا مغل کیواں ، مرزا مغل ہنر ، مرزا مغل بیگ نامی ۔ ان لوگوں میں مرزا مغل بیگ سبقت ناسخ سے عمر میں کچھ بڑے ، صاحبِ علم اور مشہور شاعر تھے ۔ سعادت خان ناصر نے ترجمۂ مرزا مغل سبقت میں لکھا ہے ۔

"(طبیعت اس کی اعجاز اور کرامت) شاعر منتہی ، مرزا مغل ، تخلص سبقت ، خلف مرزا اکبر علی ۔ بزرگ اس کے اہلِ فارس میلاد اس کا لکھنو ، خوش اخلاق اور نہایت خوش رو تھا ۔ قصیدہ گوئی میں فخرِ جراءت اور غزل نویسی میں ہم قرآن پر اسے سبقت ، شیخ امام بخش ناسخ کو اس سے محبت بلکہ عقیدت ۔ " 1

سعادت خان ناصر نے ترجمۂ میر تقی میر میں سعادت کے بارے میں مزید لکھا ہے ۔

" میرزا مغل اچھے شاعر تھے بلکہ اوروں پر سبقت رکھتے تھے ۔ " 2

معاصرینِ ناسخ میں لکھنو کے " مرزا مغل " نام کے شعرا میں صرف مرزا مغل سبقت ہی علمی طور پر قابل ذکر حیثیت کے مالک ہیں ۔

ترجمۂ جسونت سنگھ پروانہ میں ناصر نے بیان کیا ہے کہ مرزا جعفر کے مشاعرے میں پروانہ کے ایک شعر میں سقم کے بارے میں ناسخ نے مرزا مغل (سبقت) سے مرزا محسن سے استفسار کروایا تھا ۔ ناصر کا بیان حسب ذیل ہے ۔

" شعرِ آخر کو سن کر شیخ ناسخ نے مرزا مغل سبقت سے کہا کہ مرزا محسن صاحب سے میری طرف سے پوچھو کہ " تخمینہ بہ سینہ " درست ہے ؟ مرزا مغل نے استفسار کیا ، مرزا محسن نے کہا درست ہے ۔ یہ سن کے ناسخ ان سے کہنے لگے ، آپ درست فرماتے ہیں ۔ مرزا نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ کاکا جی بے علم ہیں ۔ شیخ نے کہا بس پوچھنے سے حاصل یہی تھا ۔ " 3

---

1 ۔ خوش معرکۂ زیبا ، سعادت خان ناصر ، مرتبہ مشفق خواجہ ، مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ 4/273
2 ۔ خوش معرکۂ زیبا ، سعادت خان ناصر ، مرتبہ مشفق خواجہ ، مجلس ترقی ادب لاہور ، صفحہ 141
3 ۔ خوش معرکۂ زیبا ، سعادت خان ناصر ، مشفق خواجہ ، مجلس ترقی ادب لاہور ۔ صفحہ 392

چوں کہ ناسخ کی مرزا محسن سے چپلقش تھی اس لیے مصلحت سے پہلو بچا کر استاد سے استفسار کروانا جس میں فساد کا بھی خدشہ ہو سوٴادب ہے ۔ اغلباً مرزا مغل سبقت سے ناسخ ان کی علمی دسترس کی بنا پر علمی موضوعات پر تبادلۂ خیال اور بحث و تمحیص کرتے ہوں گے اور ناسخ سبقت کے علم و دسترس کی بنا پر سبقت کو محبت عقیدت اور عزت کی نظر سے دیکھتے ہوں گے ممکن ہے ناسخ شعر و سخن میں بھی مشورہ کرتے ہوں اور عقیدت اور احترام کی بنا پر سبقت کو استاد کا درجہ دیتے ہوں ۔ ناسخ کے دو قطعات تاریخ ایسے ہیں جن میں ناسخ نے وضاحت سے سبقت کو اپنا استاد تسلیم کیا ہے ۔ مرزا مغل سے متعلق ناسخ کے یہ قطعاتِ تاریخ درج ذیل ہیں ۔

مرزا مغل کہ بود دلا ! اوستادِ ما　　　امروز رفعت سوئے جناں وا مصیبتاہ 1
کردیم بہرِ سال وفاتش چنیں رقم　　　شد میرزائےما ز جہاں وا مصیبتاہ
سنہ 1234 ھ

دلا مرزا مغل سبقت صد افسوس　　　ز دنیا سوئے جنت کرد رحلت
نو شتم سالِ تاریخِ رحیلش　　　کہ مرد افسوس، ہے افسوس سبقت
سنہ 1235 ھ

چوں میرزا مغل بیگ اے وائے مرد ناگاہ　　　دل گفت صبرو تا بہ بُرد اوستادم افسوس
مصراعِ سالِ فوتش ناسخ رقم نمودم　　　افسوس وائے ویلا مرد اوستادم افسوس
سنہ 1234 ھ

---

1 ۔ خوش معرکۂ زیبا میں مادۂ تاریخ " شد میرزائےما ز جہاں وا مصیبتا " درج ہے ۔مادہ کے آخر میں حرف " ہ " نہیں ہے جس کی بنا پر مرتب مشفق خواجہ نے سال 1229 ھ نکالا ہے ۔ " ہ " بڑھا دینے سے اعداد 5 کے اضافے سے سال سنہ 1234 ھ ہو جاتا ہے ۔ صحیح سنہ 1234 ھ ہے ۔
(خوش معرکۂ زیبا ، سعادت خان ناصر ، مرتب مشفق خواجہ ، مجلس ترقی ادب ، لاہور۔ صفحہ 273)

افسوس صد افسوس کہ میرزائے جواں مرد　　　بیمار شدہ پانز دہم ماہِ محرم

چوں وقتِ عشا مرد شد سالِ وفاتش　　　صید حیف شبرِ شانز دہم ماہِ محرم

سنہ 1235 ھ

رفت سال از جہانِ فانی چوں میرزا مغل بیگ　　　گفتند خلقِ عالم اے وائے رستمِ وقت

چوں بود رستمِ وقت از بہرِ سالِ تاریخ　　　ناسخ رقم نمودم اے وائے رستمِ وقت

سنہ 1234 ھ

(مندرجہ بالا قطعہ ہائے تاریخ میں سے تین (3) قطعات سے سال 1234 ھ نکلتا ہے ۔ دو مادہ ہائے تاریخ سے سال 1235 ھ نکلتا ہے ۔

ایک خلافِ اصول تاریخ کے سلسلے میں

ناصر نے بسلسلۂ تاریخِ وفات میر خلیق از خواجہ صاحب علی راوی پر اعتراض کہ انہوں نے ی مع حمزہ کے عدد 20 کی بجائے 10 شمار کیے ہیں کے جواب میں لکھا ہے " چوں کہ تاریخ اچھی ہے اس لیے د رستگی کے واسطے ایک استاد کا قول بیان کیا جاتا ہے ۔ میاں مصحفی نے رام پور کی لڑائی کے فتح ہونے کی یہ تاریخ کہی ہے ۔

" فتح آصف کی ہوئی دشمنِ بے دیں بھاگا " ی کے 10 لیے ہیں جسے شبہ ہو حساب کرلے۔" صفحہ 74 خوش معرکۂ زیبا)

شبیہ الحسن نونہروی نے رستمِ وقت کی ترکیب کی بنا پر لکھا ہے ۔

" ممکن ہے یہ مرزا مغل علم و شاعری کے بجائے پہلوانی اور ورزش وغیرہ میں ناسخ کے استاد رہے ہوں ۔ " 1

---

1 ۔ ناسخ ، شبیہ الحسن نونہروی ، اردو پبلشرز ، نظیر آباد ، لکھنو ، فروری 1975 ء صفحہ 25

ہمارا خیال ہے کہ رستم وقت کی ترکیب کے استعمال سے ضروری نہیں کہ ناسخ نے سبقت کو پہلوانی کی بنا پر " رستمِ وقت " لکھا ہو - ممکن ہے کہ ناسخ نے سبقت کو ان کی شاعرانہ اور علمی و ادبی حیثیت کی بنا پر رستمِ وقت کہا ہو - یہاں یہ پہلو پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ تاریخ نگاری کی سہولت کے لیے ایسی لغات موجود ہیں جن سے مختلف الفاظ ، تراکیب مصرعوں اور مادہ ہائے تاریخ سے خاص سنہ نکالے گئے ہیں - پھر تاریخ نگاری میں شخصیت نگاری کی بجائے اولین مقصد خاص سال اور سنہ کا حصول ہوتا ہے - اکثر شعرا مطلوبہ سنہ کے اعداد کی حامل تراکیب مادے یا الفاظ منتخب کرکے موزوں کر لیتے ہیں - چنانچہ یہ ضروری نہیں کہ رستمِ وقت سے فنِ پہلوانی سے شغف رکھنے والی ہی کوئی شخصیت مراد ہے - ہمارے خیال میں چوں کہ ناسخ سبقت کی علمی استعداد کے قائل اور سبقت کے عقیدت کی حد تک مداح تھے اس لیے انہیں سبقت کو رستمِ وقت کہنے میں کوئی باک نہیں تھا۔ممکن ہے ناسخ باقاعدہ طور پر سبقت کے شاگرد نہ رہے ہوں مگر تعلقِ خاطر اور دوستانہ مشاورت کی بنا پر سبقت کو استاد کی حیثیت دیتے ہوں - چوں کہ ناسخ نے بہ تکرار دو قطعاتِ تاریخ میں سبقت کو اپنا استاد قرار دیا ہے اس لیے ہمیں اِن قطعات کو ناسخ کی شاگردی کے سلسلے میں اہمیت دینی چاہیے -

مختلف تذکروں میں ناسخ کو محمد عیسیٰ تنہا ، آتش اور مصحفی کا شاگرد بتایا گیا ہے - جہاں تک مصحفی کا تعلق ہے تو خود مصحفی نے اپنے تمام شاگردوں کا نام بنام تذکرہ کیا ہے - مگر ان میں ناسخ کا نام شامل نہیں - بلکہ مصحفی کا اپنا شعر اس امر کی تردید کرتا ہے - یہ شعر درج ذیل ہے -

ہاں مگر شیخ کی خدمت میں تو ہے اپنا سوال
پڑھ چکے ہم تو کچھ اب آپ عنایت کیجیے

اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ناسخ مشاعرے میں مصحفی کے بعد پڑھا کرتے تھے اور خود مصحفی کو بھی یہ بات قبول و گوارا تھی - اگر ناسخ شاگرد ہوتے تو یقیناً مصحفی خوشدلی اور فرمائش سے ناسخ کو اپنے بعد پڑھنے کے لیے نہ کہتے - آبِ حیات میں آزاد نے لکھا ہے

" بعض سن رسیدہ اشخاص سے سنا ہے کہ ابتدا میں شیخ مصحفی سے اصلاح لیتے تھے
مگر کسی شعر پر ایسی تکرار ہوئی کہ اُنہوں نے اِن کا آنا بند کر دیا . . . .
مصحفی والی روایت قابل اعتبار نہیں کیونکہ انہوں نے تذکرہ میں تمام شاگردوں کے نام
لکھدیئے ہیں ۔ اِن کا نام نہیں ہے " 1

رغبی کے حوالے سے آزاد نے یہ بھی لکھا ہے کہ خود ناسخ نے رغبی سے بیان کیا تھا کہ

"میر تقی مرحوم
ابھی زندہ تھے جو مجھے ذوق سخن نے بے اختیار کیا ایک دن
اغیار کی نظر بچا کر کئی غزلیں خدمت میں لے گیا ۔ انہوں نے
اصلاح نہ دی میں دل شکستہ ہو کر چلا آیا اور کہا میر صاحب
بھی آخر آدمی ہیں فرشتہ تو نہیں ۔ اپنے کام کو آپ ہی اصلاح
دونگا ۔ " 2

ناصر نے ترجمۂ میر میں میر کی وفات اور میر کی بے سرو سامانی اور تدفین کا ذکر کرتے ہوئے
لکھا ہے ۔

" جب مرض الموت سے (میر صاحب) بیمار ہوئے وصیت کی میرے
جنازے کے اٹھانے میں تعجیل نہ کرنا جو سنے گا کہ میر نے رحلت کی
ہے خواہ مخواہ نقد اور سامان بھیجے گا ۔ بہ موجب وصیت صبح
سے شام ہوئی کسی نے کچھ نہ بھیجا ۔ آخر شیخ امام بخش کی
اعانت زادِ آخرت ہوئی ۔ میاں مصحفی نے تاریخ اُن کے مرنے کی
" موانظیری آج " کہی ہے اور (شیخ) ناسخ کی کہی ہوئی
تاریخ یہ ہے ۔

شد زجہاں میر محمد تقی داغ زبے مہریِ اہلِ جہاں
ناسخ تاریخِ وفاتش نوشت وا ویلا مردشہ شاعراں ۔ " 3

---

1 ۔ آب حیات ۔ محمد حسین آزاد ، مکتبہ ادب اردو ، اردو بازار ، لاہور ۔ صفحہ 306
2 ۔ آب حیاب ۔ محمد حسین آزاد ، مکتبہ ادب اردو ، اردو بازار ، لاہور ۔ صفحہ 306
3 ۔ خوش معرکۂ زیبا ، سعادت خان ناصر ، مرتبہ مشفق خواجہ ، مجلسِ ترقیِ ادب ، لاہور ، 1972ء ، صفحہ 145

ناصر نے سبقت کی زبانی میر صاحب کا سبقت کی شعر سنانے کی فرمائش پر " تمہارے بشرے سے شعر فہمی معلوم نہیں ہوتی " قدرت کا اشعار سنا کر تبصرے کی التماس پر میر کا جواب " صوابدید یہ ہے کہ دیوان کو اپنے دریا میں ڈال دو " میر حسن کے بیٹے میر مستحسن خلیق کو اصلاح دینے کی فرمائش پر " اپنی ہی اولاد تربیت نہیں ہوتی غیر کی اصلاح کا کسے دماغ ہے " جیسے واقعات لکھے ہیں ناصر کی ناسخ سے بے تکلفی تھی اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا ہوتا تو ناصر کے علم میں ہوتا اور میر کی وفات پر ناسخ کی نیک دلی اور میر کی نخوت کے حوالے سے اس کا ذکر کرتا مگر ناصر نے اس کا ذکر نہیں کیا ۔

سعادت خان ناصر نے مصحفی کے تذکرے کے حوالے سے لکھا ہے ۔

> میاں مصحفی صاحب اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں " مشورہ شعر کا اس کو محمدؐ عیسیٰ تنہا سے تھا اور وہ تربیت یافتہ میرا ۔ مگر اس کے بعض قطعات سے متابعت محمد تقی میر کی ظاہر ۔ چنانچہ یہ دو مقطع اس کے لکھے
> 1 جاتے ہیں ۔ "

ناصر نے ترجمۂ محمد عیسیٰ تنہا میں مصحفی کے حوالے سے تنہا کو استادِ ناسخ لکھا ہے ۔ ناصر لکھتا ہے ۔

> " شاگردِ نامی میاں مصحفی ۔ کلام اس کا راسخ ، بقول میاں صاحب
> 2 کے استاد امام بخش ناسخ ۔ "

---

1 ۔ ناصر نے سہواً تذکرہ لکھدیا ہے ۔مصحفی کے تذکروں میں صرف ریاض الصفحا میں ناسخ کا ذکر ہے ۔ یہاں ناصر کی مراد دیوانِ ششم کا دیباچہ ہے ۔ " شیخ ناسخ کہ یکے از دوستاں محمد عیسیٰ تنہا است و بفقیر ہم رسوخے از تہِ دل وارد ۔ (جلوہ خضر ۔ جلوہ ششم ۔ از صفیر بلگرامی صفحہ نمبر 37 ۔

2 ۔ خوش معرکۂ زیبا ، سعادت خان ناصر ، مرتبہ مشفق خواجہ ، مجلس ترقی ادب ، لاہور ۔ صفحہ 389

ناصر نے یہ بھی لکھا ہے کہ ناسخ تنہا کے سامنے اکثر و بیشتر مصحفی کے کلام پر اعتراض کرتے رہتے تھے مگر تنہا خاموش رہتے تھے - اگر ناسخ مصحفی کے شاگرد ہوتے یا تنہا کے شاگرد ہوتے تو ان کا مصحفی کے کلام پر اس طرح اعتراض کرنا اپنے استاد کے استاد کے احترام کے خلاف تھا -

ترجمۂ محمد عیسیٰ تنہا میں ناصر کا بیان درج ذیل ہے -

" مرزا خانی نوازش سلمہ فرماتے ہیں کہ تنہا اور ناسخ میں الفت
حد سے زیادہ تھی ، اکثر مصحفی کے شعروں پر اعتراض کرتے تھے
اور یہ کچھ نہ کہتا تھا - " 1

(مرتب خوش معرکہ نے اس بیان کے حوالے سے اختلافِ نسخ کی
نشان دہی کرتے ہوئے لکھا ہے -نسخہ پٹنہ میں اس کی جگہ یہ
عبارت ہے - " مرزا خانی صاحب سلمہ سے یہ نقل مجھے یاد کہ
تنہا اور ناسخ میں الفت حد سے زیادہ تھی - وہ (ناسخ) اکثر
مصحفی کو بد کہتا تھا ، وہ (تنہا) برا نہ مانتا تھا ـــ الخ)

عبدالحئی اور ابنِ طوفاں نے لکھا ہے کہ کسی کے شاگرد نہ تھے - اسی طرح کلب حسین خاں نادر کا بیان ہے کہ " کسی کے شاگرد نہ تھے " 2
تاہم آزاد نے تنہا کا شاگرد بتایا ہے - عبدالروف عشرت لکھنوی نے مصحفی اور تنہا کا شاگرد تسلیم کیا ہے مگر چوں کہ عشرت کے ناسخ سے متعلق بیانات آبِ حیات سے ماخوذ ہیں اس لیے انہیں آزاد کے خیالات کی باز گشت ہی سمجھنا چاہیے -
مختصراً یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ فنِ شاعری میں ناسخ کے تلمذ کی قابل اعتبار اور مستند شہادت کی عدم موجودگی میں انہیں کسی کا باقاعدہ شاگرد ٹھہرانا غلط ہوگا - اگر اس سلسلے میں کسی شخصیت کا نام لیا جاسکتا ہے تو وہ

---

1 - تلخیص معلیٰ ، کلب حسین خان نادر ، مرتبہ انصار اللہ نظر ، بیت الابصار ، سر سید روڈ - سرسید نگر علی گڑھ ، صفحہ ۹۲/۹۳ -
2 - خوش معرکۂ زیبا ، سعادت خان ناصر ، مرتبہ مشفق خواجہ ، مجلس ترقی ادب ، لاہور -

مرزا مغل سبقت ہیں ۔ مرزا مغل سبقت ہی وہ شخصیت ہیں جن سے ناسخ علمی اور شاعرانہ امور کے بارے میں مشورہ اور تبادلۂ خیال کرتے تھے ۔ اسی لیے ناسخ نے مرزا مغل کو اپنا استاد بیان کیا ہے ۔ چوں کہ یہ ناسخ کا اپنا بیان ہے اس لیے بہر حال اہمیت کا حامل ہے ۔

ناسخ عقیدے کے اعتبار سے شیعہ تھے ۔ ناسخ کا کلام حضرت علی اور اہلِ بیت سے بے پناہ عقیدت کاعکاس ہے ۔ مگر اس کے باوجود بعض معروف شیعہ عقائد کے برعکس اشعار بھی ناسخ کے ہاں مل جاتے ہیں ۔ ناسخ کی بعض مثنویوں اور غزلیات میں اثنا عشری عقائد سے مطابقت نہ رکھنے والے ایسے اشعار ملتے ہیں جن میں خلفائے راشدین اور بعض دوسرے صحابۂ کرام کے بارے میں عقیدت و احترام کے جذبات و خیالات موجود ہیں ۔ مثال کے طور پر معراج نامۂ میں " در مدح صحابۂ کرام گوید " کے عنوان کے تحت مندرجہ ذیل اشعار

ہیں جو اصحاب جناب مصطفیٰ[1] — با خدا و باوفا .... مصطفیٰ[1]

ہے عظیمت ان کی واجب خلق پر — ہے فضیلت ان کی واجب خلق پـر

خاص ان اصحاب میں ہیں چار یار — خاص ان احباب میں ہیں چار یار

پہلے ہیں صدیقِ اکبر یارِ غار — جاں نثارِ نائبؐ پروردگار

دوسرے فاروق اعظم پاک دیں — سان قہر رحمت اللعالمیں

تیسرے عثمان ذوالنورین ہیں — باحیا عثمان ذوالنورین ہیں

چار ہیں حیدر امام الاولیا — ابنِ عم محبوبِ خیرالانبیا

غور سے دیکھو تو چاروں ایک ہیں — غور سے دیکھو تو چاروں نیک ہیں

معراج نامے میں اثنا عشری عقائد کے برعکس کسی بھی آسمان پر حضرت علیؓ کی موجودگی کا ذکر نہیں کیا گیا ۔ تاہم مثنوی میں شیعہ ماخذ روضۃ الاحباب کا حوالہ دیا گیا ہے ۔ اسی طرح شہادت نامۂ آل نبی میں بھی شیعہ اعتقادات کے برعکس درج ذیل اشعار موجود ہیں ۔

بیان کب تک کروں چاروں کے اوصاف — کہ اوصاف ان کے ہیں قرآں میں صاف
نہیں وہ آیتیں محتاج تاویل — انہیں کی شان میں لایا ہے جبریل
حدیثوں کی کتابیں جو ہیں مشہور — مناقب سے ہیں ان چاروں کی معمور
الہٰی دے مجھے ان کی محبت — بحقِ شافعِ روزِ قیامت
رہے ان کی محبت تابہ محشر — بحقِ حضرتِ صدیقِ اکبر
کروں میں زندگی بھر ان کا ماتم — بحقِ حضرتِ فاروقِ اعظم
رہوں اس غم میں میں نالاں و گریاں — بحقِ جامعِ آیاتِ قرآں
رہوں ان کی محبت میں میں صادق — بحقِ حرمتِ قرآنِ ناطق

اس مثنوی میں بھی شیعہ عقیدے کے خلاف حضرت علیؓ کو وصیِ رسولِ اکرم بیان نہیں کیاگیا ۔ مزید برآں شیعہ مآخذ کی بجائے صحیح ترمذی کا حوالہ دیا گیا ہے ۔ جو درج ذیل ہے ۔

مری گفتار پر گر شک ہو جی میں — تو دیکھو تم صحیحِ ترمذی میں

تیسری مثنوی مولد شریف میں بھی مضامین بنیادی شیعہ اعتقادات کے برعکس ہیں ۔ مثنوی میں حضرت خدیجہ سے رسول اکرم کے دو بیٹوں اور چار بیٹیوں کی ولادت اور چوتھے مقام پر حضرتِ فاطمہ الزہرا ، حضور نبی اکرم کے بیٹے ابراہیم کی ولادت اور حضرت صدیق کی قبول اسلام میں اولیت کی بنا پر خلافت میں اولیت کا تصور شیعہ عقائد سے مطابقت نہیں رکھتا ۔

ناسخ کے ہاں اگرچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اہل بیت سے شدید عقیدت ظاہر ہوتی ہے اور " ناسخ نہیں ہے کام مجھے عمرو بکر سے / بس جانتا ہوں بعدِ نبی بو تراب کو " جیسے اشعار بھی ملتے ہیں جو ان کے اثنا عشری العقیدہ ہونے کی واضح دلیل ہیں مگر اس قسم کے اشعار کے ساتھ ساتھ

کیا ہوا گر شعر ناسخ میں عقیدے کے خلاف

آیۂ منسوخ کیا موجود قرآں میں نہیں ؟

اور

ہیں امت احمد میں تہتر مذہب

ان میں سے چنوں میں کوئی کیوں کر مذہب ؟

جیسے اشعار بھی ناسخ کے ہاں موجود ہیں ۔

مثنوی ناسخ اور سراجِ نظم دونوں مثنویاں درحقیقت احادیث کا ترجمہ ہیں ۔ سراج نظم امام صادق جعفر کی احادیث بہ روایت مفضل کا ترجمہ ہیں ۔ اسی طرح مثنوی ناسخ بھی شیعہ روایات کا ترجمہ ہے ۔ اس لیے ان دونوں میں شیعہ اعتقادات کے خلاف کوئی مضمون یا شعر موجود نہیں ۔ یہی دو مثنویاں وہ مثنویاں ہیں جو ناسخ نے تدوینِ کلیات کے وقت ترک نہیں کی ۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ ان میں شیعہ اعتقادات سے متصادم خیالات نہیں ہیں ۔ پہلی تینوں مثنویوں کو ناسخ نے اس لیے بھی نظر انداز کر دینا مناسب سمجھا ہوگا ۔

ناسخ کے دور میں لکھنو میں اثنا عشری عقائد کی مقبولیت اور مذہبی جوش بہت زیادہ تھا اور نئی نئی مذہبی رسومات اور اثنا عشری عقاید کو نوابین لکھنو اور مولوی دلدار علی کے مرتبے و حیثیت کے علما کے شدید مذہبی رجحانات کے زیر اثر بہت مقبولیت حاصل ہوگئی تھی ۔ ان حالات میں ناسخ کا تشیّع کی طرف راغب ہو جانا بہت غیر معمولی بات نہیں ۔

ناسخ کے والدین کی قبروں کی سنی قبرستان میں موجودگی اور امتِ احمد میں تہتر فرقوں کی موجودگی میں‌کسی فرقے کے انتخاب کے مشکل ہونے کا اظہار اور شیعہ عقائد سے متصادم اشعار کا اعتذار ناسخ کے ابتداً سنی العقیدہ ہونے کی قوی شہادتیں ہیں -

اس وقت تک دستیاب معلومات کی روشنی میں اس امر کا تعین نہیں کیا جاسکتا کہ ناسخ نے تشیّع کب اختیار کیا تاہم ناسخ کے مذہبی عقائد کے بارے میں اس قدر بات حتمی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ ناسخ ابتداً سنی العقیدہ تھے اور بعد ازاں تشیّع اختیار کرنے پر بھی ان میں وہ مذہبی عصبیت اور انتہا پسندی نہ تھی جو عموماً نو اختیار عقیدہ لوگوں میں پیدا ہوجاتی ہے -

ناسخ غیر شادی شدہ تھے - شائد مجلسی زندگی کا دباؤ اور امرد پرستانہ رجحانات ہی وہ اسباب ہیں جن کی بنا پر ناسخ غیر شادی شدہ رہے -

ناسخ کے ازواج اور اولاد کے بارے میں جو مستند ترین بیان ملتا ہے وہ سعادت خان ناصر کا ہے جس کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ وہ ناسخ کے ہم عصر راوی ہیں - بیگا نامی طوائف جو شیریں تخلص کرتی تھی کے ترجمہ میں ناصر نے لکھا ہے -

> " بیگا طوائف تخلص شیریں ، میر محمد سپہر نے مدت میں اسے سخن آشنا کیا - میاں بحر نے باتوں باتوں میں اسے حلقۂ بیت میں کھینچا - یہ قصہ بعینہ قصۂ پرویز و فرہاد ہے - ادھر واہ واہ ادھر داد بیداد - ایک دن میر وزیر صبا مجھ سے کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ یہ ذکر شیریں کے مشاعرے میں تھا افسوس کہ شیخ ناسخ کے اولاد نہیں کہ نام انکا روشن رہتا - میاں بحر نے کہا تلامیذ بھی بمنزلہ خلف کے ہیں ان کا نام ہم سے قائم رہیگا - اور شیریں سے کہا تم بھی بہ نسبت میرے ان کی پوتی ہو - " [1]

---

1 - خوش معرکہ زیبا - سعادت خان ناصر ، مرتبہ مشفق خواجہ ، مجلس‌ترقی ادب ، لاہور - جلد دوم ، صفحہ 582

مگر عجیب بات یہ ہے کہ ایسی واضح اور مستند روائت کا ذکر ناسخ پر لکھنے والوں میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کیا ۔ آزاد نے ناسخ کے طرز زندگی اور روز مرہ کے معمولات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ۔

" مکان مردانہ تھا عیال کا جنجال رکھا ہی نہ تھا " 1

ناسخ کے اپنے ایک شعر سے بھی ناسخ کے تجرد کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے ۔ یہ شعر درج ذیل ہے ۔

قلزمِ دہر میں رکھتا ہے تجرد محفوظ   غرق کم ہوتا ہے دریا میں سفینہ خالی

سعادت خان ناصر نے خوش معرکۂ زیبا میں مرزائی صاحب کے باب میں کہ جن کا تعلق ناسخ سے امرد پرستی کے سبب تھا لکھا ہے ۔

" شیخ صاحب نے اپنے پاس سے چند قطعۂ مکانات و دکانیں وغیرہ
خرید کر دیئے چنانچہ ان مکانات اور دکانیں (کذا) کے کرائے میں
آج تک ان کی اولاد کی اوقات بسری بخوبی ہوتی ہے " 2

انہیں مرزائی صاحب سے ناسخ کے تعلق کے بارے میں لالہ شیو رام شائق کے کم سن و خوبرو شاگرد شجاعت اور مولوی محمد بخش تخلص شہید کے مکرم علی خان سے تعلق کی نوعیت بیان کرتے ہوئے مثال دے کر لکھا ہے ۔

---

1 ۔ آب حیات ، محمد حسین آزاد ، مکتبۂ ادب اردو ، اردو بازار ، لاہور صفحہ 309

2 ۔ خوش معرکۂ ، زیبا سعادت خان ناصر ، مرتبہ مستفق خواجہ ۔مجلس ترقی ادب ، لاہور سنہ 1972 جلد دوم صفحہ 59

" الغرض مولوی صاحب کا بھی مکرم علی خان سے وہ حال تھا کہ جو
شیخ ناسخ کا مرزائی صاحب سے حال تھا ۔ العاقل تکفیه الاشاره" 1

اس تعلق کی نوعیت کا اندازہ ان تفصیلات سے بھی ہوتا ہے جو ناصر نے شہید کے مکرم سے تعلقات کے سلسلے میں درج کی ہیں ۔ ناصر نے لکھا ہے ۔

" اور مکرم علی خان بھی تمام خانہ داری مولوی صاحب کی مثلِ اہل
خا نہ مدام سر انجام کار کرتے رہے " 2

نیز ۔ " اس کوفت سے مولوی صاحب نے بعد چندے انتقال کیا بعد اس
کے مکرم علی خان نے مولوی صاحب کا سوگ رکھا اور ایام عدّی کے
پورے کئے ۔ " 3

خود ناسخ اور مرزائی صاحب کے حوالے سے " تکفیه الاشاره " کے علاوہ
بھی لکھا ہے " بلکہ شیخ صاحب کو لوگ ان (مرزائی صاحب) سے
بدنام کرتے تھے " 4

انہی مرزائی صاحب نے ناسخ کے انتقال کے بعد ان کا ترکہ ورثہ میں پایا
اس سلسلے میں ناصر کا بیان حسب ذیل ہے ۔

" بعد انتقال شیخ صاحب کے تمام مال اور اسباب اور املاک پر حسبِ وصیت
ان کے مرزائی صاحب ٹکسال والے جن کا ذکر آگے گزرا قابض و متصرف ہوئے ۔" 5

---

1 ۔ خوش معرکۂ زیبا ۔ سعادت خان ناصر ۔ مرتبہ مشفق خواجہ ۔ مجلس ترقی ادب، لاہور 1972 صفحہ 279

2 ۔ خوش معرکۂ زیبا ۔ سعادت خان ناصر ۔ مرتبہ مشفق خواجہ ۔ مجلس ترقی ادب ، لاہور 1972 صفحہ 277

3 ۔ خوش معرکۂ زیبا ۔ سعادت خان ناصر ۔ مرتبہ مشفق خواجہ ۔ مجلس ترقی ادب ، لاہور 1972 صفحہ 280

4 ۔ خوش معرکۂ زیبا ۔ سعادت خان ناصر ۔ مرتبہ مشفق خواجہ ۔ مجلس ترقی ادب ، لاہور 1972 صفحہ 57

5 ۔ خوش معرکۂ زیبا ، سعادت خان ناصر ، مرتبہ مشفق خواجہ ، مجلس ترقی ادب ، لاہور صفحہ 206

مولانا عبدالحئی نے گل رعنا میں قیصر التوریخ سے اخذ شدہ معلومات اور ابواللیث صدیقی صاحب نے گل رعنا کے حوالے سے لکھا ہے -

زین العابدین ان کا بیٹا مرزا محمد علی کا شاگرد طبابت کرتا اور خوش چلنی سے بسر کرتا ہے -" 1

شبیہ الحسن نو نہروی نے اس غلطی کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

" حقیقت یہ ہے کہ دونوں مصنفین کو غلط فہمی ہوئی ہے - اگرچہ سید محمد میر زائر مصنف قیصر التواریخ کے لکھنے کا ڈھنگ پریشان کن حد تک گنجلک اور مبہم ہے پھر بھی اگر اس موقع کی تحریر کو نظرِ غائر سے دیکھا جائے تو غلط فہمی کا ازالہ آسانی سے ہو سکتا ہے - قیصر التواریخ کی محولہ بالا عبارت درج ذیل ہے -"

" اعظم الدولہ کی سفارش سے مرزائی صاحب - دوست قدیم شیخ جی کو دو سو روپیہ ماہوار کا نوکر رکھوا دیا تھا - حضرت جنت مکان کے عہد میں ازراہ تخفیف برطرف ہوئے مگر صاحبِ سلیقہ تھے جس قدر سرکار محسن الدولہ سے کمایا صرف بیجا نہیں گیا - بیٹوں کی تعلیم میں قصور نہیں کیا - حکیم زین العابدین ان کا بیٹا شاگرد حکیم مرزا محمد علی طبابت کرتا ہے اور چلن سے چلتا ہے " 2

ناسخ کی تاریخ پیدائش اور سنہ وفات کا مختلف ماخذ کے حوالوں سے جو متفق علیہ ہیں ہم گزشتہ صفحات میں تعین کر چکے ہیں - لیکن تدفین کے حوالے سے صرف ایک روائت ملتی ہے - بقول آزاد " اب کی دفعہ جو آئے تو ایسے گھر میں بیٹھے کہ مرکر بھی نہ اٹھے گھر میں ہی دفن ہوئے " 3

---

1 - گل رعنا ، عبد الحئی ، دار المصنفین اعظم گڑھ، طبع سوم ، ۳۰۱ تا ۳۴۰

2 - قیصر التوایخ - جلد دوم سید محمد زائر ، صفحہ 73

3 - آب حیات - محمد حسین آزاد ، مکتبہ ادب اردو ، اردو بازار ، لاہور - صفحہ 312

آبِ بقا کے اکثر مندرجات آبِ حیات کے بیانات کی حاشیہ آرائی ہیں - عشرت لکھنوی نے ناسخ کے مقام تدفین کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

" اپنے مکان واقع ٹکسال میں دفن ہوئے - قبر ان کی موافق اصول مذہب شعیہ زمیں دوز بنائی گئی - تربت کا نشان اب تک (1918ء) موجود ہے - تھوڑا زمانہ ہوا ان کے ورثا (؟) نے اس مکان کو فروخت کر ڈالا - افسوس " 1

ناسخ کے محلہ ٹکسال میں رہنے کا ذکر سعادت خان ناصر نے کیا ہے - آزاد اور عشرت لکھنوی دونوں نے ناسخ کی رہائش گاہ کے بارے میں معلومات ناصر سے اخذ کی ہیں - ناسخ کی قبر کے سلسلے میں شبیہ الحسن نے لکھا ہے

" میں نے اہل محلہ کی نشاندہی پر خود وہ گھر جاکر دیکھا ہے جس میں ناسخ کی قبر بتائی جاتی ہے - یہ ایک مختصر سا مکان ہے - اس کے اختصار اور ہئیت سے صاف صاف آشکارا ہے کہ اس میں عہدِ ناسخ کی کوئی تعمیر سے متعلق یاد گار باقی نہیں رہ گئی - ناسخ کے عہد میں یہ گھر وسیع اور شاندار رہا ہوگا - اب معمولی حیثیت کا ہے - یہ گھر مفتی محمد عتیق صاحب کے گھر کے نزدیک ہے اس کی مشرقی سمت میں دالان سے متصل ایک کوٹھری ہے جس میں ناسخ کی قبر بتائی جاتی ہے - کوٹھڑی کا فرش مسطح ہے اور وہ رہائشی کام میں آتی ہے - قبر کا کوئی نشان یا لوح موجود نہیں - " 2

---

1 - آبِ بقا - عبدالروف عشرت لکھنوئی - نامی پریس لکھنئو سنہ 1918ء صفحہ 116

2 - ناسخ - شبیہ الحسن نونہروی ، اردو پبلشرز ، نظیر آباد ، لکھنو ، فروری 1975 صفحہ 122

لکھنو کی سیاست

اور ناسخ

لکھنو کا وہ ماحول اور سیاسی و سماجی حالات جن سے ناسخ دو چار ہوئے بعض عوامل کی بنا پر نہایت غیر صحت مند تھے۔ انحطاط پذیر معاشرے کی طرح زیر تشکیل سماج بھی اپنی اقدار اور روایات میں عدم استحکام کا شکار ہوتا ہے۔ ایسا معاشرہ تسلسل کے فقدان، غیر یقینی حالات اور عدم استحکام کی بنا پر بہت سے غیر صحت مند رجحانات کا شکار ہو جاتا ہے۔

لکھنو، ہندوستان کے پرانے سیاسی اور سماجی ڈھانچے کی شکست و ریخت اور نئی سیاسی قوتوں کی آویزش کے نتیجے میں ایک نئے سیاسی اور تہذیبی مرکز کی حیثیت سے وجود میں آیا تھا۔ علیحدہ تشخص کی خواہش اور ناموافق سیاسی و سماجی حالات نے لکھنو کے سماجی اور معاشرتی ڈھانچے میں ٹھہراؤ اور پختگی سے جنم لینے والی صحت مند اقدار اور روایات کو پیدا نہیں ہونے دیا تھا۔

قیام لکھنو کے وقت تک انگریز ہندوستان میں ایک فیصلہ کن سیاسی اور فوجی حقیقت کی حیثیت حاصل کر چکے تھے۔ تاہم ایسٹ انڈیا کمپنی مکمل بالادستی قائم نہیں کر پائی تھی اس لئے ہندوستانی ریاستیں انگریزوں کی جوڑ توڑ اور مناقشہ پرور حکمت عملی کا شکار تھیں۔

دہلی کے مرکزیت کھو دینے کے بعد لکھنو ایک سیاسی اور تہذیبی مرکز کے طور پر علیحدہ تشخص حاصل کرنے کے عمل سے گزر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اندرونی طور پر انگریز ریزیڈنٹ کی نواب کے مقابلے میں اپنی سیاسی اور حاکمانہ بالادستی قائم کرنے کی کوششوں کی بنا پر لکھنو سازشی ماحول، جوڑ توڑ اور عدم استحکام کا شکار بھی تھا۔ ریزیڈنٹ اور نواب کے درمیان پسِ پردہ قوت و اختیار کی کشمکش کا یہ ماحول مرتبہ و جاہ و حشمت کے حصول اور طالع آزمائی کے لئے نہایت سازگار تھا۔ ناسخ کی شخصیت کی تعمیر اسی ماحول میں ہوئی تھی۔ چناں چہ ان کی شخصیت طالع آزمائی جدت طرازی خارجیت اور ظاہر پرستی کے باوصف احساس کے گداز اور حدت و لو سے محروم رہ گئی تھی۔

ڈاکٹر سید عبد اللہ نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

" ناسخ کا المیہ یہ نہیں کہ وہ عمر بھر زبان کی تہذیب و تنقیح میں منہمک رہ کر محض علمی مشغلے کے آدمی بن کر رہ گئے بلکہ ان کا حادثہ ان کی وہ سیاسی زندگی بھی ہے جس میں ان کے کردار کو خلوص اور ضمیر کی قربانی دینا پڑی اور وہ شاعری سے زیادہ شاطری کرتے رہے۔

جہاں تک فطری قابلیتوں کا تعلق ہے اگر زمانہ مختلف نہ ہوتا تو وہ لکھنو کے دوسرے سودا بن سکتے تھے مگر لکھنو کی معاشرت میں دہلی کا احساساتی پیوند لگنا قدرے مشکل تھا ۔وہ ناسخ تھے اور ناسخ رہے اور یوں رفتہ رفتہ منسوخ ہوکر رہ گئے۔ " 1

ناسخ نے جب لکھنو کی سماجی زندگی میں قدم رکھا تو لکھنو کی سماجی اور سیاسی زندگی پر منتظم الدولہ اور معتمد الدولہ کی شخصیتیں چھائی ہوئی تھیں - ناسخ شعر و سخن سے شغف کی بنا پر معتمد الدولہ سے وابستہ ہوگئے تھے۔چناں چہ معتمد الدولہ سے اس وابستگی کی بنا پر ناسخ ساری عمر سیاسی گروہ بندی اور اکھاڑ پچھاڑ میں ملوث رہے۔ لکھنو کی سیاسی زندگی میں حصولِ اقتدار کے لئے اولین شرط نواب لکھنو کی خوشنودی تھی اور دوسری شرط ریزیڈنٹ یا گورنر جنرل کی تائید تھ ۔معتمد الدولہ کو جہاں نواب کی خوشنودی حاصل تھی وہاں وہ ریزیڈنٹ سے بھی ربط و ضبط رکھتے تھے اور شاید انگریزوں کے نقطئہ نظر سے ان کے مفادات کے حصول کے لئے موزوں اور مناسب آدمی بھی تھے۔ معتمد الدولہ اپنے وزارت اعلی کے دور میں سازشوں اور جوڑ توڑ سے اپنے حریف منتظم الدولہ (حکیم مہدی) اور ان کے ساتھیوں کے اثر و رسوخ کو ختم کرنے اور انہیں عہدوں سے محروم کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ناسخ معتمد الدولہ کی ان کوششوں میں اپنی محدود حاشیہ نشینانہ حیثیت میں اپنے مربی کی جس قدر معاونت ہو سکتی تھی کرتے رہے۔ اس طرح ناسخ لکھنو کے اس ماحول کا شکار ہوگئے جس کی طرف ڈاکٹر سید عبداللہ نے اشارہ کیا ہے۔

لکھنو میں ریزیڈنٹ گورنر جنرل کی طرف سے ابتداً ایک سفیر کے طور پر انگریز مفادات کے تحفظ کے لئے مقرر کیا گیا تھا مگر بعد ازاں جوڑ توڑ اور نوابین کی اپنی محلاتی سازشوں کی وجہ سے ریزیڈنٹ آہستہ آہستہ ایک نگران کی حیثیت اختیار کر گیا تھا لکھنو کی سیاست میں ریزیڈنٹ نواب کے مقابلے میں ایک طاقت ور سیاسی شخصیت تھا۔ جو اپنے عہدے کی نوعیت کے اعتبار سے اتنا طاقت ور تھا کہ اکثر اوقات نوابینِ لکھنو اپنے آپ کو اس کے سامنے بے بس پاتے تھے اور نوابین کمزور سیاسی حیثیت کی بنا پر ریزیڈنٹ کو ناراض یا ناخوش کرنا خسارے کا باعث سمجھتے تھے۔ لکھنو ایک امیر اور

---

1 ۔ناسخ کی منسوخ شاعری ،سید عبداللہ ،نئی تحریریں ،حلقہ ارباب ذوق ، لاہور نومبر 1957ع صفحہ 11 ۔

خوش حال ریاست تھی اور انگریزوں کی توجہ زیادہ سے زیادہ مالی فوائد کے حصول پر رہتی تھی۔ برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی وقتاً فوقتاً نہایت آسان شرائط پر نوابین لکھنو سے کروڑوں کے قرضے لیتی تھی اور پھر اقتدار کی کشمکش میں بدلے ہوئے حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کمپنی ہمیشہ پرانے قرضوں کی معافی، قرضوں کے سود کی شرح میں کمی، دیگر مراعات اور مختلف علاقوں کو کمپنی کے زیر انتظام علاقے میں شامل کرنے کے مطالبات تسلیم کرواتی تھی۔ نوابین لکھنو کے خاندان کی اندرونی سیاست میں مختلف مخالف گروہ ریزیڈنٹ کی قوت اور حیثیت کے پیش نظر اس کو ساتھ ملانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ ان حالات میں مختلف شخصیات اقتدار، جانشینی اور وزارتِ عظمیٰ کے حصول کے لئے اندرونی سازشوں میں مصروف رہتی تھیں۔ انہی حالات میں نواب غازی الدین حیدر اور نصیرالدین حیدر کے دور میں وزرائے اعظم سیاہ و سفید کے مالک بن جاتے رہے۔ ان وزرائے اعظم کے متوسلین ان کے دورِ اقتدار میں پوری طرح فیض یاب ہوتے رہے۔ ان وزرائے اعظم کے عروج و زوال کے ساتھ ساتھ ان کے متوسلین بھی سرد و گرم کا شکار ہوئے۔

عبدالقادر چیف رام پوری نے جس مشاعرے میں 1229ھ میں ناسخ کی شمولیت کا ذکر کیا ہے وہ مرزا جعفر حسن وزیر نواب سعادت علی خان کے گھر پر ہوا تھا جو اس زمانے میں نواب کے وزیر تھے 1۔ ان کے صاحب زادے قمرالدین احمد خان، قمر عرف مرزا حاجی قمر کے تخلص سے شاعری بھی کرتے تھے۔ روزنامچے میں عبدالقادر نے جن شعراء کا اہم اور نمایاں شعرا کے طور پر ذکر کیا ہے ان میں ناسخ بھی شامل ہیں۔ نواب کے وزیر (وزیر اعظم) کے ہاں مشاعرے میں شرکت سے ثابت ہوتا ہے کہ ناسخ اس وقت تک سماجی اور علمی طور پر ممتاز حیثیت حاصل کر چکے تھے اور اعلیٰ طبقے کی تقریبات میں شامل ہوتے تھے۔

سید محمد خان آغا میر کے شوقِ سخن کی بنا پر ناسخ ان سے اچھے تعلقات رکھتے تھے۔ سعادت علی خان کے عہدِ حکومت میں آغا میر کے تعلقات مرزا جعفر وزیر نواب کے صاحب زادے قمرالدین احمد خان قمر معروف بہ مرزا حاجی سے تھے۔ حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سید محمد خان آغا میر کے تعلقات غازی الدین حیدر سے تھے اور نواب سعادت علی خان کی وفات کے موقعے پر آغا میر نے مرزا حاجی کی وساطت سے ان کے والد کو نواب وزیر مرزا کی جانشینی کے لئے کوشش کرنے پر قائل کیا تھا۔

1۔ نواب غازی الدین حیدر کے عہد سے پہلے نوابین لکھنو کے وزرائے اعظم وزیر کہلاتے تھے۔

نواب سعادت علی خان اپنے دوسرے بیٹے شمس الدولہ کو بہتر تصور کرتے تھے۔ اور انتظامِ سلطنت میں وہ خاصے موثر اور فعال تھے۔ چناں چہ عمومی تاثر اور توقع یہی تھی کہ سعادت علی خاں کے بعد شمس الدولہ ہی جانشین ہوں گے۔

اس سلسلے میں نجم الغنی صاحبِ تاریخ اودھ نے لکھا ہے۔

" ایک مدت سے آغا میر کو مرزا حاجی کے ساتھ رسوخ تھا۔ اس وقت (انتقال سعادت علی خان) مرزا (مرزا حاجی) نے آغا میر کے اشارے سے اپنے باپ مرزا جعفر کو یاد دلایا اور کہا کہ یہی وقت ہے ، ایسا نہ ہو کہ مدت کی محنت مفت رائیگاں جائے۔ مرزا جعفر نے کرنیل صاحب 1 (ریزیڈنٹ جان بیلی) سے کہا " مجھے اس وقت کچھ آپ سے کہنا ہے۔ " 2

1۔ مرزا جعفر حسن ، وزیر سعادت علی خان ، ریزیڈنٹ بیلی کے استاد بھی تھے۔

2۔ تاریخ اودھ ، نجم الغنی ، نول کشور ، لکھنو ، جلد چہارم ، صفحہ 110

سعادت علی خان کی وفات کے بعد غازی الدین حیدر کی جانشینی کے فیصلے میں مرزا جعفر حسن اور مرزا حاجی نے آغا میر کے کہنے پر جو مدد کی تھی اس کے پیش نظر غازی الدین حیدر نے مرزا حاجی کو نیابت (وزارت عظمیٰ) پیش کی تھی۔ مرزا حاجی اپنے والد کے لئے اس عہدے کی خواہش رکھتے تھے اور والد کی موجودگی میں اس عہدے کو قبول کرنے میں انہیں تامل تھا۔ آغا میر نے ان حالات کا پورا پورا فائدہ اٹھایا اور نیابت کے حصول کی کوشش کی۔ اسی دوران مرزا جعفر وفات پا گئے۔ نجم الغنی نے اس سلسلے میں لکھا ہے۔

" مرزا جعفر کی وفات کے بعد قمرالدین احمد خان معروف به مرزا حاجی قمر تخلص عہدہ خزانچی ریزیڈنٹی سے مستعفی ہو کر منصب نیابت کی امید پر کارہائے متعلقہ نیابت کو سوانجام دینے لگے۔ ریزیڈنٹ کو مرزا حاجی کی یہ بات اچھی نہ معلوم ہوئی که محض رفعِ اشتباہ کے واسطے ہماری خدمات دیرینه کو چھوڑ دیا۔ پس ان دنوں سے کرنیل صاحب کا دربار خالی ہوگیا اور منشی علی نقی خان ریزیڈنٹی کا میر منشی یکایک بڑھا۔ آغا میر جو نیابت کی خلعت کے آرزو مند تھے زمانے کو دیکھ کر میر منشی سے مل گئے اور اسے اپنا باپ قرار دیا۔ " 1

خوش معرکۂ زیبا اور بعض دوسری تحریروں میں مرزا حاجی کے بھائی مرزا محسن کے ناسخ پر اعتراضات اور ناسخ کی مخالفت کا ذکر ملتا ہے۔ جس کا ایک سبب مرزا محسن کا ناسخ کے منظور نظر میر زائی صاحب پر عاشق ہونا اور ناسخ کا میر زائی صاحب پر متصرف ہونا تھا ۔ دوسرا سبب شاید مرزا حاجی کے مقابلے میں ناسخ کے دوست آغا میر کا نیابت پر نامزد ہوتا تھا۔

---

1 - تاریخ اودھ، نجم الغنی، نول کشور، لکھنو، صفحه 115

آغا میر کا مرزا حاجی کے مقابلے میں نیابت پر فائز ہونا ایک سازش اور جوڑ توڑ کا نتیجہ تھا۔ حکیم مہدی ؒجو سعادت علی خان کے عہد میں بہت امیر اور صاحب اثر و رسوخ ہو چکے تھے نواب غازی الدین حیدر کو مرزا حاجی سے بد ظن کرنے کے لئے ان کے ریزیڈنٹ جان بیلی سے قدیم تعلقات اور روابط کی بنا پر یہ تاثر دیا کہ مرزا حاجی جان بیلی تک معاملات کی خبر پہنچاتے ہیں۔ سعادت علی خان ریزیڈنٹ جان بیلی کسے ہر وقت کے دباؤ اور بے جا مداخلت کی گورنر جنرل ایسٹ انڈیا کمپنی کو شکایت بھی کر چکے تھے۔ سعادت علی خان ریزیڈنٹ کی مداخلت اور دباؤ کی وجہ سے سخت پریشان اور تنگ تھے۔ اس پس منظر میں اس شکائت کے ساتھ حکیم مہدی نے غازی الدین حیدر کو آمادہ کیا کہ نواب سعادت علی خاں کے عہد سے دربار کے انگریز ملازموں کے ذریعے سے غازی الدین حیدر کی ریزیڈنٹ کرنل جان بیلی سے ناخوشی کے بارے میں گورنر جنرل کو مطلع کرنا چاہیے۔

صاحب تاریخ اودھ کا بیان اس سلسلے میں درج ذیل ہے۔

" حکیم مہدی علی خان نے نواب غازی الدین حیدر کو یہ سبز باغ دکھایا کہ مرزا حاجی ریزیڈنٹ کا متوسل ہے ملک کے تمام معاملات اور راز کے امورات ریزیڈنٹ کو یہی شخص سمجھاتا ہے جس سے وہ ریاست کے معاملات میں مداخلت کرتے ہیں۔ اور اس سے انگریزی عمل و دخل پیدا ہونے کا خوف ہے۔ نواب مرحوم نے ہزاروں روپے انگریزوں (ملازمین دربار) کی تنخواہوں میں صرف کئے ہیں اس لئے مصلحت یہ ہے کہ ان انگریزوں کے ذریعے گورنر جنرل سے معاملات ریاست کی درستی کی صورت نکالی جائے چنانچہ ایک انگریز جو ریاست کا ملازم تھا سفیر بنا کر گورنر جنرل کے حضور میں بھیجا گیا اس نے یہ بات گورنر جنرل کی خاطر نشین کر دی کہ نواب غازی الدین حیدر جان بیلی صاحب سے ناخوش ہیں۔ گورنر جنرل نے ریزیڈنٹ سے کہا کہ نواب کی سرکار میں تمہاری مداخلت بیجا ہے۔ اگر اپنی نیک نامی منظور ہے تو نواب سے راضی نامہ لے کر پیش کرو۔ جب ریزیڈنٹ نے یہ سمجھ لیا کہ نواب کے راضی نامہ کے بغیر گورنر جنرل

کی خوشنودی مشکل ہے تو انہوں نے منشی علی نقی خان سے جو نواب کی خدمت میں آمد و رفت رکھتا تھا مشورہ کیا۔ علی نقی خان نے سید محمد خان عرف آغامیر بن میر تقی کو جو اولاد شاہ ترکمان سے تھے اور نواب غازی الدین حیدر کے یہاں ایام صاحب زادگی اور ولی عہدی سے بیش خدمتوں کے زمرے میں ملازم تھے اور نواب کی سرکار کے معتمد علیہ تھے اسی بات پر آمادہ کیا کہ وہ نواب سے ریزیڈنٹ کے لئے صفائی مزاج کا کاغذ لکھا دیں تو اس کے صلے میں ریزیڈنٹ انہیں نیابت دلادیں گے اور منصب میں ترقی کرا دیں گے۔ کرنیل کلیوڈ (کلائیو ؟) صاحب اور ڈاکٹر لا صاحب اور جو نواب سعادت علی خان کے ہمراہ مصاحب تھے یہ چاہتے تھے کہ اگر نواب پچھلی باتوں کا بدلہ لینے میں ثابت قدم رہیں اور راضی نامہ ریزیڈنٹ صاحب کو نہ دیں تو بہت جلد مطلب براری ہو سکتی ہے لیکن آغا میر کو نواب غازی الدین حیدر کے ہاں بہت دخل تھا اور محض نیابت کے مل جانے کے طمع پر اور منشی علی نقی خان کے سمجھانے سے نواب سے عرض کی کہ حضور کو ان انگریزوں سے اطمینان ہے کہ ان سے مقدمہ کی درستگی ہو جائے گی اور اس سبب سے راضی نامہ دینے میں تامل ہے اور مجھے یہ اندیشہ ہے کہ شمس الدولہ (برادر خورد غازی الدین) کی طرف ریاست منتقل نہ ہو جائے اور ہماری برسوں کی محنت رائیگاں ہو جائے۔ اپنے حقِ نمک سے ادا ہوتا ہوں ۔ حضور کو اختیار ہے۔ نواب نے کچھ سوچ سمجھ کر راضی نامہ اپنی مہر سے مکمل کرکے ریزیڈنٹ کو دے دیا جب وہ کاغذ گورنر جنرل کو ملاحظہ میں گزرا تو حکیم مہدی علی خان مغوی قرار پا کر نظروں سے گر گئے اور وہ چار انگریز جو نواب سعادت علی خان کے عہد سے ملازم تھے موقوف ہوئے۔ اب جان بیلی صاحب کی کوشش سے آغا میر کو عہدہ نیابت ملا اور بائیس پارچے کا خلعت اور معتمد الدولہ خطاب عطا ہوا۔ دیکھو بات کہنے میں مرزا حاجی کی صحبت برہم ہوگئی اور وہ خانہ نشین ہوئے اور حکم مہدی علی خان کو حکم ہوا کہ اپنی نظامت کے علاقہ خیر آباد میں سرکاری کام کو جاؤ " [1]

اس سارے گٹھ جوڑ اور سازش میں ناسخ کے ولی نعمت کامیاب و کامران رہے اور حکیم مہدی اور مرزا حاجی خسارے میں رہے اس سارے قصے سے لکھنو کی عمومی

---

[1] تاریخ اودھ، نجم الغنی، نول کشور، لکھنو، بار ۔ ل، صفحہ 118/117

فضا ،ریزیڈنٹ اور نواب کی کشمکش اور روسا٭ و امرا کے محلاتی سازشوں میں سرگرم ہونے کی کیفیت واضح ہو جاتی ہے۔ ان حالات اور اس فضا میں ناسخ کا اس نوعیت کی سرگرمیوں اور معاملات میں اپنے ولی نعمت معتمد الدولہ کے لئے سرگرم ہونا غیر معمولی محسوس نہیں ہوتا۔

1 معتمد الدولہ نیابت کے عہدے پر 1815/1816ء میں فائز ہوئے۔
زیر نظر کلیات کے دیوان چہارم میں معتمد الدولہ کی شان میں کہے گئے 4 قصیدے شامل ہیں۔ ناسخ نے اپنے مربی کے مخالفوں کی شان میں متعدد ہجویہ قطعات کہے ہیں جو تلخ اور توہین آمیز ہیں - اس قسم کے قطعات کا نتیجہ ناسخ کے لئے خوشگوار ثابت نہ ہوا۔ معتمد الدولہ کا دور ناسخ کے لئے خوشحالی اور عزت و منزلت کا دور تھا۔ لکھنو کے دربار کی عمومی فضا جوڑ توڑ اور سازشوں کی تھی۔معتمد الدولہ اپنے مخالفین اور ممکنہ طور پر حریف بننے کی صلاحیت اور حیثیت کی مالک شخصیات کو بادشاہ کی نظر میں نا پسندیدہ اور غیر مقبول بنانے کے لئے کوشاں رہے۔ اس سعی میں انہوں نے مرزا حاجی حکیم مہدی اور ان کے ساتھیوں اور رفقا کو نشانہ بنایا۔ معتمد الدولہ 9 ماہ نیابت پر فائز رہ کر معزول ہوئے۔ نیابت مرزا حاجی کو ملی۔
2 " معتمد الدولہ 18۔ماہ معطل رہ کر دوبارہ وزیر ہوئے"۔ نجم الغنی نے معتمد الدولہ کے معزول ہونے کی 8 وجوہات گنوائی ہیں۔ان وجوہات میں معتمد الدولہ کی لوٹ کھسوٹ منہ زوری اور عوام پر سختی کے ساتھ ساتھ نصیرالدولہ اور بادشاہ بیگم کی خفگی اور مخالفت ملازمین کو تنخواہ کی عدم ادائیگی ، شیعہ سنی فساد اور معتمد الدولہ کی انگریز پرستی وغیرہ جیسی وجوہات شامل ہیں۔

---

1 - اس سارے واقعے کی تصدیق (Oude Papers) کے Hastings Minutes سے بھی ہوتی ہے۔

2 -تاریخ اودھ ، نجم الغنی ، نول کشور، لکھنو بار اول صفحہ 139

نجم الغنی نے آغا میر کی انگریز پرستی کے الزام کے بارے میں فرخ آباد میں گورنر جنرل کی آمد کے موقع پر ولی عہد کے ساتھ آغا میر کے حاضر ہونے اور ملاقات کے حوالے سے لکھا ہے ۔

" مفویوں نے ولی عہد کے مزاج میں آگ لگادی
کہ معتمد الدولہ کی گرم بازاری گورنر جنرل
کے پاس گرم ہے اور حضور کو کوئی
پوچھتا نہیں۔ " 1

نواب غازی الدین کی خفگی بیان کرتے ہوئے نجم الغنی نے لکھا ہے۔

" اور انگریزوں کے ساتھ جو ان کو (آغا میر) خصوصیت حاصل ہوگئی
تو اس وجہ سے خود بادشاہ کا مزاج جل بجھا اور
یہاں تک نوبت پہنچی کہ ایک دن کہنے لگے کہ معتمد الدولہ
کو ہم نے آبرو دی مگر انگریز دوستی نے اس کا دل ہماری
خیر خواہی سے پھیر دیا۔ اس طرح اکثر الفاظ شکایت
سرِ دربار علی محمد خان اور محمد علی خاں اور صمصام الدولہ
کے روبرو زبان پر لائے جب معتمد الدولہ فرخ آباد سے
واپس آئے تو نواب نے ان کو نظر بند فرماکر . . . . . " 2

معتمد الدولہ کی پہلی مرتبہ معزولی پر ناسخ کو لکھنو نہیں چھوڑنا پڑا کیوں کہ اس وقت تک معتمد الدولہ کی مرزا حاجی اور حکیم مہدی اور فضل علی سے ویسی دشمنی نہیں ہوئی تھی جیسی بعد ازاں ہوگئی تھی اور نہ ہی ناسخ نے اس وقت تک ان شخصیات کے خلاف تحقیر و تذلیل آمیز قطعات کہے تھے۔

1۔ تاریخ اودھ ، نجم الغنی ، نول کشور ، لکھنو ، بار اول صفحہ 135
2۔ 〃 ، 〃 ، 〃 ، 〃 ، 〃 〃 136

معتمد الدولہ کی پہلی مرتبہ معزولی پر نیابت مرزا حاجی کو ملی۔ شاید مرزا حاجی وہی تھے جنہیں معتمد الدولہ سے قبل نیابت کی پیش کش کی گئی تھی مگرانہوں نے اپنے والد مرزا جعفر کی موجودگی میں نیابت قبول نہیں کی تھی۔ یہ باپ بیٹا وہ شخصیات ہیں جنہوں نے غازی الدین حیدر کی جانشینی کے لئے ریزیڈنٹ سے اپنے قریبی تعلقات کی بنا پر سفارش کی تھی۔ مرزا حاجی 18۔ماہ تک نائب رہے۔ نجم الغنی کا بیان ہے کہ معتمد الدولہ نے ان حالات میں بادشاہ بیگم سے تعلقات بہتر بنا لینا ہی قرینِ مصلحت سمجھا معتمد الدولہ 18۔ماہ معطل رہ کر نیابت پر بحال ہوگئے۔غازی الدین حیدر 24۔جون 814اء کو نواب ہوئے تھے۔ معتمد الدولہ 9 ماہ نائب رہے۔پھر 18 ماہ معطل رہ کر بحال ہوئے۔گورنر جنرل کی رضامندی سے غازی الدین حیدر 9۔اکتوبر 819اء کو نواب سے بادشاہ بن گئے۔ نجم الغنی نے محتشم خوانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ نواب غازی الدین حیدر معتمد الدولہ سے ان کی نوابی کو بادشاہت میں تبدیل کروانے کی کوشش اور جدوجہد کی بنا پر بہت خوش تھے۔ معتمد الدولہ کو بحال ہوکر لکھنو کے نواب کے درجے کو بادشاہیت میں تبدیل کروانے کی جدوجہد میں امکانی طور پر 6 ماہ سے سائل کا عرصہ لگا ہوگا۔ معتمد الدولہ سے نواب کے خوش ہونے پر نجم الغنی نے حسب ذیل تبصرہ کیا ہے۔

> " معتمد الدولہ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ رئیس کو
> عہدۂ وزارت سے مرتبۂ بادشاہ پر پہنچائیں ۔۔۔۔
> چناں چہ جب نواب کا درجہ بادشاہت تک بلند ہوا
> جو غازی الدین حیدر معتمد الدولہ کے کام سے
> ایسے راضی ہوئے کہ کبھی ایسا کوئی مالک
> اپنے نمک خوار سے راضی نہ ہوا ہوگا۔

اس خدمت کے صلے میں ریاست میں پورے اختیارات بخشے"۔ بادشاہ غازی الدین 1
کی بادشاہ کی حیثیت سے مسند نشینی کے موقعے پر ناسخ نے غازی الدین حیدر
حیدر/اور معتمد الدولہ کے شان میں قطعات تاریخ اور قصیدے لکھے۔غازی الدین
حیدر کے قصیدے کا مطلع درج ذیل ہے۔

جلوسِ حیدرِ دلدل سواراست

بہار است و بہار است وبہار است 2

معتمد الدولہ نے آہستہ آہستہ اپنے تمام حریفوں ، مرزا حاجی ، حکیم مہدی مرزا حاجی کے بھائی مرزا محسن اور مرزا حاجی کے دوست آفرین علی خواجہ سرا اور آفرین کے نائب حیدر بخش کو شکنجے میں کسنا شروع کیا۔حکیم مہدی محتاط آدمی تھے وہ حالات کا رخ دیکھتے ہوئے شاہ جہان پور جو انگریزوں کی عملداری میں تھا منتقل ہوگئے۔

مرزا حاجی معتمد الدولہ کے قتل کی سازش کرنے کے الزام میں لکھنو بدر کئے گئے۔ مرزا حاجی جو آغا میر کی معطلی کے دوران میں عہدۂ نیابت پر

1۔ تاریخ اودھ۔ نجم الغنی ،نول کشور ، لکھنو ، بار اول صفحہ 143/142

2۔ دیوان فارسی ، مخطوطہ کلیات ناسخ ،مخزونہ ،قومی عجائب گھر ، کراچی

فائز رہے تھے کو لکھنو چھوڑنا پڑا ۔ وہ بھی اس طرح کہ ۔

" پیادہ پاسر بازار ،تمازت آفتاب میں اپنے مکان سے نکل کر روانہ ہوئے۔ " 1

سازش کی ناکامی اور مخبری میں ناسخ کا نام بھی آتا ہے۔نجم الغنی نے اس واقعے کی تفصیل یوں بیان کی ہے۔

" مرزا حاجی کے اخراج کی نسبت جو اس طرح حکم ہوا اس کی علت یہ تھی کہ انہوں نے میر غلام علی پسر میر حامد علی کی صلاح سے ایک برہمن یا راجپوت کو جیسا کہ محتشم خوانی میں لکھا ہے اور بقولے خود میر غلام علی ، کو کئی ہزار روپے دینا کر معتمد الدولہ کے قتل پر آمادہ کیا تھا۔ حکیم واجد علی خان کے بیٹے کی شادی میں ایک دن محفل رقص و سرود منعقد تھی لکھنو کے بڑے بڑے آدمی شریک تھے اور معتمد الدولہ بھی بیٹھے تھے اور میر غلام علی بھی مسلح شریکِ محفل تھا اور معتمد الدعلہ کے قتل کی تاک میں تھا شیخ امام بخش ناسخ نے جن کے معتمد الدولہ با اخلاص شاگرد تھے اس بھید سے مطلع ہو کر فقیر محمد خان کی معرفت معتمد الدولہ کو خبردار کرایا۔فقیرمحمد خاں نے بہ نظر تقدم با لحفظ میر غلام علی خاں سے ہتھیار طلب کئے۔جب وہ دینے پر راضی نہ ہوا تو فقیر محمد خاں نے اس کے تمنچہ مارا۔غلام علی خان نے زخم کھا کر فقیر محمد خان کے تلوار ماری کہ ان کا ہاتھ مجروح ہوا۔غلام علی گرفتار ہوا۔ جب یہ شخص برہنہ کیا گیا تو مہا جن کی ٹیپ دس ہزار روپے کی اس کے بازو سے جو تعویز کی طرح بندھی ہوئی تھی دستیاب ہوئی۔ اس کاغذ نے شہادت عزم مرزا حاجی کی بادشاہ کے روبرو دی ۔اور حکم اخراج کا جاری ہوا۔ اور غلام علی دائم الحبس ہوکر کئی برس کے بعد مرگیا یہ شخص بات کا اتناپورا تھا کہ معتمد الدولہ نے بہت کچھ چاہا کہ اگر وہ

1۔تارخ اودھ، نجم الغنی ، نول کسور ، لکھنو ، بلراول صفحہ 149

اپنے اور مرزا حاجی کے گناہ کا اقرار غازی الدین حیدر کے سامنے کر لے تو

اس کو رہا کرکے زر نقد دے مگر اس نے نہ مانا۔ " 1

ناسخ نے اس واقعے کے نتیجے میں مرزا حاجی قمر کی شہر بدری کی تاریخ

بھی لکھی ہے۔

ربیع الثانی دو آز دہم خوار قمر شد ہائے افسوس

گفتم سالِ اخرا جش شہر بدر شد ہائے افسوس 2

خود مرزا محسن نے شہر بدری کی تاریخ ہائے غریبی 1238ھ لکھی تھی۔ 3

غازی الدین حیدر کی وفات تک کا زمانہ معتمد الدولہ کے عروج و اقبال

کا زمانہ تھا اور یہی دور معتمد الدولہ سے تعلق کی بنا پر ناسخ کی خوش

حالی اور شہرت و عزت و افتخار کا زمانہ تھا۔ اسی دور میں ناسخ کے ایک

اور سازش اور جوڑ توڑ میں شریک ہونے کی روایت ملتی ہے۔

1۔تاریخ اودھ، نجم الغنی، نول کشور، با اول، لکھنو، جلد چہارم صفحہ 150/149

2۔دیوان اول، کلیات ناسخ، طبع اول، مطبع محمدی، لکھنو صفحہ 393

3۔تاریخ اودھ نجم االغنی، نول کشور، بار اول، لکھنو، جلد چہارم، صفحہ 149

-غازی الدین حیدر اور ان کی اہلیہ بادشاہ بیگم کے تعلقات
بہت کشیدہ تھے۔ جس کا سبب ایک خواص صبح دولت کا قتل تھا۔
نجم الغنی نے لکھا ہے۔

" بادشاہ بیگم سے بیاہ ہو جانے کے بعد ان کی ایک خواص کے ساتھ جس کا نام صبحِ دولت تھا نواب غازی الدین حیدر کو عشق ہوگیا تھا اور جن سے اس کے حمل رہ گیا۔ بادشاہ بیگم کو اس وجہ سے کمال غضب و رشک پیدا ہوا جب 22 جمادی الاول 1218ھ کو بیٹا ہوا ۔ بادشاہ بیگم نے کہ نہایت مغلوب الغضب تھیں۔ سخت شدائد و آلام کے ساتھ جس سے بڑھ کر تصور نہیں صبحِ دولت کو مروا ڈالا جو جہانگیر باغ میں مدفون ہوئیں۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ نواب سعادت علی خان اودھ کی سلطنت پر متمکن ہو چکے تھے۔ نصیرالدین حیدر نے اپنی حکومت کے زمانے میں اس قبر پر عمارت بنوادی تھی۔ بادشاہ بیگم نے چاہا کہ اس بچے کو بھی مار ڈالیں مگر فیض النسائے جو بادشاہ بیگم کے پاس مغلانیوں میں نوکر اور طلاقتِ لسانی میں یکتا تھی اور میر فضل علی کی پھوپھی اور بقولے بہن تھی جو بیگم کے تمام کاموں کا مختار تھا اس فعل سے منع کیا اور ان کو نصائح و پند کے ساتھ سمجھا کر اس ارادے سے بازرکھا۔ بیگم نے اس بچے کا نام نصیرالدین حیدر رکھا اور پالنے لگیں۔ .... جب غضب حد سے گزر گیا تو زن و شوہر میں افتراق کی نوبت پہنچی۔ ...... انہوں نے میر فضل علی خان کو اس علاقے میں مقرر کیا۔ بیگم کی جاہ طلبی کی یہ حالت تھی کہ ہمیشہ چاہتی تھیں کہ کل سلطنت پر حاوی رہیں۔ " 1

بیگم کی یہ جاہ طلبی اور کل سلطنت پر حاوی رہنے کی خواہش ایسی تھی جس کے سبب ان کی معتمد الدولہ سے کشمکش ایک اٹل معاملہ تھا۔ ان کے غازی الدین حیدر سے تعلقات نہایت کشیدہ رہتے تھے۔ بادشاہ بیگم نفسیاتی مریض تھیں۔ روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہسٹریا کی مریض تھیں۔ کنواری لڑکیاں اچھوتی کے نام سے راہبات کے طور پر بن بیاہی رکھی ہوئی تھیں۔ ان کی اذیت پرستی اور حد سے

1۔ تاریخِ اودھ ، نجم الغنی ، نولکشور ، بارِ اول ، لکھنو ، جلد چہارم ، صفحہ 168

بڑھی عبادات ،آسیب آنے کے واقعات اور سازشوں کے واقعات کثرت سے اودھ کی تواریخ میں ملتے ہیں۔ نواب غازی الدین حیدر بادشاہ بیگم سے جنسی طور پر کوئی تعلق نہ رکھتے تھے اور بادشاہ بیگم ہیسٹریا کی مریض ہونے کے ساتھ ساتھ بے اولاد بھی تھیں۔ چنانچہ بادشاہ بیگم اپنے نفسیاتی عوارض کی بنا پر نصیرالدین کے بارے میں بہت زیادہ حساس تھیں۔ اسی سبب سے معتمد الدولہ سے بھی اختلاف تھا۔ ادھر غازی الدین حیدر اپنے نواسے محسن الدولہ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ غازی الدین حیدر تک یہ بات پہنچائی گئی تھی کہ بادشاہ بیگم محسن الدولہ کو مناسب توجہ نہیں دیتیں۔ اس سلسلے میں نجم الغنی کا بیان درج ذیل ہے۔

" غازی الدین حیدر اپنے نواسے محسن الدولہ کو بہت چاہتے تھے۔ بعض لوگوں نے ان سے عرض کیا کہ بادشاہ بیگم مرشد زادہ آفاق نصیرالدین حیدر پر بہ وجہ پرورش کے محبت قلبی رکھتی ہیں اور ان کے تمام کاموں کے انتظام میں مصروف رہتی ہیں اور حضور کے دوسرے فرزند یعنی محسن الدولہ بہادر کے تمام کام اپنی ڈیوڑھی کے مختار میر فضل علی کے حوالے کر رکھے ہیں اور اس وجہ سے ان کے اکثر کام خراب رہتے ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ بغیر تحقیق کے ہم اس بات کا یقین نہیں کرتے۔ بادشاہ نے خفیہ طور پر بیگم صاحبہ کے نوکروں سے دریافت کیا جو کچھ پہلے بادشاہ سے عرض ہوا تھا اس سے زیادہ پایا گیا۔ بعد اس کے خود محسن الدولہ کو اپنے پاس بلا کر اس کیفیت کی حقیقت دریافت کی وہ خاموش رہے۔ ان کی خاموشی کو بادشاہ نے نیم رضا سمجھا اور ان کو یقین ہوگیا کہ بیگم صاحبہ محسن الدولہ کے معاملات میں قاصر ہیں۔ بادشاہ نے محسن الدولہ کے نقد دس ہزار روپے مقرر کئے۔ اور خاصہ اور پوشاک بھی علیحدہ مقرر کر دی اور بہت کچھ عنایت ان کے حال پر مبذول کی اور ان کو حکم دیا کہ بیگم صاحبہ سے کام نہ رکھیں اور ان کی شادی بڑی دھوم دھام کے ساتھ نصیرالدولہ محمد علی خان کی بیٹی سلطان عالیہ کے ساتھ کی۔ " 1

1۔ تاریخ اودھ، نجم الغنی، نول کشور، لکھنو بار اول، 1919ء، جلد چہارم صفحہ 172

نجم الغنی نے لکھا ہے :-

" کہ شیخ امام بخش ناسخ اور انور علی بیگ
استاد نے محسن الدولہ کو نانی سے جدا کرایا
تھا اور میرے نزدیک ضرور ایسا ہوا ہوگا
کیونکہ معتمد الدولہ کو بادشاہ بیگم کے پر پرزے
توڑنا مقصود تھا اور یہ دونوں معتمد الدولہ کے
خیر خواہ تھے۔ " 1

معتمد الدولہ کی بادشاہ بیگم سے اختلافات کی تفصیل طویل ہے۔ معتمد الدولہ نے محسن الدولہ کے سلسلے کی شکایت کے حوالے سے میر فضل علی کے ناجائز تصرفات اور بد معاملگی بہ سلسلہ انتظام جاگیر بادشاہ بیگم نواب کے سامنے پیش کرکے پہلے انھیں معطل کروایا پھر لکھنو سے اخراج کے احکامات حاصل کر لئے۔ حتیٰ کہ فضل علی کے اخراج کے سلسلے میں نوبت فوج کشی تک پہنچ گئی۔ بعد ازاں اسی سلسلے میں نواب نے حکم جاری کیا کہ ولی عہد دربار میں نہ آیا کریں۔ یہ تلخ معاملات ایسے تھے جن کی بنا پر غازی الدین حیدر کی وفات کے بعد نصیرالدین حیدر کے جانشین ہونے پر معتمد الدولہ معتوب ہوئے اور ناسخ کو بھی میر فضل علی اور حکیم مہدی کے وزیراعظم مقرر ہونے پر طویل نظر بندی جلاوطنی اور مالی پریشانی دیکھنا پڑی۔ 1818ء سے 19۔ اکتوبر 827 اء تک کا دور معتمد الدولہ کے عروج و اقتدار کا دور تھا۔ یہی دور ناسخ کے اقبال اور عروج کا دور تھا۔ ناسخ نے غازی الدین بہادر اور معتمد الدولہ دونوں کی شان میں قصیدے کہے اور انعام پایا۔ ناسخ نے بادشاہ کا قصیدہ نواب سے بادشاہ کے مرتبے پر فائز ہونے پر کہا۔ یہ واقعہ 9 اکتوبر 819 اء کا ہے۔ معتمد الدولہ کی شان میں بھی ناسخ نے قصیدے کہے ہیں۔ میر فضل علی اور حکیم مہدی کے وزیر اعظم مقرر ہونے پر معتمد الدولہ اور ناسخ کو نظر بندی طویل جلاوطنی اور مالی پریشانی دیکھنا پڑی۔

غازی الدین حیدر نے 19۔ اکتوبر 827 اء 27 ربیع الاول 243 اھ کو وفات پائی۔
نصیرالدین 28 ربیع الاول 1243ھ کو تخت نشین ہوئے۔

1۔ تاریخ اودھ ، نجم الغنی ، نول کشور ، بارِ اول ، 1919ء ، لکھنو ، جلد چہارم صفحہ 172/73

ڈھائی ماہ بعد معتمد الدولہ گرفتار کرکے معزول کئے گئے۔ خیریت یہ رہی کہ معتمد الدولہ ریزیڈنٹ کی قید میں دیے گئے تھے۔ میر فضل علی جو بادشاہ بیگم کے منتظم تھے اور نصیرالدین حیدر کے قدیمی خیر خواہ تھے اور معتمد الدولہ کی بنا پر محسن الدولہ کے قضیے میں ڈیوڑھی کے اختیاروانتظام سے محروم کئے گئے تھے۔اعتماد الدولہ کے خطاب کے ساتھ عہدہ وزارت عظمیٰ پر فائز ہوئے۔ معتمد الدولہ کے ساتھیوں اور قریبی دوستوں کے گھروں پر نواب کی طرف سے فوجی پہرہ لگا دیا گیا۔ان لوگوں میں معتمد الدولہ کے سمدھی میر افضل علی ، میر افضل کے بیٹے ،سبحان علی خاں ،تاج الدین حسین خان ، حکیم واجد علی خان ،دولت رائے ،ٹیپو خان ،میر بندہ علی مولوی جلال الدین یاسنگی خان ، جیون خان میوانی ،اعظم علی اور قطب شاہ وغیرہ شامل تھے۔ان لوگوں کا مال اسباب بھی ضبط کر لیا گیا۔ان حالات کے پیش نظر معتمد الدولہ نے بعض ساتھیوں اور عزیزوں کی حفاظت کے لئے انگریز ریزیڈنٹ کی یونٹوں کا پہرہ لگوایا۔ان لوگوں میں معتمد الدولہ کی بہن فاطمہ بیگم معتمد الدولہ کا بھتیجا میر الہی بخش ،معتمد الدولہ کا سالا میر روشن علی میر نثار اور میر اسد وغیرہ تھے۔

میر فضل علی اعتماد الدولہ نے 1246ھ میں وفات پائی۔ منتظم الدولہ حکیم مہدی خاصی تگ و دو سے 7 جمادی الاخر 1246ھ 4۔نومبر 1830ء کو وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ 1831ء میں گورنر جنرل الہ آباد آئے ان کی آمد کے موقعے پر ریزیڈنٹ گورنر جنرل کی ملاقات کے لئے کان پور گئے۔لکھنو سے روانگی سے پہلے ریزیڈنٹ نے معتمد الدولہ کو کان پور بھجوا دیا تاکہ نواب لکھنو اور حکیم مہدی سے محفوظ رہیں۔معتمدالدولہ اکتوبر 1831ء میں کانپور پہنچے۔اس سلسلے میں نجم الغنی کا بیان درج ذیل ہے۔

" جب گورنر جنرل کے الہ آباد میں ورود کی خبر مشہور ہوئی
تو ریزیڈنٹ وہاں جانے کو تیار ہوئے تاکہ مہدی علی خاں
کی طرف سے بہت سی شکایات کرکے لکھنو سے خارج کرائیں
اور انہوں نے اپنی روانگی سے قبل معتمد الدولہ کا لکھنو
سے باہر چلا جانا بہتر خیال کیا کیوں کہ اندیشہ ہوا کہ
اگر گورنر جنرل آئے اور بادشاہ نے ان سے کہا اور نائب
(حکیم مہدی) نے لجاجت کی اور گورنر جنرل نے اس
معاملے میں تعویق کی تو پھر معتمد الدولہ کا چھٹکارا

مشکل ہو جائے گا اور واقع میں ایسا ہی ہوتا۔اس لئے
ریزیڈنٹ نے ان سے 20 لاکھ روپے بادشاہ کو دلا کر اس
بات پر رضا مند کر لیا کہ وہ تمام نقد و جنس سمیت کان پور
چلے جائیں۔ بادشاہ راضی ہونے کے بعد سواران انگریز کی
حفاظت میں کان پور کو روانہ کر دیا اور ان کی املاک پر
خود قبضہ کر لیا۔معتمد الدولہ اکتوبر 1831ء میں کان پور
1 میں اقامت گزیں ہوئے۔ "

معتمد الدولہ دو شنبہ 5 ذی الحجہ 1247/7۔مئی 1832 کو کان پور میں انتقال کر گئے۔ بعد ازاں حکیم مہدی 7 ربیع الاول 1248ھ / اگست 1832ء کو معزول ہوئے اور محمد حسین خان بہادر عرف مرزا تنھو روشن الدولہ منیر الملک (بعض نے صولت جنگ لکھا ہے) خان بہادر 14 جمادی الاول 1248ھ /نومبر 832اء کو وزیر اعظم مقرر ہوئے۔

4 ربیع الثانی 1253ھ /8 جولائی 1837 کو نصیر الدین حیدر نے وفات پائی اور نصیرالدولہ محمد علی شاہ خلف سعادت علی خان جانشین ہوئے۔

1۔تاریخ اودھ۔نجم الغنی ، نو کشور ، طبع اول ، لکھنو ۔ جلد چہارم ، صفحہ 258

معتمد الدولہ کا عہد وزارت 1818ء تا 19۔اکتوبر 1827ء ناسخ کے عروج و اقبال اور ثروت و خوشحالی کا دور تھا۔ناسخ نے معتمد الدولہ کی شان میں 6 قصیدے کہے تھے۔معتمد الدولہ کی شان میں ان 6 قصائد کے علاوہ مختلف مواقع پر تہنیت کے قطعات بھی ناسخ نے کہے تھے۔ان قطعات میں تہنیت عید الاالضحی ، تہنیت عید ،تہنیت عیدِ رمضاں تہنیت عیدِ غدیر ، دو بیٹوں کی ولادت ، بیٹوں کی شادی کے قطعات ،معتمد الدولہ کی سالگرہ کے قطعات ، معتمد الدولہ کو عطائے خطاب کا قطعہ عطائے خلعت و ہودج ،قطعہٗ شفا اور ، معتمد الدولہ کی تعمیر کردہ عمارات ، سراء ،محل اور چاہ وغیرہ کے قطعات شامل ہیں۔

ناسخ کے معتمد الدولہ کی شان میں کہے گئے 6 قصیدوں کے مقابلے میں ناسخ کا بادشاہ غازی الدین حیدر بادشاہ کی شان میں صرف ایک قصیدہ ہے۔

معتمد الدولہ جو وزیر اعظم تھے ان کی شان میں ان قصائد اورکثیر تہنیتی قطعات کی موجودگی ناسخ کی معتمد الدولہ سے وابستگی کا ٹھوس ثبوت ہیں۔معتمد الدولہ کا زوال ناسخ کے لئے پریشانی اور تکالیف کا دور تھا۔ناسخ کو معتمد الدولہ کی معزولی کے ساتھ ہی ان سے سیاسی وابستگی کی قیمت ادا کرنی پڑی۔معتمد الدولہ کے ریزیڈنٹ لکھنو کی نگرانی میں قید کے ساتھ ہی معتمد الدولہ کے ساتھی اور عزیز و اقارب بھی نظر بند کر دیے گئے تھے۔ اغلباً ناسخ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جو نظر بند کئے گیے تھے۔اگرچہ نجم الغنی اور دوسرے مورخین نے ان لوگوں کے ناموں میں ناسخ کا نام نہیں دیا جو نظر بند کیے گئے تھے تاہم خود ناسخ کے کہے ہوئے قطعہٗ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ معتمد الدولہ کے معزول ہونے کے موقع پر جہاں معتمد الدولہ کے دوسرے ساتھی اور ہمدرد نظر بند کیے گئے وہاں ناسخ بھی نظر کر دیے گئے تھے۔ناسخ کا متذکرہ قطعۂ تاریخ درج ذیل ہے۔

امروز دلا ! ظلم نمایاں گردید	برمن ستم بے حد پایاں گردید
گشتم چوبہ خانہ قید گفتم تاریخ	ہے ہے افسوس خانہ زنداں گردید

1243ھ / 1828ء

معتمد الدولہ کے معزول ہونے کے بعد میر فضلِ علی وزیر اعظم مقرر کئے گئے تھے۔ میر فضل وہی ہیں جن کے بارے میں ہم روایت پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ ان کے بادشاہ بیگم کی ڈیوڑھی کے داروغہ کے عہدے سے معزولی میں ناسخ کے شریک ہونے کا امکان ہے۔ میر فضلِ علی کے وزیر اعظم مقرر ہونے پر ایک قطعہ تاریخ بعض حوالوں سے ناسخ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ نجم الغنی نے لکھا ہے۔

" یوں کہ فیل بانوں کے زمرے میں تھے اس لئے ایک شخص نے
ان کی وزارت کی تاریخ اس طرح پر نظم کی ہے۔ " 1

جب کہ میر زائر نے قیصرالتواریخ میں ناسخ کا نام لے کر لکھا ہے۔

" ناسخ شاعر ہندی نے اسی طعن سے ان کی تاریخ وفات
میں بری بری دہشت داخل کیا ہے۔ " 2

1۔ تاریخ اودھ، نجم الغنی ، نول کشور، لکھنؤ، بارِاول ، صفحہ 230 جلد چہارم

2۔ قیصرالتواریخ ،سید محمد زائر صفحہ 294 جلد دوم

یہاں پر سید محمد زائر سے غلطی ہوئی ہے اس قطعہ تاریخ میں جیسا کہ
قطعہ کے مضمون سے واضح ہے اس میں میر فضل علی کے "اوج مسند عزت "
1 یعنی وزارتِ عظمیٰ پر فائز ہونے کی تاریخ نظم کی گئی ہے۔ یہ قطعہ درج ذیل ہے۔

به اوج مسند عزت نشست چوں نائب | زفیض جمله نشیناں ہو دج عصمت
مورخش بسر فیل فکر رفت و گفت | گرفته از سر آنکس بری بوی دہت دہت

1243ھ

میر فضل علی چوں کہ نسب کے سید تھے اس لئے ان کا خاندان مغلیہ بادشاہوں کی فیل بانی کے لئے مقرر تھا۔ یہ سلیمان شکوہ کے ساتھ لکھنو آئے تھے۔ میر فضل علی بعد ازاں بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر کی ڈیوڑھی کے داروغہ مقرر ہوئے تھے۔ میر فضل علی کے کیوان جاہ کی والدہ ملکہ زمانیہ ، حسنی بیگم سے ناجائز تعلقات تھے۔ نجم الغنی نے اس سلسلے میں لکھا ہے۔

" ایک روز جناب نصیرالدین حیدر اپنی ولی عہدی کے ایام میں محل میں گئے تو دیکھا میر فضل علی فریدوں بخت کی والدہ کے ساتھ حرکات نا مناسب کر رہا ہے۔ جناب موصوف نے طیش میں آکر چاہا کہ دونوں کو قتل کر دوں کہ میر فضل علی
2 خوف کے مارے وہاں سے بھاگ گیا۔ "

1۔ تاریخ اودھ ، نجم الغنی ،نول کشور ، لکھنو ، بارِ اول، جلد چہارم صفحہ 230
2۔ تاریخ اودھ " " " " " صفحہ نمبر 276

اس سلسلے میں نصیرالدین حیدر نے اپنے آخری ایام میں ریزیڈنٹ کو خود بیان دیا تھا کہ فریدوں بخت ان کا بیٹا نہیں اس لئے گورنر جنرل کو لکھ دیا جائے کہ فریدوں بخت کو جانشین نہیں بنایا جاسکتا۔ اس سلسلے میں نصیرالدین حیدر کی طرف سے ایک اشتہار بھی شائع کیا گیا تھا۔

گزشتہ صفحات میں میر فضل علی کے مرتبہ وزارت پر فائز ہونے کے سلسلے میں جس قطعہ تاریخ کا ذکر کیا گیا ہے اس کے ناسخ کا قطعہ ہونے کے خاصے امکانات ہیں۔ ناسخ نے معتمد الدولہ کے لئے عید رمضان کے موقع پر جو تہنیت لکھی تھی اس کے تین شعر درج ذیل ہیں۔

دشمن ابرپہ گردار تو چوں مور امروز
کشتہ پیل دماں است مبارک باشد

ائمہ اوج سخائے کہ دلِ دشمنِ دوں
چاک مانند کتاں است مبارک باشد

نیست ایں گرد سواری کہ عدو خاک شدہ
پیش اسپ تو دواں ~~است~~ مبارک باشد

اسی طرح معتمد الدولہ کی خدمت میں کہے گئے ایک اور قصیدے کے دو شعر اسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یہ شعر درج ذیل ہیں۔

زود از ریزش سجیل جو اصحاب الفیل
فوجِ اشرار پریشان شود ان شاالله

پیل بانے کہ عداوت بہ جنابت دارد

پا بہ زنجیر چو پیلان شود ان شااللہ

اگرچہ معتمد الدولہ اکتوبر 831ء تک نظر بند رہے تاہم ناسخ جلد ہی نظر بندی سے رہا ہوگئے تھے۔اس سلسلے میں ناسخ کا ایک قطعۂ تاریخ درج ذیل ہے۔

شدم محبوس چوں درخانہ خویش خلاصم داد یک مروے بزرگے

چنیں تاریخ خواندم در حضورش رہا نیدی مرا از دستِ گرگے

1243ھ/ 1828ء

ناسخ کس شخص کی مدد اور سفارش سے رہا ہوئے اس کا سراغ نہیں ملتا۔رہا ہونے پر ناسخ نے اسی میں عافیت جانی کہ ان نامساعد حالات میں لکھنو کا قیام ترک کردیں۔چنانچہ ناسخ لکھنو سے دائرہ اجمل شاہ، الہ آباد چلے گئے۔اس کا ثبوت ناسخ کے مختلف قطعات تاریخ میں۔ان قطعات تاریخ سے 1243ھ کا سنہ برآمد ہوتا ہے۔اور ایک قطعۂ تاریخ میں دائرہ اجمل شاہ کا ذکر بھی موجود ہے۔

میر فضل علی نے 19 شوال 1245ھ کو وفات پائی۔مگر میر فضل علی کی وفات کے بعد بھی حالات ناسخ کے لئے ناسازگار ہی رہے۔اس بات کا ثبوت معتمد الدولہ کا رہا نہ ہونا تھا۔

اسی عرصے میں معتمد الدولہ کے پرانے حریف حکیم مہدی خاصی کوشش کے بعد وزیر اعظم کا عہدہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔اس لئے ناسخ لکھنو نہ لوٹ سکے۔معتمد الدولہ کا حریف ہونے کی بنا پر ناسخ نے حکیم مہدی کے خلاف حقارت آمیز قطعات

تاریخ مختلف اوقات میں کہے تھے۔ معتمد الدولہ کے معزول ہوکر بحال ہونے کے موقع پر حکیم مہدی نے بہت کوشش کی تھی کہ وزارت انہیں مل جائے۔ بعد ازاں معتمد الدولہ نے بحال ہوکر حکیم مہدی کو پریشان کرنا شروع کیا تو حالات کی نزاکت بھانپ کر حکیم مہدی شاہ جہاں پور منتقل ہوگئے۔اس وقت ناسخ نے حکیم مہدی کے بارےمیں "گریختہ" کی تاریخ کہی تھی۔اس سلسلے میں سعادت خان ناصر کا اقتباس درج ذیل ہے۔

" حکیم مہدی علی خان کشمیری بچہ تھا، چناں چہ درعہد معتمد الدولہ، شیخ ناسخ صاحب نے برائے خوش نودیِ نواب معتمد الدولہ مختار الملک سید محمد خان بہادر ضیغم جنگ عرف آغا میر، حکیم مہدی خان کی ہجو بھی کہی تھی چناں چہ ایک شعر اس ہجو کا یہ ہے -

رو بہ صفت زہیبت ضیغم گریختہ
کا شو برائے پختن شلغم گریختہ

بعد معزول ہونے معتمد الدولہ کے جب حکیم مہدی علی خان لکھنو میں آیا تو شیخ صاحب نے اس کے حق میں یہ مصرع کہا

ع کا شو برائے خوردن شب دیگ آمدہ ـــــ " 1

اسی طرح نصیر الدین حیدر کے آغاز حکومت میں جب معتمد الدولہ معزول ہوئے اور میر فضل علی وزیر اعظم مقرر ہوئے تو اس موقعے پر بھی حکیم مہدی وزارت عظمیٰ کی توقع پر لکھنو آئے تھے مگر حالات ناسازگار پاکر ناکام پلٹ گئے۔اس دفعہ بھی ناسخ نے حکیم مہدی کے خلاف قطعۂ تاریخ کہا تھا۔نجم الغنی نے لکھا ہے۔

" چوں کہ وہ (حکیم مہدی) آغا میر کے
رقیب تھے ناسخ نے پھر تاریخ کہی
باز گریختہ (1245ھ) ۔ " 2

1۔خوش معرکۂ زیبا، سعادت خان ناصر، مرتبہ مشفق خواجہ، مجلس ترقی و ادب، لاہور صفحہ 138

2۔تاریخ اودھ، نجم الغنی، نول کشور، لکھنو، بار اول، ، جلد چہارم صفحہ 232

چناں چہ میر فضل علی کی معزولی کے بعد جب عہدۂ وزارتِ عظمیٰ حکیم مہدی کو مل گیا تو ناسخ کے لئے لکھنو لوٹنا ناممکن ہوگیا۔ جلاوطنی کے ایام ناسخ کے لئے سخت مشکل تھے۔ ناسخ مالی مشکلات کا شکار رہے۔ لکھنو کی پر لطف مجالس اور احباب کی صحبت سے محرومی اور جلاوطنی کی زندگی کی مشکلات ناسخ کے لئے صبر آزما تھیں۔ ناسخ کے کلام میں دور جلاوطنی کی مشکلات اور تکالیف کی طرف جا بجا اشارہ ملتا ہے۔ وہ اشعار جن سے جلاوطنی کے ایام میں ناسخ کی ذہنی کیفیت اور تکالیف کا اندازہ ہوتا ہے درج ذیل ہیں۔

دشت غربت میں ہوا ایسا حقیر
ہے جو روبہ، میرے حق میں شیر ہے۔

دل ملک انگریزی میں جینے سے تنگ ہے
رہنا بدن میں روح کو قید فرنگ ہے۔

کیا تنزل میں ترقی ہوگئی ناسخ مجھے
گر نہیں دربار تو اللہ کی درگاہ ہے۔

حسرت اقبال میں ہم خانہ ویراں ہوگئے
جس قدر کی ہوم نے جلدی، ہمانے دیر کی۔

ناسخ وطن میں دیکھئے دیکھیں گے گھر کو کب ؟ غربت میں مدتوں سے ہے اپنا مکاں سرا
ہے بیچ میں گھر ، چار طرف ہے صحرا دالان اجاڑ ہے ، سڑا ہے چھپرا
دروازے میں زنجیر کی جا ہے مار سیاہ کھپریل میں کھپرا جو ہے سو بس کھپرا

(رباعی)

رہنے کو عجب مکاں ملا ہے اے یار ! ہر سمت سے خاک آتی ہے لیل و نہار
کرتا ہوں کسی خط میں ، میں نامہ تحریر ہو جاتا ہے بعد لکھنے کے خط غبار

(رباعی)

حیراں بیٹھے ہیں گرد سارے مونس تصویر کی جس طرح کھینچی ہو مجلس
غربت میں ہوا ہے ضعف ایسا طاری نقطے کی طرح ہوں دائرے میں بے حس

(رباعی)

فاقوں سے تباہ میری حالت ہے آنتیں پڑھتی ، ہیں قل ہو اللہ مدام
غربت نے کیا ہے خارِ صحرا مجھ کو تھا بیشتر ازیں ہمائے میں خار گلشن

مانند بدن وطن ہے میرا ، میں روح ممکن نہیں عود روح کا سوئے بدن

احباب اگر وطن میں ہیں آسودہ بے تاب ہوں غربت میں میں کیوں بے ہودہ
غفلت ہے اگر جواب لکھنے میں انہیں خامہ مرا بھی ہے بائے خواب آلودہ

(رباعی)

حکیم مہدی 7 ربیع الاول 1248ھ/ اگست 1832ء کو معزول ہوئے اور روشن الدولہ 14 جمادی الاخر 1248ھ/ نومبر 1832ء کو وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ ناسخ اس اطلاع کے ملتے ہی یکم رجب 1248ھ/ 25 نومبر 1832ء کو کان پور سے لکھنو کے لئے روانہ ہوئے۔ ناسخ کے شاگرد رشک نے ناسخ کی کان پور سے لکھنو کے لئے روانگی پر قطعۂ تاریخ کہا ہے جو درج ذیل ہے۔

1 اس کوچ کی عیسوی ہے تاریخ یک شنبہ و غزۂ رجب کوچ

یکم رجب 1243ھ/ 25 نومبر 1832ء

ناسخ کا درج ذیل شعر ناسخ کے جلا وطنی کے عرصے کا تعین کرتا ہے۔

دشت سے کب وطن کو پہنچوں گا کہ چھٹا اب تو سال آ پہنچا

ناسخ کے پہلی دفعہ کے ترک وطن کا دورانیہ جنوری 1828 سے 25 نومبر 1832ء تک کم و بیش 4 سال 11 ماہ پر محیط ہے۔

1۔ دیوانِ رشک، میرعلی اوسط رشک، ملوکہ خلیل الرحمن داؤدی، لاہور

25 نومبر 1832ء سے رجب 1253ھ اکتوبر 1837ء تک کا دورانیہ ناسخ نے قدرے اطمینان سے لکھنو میں گزارا۔ 8۔ جولائی 1837ء کو نصیرالدین حیدر نے وفات پائی مسند نشینی پر محمد علی شاہ نے جن کے حکیم مہدی سے تعلقات رہے تھے حکیم مہدی کو اپنا وزیراعظم مقرر کیا۔ حکیم مہدی دوبارہ 23 رجب 1253ھ/23 اکتوبر 1837ء کو وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ حکیم مہدی کے وزیر اعظم مقرر ہونے پر ترک لکھنو میں ہی ناسخ کی عافیت تھی۔ یہ دوسری مرتبہ ناسخ نے لکھنو چھوڑا۔

سعادت ناصر خان کا اس سلسلے میں بیان درج ذیل ہے۔

" جب زمانۂ نیابت حکیم مذکور ہوا تو شیخ صاحب لکھنو
سے بھاگے پھر تو یہ شیخ صاحب کا معمول ہوا کہ جب حکیم
صاحب داخل لکھنو ہوتے تو شیخ صاحب لکھنو سے گریزاں
ہوتے۔ چناں چہ دو دفعہ یہ امر واقع ہوا۔ جب کہ
لکھنو میں خبر آمد آمد حکیم صاحب فرخ آباد سے مشہور
ہوتی تو لوگ لکھنو لکھتے کہ جاکر شیخ صاحب کو دریافت کرو کہ
اپنے مکان میں ہیں یا لکھنو سے چلے گئے۔ اگر شیخ صاحب اپنے
مکان میں ہیں تو خبر آمد آمد حکیم صاحب کی غلط ہے
اور اگر نہیں ہیں تو حکیم صاحب آئے یا آتے ہیں (گے) -
ایک دفعہ کی نقل ہے، اوائل عہد محمد علی شاہ
میں کہ شیخ صاحب کو معلوم نہ تھا کہ دفعتاً حکیم صاحب داخل لکھنو
ہوئے۔ جب کہ شیخ صاحب نے سنا فوراً صورت اپنی بدل
کر اور باناتی مرزائی و کلاہ پہن کر اور کالوان رتی کی
صورت بنا کر اور کانور کندھے پر رکھ کر لکھنو سے پوشیدہ
ہمراہ کالواں ریتوں کے بم بم کہتے ہوئے روانہ
الہ آباد ہوئے۔ جب یہ خبر حضرت محمد علی شاہ کو پہنچی
وہ نہایت ہنسے اور حکیم صاحب سے کہ کر شیخ صاحب کا قصور

معاف کروایا اور شقہ مہری حکیم صاحب کا بنا بر طلب بہ نام
شیخ صاحب الہ آباد بھیج کر شیخ صاحب کو لکھنو بلایا اور شیخ صاحب
کے دو سو روپیہ کی ماھواری اپنی سرکار سے جاری
کی - پرورش اہلِ کمال کی اور خاوندی فرمائی - قدر دان
ایسے ہوتے ہیں - چناں چہ دو سو روپے کی تنخواہ شیخ صاحب
کو مدام آن جناب سرکار شاہی سے ملا کی - شعر -

زحادثات جہا تم ہمیں پسند آمد
که خوب وزشت و بد ونیک در بدر دیدم - " 1

مگر حکیم مہدی کم و بیش دو ماہ اور دو دن بعد 25 دسمبر 1837ء کو 26 رمضان 1253ھ کو وفات پاگئے - ساڑھے 6 ماہ بعد 24 جمادی الاول 1254ھ /15 - اگست 1838ء کو خود ناسخ بھی وفات پاگئے -

ناسخ کے لکھنو سے نکلنے کے بارے میں آب حیات کی یہ روائت غلط ہے کہ غازی الدین حیدر کی مدح میں قصیدہ لکھنے سے انکار کیا - کیوں کہ غازی الدین حیدر کی شان میں قصیدہ

جلوس حیدر دلال سوار است ، بہار است و بہار است و بہار است

ناسخ کے دیوان فارسی میں موجود ہے بعض تہنیتی قطعات بھی موجود ہیں - ناسخ کا لکھنو سے نکلنا دراصل ان کی معتمد الدعلہ سے سیاسی وابستگی کا شاخسانہ تھا -

---

1 - خوش معرکۂ زیبا ، سعادت علی خان ناصر ، مرتبہ مشفق خواجہ ، مجلس ترقیِ ادب ، لاہور صفحہ 138/139

ناسخ کے ادبی معرکے
اور لسانی اصلاحات

دلی کی بد امنی ، شورشوں ، حملوں اور تباہی و بربادی کے بعد اہلِ فن اور شعرا و ادبا کو محفوظ مقامات کی طرف نئے مربیوں اور سرپرستوں کی تلاش میں نکلنا پڑا ۔ اُس وقت لکھنو ایک نئے سیاسی اور تہذیبی مرکز کے طور پر ابھر رہا تھا ۔ میر سراج الدین آرزو اشرف علی خان فغاں ، محمد رفیع سودا ، میر تقی میر ، میر سوز ، مرزا جعفر علی حسرت ، میر حیدر علی حیراں ، مرزا فاخر مکیں میر ضاحک میر حسن اور مصحفی یکے بعد دیگرے لکھنو پہنچے ۔

تشکیل پذیر نو دولتیے معاشرے کی طرح لکھنو بھی ثقافتی طور پر اپنے رنگ و روپ کو نکھارنے کی کوشش میں قدیم علمی ادبی اور فنی ورثے کی باز یافت کے ساتھ ساتھ اختراع و ایجاد کے رجحانات سے دوچار تھا ۔ لکھنو کے اس تشکیل پذیر معاشرے میں جہاں موقع پرستی اور عیش و عشرت کو فروغ ملا وہاں لکھنوی معاشرے میں سماجی ٹھہراؤ ، گہرائی اور پختگی بھی پیدا نہ ہوسکی ۔ ان حالات میں لکھنو میں اردو ادب کے اُن تمام بـــرے رجحانات کو تقویت ملی جو دلی سے منتقل ہونے والے شعرا اپنے ساتھ لائے تھے ۔ مثال کے طور پر عریاں نگاری ۔ عریاں نگاری کے لیے صرف لکھنو کو ہی مطعون کرنا قرینِ انصاف نہیں ۔

جس دور میں ناسخ نے آنکھ کھولی لکھنو میں ہر طرح کے علوم و فنون کا چرچا تھا ۔ شہر کے امراو روسا کے ہاں مختلف النوع مجالس اور ادبی نشستیں روزمرہ کا معمول تھیں ۔ ان مجالس میں جہاں تفریحی مشاغل اور گھوڑوں اور بازوں کی تربیت اور تلـــوار بازی کے فنی پہلوؤں پر بحث ہوتی تھی وہاں تفاخر کے لیے عربی فارسی ، منطق ، فلسفہ ، صرف و نحو اور عروض پر بھی بحث ہوا کرتی تھی ۔

ناسخ سے پہلے لکھنو کی ادبی فضا غیر صحت مند رجحانات کے فروغ پاجانے سے خـاصی بگڑ چکی تھی ۔ انشاء مصحفی کے معرکے میں پست درجے کی فحش ہجو نگاری اس بـات کا

یہ چند شعر اس سے یادگار ہیں

گیا نہانے جو وہ بے نقاب در تہ آب
تو رنگِ رخ سے کھلا اک گلاب در تہ آب

میں رویا یاس کی حالت میں تشنگی سے جب
تو آگئی وہیں موجِ سراب در تہ آب

بہے ہیں دیدۂ گریاں سے اس طرح آنسو
رواں ہو چشمے سے جس طرح آب در تہ آب

یہ طرح مرزا جعفر صاحب کے مشاعرے کی تھی - مرزا حاجی قمر (شاگرد مرزا قتیل) اور میر مظفر حسین ضمیر کو یہ منظور ہوا کہ موجی رام کو مرزا قتیل کی زبان سے ذلت دلوائیے - مرزا صاحب نے سر مشاعرہ یہ اعتراض (اس پر) کیے کہ گل کو گلاب کہنا غیر مستعمل اور چشمہ بیرون آب ہے اور سراب محض ریگستان ہے - ریگ سے اور موج سے کیا نسبت ؟ - جب مرزا صاحب نے سر مشاعرہ اس پر یہ اعتراض کیے ، شیخ امام بخش ناسخ کو دلیری مرزا صاحب کی نہائت ناگوار گزری - موجی رام میاں مصحفی کے پاس التجا لے کر گیا - میاں صاحب نے کہا شاگرد کے واسطے آشنا سے بگڑنا نہ چاہیے ، ایسے بہت بن سکتے ہیں - جب ناسخ نے سنا کہ مصحفی حمایتِ موجی کی نہیں کرتے ، اسے اپنے پاس بلا بھیجا اور یہ سوال و جواب ایک بند کاغذ پر لکھ کر اسے دیے ، دوسری صحبت میں سرِ مشاعرہ اس نے پڑھے -

" افصح الفصحا مرزا قتیل صاحب ، آپ نے جو مجھ
ہیچمدان کی غزل پر یہ اعتراض کیے ہیں کہ گلاب
بہ معنی گل ، گلاب غیر مستعمل اور اردو میں نہیں
آیا ، ایسا کلامِ لا یعنی آپ سا شاعر فخرِ زمانہ کہے
بسا عجب ہے ۔ نہیں جانتے ہو کہ محاورہ اہلِ ہند
میں گلابی جاڑا اسے کہتے ہیں کہ موسمِ گلاب میں ہو
اور گلابی رنگ کہ منسوب بہ گلاب ہو ، قطع نظر
میر (محمد) تقی کہ زبانِ ریختہ میں سہیم و عدیل
نہیں رکھتے تھے فرماتے ہیں :

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

مرزا مظہر جانِ جاناں (فرماتے ہیں) :

عالم ہے یہ پینے کا اس مستِ خواب پر
پڑتی ہے اوس جیسے سحر کو گلاب پر

میاں مصحفی :

سرخ ہے مے سے وہ چشمِ نیم خوابِ نرگسی
یا یہ باغِ حسن میں پھولا گلابِ نرگسی

دیگر :

دلی بھی طرفہ جا ہے کہ ہر اک گلی کے بیچ
بکتے ہیں کیوڑی کوڑی کٹوروں گلاب کے

اور آپ نے جو فرمایا ہے کہ چشمہ بیرون آب ہے ، فی الحقیقت سعدی نے گلستان میں غلطی فرمائی ہے :

سرچشمہ شاید گرفتن بہ میل　　چو پر شد نہ شاید گزشتن بہ پیل

اور آپ نے جو کہا ہے کہ سراب محض ریگستان ہے اور موج سے کیا نسبت ؟ ناصر علی کہتا ہے :

نمی دانم کدامی شہسوار آمد دریں وادی　　کہ از صد جا گریباں چاک شد موجِ سرابش را

جواب آپ کے ہر اعتراض کا یہ ہے اور غزلِ ثانی تصنیفِ ضمیر کو جو آپ بے عیب کہتے ہیں ایک شعر میں دو اعتراض ہیں ۔

وطن میں بھی نہیں سرگنگوں کو چین ذرا　　کہ کم نہ ماہی کا ہو اضطراب در تہ آب

صاحب میرے ! اضطرابِ ماہی در تہ آب کوئی شاعر نہیں بولا ، کس واسطے کہ مچھلی کو سوائے پانی کے آرام نہیں اور اگر اضطراب بہ معنی رفتار ہے ، اضطراب اور رفتار میں بڑا فرق ہے ۔ سرگشتہ مفرد ، جمع اس کی کیجیے گا ، بجائے ہائے ہوز کے کاف فارسی اور الف نون جمع کا آئے گا اور " سر گشتگان " ہوگا ۔ " سرگشتگوں " کی ایجاد کہاں سے ہے ؟ زبانِ اردو کے جاننے والے فی زمانہ میاں مصحفی اور انشا اللہ خان ہیں ۔ آپ عبث دخل در معقولات دیتے ہیں ، فارسی آپ کی البتہ مشہور ہے۔ اس کو اصفہانی جانیں ، زیادہ والسلام والاکرام ۔ " 1

---

1 ۔ خوش معرکۂ زیبا ، سعادت خان ناصر ، مرتبہ مشفق خواجہ ، مجلس ترقی اردو لاہور 1970ء ، صفحہ 514 تا 517 ۔

ناسخ کا دوسرا ادبی معرکہ مرزا محسن برادر مرزا حاجی کے کلام ناسخ پر اعتراضات کا جواب تھا ۔ مرزا محسن ناسخ سے پرخاش رکھتے تھے ۔ اس پرخاش کا ایک سبب تو شاید ناسخ کی مرزا حاجی کے حریف معتمد الدولہ سے سیاسی وابستگی تھی ، جنھوں نے محسن کو ادائیگی ٹیکس کے سلسلے میں گرفتار بھی کیا تھا ۔ دوسرا سبب میرزائی صاحب کے عشق میں محسن کا جذبۂ رقابت تھا ۔ مرزا محسن کے اس جذبہ رقابت اور میرزا محسن کے ناسخ کے کلام پر اعتراضات کے سلسلے میں ناصر کا بیان درج ذیل ہے :

" اور مرزا محسن برادر مرزا حاجی صاحب قمر کہ ان کے خاندان میں حسن پرستی چلی آتی ہے ، وہ بھی پوشیدہ میرزائی صاحب پر عاشق تھے ، لہذا ان کو شیخ صاحب سے بہ سبب عشق میرزائی صاحب کے ایک چشمک تھی اسی سبب سے شیخ صاحب کے ہر شعر پر معترض ہوتے تھے ۔ " 1

اس سلسلے میں ناصر نے مزید لکھا ہے ۔

" مرزا خانی صاحب سلمہ فرماتے تھے کہ مرزا محسن صاحب نے یہ ایک شعر پر ناسخ کے ، دو اعتراض کیے :

سوز تاکم نہ ہو میرے سینے کے ناسور کا
یار نے مرہم بنایا شمع کے کافور کا

ایک تو یہ کہ شمع کافوری نہیں ہوتی ، بہ سبب صفائی کے کافور سے اس کو نسبت دیتے ہیں ۔ دوسرا اعتراض یہ کہ خاصہ معشوق کا ستم سازی ہے نہ (کہ) مرہم سازی ۔ مرزا جعفر علی فصیح کہ شاگرد ان کے ہیں ، وہ ایک شمع ساز کہن سال کو مرزا محسن کی خدمت میں لےگئے

---

1 ۔ خوش معرکۂ زیبا ، سعادت خان ناصر ، مرتبہ مشفق خواجہ ، مجلس ترقی اردو لاہور ، 1970ء ، صفحہ 57 / 58

اس نے کہا کہ میں شمع کافوری بناتا ہوں اور برادر مرزا جعفر علی فصیح کے ، غنی کاشمیری کا شعر ، واسطے سند کے پڑھتے آئے ۔

سوزِ داغِ دلِ ما دفع نہ شد از مرہم
گرمیِ شمع ز کافور نمی گردد کم

دوسرا جواب یہ کہ سبب مرہم سازی کا شعر میں ظاہر جو وہ نہ سمجھیں تو اس کا جواب نہیں ۔ (غرض اس نقل سے یہ ہے کہ شہرہ اُس کا اُس کی قابلیت سے تھا اور معرکہ آرائیوں سے یہ دو معرکے ایک یہ ، دوسرا موجی رام کا ایسا اس نے سر کیا تھا کہ حاسدوں کے جی چھوٹ گئے تھے ۔ اب کہ اس شیر سے میدان خالی ہے طرح طرح کے الزام اس کی طرف عائد ہیں ۔ " 1

ان دو معرکوں کے علاوہ کسی اور معرکے کی تفصیل اور نوعیت نہ ناصر نے بیان کی ہے اور نہ ہی کسی دوسرے تذکرے میں ملتی ہے ۔ ان دو معرکوں سے ناسخ کی علمی دسترس اور قابلیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ۔ قتیل کو جو اپنی فارسی دانی اور علم وفضل کی بنا پر نمایاں مقام اور حیثیت رکھتے تھے جواب دینے کا معرکہ ناسخ کی علمی استعداد اور صلاحیت کا ثبوت ہے ۔

کسی کے کلام پر ناسخ کی طرف سے دی جانےوالی اصلاحات پر زیادہ مواد دستیاب نہیں ۔ تاہم جس قدر معلومات ملتی ہیں ان سے ناسخ کے مزاج، ان کے معیار اور طرزِ فکر کا اندازہ کسی حد تک لگایا جاسکتا ہے ۔

---

1 ۔ خوش معرکۂ زیبا ، سعادت علی خان ناصر ، مرتبہ مشفق خواجہ ، مجلس ترقی ادب ، لاہور 1970ء صفحہ 204 / 205

ناصر نے اپنے کلام پر ناسخ کی حسب ذیل اصلاح کا ذکر کیا ہے۔

" پھر دوسری غزل کا یہ شعر پڑھا۔

بزمِ عاشق کا دو گونہ ہو فروزاں رنگِ حسن
شعلۂ رخ سے کرے روشن جو وہ جانا نہ شمع

کہنے لگے دو گونہ کی جگہ دو چنداں بنایا چاہیے کہ وہ غیر مشہور
اور یہ متعارف ہے۔ میں نے کہا گونہ کا لفظ رخ کے مقابل میں
مناسب اور زینت بخش ہے۔ " 1

میر مستحسن خلیق کے ترجمہ میں ناصر نے ان کے کلام پر ناسخ کی ایک اصلاح
کا ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہے :

" ایک دن وہ شاعر ائمہ ہدا شیخ ناسخ کی صحبت
میں گیا اور حسب استدعا ایک بند مرثیے کا پڑھا کہ
اس میں گرہ یہ تھی

ع لیلاف پڑھی اور اسے دودھ پلایا

شیخ نے کہا آپ نے آیۂ کلام اللہ کو غلط باندھا ہے۔
میر صاحب نے کہا ، بہ ضرورتِ شاعری کے وہ نہ آسکا۔
شیخ نے کہا کیا دشوار ہے یوں کہیے۔
پڑھ پڑھ کے لایلاف اسے دودھ پلایا۔ " 2

---

1 ۔ خوش معرکۂ زیبا ، سعادت خان ناصر ، مرتبہ مشفق خواجہ ، مجلس ترقی ادب ، لاہور 1970 ، صفحہ 203۔

2 ۔ خوش معرکۂ زیبا ، سعادت خان ناصر ، مرتبہ مشفق خواجہ ، مجلس ترقی ادب ، لاہور ، 1970 صفحہ 396

موجی رام کے معرکے میں " سرگشتگان " اور " سرگشتگوں " کی بحث میں یہ اصول سامنے آتا ہے کہ جس زبان کا لفظ ہے اسی زبان کے صرف و نحو کے قواعد کا اس لفظ پر اطلاق ہوگا ۔ اسی طرح ان اصلاحات سے ناسخ کے دو اصول سامنے آتے ہیں ، پہلا اصول قدیم اور غیر مروج الفاظ کا ترک کرنا اور ترجیحاً مستعمل اور مروج الفاظ کو استعمال کرنا ہے۔دوسرا اصول الفاظ کا صحت کے ساتھ استعمال کرنا ہے ۔

ناسخ کے ایسے اشعار بہ کثرت ملتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ناسخ کی توجہ مضمون سے زیادہ فن اور تیکنیک پر ہے ۔ قافیہ و ردیف ، اور مختلف فنون سے واقفیت اور علمیت کے اظہار سے دلچسپی ہے ۔ ناسخ کی توجہ نادر تشبیہات کی تلاش اور سنگلاخ زمینوں کی آبیاری پر ہے اور شعر کی سادگی و گداز سے کہیں زیادہ طول کلام ، موشگافی ، صنعتوں اور دقت خیال سے شغف ہے ۔ سادگی اور سہلِ ممتنع ناسخ کے نزدیک ایک خامی ہے ۔ ناسخ کے تیکنیک اور فنی پہلوؤں سے اس شغف کے عکاس چند شعر درج ذیل ہیں ۔

مرا خامہ ہے باغ فکر میں شجرہ رباعی کا
مری طبع رواں اشعار کی بحروں کا منبع ہے

اب غزل ایک اور پڑھیے بزم میں ناسخ مگر
کسرۂ توجیح فتحہ سے بدلیے دل میں ہے

بدل کر قافیہ ایک اور پڑھتا ہوں غزل
پر ردیف اس میں بھی ہے منظور میری خاک سے

اب قافیہ بدل کر دلا ! فکر کیجیئے
اشعار اس غزل میں ہیں مہمل بھرے ہوئے

صنعت ترجیع اگر دیکھو مرے اشعار میں
پھر پسند آئے نہ صناعی مرصع ساز کی

اگر تقطیع شعر اس سے کوئی پوچھے تو حیراں ہو
یہ شیخ شہر سارے شاعروں میں جو مقطع ہو

جی لڑا دیتا ہے ، کیسی ہو زمین سنگلاخ
خامہ تیشہ ہے تو ناسخ کوہ کن سے کم نہیں

شام سے تا صبح ہے مجھ کو جو اب سیر لغات
سامنے رکھتا ہوں اپنے نسخہ' فرہنگ و شمع

گرچہ ہے نظم مگر نثر کا ہوتا ہے گماں
یہ غزل دال ہے ناسخ کی پریشانی پر

یہ زمیں اچھی نہ تھی ناسخ ولیکن فکر نے
حسن پیدا کردیا ہے نون کے اعلان نے

ہے گلبنِ قرطاس میں گلبانگ عنادل
میرے قلمِ قافیہ پرواز کی آواز

آج اے ناسخ ! ہوں میں اسکندر ملک سخن
ہیں صفائی لفظ و معنی سب سے اشعار آئینہ

ناسخ کے کلام کا جائزہ لیتے وقت ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ناسخ کا مزاج بنیادی طور پر فن شعر ، صحتِ زبان ، رعائت لفظی ، قافیہ پیمائی ، سنگلاخ زمینوں کی آبیاری ، صنعتوں کے اہتمام سے شغف رکھنے والے صناع کا ہے ۔ ناسخ کو مضمون کی تاثیر اور گداز کے مقابلے میں مضمون کے اچھوتے اور نادر ہونے میں زیادہ دلچسپی ہے ۔ سلاست اور سادگی جو شعر کو نثر یا سہلِ ممتنع کے قریب لے جائے ناسخ کا مقصود نہیں ۔ اسی لیے وہ صحیح طور پر میر اور دیگر اساتذہ کی پُر اثر و پُر درد طرزِ سخن کے ناسخ قرار دیے گئے ہیں ۔ واقعتاً انہوں نے اُس طرز سخن کو رواج دیا جس میں توجہ مضمون و تاثیر کی بجائے صحت زبان ، قافیہ پیمائی اور صنعتوں کے اہتمام پر مرکوز ہوکر رہ گئی ۔ ناسخ کی اس طرز سخن اور انداز فکر کے بارے میں ڈاکٹر وحید قریشی نے بجا طور پر لکھا ہے ۔

" آرٹ نے زندگی کی جگہ لے لی اور شعری تحریک کے لیے
لفظوں اور ترکیبوں کا سہارا کافی سمجھا گیا ۔ اردو شاعری
بالآخر لسانی تحریک ہوکر رہ گئی ۔ یہ دور محض زبان کا
دور ہے ----------------------------
ناسخ اور ان کے شاگردوں نے شاعری کو صرف لطف زبان
بنا کر رکھ دیا اور اصل روح غائب کردی ۔ " 1

ناسخ کی شہرت خود ان کے دور میں اور بعد میں بھی " پر اثر اور دل گداز " شاعر کے طور پر کبھی نہیں رہی ۔ ان کی شہرت ان کے دور میں ان کی علمیت فنی دسترس اور صحت زبان کی بنا پر تھی ۔ الم درد اور گداز ناسخ کی شخصیت کا حصہ نہیں تھے ۔ وہ زندگی کی ظاہری چمک اور مرعوب کرنے والے پہلوؤں پر نظر رکھنے والے آدمی تھے ۔ اس لیے ان کی دلچسپی شعر سے زیادہ شعر کی تیکنیک ، شکوہِ اسلوب ، صناعی اور متحیر کرنے والے خیال سے تھی ۔

ناسخ کے شاگردوں کی تعداد کم و بیش سو ہے ۔ ان شاگردوں میں میر علی اوسط رشک ، فتح الدولہ محمد رضا برق ، شیخ امداد علی بحر اور سید اسماعیل حسین منیر شکوہ آبادی جیسے شاعر اور صاحب علم تھے ۔ ان شاگردوں نے استاد کے صحت زبان کے نظریے اور قواعد پسندی کو شد و مد سے ایک مکتبِ فکر اور دبستان کے طور پر رائج کیا ۔ الفاظ کی تحقیق کے سلسلے میں صحتِ زبان اور متروکات کے سلسلے میں مروج و غیر مسروج کا اصول ناسخ کی لسانی تحریک کے بنیادی اصول ہیں ۔

۱۔ اردو زبان و ادب کا ارتقاء ، ڈاکٹر وحید قریشی ، زیر مطبوعہ۔ مسودہ مملوکہ مشفق خواجہ۔ صفحہ ۵۰

اپنے عہد کی شاعری پر ناسخ نے جو اثرات مرتب کیے تھے ان کی
طرف مصحفی نے اپنے دیوان ششم کے دیباچے میں اشارہ کیا ہے۔
مصحفی نے لکھا ہے -

" در ایامے کہ فقیر بہ سببِ کساد بازاریِ متاعِ گراں بہائے
کلامِ فارسی بہ مقتضائے رواجِ زمانہ خود را مشغول بہ این شغل
خطیر داشت ـ عالمے از حسد ہم کارے جامہ در خم نیل
زدندو جمعی کور باطن منغض شدہ ، گاہے کہ پنجہ افگندند
پیش بزدند ـ پس ازانقضائے ایام چند چوں سلسلہ٘ موزونیت
دراز کشیدہ ـ بقول حافظ

دورِ مجنوں گذشت ، نوبتِ ماست   ہر کسے پنج روزہ نوبتِ اوست

حصہ٘ الوان

ایں خوان بہ شیخ ناسخ کہ یکے از دوستانِ محمد عیسیٰ تنہاست ، و بہ فقیر ہم
رسوخے از تہِ دل دارد ، مقسوم گشت ـ تخلص خود را اسم با مسمّیٰ انگاشتہ ، بر طرزِ
ریختہ گویان سادہ کلام در عرصہ٘ قلیل خطِ نسخ کشید ـ و از تغایش بر قدم او خواجہ
حیدر علی آتش ہم در رسیدہ ـ سمندرِ تیز گام خیال را از دائرہ٘ چرخ اثیر بروں بود ـ
وہم چنیں ثالث ایشاں طالب علی عیشی تخلص بہ تیغ دو زبان نظم و نثر ذوالفقار علی
از نیام بردہ ـ ـ ـ (کذا) سرا عادی باطل آہنگ بہ بریدن داد ـ تا آں کہ معاندین
و دعویٰ داران بہ سوراخ موش خزیدند ـ اگرچہ عاصی ہم از گروہ سادہ گویان بود ، لیکن
بہ فیضِ صحبتِ بزرگان در فنِ فارسی مہارتِ کلی داشت ـ بلکہ ریختہ٘ خود را مہمان طفیلی
فارسی میدانست ـ در مجلس ہائی مناعرہ از روائے این صاحبان کہ اقرارِ استادیِ من بہ نفس
الامر دارند ـ خجالتی نہ کشید ، بلکہ غزلیات ایں دیوانِ ششم را اکثر بہ رویہ٘ ایشان گفتہ ـ ـ ـ
(1224ھ نبوی در بلدہ٘ لکھنو ، تحریر یافت) —— " [1]

---

1 ـ دیباچہ دیوان ششم مصحفی ، غیر مطبوعہ ـ مصحفی کے دیوانِ ششم کے دیباچے کے ان مندرجات کا حوالہ ناصر نے بھی دیا ہے ـ مگر یہ دیباچہ سوائے جلوہ خضر کے کہیں اور دستیاب نہیں ـ

اردو زبان مختلف مراحل سے گزر کر ناسخ تک پہنچی تھی - ولی دکنی کے دور میں اشراف کی مجالس میں بار نہ پانے کے مرحلے سے میر تقی میر محمد رفیع سودا اور رنگین، جرأت انشا اللہ خان انشا ، سب کے دور میں اس کا مخصوص ذخیرہ الفاظ اور رنگ رہا ہے - حاتم ، میر ، میر حسن، انشا اللہ خان، رنگین و جراءت سب نے کسی نہ کسی طور پر اردو کو معیاری زبان بنانے میں حصہ لیا تھا -

فارسی کے مقابلے میں لکھنے پڑھنے اور شعر و ادب کے لیے قابلِ قبول معیاری زبان کی سطح تک پہنچنے میں دوسری زبانوں کی طرح اردو میں بھی بتدریج تبدیلی آئی تھی - ریختہ گوؤں کے فارسی کے ذریعے حاصل شدہ علمِ زبان دانی و شعر گوئی نے اردو کو سنوارنے میں مدد دی تھی - اور

" جس وقت تک فارسی کے مقابلے میں علمی اور ادبی حیثیت سے اردوئے قدیم یعنی ہندوی یا ہندی کو استحکام حاصل نہیں ہوا تھا اس کے قواعدِ صرف و نحو کے تعین یا ان کی پابندی کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی گئی تھی - " 1

حاتم ، میر بلکہ مصحفی تک مقامی بولیوں کے اثرات ذخیرہ الفاظ اور لب و لہجہ پایا جاتا ہے - تاہم ناسخ تک پہنچتے پہنچتے رنگین ، جراءت اور انشاءاللہ خان کے ہاں روزمرہ کی صفائی اور بول چال کا حسن اردو میں پیدا ہوچکا تھا - اس میں زبان کی چاشنی تو تھی مگر زبان کا ڈھانچہ علمی سطح پر تعمیر نہیں ہوسکا تھا - حاتم میر اور انشا اللہ خان نے اپنی جگہ زبان کو سنوارنے کی سعی کی تو تھی مگر اس کی حیثیت علمی مباحث اور متروکات کی بحث سے زیادہ نہ تھی - زبان کو باقاعدہ اصول و ضابطے کے معیار پر پرکھنے اور گرامر و صرف و نحو کے معیار پر معیاری و مستند زبان کے طور پر سنوارنے اور پرکھنے کا عمل اختیار نہیں کیا گیا تھا -

---

1 - جامع القواعد ، ابواللیث صدیقی ، مرکزی اردو بورڈ لاہور ، مارچ 1971ء ، صفحہ 132

ناسخ کی زبان روزمرہ اور بول چال کے حسن سے اسی لیے معرا ہے کہ ناسخ صحتِ زبان اور صرف و نحو کے قواعد کے مطابق علمی اور معیاری زبان اختیار کرنے کے قائل تھے ۔یہ درست ہے کہ ناسخ کے ہاں سلاست اور روزمرہ کی چاشنی نہیں مگر یہ بات حیرت انگیز ہے کہ ناسخ کی زبان اپنے معاصرین اور بعد میں آنے والے غالب جیسے شعرا کے مقابلے میں آج کی زبان کے بہت قریب ہے ۔

زبان کی اصلاح پر بحث کرتے ہوئے ہمیں کسی ابہام اور غلطی کا شکار ہونے سے بچنے کی سعی کرنی چاہیے ۔ ناسخ نے لطیف یا محاورہ و روزمرہ کی زبان کی تشکیل نہیں کی ۔ ناسخ نے زبان کی اصلاح گرامر اور صرف و نحو کے قواعد کی پابندی سے کی ہے ۔

رشید حسن خان نے ناسخ کی زبان اور اسلوب پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے ۔

" ناسخ کے یہاں اس صفائی و سادگی کا کوسوں پتا نہیں جس کو جراءت اور رنگین نے چمکایا تھا ۔ اس لحاظ سے دیکھیئے تو معلوم ہوگا کہ جہاں روانی فصاحت سلاست محاورہ بندی اور لطافت کا تعلق ہے ناسخ نے ان عناصر کو اپنی زبان سے دور رکھا ہے ۔ گویا اس وقت تک زبان کی سطح پر جو ترقی ہوچکی تھی اس کو روک دیا اور زبان کو کچھ اضافوں کے ساتھ سودا کسے انداز سے قریب کرنے کی کوشش کی ۔ یہ معکوس ترقی تھی ۔ " [1]

---

1 ۔ انتخاب ناسخ ، رشید حسن خان ، مکتبہ جامع نئی دہلی ، اپریل 1972ء صفحہ 70

ہمیں رشید حسن خان کی ناسخ کے اسلوب اور صفائی زبان کے بارے میں اس رائے سے اتفاق ہے ۔ مگر یہاں ہم اس حقیقت کی نشان دہی کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ناسخ کو زبان کی صحت گرامر اور صرف و نحو کی بنیاد پر عزیز ہے ۔

اصلاحِ زبان کے سلسلے میں ناسخ کی خدمات اور ناسخ کے حصے کا تعین کرنا خاصا مشکل ہے ۔ مگر اس کا تعین بہرحال اپنی جگہ بہت اہم ہے ۔ اس سلسلے میں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے کہ ناسخ نے 1254 ھ میں وفات سے کچھ عرصہ قبل اپنی کلیات کی تدوین کی تھی اور دیوان اول سے کم و بیش 900 اشعار خارج کردیے تھے ۔ خارج شدہ اشعار کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان خارج شدہ اشعار میں بہت سے اشعار ایسے ہیں جن میں کوئی نہ کوئی خامی موجود ہے۔ عمر کے آخری حصے میں کلیات کی تدوین کے وقت اشعار کو خارج کردینےکا عمل اس بات کا ثبوت ہے کہ ناسخ کو اپنے کلام پر نظرثانی کی ضرورت محسوس ہوئی تھی ۔ اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ تقریباً نصف صدی کے دورانیے میں ناسخ کے خیالات اور معیار میں تبدیلی آچکی تھی ، اس لیے تبدیل شدہ خیالات اور تبدیل شدہ معیار سے مطابقت نہ رکھنے کی بنا پر بہت سا کلام ان کی نظر میں اصلاح طلب تھا یا ترک کردیے جانے کے لائق تھا ۔ مختلف مخطوطات اور طبع اول کے باہمی موازنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اشعار کا متن مختلف ہے ۔ مثال کے طور پر چند ایسے مصرعے جو تقریباً مکمل طور پر مختلف ہیں درج ذیل ہیں ۔

بنیادی مخطوطہ : رات بھر اس کو ، اسے برسوں جدائی یار کی

مطبوعہ : رات دن ہے اس کی قسمت میں جدائی یار کی

دیوان : رات دن ہے اس کی برسوں سے جدائی یار کی

نسخۂ جموں : مصرع مطبوعہ کے مطابق ہے ۔

بنیادی مخطوطہ : زمین شعر سے کرتا ہوں میں اب نیشکر پیدا

دیوان : " " " "

مطبوعہ : عجب کیا ہے زمین شعر سے ہو نیشکر پیدا

بنیادی مخطوطہ : آئینے میں لخت دل کی دیکھی پلکوں پر بہار

دیوان : میری آنکھوں میں جو دیکھے لخت دل بولا وہ گل

مطبوعہ : " " " "

بنیادی مخطوطہ : گو کبھی دیکھا نہیں میں نے تجھے اے گل مگر

دیوان : تیری رنگت تو کبھی دیکھی نہیں اے رشک گل

مطبوعہ اور مختلف مخطوطات میں بعض اشعار کے قریب قریب مکمل مصرعے مختلف ہیں ۔ کلیاتِ ناسخ طبع اول کے اغلاط نامے میں بعض مکمل متبادل مصرعے درج ہیں ۔ اس اختلاف کی توجیہہ یہی ہے کہ میر علی اوسط رشک نے جس نسخے کی مدد سے کلیاتِ ناسخ طبع اول کے متن کی تصحیح کی اس کا متن مرتب کے اس نسخے سے بعض مقامات پر مختلف تھا جس کی مدد سے مرتب نے کلیات مرتب کی تھی ۔

طبعِ اول میں رشک کے مرتب کردہ اغلاط نامے میں بعض مصرعوں کو بدلا ہوا دیکھ کر رشید حسن خان نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مکمل مصرعے کتابت کی غلطی نہیں ہوسکتے ۔ انہیں یہ شک ہے کہ رشک مرتبِ اغلاط نامہ نے استاد کے کلام سے خامیوں کو رفع کرنے کے لیے اغلاط نامے کی آڑ میں اصلاح کی ہے ۔ اسی غلط فہمی کی بنا پر انہوں نے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ بعض متروکات جو ناسخ سے منسوب ہیں ناسخ کے نہیں ۔ ان کا

خیال ہے کہ یہ متروکات در حقیقت میر علی اوسط رشک کے ہیں ۔ اس مغالطے کا شکار وہ آب حیات کے اس بیان کی بنا پر ہوئے ہیں جس میں آزاد نے اصلاحاتِ زبان کو رشک سے منسوب کیا ہے ۔ آزاد کا بیان درج ذیل ہے :

> " ان لوگوں نے اور ان کے بعض ہم عصروں نے زبان کے باب میں اکثر قیدیں واجب سمجھیں کہ دلی کے مستند لوگوں نے بھی ان میں سے بعض بعض باتوں کی رعائت اختیار کی اور بعض اختلافات کرتے تھے اور عام لوگ خیال بھی نہ کرتے تھے ۔ مگر اصل واضع ان قوانین کے میر علی اوسط رشک تھے ۔ " 1

رشید حسن خان کا شک اغلاط نامے کے سلسلے میں رشک کے قائم کردہ عنوان کی بنا پر بھی یقین میں تبدیل ہوگیا ۔ رشک نے عنوان " تصحیحِ اغلاط و تنقیدِ الفاظِ کلیات شیخ امام بخش ناسخ از میر علی اوسط متخلص بہ رشک ـــ " باندھا ہے ۔ اغلاط نامے کے سلسلے میں رشک کے درج ذیل منظوم بیان

" ہوئیں سہو کاتب کی لفظیں درست — بنا جو کہ نسیان املا ہوا
مجھے دخل اس سے زیادہ نہ تھا — تبدل میں جو کچھ ہویدا ہوا "

نے رشید حسن خان کے اس یقین کو پختہ تر کردیا ہوا ہے ۔ اسی وجہ سے انہوں نے ناسخ کی اصلاحات زبان اور کلیات ناسخ کے متن کی صحت کے بارے میں ایسا نظریہ قائم کرلیا جس سے ناسخ اس تحسین اور مقام سے محروم ہوجاتے ہیں جس کے وہ جائز طور پر مستحق ہیں ۔

---

1 ۔ آب حیات ، محمد حسین آزاد ، مکتبہ ادب اردو ، اردو بازار لاہور ، 1967ء صفحہ 30

اردو زبان کی اصلاح کی تحریک حاتم اور میر سے انشا اللّٰہ خان اور پھر ان سے ناسخ تک پہنچی تھی ۔ زبان کے ارتقا کے نقطۂ نظر سے ولی دکنی سے حاتم تک پہنچتے پہنچتے اردو زبان اگرچہ کسی حد تک نکھر گئی تھی تاہم مقامی زبانوں کے اثرات موجود تھے ۔ شعرا عربی اور فارسی سے اخذ شدہ بلاغت اور صرف و نحو سے متعلق معلومات اور قواعد اردو میں بھی استعمال کرتے تھے۔ حاتم اور میر نے اردو کی اصلاح کے لیے اصول بھی وضع کیے تھے۔ مگر ان کا اصلاح زبان سے شغف ایک علمی بحث کی حد تک رہا ۔جہاں تک ان اصولوں کے اطلاق اور اتباع کا تعلق ہے حاتم اور میر دونوں نے اپنے ان وضع کردہ اصولوں کی پابندی نہیں کی ۔

حاتم اور میر کو اصلاحِ زبان کے مقابلے میں شاعری سے زیادہ غرض تھی ۔ ان دونوں کے مقابلے میں ناسخ کو اظہار علمیّت اور استادانہ مرتبے کےحصول کے لیے زبان کی صحت اور علمِ زبان سے زیادہ دلچسپی تھی اس لیے ناسخ نے ان اصولوں کو رائج کرنے کی سختی سے کوشش کی ۔ وہ تمام قوانین ، اصلاحات اور اصول جو ناسخ سے منسوب کیے جاتے ہیں ان میں سے اکثر کی اہمیت اور پابندی کی ضرورت کا ذکر حاتم اور میر ناسخ سے پہلے کرچکے تھے ۔ یہ حقیقت ہے کہ ناسخ ان اصولوں کو وضع کرنے والے نہیں ہیں ۔ اس سلسلے میں ناسخ کی اصل خدمت ان اصولوں کو رائج کرنا ہے ۔

ناسخ نے اپنے پیش رووٗں کے وضع کردہ اصولوں کے علاوہ چند اصول خود بھی وضع کیے ۔ انھوں نے زبان کی اصلاح کے نقطۂ نظر سے ان اصولوں کی اہمیت کو اجاگر کیا اور نہ صرف خود ان کی پابندی کی کوشش کی بلکہ اپنے تلامذہ اور ادبی حلقوں میں ان کی پابندی پر اصرار کیا ۔ شاہ ظہور الدین حاتم کا بیان ذیل میں درج کیا جاتا ہے ۔ حاتم کے اس بیان سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اصلاحِ زبان کے سلسلے میں ناسخ سے پہلے کون کون سے اصول طے ہوچکے تھے ۔ شاہ ظہور الدین حاتم نے لکھا ہے :

" را بنده در دیوان قدیم خود تقید دارد و دریں ولا از ده
دوازده سال اکثر الفاظ را از نظر انداخته لسانِ عربی
و زبانِ فارسی که قریب الفهم و کثیر الاستعال باشد و
روزمرهٔ دهلی که میرزیان هند و فصحانِ رند محاوره
دارند منظور داشته سوائے آں زبان هر دیار تابه هندوی
که آں را بهاکا گویند موقوف کرده ، فقط روزمره که عام
فهم و خاص پسند بود اختیار نموده شمه ازاں الفاظ که
تقید دارد به بیان می آرد ـ چناں چه عربی و فارسی
مثلا تسبیح را تسبی ، و صحیح را صحی ، و بیگانه را
بگانه ، و دیوانه را دوانه ، و مانند آں بطور عامه یا
متحرک را ساکن و ساکن را متحرک ، چناں چه مرض را
مرض و عرض و مانند آں یا الفاظ هندوی که نین و جگ
و نت و بسر وغیره آنچه باشد یا الفاظ مار و موا و ازیں
قبیل که برخود قباحتے لازم آید یا بجائے سیتے یا ادهر را
ایدهر ، و کدهر را کیدهر که در آں زیادتی حرف باشد
یا بجائے پریه و تیری را تجه و لفظ تجه بعضے جا
مناسب و بعضے جا غیر مناسب چناں چه تجه کو و تجهے
بهتر است و تجه چشم نے و تجه نگاه نے محاوره نیست
بجائے ایں " تیری چشم نے و تیری نگاه نے " می تواں
گفت که باختصار آید یا یہاں را یاں و وہاں را واں و
هر ایک را هریک که در مخرج تنگ بود یا کسر و فتحه ضم
در قافیه را فارسی یا را هندی چناں چه گهوڑا و بورا ،
و دهڑوسر ، و مانند آں مگر هائے هوز را بدل کردن به
الف که از عام تا خاص در محاوره دارند ، بنده دریں امر

متابعت جمہور است چناں چه بنده را بندا و پرده را پردا
و شرمنده را شرمندا و آنچه ازیں قبیل باشد ۔ " 1

ابواللیث صدیقی نے جامع القواعد میں لکھا ہے ۔

" یه درست نہیں که زبان سے ہندوی یا بھاکا عناصر ترک ہوگئے تھے ۔ خود اس دعوے کے باوجود حاتم کا کلام ان سے خالی نہیں ۔ یه بھی درست نہیں ہے که انہوں نے عربی فارسی الفاظ کو ان کی اصل کے مطابق استعمال کیا ہے ۔ دعوا ، نشا ، فتوا وغیرہ ان کے کلام میں موجود ہیں ۔ ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن کرنے کی مثالیں بھی موجود ہیں اگرچه وہ کہتے ہیں که انہوں نے الفاظ ہندوی مثل نین و جگ و نت وغیرہ ترک کردیے لیکن بہت سے ہندوی الفاظ ان کے ہم طرح ان کے یہاں بلا تکلف اور بلا تامل استعمال ہوئے ہیں ۔ ستے کےاستعمال سے انکار کےباوجود اس کی مثال بھی موجود ہے ۔ تجھ چشم ، بجائے تیری چشم وغیرہ بھی موجود ہے ۔ یائے زائد کی مثالیں بھی عام ہیں ۔ خوشبو کی جگه خوشبوئی ، انتظار کی جگه انتظاری ، راست کی جگه راستی ، خوش کی جگه خوشی ، جمع کو واحد ، واحد کو جمع استعمال کیا ہے ۔ طولِ حرف علت کی بھی کئی مثالیں ہیں ۔ منجھدار کی جگه مانجھ دار موجود ہے ۔ جگه کی بجائے جاگھه بھی ہے ۔ ادھر کی جگه اودھر بھی استعمال ہوا ہے ۔ " 2

---

1 ۔ دیوان زادہ ، شاہ حاتم ، مخطوطه مخزونه پنجاب یونیورسٹی لائبریری ۔ لاہور ۔

2 ۔ جامع القواعد ، ابواللیث صدیقی ، مرکزی اردو بورڈ ، لاہور ، مارچ 1971 صفحه 106/105

اسلوب اور بیان کے نقطہ' نظر سے ناسخ کی زبان مصحفی غالب جیسے شعرا کی نسبت آج کی زبان کے کہیں زیادہ قریب ہے ۔ صحتِ زبان اور متروکات پر نجم الدین شاہ مبارک ، ظہورالدین شاہ حاتم میر تقی میر ، انشا اللہ خان انشا نے نہائت پر مغز بحثیں کی ہیں مگر اس کے باوجود ان کی زبان آج کی زبان کے قریب نہیں ہے ۔ متروک الفاظ کی موجودگی کے ساتھ ساتھ ان شعرا کے کلام میں اسم فعل کی حالت اور حروف رابطہ کے فقدان کی بنا پر ان کی زبان آج کی زبان سے خاصی مختلف محسوس ہوتی ہے ۔ اصلاحِ زباں کے لیے شاہ حاتم نے بنیادی اصول طے کردیے تھے مگر ناسخ کے عہد تک نہ صرف یہ کہ ان اصولوں میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا تھا بلکہ ان کی اہمیت سے آگاہ ہونے کے باوجود ان پر عمل بھی نہیں کیا گیا تھا ۔ ناسخ نے شاہ حاتم کے بیان کردہ اصولوں پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ ان میں اضافہ بھی کیا ہے ۔ناسخ کی زبان کے آج کی زبان سے قریب ہونے کی بنیادی وجہ یہی ہے ۔

رشید حسن خان نے ناسخ کی اس خوبی کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھا ہے :

" ناسخ کا یہ کام ضرور ہے کہ ان کے آغاز شاعری تک
جس قدر متروکات کی نشان دہی کی جاچکی تھی ان میں
سے اکثر کو انہوں نے ترک کردیا اور سختی کے ساتھ
اس کی پابندی کی ۔ " 1

ناسخ سے پہلے اور خود ناسخ کے معاصرین میں افعال کی صورت اور اسلوب کا اندازہ مصحفی کے درج ذیل اشعار سے کیا جاسکتا ہے ۔

---

1 ۔ انتخابِ ناسخ ، رشید حسن خان ، مکتبہ جامع نئی دہلی ، اپریل 1972ء صفحہ 111/110

یہ جو ہم پاس چارپائی ہے — گور ہے یا کنواں یا چارپائی ہے
لیک جس وقت اس پہ پاؤں دھرا — جیسے کوئی کنویں میں آن گرا
لوہو پی پی کے زبس ہوئے موٹے — ریزہ لعل ہیں چھوٹے چھوٹے بڑے چھوٹے
اس میں مطلق نہیں ہوا کا گزر — سیر یلدا کی واں کرے ہے نظر
جائے بول اس کے در کے آگے ہے — جوہر مغز کو جلائے ہے
خاک بازی ہے اس کی چھت کا کام — خاک اس سے جھڑا کرے ہے مدام
رات دن جی صفا کو ترسے ہے — اپنی قسمت کی خاک برسے ہے
آوے ہے نظر جوں دل عشاق شکستہ — اس شہر میں جو قصرِ فلاں ابنِ فلاں ہے -

ناسخ کے بعض معاصرین اور مقتدمین کے ہاں حروف جار کے بارے میں جو کیفیت پائی جاتی تھی وہ درج ذیل ہے -

1 - تمہارے بغیر کی بجائے تجھ بن " اس کے بغیر " اس بن "
2 - " نے " کا ترک
3 - تیئں بہ معنی کو کے لیے " سے "
4 - کسو بجائے ، کوئی بجائے کسی -
5 - کنھوں بجائے کس -
6 - ایکوں بجائے ایک ، وغیرہ -

مصحفی کے مندرجہ بالا اشعار میں افعال کی صورت کرے ہے ، جھڑا کرے ہے ، برسے ہے ، جلائے ہے - ترسے ہے وغیرہ تھی - جب کہ ناسخ کے ہاں ان کی صورت ، کرتی ہے ، برستی ہے ، جھڑتی ہے ، ترستی ہے ، جلاتی ہے ، وغیرہ ہے - اسی طرح ناسخ کے قدما اور معاصرین کے ہاں زمانہ مستقبل کے لیے آوے گا جاوے گا کا استعمال بجائے آئے گا جائے گا ملتا ہے ـ ناسخ سے پہلے الف ، واؤ اور یائے مجہول پر ختم ہونے

والے الفاظ میں واؤ اور یائے مجہول لگاتے تھے ۔ جب کہ ناسخ کے ہاں ہمزہ اور یائے مجہول ہے جو موجودہ طریقہ ہے ۔ چناں چہ جاوے پاوے کی جگہ ناسخ کے ہاں جائے ، پائے کا استعمال ہے ۔ ناسخ زمانۂ حال کے افعال اور ان کے متعلقات ، زمانہ ماضی کے متعلقات افعال مصدر میں علامت مصدر دور کرکے تا ، تی اور پھر امدادی فعل لگاتے ہیں ۔ مثال کے طور پر کرتا ہوں ، کرتی ہوں ، کرتے ہو ، کرتا تھا ، کرتے تھے ، کرتی تھی ، کرتی تھیں وغیرہ جب کہ ناسخ سے پہلے دیکھوں ہوں ، جاؤں ہوں ، کہوں ہوں وغیرہ تھا یہی حال غائب کے صیغوں کا تھا ناسخ سے پہلے تکے ہے ، پڑے ہے ، بھرے ہے ، جائے ہے تھا اور زمانۂ ماضی اور زمانۂ حال کے صیغوں میں ناسخ کے ہاں علامت مصدر " نا " دور کرکے امدادی فعل کا استعمال ہے ۔ جب کہ اس سے قبل آبیٹھے ، جا بیٹھے وغیرہ تھا ۔

ناسخ سے پہلے جمع مونث کے صیغے میں افعال ، ضمائر اور صفات کو فاعل اور موصوف کی رعائت سے لانے کا طریقہ موجود تھا ۔ مثال کے طور پر

بھتیاں تھیں ، پیاریاں ، نرالیاں وغیرہ ۔ جب کہ ناسخ کے ہاں یہ طریقہ نہیں ہے ۔

نمونے کے طور پر مصحفی کے اشعار ہم پیچھے درج کرچکے ہیں تاکہ ناسخ کے معاصرین اور قدما کے ہاں زبان کی کیفیت کا اندازہ لگایا جاسکے ۔ ذیل میں ظہورالدین شاہ حاتم کے اشعار نمونے کے طور پر درج ہیں تاکہ اندازہ لگایا جاسکے کہ ان قوانین کے واضع کے ہاں ان قوانین کی پابندی اور زبان کی کیفیت کیا تھی ۔ شاہ حاتم کے نمونے کے طور پر اشعار درج ذیل ہیں ۔

اے حسن کے گلزار ---- چمنِ دل | گلشن ترے آنے سے صحنِ دل ہوا
ہجر میں زندگی سے ہوک بھلی | تاکہ سب مل کہیں وصال ہوا
مثال بحر موجیں مارتا ہے | کیا ہے جن نے اس جگ سے کنارا
دور میں تیرے نین کے مست ہے عالم تمام | کیوں ہوا اس غم سے سر گرداں لشکر جام جم
میں پاؤں دابنے لگا اس کے ادب ستی | سوگئے مرے نصیب وہ بیدار ہوا
اس ابر و ہوا میں یوں آوتا ہے دل میں | پی پی شراب ہوویں بے اختیار ہم تم

حاتم نے ایدھر ، کیدھر ترک کردیا تھا ۔ مگر میر کے ہاں کثرت سے ایدھر ، کیدھر موجود ہے ۔

مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ زبان کی اصلاح کے لیے بنیادی خطوط اور اصول تو شاہ حاتم کے دور میں ہی طے ہوچکے تھے مگر آبرو اور حاتم سے لے کر میر تک اور میر کے دور سے ناسخ کے دور تک بہ شمول سودا میر اور مصحفی کسی نے بھی ان اصولوں پر سنجیدگی اور سختی سے عمل نہیں کیا تھا ۔ دیکھنا یہ ہے کہ ناسخ کے عہد تک جو اصول طے پاچکے تھے ان پر اور ان اصولوں پر جو ناسخ نے وضع کئے تھے خود ناسخ نے کتنا عمل کیا ہے ۔

وہ اصول جو شاہ حاتم نے بیان کیے ہیں اور جن پر ناسخ کے عمل کا جائزہ لینا مقصود ہے درج ذیل ہیں ۔

1 ۔ عربی اور فارسی کے وہ الفاظ جو قریب الفہم اور کثیرالاستعمال ہوں استعمال ہوسکتے ہیں ۔

2 ۔ ہندی کے صرف وہ الفاظ استعمال ہوسکتے ہیں جو روزمرہ میں ہوں ۔

3 ۔ دوسری زبانوں عربی فارسی کے الفاظ صحت کے ساتھ استعمال ہونے چاہییں ۔

4 ۔ وہ حروف جو متحرک ہوں ان کو ساکن اور ساکن کو متحرک نہیں کیا جانا چاہیے ۔

5 ۔ ہندی الفاظ نین ، جگ ، نت ، بسر ، موا ، سیتی ، ایدھر ، کیدھر کا استعمال ترک کیا ۔

6 ۔ پر کی بجائے " پہ " تیری کی بجائے تجھ و تجھے استعمال کرنے چاہییں ۔

7 ۔ یہاں بجائے واں اور وہاں بجائے واں استعمال کرنا چاہیے ۔

8 ۔ بندہ پردہ ، شرمندہ کی " ہ " کو بدل کر الف کے ساتھ استعمال کرنے میں عوام کی متابعت

صیفر بلگرامی نے جلوہ خضر میں حاتم کے مندرجہ بالا اصولوں کی بنیاد پر تین بڑے قاعدے مرتب کیے ہیں ۔ صفیر نے لکھا ہے ۔

" (1) الفاظ زبان غیر کے اُسی طرح استعمال پائیں جس طرح اُس زبان میں صحیح ہوں ۔ (2) ہندی کے الفاظ اُسی قدر داخل کیے جائیں جس قدر فصحا نے استعمال کیے ہوں ۔ (3) اِسی طرح اِس زبان (اردو) کو اصول اور قواعد سے وسعت دی جائے ------ الخ " 1

صفیر نے اس بحث کی وضاحت میں مزید لکھا ہے ۔

" مگر اس کو درست کیا تو ناسخ نے لکھنو میں درست کیا اور تصرفاتِ لائقہ سے اِس کو بھر دیا جو لوگوں کے لیے اب آسان رستہ ہوگیا ۔ غرض یہ زبان صرف و نحو سے درست ہوکر ہر جگہ یکساں بولنے کے قابل ہوگئی ۔ " 2

---

1 ۔ جلوہ خضر ، صفیر بلگرامی ، حصہ دوم ، جلوہ ششم ، بار اول ، مطبع نورالانوار ، آرہ ، 1885ء صفحہ 104 ۔

2 ۔ جلوہ خضر ، صفیر بلگرامی ، حصہ دوم ، بار اول ، مطبع نورالانوار ، آرہ 1885ء صفحہ 71

جلوۂ خضر میں صفیر بلگرامی کی طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ناسخ نے اصلاحِ زبان کے مکتبِ فکر اور تحریک کی بنیاد جس اصول پر رکھی تھی وہ صرف و نحو کی بنیاد پر صحت کا اصول ہے ۔ صفیر نے لکھا ہے ۔

" بعد ناسخ کے کتنی کتابیں اس اصول پر تحریر کرنا
لوگوں کو آسان ہوگیا اور وہ قاعدہ صرف و نحو ہے جو
زبان کی جان اور اصلِ اصول ہے ۔ " 1

صفیر بلگرامی نے اس اصول کی بنیاد پر ناسخ سے مندرجہ ذیل تبدیلیاں اور اصلاحات منسوب کی ہیں ۔

" اسم میں کیا اصلاح ہوئی ، مصدر اصلی میں اس قدر
اصلاح ہوئی کہ آونا ، کھاونا ، جاونا ، پاونا وغیرہ کو آنا ،
کھانا ، جانا ، پانا کردیا ۔

مصدر اصلی کے مشتقات میں سے ماضی ناتمام
کی فارسی میں علامت اس کی " می " ہے اور ماضی مطلق
پر لگانے سے ماضی ناتمام ہوجاتا ہے ۔ جیسے آمدن میں
می آمد اور آوردن میں می آورد ہوتا ہے ۔ میر تقی صاحب
کے زمانے سے ہندی میں " آئے تھا " اور " لائے تھا "
وغیرہ مستعمل تھا ۔ مومن خان کے زمانے تک ----- الخ " 2

---

1 ۔ جلوۂ خضر ، صفیر بلگرامی ، حصہ دوم ، بار اول ، مطبع نورالانوار ، آرہ ، 1885ء صفحہ 71

ناسخ نے یقیناً انفعال کی قدیم صورت کو ترک کرکے ان کو اصلاح شدہ صورت میں رائج کرنے کی کوشش کی تھی ۔ آوے ، جاوے ، ہووے وغیرہ کو ناسخ کے متروکات تسلیم کیا جانا چاہیے ۔ ناسخ نے ان کو ترک کیا ہے ۔ ناسخ کے ابتدائی کلام میں آوے ، جاوے ، وغیرہ موجود تھا مگر ناسخ نے بعد ازاں ان کو ترک کردیا تھا ۔ اس کا ثبوت دیوانِ اول کے متروک کلام اور مختلف نسخوں کے اختلاف سے ملتا ہے ۔ ایسے بعض اشعار جن سے آوے ، جاوے ، ہووے وغیرہ کو مصرعوں کو بدل کر خارج کیا گیا ہے ۔ درج ذیل ہیں ۔

اول : دیکھ کر تجھ کو نہ کیوں کر نعرہ زن ہوویں رقیب
بیشتر کتوں کو بھونکاتا ہے جلوہ ماہ کا

بنیادی مخطوطہ : دیکھ کر تجھ کو نہ کیوں کر نعرہ زن ہوں سب رقیب
" " " "

اول : سنگ مقناطیس کی ہووے مری لوح مزار
یار کا رکھتا ہے توسن نعل آہن زیر پا

بنیادی مخطوطہ : سنگ مقناطیس کی ہو لوح میری قبر پر
مطبوعہ : " " " "

اول : کھینچے گر نقشہ ترے رخسار آتش رنگ کا
ہے یقیں یک رنگ ہووے خامہٴ ارژنگ و شمع

بنیادی مخطوطہ : کیا عجب یک رنگ ہو گر خامہٴ ارژنگ و شمع
مطبوعہ : " " " "

اول : یار کی ٹیڑھی نگہ بھی لطف سے خالی نہیں
تیغ جو ہووے اصیل اس کو دمایا چاہیے

بنیادی مخطوطہ : ہو اگر تلوار اصیل اس کو دمایا چاہیے
مطبوعہ : " " " "

اول : آئے گا گلشن میں وہ خورشید عیسیٰ دم اگر
زردی اڑجاوے کی چشمِ نرگس بیمار سے

بنیادی مخطوطہ : زردی اڑجائے کی چشمِ نرگس بیمار سے
دیوان : " " " "

اول : ڈر ہے جل جاوے نہ تنگی سے کہیں فانوسِ عرش
ہوگئی بالیدہ کیا شمع قد بالائے دل

بنیادی مخطوطہ : ڈر ہے جل جائے نہ تنگی سے کہیں فانوسِ عرش
مطبوعہ : " " " "

اول : کہاں اس راست قد کو چھوڑکر اب مرغ دل جاوے
اسی سرو سہی میں مثل قمری آشیانہ ہے

یہ شعر اول کے ترک شدہ اشعار میں شامل ہے -

اول : نہ مارے ہول کے اب قبر میں بھی چین آوے گا
سنا ہے خلق ہوگی حشر میں بارے دگر پیدا

بنیادی مخطوطہ : نہ مارے ہول کے اب قبر میں بھی چین آئے گا
مطبوعہ : " " " " "

ناسخ کی اصلاحات زبان پر تبصرہ کرتے ہوئے آزاد نے لکھا ہے -

" یہاں ، وہاں بروزن جاں نہ ہو - بروزن جہاں ہو
لیکن تعجب یہ ہے کہ شیخ صاحب اور خواجہ صاحب کوئی
اس کے پابند نہیں تھے " 1

" یاں " اور " واں " حاتم کے متروکات میں سے ہیں اور ناسخ کے کلام میں " یاں " اور " واں " موجود بھی ہیں مگر یہ کہنا کہ " ناسخ " اس کے پابند نہ تھے " غلط ہے - ناسخ " یاں " اور " واں " کو ترک کرنے کے قائل تھے اور " یاں " اور " واں " کو ناسخ نے ترک کردیا تھا - اس کی شہادت مخطوطات کے موازنے سے ملتی ہے اور یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ ناسخ نے یاں اور واں کو ترک کردیا تھا - ناسخ نے بعض اشعار میں مصرعوں کو بدل کر " یاں " اور " واں " کو خارج کیا ہے - ایسے چند اشعار درج ذیل ہیں -

اول : دہن ہے چشمۂ آبِ بقا خط خضر ہے اس پر
پھرا محروم واں سے دل مرا گویا سکندر

بنیادی مخطوطہ : پھرا جو دل مرا محروم یہ گویا سکندر ہے
مطبوعہ : " " " " "

بنیادی مخطوطہ : مچھلی بازو کی وہیں ہوتی ہے یاں ماہی بے آب
آستیں دیدۂ گریاں پر اگر رکھتے ہیں

مطبوعہ : بنتی ہے بازو کی مچھلی بھی وہیں ماہی بے آب

---

1 - آب حیات ، محمد حسین آزاد ، مکتبہ ادب اردو ، اردو بازار ، لاہور 1967ء صفحہ 330

(خارج شدہ صورت کے حامل مصرعے پر مطبوعہ اور دیوان متفق
ہیں ۔ جب کہ دوسری صورت پر بنیادی مخطوطہ اور نسخۂ جموں
متفق ہیں)

تلک ناسخ کے متروکات میں شمار کیا جانا چاہیے ۔ ناسخ نے بعض اشعار میں مصرعوں کو تبدیل کرکے تلک کو خارج کیا ہے ۔ تلک کے بارے میں نادر نے صراحت سے لکھا ہے

" یہ بھی میر (رشک) صاحب کے متروکات سے ہے ۔ " 1

یہ غلط ہے ۔ ناسخ نے دیوان اول کے بعض ایسے اشعار خارج کردیے ہیں جن میں تلک پایا جاتا ہے یا بعض اشعار کے مصرعوں کو بدل دیا ہے اور تلک کو خارج کردیا ہے ۔ مثال کے طور پر درج ذیل اشعار پیش کیے جاتے ہیں ۔

اول : کب تلک اغیار اپنی آنکھوں میں کھٹکا کریں
آبلوں میں کچھ دن خار مغیلاں دیکھیے

بنیادی مخطوطہ : تابہ کے اغیار اپنی آنکھوں میں کھٹکا کریں
مطبوعہ : " " " "

اول : نسیم زلف مجھ وحشی تلک پہنچی جو زنداں میں
بنا ہر حلقۂ زنجیر حلقہ ناف آہو کا

یہ شعر اول کے ترک کردیے گئے اشعار میں شامل ہے ۔

---

1 ۔ تلخیص معلیٰ ، کلب حسین خان نادر ، مرتبہ انصار اللہ نظر
بیت الابصار ، سرسید روڈ ، سرسید نگر علی گڑھ ، صفحہ ۲۱

ناسخ کے ہاں عربی اور فارسی کے مشکل اور نامانوس الفاظ کے استعمال کا ایک عیب کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے ۔ مگر ان الفاظ کی تعداد دو درجن سے زیادہ نہیں ۔ تاہم ناسخ نے یہ الفاظ کثرت سے استعمال نہیں کیے ۔ بلکہ ان الفاظ میں سے مشکل سے ہی کوئی لفظ دو تین بار استعمال ہوا ہے ۔ مخطوطات کے موازنے سے احساس ہوتا ہے کہ ناسخ کو خود بھی ان الفاظ کے نامانوس اور غریب ہونے کا احساس تھا ۔ مثال کے طور پر دیوانِ اول میں ایک مصرعے میں ناسخ نے لفظ ملّہ کو خارج کردیا ہے ۔ یہ مصرع درج ذیل ہے ۔

ع جس کا ہر نقش قدم دکھلائے نقشہ حور کا

اسی طرح درج ذیل مصرعے میں لفظ شیب کی بجائے پیری کردیا ہے ۔ یہ مصرع درج ذیل ہے ۔

ع آیا ہے یاد پیری میں عالم شباب کا

ناسخ کے دیوانِ اول کے بعض متروک اور تبدیل شدہ اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں جن سے ناسخ کے بعض دوسرے متروکات اور اصلاحات کا تعین ہوتا ہے ۔

اول : زلفِ جاناں یاد آئی ہے جو وحشت میں مجھے
جادہ ٔ صحرا میں ہیگا مار رہزن زیرِ پا

بنیادی مخطوطہ : جادہ ٔ صحرا ہوئے ہیں مار رہزن زیر پا
مطبوعہ : " " " "

اول : اے مسیحا عشق کا آزار ہے وسواس کیا
اس قدر پرہیز کیوں ہیگا مرے رنجور سے

یہ شعر اول کے ترک کردیے گئے اشعار میں شامل ہے -

اول : زنداں میں بھی کوچہ ترا اے یار آتا ہے نظر
بلبل قفس میں ہے ولے گلزار آتا ہے نظر

بنیادی مخطوطہ : بلبل قفس میں ہے مگر گلزار آتا ہے نظر

مطبوعہ : " " " "

اول : سہل ہے پہلو میں بہلانا حسینوں کا ولے
رنج کی فرقت کے اٹھانے کا نہیں یارا مجھے

یہ شعر اول کے ترک کردیے گئے اشعار میں شامل ہے -

اول : گر مرے نالۂ سوزاں کا اڑائیں انداز
مثل قفس ابھی ہر مرغ نواکر جل جائے

یہ شعر بھی اول کے ترک کردیے گئے اشعار میں شامل ہے -

اول : پھرتا ہے ڈھونڈتا تجھے دن رات کُو بہ کُو
ظالم مسافری مجھے اپنے وطن میں ہے

یہ شعر بھی اول کے ترک کردیے گئے اشعار میں شامل ہے -

اول : رخِ تاباں ہے زیرِ زلفِ شبگوں
ویا خورشید سائے میں نہاں ہے

یہ شعر بھی اول کے ترک کردیے گئے اشعار میں سے ہے -

اول : وجد و غنا و حسن پرستی و مے کشی
یہ عالم شباب ہے سب کچھ جواز ہے

یہ شعر اول کے ترک کردیے گئے اشعار میں شامل ہے -

مندرجہ بالا اصلاحات کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ ناسخ ان متروکات کے قائل تھے اور انھوں نے اسی لیے اپنے ابتدائی دور کے کلام پر نظرثانی کی تھی - مندرجہ بالا اشعار سے متقدمین کے برعکس فعل مستقبل اور فعل مضارع پر مقامی اثرات کا ناسخ کے ہاں نہ ہونا واضح ہوجاتا ہے -

ناسخ کی لسانی تحریک اور زبان کی اصلاحات کے بارے میں سب سے اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ ناسخ نے متقدمین کے وضع کردہ اصولوں کو رائج کرنے کی خدمت سرانجام دی ہے - زبان کی اصلاح کے بنیادی اصول وہی تھے جو شاہ حاتم اور دیگر متقدمین نے مقرر کردیے تھے - ان میں متروکات ، صرف و نحو کے مطابق صحت کے ساتھ الفاظ کا استعمال ، ہندی الفاظ کو ترک کرنا اور حروفِ رابطہ کا استعمال شامل ہیں - ناسخ نے ان تمام اصولوں کو سختی سے رائج کرنے کی کوشش کی اور اس قدر اصرار کیا کہ زبان کی اصلاح ایک تحریک کے طور پر انھی کی ذات سے منسوب ہو کر رہ گئی - ان مندرجہ بالا اصولوں کے ساتھ ساتھ ناسخ نے، جس اصول کو رائج کیا، اور شائد انھیں اس اصول کا واضع بھی کہا جاسکتا ہے، وہ افعال خصوصاً فعل مستقبل اور فعل مضارع سے مقامی اثرات ختم کرکے انھیں رائج کرنا ہے -

متقدمین کے مقابلے میں ناسخ کی زبان موجودہ زبان کے زیادہ قریب اس لیے محسوس ہوتی ہے کہ ناسخ کے ہاں افعال کی صورت وہی ہے جو آج ہے ، دوسرا ہندی الفاظ ناسخ کے ہاں نہ ہونے کے برابر ہیں تیسرا ناسخ کے ہاں حروف رابطہ مفقود نہیں ہیں - جہاں تک اصولوں کے وضع کرنے کا تعلق ہے - یہ فریضہ شاہ حاتم اور ناسخ کے دوسرے متقدمین سرانجام دے چکے تھے - مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ ناسخ کا اصل کام اُن اصولوں کو رائج کرنا ہے اور زبان کی اصلاح کے نقطہ نظر سے یہ ایسی وقیع خدمت ہے جو بہرحال ناسخ کا حصہ ہے -

تدوینِ کلیاتِ شعرِ ناسخ

ناسخ کی لسانی تحریک اور اصلاح زبان کے سلسلے میں ان کی خدمات کا اردو زبان و ادب کی تاریخ اور تذکروں میں تواتر سے ذکر کی بنا پر اس امر کی ضرورت ہے کہ معلوم کیا جائے کہ ان کی خدمات اس سلسلے میں واقعتاً کیا ہیں؟ دوسرے شعرا کے تحریر کردہ دواوین کے دیباچوں رسائل اور تذکروں کی طرح ناسخ کی اپنی کوئی تحریر اس ضمن میں دستیاب نہیں۔ بعض تذکرہ نگاروں نے بعض اصلاحات ناسخ سے منسوب کی ہیں اور بعض نے ناسخ کے شاگردوں سے۔ آزاد نے اصلاحات زبان کا سہرا ناسخ کے شاگرد رشید میرعلی اوسط رشک کے سر باندھا ہے اور "اصل واضع ان قوانین" کا رشک کو قرار دیا ہے۔ جب کہ صفیر بلگرامی نے اس کا سہرا ناسخ کے سر باندھا ہے۔

پچھلے صفحات میں یہ متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ قوانین کیا ہیں جو ناسخ سے منسوب ہیں اور کیا وہ قوانین ناسخ کے ہیں یا نہیں۔ وہ اصول جن کی بنا پر اردو زبان نکھر کر موجودہ صورت تک پہنچی ہے ان کی اہمیت اور اختیار کیے جانے کی ضرورت کی نشان دہی شاہ حاتم اور ناسخ کے دوسرے پیش رو، کر چکے تھے۔ ناسخ نے ان اصولوں کو رائج کرنے کی خدمت سرانجام دی ہے۔ اس بات کا تعین کرنے کے لئے کہ جن اصولوں اور متروکات کا گزشتہ صفحات میں ذکر ہوا ہے ان کی ناسخ نے کس حد تک پابندی کی ہے ناسخ کا شعری سرمایہ ہی وہ ماخذ ہے جس سے اس سلسلے میں شہادت دستیاب ہو سکتی ہے۔ اس مقصد کے لئے مستند متن پر مبنی کلیاتِ ناسخ ایک بنیادی ضرورت کا درجہ رکھتی ہے۔

ناسخ کی کلیات کے سلسلے میں یہ بات بہت اہم ہے کہ ناسخ کے دو دیوان ہیں یا تین اور کیا ناسخ نے خود یہ دیوان مرتب کیے تھے؟ اسپرنگر نے فہرستِ کتب خانہ شاہانِ اودھ میں ناسخ کے تین دیوانوں کا ذکر کیا تھا۔ ناسخ کی کلیات، طبع اول از مطبع محمدی کے ترقیمے میں تین دیوانوں کا ذکر موجود تھا مگر آبِ حیات میں آزاد کے ناسخ کے دواوین کے بارے میں بیان نے یہ غلط فہمی پیدا کر دی کہ شاید تیسرا دیوان ضائع ہو چکا ہے۔

آزاد نے لکھا ہے۔

"دیوان 3 ہیں مگر 2 دو مشہور ہیں۔"

ناسخ کے دواوین کے بارے میں اس غلط فہمی کی توثیق تذکروں میں تین دیوانوں کے تذکرے اور تیسرے دیوان کی عدم دستیابی سے ہوتی رہی - یہ امکان بھی تھا کہ تیسرا دیوان علیحدہ سے مرتب ہی نہ ہوا ہو اور تیسرا دیوان، دیوان اول اور دیوانِ دوم میں ضم کر دیا گیا ہو۔ ان متنازعہ امور کی وضاحت کلیاتِ ناسخ کے اُس مخطوطے سے ہو جاتی ہے جسے بنیاد بنا کر "کلیاتِ شعرِ ناسخ "کی تدوین کے زیر نظر کام کو سر انجام دیا گیا ہے۔ متن کی ہیّیت کے سلسلے میں مرتب کلام کے علاوہ دوسرا مسئلہ منتشر کلام کا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا منتشر صورت میں ملنے والا کلام مرتب کلام پر اضافہ ہے؟ چوں کہ ناسخ کا متفرق کلام بھی اہتمام سے مرتب کلام میں موجود ہے اس لئے یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ ناسخ کا بیشتر کلام مرتب صورت میں ملتا ہے اور شاید ہی کلام کا کوئی ایسا حصہ ہو جو مرتب صورت میں نہ ملتا ہو۔

جس طرح بعض اساتذۂ فن اور مشہور شعرا کا کلام وفات کے بہت بعد مرتب ہوا ویسی صورت ناسخ کے کلام کے سلسلے میں نہیں ہے۔ ناسخ کا کلام ان کی زندگی میں ہی بہت مقبول تھا یہ روایت بھی موجود ہے کہ ناسخ کے ہاں بعض کاتب ملازم تھے اور وہ دواوینِ ناسخ کی کتابت کیا کرتے تھے۔ شاید یہی سبب ہے کہ ناسخ کے دواوین مثنویں، قطعاتِ تاریخ، رباعیات، مخمسات اور فارسی کلام سب مرتب صورت میں ملتا ہے۔

زیرِنظر کلیاتِ ناسخ کی تدوین میں جن نسخوں سے استفادہ کیا گیا ہے، جو علائم استعمال کئے گئے ہیں اور جو اصول پیش نظر رکھے گئے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

علامات

بنیادی مخطوطہ - مخطوطۂ کلیاتِ ناسخ، مخزونہ، کتب خانہ قومی عجائب گھر، کراچی فہرست نمبر - 154 - 1966ء ذیل دیوان ناسخ -

دیوان ۔	مخطوطۂ دیوانِ دوم ،مخزونہ ، کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی ، مشرقی علوم سیکشن ، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔ فہرست نمبر۔ ایس یو آئی 6۔ 1635-4686 (شیرانی فہرست 1635۔ فہرست لائبریری 86 46) ۔
اول ۔	مخطوطۂ دیوانِ اول ناسخ ،مخزونہ جون ریلینڈ لائبریری ، مانچسٹر ،انگلینڈ لائیبریری نمبر۔ ہندوستانی 26 ۔
معراج نامہ ۔	مخطوطۂ معراج نامہ ،مملوکہ ،مشفق خواجہ ،کراچی ۔ فہرست نمبر ندارد ۔
نسخہ جموں۔	غیر معروف دیوانِ دوم ناسخ ،مخزونہ ، کتب خانہ شعبۂ اردو ، جموں یونیورسٹی ،مقبوضہ کشمیر ۔ فہرست نمبر ندارد ۔
مطبوعہ	کلیاتِ ناسخ ،طبعِ اول ،مطبع محمدی ،لکھنو ، مخزونہ کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی ، مشرقی علوم سیکشن ، پنجاب یونیورسٹی ، لاہور
الف ۔	شعر کا مصرع اول
ب ۔	شعر کا مصرع ثانی
تصحیح قیاسی۔	۔

مآخذ

کلیاتِ ناسخ کی تدوین کا زیرِ نظر کام بنیادی طور پر تین مخطوطات، مخطوطۂ کلیاتِ ناسخ ناسخ مخزونہ، قومی عجائب گھر، کراچی، مخطوطۂ دیوانِ دوم ناسخ، مخزونہ کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی لاہور اور مخطوطۂ دیوانِ اول مخزونہ جون ریلینڈ لائبریری مانچسٹر کی مدد سے سرانجام دیا گیا ہے۔ ان مخطوطات کے متنی خواص ایسے ہیں کہ ان کے متون کا کلیاتِ ناسخ طبع اول سے موازنہ کلام ناسخ کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ اور وضاحت کر دیتا ہے۔ ان نسخوں کی تفصیل اور اہم خصوصیات درج ذیل ہیں۔

مخطوطۂ کلیاتِ ناسخ (بنیادی مخطوطہ)

کلیاتِ ناسخ کا یہ مخطوطہ جسے ناسخ کے کلام کی تدوین کے زیرِ نظر کام میں بنیاد بنایا گیا ہے اپنے مشمولات، ترتیب و تقسیمِ متن اور دیگر خواصِ متن کی بنا پر نہایت اہم ہے۔ یہ مخطوطہ کتب خانہ، قومی عجائب گھر، کراچی میں محفوظ ہے۔ فہرست کے مطابق مخطوطے کا نمبر 154-1966ء ہے۔ مخطوطے کا سائز $29\frac{1}{2} \times 17\frac{1}{2}$ سینٹی میٹر ہے۔ مخطوطہ کل 428 اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کا مسطر 16 سطری ہے۔ امکانی طور پر زمانۂ کتابت 1254ھ یا اس کے بعد کا ہے۔ (ناسخ نے وفات پنج شنبہ 24 جمادی الاول 1254ھ سے چند ماہ قبل اپنی کلیات مرتب کی تھی اور تینوں دیوان علیحدہ علیحدہ ترتیب دیے تھے۔)

جس قدر اہتمام توجہ اور نفاست سے یہ نسخہ تیار کیا گیا ہے اس سے خیال آتا ہے کہ ممکن ہے یہ نسخہ ناسخ کا اپنا ہو اور انہوں نے دواوین کے مرتب کرنے کے وقت اسے تیار کروایا ہو۔ مشفق خواجہ نے جائزہ مخطوطات میں

"زمانۂ کتابت، تیرھویں صدی کا ربع ثالث۔(قیاساً۔)۔" 1

متعین کیا ہے۔مخطوطہ کسی کا ملِ فن کے خط نستعلیق کا شاہکار ہے۔مخطوطے پر کسی قسم کی کوئی تحریر نشانی یا مہر نہیں الاّ مہر "کتاب خانہ ملی دکتر محمد باقر" و دستخط محمد باقر، تہران 3۔اپریل 1951ء۔

یہ مخطوطہ انتہائی اہتمام سے خاص طور پر تیار کیا گیا ہے۔ اس مخطوطے میں ناسخ کا دیوانِ اول، دیوانِ دوم، دیوانِ سوم اور فارسی کا دیوان علیحدہ علیحدہ موجود ہیں۔ دیوانِ اول، دیوانِ دوم اور دیوانِ چہارم (فارسی) جن صفحات سے شروع ہوتے ہیں ان پر نہایت نفیس اور خوب صورت مطلاّ لوحیں بنائی گئی ہیں۔ ان دیوانوں کے پہلے دو دو صفحات بھی مطلاّ ہیں صرف دیوانِ سوم کی لوح پر نقش و نگار کی جگہ خالی رہ گئی ہے۔روشنائی نہایت سیاہ، چمک دار اور روشن ہے۔کاغذ سفید چمک دار، مضبوط اور چکنا ہے۔ سفیدی کسی حد تک مائل بہ زردی ہے۔عنوانات یا سرخیاں جلی قلم سے قائم نہیں کی گئیں۔ باریک اور عنوانات ایک ہی قلم سے تحریر کیے گئے ہیں۔ ہر صفحے پر چوکھٹے کے درمیان دو جدولوں میں اشعار کے مصرے

1۔جائزہ مخطوطات، مشفق خواجہ، مرکزی اردو بورڈ، لاہور فروری 1979ء صفحہ 659

آمنے سامنے لکھے گیے ہیں۔ ہر غزل سے پہلے اور قطعات وغیرہ سے پہلے جہاں کوئی عنوان
قائم نہیں کیا گیا وہاں " وله منه "کے الفاظ لکھے گیے ہیں۔ ہر نئی ردیف کے
آغاز میں ردیف درج کی گئی ہے۔ دیوان دوم اور دیوان سوم کے ترقیمے لکھے گیے
ہیں۔ دیوان دوم کے اختتام پر ترقیمه " باتمام رسید " لکھا گیا ہے۔ دیوان سوم کے
اختتام پر " تمام شد " لکھا گیا ہے۔ ترقیمے کاتبِ متن کے قلم سے ہیں جب کہ
دیوانِ اول اور دیوانِ چہارم (فارسی) کے ترقیمے موجود نہیں جس سے شک ہوتا
ہے کہ شاید مزید کلام شامل کیا جانا تھا۔ چوں کہ دیوانِ دوم اور دیوانِ سوم کے
ترقیمے موجود ہیں اور دیوانِ اول اور دیوانِ چہارم کی لوحیں مکمل ہیں اس لئے
اغلباً مخطوطہ مکمل ہو چکا تھا اور صرف صوری تکمیلات نہیں ہوسکیں اور آخری نوک
پلک نہیں سنواری جاسکی۔ اس نقطۂ نظر کے حق میں یہ بات بھی جاتی ہے کہ ان
دونوں دواوین اول و چہارم کے آخری صفحات پر نہایت مختصر متن یعنی دو دو
اشعار کے قطعاتِ تاریخ درج ہیں۔ اگر مخطوطہ نا مکمل رہ گیا ہے تو شائد کچھ قطعات
تاریخ شامل ہونے سے رہ گئے ہیں یا پھر ترقیمہ لکھے جانے سے رہ گیا ہے ۔

مشفق خواجہ نے مخطوطے کی تکمیل کے بارے میں لکھا ہے

" ترقیمے نہ ہونے اور جدولوں کی موجودگی سے شبہ ہوتا ہے کہ جیسے کاتب کو
ابھی کچھ لکھنا تھا۔ ان امور سے اور تیسرے حصے کے صفحۂ اول پر لوح کی جگہ سادہ
رہ جانے سے اس خیال کو تقویت پہنچی ہے کہ کسی وجہ سے کاتب مخطوطے کو مکمل
نہیں کر سکا۔ " 1

چوں کہ کلیات کا ہر حصہ نئے ورق کے جفت رخ سے شروع ہوتا ہے۔ اس لئے اوراق
194 ب ،اور 195 الف ، 374 ب اور 375 الف اور 408 ب ، 409 الف سادہ
ہیں۔ تاہم ان خالی صفحات پر جدولیں موجود ہیں۔

1۔ جائزہ مخطوطات اردو ، مشفق خواجہ ، مرکزی اردو بورڈ ، لاہور فروری 1979ء جلد
اول صفحہ 660 ۔

مخطوطے کا آغاز دیوانِ اول کے مندرجہ ذیل شعر سے ہوتا ہے۔

بلبل ہوں بوستانِ جنابِ امیـــر کا　　　روح القدس ہے نام مرے ہم صفیر کا

اور اختتام فارسی کلام پر مبنی دیوانِ چہارم کے آخری شعر (قطعۂ تاریخ کے دوسرے شعر)

بہـــرِ سنینِ فوتِ آں بادشاہِ عــادل　　　ناسخ رقم نمودم صد حیف ظل سبحاں

پر ہــوتا ہے۔

کلیاتِ ناسخ کے اس مخطوطے میں چاروں دواوین کے مشمولات کی نوعیت اور تفصیل حسب ذیل ہے ۔

دیـــوان اول ۔　ورق الف ب ، تا 194 الف

(ا　) غزلیات ۔۔ ورق ا ب، تا 144 ب (کل تعداد غزلیات 302)

(ب) رباعیات ۔۔ورق 144ب، تا 145ب، (کل تعداد رباعیات 10)

(ج) مخمس ۔۔ ورق 145ب، تا 146ب، (کل تعداد مخمسات 14)

(د) مثنوی ۔ ۔ورق 146ب، تا 170 الف، (تعداد اشعار 712)

(ہ) قطعات تاریخ ۔۔ ورق 170الف، تا 194الف (کل تعداد 194)

دیوانِ دوم ۔　ورق 195 ب ، تا 374 الف

(ا　) غزلیات ۔۔ورق 195ب، تا 374 الف (کل تعداد غزلیات 404)

(ب) رباعیات ۔۔ورق 360ب، تا 365ب (کل تعداد رباعیات 57)

(ج) قطعات تاریخ ۔۔ورق 365ب، تا 374 الف (کل تعداد 50)

دیوانِ سوم - ورق 375 ب ، تا 408 الف [1]

(ا) غزلیات - . ، تا - (کل تعداد غزلیات 84)

(ب) رباعیات - . (کل تعداد ۲)

(ج) قطعات - . (۲)

دیوانِ فارسی - ورق 409 ب ، تا 426 الف

(ا) قصائد - . 5

(ب) تواریخ -. 59

(ج) تہنیت - -. 13

خصوصیات -

1- بنیادی مخطوطے کے دیوان اول میں ردیف پ، ٹ، ہم، ڈ، ذ، ڑ، س، ش، ض، ط، ظ، ف، گ، ل، کم ہیں- یہ ردیفیں جو دیوان اول میں نہیں ہیں ان کی تعداد میں 14 ہیں-

2- بنیادی مخطوطے کے دیوان اول میں ردیف "الف" میں فہرست نمبر 14 ردیف "و" میں نمبر 198، اضافی غزلیں ہیں جو غیر مطبوعہ ہیں-

3- بنیادی مخطوطے کے دیوان اول میں مطبوعہ کے مقابلے میں 14 غزلیں مختلف ردیفوں میں کم ہیں- ردیف "الف" میں 1 غزل تعداد اشعار 2، ردیف "ق" میں 1 غزل تعداد اشعار 2، ردیف "ک" میں 1 غزل تعداد اشعار 9، ردیف "و" 1 غزل تعداد اشعار 15، اور ردیف "ے" میں 10 غزلیں 8 سے 15 اشعار کی کم

---

1 جائزہ مخطوطات میں کل تعداد 82 بیان کی گئی ہے- مشفق خواجہ سے شمار میں غلطی ہوئی ہے- صحیح تعداد 83 ہے- 15، اشعار کی ایک غزل نمبر شمار 61 "تونے مہجور کر دیا ہم کو" شمار کئے جانے سے رہ گئی ہے - نمبر شمار 54 کے مطلع کا مصرع اولی غلط لکھا گیا ہے- لفظ کینہ کی خواندگی میں مغالطہ ہوا ہے- صحیح مصرع اس طرح ہے "ہو کسی کو مجھ سے کینہ، پر مجھے کینہ نہیں" -

ہیں۔ ان غزلوں کے مطلعے اور اشعار کی تعداد حسب ذیل ہے۔

نمبرشمار	مطلع	تعداد اشعار
1	لوحِ محفوظ اک نگینہ ہے علی کے نام کا	2
2	سنبلِ شب گوں کی جا دیکھی شبِ تارِ فراق	2
3	برنگِ گل مجھے کیا چاہیے گریباں چاک	9
4	غضب ہے سرو باندھا اُس پری کے قدِ گلگوں کو	15
5	کوئی پروانہ ہے یا میرا دلِ مشتاق ہے	11
6	زار انتظارِ خط نے کیا اس قدر مجھے	13
7	چہرہ ہوا ہے غیرتِ گل آفتاب سے	11
8	شق کروں سینے کو تا داغ نمایاں ہووے	8
9	جو تری سامنے آجائے وہ شیدا ہووے	13
10	چشمِ جاناں اور ہے چشمِ غزالاں اور ہے	15
11	غیر نے آکے چھڑایا درِ جاناں مجھ سے	8
12	ہے بجا گر خط غبارِ روئے آتش ناک ہے	14
13	جو غزل ہے اس میں مضمونِ دلِ مایوس ہے	18
14	پاس یار جانی ہے بادہ ارغوانی ہے	14

4 دیوانِ اول کی غزلیات کی ترتیب مطبوعہ اور بنیادی مخطوطے میں یکساں ہے۔ جہاں مطبوعہ میں اضافی غزلیں ہیں ان اضافی غزلوں کے بعد ترتیب کے تسلسل میں فرق نہیں ہے۔

5۔ بنیادی مخطوطے اور مطبوعہ میں مشترک قطعاتِ تاریخ کی تعداد 50 ہے۔ مطبوعہ میں اضافی قطعات تاریخ (جو مخطوطے کے تینوں دواوین میں نہیں) کی تعداد 33 ہے۔ دیوانِ اول ان میں سے 3 قطعات بنیادی مخطوطے کے دیوانِ فارسی میں شامل ہیں یہ قطعات درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	مطلع	تعداد اشعار
1	الٰہی مولد بود مولد پور مسعود	2
2	نشاط ختنہ سید علی خان	6
3	للہ الحمد کہ خدا گرد ید	2

اضافی قطعات تاریخ کی تفصیل حسب ذیل ہے -

نمبرشمار	مصرع اولی قطعۂ تاریخ	تعداد اشعار
1-	نہرِ عسل جناں و انہار لبن (تاریخ نہر)	5
2-	خسروِ ہند ابو الفتح معین الدین است (تاریخ سڑک)	5
3-	جناب محمد علی بادشاہ	5
4-	حضرت بادشاہ شاہنشاہ (تاریخ جشن بادشاہ محمدعلی شاہ	5
5-	حکومت نو شیروان زماں (تاریخ تولد نبیرہ)	5
6-	چوں عظیم الشاں جلیل الشاں پمبیر (تاریخ تولد)	7
7-	جناب الفتح نوشیرواں (تاریخ عطائے خلعت)	11
8-	ظل سبحاں غیرت نوشیرواں (قطعۂ دعائیہ)	19
9-	صد و سی سال جشن گرہ سال مبارک باشد (تاریخ سالگرہ	6
10-	عیدالضحی به شہنشاہ مبارک باشد (تہنیت عید)	6
11-	به شہنشاہ زماں تاج در کشور ہند (تہنیت)	6
12-	جشن شاہی صدوسی سال مبارک باشد (تہنیت)	7
13-	یہ بادشاہ نو شیرواں عادل ہے (دعائیہ)	9
14-	عرش بریں سے بھی کہیں اعلی مقام ہے (تاریخ ضریح	10
15-	ورائے ابو الفتح سلطان غازی (مدح)	24
16-	چو گردید مرزائی کد خدا (تاریخ کدخدائی مرزائی بیگ)	2
17-	چوں جناب امیر ابن امیر (تاریخ مخلع شد حسین علی خاں	2
18-	به مرزا محمد تقی خاں الہی (تارخ کدخوائی حسین علی خاں	7
19-	سرد ست خان ذی شان چو رسید زخمی از تیغ (تاریخ مجروح شدن فقیر محمد خاں)	5
20	معاذالله ردا نزلۂ حار (تاریخ صحت مصنف)	2
21-	الله الحمد که ماندم محفوظ (تاریخ ردِ بلا بر مصنف)	2
22-	مژدا اے ناسخ که اقبال و جاہ (تاریخ یا فتن نواب آصف الدوله)	2
23-	یافت چوں مخدو منا وارث علی (تاریخ تولد فرزند وارث علی)	2

24- بہر سال بنائے مسجد (تاریخ بنائے مسجد) 2

25- ہمایوں خلعت از شاہ زمن یافت - 2

26- ختم شد سلطنت حضرت تیمور امروز- (تاریخ وفات) 2

27- والد من زیں جہاں رحلت نمود (تاریخ وفات والد مصنف) 2

28- جب میاں جرأت کا باغ دہر سے (تاریخ وفات جرأت) 2

29- ماہ چہارم یاز دہم (تاریخِ شہر بدریِ قمر) 2

30- چوں ز جہاں حضرت سید علی (تاریخ وفات مجتہد سیدعلی) 2

31- رفت از دنیا سوئے فردوس آں عفت مآب (تاریخ وفات والدہ مقیم بیگ) 2

32- ماہ ذی قعدہ بست و چارم (تاریخ وفات شیخ احمد بخش سوداگر) 2

33- رفت چوں میر زائے گدائے علی (تاریخ وفات میرزا گدا علی مرثیہ گو) 2

6- بنیادی مخطوطہ کے دیوان اول میں شامل رباعیات کی تعداد 10 ہے-

ان رباعیات کے مصرع ہائے اولی درج ذیل ہیں !-

1- ہے یار دل منحرفِ دیرو حرم

2- تھی حد سے فزوں شجاعتِ پیغمبر

3- شبیر کی دوپہر میں اصحابِ قلیل

4- کرتی ہے فزوں قدرِ بشر خاموشی

5- رخسار کی چاند سے زیادہ ہے چمک

6- ہے اب کے مخلِ صوم ، ہجرِ جاناں

7- جب سے رمضاں کا نظر آیا ہلال

8- اب کے رمضاں میں جو بے ہوش آتا ہوں

9- اس قصر کے اوصاف بیاں میں کیا آئیں ؟

10- ہے سخت حرام زادہ ، گھڑیالی شاہ

بنیادی مخطوطے میں شامل مخمس غیر مطبوعہ ہیں یہ تعداد میں 14 ہیں-

بنیادی مخطوطے کے ان غیر مطبوعہ مخمسات کے مصرع ہائے اولی حسب ذیل ہیں-

1- آیا نظارہ گرداب سے رونا مجھ کو

2- صبح سے پہلے مری چاک گریبانی ہے

3- قاصدا ! اس کو نہیں مجھ سے محبت اصلاً

4- دیکھی سرخی جو شفق کی تو ہوئی ناامیدی

5- کیا دکھایا ہے ہنر عشق نے رفتہ رفتہ

6- ہے محبت کا جو حق تجھ سے محبت ہے مجھے

7- گلشنِ حسن سے جب بوئے وفا آتی ہے

8- گرم ہو کر وہ بہم سونا ، ہوا افسانہ

9- میں نے گھر اس پہ لٹایا ، وہ ہوا غیر پہ غش

10- میں ہوں بد ، اور ترے نزدیک ہے بہتر ہر شے

11- زندہ جب تک میں رہا ، جان رہی تجھ پہ فدا

12- لالہ ساں کام نہ تھا داغِ جگر سے اصلاً

13- عشق میرا اسے باور نہیں آتا کیا خوب!

14- کرتے ہیں روز فزوں حرمتِ ناسخ اعجاز

7 بنیادی مخطوطے کے دیوانِ دوم میں مطبوعہ کے مقابلے میں حسب ذیل غزلیں اضافی ہیں - یہ غزلیں غیر مطبوعہ ہیں-

نمبرشمار	مطلع	تعداد اشعار
1-	گل کو جب دیکھا وہ گل گوں پیرہن یاد آگیا	15
2-	گھر میں جا سکتے نہیں سوئے کہاں یار کے ساتھ	17
3-	بحر اخضر میں جو تجھ پر ماہِ تاباں ڈوب جائے	2

8 بنیادی مخطوطے کے دیوان دوم کے مقابلے میں مطبوعہ ہیں مختلف ردیفوں میں زائد غزلیں ہیں-جن کی تفصیل حسب ذیل ہے (یہ غزلیں بنیادی مخطوطے میں نہیں ہیں) -

ردیـــف ا

نمبرشمار	مطلع	تعداد اشعار
1-	قمریو باغ میں وہ غیرتِ شمشاد آیا	16
2-	قاصدی کا کام تجھ سے اے صبا ہو جائے گا	18
3-	تیری زلفوں کا زمانہ مبتلا ہو جائے گا	6
4-	زبس خیال ہے فرقت میں دم نکلنے کا	2
5-	گھر اپنا حادثوں سے جو برباد ہوگیا	12
6-	دیکھا جو چشمِ مست کو مستانہ ہوگیا	13
7-	ناخنِ فکر سے ناداں تو دل ریش ہے کیا	9
8-	مولد ہے آج اس شہ عالی جناب کا	24
9-	مژدا باد اے دل امیرالمومنیں پیدا ہوا	12
10-	جو قصابا تھا تمامی کا قصابا ہوگیا	1

ردیف ب

11-	بتادے خلد میں ہے یا سفر میں جوئے شراب	16

ردیف ج

12-	جز قتل کیا ہے عشق کے بیمار کا علاج	11

ردیف د

13-	مجھ سے ہو ہم کنار قاصد	7
14-	لے کے خط جا شتاب اے قاصد	20

ردیف ر

ردیف ط

ردیف ل

ردیف ن

ردیف ہ

ردیف ے

9- بنیادی مخطوطے کے دیوان دوم اور مطبوعہ کے دیوان دوم کے باہمی موازنہ سے علم ہوتا ہے کہ دیوان سوم کی غزلیں مطبوعہ میں ہر ردیف کے آخر میں ترتیب سے ضمیمے کے طور پر شامل کی گئی ہیں۔

10 بنیادی مخطوطے کے دیوان دوم اور مطبوعہ کے دیوان دوم میں رباعیات کی تعداد برابر ہے۔

11 بنیادی مخطوطے کے دیوان دوم کے مقابلے میں مطبوعہ میں 21 قطعات تاریخ اضافی ہیں۔(یہ قطعات بنیادی مخطوطے میں کم ہیں۔)ان قطعات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نمبرشمار	مصرع اولیٰ	تعداد اشعار
1-	شدم محبوس جوں در خانۂ خویش	2
2-	زیں جہاں رفت با ایامِ رضاعت افسوس	2
3-	بہ روئے بامِ بابِ دائرہ افسوس	2
4-	مژدہ بادا دلا کہ باد بہار	12
5-	بہ فردوسِ اعلی ز رنج و بالے	2
6-	بود سعد عقد نکاح سعید	5
7-	شد اے سید علی ضامن مبارک	2
8-	بہ سید علی ضامن از لطف معبود	7
9-	نورِ چشم شفا چیچک یافت	7
10-	مژدہ بادا رسید فصلِ بہار	7
11-	شاہنشۂ زمانہ نو شیروانِ عصر	5
12-	جناب محمد علی پادشاہ	7
13-	خدیوِ عصر محمد علی شہ والا	7

14-	حضرت ظل الٰہی دین پناہ	7
15-	ساخت سلطان جہاں خانۂ تسبیح حلیل	5
16-	زہے عالی بنائے خسروانہ	5
17-	نوشیروان عصر ابو الفتح شاہ ہند	2
18-	ایں سبیل شاہاں است آب آب حیات	5
19-	آب ایں چاہ زشیرینی خود	2
20-	سلطان جہاں خدیو باذل	6
21-	محمد علی بادشاہ زمانہ	7

مطبوعہ کے مندرجہ بالا 21 اضافی قطعات نمبر شمار 3 تا 9 چھ قطعات دیوان میں بھی موجود ہیں-

12 بنیادی مخطوطے اور مطبوعہ کے متن میں جا بہ جا اختلاف ہے-یہ اختلاف دیوان کے اختلاف نسخ کی روشنی میں بعض بہت اہم نتائج پر پہنچنے میں مدد دیتا ہے- اس اختلافِ نسخ کی چھان پھٹک سے ثابت ہوتا ہے کہ طبعِ اول کے اغلاط نامے کی آڑ میں رشک نے ناسخ کے کلام کی اصلاح نہیں کی بلکہ یہ اختلافِ نسخ ناسخ کی اپنی اصلاحوں کی بنا پر ہے- طبعِ اول میں ردیف " ہوے "کی دو غزلوں کے اس مخطوطے میں نہ ہونے سے اور اول کے متروک کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ناسخ نے کچھ کلام ترک کر دیا تھا-اس سے ناسخ کی اصلاحِ زبان اور متروکات کے سلسلے میں نیا پہلو سامنے آتا ہے-

مخطوطۂ دیوانِ دوم ناسخ (دیـــــوان)

تدوینِ کلیاتِ شعرِ ناسخ کے زیر نظر کام میں بنیادی مخطوطے سے موازنے اور اختلافِ نسخ کے اہم مسائل کے حل کے لئے دیوانِ دوم کا جو نسخہ استعمال

کیا گیا ہے وہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری ، لاہور ، میں محفوظ ہے-

مخطوطے کا فہرست نمبر ایس یو آئی 6 - 4686-1635 (شیرانی فہرست 1635-فہرست لائبریری 4686) ہے-مخطوطے کا سائز 9. 25×16 سینٹی میٹر ہے -مخطوطے کے کل اوراق 16 2 ہیں-مخطوطے کا مسطر 13 سطری ہے-مخطوطے کا زمانۂ کتابت قیا ساً 1254تا 1275 ہے- متن بعض مقامات پر مطبوعہ کے اصل متن کے مطابق ہے اور کہیں اصلاح شدہ متن کے مطابق مخطوطہ نہایت عمدہ نستعلیق کا نمونہ ہے- یہ مخطوطہ اسی کاتب کا کتابت کردہ ہے جس نے مخطوطۂ کلیاتِ ناسخ ،مخزونہ قومی عجائب گھر کراچی کتابت کیا ہے- مخطوطے کے آخری صفحے پر مستطیل شکل کی چھوٹی سی مہر قلب احمدعلی / علی احمد 9 129ھ (1881/82ء) ثبت ہے- مخطوطے پر کہیں کوئی ایسی عبارت درج نہیں جس سے یہ متعین کیا جاسکے کہ یہ احمد علی کو جن کی مہر نسخے پر ثبت ہے کون ہیں ؟ لکھنو کی تاریخ میں جو دو شخصیات احمد علی نام کی ملتی ہیں ان میں سے ایک نواب سعادت علی خان کے بیٹے احمدعلی شمس الدولہ تھے-دوسری شخصیت بینی رام کا بیٹا احمد علی تھا جو عاشوری طوائف سے تھا-کسی قسم کے سراغ کی عدم موجودگی میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ احمد علی کون ہیں جن کی مہر اس مخطوطے پر ثبت ہے- مخطوطے کے آخری صفحے پر ترقیمہ " لله الحمد با تمام رسید " تحریر ہے - مخطوطے کا آغاز درج ذیل شعر سے ہوتا ہے-

اقرارِ نبوت میں ہے اقرار خدا کا ۔۔۔ انکارِ امامت میں ہے انکار خدا کا

مخطوطے کا اختتام تاریخِ صحتِ حسام الدولہ فقیر محمد خان بہادر پر ہوتا ہے اس قطعے کا آخری شعر یہ ہے-

سالِ ایں تہنیتِ فرخ فال ۔۔۔ صحت و عافیت و ہم اقبــــال

یہ مخطوطہ نہایت اہتمام سے خاص طور پر تیار کیا گیا ہے۔ صفحۂ اول پر خوب صورت اور نفیس طلائی لوح بنائی گئی ہے - پہلے دو صفحات پر نیلے سرخ اور سنہرے رنگوں سے جدولیں بنائی گئی ہیں- پہلے دو صفحات کے حاشیے پر بھی زرفشانی کی گئی ہے اور نقش و نگار بنائے گئے ہیں- در فشانی اور نقش و نگار کا انداز وہی ہے جو نسخۂ کلیات (کراچی) میں ملتا ہے۔اس لیے یہ قیاس کرنا بے جا نہ ہوگا کہ دونوں نسخوں کا زمانۂ کتابت تقریباً ایک ہی ہے- سیاہی چمک دار اور روشن ہے-کاغذ سفید مضبوط اور چکنا ہے- سرخیاں یا عنوانات جلی قلم سے قائم نہیں کیے گئے- سرخیاں صرف قطعاتِ تاریخ پر کہیں کہیں قائم کی گئی ہیں- ہر نئی غزل کے شروع میں " وله " کے الفاظ لکھے گئے ہیں- قطعات کے عنوان قائم کرنے کے بعد اگر کسی شخصیت کے بارے میں ایک سے زائد قطعات تحریر کئے گئے ہیں تو ایسے قطعات پر " وله ایضاً " کے الفاظ لکھے گئے ہیں- دیوان کے مشمولات کی تفصیل حسب ذیل ہے-

دیوانِ دوم صفحہ 1 تا 433

ا -غزلیات-صفحہ 1 تا 8 40 ، کل تعداد غزلیات 393)

ب -رباعیات -صفحہ 408 تا 421 (کل تعداد رباعیات 56)

ج -قطعات تاریخ -صفحہ 421 تا 433(کل تعداد قطعات 34)

یہ مخطوطہ متنی خصوصیات کی بنا پر خصوصی اہمیت کا حامل ہے-اس میں جو کلام شامل ہے اس میں مذکور بالا مطبوعہ و قلمی دواوین کے مقابلے پر خاصے اختلافات پائے جاتے ہیں جو درج ذیل ہیں -

1- اس مخطوطے میں جو اختلافات متن ملتے ہیں ان سے بعض مقامات پر مطبوعہ کے متن کی تائید ہوتی ہے اور بعض جگہ پر بنیادی مخطوطے کے متن کی تائید ہوتی ہے مجموعی طور پر یہ مخطوطہ مطبوعہ اور بنیادی مخطوطے کے متون کی ایسی تائید و تردید کرتا ہے جس سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ مطبوعہ کے اصل متن اور اغلاط نامے میں جو اختلاف ہے وہ رشک کی اصلاحات کی بنا پر نہیں بلکہ خود ناسخ کی اصلاحات کی بنا پر ہے- اس سلسلے میں مثالیں درج ذیل ہیں-

شعر (مطلع) مرتبہ کم حوصِ رفعت سے ہمارا ہوگیا آفتاب ایسا ہوا اونچا کہ تارا ہوگیا

اختلافِ نسخ =

مطبوعہ = ॥ ॥ ॥ ॥ آفتاب اونچا ہوا ایسا کہ تارا ہوگیا

دیوان = " " " آفتاب ایسا ہوا کہ تارا ہوگیا۔ (اُونچا)

یہاں دیوان بنیادی مخطوطے کے متن کو تائید کر رہا ہے۔

شعر (مطلع) خیال میں بھی اگر خواب سے دو چار ہوا تو بن کے چشمِ تر آئینہ اشک بار ہوا

اختلاف نسخ =

مطبوعہ = " " " شبِ فراق سے میں کیا ہی شرمسار ہوا

دیوان = " " " شبِ فراق سے میں کیا ہی شرمسار ہوا

دیوان مطبوعہ کے متن کی تائید کر رہا ہے۔

شعر = ہم گو کہ ہیں دیوانے مگر غرقِ یمِ اشک یونان کی مانند ہوا بام ہمارا

اختلاف نسخ =

مصرع اولیٰ

مطبوعہ کا ابتدائی متن = ہم گو کہ ہیں دیوانہ مگر غرقِ یمِ عشق

مطبوعہ کے ابتدائی متن کی تصحیح کرکے متن کو بنیادی مخطوطے کے مطابق کر دیا گیا ہے۔ یہی متن دیوان کا ہے۔

مصرع ثانی

مطبوعہ کا ابتدائی متن .... یونان کی مانند ہوا نام ہمارا

مطبوعہ کے ابتدائی متن کی تصیح کرکے بنیادی مخطوطے کے مطابق کر دیا گیا ہے۔

یہی متن دیوان کا ہے۔

شعر = یوں مجھے آپ سے اب کرتی ہے تقدیر جدا جس طرح جنگ میں ہو قبضے سے شمشیر جدا
مطبوعہ میں اصل قبضہ تھا۔ اغلاط نامے میں اصلاح کرکے متن بنیادی اور دیوان کے مطابق کر دیا گیا ہے۔

شعر = رسائی غیر نے پائی کوئی قصہ نہ برپا ہو مری نیند اڑ گئی شوق ان کو ہے جبسے کہانی کا
مطبوعہ کا اصل متن "قضیہ" تھا۔ اغلاط نامے میں اصلاح کرکے متن بنیادی اور دیوان کے مطابق کر دیا گیا ہے۔

2۔ دیوان کا مطبوعہ سے موازنہ اس امر کی تصدیق کر دیتا ہے کہ بنیادی مخطوطے میں جو غزلیں تیسرے دیوان میں شامل ہیں۔ وہ مطبوعہ میں دیوان دوم میں ہر ردیف کے آخر میں ایک ضمیمے یا اضافے کے طور پر ترتیب سے تسلسل سے شامل کی گئی ہیں۔ (جس ترتیب سے وہ بنیادی مخطوطے میں تیسرے دیوان میں درج کی گئی ہیں) اگر دیوان کی غزلوں کو مطبوعہ کے دیوانِ دوم کی غزلوں سے منہا کر دیا جائے تو تیسرے دیوان کی غزلوں کا ہر ردیف میں ترتیب وار تعین ہو جاتا ہے۔ یہ ترتیب اور تعین بنیادی مخطوطے میں تیسرے دیوان میں شامل غزلوں اور ان کی ردیف وار ترتیب کی توثیق کرتا ہے

مخطوطۂ دیوانِ اول ناسخ (اول)

ناسخ کے دیوانِ اول کا یہ مخطوطہ اپنے متنی خواص اور مشمولات کی بنا پر ایک اہم نسخہ ہے۔ نسخے میں ناسخ کا کلام اپنی ابتدائی شکل میں موجود ہے۔

دیوانِ اول کا یہ مخطوطہ جان ریلینڈ یونیورسٹی لائبریری مانچسٹر میں محفوظ ہے۔ لائبریری کی فہرست میں اس نسخے کا نمبر "ہندوستانی مخطوطہ (ایم۔ ایس) 26 ہے۔ مخطوطے پر عنوان دیوانِ ناسخ محررہ 1844ء درج ہے۔ 1
مخطوطے پر صفحات نمبر درج نہیں۔ مخطوطے کے کل صفحات 109 ہیں۔ مخطوطے کا مسطر 17 سطری ہے۔ صفحہ اول پر پہلی غزل کے پانچ اشعار افقی سطروں میں کتابت کیے گئے ہیں۔ مخطوطے کے بعض اور صفحات پر بھی سطریں افقی لکھی گئی ہیں۔ باقی متن 45 درجے کی ترچھی سطروں میں نیچے سے اوپر کی طرف کتابت کیا گیا ہے۔ بعض صفحات پر اوپر سے نیچے کی طرف ترچھی سطروں میں کتابت کی گئی ہے۔ صفحات کے باہر کے تین اطراف میں حاشیے پر ایک سطر میں عموماً 16 اشعار لکھے گئے ہیں۔ اکثر صفحات پر "ترک" لکھا گیا ہے۔ روشنائی سیاہ اور روشن ہے۔ کاتب کا خط پختہ اور صاف ہے۔ مخطوطہ کسی پیشہ ور کاتب کا نقل کردہ ہے۔

اشعار ہر صفحے پر حوض میں چار کالموں میں لکھے گیے ہیں۔ جدولوں اور حاشیوں کے خط احتیاط اور صفائی سے نہیں کھینچے گیے۔ بعض مقامات پر حروف

1۔ ترقیمے میں یہ سنہ ۱۸۲۲ء ہے۔

خط کھینچنے سے مسخ ہوگئے ہیں- بعض مقامات پر روشنائی پھیل گئی ہے جس سے الفاظ کی اشکال بگڑ کر قابلِ خواندہ نہیں رہیں- صفحہ 89 سے آخر تک جدولیں نہیں بنائی گئیں- یہ نسخہ مردف ہے- تاہم نئی ردیف کے آغاز پر ردیف کے تحریر کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا اور نہ ہی کوئی خطِ فاصل کھینچا گیا ہے-

مخطوطے کے صفحہ اول سے صفحہ 108 تک غزلیات درج ہیں- صفحہ 108 سے آگے مخمسات درج کیے گئے ہیں- 109 پر مخمسات کے علاوہ غزلیات کے چند متفرق اشعار درج ہیں- اول میں بنیادی کے مقابلے میں ایک مخمس زاید ہے اور ایک کم ہے- دونوں میں مخمسات کی کل تعداد برابر ہے- مخطوطے کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - رب یسر و وتمم بالخیر " کی دعا سے ہوتا ہے- مخطوطے کا پہلا شعر درج ذیل ہے-

مرا سینہ ہے مشرق آفتابِ داغِ ہجراں کا طلوعِ صبحِ محشر چاک ہے میرے گریباں کا

مخطوطے کا اختتام مخمس کے درج ذیل اشعار پر ہوتا ہے-

سب میں کہتے ہیں پئے عزتِ ناسخ اعجاز میرا استاد جو ہے حضرتِ ناسخ اعجاز

کیوں نہ رتبہ ملے تکمیل سخن کا مجھ کو

مندرجہ بالا اشعار کے بعد "تم تم تم تمام شد" لکھا گیا ہے- مخطوطے کے آخر میں درج ذیل ترقیمہ درج ہے -

کتابِ دیوانِ ناسخ بتاریخ دوازدہم شہرِ جولائی 1842ء روز دہ شبہ بوقت یک پاس روز رسیدہ صورت اختتام پزیر رفت -

الھی بیا مرض این برسہ را مصنف مولف خوانندہ را -

کاتب بہ کثرت الفاظ کی مرکب املا کرتا ہے- کاف تازی و کاف فارسی اور ہائے معروف و مجہول کا فرق ملحوظ نہیں رکھتا- ہائے ہوز اور ہائے مخلوط کا فرق بھی ملحوظ نہیں رکھتا- مجموعی طور پر کاتب کی املا کے معمولات و مختارات اپنے عہد سے مختلف نہیں-

اس نسخے کے متنی خواص درج ذیل ہیں۔

1۔ اول کے بنیادی مخطوطے اور مطبوعہ سے موازنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ناسخ نے دواوین کو 1254ھ میں مرتب کرتے وقت بہت سا کلام ترک کر دیا تھا اور کم و بیش 1900 اشعار دیوانِ اول سے خارج کر دیے تھے۔

2۔ ناسخ نے دواوین کو مرتب کرتے وقت بہت سا کلام دیوانِ اول کی اکثر غزلیں پھر سے ترتیب دی تھیں اور متد اول دیوان کی اکثر و بیشتر غزلیں ابتدائی کلام کے انتخاب پر مبنی ہیں۔

3۔ مطبوعہ و بنیادی میں دیوانِ اول کی غزلیں دراصل اول کی تین چار ہم قافیہ و ہم ردیف غزلوں کو آپس میں ضم کرکے مرتب کی گئی ہیں۔

4۔ اول کے اشعار کے متن اور غزلوں کے متروک اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ ناسخ نے لسانی اصلاحات کے پیش نظر متروکات ملحوظ رکھتے ہوئے بہت سے ایسے اشعار دیوان اول سے خارج کر دیے تھے جن میں یہ متروکات موجود تھے۔اسی طرح انہی متروکات کی بنا پر ناسخ نے بعض اشعار میں ردو بدل بھی کیا تھا۔

5۔ اول میں شامل مخمسات بنیادی میں شامل غیر مطبوعہ مخمسات کی توثیق کرتے ہیں۔

غیر مردف مخطوطۂ دیوانِ دوم ناسخ (نسخۂ جموں)

شعبۂ اردو جموں یونیورسٹی کشمیر میں ناسخ کے دیوانِ دوم کا ایک غیر مردف نسخہ محفوظ ہے۔ نسخے پر کوئی صفحات نمبر نہیں۔کاتب نے جا بہ جا ترک لکھا ہے۔اس نسخے کے کل 418 صفحات ہیں۔صفحہ اول پر امیر علی خان ہلال 1275ھ کی گول مہر لگی ہوئی ہے۔صفحہ 2 تا 418 تک متن لکھا گیا ہے۔مخطوطے کا مسطر 13 سطری ہے۔بعض صفحات پر سطروں کی تعداد 12 ہے 6 یہ ایسے صفحات ہیں جن پر غزلوں کے درمیان خطِ فاصل کھینچا گیا ہے۔مخطوطے کا سائز 23.4×15 سنٹی میٹر ہے۔ہر صفحے پر کئی رنگوں کی جدول بنا کر درمیان میں حوض میں دو کالموں میں آمنے سامنے مصرع لکھے گئے ہیں۔خط عمدہ اور خوب صورت

ہے۔صفحہ 75 تک ردیف الف کی غزلیں درج کی گئی ہیں۔بعض غزلیں ردیف"ا" میں (تعداد میں 7) دوبارہ نقل کر دی گئی ہیں۔مخطوطہ ردیف "ت" تک مردف ہے اس کے بعد غیر مردف ہے۔صفحہ 383 تک غزلیں درج ہیں۔اس سے آگے قطعات تاریخ درج ہیں۔ صفحہ 394 سے صفحہ 406 تک رباعیات درج ہیں۔اس کے بعد 406 کے وسط سے دوبارہ غزلیں شروع ہو جاتی ہیں۔ان غزلوں کی تعداد 9 ہے۔ان غزلوں کے آغاز سے پہلے اور رباعیات کے اختتام پر 1248ھ کا سنہ درج ہے۔(یہ سنہ ناسخ کے تیسرے دیوان کے آغاز کا ہے ناسخ کا تیسرا دیوان 1248ھ سے 1254ھ تک کہے گیے کلام پر مبنی ہے) یہ نو غزلیں متداول دیوانِ دوم میں شامل ہیں۔صفحہ 416 اور 417 کا نچلا نصف خالی چھوڑ دیا گیا ہے۔صفحہ 148 کا اوپر کا تین چوتھائی حصہ خالی چھوڑ کر ایک قطعۂ تاریخ درج کیا گیا ہے۔اسی صفحے کے بائیں حاشیے پر خورشید منزل کے الفاظ درج کیے گئے ہیں۔مخطوطے کے اختتام پر کوئی ترقیمہ درج نہیں۔مخطوطے کا آغاز درج ذیل شعر سے ہوتا ہے

خوب موزوں ہم سے وصفِ قد بالا ہوگیا عالمِ بالا تک اپنا بول بالا ہوگیا۔

متن کے آغاز سے پہلے کاتب نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ "رب یسر وتمم بالخیر" کی دعا لکھی ہے۔مخطوطے کا اختتام درج ذیل قطعۂ تاریخ سے ہوتا ہے۔

وزیر اعظمِ شاہِ زمن رفت بہ یک دم میکند صد پارہ دل ہائے
نوشتم صوری و ہم معنوی سال دو شنبہ پنجم ذی الحجہ اے وائے
1248ھ

1۔ اس مخطوطے کے متنی خواص درج ذیل ہیں۔

1۔ اس نسخے میں مطبوعہ اور بنیادی کے مقابلے میں 22 قطعات زائد ہیں۔

2۔ بنیادی کے مقابلے میں ایک رباعی اضافی ہے۔

۳۔ اس مخطوطے میں غزلیں جس ترتیب سے درج ہیں اگر انھیں اسی ترتیب سے ردیف وار ترتیب دے دی جائے تو یہ ترتیب مطبوعہ اور بنیادی مخطوطے کے دیوانِ دوم کی ترتیب کے مطابق ہے۔

کلیات ناسخ (مطبوعہ)

کلیات ناسخ پہلی بار ذی الحجہ ۱۲۵۸ھ میں میر حسن رضوی رئیس محلہ محمود نگر لکھنؤ کی فرمائش پر مطبع محمدی لکھنؤ نے چھاپا تھا۔ اس کی کتابت اس زمانے کے مشہور کاتب عبدالحی نے کی تھی۔ یہ کلیات ۲۱۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحہ ۱ تا ۳۹۸ حوض میں کلام ناسخ ہے۔ حاشیے پر کلام ناسخ صفحہ ۲۰۲ تک درج ہے۔ حوض میں صفحہ ۳۹۸ کے نصف سے صفحہ ۲۰۲ کے آخر تک قطعاتِ تاریخِ وفاتِ ناسخ، تقریظ اور قطعاتِ تاریخِ طبعِ کلیاتِ ناسخ درج ہیں۔ صفحہ ۲۰۲ سے آگے ۷ صفحات کا اغلاط نامہ ہے۔ یہ اغلاط نامہ ناسخ کے شاگردِ رشید میر علی اوسط رشک کا مرتب کردہ ہے۔ حوض میں دیوانِ اوّل صفحہ ۱ تا ۳۲۶ تک درج ہے جو صرف غزلیات پر مشتمل ہے۔ اس کے اختتام پر "ختم شد" کے الفاظ تحریر کیے گئے ہیں۔ حوض میں صفحہ ۳۲۷ تا ۳۹۸ قطعاتِ تاریخ درج ہیں۔ جس کے بعد "تمام شد دیوانِ اول شیخ ناسخ" کی عبارت درج ہے۔ دیوانِ دوم جو در حقیقت دیوان دوم اور سوم کا مجموعہ ہے حاشیے پر صفحہ ۱ تا ۲۰۲ درج ہے۔ حاشیے پر دیوان دوم میں صفحہ ۱ تا ۳۲۱ غزلیات درج ہیں۔ حاشیے پر صفحہ ۳۲۱ سے ۳۲۸ تک رباعیات درج ہیں۔ صفحہ ۳۲۹ سے ۳۶۶ تک قطعات تاریخ درج ہیں۔ حاشیے پر صفحہ ۳۶۷ سے صفحہ ۲۰۲ تک "مثنوی ناسخ" درج ہے کلیات کے آخر میں مولوی مقبول احمد مصحح مطبع حسنی کا تحریر کردہ تقریظ درج ہے۔

کلیاتِ ناسخ کی طبعِ اول مطبع محمدی کے بعض اہم متنی خواص کی بنا پر اسے دیگر مطبوعہ نسخوں پر ترجیح دی گئی ہے۔ یہ متنی خواص درج ذیل ہیں۔

۱۔ کلیاتِ ناسخ طبعِ اول مطبع محمدی، ناسخ کے کلام کا پہلا مرتب مجموعہ ہے اس لئے یہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔

۲۔ کلیاتِ ناسخ طبعِ اول میں بنیادی مخطوطے کے مقابلے پر دیوانِ اول میں ۱۲ اضافی غزلیں شامل ہیں۔

۳۔ اس کے دیوانِ اول میں بنیادی مخطوطے کے مقابلے میں ۳۲ قطعاتِ تاریخ اضافی ہیں۔

۴۔ اس کے دیوانِ دوم میں بنیادی مخطوطے کے مقابلے میں ۳۱ غزلیں اضافی ہیں۔

۵۔ اس کے دیوانِ دوم میں بنیادی مخطوطے کے مقابلے میں ۲۱ قطعاتِ تاریخ اضافی ہیں ۔

۶۔ اس میں ناسخ کی مثنوی بھی شامل ہے جو بعد کی بعض اشاعتوں میں حذف کر دی گئی ہے ۔

۷۔ طبعِ اول کا اغلاط نامہ ناسخ کے شاگرد میر علی اوسط رشک نے مرتب کیا تھا۔ یہ اغلاط نامہ کاتب کی غلطیوں کی تصحیح اور ناسخ کی اپنی اصلاحات کی بنا پر پیدا ہونے والے اختلاف نسخ کی بنا پر مرتب کیا گیا ہے تاہم بعض تصحیحوں کی بنا پر مغالطہ پیدا ہوتا ہے کہ رشک نے کلام ناسخ کی تصحیح کی ہے ۔

زیر نظر کلیات کی تدوین کا کام نسخۂ کراچی (بنیادی مخطوطہ) کو بنیاد بنا کر مخطوطۂ دیوانِ دوم (دیوان) مخطوطۂ دیوانِ اول (اول) اور کلیاتِ ناسخ طبعِ اول (مطبوعہ) کے موازنے سے کیا ہے۔ جہاں ضرورت محسوس ہوئی ہے وہاں مخطوطۂ دیوانِ دوم مخزونہ شعبۂ اردو، جموں یونیورسٹی (نسخۂ جموں) سے بھی رجوع کیا گیا ہے ۔

تدوین میں درج ذیل اصول پیش نظر رکھے گئے ہیں ۔

١ ۔ کاتب نے یاں اور یہاں اور واں اور وہاں میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ وزنِ شعر کے مطابق مناسب املا برقرار رکھی ہے ۔

٢ ۔ مخطوطے میں ہر جگہ کاتب نے اک "کو" ایک" لکھا ہے جس سے مختلف مصرعے ناموزوں ہو جاتے ہیں۔ اب تمام مقامات پر تصحیح کر دی گئی ہے ۔ حواشی میں اس کا ذکر طوالتِ بے جا کے خیال سے نہیں کیا گیا۔

٣ ۔ اسی طرح دونوں اور دونو وغیرہ کے اختلاف نسخ کو بھی حواشی میں طوالت بے جا کے خیال سے ظاہر نہیں کیا گیا ۔

۴ ۔ مخطوطات میں کاتبوں نے املے کا فرق ملحوظ نہیں رکھا۔ جہاں املے کی ضرورت تھی وہاں ہم نے املے کو اختیار کیا ہے تاہم مخطوطات میں پایا جانے والا اس نوعیت کا اختلاف حواشی میں غیر ضروری طوالت کے خیال سے ظاہر نہیں کیا گیا ۔

۵ - جہاں جہاں کاتب نے میں اور سوے کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا وہاں وہاں تصحیح کر دی گئی ہے -

۶- ایسے الفاظ جو بنیادی مخطوطے میں کتابت ہونے سے رہ گئے ہیں انہیں قلابین میں شاملِ متن کر دیا گیا ہے -

۷- قافیے میں الفاظ کی صحیح املا برقرار رکھی گئی ہے -

۸- حواشی میں صرف بنیادی مخطوطے میں پائی جانے والی اغلاط کی نشان دہی کی گئی ہے - اس کام میں جن مخطوطات اور مطبوعہ نسخے سے مدد لی گئی ہے ان کی غلطیں کی نشان دہی کو شامل حواشی نہیں کیا گیا- صرف اختلاف کی نشان دہی کی گئی ہے -

۹- کوشش کی گئی ہے کہ متن میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ کی جائے - اگر متن میں کوئی تبدیلی کی گئی ہے خواہ وہ کتابت کی غلطی یا املا کی تصحیح ہی کیوں نہ ہو اس کی نشان دہی حواشی میں کر دی گئی ہے -

۱۰- چوں کہ تدوین کا مقصد متن کی باز یافت ہوتا ہے نہ کہ املا کی بازیافت ، اس لئے زیر نظر مرتب کلیات میں جدید املا اختیار کی گئی ہے - جن مخطوطات سے مدد لی گئی ہے ان میں اعراب بالحروف کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے یا کوئی دوسرا عصری چلن اختیار کیا گیا ہے - مثال کے طور پر اُس کو "اوس" لکھا گیا ہے - یا چننے کو چنّے نشہ کو نشاہ، چھانتی کو چھان تی لکھا گیا ہے - مگر ایک دو مثالیں ایسی ہیں جہاں کوئی خاص رعائت موجود ہے جس کی بنا پر قدیم املا برقرار رکھی گئی ہے - مثال کے طور پر طائر کی رعایت کے حوالے سے طیار کی املا برقرار رکھی گئی ہے -

۱۱ - کوشش کی گئی ہے کہ جہاں اضافت کی ضرورت ہے وہاں اضافت لگا دی جائے -

۱۲ - نون غنہ اور نون ساکن کا فرق ملحوظ رکھا گیا ہے -

مثنویات ناسخ

ناسخ کے کلام کی تدوین سے متعلق تین مسائل بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ پہلا مسئلہ ناسخ کے تیسرے دیوان کے علیحدہ سے مرتب کیے جانے کا ہے۔ دوسرا مسئلہ اغلاط نامے کی اصلاحات اور کلام ناسخ میں ترامیم اور رد و بدل کا ہے۔ تیسرا مسئلہ ناسخ کی مثنویوں کی تعداد، ان کی زمانی ترتیب کا تعین اور مستند متن کی بہم رسانی ہے۔

ناسخ سے کل پانچ مثنویاں منسوب کی جاتی ہیں۔ مثنویِ ناسخ، مولد شریف رسولِ مختار، شہادت نامۂ آلِ نبی، معراج نامہ اور سراجِ نظم۔ ناسخ کے ممتاز شاگرد کلبِ حسین خاں نادر نے تلخیصِ معلیٰ میں ناسخ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

> " شیرِ بیشۂ سخن، والیِ یکہ تاز میدانِ نکتہ پروری، بے مثل انتخابِ زمانہ،
> واضعِ طرزِ جدید، صاحبِ اوصافِ حمیدہ، صاحبِ عظمت و جبروت استادِ مسلم،
> جناب شیخ امام بخش ناسخ، علیہ الرحمتہ ابنِ شیخ خدا بخش تاجر،
> صاحبِ دواوین و مثنویات ۔"[۱] 1

کلب حسین خان نادر کے اس بیان میں لفظ مثنویات کے استعمال سے ثابت ہوتا ہے کہ ناسخ کی ایک سے زائد مثنویاں ہیں۔ ناسخ کی مثنویوں کے ایک سے زائد ہونے کی دوسری شہادت محسن علی صاحب تذکرہ سراپا سخن (۱۲۲۹ھ) کی ہے۔ سراپا سخن کا متعلقہ اقتباس حسب ذیل ہے۔

> " تین دیوان، ایک ترجمہ حدیثِ مفضل، ایک مولد شریف رسولِ مختار،
> ایک رسالۂ شہادتِ جناب سید الشہدا، اور ایک رسالۂ ولادت
> جناب امیر علیہ السلام، ان (ناسخ) سے یادگار ہے۔"[۲] ۲

۱۔ تلخیص معلی، کلب حسین خان نادر، مرتبہ انصار اللہ نظر، بیت الابصار۔ سرسید نگر علی گڑھ

۲۔ تذکرہ سراپا سخن، محسن علی، مطبع نامی، نول کشور، لکھنؤ۔

یہ وہ واحد حوالہ ہے جس میں ناسخ کی چار (۴) مثنویوں کا موضوعات کے ساتھ ذکر ملتا ہے ۔ اس اقتباس میں جسے رسالۂ شہادتِ سید الشہدا کہا گیا ہے اس کا اصل عنوان شہادت نامۂ آلِ رسول ہے ۔ رسالۂ ولادتِ جنابِ امیر وہ مثنوی ہے جو آج کل " مثنویِ ناسخ " کہلاتی ہے ۔ یہ مثنوی مطبوعہ میں حاشیے پر دیوانِ دوم (در حقیقت دیوانِ دوم و سوم) کے بعد اختتامِ کلیات پر چھپی ہے ۔ طبعِ اول میں اس کو کوئی عنوان نہیں دیا گیا ۔ کلیات کے ترقیمے میں کلیات کے مشمولات میں غزلیات، قطعات اور رباعیات کے ساتھ اس مثنوی کا ذکر بھی ہے مگر اس کا عنوان ترقیمے اور مثنوی کے آغاز دونوں مقامات پر درج نہیں اس لئے " مثنویِ ناسخ " کا عنوان حبیب اللّٰہ غضنفر کا اپنا دیا ہوا ہے ۔ اس مثنوی کو گیان چند نے " نظمِ ناسخ " لکھا ہے ۔ غضنفر نے اس مثنوی کو ۱۹۳۱ء میں کتابستان کی طرف سے (مطبع نا معلوم) ٹائپ پر چھپوا کر شائع کیا تھا ۔ ہمارے خیال میں یہ مثنوی ، ناسخ کے دیوانِ اول کے دور کی تخلیق ہے ، یعنی یہ ۱۲۳۲ھ سے پہلے لکھی گئی ہے ۔ اس پر مفصل بحث آگے علیحدہ سے " مثنویِ ناسخ " کے ذیل میں کی گئی ہے ۔

ناسخ کی مثنویوں کے سلسلے میں محسن علی صاحبِ سراپا سخن کی یہ روائت ۱۲۷۹ھ کی ہے ۔ اس بات کا امکان ہے کہ ان مثنویوں کے مخطوطات موجود تھے اور ان کی موجودگی کا علم علمی و ادبی حلقوں کو تھا ۔ ناسخ کی دو مثنویوں " " مثنویِ ناسخ " اور " سراجِ نظم " کے مخطوطات کی موجودگی کے شواہد موجود ہیں ۔ مثنوی ناسخ کا ایک مخطوطہ تو زیرِ نظر کلیات کا مخطوطہ ہی ہے جسے ہم نے بنیادی ماخذ کے طور پر استعمال کیا ہے ۔ اس مثنوی کے ایک مخطوطے کا ذکر حبیب اللہ غضنفر ، (مرتب ایڈیشن مثنوی ۱۹۳۱ء الہ آباد) نے کیا ہے ۔ حبیب اللہ غضنفر نے اس مثنوی کے جس مخطوطے کا ذکر کیا ہے وہ اسٹیٹ لائبریری رام پور میں موجود ہے [۱]۔ متذکرہ نسخہ ۱۲۶۶ھ میں نقل کیا گیا ہے ۔

---

۱ ۔ مثنوی ناسخ ، مرتبہ حبیب اللّٰہ غضنفر ، کتابستان الہ آباد ، ۱۹۳۱ء دیباچہ صفحہ الف ۔

اسی مثنوی کے دوسرے مخطوطے کا ذکر شبیہ الحسن نو نہروی نے کیا ہے۔ اس مخطوطے پر جان پامر کی مہر ثبت ہے اور یہ مخطوطہ ٹیگور لائبریری لکھنؤ یونیورسٹی میں محفوظ ہے۔ شبیہ الحسن نو نہروی نے لکھا ہے۔

"ایک مخطوطہ رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔ ایک نہایت صاف ستھرا اور خوش خط لکھا ہوا نسخہ کلیات (؟) کے ساتھ ٹیگور لائبریری لکھنؤ یونیورسٹی میں بھی موجود ہے جس پر جان پامر کی مہر بھی ہے۔"[۱]

مثنویاتِ ناسخ میں سے "مثنویِ ناسخ" کے علاوہ سراجِ نظم وہ مثنوی ہے جس کے مخطوطات موجود ہیں۔ اس مثنوی کا ایک مخطوطہ تو وہ ہے جو مولوی شہید شاگردِ ناسخ و برق نے طباعت کے لئے میر علی اوسط رشک کو مہیا کیا تھا۔ دوسرا مخطوطہ میر علی اوسط رشک کے اپنے خط میں مولوی شہید کے نسخے سے نقل کیا گیا ہے۔ پہلے مخطوطے کے بارے میں یہ بھی امکان ہے کہ وہ ناسخ کا ذاتی مخطوطہ ہو اور مولوی شہید کے والد جو کاتب تھے کا تیار کردہ ہو۔ تیسرا مخطوطہ وہ ہے جو ناسخ نے نواب محمّد علی شاہ کو پیش کیا تھا۔ اگر ناسخ کا ذاتی نسخہ کوئی اور تھا اور مولوی شہید کا مہیا کردہ نسخہ اور تھا تو اس مثنوی کے چار مخطوطات موجود ہونے کا امکان ہے۔ بصورتِ دیگر اس مثنوی کے کم سے کم تین مخطوطات ضرور رہے ہیں۔

محسن علی نے ناسخ سے چار مثنویاں منسوب کی ہیں۔ یعنی مثنویِ ناسخ، مولد شریف، شہادت نامۂ آلِ نبی اور سراجِ نظم۔ صفیر بلگرامی نے سراجِ نظم اور مثنویِ ناسخ کے علاوہ شہادت نامۂ آلِ نبی کا تذکرہ کیا ہے۔ صفیر بلگرامی نے لکھا ہے۔

۱۔ ناسخ، شبیہ الحسن نو نہروی، اردو پبلشرز، لکھنؤ، بار دوم، ۱۹۷۵ء صفحہ ۲۳۹

"ان کی ایک مثنوی اور بھی (سراج نظم کے علاوہ) معجزات میں
دیوان دوم کے حاشیے پر پہلی بار چھپی تھی۔ اور ایک شہادت نامہ
واقعات کربلا بھی میری نظر سے گزرا ہے۔"[1]

اس مثنوی کے مخطوطات کے بارے میں بحث کرتے ہوئے شبیہ الحسن نونہروی نے پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں ایک مخطوطے کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے۔

"پنجاب پبلک لائبریری میں اس مثنوی کا ایک مخطوطہ تھا۔
جو اب وہاں نہیں ہے۔ تاہم اس مخطوطے کی ایک نقل
مولانا فاضل لکھنوی کے پاس ہے۔"[2]

ہماری تحقیق کے مطابق پنجاب پبلک لائبریری میں یہ مخطوطہ نہیں تھا۔ مولانا مرتضیٰ فاضل لکھنوی کے پاس جو نقل ہے وہ نول کشور کے طبع کردہ نسخے ۱۸۸۸ء کی نقل ہے جس پر مولانا مرتضیٰ فاضل کی درج ذیل تحریر درج ہے۔

"یہ انتساب غلط ہے مفصّل دلائل لکھ کر شبیہ الحسن نونہروی
کو روانہ کیے گئے۔ مرتضیٰ حسین فاضل، ۲۷ مارچ ۱۹۷۶ء۔"[3]

مولانا محمد مرتضیٰ حسین فاضل نے شہادت نامۂ آلِ نبی کے ناسخ سے انتساب کو شاید اس لئے درست نہیں سمجھا کہ اس مثنوی میں ایسے عقاید موجود ہیں جو ایک شیعہ کے عقیدے کے خلاف ہیں۔ حالاں کہ ناسخ کے کلام میں درج ذیل مضامین کے اشعار کی موجودگی میں ناسخ سے اس مثنوی کے انتساب پر شک کرنا درست نہیں۔

۱۔ جلوۂ خضر، صفیر بلگرامی، مطبع نورالانوار، آرہ، جلد دوم صفحہ ۳۲

۲۔ ناسخ، شبیہ الحسن نونہروی، اردو پبلشرز، لکھنؤ باد دوم، ۱۹۷۵ء صفحہ ۲۳۹۔

۳۔ نقل شہادت نامۂ آلِ نبی، مطبوعہ نول کشور ۱۸۸۸ء لکھنؤ، مملوکہ مولانا فاضل لکھنوی۔

یہ اشعار درج ذیل ہیں ۔

کیا ہوا گر شعرِ ناسخ ہیں عقیدے کے خلاف
آیہ منسوخ کیا موجود قرآں میں نہیں ؟

ہیں امتِ احمد میں تہتر مذہب
ان میں سے چنیں میں کوئی کیوں کر مذہب

مذہب کوئی ایسا نہیں جس کو یارب!
باطل نہیں کہتے ہیں اکہتر مذہب

ہمارے خیال میں ناسخ میں تشیع کی شدت اور انتہا پسندی نہیں تھی ۔ پھر چوں کہ ناسخ کے والدین سنی العقیدہ تھے اور ناسخ خود بھی ابتداء سنی العقیدہ تھے اس لئیے ناسخ کے عقاید اور مذہبی تصورات پر سنی عقاید کا اثر تھا۔ علاوہ ازیں جس طرح سنی عقیدے کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد سنی عقائد کے برعکس عقاید کو بھی مانتی ہے اسی طرح ناسخ بھی بعض سنی عقاید اور تصورات کو مانتے ہوں گے۔ شیعہ اور سنی روایات کے باہم متصادم تصورات کی تمیز ... مذہبی طور پر خوش عقیدہ لوگوں میں کم ہے ۔ ہمارے خیال میں ناسخ کے کلام میں شیعہ عقاید اور تصورات کے برعکس عقاید کی موجودگی کا سبب یہی ہے۔ اس لیے یہ کہنا شاید درست نہ ہوگا کہ اس مثنوی کا ناسخ سے انتساب غلط ہے ۔

شبیہ الحسن نونہروی نے اس مثنوی کے اور مخطوطات کا ذکر کیا ہے مگر انھوں نے کسی بھی مخطوطے کی نشان دہی نہیں کی ۔ شبیہ الحسن نے لکھا ہے ۔

"اس مثنوی کے مخطوطات ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں مل جاتے ہیں ۔"[1]

---

۱ ۔ ناسخ ۔ شبیہ الحسن نونہروی ، اردو پبلشرز ، لکھنؤ ، بار دوم ۱۹۷۵ء صفحہ ۲۲۸

تاہم ہندوستان کے بعض معروف کتب خانوں کی مطبوعہ فہرستوں میں ناسخ کی لکھی ہوئی کسی ایسی مثنوی کا حوالہ دستیاب نہیں ہے ۔

ناسخ کی مثنویات میں سے مثنوی ناسخ ، سراج نظم کے علاوہ جس مثنوی کا مخطوطہ دستیاب ہے وہ معراج نامہ ہے ۔ یہ وہی مثنوی اور مخطوطہ ہے جس کا تعارف رشید حسن خان نے رسالہ اردو میں کروایا تھا تا حال اس مثنوی کا یہ واحد دستیاب نسخہ ہے ۔

مولد شریف اور شہادت نامۂ آلِ نبی وہ دو مثنویاں ہیں جن کے تا حال مخطوطات دریافت نہیں ہوئے ۔ مولد شریف رسولِ مختار کا مطبوعہ متن بھی دستیاب نہیں تھا ۔ اس مثنوی کے متن کی باز یافت متن کی بہم رسانی کے نقطہ نظر سے اہم ہے ۔

ناسخ کی مثنویوں کو متن کے خواص کی بنا پر درج ذیل ترتیب میں رکھا جا سکتا ہے ۔

۱۔ معراج نامہ

۲۔ مولد شریف رسولِ مختار

۳۔ شہادت نامۂ آلِ نبی

۴۔ مثنوی ناسخ

۵۔ سراجِ نظم

ناسخ کی مثنویوں میں چند خصوصیات مشترک پائی جاتی ہیں جو ان کے ایک ہی شخص کے کلام ہونے کے حق میں دلیل مہیا کرتی ہیں ۔ ان مثنویوں میں ناسخ کے تشیّع کے باوجود سنی روایات و اعتقادات کے بارے میں روا داری کا رویہ پایا جاتا ہے ۔ آخری دو مثنویاں "مثنوی ناسخ" اور "سراجِ نظم" اگرچہ کلی طور پر شیعہ ماخذ پر مبنی ہیں ۔ مگر اس سب کے با وجود انھوں نے کہیں بھی غیر شیعہ فرقوں یا عقائد کے بارے میں عدم روا داری یا تلخی کا حامل کوئی شعر قلم بند نہیں کیا ۔ دوسری خصوصیت پانچوں مثنویوں کا صرف مذہبی موضوع پر ہونا بھی ہے ۔ ان مثنویوں میں سے ایک بھی مثنوی ایسی نہیں جو غیر مذہبی موضوع پر ہو ۔ تمام مثنویوں میں تمہیدی اشعار ، حمد و نعت بغیر کسی عنوان کے نظم کئے گئے ہیں ۔ بعد ازاں عنوانات باندھ کر مضامین قلم بند کئے گئے ہیں ۔

ناسخ جس طرح دواوین میں ، تکنیک ، فنی پہلوؤں اور ضائع بدائع کی طرف اشارہ کرتے ہیں اُسی طرح ہر مثنوی میں کہیں نہ کہیں اپنے مزاج کے مطابق ایسا اشارہ کر گئے ہیں

نا مانوس اور ثقیل الفاظ کا استعمال ، معمولی تغیر سے دوسرا مصرع مکمل کرنا ان مثنویوں کی مشترک خصوصیات ہیں -

موضوع اور مذہبی نوعیت کی بنا پر روایت اور تفصیلات و بیان میں احتیاط ان مثنویوں کی بنیادی ضرورت تھی - مثنویوں میں جا بجا ناسخ بیان اور روایت کی صحت کا اہتمام اور اس اہتمام کا دعوی کرتے نظر آتے ہیں یہ بات اس حقیقت کی غمازی کرتی ہے کہ ناسخ کی ترجیحات میں حسنِ بیان ، بلاغت اور جذبات نگاری نہیں بلکہ "صحتِ روایت " ہے - صحتِ بیان تفصیل اور بسیار گوئی سے احتراز کا تقاضا کرتی ہے- ہمارا خیال ہے کہ ناسخ کی مثنویوں کے سپاٹ اور کمزور ہونے کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے -

---

شہادت نامۂ آلِ نبی

مثنوی شہادت نامۂ آلِ نبی ناسخ کی وہ تیسری مثنوی ہے جو ناسخ نے نہ "مثنویِ ناسخ" کی طرح کلیات میں شامل کی تھی اور نہ ہی مثنوی سراجِ نظم کی طرح خود کسی کو پیش کی تھی۔ تاہم مثنوی شہادت نامۂ آلِ نبی کا ذکر محسن علی نے ناسخ کی مثنوی کے طور پر دوسری مثنویوں کے ساتھ کیا ہے۔ شبیہ الحسن نونہروی نے اس مثنوی کے بارے میں لکھا ہے۔

"اپریل ۱۸۸۸ء میں تیسرا ایڈیشن شائع ہوا تھا۔ یہ علم نہیں کہ تیسرے ایڈیشن کے بعد بھی اس کے چھپنے کی نوبت آئی یا نہیں۔ مطبع نول کشور کے ایڈیشن کے علاوہ یا اس سے قبل اس مثنوی کا چھپنا بھی علم میں نہیں آیا۔"[1]

پہلے ایڈیشن کے بارے میں شبیہ الحسن نونہروی نے قیاساً لکھا ہے۔

"ایک ایڈیشن مئی ۱۸۷۲ء میں بھی شائع ہوا تھا۔ خیال ہے کہ یہ پہلا ایڈیشن رہا ہو گا۔"[2]

ہم اس پر یہ اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ شہادت نامۂ آلِ نبی کی ۱۸۸۸ء کی اشاعتِ سوم سے قبل ۱۸۸۰ء میں بھی یہ مثنوی مطبع نول کشور سے شائع ہوئی تھی۔ ۱۸۸۸ء کی اشاعتِ سوم کے بعد ۱۹۱۸ء تک یہ مثنوی تین مرتبہ مزید شائع ہوئی تھی۔ چھٹی اشاعت کا خاتمۃ الطبع درج ذیل ہے۔

"الحمدللہ و المنہ کہ نسخۂ متبرکہ مقبولِ قلبی، شہادت نامۂ آلِ نبی مشتمل حالاتِ شہادتِ حضرت خامس آلِ عبا علیہ التحیۃ و الثنا تصنیف لطیف زبان دان اردو سحبانِ لکھنؤ استادِ راسخ شیخ امام بخش ناسخ، مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بہ ایمائے منشی بشن نرائن صاحب مالک مطبع چھٹی مرتبہ ماہ نومبر ۱۹۱۸ء میں چھپا۔"[3]

۱۔ ناسخ، شبیہ الحسن نونہروی، اردو پبلشرز، لکھنؤ، بار دوم، ۱۹۷۵ء صفحہ ۲۲۷

۲۔ " " " " " " "

۳۔ مثنوی شہادت نامہ آل نبی، نول کشور، لکھنؤ ۱۹۱۸ء۔

یہ مثنوی ۱۸۳۲ اشعار پر مشتمل ہے۔ کل ۱۲ عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔
تمہید کا عنوان قائم کیے بغیر ۱۱۲ تمہیدی اشعار کے بعد ذکرِ ابوسفیان سے بیان کا آغاز ہوتا ہے۔ مثنوی کا آغاز درج ذیل شعر سے ہوتا ہے۔

پس از حمدِ خدا و نعتِ مختار - صریرِ خامہ ہے آہِ شرر بار

مثنوی میں اہلِ تشیّع کے عقیدے کے خلاف بعض اشعار موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ذکرِ حکومتِ ابوسفیان میں بیان کیا گیا ہے۔

سب اصحابِ نبی ہیں مثلِ انجم — پھرا جو ان سے راہِ راست کی گم
یہ ہے لازم کہ اس جا رہیے ساکت — قدم راہِ ادب میں رکھیے ثابت

مثنوی میں قائم کیے گئے ذیلی عنوانات اور ان کے تحت درج اشعار کی تفصیل درجِ ذیل ہے۔
تمہید کا عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

نمبر شمار	عنوان	تعداد اشعار
۱۔	تمہید	۱۱۲
۲۔	ذکرِ حکومتِ ابوسفیان	۳۱
۳۔	ذکرِ ولید بن عتبہ حاکمِ مدینۂ منورہ	۲۲۲
۴۔	روانگیِ حضرتِ امام علیہ السلام بہ سوئے کربلا	۲۳
۵۔	آغازِ معرکہ در میدانِ کربلا	۲۵
۶۔	فہمایش فرمانا حضرتِ امام علیہ السلام کا اعدا کو	۱۳
۷۔	شہادت پانا برادرانِ مسلم رضی اللہ عنہم کا	۲۷
۸۔	شہادت پانا اولادِ حضرتِ امام حسین علیہ السلام	۱۰
۹۔	شہادت پانا برادران و عزیزانِ حضرتِ امام علیہ السلام	۸
۱۰۔	شہادت پانا حضرتِ عباس علمدار رضی اللہ عنہم کا	۲۸
۱۱۔	بیانِ شہادتِ علی اصغر رضی اللہ عنہ	۲۰
۱۲۔	اجازت چاہنا جنابِ امام زین العابدین کا جنگ کے واسطے اور باز رکھنا حضرتِ امام علیہ السلام کا ان کو	۲۳

۱۳۔ آنسا حضرت زینب کا حضور میں امام علیہ السلام ۸۲

۱۴۔ قصۂ اصلِ شجراں ۲۵

۱۵۔ بیانِ شہادتِ حضرتِ امام حسین علیہ السلام ۲۲

اشاعت ۱۸۸۰ء اور ۱۸۸۷ء اور اشاعت ۱۹۱۸ء میں اشعار کی تعداد عنوانات اور متن یکساں ہے۔

مثنوی در بیانِ ولادت و فضائلِ حضرتِ علی مرتضیٰ علیہ السلام

بنیادی مخطوطے میں مثنوی کا عنوان " مثنوی در بیانِ ولادت و فضائلِ حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام" دیا گیا ہے۔ غضنفر نے اس مثنوی کا نام "مثنویِ ناسخ "[۱] رکھا تھا۔ جبکہ ڈاکٹر گیان چند نے اسے "نظمِ ناسخ "[۲] کا نام دیا ہے۔ کلیاتِ ناسخ کی اشاعتِ اول ۱۲۵۸ھ[۳] میں اس کا کوئی عنوان نہیں دیا گیا۔ شبیہ الحسن نونہروی نے مثنوی کے عنوان کے سلسلے میں لکھا ہے۔

> " ۱۲۵۸ھ والے ایڈیشن اور مخطوطات میں اس کا عنوان فقط "مثنوی "[۴] ہے۔

کلیاتِ ناسخ طبعِ اول ۱۲۵۸ھ مطبع محمدی میں یہ مثنوی صفحہ ۳۲۷ پر حاشیے میں درج ہے۔ مثنوی کا کوئی عنوان درج نہیں۔ طبعِ اول میں ترقیمے میں مشمولات میں غزلیات و قطعات و رباعیات کے ساتھ مثنوی کی شمولیت کا ذکر ہے مگر مثنوی کے عنوان کا کوئی نہیں کیا گیا۔

۱۔ مثنویِ ناسخ ، مرتبہ حبیب اللہ غضنفر ، مکتبہ کتابستان ، الہ آباد ۱۹۳۱ء صفحہ ۲

۲۔ شمالی ہندوستان میں مثنوی اردو کا ارتقاء ، ڈاکٹر گیان چند ، انجمن ترقی اردو ہند صفحہ ۲۶ تا ۳

۳۔ کلیاتِ ناسخ ، طبع اول ، مطبع محمدی ، ۱۲۵۸ھ لکھنو صفحہ ۳۲۷

۴۔ ناسخ ۔ شبیہ الحسن نونہروی ، اردو پبلشرز ، لکھنؤ بار دوم ۱۹۷۵ء صفحہ ۲۲۰

یہ مثنوی وہی مثنوی ہے جسے حبیب اللہ غضنفر نے مرتب کر کے ۱۹۳۱ء میں شائع کیا تھا۔ سراجِ نظم کے علاوہ یہ وہ واحد مثنوی ہے جو بنیادی مخطوطے اور مطبوعہ کلیاتِ ناسخ میں موجود ہونے کی بنا پر ہر طرح کے شک و شبہ سے بالا قرار دی جا سکتی ہے اور اسے اعتماد کے ساتھ کلامِ ناسخ کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس مثنوی کے تین مخطوطات کا سراغ ملتا ہے۔ پہلا مخطوطہ وہ ہے جس کا تذکرہ حبیب اللہ غضنفر نے اپنی مرتب کردہ مثنوی کے دیباچے میں کیا ہے۔ یہ مخطوطہ سٹیٹ لائبریری رام پور میں ہے۔

"یہ نسخہ ۱۲۶۶ھ میں حافظ محمد بخش نے نواب سید احمد عباس صاحب خلف نواب سید حیدر حسین خان صاحب، کے واسطے لکھا (نقل کیا ؟) تھا۔"[۱]

اس مثنوی کا یہ مخطوطہ طبع اول ۱۲۵۸ھ سے کم و بیش ۸ سال بعد (۱۲۶۶ھ) کا ہے اور سراجِ نظم کے ایک سال بعد کا ہے۔ اسی مثنوی کا ایک اور مخطوطہ بھی موجود ہے۔ اس مخطوطے کے بارے میں شبیہ الحسن نونہروی، نے لکھا ہے۔

"ایک نہایت صاف ستھرا اور خوش خط لکھا ہوا نسخہ کلیات (؟)
کے ساتھ ٹیگور لائبریری، لکھنؤ، میں بھی موجود ہے جس پر
جان پامر کی مہر بھی ہے۔"[۲]

ان دو مخطوطات کے علاوہ اس مثنوی کا تیسرا مخطوطہ، کلیاتِ ناسخ کا زیرِ نظر مخطوطہ قومی عجائب گھر کراچی میں ہے۔ زیرِ نظر مخطوطے میں اس مثنوی کے کل اشعار ۱۲۷ ہیں۔ جب کہ مطبوعہ میں یہ مثنوی ۱۳۷، اشعار پر مشتمل ہے۔ نسخۂ غضنفر میں بھی اس مثنوی کے اشعار کی تعداد ۱۳۷ ہی ہے۔ تاہم نسخہ غضنفر میں، "روایت از جابر" میں بنیادی مخطوطے کا ایک شعر

ہوئی تھی کمال اس کو حاصل غنا — خدا سے بھی کرتا نہ تھا التجا

کم ہے۔ مطبوعہ اور نسخہ غضنفر میں مجموعی طور پر ۲ شعر زیادہ ہیں۔

۱۔ مثنوی ناسخ، مرتبہ حبیب اللہ غضنفر، کتابستان، الہ آباد ۱۹۳۱ء صفحہ دیباچہ الف

۲۔ ناسخ۔ شبیہ الحسن نونہروی۔ مطبوعہ ۱۹۷۵ء بار دوم۔ اردو پبلشرز لکھنؤ۔ صفحہ ۲۳۵

غضنفر اور مطبوعہ میں بنیادی مخطوطے کے مقابلے میں " حدیث از یزید بن قعنب" میں

مطبوعہ میں اور ان کی منقادہ ہوں — شب و روز طاعت پر آمادہ ہوں -

اضافی شعر ہے۔ جب کہ نسخہ غضنفر کی حدیث نمبر ۲۲ "روائت از علی بن حمزہ" میں حسب ذیل شعر بھی اضافی ہے -

غلط تیری خاطر میں ہے یہ گماں - نہیں میں طلب‌گارِ مالِ جہاں

بنیادی مخطوطے، مطبوعہ اور نسخۂ غضنفر میں حدیثوں کی کل تعداد ۲۲ ہے - غضنفر نے اپنی مرتبہ مثنوی کے مقدمے میں ان حدیثوں کا متن اور ماخذ بہم پہنچائے ہیں - بعض احادیث کا متن انہیں دستیاب نہیں ہو سکا۔

بنیادی مخطوطے میں‌حدیث نمبر ۲۶ روایت از حضرت عائشہ" بغیر عنوان کے درج ہے۔ اور وہ حدیث نمبر ۲۵ کا حصہ معلوم ہوتی ہے - جب کہ مضمون سے واضح ہے کہ یہ علیحدہ حدیث ہے اور عنوان ضروری ہے - غضنفر اور مطبوعہ میں عنوان موجود ہے۔ اسی طرح بنیادی مخطوطے میں حدیث نمبر۳۱ بھی بغیر عنوان کے درج ہے اور وہ حدیث نمبر ۳۰ کا حصہ معلوم ہوتی ہے - مگر مضمون سے واضح ہے کہ یہ علیحدہ حدیث ہے اس لئے عنوان ہونا چاہیے تھا نسخہ غضنفر اور مطبوعہ میں عنوان "اخبار ازائمہ اطہار علیہ السلام" دیا گیا ہے - یہ مثنوی ترتیب کے لحاظ سے مطبوعہ میں حاشیے پر دیوان دوم میں سب سے آخر میں درج ہے۔یعنی دوسرے اور تیسرے دیوان کے بعد درج ہے - مگر بنیادی مخطوطے میں یہ مثنوی دیوان اول میں غزلیات ، رباعیات اور مخمسات کے بعد اور قطعات تاریخ سے پہلے درج ہے - امکان ہے کہ مثنوی کلام کی ترتیب کے مطابق اپنے مقام پر درج ہے وگرنہ یا تو دیوان اول میں غزلیات کے بعد آتی یا غزلیات، رباعیات مخمسات اور قطعات تاریخ کے بعد یعنی بالکل آخر میں چوں کہ دیوان اول ۱۲۳۲ھ (۱۸۱۲/۱۷ء) ہی مرتب ہوا تھا اس لئے اغلباً مثنویِ ناسخ " دیوان اول کے مرتب ہونے (۱۲۳۲ھ) سے پہلے لکھی جا چکی تھی -

اس مثنوی کے لکھے جانے کے عہد کے تعین کے سلسلے میں شبیہہ الحسن نونہروی نے مثنوی کے مصائب اور اندرونی شہادت (مضامینِ تشیّع) کی بنا پر بھی قیاس کیا ہے - ان کی

رائے ہے کہ :-

" یہ مثنوی کلام کی اندرونی حالت کے اعتبار سے ان کے دیوان اول کی معاصر معلوم ہوتی ہے وہ ان کے تشیع اختیار کرنے کے بعد اور ۱۲۳۲ھ سے پہلے یا اس کے لگ بھگ وجود میں آئی ہوگی ۔"[۱]

اس مثنوی کے زمانی تعین کے سلسلے میں حبیب اللہ غضنفر کی رائے جو قرائن و شواہد کی بجائے عہد پیری کے سرمایۂ آخرت جمع کرنے کی قیاس آرائی پر مبنی ہے قابل قبول نہیں۔ غضنفر نے لکھا ہے :

" عہد پیری میں سرمایۂ آخرت جمع کرنے کا خیال ہوا لہذا یہ دونوں مثنویاں نظم کیں نظم سراج (کذا) ۱۲۵۲ھ میں تمام ہوئی مگر اس کی تصنیف میں کم از کم تین سال صرف ہوئے ہوں گے (؟) لہذا اس کا سال آغاز ۱۲۵۱ھ ہے اور یہ مثنوی اس سے مقدم ہے لہذا ۱۲۵۰ھ کے لگ بھگ تصنیف ہوئی ۔"[۲]

اس مثنوی کو دیوان اول کے دور کی تخلیق مانا جانا چاہیے۔ تاہم اسے ابتدائی اور نو مشقی کے دور کی تخلیق نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ ناسخ کا دیوان اول ۱۲۳۲ھ میں مرتب ہوا تھا۔ جب کہ مصحفی نے ۱۲۲۲ھ میں جس طور پر ناسخ کا ذکر کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت ناسخ غیر معمولی استعداد کے شاعر کے طور پر مشہور تھے۔ ۱۲۲۲ھ کے بعد اور ۱۲۳۲ھ سے پہلے کا دس سال کا عرصہ ناسخ کی نو مشقی کا دور نہیں ان شواہد کی روشنی میں شبیہ الحسن نونہروی کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا کہ :-

" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مثنوی کو انھوں نے تصنیف کرنے کے بعد نظر انداز کر دیا ہو۔ انہوں نے بعد میں یعنی اپنے عہد استادی میں کبھی اس پر نظر ثانی بھی نہیں کی ورنہ تھوڑے سے اسقام کا دور کر دینا مشکل نہیں تھا ۔ شائد اپنی دوسری مثنویوں کی طرح اسے (بھی) اپنے شایان شان نہ سمجھ کر رائج نہیں کرنا چاہتے تھے ۔"[۳]

۱۔ ناسخ ، شبیہ الحسن نونہروری ۱۹۷۵ء بار دوم ، اردو پبلیشرز ، لکھنو صفحہ ۲۲۲

۲۔ مثنوی ناسخ ۔ حبیب اللہ غضنفر ۱۹۳۱ء ۔ مکتبہ کتابستان ، الہ آباد ۔ صفحہ ۲

۳۔ ناسخ ۔ شبیہ الحسن نونہروی۔ طبع دوم ۱۹۷۵ء اردو پبلیشرز لکھنؤ۔ صفحہ ۲۲۲

ہماری رائے میں چوں کہ یہ وہ واحد مثنوی ہے جو کلیات ناسخ کی طبع اول اور بنیادی مخطوطہ کلیات میں ملتی ہے اس لئے ناسخ نے شائد اسی طور پر کبھی نہیں سوچا تھا ورنہ یہ مثنوی طبع اول اور کلیات کے اس مخطوطے میں نہ ملتی۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ناسخ اس مثنوی کے بارے میں یہ احساسات نہیں رکھتے تھے وگرنہ اسے خارج کر دیتے۔

نسخہ غضنفر، مطبوعہ اور زیر نظر مخطوطہ کلیات ناسخ میں مثنوی کے متن کے موازنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ غضنفر اور طبع اول میں مثنوی کا متن بعینہ ایک جیسا ہے۔ دونوں کے متن میں مماثلت بہت زیادہ ہے۔ جہاں مصرعے ساقط الوزن ہیں وہاں بھی دونوں کا متن یکساں ہے۔ عنوانات میں مماثلت کے علاوہ جہاں اختلاف نسخ ایسا ہے جو صرف ایک لفظ تک محدود ہے اکثر وہاں بھی مطبوعہ اور غضنفر کا متن یکساں ہے۔ مثال کے طور پر بنیادی مخطوطے میں " روائت از جویرہ" کا درج ذیل شعر پیش ہے۔

یہ گھوڑں نے چاہا گریں سب سوار　　　سواروں نے کی ان پر کوڑوں کی مار

مطبوعہ اور نسخہ غضنفر کا متن جو اکثر مقامات پر یکساں ہے یہاں بھی یکساں ہے۔ دونوں کا متن درج ذیل ہے۔

سواروں کو گھوڑے گرانے لگے　　　سوار ان کو کوڑے لگانے لگے۔

یہاں دراصل بنیادی مخطوطے میں مصرع ثانی میں پایا جانا والا تنافر دور کیا گیا ہے اسی طرح مثنوی کے شعر نمبر ۲۲۲ میں بنیادی مخطوطے میں شعر کے مصرع ثانی کا متن ہے۔

ع۔ سوار ان کو کرتے ہیں کوڑوں سے رام

جب کہ غضنفر اور مطبوعہ کا متن درج ذیل ہے۔

ع۔ سوار ان کو کوڑں سے کرتے ہیں رام۔

بنیادی مخطوطے میں اس مصرعے میں پایا جانے والا تنافر دور کر دیا گیا ہے۔

اس مثنوی کے ذیلی عنوانات اور ان کے تحت اشعار کی تعداد کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ تمہید کا عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

معراج نامہ

معراج نامہ ناسخ کی سب سے آخر میں دریافت ہونیوالی مثنوی ہے۔ یہ مثنوی تا حال غیر مطبوعہ ہے۔ مخطوطہ ناقص الاول ہے۔ مثنوی کے آخر میں مختصر ترقیمہ ہے جو محمد عبدالجامع فرنگی محلی نے لکھا ہے۔ ترقیمے میں محمد عبدالجامع نے مثنوی کا عنوان معراج نامہ لکھا ہے۔ یہ نام تاریخی نہیں ہے۔ مثنوی کا موضوع جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے واقعہ معراج حضرت محمد مصطفی ہے۔ مثنوی کل ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اوراق بری طرح کرم خوردہ ہیں۔ مسطر ۱۹ سطری پر مشتمل ہے۔ مثنوی میں کل ۳۲ عنوانات ہیں۔ ابتدائی عنوان جو تمہید پر مشتمل ہوگا مخطوطے کے ناقص الاول ہونے کی بنا پر معلوم نہیں ہو سکتا۔ مگر ممکن ہے کہ تمہید کا کوئی عنوان باندھا ہی نہ گیا ہو۔ "مثنوئ ناسخ" سراجِ نظم اور ناسخ کی دیگر مثنویوں میں مجالس کے ابتدا میں کوئی عنوان نہیں باندھا گیا۔ تسلسل کلام کے حوالے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ ناسخ "سراجِ نظم" مولد شریف، مثنوئ ناسخ اور شہادت نامۂ آلِ نبی کا آغاز حمد سے کرتے ہیں اور بعد ازاں نعت کے بعد اصل موضوع کی طرف آتے ہیں اس لئے معراج نامے میں صرف حمد پر مشتمل قلیل ابتدائی حصہ ضائع ہوا ہے۔ عنوانات کی فہرست مع تعداد اشعار نیچے علیحدہ سے دی جا رہی ہے۔ مخطوطے میں ہر سطر میں ایک شعر درج ہے۔ شعر کی کتابت اس طرح کی گئی ہے کہ قافیہ و ردیف پر مشتمل لفظ مصرعے سے ذرا فاصلے پر درج ہے۔ جس سے چار کالم نظر آتے ہیں اشعار کی کل تعداد ۳۲۵ ہے۔ متن میں کہیں کوئی تخلص نہیں ملتا ہے۔ حاشیے پر دو تین مقامات پر بیان کردہ روائت کا ماخذ درج کیا گیا ہے۔ حاشیے پر یہ اندراج مخطوطے کے ناقل محمد عبدالجامع کے قلم سے ہی ہے۔ تاہم معلوم نہیں کہ روایت کی نشان دہی ناسخ کی طرف سے ہے یا اصل مسودے (مخطوطہ) کی کتابت کرنے والے کی طرف سے ہے یا محمد عبدالجامع کی طرف سے ایسی تحریر صفحہ ۲ پر "روایت از روضتہ الاحبا" اور صفحہ ۹ پر "از روئے حدیث صحیح بروں مسجد ...." ملتی ہے کاتب نے صفحات کے نمبر نہیں دیے۔ تاہم "تبرک" تحریر کیا گیا ہے۔

ناقل، محمد عبدالجامع، پیشہ ور کاتب نہیں تحریر سادہ اور بغیر کسی التزام و اہتمام کے لکھی گئی ہے۔ تاہم خط پختہ اور صاف ہے۔ عبارت پر اعراب ڈالے گئے ہیں۔ پیش تشدید اور اضافت ڈالی گئی ہے۔ گاف پر دو کشش کھینچے گئے ہیں۔ ہائے ہوز کی لٹکن ڈالی گئی ہے۔

تاہم یائے معروف و مجہول کا فرق ملحوظ نہیں رکھا گیا ۔ مشکل الفاظ پر جہاں اوزان کے لئے حرکات کے نقطہ نظر سے اعراب کی ضرورت ہے وہاں اعراب ڈالے گئے ہیں ۔ الف ممدودہ کے لئے دو الف ڈالے گئے ہیں ۔ کہیں کہیں جہاں کتابت میں غلطی ہوئی ہے کاتب نے غلط لفظ قلم زد کر دیا ہے اور اس کے آگے صحیح لفظ لکھ دیا ہے۔ ایسا شاذ و نادر ہی ہوا ہے ۔ اس کی ایک مثال صفحہ اول پر شعر نمبر ۹ ہے ۔ جس کے مصرع ثانی میں لفظ "ہے" لکھ کر کاٹ دیا گیا ہے اور صحیح لفظ "ہو" لکھا گیا ہے ۔ کہیں کہیں کوئی لفظ اگر رہ گیا ہے تو اوپر یا نیچے صحیح مقام پر چھوٹا کر کے لکھ دیا گیا ہے ۔ ایسا دوسرے صفحے پر شعر۹ میں کیا گیا ہے ۔

ترقیمے کی عبارت حسب ذیل ہے ۔

> "تمام شد رسالۂ معراج نامہ، من تصنیف شیخ امام بخش ناسخ لکھنوی از دستِ فقیر محمد عبدالجامع عفی اللہ عنہ، ساکن فرنگی محل من محلات بیت السلطنت لکھنؤ، در عہد نامۂ با شوکت و حشمت حضرت امجد علی بادشاہ خلد اللہ ملکہ، بتاریخ بست و ہفتم ذی قعدہ یوم چہار شنبہ ۱۲۵۹ ھ قدسی ، قریب یک پاس روز برآمدہ ہر کہ دعوی کنند باطل است ۔" ۱

مثنوی "معراج نامہ" کے اس مخطوطے کا تعارف اور انتخاب رشید حسن خان نے انجمن ترقی اردو کراچی کے سہ ماہی مجلے "اردو" میں کروایا تھا۔ مخطوطے کا تعارف کرواتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے ۔

> "میرے پیش نظر ایک مثنوی کا مخطوطہ ہے۔ ترقیمے کی عبارت کے مطابق اس کا نام "رسالۂ معراج نامہ" ہے اور یہ شیخ امام بخش ناسخ لکھنوی کی تصنیف ہے ۔" ۲

---

۱ ۔ معراج نامہ ۔ فوٹو کاپی ، مملوکہ راقم الحروف ۔ صفحہ ۲۰

۲ ۔ "معراج نامہ" ناسخ از رشید حسن خان ، سہ ماہی مجلہ اردو جلد ۲۲ شمارہ ۳ ۔ جولائی اگست ستمبر ۱۹۲۸ء ۔ کراچی ۔ صفحہ ۹۳

مثنوی کا یہ مخطوطہ مشفق خواجہ کی ملکیت ہے۔ زمانۂ تصنیف مثنوی پر بحث کرتے ہوئے رشید حسن خان نے لکھا ہے :-

" مثنوی کا موضوع واقعہ معراج ہے۔ اس میں کوئی ایسی مختلف فیہ روایت موجود نہیں جو سنّی ماخذ کے خلاف اور شعیہ ماخذ کے مطابق ہو۔ شروع کے نعتیہ اشعار کے بعد خلفائے اربعہ کی مدح بھی موجود ہے۔ اس عنوان کے سوا اور کہیں حضرت علی کا نام نہیں آیا ہے۔" ۱

مخطوطے اور استنادِ متن کے سلسلے میں ان کی رائے میں :-

" اس نسخے کے کاتب کا تعلق فرنگی محل سے ہے اور ناسخ نے بہ روایت آزاد "علمائے فرنگی محل سے بھی تحصیلی کتابیں حاصل کی تھیں" (آبِ حیات۔ ذکر ناسخ) اسی طرح ابتدائے عمر میں فرنگی محل سے ان کا تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ آزاد نے ابتداً ان کا سنی المذہب ہونا بھی لکھا ہے۔ ان مختلف وجوہ سے اس مثنوی کو ناسخ کی تصنیف مان لینے میں کوئی امر مانع نہیں معلوم ہوتا۔" ۲

مثنوی کے معیار اور مضامین کی بنا پر دو نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ کہ مولد شریف کی طرح " معراج نامہ" بھی ناسخ کے تشیّع اختیار کرنے سے پہلے کی تصنیف ہے۔ مثنوی کے مضامین کے سلسلے میں ہم رشید حسن خان کی رائے کا حوالہ اوپر دے چکے ہیں کہ :-

" اس میں کوئی ایسی مختلف فیہ روائت موجود نہیں جو سنی ماخذ کے خلاف اور شیعہ ماخذ کے مطابق ہو۔"

۱۔ اردو ، سہ ماہی ، انجمن ترقی اردو ، کراچی ، شمارہ ۳ ۔ جلد ۲۲ جولائی و اگست ستمبر ۱۹۲۸ ء

۲۔ " " " " " " " "

زمانی تعین کے سلسلے میں مثنوی کے کمزور فنی پہلوؤں اور غیر معروف ہونے کی بنا پر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ اس زمانے کی تصنیف ہے جو ناسخ کی شاعری کا ابتدائی زمانہ تھا۔ اگرچہ ناسخ کی تمام مثنویاں فنی طور پر کمزور ہیں تاہم یہ مثنوی "مثنویِ ناسخ" اور "سراجِ نظم" سے بہت پہلے اسی زمانے میں کہی گئی ہوگی جب ناسخ سنی العقیدہ تھے۔ ناسخ کا اس ابتدائی دور کا کلام فنی لحاظ سے عیوب سے پاک نہیں۔ شاید یہی سبب ہے کہ ناسخ تبدیلی عقائد کے بعد ابتدائی عمر کے سنی العقیدہ مضامین اور کمزور فنی معیار کی بنا پر اس مثنوی کی تشہیر میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ زمانی ترتیب کے لحاظ سے ہم معراج نامہ اور دوسری مثنویوں کو حسب ذیل ترتیب میں رکھ سکتے ہیں۔

۱۔ معراج نامہ

۲۔ مولد شریف

۳۔ شہادت نامۂ آلِ نبیؐ

۴۔ مثنویِ ناسخ

۵۔ سراجِ نظم

معراج نامہ

مثنوی معراج نامہ میں درج ذیل عنوانات کے تحت ۱۳۲۵شعار درج ہیں۔ تمہید کا عنوان مخطوطے کے ناقص الاول ہونے کی بنا پر ہمارا دیا ہوا ہے۔ عنوانات اور ہر عنوان کے تحت اشعار کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبرشمار	عنوان	تعداد اشعار
۱۔	تمہید	۱۹
۲۔	در مدحِ صحابۂ کرام گوید	۱۱
۳۔	تمہید در بیانِ معراج شریف	۲
۴۔	در ذکرِ معراج شریف گوید	۲۲
۵۔	وصولِ یدِ بیضا به موسی علیه السلام به واسطهٔ خاتم الانبیا افضل البشر محمّد مصطفی علیه السلام	۷
۶۔	معانی دفعِ غل به طرزِ دیگر	۱۵
۷۔	در وصفِ براق گوید	۱۲
۸۔	در بیانِ اذن سواری گوید	۵

سراجِ نظم

یہ وہ دوسری مثنوی ہے جسے " مثنوی ناسخ" در بیان ولادت و فضائل حضرت علی مرتضی علیہ السلام" کے بعد استناد کا درجہ حاصل ہے اور جسے اعتماد سے کلام ناسخ کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

آزاد نے آب حیات میں اور حبیب اللہ غضنفر نے اپنی مرتبہ " مثنوی ناسخ " میں سراج نظم کو غلط طور پر " نظم سراج " لکھا ہے۔ حالاں کہ رشک نے طبع اول "سراج نظم" مطبع محمدی مطبوعہ ۱۲۲۵ھ کے اختتام پر واضح طور پر لکھا ہے۔

صحیح نامہ مثنوی سراجِ نظم" یہ غلطی سب سے پہلے اشپر نگر نے "A Catalogue of the Arabic, Persian and Hindustany Manuscripts of the Libraries of the King of Oudh".

میں کی تھی۔

مثنوی کا نام "سراج نظم" ناسخ کی خواہش پر رشک کا تجویز کردہ ہے۔ اس کا ثبوت "ہوتا ہے سالِ ختمِ نظمِ بیاں" کے زیر عنوان رشک کے ذیل کے اشعار ہیں۔

پا چکے نظمِ مثنوی سے فراغ	کھل گیا گلبنِ سخن کا باغ
تھے جو مجھ سے بہ جان ودل راضی	نامِ تاریخ کی اشارت کی
حکمِ استاد میں بجا لایا	سب وہ ارشاد میں بجا لایا
نام رکھا سراجِ نظم اس کا	اس سے تاریخِ نظم ہے پیدا

"سبب طبع کا بیان سنو" کے عنوان سے رشک نے صفحہ ۹۱ تا ۹۲ جو منظوم تفصیل بیان کی ہے اس سے حسب ذیل نتائج اخذ کئیے جا سکتے ہیں۔

۱۔ آب حیات (۱۸۸۱ء) مولانا محمد حسین آزاد ،

۲۔ مثنوی ناسخ مرتبہ "حبیب اللہ غضنفر" ۱۹۳۱ء۔ مکتبہ کتابستان (مطبع نامعلوم) اللہ آباد صفحہ نمبر

۳۔ سراج نظم، ناسخ ، مطبع محمدی ، لکھنؤ ۱۸۲۵ھ ۔ اغلاط نامہ (صفحہ ۹۰)

A Catalogue of the Arabic, Persian and Hindustany Manuscripts of the Libraries of the King of Oudh, by Aloys Sprenger M.D (1813-1893) Vol 1, Printed by J.Thomas, at the Baptist Mission Press, 1854. Calcutta. India. Page. 628.

۱۔ ناسخ نے یہ مثنوی نواب محمد علی شاہ، نواب لکھنؤ، کی خدمت میں پیش کی تھی ۔ یہ مثنوی کلام ناسخ کا وہ حصہ ہے جس کے ناسخ کی طرف سے کسی کی خدمت میں پیش کرنے کا ثبوت اور ذکر ملتا ہے ۔ اس سے ناسخ کا بادشاہ سے تعلق ، دربار تک رسائی اور نذر و نیاز کا رشتہ ثابت ہوتا ہے۔ ناسخ نے یہ مثنوی ۱۲۵۲ھ میں مکمل کی اور اسی سال انتقال کیا۔ رشک نے "سبب طبع" میں لکھا ہے :-

اسی سال انتقال فرمایا اسی سال ارتحال فرمایا ۱

۲۔ آخری عمر میں نواب لکھنؤ (محمد علی شاہ) کی طرف سے ناسخ کے لئے ۲۰۰ روپیے ماہانہ مقرر کئیے جانے کا جو بیان بعض تذکروں میں ملتا ہے ۔ اسی کے حق میں ۲
اس واقعے سے واقعیاتی شہادت ملتی ہے ۔

۳۔ ناسخ کے انتقال کے بعد رشک کو اس مثنوی کے حصول کا اشتیاق تھا۔ نواب مہر انور کے ساتھ رشک جب لکھنؤ آئے تو انھوں نے اس مثنوی کی تلاش کی انہیں یہ مثنوی مولوی شہید نے مہیا کی اور خواہش ظاہر کی کہ اس مثنوی کو شائع کیا جانا چاہیے ۔ شہید نے اس کے ساتھ یہ شرط بھی عائد کی کہ طباعت کی نگرانی رشک کریں تاکہ صحت متن کا اہتمام ہو سکے ۔

۴۔ یہ مثنوی ناسخ نے مرزا کاظم علی کی فرمائش پر کہی تھی ۔ ناسخ کو مرزا کاظم علی سے خصوصی عقیدت تھی ۔ سبب نظم بیان کرتے ہوئے ناسخ نے سراج نظم میں لکھا ہے ۔

ان کے ارشاد سے ہوئی ہے نظم ان کی امداد سے ہوئی یہ نظم ۳

---

۱ ۔ "سراج نظم" ناسخ (زیر نگرانی رشک) ۱۲۶۵ھ مطبع محمدی لکھنؤ صفحہ ۹۱
۲۔ خوش معرکہ زیبا ، سعادت خان ناصر، مرتبہ مشفق خواجہ، مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۱۳۹
۳۔ "سراج نظم" ناسخ ۔ زیر نگرانی رشک ۔ ۱۲۶۵ھ ۔ مطبع محمدی لکھنو صفحہ ۸۹

یہ مرزا کاظم علی ، مرزا محمد رضا برق شاگرد ناسخ کے والد تھے ۔ مرزا کاظم علی اپنے زہد و تقوی کے لئے مشہور تھے اور ان کا زیادہ تر وقت ذکر و عبادت میں گزرتا تھا ۔ ناسخ نے ان کے بارے میں گیارہ قطعات تاریخ کہے ہیں ۔ ان قطعات تاریخ میں ناسخ نے جو شخصی خصوصیات مرزا کاظم علی کی بیان کی ہیں ان کی وہی خصوصیات سراج نظم میں "سبب نظم" میں بھی ناسخ نے بیان کی ہیں۔ سراج نظم کے یہ اشعار حسب ذیل ہیں۔ ١

قبلۂ دین و کعبۂ ایمان	صاحبِ بوذر و سلمان
کوئی ہمدم نہیں سوائے کتاب	....
صاحبِ علم صاحبِ توفیق	صاحبِ علم، صاحبِ تحقیق
صبح سے شام تک کتاب و صیام	صبح سے شام تک قعود وقیام
رات دن ہے زباں و نامِ خدا	ورد آٹھوں پہر کلامِ خدا
حضرتِ مجتہد کے ہیں تلمیذ	. . . . ٢

قاضی عبدالودود نے مرزا کاظم علی کے شخصیت کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھا ہے

" اگر کاظم علی اور مرزا کاظم علی (متوفی ١٢٢٩ھ) ایک ہی ہیں تو ناسخ نے مثنوی (کو) ان کی زندگی میں ہی تمام کر لیا ہوگا۔ بالکل آخر کے کچھ اشعار ١٢٥٢ھ میں کہے ، اور چوں کہ اس زمانے میں اس پر نظرثانی بھی کی ہوگی اس لیے انھوں نے سال اختتام ١٢٥٢ھ بتایا ۔" ٣

١۔ بہ حوالہ خوش معرکہ زیبا ، تکملہ نجوم السما ، تاریخ آئینہ حق وغیرہ

٢۔ سراجِ نظم ۔ ناسخ ۔ زیر نگرانی رشک ۔ ١٢٦٥ھ مطبع محمدی ۔ لکھنؤ ۔ صفحہ ٨٩

٣۔ معاصر ، قاضی عبدالودود ، پٹنہ ، جلد اول ،

یہ مثنوی یقیناً ۲۲ ذی قعدہ ۱۲۲۹ھ وفات مرزا کاظم علی سے پہلے لکھی جا چکی تھی۔ "سبب نظم" کے آخری اشعار اس امر کا ثبوت ہیں۔ ان اشعار سے مرزا کاظم علی کے حیات ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ بہر حال اس بات کا امکان موجود ہے کہ ناسخ نے بادشاہ محمد علی شاہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے مثنوی میں تبدیلیاں یا کمی بیشی کی ہو اور اس عمل کے مکمل ہونے پر انہوں نے رشک کو مثنوی کا تاریخی نام تجویز کرنے کے لئے کہا ہو۔

سراجِ نظم ۱۲۶۵ھ میں اشاعت کلیات ناسخ، طبع اول ۱۲۵۸ھ کے تقریباً ۷/۲ سال بعد چھپی تھی۔ مثنوی پر مطبع کا نام درج نہیں۔ تاہم محمد حسین صاحب کا نام سر ورق اور اختتام پر "سبب طبع" میں موجود ہے۔ سبب طبع میں رشک نے لکھا ہے کہ یہ مثنوی محمد حسین صاحب نے چھاپی ہے۔ یہ محمد حسین وہی ہیں جنھوں نے کلیاتِ ناسخ طبع اول چھاپی تھی۔

"سراج نظم" بہ شمول سر ورق ۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ایک صفحہ کا اغلاط نامہ بھی بہ عنوان "صحیح نامہ مثنوی سراج نظم" آخر میں موجود ہے۔ چوں کہ صحت متن کے لیے شہید کی خواہش پر طباعت کی نگرانی رشک نے قبول کی تھی اس لیے یقیناً اغلاط نامہ رشک کا ہی مرتب کردہ ہے۔ اس اشاعت کا مسطر ۲۱ سطری ہے۔ ہر سطر میں دو شعر درج ہیں۔ کلام ناسخ "اب سنو نظم ترجمہ کا سبب" کے عنوان سے صفحہ ۹۰ پر

تابع اے ناسخ! ان کا ہو تو بھی　　　　خاک شو پیش ازاں کہ خاک شوی

پر ختم ہوتا ہے اس سے آگے کا منظوم حصہ "ہوتا ہے سالِ ختمِ نظم بیان" کے اشعار رشک کے تحریر کردہ ہیں۔ اسی طرح "سببِ طبع کا بیان سنو" کے تحت ۲۲، اشعار بھی رشک کے تحریر کردہ ہیں۔

سراجِ نظم چار مجالس پر مشتمل ہے اور صفحہ ۱ (معہ سر ورق) تا صفحہ ۲۸، تمہید کے علاوہ ۵۷ عنوانات ہیں۔ صفحہ ۲۹ سے مجلسِ سوم کا آغاز ہوتا ہے۔ مجلس سوم کے تحت ۱۸ عنوانات ہیں۔ صفحہ ۷۳ سے مجلسِ چہارم کا آغاز ہوتا ہے۔ مجلسِ چہارم میں ۱۰ عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔ مثنوی کا متن مجلسِ چہارم کے آخری ذیلی عنوان "ختمِ مجلس میں ہے کلامِ امام" کے تحت صفحہ ۸۸ پر ختم ہوتا ہے۔ اس سے آگے صفحہ ۸۹ سے ناسخ کا نظم کردہ "سببِ نظم" اب سنو نظمِ ترجمہ کا سبب" شروع ہوتا ہے۔ سراجِ نظم کے مشمولات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ہے جواب امامِ رہبرِ دیں ۱۲

خلقتِ علم و دین و دینا ہے ۲۰

ذکرِ علم اصلاحِ دنیا ہے ۳

حکمتِ خلقِ ادویہ ہے یہاں ۲۱

ہے بیاں علومِ حدِ بشر ۸

سبب اختفائے مدتِ عمر ۱۷

ہے مثال مناسب تقریر ۳

اور ارشاد سن لے حضرت کا ۱۸

اور اس کی ہوئی مثال ارشاد ۹

اور فرماتے ہیں جناب امام ۲

تیسری یہ مثال فرمائی ۲۰

حکمت خلط صدق و کذب یہ ہے ۹

خلق اشیا کے فائدوں کا بیاں ۱۵

ذکرِ اشیائے خورد و پوش یہ ہے ۱۷

نعمت آب و ناں کا ہے مذکور ۱۷

ہے بیاں تغائرِ انساں ۱۳

سن لے فرماتے ہیں مثال امام ۶

بعد حدِ انعدام نشو و نما ۶

تھکنا انسان کا مشقت سے ۵

رنج و بیماریِ بنی آدم ۱۵

ذکر ہے مانی و ملاحدہ کا ۵

ہے بیان اس جگہ مفضل کا ۱۱

مجلس دوم

اقسمی و ابر کا ہے اب مذکور	۸
حال عرضِ مفضل باہوش	۲۹
اس جگہ ہے بیانِ شیر مگس	۱۲
ہوتا ہے حالِ عنکبوت بیاں	۱۵
اب مترجم نے یوں بیان کیا	۲۰۶
حکمتِ خلقِ طائرانِ ہوا	۲۰۶
حکمتِ خلقتِ ذبابِ عسل	۸
حکمتِ خلقتِ ملخ سنیے	۲۵
حکمتِ خلقتِ ماہیانِ بحار	۳۶
خلق قرمز کی صنع کا ہے بیاں	۱۹

مجلس سوم

تمہید (ہوتی ہے مجلسِ سوم آغاز)	۵۰
اس جگہ ہے غروبِ شمس کا حال	۱۳۰
ہے یہ حالِ نجوم بے کم و کاست	۶۲
ہے کلامِ مترجمِ مغفور	۱۰۶
حالِ مقدار روز و شب ہے یہاں	۲۰
حالِ سرما ہے حالِ گرما ہے	۲۰
ہے یہ شرح و بیانِ نفعِ ہوا	۲۲
اب عناصر کا حال لکھتا ہوں	۲۵
زلزلے کا بیان ہوتا ہے	۱۵
اب کہوں وجہ نفعِ خلقتِ آب	۶۹
سن عناصر سے لطف ہائے ہوا	۳
حالِ نفعِ وجودِ آتش ہے	۲۹
حال ابرو ہوا کا ہے مذکور	۶۹
حکمتِ خلقتِ جبالِ جہاں	۱۵
حال ہے خلقتِ معادن کا	۲۰

مجلس چہارم

یہ مثنوی چوں کہ ناسخ کے بالکل آخری دور کی تصنیف ہے اس لئے یہ ناسخ کے متروکات سے پاک ہے اس مثنوی میں نہ صرف متروکات مفقود ہیں بلکہ افعال کی صورت بھی جدید ہے تلاش کے باوجود متروکات اور افعال کی قدیم صورت اس مثنوی میں نہیں ملتی -

چوں کہ یہ مثنوی امام جعفر صادق کی احادیث کے ترجمے پر مبنی ہے اس لئے مثنوی سے مخصوص زور بیان ، روانی ، تصویر کشی اور جذبات نگاری کا حسن اس مثنوی میں نہیں - اس مثنوی کا بنیادی مقصد چوں کہ مذہبی احادیث کی کتاب کو نظم کی صورت میں عوام تک پہنچانا تھا جس میں روایات کی صحت بھی مقصود تھی اس لئے ناسخ کی دیگر مثنویوں کی طرح یہ مثنوی بھی اردو مثنوی کے معیار پر پوری نہیں اترتی -

مولد شریف

ناسخ کی مثنویوں میں مولد شریف رسول مختار ایسی مثنوی ہے جو دستیاب نہیں تھی ناسخ کی اس مثنوی کے بارے میں شبیہ الحسن نونہروی نے بحث کرتے ہوئے تذکرہ سراپا سخن کا اقتباس درج کرنے کے بعد لکھا ہے :-

"مشکل یہ ہے کہ مولد شریف رسول مختار ایک ایسی چیز ہے کہ نہ تو اس کا کسی اور نے تذکرہ کیا ہے اور نہ وہ کہیں دستیاب ہوئی ہے۔ سیاق عبارت بتاتا ہے کہ اگر کبھی کوئی ایسی چیز موجود رہی ہو تو وہ غالباً مثنوی ہی ہوگی ۔" ١

ہمیں اس مثنوی کا جو نسخہ دستیاب ہوا ہے وہ ۱۲۸۳ھ (۱۲۶۶/۶۷ء کا) مطبع کارنامہ، لکھنؤ کا طبع شدہ ہے۔ متن کی باز یافت کے نقطہ نظر سے یہ نسخہ اس لئے اہم ہے کہ اس مثنوی کا متن مطبوعہ یا قلمی کسی بھی شکل میں دستیاب نہیں تھا۔ متذکرہ نسخے کے سرورق پر حسب ذیل عبارت درج ہے :-

"دُرِ نظمِ دل پسند و لطیف ، کلامِ معجز نما و منیف اعلی
مولد شریف تالیفِ فصیح اللسان بلاغت تو امان ناظم
راسخ شیخ امام بخش ناسخ ۱۲۸۳ھ ۔" ۲

اس نسخے کے خاتمہ الطبع کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"شکر صد شکر کہ نظم لطیف اعنی بیان میلاد شریف حضرت سرورِ انبیا حبیبِ خدا جنابِ محمّد مصطفی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ، تالیفِ فصیح اللسان ، بلبلِ ہندوستان ناظم راسخ شیخ امام بخش ناسخ بسنہ مبارک ربیع الاول ۱۲۸۳ھ بہ سعیِ کارپردازانِ مطبع کارنامہ لکھنؤ ، حلیۂ طبع سے آراستہ ہو کر مطبوع طبائع شائقان و مقبول خواطر طالبان ہوا ۔" ۳

۱۔ ناسخ شبیہ الحسن نونہروی ۔ ۱۹۷۵ بار دوم اردو پبلیشرز۔ لکھنؤ صفحہ ۲۶۶

۲۔ مولد شریف ، ناسخ ، مطبوعہ ، مطبع کارنامہ لکھنؤ ، ۱۲۸۳ھ سر ورق

۳۔ " " " " صفحہ ۱۸

زیر نظر نسخہ درمیانی تقطیع کے ۱۷ سطری مسطر کے ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۷ اشعار حوض میں لکھے گئے ہیں۔ حاشیے پر جہاں عنوان نہیں ۱۸ اشعار لکھے گئے ہیں۔ حمد کے ۲ ابتدائی اشعار کے بعد ۲۹ عنوانات کے تحت ۲۹۷ اشعار درج ہیں آخری عنوان "مناجات بہ درگاہِ قاضی الحاجات" کے تحت ۱۹ اشعار لکھے گئے ہیں۔ ہر عنوان کے تحت اشعار کی تفصیل حسب ذیل ہے :-

نمبر شمار	عنوان	تعداد اشعار
۱-	نعتِ نبی معظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	۲۳
۲-	بیانِ ظہورِ نورِ رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	۲۵
۳-	بیانِ صدورِ معجزاتِ قربِ زمانِ ولادتِ ختم الرسالت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔	۱۵
۴-	بیانِ معجزاتِ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	۱۱
۵-	بیان وضاحت و اصدار خرق عاداتِ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۲۶
۶-	بیانِ شفقتِ عبد المطلب نسبت آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	۱۱
۷-	بیان محبت و تربیتِ ابو طالب بہ آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	۷
۸-	بیانِ روانگیِ ابو طالب طرف شام و معیتِ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۰
۹-	بیانِ تشریف فرما ہونا حضرتِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بہ عزمِ تجارت جانبِ شام خدیجہ کبرا (کبریٰ) کا مال لے کر	۶
۱۰-	بیانِ منکحتِ آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بہ خدیجہ کبری رضی اللہ رضی اللہ عنہا۔	۷
۱۱-	بیانِ تفصیلِ اولادِ آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	۸
۱۲-	بیان آغاز زمانِ نبوت آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	۵
۱۳-	بیانِ حالِ بعثتِ نبی و شیوعِ دین محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	۲۸
۱۴-	بیان معراج آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	۳۲
۱۵-	کیفیت ایمان لانے (کی) بعض اہلِ مدینہ کی	۱۹
۱۶-	بیانِ ہجرتِ آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف	۳۱

مولد شریف کے جائزے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ناسخ نے یہ مثنوی تشیّع اختیار کرنے سے پہلے تحریر کی تھی۔ مثنوی میں جن مذہبی عقاید کا اظہار کیا گیا ہے وہ اثنا عشری عقائد کے مطابق نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق کے قبول اسلام میں اولیت کے شرف کو خلیفہ اول ہونے کی وجہ قرار دیا گیا ہے جو شیعہ عقیدے کے مطابق حضرت علی کے خلیفہ بلا فصل اور وصی ہونے کے تصور سے متصادم ہے۔ اس مثنوی میں واقعۂ معراج کے بیان میں کسی بھی آسمان پر حضرتِ علی کی موجودگی اور حضور نبی اکرم کے استقبال کا تصور بھی مفقود ہے۔ یہ ایسے شواہد ہیں جن سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ مثنوی اس دور سے تعلق رکھتی ہے جب ابھی ناسخ نے تشیّع اختیار نہیں کیا تھا۔

چوں کہ یہ مثنوی ناسخ کے ابتدائی دور کا کلام ہے اور ناسخ کے تشیّع قبول کرنے سے پہلے کا کلام ہے شاید اسی لیے ناسخ کو اس مثنوی کی تشہیر مطلوب نہیں تھی وگرنہ جس طرح ناسخ نے اپنے دواوین پر نظر ثانی کی تھی اور دیوانِ اول سے بہت سے اشعار خارج کیے تھے اور بہت سے اشعار کی اصلاح کی تھی اس مثنوی پر بھی وہ نظر ثانی کرتے۔ مگر ناسخ نے اس مثنوی پر نظر ثانی نہیں کی اس لئے اس مثنوی میں ناسخ کے بعض متروکات، مثال کے طور پر "لیک" اور "وَلے" موجود ہیں۔ اسی طرح اس مثنوی میں افعال کی صورت بھی قدیم ہے۔ جیسے پاویں، ہووے، ہوئیں گئے آویں، فرماوے، آوے وغیرہ۔

دیوانِ اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

بلبل ہوں بوستانِ جنابِ امیر کا — روح القدس ہے نام مرے ہم صفیر کا

بیعت خدا سے مجھ کو ہے بے واسطہ نصیب — دستِ خدا ہے نام مرے دستگیر کا

تن پرو روں کی تیغِ زباں سے نہ تھی پناہ — گو درع تھا دراعہ نقوشِ حصیر کا 1

ایثار دیکھنا کہ عیاں ہل اتی میں ہے — مسکیں کے بعد ذکر یتیم و اسیر کا

کیوں جو فروش کرتے تھے گندم نمایاں؟ — خود ذوق تھا جناب کو نانِ شعیر کا

انگشتر اپنی دے کے سلیمان کردیا — طاعت میں بھی سوال بناکر فقیر کا 2

گر سلسلہ ہے گیسوے مشکینِ مصطفےٰ — بے سایہ سرو ہے شجرہ میرے پیر کا 3

جس کو کیا نشانہ ہوا دم میں بے نشاں — ہر پر ہے شہپرِ ملک الموت تیر کا

پوچھا جو حال تختِ سلیماں سے ایک نے — بولا کہ زینہ ہے یہ علی کے سریر کا

جب تک نہ آبِ پاک دہانِ نبی پیا — اُس شیر کے نہ دل میں خیال آیا شیر کا

اہل نفاق کفرِ خفی کرتے کیا نہاں؟ — تھا علم بابِ علم کو مافی الضمیر کا

کیوں کر قسیمِ نار و جناں ہو نہ مرتضیٰ؟ — نائب ہے وہ جنابِ بشیر و نذیر کا

جو کچھ کہ دل میں ہے، وہ ہے جاری زبان پر — ہے نشہ مجھ کو بادۂ خُمِ غدیر کا

حکمِ خدا سے حق ہے اُدھر، ہے جدھر علی — کیا غم سقیفہ بندیِ جم غفیر کا؟

یارب! حصارِ امن میں رکھیو مجھے مدام — مداح ہوں ازل سے شہِ قلعہ گیر کا

ناسخ کی گفتگو ہے یہی روزِ باز پرس — میں ہوں غلام شاہِ رسل کے وزیر کا 4

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ب = مطبوعہ میں اصل متن " گو پہنے تھا " ۔ اغلاط نامے میں تصحیح کی گئی ہے جس سے مطبوعہ کا اس شعر کا متن مخطوطے کے مطابق ہوگیا ہے

2 ۔ ب = مخطوطے میں سہو کتابت سے " سنا " بہ جائے " بنا " ۔

3 ۔ ب = نے سایہ سروِ شجرہ ہوا میرے پیر کا ۔

4 ۔ ا ۔ ناسخ کا ادعا ہے یہی روز باز پرس ۔

* مطبوعہ میں درج ذیل شعر اضافی ہے۔

بخشش کی ہے امید علیِ کبیر سے — ہوتا ہوں مرتکب جو گناہِ کبیر کا ۔

دکھا اُس کو جہاں میں غل ہے جس کی آمد آمد کا
الٰہی ہوں بہت مشتاق دیدارِ محمدؐ کا

بہارِ گلشنِ دینِ محمدؐ اب دکھا یا رب!
ترصُّد بلبلِ دل کو ہے فصلِ گل کی آمد کا

گھسے مثلِ قلم پائے طلب لیکن نہ ہاتھ آیا
بساں سایۂ احمد نشاں تصویرِ احمد کا

شجاعت میں کرم میں عدل میں صورت میں سیرت میں
امامِ آخری ہے مثل اپنے جدِّ امجد کا

عبور اللہ نے اُس کو دیا ہے علمِ باطن پر
لیا ہر چند ظاہر میں نہ درس اک حرفِ ابجد کا

نفاق اُس سے نہاں کیا ہو؟ چھُپے شرکِ خفی کیوں کر؟
مَحَکّ ہے اس کا سنگِ آستانہ نیک اور بد کا

کرے گا جب کہ وہ اتمام آکر حجتِ حق کو
زمانے میں رہے گا نام ملحد کا نہ مرتد کا

مسیحا بہرِ بیعت آئے گا چرخِ چہارم سے
نہیں موسیٰ سے کم رتبہ ترے جلوے کے بے خود کا

جو نزدیک اُس سلیمانِ زماں کا دور آئے گا
بیابانوں میں ہوگا ایک مسکن دام اور دد کا

خدا تیرا معرف ہے ملک تیرے موصف ہیں
نہیں حدِ بشر کہنا ترے اوصافِ بے حد کا

بنا دے مہرِ تاباں قصرِ یاقوت اپنے جلوے سے
سیہ خانہ نظر آتا ہے یہ گنبد زبرجد کا

نہ سوئے جاہِ دنیا منہ کیا اے شاہِ دیں! تو نے
سریرِ سلطنت تکیہ ہے گویا تیری سند کا

گراتے رکنِ دین یاجوج و ماجوج آکے دنیا میں
جو پشتی بان تو ہوتا نہ ذوالقرنین کی سَد کا

نمازوں میں مسیحا سا پیمبر مقتدی ہوگا
وہی رتبہ ہے تیرا بھی جو رتبہ تھا ترے جد کا

بھرا تجھ میں یہ حق نے علمِ رطب و یابسِ عالم
کہ جلد و جسم کو رتبہ ہے قرآنِ مجلد کا

جو کندۂ ناتراشیدہ ہیں اُن کو فیضِ صحبت کیا؟
سوا اس کے کہ پایا مرتبہ چوبِ مسند کا

معانی قُل ہو اللہ و اَحد کے ہیں عیاں ناسخ!
برائے قافیہ رکھا ہے میں نے میم احمد کا

مرا سینہ ہے مشرق آفتابِ داغِ ہجراں کا　　طلوعِ صبحِ محشر چاک ہے میرے گریباں کا

ازل سے دشمنی طاؤس و مار آپس میں رکھتے ہیں　　دلِ پُر داغ کو کیوں کر ہے عشق اُس زلفِ پیچاں کا؟

کسی خورشید رو کو جزب دل نے آج کھینچا ہے　　کہ نورِ صبحِ صادق ہے غبار اپنے بیاباں کا

شگفتہ مثلِ گل ہر فصلِ گل میں داغ ہوتے ہیں　　بنا ہے کیا ہمارا کا لبد خاکِ گلستاں کا؟

شفق سمجھا ہے اُس کو ایک عالم وائے بیدردی　　فلک کو گر بگولا جائے گا خاکِ شہیداں کا 1

سیہ خانہ مرا روشن ہوا ویران ہونے سے　　کیا دیوار کے رخنوں نے یاں عالم چراغاں کا

وہ شوخ فتنہ انگیز اپنی خاطر میں سمایا ہے　　کہ اک گوشہ ہے صحرائے قیامت جس کے داماں کا

چمکنا برق کا لازم پڑا ہے ابرِ باراں میں　　تصور چاہیے رونے میں اُس کے روئے خنداں کا

کفن کی جب سفیدی دیکھتا ہوں کنجِ مرقد میں　　تو عالم یاد آتا ہے شبِ مہتابِ ہجراں کا

نظر آتا نہیں مرہم لگائے کس جگہ کوئی　　دہانِ یار گویا منہ ہے میرے زخمِ پنہاں کا 2

دیا میرے جنازے کو کاندھا اُس پری رُو جو نے　　گماں ہے تختۂ تابوت پر تختِ سلیماں کا

مرا ویرانہ مثلِ آئینہ معمورِ حیرت ہے　　یقیں ہر رخنۂ دیوار پر ہے چشمِ حیراں کا

جنوں نے ہجر کی شب ہاتھ دوڑایا ہے جب اپنا　　گیا ہے چاک تا جیبِ سحر اپنے گریباں کا

جو سرخی آتی ہے عکسِ شفق سے بھی مرے منہ پر　　حسد سے رنگ ہوتا ہے مبدل چرخِ گرداں کا

صریرِ کلک کو اب شیر کا نعرہ سمجھتے ہیں　　یقیں اعدا کو ہے میرے قلم داں پر نیستاں کا 3

کسی سے دل نہ اِس وحشت سرا میں میں نے اٹکایا　　نہ الجھا خار سے دامن کبھی میرے بیاباں کا

تہ شمشیرِ قاتل کس قدر بشاش تھا ناسخ؟　　کہ عالم ہر دہانِ زخم پر ہے روئے خنداں کا 4

---

1 = مطبوعہ = ب = فلک کو گر بگولا جا لگا خاکِ شہیداں کا

2 = ، ، ا = نہیں آتا نظر ،

3 = ، ا = ... خامہ ... وہ .... اول خامہ .. وہ

4 = ، مقطع ، ا = سہو کتابت سے " نہ " بہ جائے " تہ " ۔

، مقطع ، ب = کہ عالم دہانِ زخم پر ہے روئے خنداں کا

* بنیادی اور مطبوعہ میں یہ غزل نمبر 3 پر ہے۔ اول میں یہ غزل نمبر 1 پر ہے۔ اول میں اس غزل کے اشعار نمبر 2 ، 4 ، 5 ، 6 ، 7 ، 10 ، 11 ، 16 ، اور 17 اس سے اگلی غزل میں شامل ہیں۔ اور اگلی غزل کے شعر نمبر 3 ، 4 ، 5 ، 6 اور 16 ، اس غزل میں شامل ہیں۔ اگلی غزل غیر مطبوعہ ہے۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا حاشیہ)

مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 14 اول میں نہیں ہے۔ اوّل میں ان دونوں غزلوں کے کل اشعار 37 ہیں۔
اول میں اس غزل کے اشعار، نمبر 2، 8، 10، اور 11 اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں -

ہوا ہے مجھ کو سودا خواہشِ دیدار جاناں کا — نہ کیوں تارِ نگاہ ہو تار تار اپنے گریباں کا؟
تباہی کا ہے اندیشہ جہازِ اہلِ دنیا کو — نہیں ہے کشتیِ درویش کو کچھ خوف طوفاں کا۔
شبِ فرقت جلائے ہے یہ اسبابِ طرب مجھ کو — کارِ برق کر جاتا ہے پر تو ماہِ تاباں کا
ہم اپنی ہی گراں باری سے ہیں محبوس زنداں میں — نہیں کچھ نالہٴ زنجیر کو خطرہ نگہباں کا

کوئی مضمون اگر لکھتا میں اس حالِ پریشاں کا — کبھی بند ہتانہ شیرازہ مرے اوراقِ دیواں کا

تصور مجھ کو ہے بیت الحزن میں کوئے جاناں کا — جہنم میں خیال آیا ہے گویا باغِ رضواں کا

بنائے عالمِ ایجاد ہے برباد نظروں میں — فلک کہتے ہیں جس کو اک بگولا ہے بیاباں کا

ترا کوچہ جو ہے فردوس تو نہریں بھی لازم ہیں — ضرورت سے ہے یاں ہونا ہماری چشمِ گریاں کا

نہیں جھکتے ہیں مسجد میں جبیں سا تیرے کوچے کے — خمِ محراب پر اُن کو یقیں ہے تیغِ برآں کا

بہانہ کچھ نہیں بھرِ حسد درکار حاسد کو — بھلا کہیے کیا کیا تھا گنہ آدم نے شیطاں کا؟

یہ عشق ایسی بلائے بد ہے، جس کے نام کی دولت — درختوں کو سکھاتا ہے لپٹنا عشقِ پیچاں کا 1

نہ کیوں چھا جائے تیرے سامنے زردی مرے منہ پر؟ — طلائی خاک کو کرتا ہے پر تو مہرِ تاباں کا

وہ ہوں میں شاعرِ معجز بیاں جو نورِ معنی سے — یدِ بیضا ہوا ہر ایک صفحہ میرے دیواں کا

خیالِ گیسوئے پیچاں میں دُودِ نالۂ دل سے — کیا روئے ہوا کو میں نے تختہ سنبلستاں کا

تصور نے رکھا زنداں میں بھی فارغ مجھے غم سے — سماں ہے خانۂ زنجیر میں بھی بزمِ جاناں کا

سفر ہم نے کیا یادِ لبِ جاناں میں دنیا سے — چراغ اپنی لحد پہ چاہئیے لعلِ بدخشاں کا

جو ہوں اہلِ تعلق اُن سے بھی قطع تعلق کر — کٹا دے اپنا سر گردمیان آئے اِس کو ساماں کا 2

وہی دل زندۂ جاوید ہے جو پھنس گیا اِس میں — کہ دامِ زلف کا چشمہ ہے چشمہ آبِ حیواں کا

اثر بعد از فنا میری سیہ بختی کا باقی ہے — ہوا پُر خاک میں انداز ہے دودِ پریشاں کا

نظر آتا ہے چشمہ حُسن کا بے فیض اے ناسخ! — کسی کو بھی ملا پانی نہ اِس چاہِ زنخداں کا

---

1 ـ اول ـ ا = ... ایسا ....

2 ـ م ـ ا = ... ہے ـ

* یہ غزل غیر مطبوعہ ہے۔ اول کے مطابق اس غزل کے ۵ شعر نمبر ۳، ۲، ۵، ۶ اور ۱۲ گزشتہ غزل میں شامل ہے

جس جگہ ہے حسن نوراً قدرداں پیدا ہوا　　چاہ میں یوسف گرا تو کارواں پیدا ہوا

جب زمینِ شعر کا میں باغباں پیدا ہوا　　گلشنِ رنگیں بیانی بے خزاں پیدا ہوا

سخت دل جو ہیں اُنھیں محروم رکھتا ہے فلک　　بیضۂ فولاد سے بچہ کہاں پیدا ہوا ؟

گبر و مومن کی پرستش کو بنا دیر و حرم　　میرے سجدے کو یہ سنگِ آستاں پیدا ہوا

نکتہ سنجی کو کیا خالق نے جب پیدا ہمیں　　حیف اِساتھ اپنے نہ کوئی نکتہ داں پیدا ہوا

کیا ہوں سنگِ جور سے نالاں کہ مانندِ حباب؟　　شیشۂ دل بھی ہمارا بے فغاں پیدا ہوا

یاں ازل سے جوششِ سودا یہ رنگِ لالہ ہے　　داغ سے سینہ ہمارا توأماں پیدا ہوا

تا بہ ہستی بس تڑپتا ہی عدم سے آگیا　　زخمِ تیغِ عشق سے میں نیم جاں پیدا ہوا

جب نہ تھا تجھ پر یہ عالم، تھی یہی تو بھی حیا　　باغ کی خلقت سے اول باغباں پیدا ہوا

خانۂ دل میں چراغِ شام آیا صبح دم　　عالمِ پیری میں عشقِ نوجواں پیدا ہوا 1

شیر سے تا شربتِ مرگ ایک سی تلخی ہے یاں　　غم لگا کھانے وہیں انساں جہاں پیدا ہوا

ہوں وہ دریا جس میں ہے اک عرشِ اعظم مر حباب　　پل گئی اک لہر جس دم اک جہاں پیدا ہوا

یہ دہن ہے تنگ اُس کا جو تولد ہوتے ہی　　سب لگے کہنے یہ لڑکا بے دہاں پیدا ہوا 2

رشک سے میرے سخن پر خلق ہوتی ہے ہلاک　　حیف دنیا میں نہ کیوں میں بے زباں پیدا ہوا؟

وصل کی شب غل موذن نے مچایا قبلِ صبح　　کیا خروس بے محل بھرا اذاں پیدا ہوا

وادیٔ ہستی میں آتے ہی عدم کی راہ لی　　ساتھ اپنے تو سنِ عمرِ رواں پیدا ہوا

بے گنہ کرتا ہے اے ناسخ ہزاروں کے وہ خوں　　دوسرا دنیا میں لو چنگیز خاں پیدا ہوا 3

ا۔ اول ۔ ا۔ صبح دم یاں خانۂ دل میں ہوا روشن چراغ

۲۔ مطبوعہ ا ۔= یہ دہن ہے تنگ اس کا . . . . = مخطوطے میں یہاں سہو کاتب سے لفظ "ہے" لکھنے سے رہ گیا ہے

۳۔ مطبوعہ مقطع ۔ ب = ... تو . . . . ہے

* اس غزل میں مقطع ثانی کے علاوہ شعر 4 تا 8 و 6 شعر غیر مطبوعہ ہیں۔ اول میں مطلع اور شعر نمبر 15 کم ہیں۔ مگر تعدادِ اشعار 17 ہی ہے۔ اضافی اشعار حسب ذیل ہیں۔ (اول کے)

رتبہ عالی دیکھ کر میری زمیں کا بولی خلق
لو زمینِ شعر کا بھی آسماں پیدا ہوا

اُس گلی میں کیوں نہ مرجاؤں کہ تیرے واسطے
اے سگِ جاناں! یہ مشتِ استخواں پیدا ہوا

گل فشاں عکس ہوا کس کے رخِ رنگیں کا؟
ہے جو آئینے میں عالم سبزِ گل چیں کا

خاک ہو جائیں گے ہم، شوق ہوگیا تزئیں کا؟
سرمہ ہے خاکِ لحد دیدۂ آخر بیں کا

مانگی باراں کی جو ہم بادہ پرستوں نے دعا
رعد نے سنتے ہی ایک نعرہ کیا آمیں کا

فرقتِ یار میں کیا ہوش اڑے جاتے ہیں!
شہپرِ خواب ہے جو پر ہے مرے بالیں کا

آج ہوتا ہے دلا! درد جو میٹھا میٹھا
دھیان آیا ہے تجھے کس کے لبِ شیریں کا؟

بیٹھ جائے جو گل اندام ہمارا اک دم
عطر کھینچیں ابھی عطار گلِ قالیں کا

چاند کی طرح ہے خرمن میں وہ دہقاں زادہ
کیوں نہ ہر خوشے میں ہو نور عیاں پرویں کا؟

دیکھ کر طاقِ حرم کو جو چڑھاتا ہے بھویں
عشق ہے مجھ کو دلا! اُس صنمِ بے دیں کا

اشتیاقِ گلِ خورشید شبِ ہجر میں ہے
کیا فلک مجھ کو دکھاتا ہے چمن نسریں کا؟

قبر پر بہرِ خدا نام بتوں کے لینا
دوستو! وقت اگر آئے مری تلقیں کا

بت پرستی ہے مری اور، خدا شاہد ہے
زاہدا! کفر ہے بس عشقِ بتِ سنگیں کا

شعرِ تر جو ہے مرا اک گلِ تر ہے ناسخ!
نہیں قرطاس یہ دامن ہے کسی گل چیں کا

منهدی سے هے شعله قدم اُس رشکِ پری کا
پاپوش نے سیکھا هے چلن، کبکِ دری کا

طرفه چمنِ حسن میں هے نخل، ترا قد
کرته هے جو اے سروِ رواں! مولسری کا

کس مرتبه مجھ کو غمِ فرقت نے سکھایا!
اشکوں میں نهیں مثلِ گهر نام تری کا

پاکانِ ازل کو نهیں پروائے مربی
عیسیٰ کو ضرر کچھ نه هوا بے پدری کا

بو کس کی نسیمِ سحری لائی چمن میں
هر گل میں هوا رنگ چراغِ سحری کا

نکلے جو هوا دار په وه برقِ تجلی
کیوں کر نه هو عالم کو گماں تختِ پری کا؟

هر غنچهٔ گل فرقتِ جاناں میں هے پیکاں
هر شاخ میں عالم نظر آتا هے سری کا

پُر رعب زمیں کوچهٔ قاتل کی هے ایسی
ٹھہرے نه جهاں نقشِ قدم رہ گزری کا

هے گلشنِ خوبی وه پری رُو به سلیماں
خاتم میں نه کیوں نگ هو عقیقِ شجری کا؟

دیوان میں سادی هی جگه چھوڑ دی میں نے
مضمون یه باندھا تری نازک کمری کا

پیری میں کسے زیست کی امید هے ناسخ!
نادان! کوئی جھونکا هے نسیمِ سحری کا

زلف سے کیجیو شانے کو نہ زنہار جدا
کاٹ کھاتا ہے جو ہوتا ہے سرِمار جدا

1 آنکھ بے لطف ہے پلکیں ہوں جو اے یار جدا
کس طرح آبلۂ پا سے کروں خار جدا ؟*

دل کو مجھ سے کریں گے ابروئے خم دار جدا
عضو کو عضو سے کر دیتی ہے تلوار جدا

لوں جو بوسہ، نہ لبوں سے ہوں لبِ یار جدا
ہے وہ بلبل ہی جو غنچوں سے ہو منقار جدا

سرِ عشاق یہاں بکتے ہیں معشوق وہاں
کوئے قاتل ہے جدا ، مصر کا بازار جدا

آدمی آدمی ہے اور ہے حیواں ، حیواں
تیری رفتار جدا کبک کی رفتار جدا

لاکھوں نے کاٹ کے سر رکھ دئے قاتل کے حضور
انگلیاں ہوگئیں یوسف پہ جو دو چار جدا

تیغِ ابرو ہے جو بے قبضہ کرے خوں ریزی
ورنہ مہمل ہے جو قبضے سے ہو تلوار جدا

کیا ہی دلچسپ ہے اللہ! بدن اُس بت کا
مثلِ رگ ہوتے نہیں رشتۂ زنار جدا

2 ہم بغل ہوتے ہی میں جزوِ بدن بن جاؤں
نہ تنِ یار سے ہو میرا تنِ زار جدا

نام رکھت ہے کہیں، لغزشِ مستانہ کہیں
نہیں شغلِ حرم و خانۂ خمار جدا

عیش ہے عاریت اس باغ میں اور رنج مدام
کیا ہوں گل بن سے بھلا گل کی روش خار جدا

3 سرو! ساماں یہ ہے کیا کبر کہ غافل اک دم
جسم سے سر ہے جدا سر سے ہے دستار جدا

بوجھ اپنا کبھی ڈالا نہ کسی پر میں نے
ہوئی تعمیر مری سقف سے دیوار جدا

سبزۂ خط سے ہوئے تیرے حواشی رُو پوش
کرتی ہے حاشیوں کو جدولِ زنگار جدا

4 تخلیہ چاہیے جس وقت میسر ہو وصال
قبر میں رکھتے ہی کیوں کر نہ ہوں غم خوار جدا؟

مثلِ ناقوس لبِ جام فغاں کرتے ہیں
منہ سے کرتا ہے جو وہ کافرِ مے خوار جدا

5 گل چلے جاتے ہیں تو کہتے ہیں برگِ گل بن
ہم تہی دستوں سے کیوں کر نہ ہوں زر دار جدا؟

فصل کیوں کر کروں دونوں میں گوارا ناسخ!
کہ محمد سے نہیں حیدرِ کرار جدا

1۔ مطبوعہ ۔ ا = ... پلکیں ..... مخطوطے میں سہو کاتب سے پلکے بجائے "پلکیں" ہے

2= ا ۔ = ... ہو جاؤں

3= ا ۔ = ... ۔ ۔ ۔ دن

4= ب ۔ = ... نہ ہو .....

5= ب ۔ = ... نہ ہو ....

* مطبوعہ میں حسب ذیل شعر اضافی ہے۔

راست گو کون ہے ایسا کہ زباں میں ہو فرق؟
شمع کی طرح سر ہو جو سوبار جدا

خلق کی تسخیر کو ہر نقشِ پا افسوں ہوا
سایہ دیکھا اُس پری کا جس نے وہ مجنوں ہوا

1 فرقتِ خالِ سیاہ میں مردہ میں محزوں ہوا
موت افیونی کی آئی جب کہ بے افیوں ہوا

اِس ادا سے دھوئے ہیں دستِ حنائی آپ نے
ہر حبابِ آب جُو اک دیدۂ پرخوں ہوا

2 نکلوں گا مثلِ شرر سنگِ صنم سے روزِ حشر
زیرِ دیوارِ حرم گو آج میں مدفوں ہوا

بوسۂ خالِ سیاہ دیتے نہیں صاحب اگر
ایک دن سننا کہ بندہ کشتۂ افیوں ہوا

ماہِ تاباں بہن ہوا ہالہ ہوا مارِ سیاہ
جود ہوویں شب گر خیالِ کا کل شب گوں ہوا

چین کی جا کوئی دنیا میں نہیں جز خم کدہ
کیا ہی دانا تھا کہ ساکن خم میں افلاطوں ہوا

3 توڑے بندوقوں کے تارے چاند جن کے آفتاب
اے شبِ فرقت! ترا آنا مجھے شب خوں ہوا

ہم شہیدوں کی جو خاک اُس کی سواری سے اُڑی
ایک دم میں تو سنِ بادِ صبا گلگوں ہوا

4 طوق ہالے کا پڑا اُس کے گلے میں کس لئے؟
چاند بھی شائد اُسی کے عشق میں مجنوں ہوا

ہے وہ تیغ اُس کی نگاہ دیکھی اگر میری غزل
طائرِ بسمل وہیں ہر طائرِ مضموں ہوا

ساتھ زر کے پستیِ ہمت بھی ہوتی ہے زیاد
ورنہ مائل سوئے اسفل کس لئے قاروں ہوا؟

باغ میں تقطیع اُس سروِ رواں کی دیکھ کر
سرو کا مصرع مری نظروں میں ناموزوں ہوا

اژدہے بھی بار ہا آئے دفینوں میں نظر
کیا ہوا گر نیک کے نزدیک بدمدفوں ہوا؟

میکدے میں ہے مرے ، پُر انقلاب روزگار
جامِ مے سیدھا ہوا شیشہ اگر واژوں ہوا

5 مے کشو روزِ ازل سے میں وہ صاحب ظرف ہوں
جس کے اک پیمانے سے خالی خُمِ گردوں ہوا

بیتِ ابرو میں اسیر ایسا ہوا چھُوٹا نہ پھر
طائرِ دل بھی ہمارا طائرِ مضموں ہوا

لڑکھڑاؤں گا عروجِ نشہ میں تو دیکھنا
ایک ٹھوکر میں کئی ٹکڑے خُمِ گردوں ہوا

کیوں کر اے ناسخ! خوارِ عجُل دشمن ہو نہ خوار؟
کیسے موسیٰ کا علیِ شیرِ خدا ہاروں ہوا

1= مطبوعہ ۔ ب = ... ہے ......
2= اول ۔ ا = ... لحد ......
3= مطبوعہ ۔ ا = ... ماہتاب
4= اول ۔ ا = ... گردن میں ....
= م ۔ ب = ماہ ....
5= مخطوطے میں سہو کتابت ہے "جس کے" کی بہ جائے "جی کے" لکھا ہے۔

* شعر نمبر 12 اور 13 کی ترتیب مطبوعہ کے برعکس ہے۔ اول میں یہ غزل 13 اشعار پر مشتمل ہے۔ مندرجہ بالا غزل کے صرف 6 شعر نمبر 4، 7، 10، 12، 16، 17، اوّل میں شامل ہیں۔ اوّل کے باقی 7 اشعار درج ذیل ہیں۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

باھمر اپنے آپ سے ھرگز نہ میں مجنــوں ھوا ساحتِ دل جوشرِ وحشت میں مجھے ھاموں ھوا

شام سے تا صبح اک دم مجھ کو نیند آتی نہیں خالِ مشکیں کا تصور نشہ ٔ افیوں ھــــــوا

روشنی سے منحرف مائل بہ سوئے تیــــرگی شپرہ گویا کہ نجمِ طالعِ وارژوں ھـــــــوا

جب ترقی پر خیال آتا ھے اپنی فکـــر کو دشت ھر ذرہ ھوا قطرہ جو تھا جیحوں ھــوا

کھینچے ھی گا یار کی تصویر یاں کلکِ خیـــال قامتِ موزوں مرا ھر مصرعِ موزوں ھــــــوا

سہو مجھ مجنوں کو تا ھو نرگسِ قاتل کی یــاد ؟ دل مرا صحرا میں چشمِ شیر کا مفتوں ھــــوا 1

میں نے اے ناسخ!کیا ظاھر میں گر تتوی تو کیا؟ دل گزر کاہِ خیالِ نرگسِ مے گــوں ھـــــوا

1_1 ـ سہو (؟)

اپنے ابرو آئینے میں دیکھ کر بسمل ہوا
کھینچ کر تلوار اپنا آپ وہ قاتل ہوا

بھاگ کر کب تجھ سے جاں بر کوئی اے قاتل! ہوا؟
اڑ چلا گر ہوش اپنا ، طائرِ بسمل ہوا

اب کہاں نالے کہ اس لیلیٰ کا مسکن دل ہوا؟
تھا جرس جو پیشتر ازیں وہ اِندنوں محمل ہوا

نام نیک اہلِ حکومت کو کہاں حاصل ہوا؟
خلق میں مشہور اک نوشیرواں عادل ہوا

سر سے پا تک ہر صنوبر ہی فقط کیا دل ہوا؟
دیکھ کر اس سرو قد کو سرو بھی مائل ہوا

اِس ادا سے باڑ دیکھی آپ نے تلوار کی
طائرِ رنگِ حنا بھی طائرِ بسمل ہوا

دھیان اِس کے بند کرنے کا کبھی آتا تجھے
کیوں نہ تیرا رخنۂ دل میرا چاکِ دل ہوا؟ 1

ہے یہ غم جاں کاہ خالِ ابروئے خم دار کا
کعبے میں کاہیدہ ہوکر سنگِ اسود تل ہوا

جو یہاں مغلوب ہے عقبیٰ میں غالب ہے وہی
مرکبِ مقتول ہے اک روز جو قاتل ہوا

دھوئے ہیں دھوبی نے دریا میں جو کپڑے یار کے
آج کوسوں تک معطر دامنِ ساحل ہوا

دلبری کا جب ہوا اُس سرو قامت کو خیال
عضو عضو اپنا وہیں مثل صنوبر دل ہوا

سب کے خالق نے بنائے کاسۂ سرواژگوں
آدمی اِس پر بھی پیشِ آدمی سائل ہوا

بجھ گیا میرا چراغِ داغ ، وصلِ یار میں
نورِمہ نزدیکیِ خورشید سے زائل ہوا

جو پری رُو بیٹھتا ہے آکے اُٹھ سکتا نہیں
اب تو نقشِ بوریا کا خُوب میں عامل ہوا

جذبِ جنسیت بہم رہنے نہیں دیتا فراق
گل بنا جو جسمِ خاکی آج کل وہ گل ہوا 2

ہائے کس قاتل ادا سے کی شروع اُس نے نماز؟
نکلی جب تکبیر اُس کے منہ سے میں بسمل ہوا

کہتے ہیں زاہد مری دیوانگی کو دیکھ کر
بت پرستی کے سبب قہرِ خدا نازل ہوا

جب تصور یار کا باندھا ہم آپ آئے نظر
سامنے آنکھوں کے آئینہ ہمارا دل ہوا

عاشقِ بے ننگ سے ملتا ہے معشوقوں کو ننگ
پیرہن مجنوں کا پھٹ کر پردۂ محمل ہوا 3

سامنے میرے رہا کر شام سے لے تا سحر
حسن میں گر مثلِ ماہِ چاردہ کامل ہوا

روحِ ناسخ ہے اُسی کی روحِ اقدس پہ نثار
بار ہا جس کے لئے روح القدس نازل ہوا

1مطبوعہ ب۔۔۔۔۔۔۔۔ در۔۔۔۔۔ = اول = در

2= ء ۔ ب = ۔۔۔۔۔۔۔۔ در۔۔۔۔۔۔

3= ء ۔ ا = ۔۔۔۔۔ ہوتا ۔۔۔۔۔ رنج = اول = ہوتا

* اول میں یہ غزل 15 اشعار پر مشتمل ہے مندرجہ بالا غزل کے 5 شعر ، نمبر 7 ، 13 ، 16 ، 19 ، 20 اول میں ، اس غزل میں موجود ہیں۔ اضافی 10 شعر درج ذیل ہیں۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا حاشیہ)

بن کے خط جو میرے نالوں کا دھواں داخل ہوا — یار کا چاہِ زنخ داں بھی چہِ بابل ہوا
چھپ چلا بالکل وفورِ خط سے چہرہ یار کا — رفتہ رفتہ ذرہ اُس خورشید کا حائل ہوا
رحمتِ حق نے نہ دیکھا کوئی بھی میرا عمل — نامۂ اعمالِ سرمستی خطِ باطل ہوا
ملتی اُس دریائے پُر شورِ جہاں سے کب نجات؟ — گور کا چاکِ گریباں دامنِ ساحل ہوا
تھی مجھے ہر حال میں جو کوششِ اخفائے راز — خون سے میرے نہ رنگیں دامنِ قاتل ہوا
بے خودی آٹھوں پہر طاری یہاں رہنے لگی — جب سے اک محبوب میرے حال سے غافل ہوا
حورِ اعدا سے ملا ہے امن کوئے یار میں — قتل سے ایمن ہوا کعبے میں جو داخل ہوا
کیا کہوں میں کس قدر ہے وصل کی شب کا سواد ؟ — چہرۂ روزِ جدائی کا وہ گو یا تل ہوا
اے گلِ خنداں! ترے تیرِ نگہ سے غنچہ ساں — سب بدن ثابت رہا صد چاک اپنا دل ہوا
یار کے آنے کا تھا جو مجھ کو ناسخ! انتظار — نزع میں تن سے نکلنا جان کا مشکل ہوا

روئے جاناں کا تصور میں جو نظارہ ہوا
دل میں تھا جو داغِ حسرت عرش کا تارا ہوا

وہ مۂ خانہ نشیں گلیوں میں آوارہ ہوا
اے منجم! دیکھنا ثابت بھی سیارہ ہوا

کس ادا سے تونے شانہ اپنے بالوں میں کیا؟
سر پہ ہر محبوب کے خط مانگ کا آرا ہوا

محفلِ مے میں جو آیا تو برائے مے کشی
تھا جو شیشہ جوشِ مے سے ایک فوارہ ہوا

گرم ہے کیا عکس تیرے روئے آتش ناک کا!
آئینے کی پشت کا معدوم سب پارا ہوا

رات غائب ہوگئی ظاہر ہوئے آثارِ صبح
وصل میں خورشید گویا شام کا تارا ہوا 1

چشمِ بد دور آج آتے میں نظر کیا گال صاف!
سبزۂ خط کیا غزالِ چشم کا چارا ہوا؟

ابر کو نسبت بھلا کیا چشمِ دریا بار سے؟
ایک دم روئے کنارے پر جو ہم دھارا ہوا

شب ہوا سے ہل گئی جو اُس کی زلفِ عنبریں
دم میں مومِ شمع سارا عنبرِ سارا ہوا

کس قدر ہے تیز ظالم آتشِ رنگِ حنا؟
سنگِ پا تلووں سے بس لگتے ہی انگارا ہوا 2

قد ترا سرو آنکھیں نرگس زلف سنبل رخ ہے گل
کون ہے اک مشتِ گل میں جو چمن آرا ہوا

جوشِ وحشت تیری آنکھوں پر یہ خوش چشموں کو ہے
مثلِ آہو دشت میں ہر ایک آوارہ ہوا

ہوگئی ہے شمع تیرے سامنے خجلت سے آب
شمع داں گویا تری محفل میں فوارہ ہوا

چین سے سویا نہ دنیا میں کبھی جُز خوابِ مرگ
بعد مرنے کے جنازہ مجھ کو گہوارہ ہوا

زاہدا! ہم جانتے ہیں عشق بازی ہے گناہ
گھر لٹایا ہے جو وحشت میں یہ کفارہ ہوا

ہو رہا ہے بت پرستی کا یہ دنیا میں عذاب
مجھ کو ہر داغِ جنوں دوزخ کا انگارا ہوا

پیٹھ پیچھے میرے بد کہنے سے زاہد! یہ ملا
پیٹھ پر بارِ گنہ کا جمع پشتارہ ہوا

دور پھینکا ساقیا! لیتے ہی تیرے مجمر میں
ہاتھ میں جامِ مئے گلرنگ انگارا ہوا

مجمرِ ساقی میں نہیں اے مے کشو! آوازِ رعد
فوجِ غم میں بہرِ خوں ریزی یہ نقارہ ہوا

جب نہانے کو ہوا عریاں وہ پتلا نور کا
حوض میں روشن برنگِ شمع فوارہ ہوا

دوستو! جلدی خبر لینا کہیں ناسخ نہ ہو
قتل آج اُس کی گلی میں کوئی بے چارہ ہوا

1۔ مطبوعہ۔ا = ... غارت ....
2۔ ء۔ب = ... لگتے ہی ... تلووں ...

سبزۂ خط گورے گالوں پر نمایاں ہوگیا
یا سمن زارِ صباحت سنبلستاں ہوگیا

دوست ہر اک میرے جی کو دشمنِ جاں ہوگیا
یاں دمِ عیسیٰ دمِ شمشیرِ براں ہوگیا

پاؤں بھی اب اے جنوں اکر دیجئے کانٹوں کی نذر
سر تو مدت سے نیازِ سنگِ طفلاں ہوگیا

غلم جانے کا نہ دیکھا اس کے آتے ہی مُوا
کیا ہی شادی مرگ ہونے کا یہ احساں ہوگیا

ضبط کرتے کرتے میں نے کی جو سوزِغم سے اُف
دیکھنا یہ آسماں دودِ پریشاں ہوگیا

صبح کے گمراہ کرنے کو شبِ فرقت میں آہ
ہر ستارہ دیدۂ غولِ بیاباں ہوگیا

جس محل میں بزم آرا آج ہوتے ہیں امیر
دیکھنا کل مصرفِ گورِ غریباں ہوگیا

مجھ کو وہ روئے کتابی یاد رہتا ہے مدام
کی تلاوت اِس قدر جو حفظ قرآں ہوگیا

نُور کا پتُلا بنا ، تیرے تصور سے یہ دل
عکس سے آئینہ اپنا ماہِ تاباں ہوگیا

وصل کی شب جوشِ حیرت سے ہوا حائل حجاب
آفتاب اپنا چراغِ زیرِ داماں ہوگیا

گرچہ سو پردے میں تھا وہ شرمگیں پنہاں مگر
جب کھُلی چشمِ تصور صاف عریاں ہوگیا

آگیا مجھ کو جو اُس زلفِ پریشاں کا خیال
دم میں مجموعہ عناصر کا پریشاں ہوگیا

تنگیِ محفل کی دولت بھڑکے بیٹھا مجھ سے یار
رات اہلِ بزم کی کثرت کا احساں ہوگیا

منہ لگاتے ہی نےِ قلیاں بنی ہے نیشکر
دُودِ تنبا کو نسیمِ باغِ رضواں ہوگیا

بعد مُردن بھی ہے ناسخ! مجھ سے خوش چشموں کو ضد
سبزۂ تُربت چراگاہِ غزالاں ہوگیا 1

1۔ مطبوعہ۔ا = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ باقی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

* مطبوعہ میں یہ غزل اور اس کے بعد کی غزل (غزل نمبر 12 13) مسلسل غزل کی صورت میں ہیں۔ مطبوعہ میں اِس غزل کے کل اشعار 21 ہیں۔ مخطوطے کی غزل 13 کا صرف مطلع غیر مطبوعہ ہے۔ مطبوعہ میں غزل نمبر 12 کا اختلافِ نسخ "1" سے واضح ہے کہ مقطع کو مسلسل غزل میں شامل کرنے کے لئے تخلص نکالا گیا ہے۔ مخطوطے کی غزل نمبر 12 کے شعر نمبر 11 سے آگے بہ شمول غزل 13 (مطلع غزل 13۔ غیر مطبوعہ) کو نظر انداز کرتے ہوئے اشعار کی ترتیب مطبوعہ میں بعینہٖ وہی ہے۔ جو مخطوطے میں ہے۔ اس غزل یعنی غزل نمبر 12 میں 9 ، اشعار غیر مطبوعہ ہیں۔ اوّل میں اس غزل کے مطلع ثانی کا مصرع اولی اس سے اگلی غزل (نمبر 13) کے مطلع کا مصرع اولی ہے اور غزل نمبر 13 کے مطلع کا مصرع اولی غزل نمبر 12 کے مطلع ثانی کا مصرع اولی ہے۔ یہ سہوِ کاتب ہے۔ اول میں اس غزل کے اشعار نمبر 3 ، 4 ، 5 ، 6 ، 7 غزل نمبر 13 میں شامل ہیں اور غزل نمبر 13 کے اشعار نمبر 2 ، 3 ، 4 ، 5 ، 7 اس غزل میں شامل ہیں۔

واں نہانے کو جو دریا پر وہ عـــریاں ہـــوگیا
یاں ہمارے غسلِ میت ہی کا ساماں ہــوگیا

ہوکے خم تسلیم کرتے ہی کیا مجھ کو شہیـــد
قد ترا ظالم! کمانِ تیرِ مژگاں ہـــــوگیا

خود بخود ہوتا ہے پرزے آتے ہی فصلِ بہــــار
یاں گریباں اے جنوں! گل کا گریبـــاں ہوگیا

اس قدر مضموں تری دستِ حنائی کے لــــکھے
جو قلم داں میں قلم تھا شاخِ مـرجاں ہوگیا

چاند چھپتا ہے جو دو دن ہوتی ہے مشتاق خلق
یاں ہوئی قدر اُس کی جو نظروں سے پنہاں ہوگیا

ہوگیا وہ مصر ہے جس شہر میں تصویرِ یـــــار
جس کنویں کو اُس نے جھانکا چاہِ کنعاں ہـوگیا

ہم وہ مجنوں ہیں کہ جو خورشید رُو آیا نظـــــر
صبح ساں اپنا وہیں پرزے گریبــــاں ہــوگیا

مشتعل ایسی ہیں اُس کے دستِ نازک خود بخود
طائرِ رنگ حنا بھی مرغِ بریـــــاں ہـــــوگیا

سر اُٹھا کر جو چلا اِس دشتِ وحشت خیز میں
پار تلووں سے وہیں خارِ مغیـلاں ہـــوگیا

شمعیں[1] کا فوری جلاتے تھے سو اُن کی گـــوروں پر
دیدۂ غولِ بیاباں سے چراغاں ہـــــوگیا 2

کوئی دم پیری بھی اپنی ہے بسانِ صبحِ دم
مثلِ شب عہدِ شباب آنکھوں سے پنہاں ہوگیا

کیوں سلاطینِ زمانہ آگئے ہیں باد پــــــــر
تختۂ تابوت جب تختِ سلیـــــماں ہـــوگیا

ہر سحر سن کر ترے مجنوں کا غل کہتی ہے خلق
چاک کیا صبحِ قیامت کا گریبـــــــاں ہـــــوگیا

سر کشی کرتے ہیں مجھ سے جو کہ ہیں پامالِ خلق
شیرِ قالیں بھی مجھے شیرِ نیستاں ہـــــوگیا

یار کے جاتے ہی بھر آئے مری آنکھوں میں اشـــک
جوشِ تاروں کا ہوا خورشید پنہاں ہــوگیا

رشک جو آتا ہے ناسخ! بختِ بلبل پر مجھـــــــے
جب کھِلا غنچہ مرا ٹکڑے گریبـــاں ہــوگیا

1۔ مطبوعہ م۔ب = ہوگئی .... * اول ۔ ہوگئی ....

2۔ م ۔ا = ... گور ....

* مطلع غیر مطبوعہ ہے۔

کیا کہیں مرگِ احبا میں جو ہم کو غم ہوا
گر مُوا دشمن کوئی اس کا بھی اک ماتم ہوا

بُخل جتنا ہے زیادہ جُود اتنا کم ہوا
آج تک پیدا نہ کوئی دوسرا حاتم ہوا

نقدِ جاں مانگے جو سائل کوئے جاناں کا تو دوں
اِن دنوں میں عشق کی دولت بڑا حاتم ہوا

خاکساروں سے ملا کرتے ہیں جھک کر سر بلند
آسماں پیشِ زمیں بہرِ تواضع خم ہوا

ناتوانی سر اُٹھانے دیتی ہے سجدے سے کب؟
سنگ درِ تیرا نگیں میں حلقۂ خاتم ہوا

آدمی میں آدمی تم کیوں نہ ہو باہم ملاپ؟
حرف کو دیکھو کہ کیا ہم جنس سے مدغم ہوا

زیست بھر سوجھانہ مجھ کو چارۂ سودائے عشق
بارے کا نورِ حنوطہ اب داغ کو مرہم ہوا

ہوگیا گورِ غریباں میں عیاں حالِ جہاں
کاسۂ سر جو نظر آیا وہ جامِ جم ہوا

اپنے سر کو ٹھوکریں لگتی ہیں اپنے پاؤں کی
قد ہمارا ناتوانی سے نہایت خم ہوا 1

سبز آتے ہیں نظر اشجار مسموموں کی طرح
فرقتِ جاناں میں آنا فصلِ گل کا سَم ہوا

نام ہے روشن زمانے میں مرا اشعار سے
سر جھکا جب فکر میں زانوں پہ میں خاتم ہوا

پاؤں میں اُس پاکدامن کے تصدق سے نجات
جس کی پابوسی کو پیدا پنجۂ مریم ہوا

چھپ چلا منہ کھل گئی جب زلفِ جاناں کی گرہ
بڑھ گئی گر رات تو اُس کے عوض دن کم ہوا

نشۂ مے میں نظر آتی ہیں سیر نَشْاَتَین
ساقیا! یہ ساغرِ مے رشکِ جامِ جم ہوا

راز پوشی میں ہوا ناسخ! مجھے ایسا کمال
یار بھی ہرگز نہ میرے عشق سے محرم ہوا

1۔ مطبوعہ ا = ... اپنی راہ میں

* = یہ غزل اول میں نہیں ہے۔

کل شبِ فرقت میں اک ماتم کدہ عالم ہوا
چاند بھی ہالے میں شمعِ حلقۂ ماتم ہوا

جوش پر طوفانِ اشک اے دیدۂ پُر نم! ہوا
آگے تھا اک ہجر کا غم ، اب غمِ عالم ہوا

دیکھ کر دَورِ خطِ شب رنگ ایسا غم ہوا
حلقۂ گیسو بھی مجھ کو حلقۂ ماتم ہوا

ہے برنگِ گلؔ یہ ہستنا آدمیت سے بعید
سال ہا بارانِ غم بھرِ گلِ آدم ہوا 1

اک پری کے عشق نے مجھ کو سلیماں کر دیا
لختِ دل تنگ ہے تو حلقہ چشم کا خاتم ہوا

مائل ابرو کی طرف مژگانِ برگشتہ نہیں
تیر بھی پیشِ کماں بہرِ تواضع خم ہوا

زندگی چشمِ جہاں میں خوار رکھتی ہے ولا !
دوش پر سب نے لیا جب آدمی بے دم ہوا

مے کشی نے فرقتِ ساقی میں مارا ہے مجھے
شربِ مے مانندِ اکلِ ناگوارا سم ہوا

حرف سکے کے ہوں کیسے بر ادب کرتے نہیں
زر سے جو چسپیدہ دل ہے اس کا رتبہ کم ہوا

آبلے چیچک کے جب نکلے عزارِ یار پر
بلبلوں کو برگِ گل پر شبہ شبنم ہوا

فاقے سے اپنے شکم پر سنگ باندھا جس گھڑی
وہ سلیمانِ زماں بھی صاحبِ خاتم ہوا

منتیں کر کر کے احسان کرتے ہیں ہم مے پرست
جام اگر خالی نظر آیا تو شیشہ خَم ہوا

سب حسیں اے گل! ترے آگے ہوئے خجلت سے آب
ہر ستارہ بھی فلک پر قطرۂ شبنم ہوا

خلق کو مارا عرق آلودہ زلفِ یار نے
اُس کا ہر [اکؔ] قطرہ کامِ اژدہا میں سَم ہوا 2

ہوگیا ہے جوشِ سودا سے مرا مشہور نام
حلقۂ زنجیر گویا حلقۂ خاتم ہوا

عشق اُس نورِ الٰہی کا ازل سے ہے مجھے
جس سے اے ناسخ! ہزاروں سال بعد آدم ہوا

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ... برق ......
2 = تصحیحِ قیاسی ۔ لفظ " اک " کتابت سے رہ گیا ہے جس کے بغیر مصرع ساقط ہے۔

* مخطوطے میں شعر 9 اور 10 کی ترتیب مطبوعہ کے برعکس ہے۔

کیا اثر میری سیہ بختی کے آگے نور کا ؟ — ماہ ہے اک خال، رخسارِ شبِ دیجور کا
مر گیا ہوں، دیکھ کر جلوہ رخِ پُر نور کا — میری لوحِ قبر کو زیبا ہے پتھر طور کا 1
پاس ہوں یاروں کے جب تک مجھ کو گنتے ہیں بزرگ — خورد آتا ہے نظر انساں کو انساں دور کا
اُس پری کے چہرے کو تشبیہ کس سے دیجئے ؟ — جس کا ہر نقشِ قدم دکھلائے نقشہ حور کا 2
ترک لذت کر دلا ! پہنچے نہ تا تجھ کو گزند — نوش تو پیچھے ہے، پہلے نیش ہے زنبور کا
شب جو دھیان اس ماہ کا آیا دمِ فکرِ سخن — صبح تک مضموں نہ ہاتھ آیا شبِ دیجور کا
مجھ سے اول خانۂ زنداں میں تھا مجنوں تو کیا؟ — ہر محل میں پہلے ہوتا ہے گزر مزدور کا
ہجر میں ساغر سے آئے مجھ کو ساقی بوئے خون — بادہ کھنچوایا ہے شائد زخم کے انگور کا
دل ہمارا اس قدر سوزش طلب پروانہ ہے — شمع سے بھاگے جو اُس میں میل ہو کافور کا
تیرہ بختی موذیوں پر کرتی ہے نازل بلا — شہد لٹتا ہے شبِ تاریک میں زنبور کا
ہے بجا نزدیک والے مجھ سے گر واقف نہیں — میرے شہری نے کیا ہے اب ارادہ دور کا 3
دعویٰ باطل سے ہو جاتے ہیں اکثر نامور — شہرہ کیا بانگِ اناالحق نے کیا منصور کا
میں ترا عاشق ہوں اے عیسیٰ نفس! ہے جائے رشک — گور لیتی ہے بغل میں لاشہ مجھ رنجور کا
اس قدر مشرب میں وسعت رکھتے ہیں ہم مے پرست — اپنے گلشن میں فلک اک خوشہ ہے انگور کا
رشک سے ہر دم جلاتی ہے جو تیری برقِ حسن — ہے گماں ہر سرو قد پر مجھ کو نخلِ طور کا
بارِ غم سے سایۂ گیسو میں ہے دل کو فراغ — شام کر دیتی ہے چھٹکارہ ہر اک مزدور کا
خط سے زائل ہوگئی رخسارِ جاناں کی بہار — تھا چمن نازک، اٹھا صدمہ نہ پائے مُور کا
ہیں جو صاحب درد اُن سے دور ہے سامانِ عیش — بادہ کھینچا ہے کسی نے زخم کے انگور کا
میرے سینے پر بتوں کی سرد مہری سے ہے داغ — مشک سے بدتر ہے پھاہا مرہمِ کافور کا
کوئے قاتل میں پہنچ کر سر ہوا مجھ کو وبال — بوجھ اترنے کی جگہ دم چڑھ گیا مزدور کا
ہم نے جو پٹی بنائی ہے ترے موباف کی — نافۂ مشکیں ہوا ہے منہ ہر اک ناسور کا
کب ہماری فکر سے ہوتا ہے سودا کا جواب؟ — ہاں تتبع کرتے ہیں ناسخ! ہم اُس مغفور کا

1۔ اول ۔ب = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

2۔ م ۔ب = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ملہ

3۔ م ۔ا = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب

ـ ـ ب = ۔ ۔ ۔ شہیر ۔ ۔ ۔ ارادہ اب ۔ ۔ ۔

* اول میں اس غزل کے اشعار دو غزلوں کی صورت میں ملتے ہیں۔ ترتیب دواوین کے وقت دونوں غزلوں کو ضم کر دیا گیا ہے۔ شعر نمبر 2 اور 12 تا 22 دوسری غزل میں شامل ہیں۔ ان غزلوں کے مطلعے حسبِ ذیل ہیں۔

ع کیا اثر میری سیاہ بختی کے آگے نور کا اور ع مرگیا ہوں دیکھ کر جلوہ رخِ پر نور کا

اول کی ان دونوں غزل میں مجموعی طور پر 9 شعر اضافی ہیں۔ اول کی پہلی غزل میں 5 شعر، نمبر 2، 4، 6، 13، 15، اور دوسری غزل میں 4 شعر نمبر 5، 7، 8، اور 10 اضافی شعر ترتیب وار درج ذیل ہیں۔

(باقی حاشیہ اگلے

کیا کہوں میں سوز اپنے داغ کے ناسور کا
شمعِ سوزاں ہے فتیلہ مرہم کا فور کا

حسنِ عالم سوزِ جاناں کا کیا ہے جب سے وصف
ہے مرے منہ میں زباں کے بدلے شعلہ طور کا

دفن کردو کوئے قاتل میں مجھے تا ہو نہ حشر
ورنہ نالوں پر یتیں مردوں کو ہوگا صور کا

کر دیا ہے حشر کا ساماں خرامِ یار نے
میرے نالے کو ہے لازم کہ ہو اب صُور کا

بن گیا خمیازہ ناسخ خندۂ جامِ شراب
جب خیال آیا کسی کی نرگسِ مخمور کا

دشت میں واں سے دھواں اُٹھنے لگا
پڑ گیا سایہ جہاں میرے تنِ محرور کا

ہم سے بعد از مرگ بھی چھوٹے نہ حسینوں کا ربط
جب غبار اپنا اُڑے سرمہ ہو چشمِ حور کا

یہاں جو نعلِ توسنِ جاناں شرر افشاں ہوئے
میرے سنگِ قبر کو رتبہ ملا ہے طور کا

حسن تیرا جلوہ فرما جس بیاباں میں ہوا
واں ہوا سے جائے گرد اٹھتا ہے شعلہ طور کا

روئے جاناں پر ہوا خطِ عنبر پیدا
ہوگئے حسن کی پرواز کو شہپر پیدا

آتشیں رخ سے ہوا خطِ عنبر پیدا
بدلے پانی کے ہوا آگ سے عنبر پیدا

ہوں وہ گریاں کہ پس از مرگ مری تربت پر
سبزہٗ ترکے عوض ہوں مژۂ تر پیدا 1

سعی سے گوہرِ مقصد نہیں ہوتا حاصل
نہ کبھی آبِ رواں میں ہوئے گوہر پیدا 2

زلف کو دیجئے کیا مارِ سیہ سے تشبیہ
سایہٗ زلف سے ہو جاتے ہیں اژدر پیدا

آتشِ حسن سے خلقت ہے دلِ عاشق کی
جس طرح آگ سے ہوتے ہیں سمندر پیدا 3

ایک دل کیا کہ ہیں سو دل تری قامت پہ نثار
شکلِ دل کیوں نہ ہو ہر شاخِ صنوبر پیدا!؟ 4

ہوں میں وہ صید کہ ہیں جزوِ بدن تک دشمن
تیروں کے واسطے ہوتے ہیں مرے پر پیدا

سایہ میرے تنِ پُر داغ کا پڑ جائے اگر
مثلِ ہیزم ابھی گل بن سے ہوں اخگر پیدا 5

کیوں نہ آئینہ ہو حیراں کہ سکندر تو کہاں ؟
نہیں ہوتا کبھی اب عکسِ سکندر پیدا 6

رنگ و داغِ گل لالہ سے یہ معلوم ہوا
حسن اور عشق ہوئے دونوں برابر پیدا

خبرِ مرگِ احبا نے کیا مجھ کو ہلاک
کیوں نہ یا ربؐ میں زمانے میں ہوا کر پیدا؟!

حرفِ سخت اس نے کہے مجھ کو لبِ رنگیں سے
جائے حیرت ہے ہوئے لعل سے پتھر پیدا

کیا ہی ہے خاک کے پُتلوں کی سنہری رنگت!
کبھی اکسیر سے ایسا نہ ہوا زر پیدا

دیکھنا پستیٔ طالع کہ مرے گلشن میں
جائے اشجار ہوا فرشِ مشجر پیدا

آتشِ رنگِ حنا سے وہ صنم کہتا ہے
ہاتھ میں مچھلیوں کی جاہوں سمندر پیدا 7

ہے ازل سے وہ مرا قبلۂ ایماں ناسخ!
جس کو خالق نے کیا کعبے کے اندر پیدا

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ب = ... ہو . . . = اول = ہو . . . . .
2 ۔ اول ۔ ب = . . . کسی . . . .
3 ۔ م ۔ ب = ... ہے . . . . .
4 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ... کیسا . . . . . .
5 ۔ اول ۔ ب = ... میں ہوں . . . . . .
6 ۔ مطبوعہ ۔ ب = ... کہیں . . . .
7 ۔ م ۔ ب = ... ہو

* یہ غزل اول کی غزل نمبر شمار 66 اور 67 کا انتخاب ہے۔ شعر نمبر 1، 3، 5، 7، 9، 11، 13، 14، 15، 16، 17، اول کی غزل نمبر 66 سے شامل کئے گئے ہیں۔ شعر نمبر 2، 4، 6، 8، 10، 12، اول کی غزل نمبر 67 سے شامل کئے گئے ہیں ۔ مطبوعہ اور بنیادی میں ان دونوں غزلوں کو ضم کرکے مندرجہ بالا غزل مرتب کی گئی ہے۔ اول کی غزل نمبر 66 اور 67 کے اضافی اشعار درج ذیل ہیں۔ غزل نمبر 66 میں 9 شعر نمبر 2، 4، 6، 12، 13، 14، 16، 18، 19، اضافی ہیں۔ اول کی غزل نمبر شمار 67 کے 5 شعر نمبر 4، 6، 7، 8، 11، اضافی ہیں۔

(باقی حاشیہ اگلے صفے پر)

اول کی غزل نمبر 66 کے اضافی شعر (نمبر 2، 4، 6، 12، 13،14، 16، 18، 19۔)

ہو اگر صورتِ خط پہ کبوتر پیدا
میرے نامے میں ہوں سطروں کی جگہ پر پیدا

خط کا آغاز ترے چہرۂ تاباں پہ نہیں
ہوئے آئینہ خورشید پر جو ہر پیدا

یوں دُرِ گوش نمایاں ہے تری زلفوں سے
جس طرح ہو شبِ تاریک میں اختر پیدا

۔۔۔۔۔اور منکر توحید میں ایک
نورِ واحد سے ہوئے احمد و حیدر پیدا

ہم کو ہے سعی ملی سلطنتِ ملکِ فسوں
شمع ساں سر پہ ہوا اپنے افسر پیدا

تنگ ہو خلق سے باہر میں نکل جاؤں ابھی
کہیں اس گنبدِ بے در کا جو ہو در پیدا

تیرے خلخال میں ہے شورِ قیامت پنہاں
کیوں نہ رفتار سے ہو فتنۂ محشر پیدا؟

عرق آلودہ نہیں ہے وہ رخِ آتش رنگ
یہ ہے پانی کے ہوئے آگ سے گوہر پیدا

محو میرا ہے سراپا جو ترے مژگاں کا
جائے مُوسارے بدن پر ہوئے نشتر پیدا

اول کی غزل نمبر شمار 67 کے اضافی شعر(نمبر 4، 6، 7، 8، 11، ۔)

وصف تیرے لب شیریں کے جو لکھے تو ابھی
نیشکر ساں ہو مری کلک سے شکر پیدا

میری تربت پہ کبھی وہ جو قدم رنجہ کرے
زیرِ پا ہوں عوضِ نقشِ قدم پر پیدا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
ہو حبابوں کے عوض پانی میں عنبر پیدا 2

صدمۂ عشق بتاں اٹھ نہیں سکتا مجھ سے
جائے دل کیوں نہ ہوا سینے میں پتھر پیدا؟

کیوں نہ مرشد کہوں ہادی کہوں اُس کو ناسخ ؟
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ 3

1۔1 ۔نا خوانا

1۔2 ۔ناخوانا

3-مقطع ۔ب = ناخوانا

ماہِ نو سے جو وہ خورشید مقابل ہوگا — یہ یقیں ہے کہ نظر آتے ہی کامل ہوگا
اُس پہ آفت نہیں منہ سوئے خدا ہے جس کا — طائرِ قبلہ نما کا ہے کو بسمل ہوگا؟
مردمِ چشمِ ملائک ہیں ترے خالِ سیاہ — روئے خورشید پر ایسا نہ کوئی تل ہوگا
شمس جانیں گے منجم تجھے اور اس کو قمر — آئینہ جب ترے چہرے کے مقابل ہوگا
مار ڈالا ہے جسے جان کے جوں قاتل نے — زلفِ مشکیں میں یقیں ہے کہ مرا دل ہوگا 1
غافلو، نشۂ دولت سے نہ اتنا بہکو — دیکھنا کاسۂ سر کا سئے سائل ہوگا
آسماں کو نہ بہت ناز سے دیکھ او ظالم! — ابھی بے موش ہر اک عرش کا حامل ہوگا 2
اُنس ہے تجھ کو عبث لالہ رخوں سے ناسخ! — داغِ حسرت کے سوا خاک نہ حاصل ہوگا

---

1 - مطبوعہ - ب = ... وہ ......

* اول میں یہ غزل 15، اشعار پر مشتمل ہے - مطبوعہ اور بنیادی کا مطلع اور شعر نمبر 7 اول میں نہیں - اشعار کا ترتیب مختلف ہے - اول کا مطلع اور شعر نمبر 3، 4، 5، 6، 7، 11، 12، 13، اضافی ہیں -

خنجرِ ناز سے اے دل! جو تو بسمل ہوگا — ہاتھ میں حشر کے دن دامنِ قاتل ہوگا
بے دماغی میں کسے نالۂ اغیار پسند — گل سے گزرا جو یونہی شورِ عنا دل ہوگا
ہے جو منظور حضوری تجھے، ہو صاف دلا! — کون آئینے سوا اُس کے مقابل ہوگا؟
ہوں زمانے میں زمانے سے جدا گوہر — قطرہ میرا نہ کبھی دریا سے واصل ہوگا
کبر اتنا نہ کر اے لیلیٰ جمازہ نشیں — ایک دن تختۂ تابوت ہی محمل ہوگا
یہ دہن یہ مژہ یہ آنکھ یہ ابرو ہے کہاں؟ — ماہ کس منہ سے ترے منہ کے مقابل ہوگا؟
کرکے کشتہ ہمیں مقتل سے جد ہر جائے گا — --- لاشہ ہمارا پسِ قاتل ہوگا 1
اے فلک! غم سے مرا دل ہے لبالب نہ رولا! — دیکھ! سارا کرۂ ارض ابھی گِل ہوگا
بھیج واعظ مجھے کعبے کو نہ بت خانے سے! — کوچ دنیا سے مرا اولِ منزل ہوگا

---

* مندرجہ بالا اضافی اشعار میں شعر نمبر 3 کے مصرع اولی میں اول کے مخطوطے میں "ہمیں" بہ جائے "ہے" ہے - شعر نمبر 8 کے مصرع ثانی میں سہو کاتب سے "عرض" بہ جائے "ارض" -

1 - ب - ناخوانا

کوئی غارت گر نہیں دیوانوں کے اسباب کا
خانہ زنجیر کو کچھ غم نہیں سیلاب کا

ساقیا ! لا جام مے در پیش ہے جنگ سخن
ہے بجا تیغ زباں پر آج ہونا آب کا

خلق کی پیشانیوں پر ہے یہی مضمون رقم
سجدہ واجب ہے ترے دروازے کی محراب کا ١

ہے مری دیوانگی کا باعث اک دریائے حسن
سلسلہ تو موج کا ہو طوق ہو گرداب کا ٢

بن گیا ہر روزن دیوار چشم انتظار
شوق ہے کیا اپنے گھر کو آمد سیلاب کا ؟ ٣

جس حسیں کو دیکھتا ہوں میں ابل آتے ہیں اشک
میری آنکھوں میں ہے عالم معدن سیماب کا

مے کشی کرنا ! نہ بربادی تن خاکی کی ہو
خاک کو اڑنے نہیں دیتا بھونا آب کا ٤

رہتی ہے ہر روشنی میرے سیہ خانے سے دور
تن رہا ہے شامیانہ چادر مہتاب کا ٥

غفلت اہل جہاں تر دامنی کی ہے دلیل
غلبہ ہوتا ہے رطوبت سے فزوں خواب کا

پاک طینت جو کہ ہیں ان سے تعلق دور ہے
خار سے کیا الجھے گوشہ چادر مہتاب کا ٦

دید قاتل دیر تک کی گو ہوئی ایزا مجھے
ہوں بہت ممنون احسان خنجر بے آب کا

ملتی ہے عاشق کو لذت فرقت معشوق میں
اختیاری ہجر ہے سرخاب سے سرخاب کا

کیا گداز دل میں ہو جاتی ہے حدت طبع کی ؟
دیکھ لو تیزی میں ہے محتاج آہن آب کا

ہوں وہ گریاں بعد مردن گر ملے میرا غبار
گرد بادوں پر یقیں عالم کو ہو دولاب کا ٧

عارفوں کو ہر درو دیوار ادب آموز ہے
مانع گردن کشی ہے انحنا محراب کا

عکس پڑتا ہے جو تیرا آئینے میں بیشتر
اضطراب اس واسطے جاتا رہا سیماب کا

(باقی غزل اگلے صفحے پر)

١۔ مطبوعہ ۔ ا ...... پیشانیو ......
٢۔ اول ۔ ب سلسلہ ہو موج کا ......
٣۔ اول ۔ ب ہے بہت شوق ....
٤۔ مطبوعہ ۔ ا ...... کرتا ......
٤۔ اول ۔ ب .... چھڑکتا ....
٥۔ اول ۔ ا ...... کچھ ......
٦۔ اول ۔ ب ...... دامن ......
٧۔ اول ۔ ب ...... ہے ......

(گزشتہ صفحے کی باقی غزل)

ہے یہی خورشید کا رتبہ حضور روئے یار
سامنے خورشید کے رتبہ جو ہے مہتاب کا

نامہ شرح جدائی یہ نہیں دستار میں
پر رکھے جاتا ہے پیک نامہ بر سرخاب کا [1]

پانی پینے میں جو اس شیریں دہن کا منہ لگے
قند کا کوزہ وہیں بن جائے کوزہ آب کا

ہے تنزل میں ترقی صاف دل کے واسطے
دیکھ لو بنتا ہے موتی خشک قطرہ آب کا

پاؤں جو رکھتا ہے کھاتا ہے سر اس کا ٹھوکریں
یہ حریم کوے جاناں ہے مقام آداب کا [2]

جور اعدا پر بھی کر سکتا نہیں ترک وطن
دھیان آتا ہے جو ناسخ فرقت احباب کا

۱۔ مطبوعہ ۔ ب ۔ ۰۰۰۰۰۰ مرغ نامہ بر ۰۰۰۰۰

۲۔ اول ۔ ا ۔ ۰۰۰۰۰ سرو اس کا ٹھوکریں ۰۰۰۰۰۰۰

اول میں مندرجہ بالا غزل ۲۱ اشعار پر مشتمل ہے ۔ مندرجہ ذیل کا مقطع اول میں اس غزل میں نہیں ۔ اول میں اس غزل کے ۱۰ اشطر ، مطلع اور نمبر ۲ ، ۴ ، ۷ ، ۹ ، ۱۲ ، ۱۷ ، ۱۸ ، ۲۳ ، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں

پوچھتے ہو حال کیا میرے دل بے تاب کا ؟
اشک کے قطروں میں عالم دیکھ لو سیماب کا

۰۰۰۰۰۰۰۰۰ جلوہ شب مہتاب کا
آگیا دل میں خیال اک روئے ظلم تاب کا

خوب اس خورشید رو کی جانتا ہوں ماہیت
صاف میرے قلب میں ہے (حال) اصطرلاب کا

روز فرقت ہو چکا آئی نظر شام فراق
جوش آنکھوں سے ہوا مثل شفق خوں ناب کا

روے گلگوں یار کا ایسا ہے جب آیا نظر
رنگ اشکوں نے کیا پیدا وہیں خوں ناب کا

جور اعدا پر بھی کر سکتا نہیں ترک وطن
۰۰۰ ہجر ہے سرخاب سے سرخاب کا ۲

ہرزہ گردی ترک کر اگر جانتا ہے آبرو
بن گیا گوہر سکونت سے یہ قطرہ آب کا

صاف دل پر تو بزرگوں کا اٹھالیتے ہیں جلد
آسمانی ہوگیا ہے رنگ جیسے آب کا

۰۰۰۰۰ راحت کے اسباب رنج
۰۰۰۰۰۰۰ ہے بیاں فرقت میں شبہ خواب کا ۳

دل شگفتہ سیر صحرا میں ۰۰۰۰۰ کیا کرے
ہے جگر میں داغ ناسخ فرقت احباب کا ۲

۱۔ ا ۔ ناخوانا

۲۔ ب ۔ ناخوانا

۳۔ ا ۔ ناخوانا

ب ۔ ناخوانا

۲۔ ا ۔ ناخوانا

پھر قیامت زا ہوا ملنا لبِ خاموش کا — پھر نظر آنے لگا موسم جنوں کے جوش کا
پھر مرے سر نے کیا ہے داغِ سودا کو کلاہ — پھر لیا کام آبلوں سے پاؤں نے پاپوش کا
شوقِ عریانی نے پھر کیں پیرہن کی دھجیاں — پھر اتروایا جنوں نے بوجھ میرے دوش کا
لگ گئی ہے پھر جو ان روزوں میں چپکی سی مجھے — آگیا ہے دھیان پھر اک کافرِ خاموش کا
نعرہ زن جا جاکے گلزاروں میں پھر ہوتا ہوں میں — برگِ گل پر پھر گماں ہونے لگا ہے گوش کا
پھر پڑا رہتا ہوں میں بےہوش بدمستوں کی طرح — پھر تصور بندھ گیا مجھ کو کسی مے نوش کا
آئے پھر ایامِ سرما پھر ہوا شوقِ وصال — چادرِ تربت سا پھر عالم ہے بالا پوش کا
کُو بہ کُو پھر دوڑتا پھرتا ہوں دیوانوں کی طرح — پھر کوئی اندازِ رم سیکھا ہے میرے ہوش کا
آگئی ہے یاد مجھ کو وصل کی پھر مے کشی — پھر ہوا میرے لہو میں طور مے کے جوش کا
کر گیا ہے پھر کوئی خالی مری آغوش کو — پھر خیال آیا ہے مجھ کو گور کی آغوش کا
اُس مسیحا نے کیا پھر قبر پر آنے کا قصد — پھر جنازہ بار ہوگا دوستوں کے دوش کا 1
پھر خدائی سے ہوئی منظور رو پوشی مجھے — پھر ستاتا ہے نہ ملنا اک بتِ روپوش کا
ساحلِ دریا مرے رونے سے پھر آغوش ہے — رونا یاد آیا ہے پھر طفلِ ہم آغوش کا
پھر کھلونے کی طرح بے دم ہے میرا کالبد — کھیلنا یاد آیا پھر اک طفلِ بازی کوش کا
پھر ہوا ضبطِ فغاں دشوار اے ناسخ مجھے — پھر قیامت زا ہوا ملنا لبِ خاموش کا

---

1 ۔ اول ۔ ا = قبر پر اس مسیحا کو ہوا آنا ضرور
اول

* اشعار کی ترتیب میں مختلف ہے۔

دل سے لوں گا میں کام رہبر کا — کیا پتا چاہیے ترے گھر کا!
حال لکھتا ہوں دیدۂ تر کا — موجِ دریا ہے تار مسطر کا
تھا جو یوسف ہوا نہ وہ بھی عزیز — کیا برادر کو غم برادر کا
مرغِ دل داغ کھائے گا جو یوں ہی — شبہ ہو گا گلے کبوتر کا
کرے یادِ خدا جو اک ہفتہ — بادشہ ہو وہ ہفت کشور کا 1
مست کہتے ہیں جس کو ابرِ بہار — گوشہ ہے میرے دامنِ تر کا
مثلِ مینا ملوں نہ کیوں جھک کر؟ — آج ہے دور دورِ ساغر کا
کیوں نہ مصرع رہے قد موزوں؟ — کہ نہ مصرع ملا برابر کا 2
جلد میرا پیام بر نہ پھرا — واسطہ گو دیا پیمبر کا 3
مرغِ دل تب سے آپکا ہے صید — جب کبوتر اڑاتے تھے پر کا
ہے شبِ ہجر تا ابد نہیں صبح — نہ رہا خوفِ روزِ محشر کا 4
قمری ہے، تیرے گھر کے گرد اے سرو! — دوسرا طوق حلقہ ہے در کا
ہجر میں چاندنی سے کیا خوش ہوں؟ — طور ہے تربتوں کی چادر کا
رشک مہتاب پر ہے کیا اِس کو؟ — رنگ بدلا جو تیرے چنبر کا
جب ہوا گور میں عذابِ فشار — دھیان آیا کنارِ مادر کا
یدِ بیضا سے ہاتھ آئی یہ بات — حسن محتاج کب ہے زیور کا؟
لاغری سے مرے سراپا میں — طور ہے سایۂ پیمبر کا
وصل میں تُو سرک گیا جس دم — میرا ہر ایک استخواں سرکا
تن پہ ہر قطرۂ عرق ہے گہر — شوق اُسے کیا ہو اور زیور کا
یار کے پنجۂ حنائی میں — نامہ کیا پر جلے سمندر کا
فصلِ گل میں ہو شوق سے عریاں — وحشیو! حکم ہے پیمبر کا
عمرِ جاوید چھوڑ کر لی موت — دیکھنا حوصلہ سکندر کا
نقشِ پا ہو بجائے نقشِ جبیں — سر ہے مشتاق تیری ٹھوکر کا
وہ سہی قد ہے مجھ سے طالبِ دل — سرو کو شوق ہے صنوبر کا
کیا ہے ناسخ! جوابِ خط کا ذکر — نہ ملا ایک پر کبوتر کا

---

1. - اول - ب = ... ہے ....
2. - ٭ - ب = بگر ....
3. ٭ ٭ - ا = واں سے ....
4. ٭ - ب = اب نہیں ....

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

مندرجہ بالا غزل اول کی غزل نمبر شمار 82 اور 83 کا انتخاب ہے۔ اول کی غزل نمبر شمار 82 میں کل 5 شعر، مع مطلع، نمبر 4، 8، 10، 12، اضافی ہیں۔ اول کی غزل نمبر شمار 83 میں کل 4 شعر 7، 18، 19، 20، اضافی ہیں۔ مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 25 اول میں نہیں۔

اول کی غزل نمبر 82 کے اضافی اشعار (مطلع، نمبر 4، 8، 10، 12) -

چتر کا شوق ہے نہ افسر کا ۔۔۔ عشق ہے میرے سر کو پتھر کا

گرے اوپر سے مثلِ تیرِ شہاب ۔۔۔ ہو اگر اوج میرے اختر کا

فرقتِ یار میں بنا زنبور ۔۔۔ پھول جو ہے ہمارے بستر کا

خاک ہو جاؤں گا تپِ غم سے ۔۔۔ بس یہی ہے مآل اخگر کا

بس یہی ہے مرا نسبّ ناسخ! ۔۔۔ باوفا ہوں غلام قنبر کا

اول کی غزل نمبر 83 کے اضافی اشعار (نمبر 7، 18، 19، 20) غزل نمبر شمار 83 کا شعر 20 مطبوعہ میں موجود ہے یہ بنیادی میں کم ہے۔

جان ہوئی انتظارِ خط میں ہلاک ۔۔۔ کیا لکھا ہے یہی مقدر کا

گُلِ تصویر کی طرح ہے خشک ۔۔۔ سامنے تیرے منہ گُلِ تر کا

ہے یہ مستانہ چال ساقی کی ۔۔۔ نقش پا پر ہے شیشہ ساغر کا

تیرے گھر کے جو زینے پر چڑھے شیخ ۔۔۔ پھر نہ دھیان اس کو آوے منبر کا [1]

1۔ مطبوعہ = ب = . . . آئے . .

اُسی سے رنگ ہے گل کا اُسی سے نشہ ہے مُل کا　　وہی نالہ ہے بلبل کا وہی نغمہ ہے قلقل کا

الہی سانپ نکلے مثل ضحاک اُس کی گدی سے　　زمانے میں نہ جس کو عشق ہو اُس بھتکے کاکل کا

سنا جب میں نے وہ گھر میں نہیں تو اِس قدر رویا　　درِ جاناں وفورِ اشک سے دریں گیا پُل کا

کبھی کو ہسار پر جانا کبھی وادی میں آرہنا　　رہا وحشت میں بھی عالم ترقی و تنزل کا

فرشتے بھول کر مجھ کو اٹھائیں گے نہ محشر میں　　کہ ہوں کشتہ میں اے قاتل تری تیغِ تغافل کا 1

معاذ اللہ اے رشک چمن ہے کس قدر سوزش ؟　　سمندر بن گیا بلبل ، ہمارے ہاتھ کے گل کا

نہیں آغازِ خط اس رشک گلِ کے روے رنگیں پر　　دلا!یہ برگِ گل پر عکس ہے مژگانِ بلبل کا

کلامِ غیب ہے ناسخ!سنا جو ہے بہ ہے ناسخ!　　پسند آیا ہے اے ناسخ!کلام استاد آمل کا

---

1 ۔مطبوعہ ء۔ب = ...غافل ......

* مطبوعہ میں شعر نمبر 4 اضافی ہے۔جوجسب ذیل ہے۔

خراماں تو جہاں ہوتا ہے وہ جارشکِ گلشن ہے　　ہر اک کبک دری بلبل ہے ترے کفش کے گل کا

کافی بس اس کو نشہ ہے بوے شراب کا
ہو بوجھ جس کے ہاتھ میں ساغر شراب کا 1

ہر ہر قدم پہ پھوٹتے جاتے ہیں آبلے
نقشِ قدم میں طور ہے چشمِ پُر آب کا 2

کہتے ہیں تیری قامت و عارض کو دیکھ کر
بالاے سرو پھول کھلا ہے گلاب کا

دیکھی جو اس کی زلف ہوا محو داغِ دل
ہوتا ہے وقتِ شام غروب آفتاب کا

ہر صبح وہ ہی صبح ہے ہر شام وہ ہی شام
انسان پر ہے زور فقط انقلاب کا

آتا ہے رشک، اے دلِ پُر آبلہ مجھے
کیا جلد پھوٹتا ہے پھپھولا حباب کا

مشکل بغیر ساقیِ مہ وش ہے دورِ مے
محتاج آفتاب، ہوا ماہتاب کا

آتی ہے خشک و تر سے مجھے بوئے زلفِ یار
ہے مُشک کی زمیں تو دریا گلاب کا

اس کی نگاہِ گرم جو پڑتی ہے۔غیر پر
ابلیس اب نشانہ ہے تیرِ شہاب کا

پیری بغیر ہم نے نہ دیکھا طلوعِ صبح
گزرا شبِ فراق میں موسم شباب کا

آتا نہیں ہے دن کو بجز شب وہ ران دنوں
بدلا ہے شہرے سے مزاج آفتاب کا

تیری بہار نے یہ اڑائے گلوں کے رنگ
دن رات جوش باغ میں ہے ماہتاب کا

مارا ہے چشمِ مست نے، میرے سوم میں ہوں
نرگس کے پھول اور پیالہ شراب کا

محشر میں ہم کو نامۂ اعمال دیکھ کر
قاصد خیال آئے گا خط کے جواب کا

ارض و سما کے طبقے ہیں بازی گنجفہ
چوتھا فلک ہے ایک ورق آفتاب کا

سیرِ تری میں کی جو سکندر کی ہم نے دید
تھا سر پہ نقشِ آب کے افسر حباب کا

اپنی غزل پہ آپ میں لکھتا ہوں اب غزل
دیکھو جواب ہے سخنِ لاجواب کا

1۔مطبوعہ ۔مطلع ۔ب = ... حباب ...= اول = ... حباب

2 ۔ = اول ۔ب = ... یہ ....

* اول میں اس ردیف کی 4 غزلیں ہیں۔پہلی اور دوسری، تیسری غزل پندرہ پندرہ (45) اشعار پر مبنی ہیں۔چوتھی غزل سولہ (16) اشعار پر مبنی ہے۔اسی طرح اول میں اس ردیف کی غزلوں کے کل اشعار (61) ہیں۔بنیادی اور مطبوعہ میں اس ردیف میں دو غزلیں ہیں جو بالترتیب 15 اور 20 اشعار پر مبنی ہیں۔یہ دونوں غزلیں اول کی متذکرہ بالا چاروں غزلوں کے منتخب اشعار پر مبنی ہیں۔اس غزل میں شعر نمبر 10، 11، 12، 13، اول کی غزل نمبر 2 سے منتخب ہیں۔شعر نمبر 14تا 17، اول کی غزل نمبر 3 سے منتخب ہیں۔اول میں ان غزلوں کے اشعار کی ترتیب بہت مختلف ہے۔اول کے اضافی اشعار اگلی غزل کے حاشیے میں درج ہیں۔

لبریز اُس کے ہاتھ میں ساغر شراب کا — بنتا ہے عکسِ رخ سے کٹورا گلاب کا 1

وہ مستِ ناز اگر کرے نظّارہ آب کا — لبریز ہو شراب سے شیشہ حباب کا

دیکھا جو دوپہر کو جلال آفتاب کا — آیا وہیں خیال کسی کے نقاب کا

رکھتا ہے چرخ اوج کسی کا کب ایک دن؟ — ہوتا ہے دوپہر میں زوال آفتاب کا 2

امیّد موت آنے کی تو کس کو ہے دلا؟ — آنا شبِ فراق میں مشکل ہے خواب کا

گر میں رواقِ چشم میں جالے تو کیا عجب — برسوں گزر ہوا نہیں فرقت میں خواب کا 3

ہم زائران ساقیِ کوثر ہیں واعظا! — کشتی ایاغ کی ہو تو دریا شراب کا

اے میکشو! یقین ہے، نکلے بطِ شراب — وہ مستِ ناز توڑے جو بیضہ حباب کا 4

راحت طلب کروں تو ملے آسماں سے رنج — حاضر ہو موت ابھی جو خیال آئے خوابکا

جو ہے حسین اُس کو ہے نفرت جہان سے — ہوتا نہیں اُدھر کبھی منہ آفتاب کا

شعلہ اگر نہیں وہ صنم سر سے پاؤں تک — موے کمر میں کیا ہے سبب پیچ و تاب کا

گھل گھل کے مر گیا ہوں میں دریاے عشق میں — کافی ہے میرے دفن کو گنبد حباب کا

جوہر میں برگِ گل ترے چہرے کے عکس سے — بن جائے کیوں نہ آئینہ تختہ گلاب کا؟

رونے سے ایک دل ہو جو زندہ عجب نہیں — عالم کی زندگی ہے برسنا سحاب کا

صبحِ فراق میں ہوئی قدرِ شبِ وصال — آیا ہے یاد شیب میں عالم شباب کا 5

گرتے ہیں دانت جھڑتے ہیں بادِ خزاں سے گل — فصلِ بہارِ عمر ہے موسم شباب کا

آرائشِ جمالِ خداداد عیب ہے — موے کمر کو ذوق نہیں ہے خضاب کا

پیری میں شعلہ رُوؤں سے خالی کنارہ ہے — کیوں کر گزر کماں میں ہو تیرِ شہاب کا؟

کس شعلہ رُو کو باغ میں ہے قصدِ مے کشی؟ — ہر شاخِ گل میں رنگ ہے سیخ کباب کا 6

ناسخ شراب پی شب تاریک ہے تو کیا؟ — محتاج آفتاب نہیں ماہتاب کا

1= مطبوعہ ۔ مطلع ۔ ب = ہنستا ....

2= اول ۔ ا = ... ان دنوں .

= ہ ۔ ب = ... سے ....

3= مطبوعہ ۔ ا = مطبوعہ میں سہو کتابت سے "جاتے" بہ جائے "جالے"

4= اول ۔ ا = سہو کتابت سے "بت" بہ جائے "بط"

5= مطبوعہ = ب = ... پیری ....

6= اول ۔ ا = ... خو ..

اس غزل کا مطلع اور شعر نمبر 4 اول کی/اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 2 سے منتخب کیا گیا ہے۔ شعر نمبر 3 اور 12 تا 20 اول کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 4 سے منتخب ہیں۔ شعر نمبر 2، 5، 6، 7، 8، 9 اور 10 غزل نمبر 3 سے منتخب ہیں۔ اول کی اس قافیے ردیف کی یہ چاروں غزلیں نمبر شمار 17، 18، 19، 20 ہیں۔ ان چاروں غزلوں کے اشعار کی کل تعداد 61 ہے۔ بنیادی اور مطبوعہ سے 26 اشعار زائد ہیں۔ یہ اشعار غیر مطبوعہ ہیں۔ ترتیب اشعار اول سے بہت زیادہ مختلف ہے۔ اضافی اشعار حسب ذیل ہیں۔

اے دل! تو چیز کیا ہے کہ اس کی نگاہِ کرم؟ — فولادِ آئینہ کو کرے جام آب کا

ہاہا جو داغ سے لبِ دریا سرک گیا — پانی میں جل اُٹھا وہیں خیمہ حباب کا

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

دریا تمام جادۂ صحرا میں آگ سے
رُو کش ہو آبلہ ہے ہمارے حباب کا

آنکھوں میں اپنی دی ہے جگہ میرے بخت نے
اشکوں سے بہہ گیا ہے مکاں جب سے خواب کا

اے شہہ سوار تو سن خوبی نہیں ہلال
حلقہ ہے گوشِ چرخ میں تیری رکاب کا

سرمہ ہوں چشمِ دوست میں چشم عدو میں خار
ناسخ غبار ہوں قدمِ بُو تراب کا

غزل نمبر 2 ۔ (اول)

دل ہو بیاضِ گردنِ جاناں سے کیوں نہ داغ
ہوتا ہے وقتِ صبح طلوع آفتاب کا

اک دم میں غرقِ بحرِ فنا ہوگیا جہاں
طوفاں اٹھا جو خنجرِ قاتل کی آب کا

وہ زندہ ہوں میں روزِ ازل سے کہ محتسب
دل کے عوض بغل میں ہے شیشہ شراب کا

سات آسمان کہتے ہیں جس کو جہان میں
ست ورقہ ایک جزو ہے یہ اپنی کتاب کا

تیری بہار نے یہ اڑاسے گلوں کے رنگ
دن رات جوش باغ میں ہے ماہتاب کا

رونے لگا جو ہم سے ہوا رونے میں دوچار
خورشید سا ہے خاصہ چشمِ پُر آب کا

مارا ہے چشم مست نے، میرے سوئم میں ہیں
نرگس کے پھول اور پیالہ شراب کا

ناسخ! جو ہم نے دیدۂ گریاں پہ رکھ دیا
رومال بن گیا وہیں ٹکڑا سحاب کا

غزل نمبر ۳ (اول)

کیا گھر بناؤں راہی ملک عدم ہوں میں
کافی ہے میرے واسطے خیمہ حباب کا

یارب! مجھے نصیب ہو خواب اجل وہیں
گزرے خیال گر شب فرقت میں خواب کا

ساحل پہ تشنہ کام میں ناکام مر گیا
دریا یہ ہوگیا مجھے دھوکا سراب کا

کیا گنجفہ کی قدر تیرے ہاتھ میں ہوئی
ہے رشکِ آفتاب ورق آفتاب کا

آیا ہوں میں عدم سے عدم کو چلا ہی ہوں
ہے عالمِ وجود مکاں پا تراب کا

غزل نمبر 4 (اول)

...... یہ ہے ... جہانِ خراب کا
جامِ جہاں نما ہے پیالہ حباب کا ۱

دریا ورق ہو دائرۂ حرف ہوں بھنور
مضموں رقم کروں جو میں چشمِ پُرآب کا

قالب تھے کیا ہی تصور کے واسطے
عالم ہے اپنے دیدۂ تر میں حباب کا

نالوں میں ہی ہمسر ہوئی ناقوس کی طرح
کیا یاد آگیا ہمیں دیرِ خراب کا؟

اس ظرف کو جو کہیے تنک ظرف تھر ہے
واژوں ہے عین آب میں ساغر حباب کا

رونے سے ایک دم جو ہو زندہ عجب نہیں
عالم کی زندگی ہے برسنا سحاب کا

گلزار کوئے یار رہا ہے مگر فریب
......ینا ہے جو شیشہ گلاب کا ۲

۱۔ ا ۔ نا خوانا

۲۔ ب ۔ نا خوانا

کھُل گیا ہے پیرہن میں جسم مجھ مایوس کا — ایک عالم کو گماں ہے شمع اور فانوس کا

جو کہ ہیں بے درد، کیا ان کو ہے قدرِ داغِ عشق؟ — مرتبہ زخمی سمجھتے ہیں پرِ طاؤس کا

آنے پائے بزم جاناں میں تو یہ بالیدہ ہو — پیرہن ہو تنگ جسمِ شمع پر فانوس کا

گل نہیں جز داغِ حسرت بوستانِ دہر میں — طور ہر برگِ شجر میں ہے کفِ افسوس کا

ہجر میں نالے ہیں ہونٹوں پر گریباں ہاتھ میں — وصل میں کام ان سے لیتے تھے کنار و بوس کا

کافرِ عشقِ بتاں ایسا ہوں گر ہو جاؤں قتل — شور حلقومِ بریدہ سے اٹھے ناقوس کا

کھولتے ہیں غنچے میرے سامنے بتچے عبث — سونگھنے والا ہوں میں اے گل! ترے ملبوس کا

ہوں میں وہ وحشی کہ مثلِ حلقۂ زنجیرِ پا — شوق ہے چشمِ غزالاں کو مری پابوس کا 1

جو کہ ادنیٰ ہیں خوشامد سے وہ اعلیٰ ہوتے ہیں — مور چھل افسر پہ ہوتا ہے دُمِ طاؤس کا 2

زینتِ ظاہر کے جو پابند ہیں بے فیض ہیں — کس کو دنیا میں ملا سونا پرِ طاؤس کا؟ 3

اہلِ زینت کو نہیں اعلیٰ و اسفل میں تمیز — ہے سرِ طاؤس پر سایہ دمِ طاؤس کا

خاک جو میرے تنِ پُر داغ کی برباد ہے — گرد بادوں پر گماں عالم کو ہے طاؤس کا

ہے دہن ہر غنچہ اور آغوش ہے ہر شاخِ گل — شوقِ گلبن کو ہے کیا تیرے کنار و بوس کا 4

مدتیں گزریں کہ قدموں سے جدا ہوتے نہیں — کس قدر ہے شوق کانٹوں کو مری پابوس کا؟

سچ تو ہے فردوسی و طوسی کو نسبت مجھ سے کیا؟ — دل سے ہوں مداح ناسخ بادشاہِ طوس کا

1۔ اول ۔ ا = ... دیوانہ ....

2۔ م ۔ ب = ... پر ....

3 = م = ۔ ا = ... کا .... ہے ...... ہے ...

" مطبوعہ ۔ ب = ... دُم ....

4 ۔ اوّل ۔ ب = ... گلشن ....

پریوں کو عمل سے میں تسخیر نہیں کرتا — جزٗ نقش درم کچھ بھی تاثیر نہیں کرتا

اے وعدہ خلاف! ایسی ہے منتظری تیری — دروازے کو میں ہر شب زنجیر نہیں کرتا

کیوں کر مرے رونے سے دل نرم ہو اُس بت کا؟ — پتھر پہ کبھی پانی تاثیر نہیں کرتا 1

جانباز تو لاکھوں ہی سر دینے کو حاضر ہیں — آلودہٗ وہی خوں سے شمشیر نہیں کرتا

یہ خلق کی بے تابی آئی ہے پسند اُس کو — سیماب کو وہ کافر اکسیر نہیں کرتا 2

کب کاٹ کے سر میرا فتراک سے باندھے گا؟ — کہتے ہیں وہ عاشق کی توقیر نہیں کرتا

کیوں فکرِ عمارت ہے دنیا میں تجھے ناسخ؟ — ویرانے میں گھر کوئی تعمیر نہیں کرتا 3

---

1 ۔ اول ۔ ا = رونے سے مرے کیوں کر دل نرم ہو اُس بت کا؟

1۔ مطبوعہ ۔ ب = ... بھی ....

2 ۔ ء ۔ مقطع ۔ ب = ... مخطوطے سہو کاتب سے "ویرانے" بجائے "وایرنے" ۔

* اول میں شعر نمبر 5 کم ہے ۔ اشعار کی ترتیب بھی مختلف ہے

دل میں ساکن ہے خیال اک بتِ بے پروا کا — آشیانہ مرے ویرانے میں ہے عنقا کا 1

جب مری نبض لگا دیکھنے ظاہر یہ ہوا — نور ہے دستِ مسیحا میں کفِ موسیٰ کا 2

کس کے گیسو کے تصور میں ہے طوفانِ سرشک؟ — حلقہٴ زلف ہے گرداب مرے دریا کا

شجرِ طور ہے قد اور ہے رخ شعلہٴ طور — دستِ دلدار میں عالم ہے یدِ بیضا کا

کیوں ملیں عالمِ بالا سے نہ مضمونِ بلند؟ — ہے دمِ فکر خیال اُس کے قدِ بالا کا 3

ہوگیا سیلیٴ استاد سے تغییر جو رنگ — چہرہٴ یار میں عالم ہے گلِ رعنا کا

تو وہ خورشید ہے الٹے جو گلستاں میں نقاب — چہرہٴ گل میں تلون ہو وہیں حربا کا

کیا جنوں کم ہو مرا سنگِ ملامت سے بھلا؟ — جو پڑا نیل وہ اک داغ ہوا سودا کا

باغباں اپنے گل و میوہ سے رکھ خاطر جمع — میں تو مشتاق چمن میں ہوں چمن آرا کا

بعد مردن بھی جو ہے نرگسِ مے گوں کا خیال — گنبدِ قبر میں ہے جوش خُمِ صہبا کا

عشق میں یہ ہے کہ دم میرا خفا ہوتا ہے — گھونٹتا ہے جو کوئی مست گلا مینا کا 4

یادِ مژگاں میں جو یوں جوش پہ ہے سیلِ سرشک — تشنہ لب کیا کوئی کانٹا ہے کسی صحرا کا؟ 5

دیکھتے ہی ترے ہاتھوں کو ہوا دیوانہ — یدِ بیضا سے ہوا ہے یدِ خلل سودا کا

جاتے ہیں عالمِ بالا کو جو نالے سیدھے — ہے خیال آج مجھے ایک سہی بالا کا

دین و دنیا کی عبث فکر ہے تجھ کو ناسخ! — وہی ہوگا جو ارادہ ہے مرے مولا کا

1۔ مطبوعہ۔ مطلع = ... میرے ....

2۔ اول۔ ا = ... بولا یہ رقیب .....

3۔ ء۔ ا = ... ملے ....

4۔ ء۔ ا = ... میں ....

5۔ ء۔ ا = سہو کاتب سے "پے" بہ جائے "پہ"

٭۔ مطبوعہ۔ ب = ... کاٹا .....= اول۔ ..... ہے کوئی خار ...

٭ اول میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 15 ہی ہے۔ شعر نمبر 8 اور 9 اول میں نہیں۔ ان اشعار کی بجائے درج ذیل 2 اشعار، نمبر 6 اور 10 اضافی ہیں۔ یہ اشعار غیر مطبوعہ ہیں۔ یہ اضافی شعر درج ذیل ہیں

1 جس طرح چاہ ترش رُو ہو تو مجھ سے کافر! — تجھ سے رغبت ہے مجھے جوش ہے یارِ صفرا کا

خیر خواہی کی عبث امیّد ہے ہم جنسوں سے — حال کیا دستِ سکندر سے ہوا دارا کا

1۔ ا = سہو کاتب سے "غیر خواری" بجائے "خیر خواہی"

رہے کیوں کر نہ دل ہر دم نشانہ ناوک غم کا؟
کہ ہے میرا تولد ، مفتتمِ ماہِ محرم کا

گیا جو اس کے کوچے میں وہ باچشمِ پُر آب آیا
حرم سے لاتے ہیں ،جس طرح زائر آب زمزم کا 1

سلیمانی ہے زیبا اُس پری کو ملکِ خوبی میں
تبسم نقشِ خاتم ہے ، دہن حلقہ ہے خاتم کا

جواب اُس نے نہ بھیجا اور ہم نے خط لکھے اِتنے
کہ مہریں کرتے کرتے مٹ گیا نقش اپنی خاتم کا

نظر آیا نہیں جب سے کسی کا کعبۂ ابرو
ہمارے دیدۂ تر میں ہے عالم چاہِ زمزم کا 2

جلا کرتا ہوں میں دن رات لیکن مر نہیں جاتا
اثر سوزِ غمِ فرقت میں ہے نارِ جہنم کا 3

نہیں ہے معتقد میرا اگر حاسد تو کیا غم ہے؟
ہوا ہے سجدۂ ابلیس کیا نقصان آدم کا ؟

کسی دل تک رسائی ہوسکے تو عرش ہے یہ بھی
عزیزو اگر نہیں معراج ممکن عرشِ اعظم کا

برنگِ گل جگر ہوتا ہے ٹکڑے ، سیرِ گلشن میں
ہوا ہے تیغِ غم ، بے یار نظارہ سپر غم کا

رسائی میری اوجِ فکر تک ہوگی نہ حاسد کو
غرور آگے مرے کرتا ہے کیا تحصیلِ سلم کا 4

پری زادوں نے منہ اپنا چھپایا مارے خجلت کے
اِسے سوچو ذرا کیا حسن ہے اولادِ آدم کا !

ازل سے جو کہ باہم ہیں جدا ہوتے ہیں دنیا میں
دلیل اِس پر جدا ہونا ہے یہاں طفلانِ توام کا

حماقت ہے غرورِ جاہ اہلِ فکر کے آگے
یہ تاج و تخت ہے رد کردہ ابراہیم ادہم کا

سخاوت جس کو کہتے ہیں کہانی ہے زمانے میں ؟
بخیلوں کی بدولت رہ گیا ہے نام حاتم کا

مری آنکھوں میں پڑ جائیں نہ کیوں کر اِس قدر حلقے؟
تصور رات دن رہتا ہے تیری زلفِ پُرخم کا

میں ایسا پاک دامن ہوں یتیں ہے بعد مردن بھی
بجائے سبزہ تربت پر اُگے گا پنجہ مریم کا

مسی آلودہ لب کو تونے جس کپڑے سے پونچھا ہے
وہ میرے زخمِ دل کے واسطے پھاہا ہے مرہم کا

تماشائے جہاں ہم دیکھتے ہیں کنجِ عزلت میں
ہمارے بوریے کا نقش خط ہے ساغرِ جم کا 5

گزر ناگاہ جو میرا ہوا شہرِ خموشاں میں
عجب نقشہ نظر آیا وہاں شاہانِ عالم کا

کہیں آئینۂ زانو سکندر کا شکستہ تھا
کسی جانب پڑا تھا کاسۂ سر خاک میں جم کا

محب ہیں سایۂ راہ اور عدو ہیں خارِ راہ ناسخ!
مسافر وادیِ امکاں میں ہوں گویا کوئی دم کا 6

1۔ اول ب = ... زاہد ....
2۔ مطبوعہ ۔ا = ... آتا ...... = اول = آتا
3۔ اول ۔ا = ... پر نہیں مرتا
4۔ م ۔ا = ... نہ ہوگی ....
5۔ م ۔ب = ... بوریا
6۔ م ۔مقطع۔ا = ... رہ ....

* اول میں دو علیحدہ علیحدہ غزلیں ع۔مرے رونے کے آگے قلزم اک قطرہ ہے شبنم کا
اور ع۔رہے کیوں کر نہ دل ہر دم نشانہ ناوکِ غم کا؟
کے مطلعوں کے تحت ہیں۔ دونوں غزلوں کے کل اشعار بالترتیب 16 ، اور 14 ہیں۔ مطلع اور شعر نمبر 3 ، 5 ، 8 ، 10

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر

12، 14، 19، اور 20 دوسری غزل کے اشعار ہیں دونوں غزلوں میں کل 9 اشعار اضافی ہیں-
جو کہ متن کی مندرجہ بالا غزل دونوں غزلوں کے منتخب اشعار پر مبنی ہے اس لئے ترتیب میں بھی فرق ہے۔ اول کی ان دو غزلوں میں پہلی غزل کے اشعار نمبر 1، 7، 8، 12، اور دوسری غزل میں شعر نمبر 3، 5، 8، 11، 14، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں-

مرے رونے کے آگے قلزم اک قطرہ ہے شبنم کا
شرر سے کم ہے عیشِ سوزِ دل رتبہ جہنم کا

جو آیا اس کے دم میں جان سے مارا وہیں اس کو
دمِ عیسیٰ سے کیا برعکس اثر ہے یار کے دم کا

لطافت کیے یہ معنی ہیں عیاں ہیں دانت ہونٹوں سے
گماں عالم کو ہے گل برگ پر قطراتِ شبنم کا

بیاں گر کیجئے آہو سے اُس کو چوکڑی بھولے
وہ عالم ہم نے دیکھا ہے غزال چشم کی رم کا

(دوسری غزل)

بیابانِ جنوں میں خاک اڑاتے پھرتے ہیں ہر سو
.... کو ہے مجھ بے کس کے ماتم کا 1

کیا ہے ہر بشر کے ساتھ جدا رزق رازق نے
دلیل اس پر یہ ہے تھا رنگ گندم گوں جو آدم کا

خوشی کا ایک دن دیکھا نہ میں نے آکے دنیا میں
ہوا ہر ماہ پر مجھ کو گماں ماہِ محرم کا

دلا! دیوانہ ہوں اس مے پرستی کے بھی عالم کا
نہ شادی کی کبھی شادی نہ غم ہے یاں کبھی غم کا

نہ کر طولِ سخن کر اب خیالِ خاطرِ سامع
تُو اب خاموش ہو ناسخ! کہاں تک شکوہ عالم کا؟

1۔ ب = ناخوانا

کب ہوا محتاج حلق اپنا کسی خوں ریز کا؟ ہر رگِ گردن میں یاں عالم ہے تیغِ تیز کا

دودِ عنبر سے نہیں کچھ کم ہمارا دودِ آہ ہے بہت دل میں خیال اک زلفِ عنبر ریز کا 1

ساتھ آہوں کے نہ دردِ دل نکل جائے کہیں اس لئے ہے ضبط مجھ کو آہ دردِ آمیز کا 2

نیل پڑ جائے یقیناً کھائے گر دریائے نیل لطمہ میرے اشک کے دریائے شور انگیز کا

دن جو اپنا صرف ہوتا ہے بتوں کی یاد میں رات بھر رہتا ہے عالم مرغِ شب آویز کا

اِس قدر رونے میں تیرے جور سے اہلِ جہاں نام صفحے سے جہاں کے مٹ گیا چنگیز کا 3

وصل کی شب پر ہوئی ہے تیزیِ رفتار ختم خاک میں نام اِس کے آگے مل گیا شب دیز کا

عشق کر دیتا ہے سلطان و گدا کا ایک رنگ کوہ کن کی طرح خون آخر کیا پرویز کا

مانعِ رفتار مجھ وحشی کو ہوں کیا خارِ دشت تیز رو کرنا فرس کا کام ہے مہمیز کا 4

اشک گر پڑتے ہیں دل ہوتا ہے جس دم بے قرار میری آنکھوں میں ہے عالم ساغرِ لب ریز کا

جوششِ مضموں کو خامہ صُور . سرا فیل ہے یاں زمینِ شعر میں عالم ہے رستا خیز کا

عشق کے آزار میں مرتا ہے پر ہے گرد یار ہے خدا حافظ دلِ بیمارِ بے پرہیز کا

گامِ اول ہی جہاں پڑتا ہے چاہِ گور میں ناسخ آوارہ ہے اُس صحرائے آفت خیز کا

1۔ اول ۔ ب = لبس کہ ....

2۔ ب = مخطوطے میں سہو کتابت سے " ای " بہ جائے " اس "

3۔ اول۔ ب = ... اٹھ..........

4۔ ۔ ب = ...کرتا ہے تو سن کو خلش ....

* اول میں یہ غزل 14، اشعار پر مبنی ہے۔ اضافی شعر درج ذیل ہے۔

کی تجلی کس کی چاک پردہ ٔ عصل نے یاں؟ برق ہے ہر گرد باد اِس دشتِ وحشت خیز کا

سینکڑوں آہیں کروں پر ذکر کیا آواز کا ؟ / تیر جو آواز دے ہے نفس تیر انداز کا

نازنینوں سے کروں کیا ربط میں نازک مزاج / بوجھ اٹھ سکتا نہیں ، مجھ سے کسی کے ناز کا

رشک سے جلتا ہے ایسا روے جاناں دیکھ کر / طور ہے مہتاب میں مہتاب آتش باز کا

یار سے کرتا ہوں میں باتیں جلے جاتے ہیں غیر / صاعقہ ان کو ہوا شعلہ مری آواز کا

آگے مجھ کامل کے، ناقص ہے کمالِ مدعی / درمیاں ہے فرق استدراج اور اعجاز کا

جال اے صیاد! اپنی زلف کا تو روک دے / ہے ارادہ میرے مرغِ روح کو پرواز کا

محو ایسا چاہیے عاشق خیالِ دوست میں / غیر اگر بولے نہیں ہو یار کی آواز کا

1 جس قدر جلتا ہے ہوتا ہے سیاہ داغِ جنوں / ہے چراغ، اپنا دلِ روشن مرکب ساز کا

گر کوئی پڑھنے لگے بزمِ غنا میں میری نظم / کان کا پردہ وہیں بن جائے پردہ ساز کا

2 ضبطِ آہِ شعلہ افشاں جب ہوا مجھ کو گراں / آسماں بن جائے گا طاؤس آتشباز کا

میری نظروں سے جو تو پنہاں ہوا رسوا ہوا / بے قراری میں نہیں ممکن چھپانا راز کا

3 کی ہے یاں شدت سے شدت برشگالِ اشک نے / کیوں نہ واں آ جائے موسم سبزے کے آغاز کا؟

4 چل کے ناسخ! گلشنِ شیراز کو آباد کر / آشیاں ویراں پڑا ہے بلبلِ شیراز کا

1- اول ـ ب = ... ایسے مرکب .....

2ـ " ـ ب = ... بنے ہر ایک ....

3 ـ " ـ ب = ... شعر ......

4 ـ " ـ ا = ... برباد

* اول میں یہ غزل 16 ، اشعار پر مبنی ہے۔ شعر نمبر 3 اول میں نہیں۔ اول میں شعر نمبر 4، 7، 9، 13، اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں۔

- میں تو عاشق ہوں جو یوں پردرد ہے میرا کلام / شاعروں کو کب شعور آیا ہے اِس انداز کا ؟

خط سے قسمتی کے جو دو حصے ہوا ماہِ جبیں / اے بتِ مغرور ! تو دعوای نہ کر اعجاز کا

دشمن سے دل مرا ایمن ہے قیدِ زلف میں / طائرِ آزاد کو رہتا ہے ڈر شہباز کا

اُس کے اندازِ جفا پر شکر کرتا ہوں ادا / سی دیا میری وفاداری نے منہ غماز کا

رات ایسا انتظارِ یار میں بےتاب تھا
بسترِ گل پر نہ تھا میں، آگ پر سیماب تھا

میرے اشکوں کا فلک پر موجزن سیلاب تھا
ہالہ' مہ کی جگہ شب حلقہ' گرداب تھا 1

نرم دل محبوب جتنے تھے ہوئے ہیں سخت دل
سنگ میری جان کو ہے، بیشتر ازیں جو آب تھا

رات مجھ کو تیرے آنے سے جو مایوسی ہوئی
انتظارِ مرگ تھا یا اشتیاقِ خواب تھا

شب چمن میں کیں کفِ پا سے یہ نور افشانیاں
جو ترا نقشِ قدم تھا سو گلِ مہتاب تھا

تیری محفل میں جو پاسِ راز پوشی تھا مجھے
مثلِ رنگِ گل رواں آنکھوں سے یاں خوناب تھا

کچھ سمجھ کرنا توانی نے دیا ہے خم اسے
قصرِ تن میرا بنا ہے جب سے، بے محراب تھا

جلوہ فرما بام پر جو عارضِ جاناں ہوا
چاند اس کے سامنے اک کرمک شب تاب تھا 2

تیرے روے آتشیں کو دیکھتے ہی اڑگیا
اضطرابِ دل جسے سمجھے تھے ہم سیماب تھا

ہوگئی بالکل ہماری عمر غفلت میں بسر
عرصہ اپنی زندگانی کا مگر اک خواب تھا

گل کہیں دیکھا نہ میں نے داغِ حسرت کے سوا
میرے اشکوں سے مگر باغِ جہاں شاداب تھا

کی سیاہ کاروں نے میرے نورِ عرفاں کی نہ قدر
شپرہ تھی خلق، میں خورشیدِ عالم تاب تھا

کس لئے ہر شب یہ ہوتا ہے گرفتارِ فراق؟
ہجر میں کیا اپنا مرغ نامہ بر سرخاب تھا ؟

رات دن فرقت میں رہتا ہے مجھے رونے سے کام
یاد ایام ہے کہ ایک آنسو درِ نایاب تھا

ذبح کرنے میں مرے ناسخ! ہوا قاتل کو رنج
پنجہ' نازک میں اُس کے خنجرِ بے آب تھا

1۔ اول ۔ ا = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سیلاب
2 ۔ ۔ ا = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہوئے
۔ ۔ ب = ماہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

* اول میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 15 ہی ہے مگر مطلع مندرجہ بالا غزل کا مطلع ثانی ہے اور مطلع اور شعر نمبر 3، 4، اول میں نہیں تین شعر غیر مطبوعہ ہیں جو درج ذیل ہیں۔

ایک جھٹکے میں جدا حلقے سے حلقہ ہوگیا
جوشِ وحشت خانہ' زنجیر کو سیلاب تھا

ہوگی تسکیں تصور سے دلِ بے تاب کو
اشتیاقِ عکس میں یہ آئینہ سیماب تھا

خاک اڑاتی تھی نہ میرے حال پر تنہا زمیں
مرغ بھی فرقت میں گریاں صورتِ دولاب تھا

یاں آسرا ہے ساقیِ کوثر کی ذات کا — ہے ساغرِ شباب سفینہ نجات کا
زخمِ دہانِ خلق کو ہے اِس سے التیام — مرہم سے ہے زیادہ اثر میری بات کا 1
جیتے ہیں سوزِ عشق سے مانند شمع ہم — رتبہ ملا ہے آگ کو آبِ حیات کا
مضموں جو لکھے ہیں تری چشمِ سیاہ کے — عالم ہے رشکِ دیدۂ آہوئے دوات کا 2
وقفہ نہیں کہ غنچۂ منقار کھل سکے — ہوں عندلیب کس چمنِ بے ثبات کا 3
جب تک وہ ہے دوچار مری زندگی بھی ہے — تارِ نگاہِ یار ہے رشتہ حیات کا 4
کافر ہوں سیر ہم رہیں محروم و اعتنا! — کر میکدے یہ حکم نہ جاری فرات کا
گر مے نہیں تو صوم ہے، مستی صلوٰۃ ہے — واعظ یہاں بھی شغل ہے صوم و صلوٰۃ کا
جو ہے کلامِ شیخ ، وہی قولِ برہمن — مطلب ہے ایک فرق فقط ہے لغات کا 5
خامہ ہے نیشکر مرے شیریں کلام سے — شرمندہ ہے دوات سے کوزہ نبات کا
مجرم ہوں اغنیا تو فقیروں پہ ہو عذاب — کرتا ہے دیکھو تحط نہ دینا زکوٰۃ کا 6
آنکھوں کے آگے غش سے ستارے ہیں تر مرے — روزِ سیاہِ ہجر میں عالم ہے رات کا
کب جائے گا عیادتِ ناسخ کو اے مسیح؟ — نزدیک اب تو وقت ہے اُس کی وفات کا 7

1۔ اول ۔ ا = ۔۔۔۔۔۔۔ ایسے ۔۔۔۔۔۔

2۔ " ۔ ا = ۔۔۔۔۔۔۔ لکھے جو ہیں ۔۔۔

3 ۔ مطبوعہ " ۔ ا = ۔۔۔ غنچہ و منقار ۔۔۔

4 ۔ اول ۔ ا = ۔۔۔۔۔۔۔ ہے وہ ۔۔۔۔۔۔

" ۔ ب = نگاہ ہے یار ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

5 ۔ " ۔ ا = ہے جو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

6 ۔ " ۔ ا = محروم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

7 ۔ " ۔ ا = ۔۔۔۔۔۔ عبادت ۔۔۔۔۔۔۔

* اول میں اسی غزل کے اشعار کی تعداد 16 ہے 3 ، اضافی اشعار حسب ذیل ہیں۔

مینائے سبز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ — یہاں ہر خمِ شراب ہے چشمہ حیات کا 1
آستانِ یار کے سجدے سے ہے غرض — پابند کعبے کا ہوں نہ میں سومنات کا
اہلِ فنا کو عالمِ وحدت سے کام ہے — کنجِ لحد میں دخل نہیں پانچ سات کا

1۔ ا ۔ ناخانا

" ب ۔ سہو کاتب سے " حساب " بجائے " حیات "

نوجوانی میں ہوا عشق اُس بتِ گل فام کا
عالم اپنے داغِ دل میں ہے چراغِ شام کا

خاک ہونے پر گئی اپنی نہ عالی فطرتی
گور میں بھی دھیان ہے ہم کو کسی کے بام کا

سبزۂ بیگانہ باغِ حسن سے کرتا ہے دور
نام رکھا باغباں ہم نے ترے حجام کا

مجھ میں مے سے بجائے نشہ ہوتا ہے خمار
باعثِ دورانِ سر ہے دَور میرے جام کا

کھینچ لائی وادیِ ہستی میں بے تابی مجھے
رہ گیا پیچھے عدم میں قافلہ آرام کا

آرمی ہے تن پرستی حق پرستی کے عوض
رہ گیا ہے گاؤ خوری سے نشان اسلام کا

اپنے کشتوں کے عزا میں ہے سیہ پوش آپ ہی
وہ خطِ شبرنگ بھی گویا ہے حاکم شام کا

اشتیاقِ چشمِ جاناں میں گئے ہیں جب سے ہم
ہو چراغ، اپنی لحد پہ روغنِ بادام کا

اے فلک! دیکھوں تو کب تک روزِ وصل آتا نہیں؟
منتظر بیٹھا ہوں میں بھی گردشِ ایام کا

جوششِ مستی میں ناسخ! مطلعِ ثانی پڑھوں
ساقیِ کوثر سے ہے مجھ کو سوال اک جام کا

لوحِ محفوظ اک نگینہ ہے علیؑ کے نام کا
عرش کہتے ہیں جسے بیضہ ہے اس کے بام کا

رجعتِ خورشید اور شقِ قمر سے ہے عیاں
ہے بنیؐ مالک لیالی کا علی ایام کا 1

مطبوعہ بہ مخطوطے میں مقطع کے مصرع اولی میں سہو کاتب سے " شے " بہ جائے " سے "

* اول میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 13 ہے۔ اس غزل کے شعر نمبر 6، 2، 12، اول میں نہیں ۔ اول کا مطلع بنیادی اور مطبوعہ میں اس غزل میں شعر نمبر 11 ہے۔ اور اس غزل کا مطلع اول میں مطلع ثانی ہے۔ اول کے شعر نمبر 3، 9، 11، اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں۔

گردش اُس کوچے میں طوفِ کعبۂ مقصود ہے
گردِ راہِ یار مجھ کو جامۂ احرام ہے

ہو گیا موقوف جب سے نامہ و پیغامِ یار
رات دن میں منتظر ہوں موت کے پیغام کا

کر گوارا نیش، گر ہے نوش کا طالب دلا!
بوسے کے مشتاق کو کچھ غم نہیں دشنام کا

دے دوپٹا تُو اپنا ململ کا — ناتواں ہوں، کفن بھی ہو ہلکا

در پہ سر میں جو سر رگڑتا ہوں — تیرا دروازہ کیا ہے صندل کا؟

آتشِ رخ سے آنکھیں سینکتے ہیں — کیا زمستاں میں کام منقل کا؟

ہو جو محبوبِ خوب رُو بد خُو — صاف عالم ہے اُس میں حنظل کا

کہتے ہیں سالکانِ منزلِ عشق — ہے نشانِ گور گامِ اول کا

شکمِ صاف کے قریں ہے کمر — یا ہے مخمل پہ رو واں مخمل کا 1

مثلِ برق اُس پہ بے قرار ہوں میں — سایہ رہتا تھا جس پہ بادل کا

قیس کی قیس جانے میں لیکن — وحشی ہوں آدمی کے جنگل کا 2

کیا اُسی گل کی یہ سواری ہے؟ — نکہتِ گل دھواں ہے مشعل کا 3

بڑھنا اِس طفل کا دلاتا ہے یاد — پھوٹنا شاخِ گل سے کونپل کا

جز صنم کچھ نظر نہیں آتا — وہ موحد ہوں روزِ اول کا

ایک آئے نظر جو میرا غبار — سرمہ ہو جائے چشمِ احول کا 4

لکھوں ناسخ! جو وصفِ چشمِ سیاہ — ہو سیاہی میں طور کاجل کا

1- اول - ا = ... عمر

2 - مطبوعہ - ا = ... ہے ...

3 - ۔ - ا = ... میں ...

- ۔ - ب = ... خواب ... مطبوعہ میں پہلا متن بنیادی مخطوطے کے مطابق ہے۔

4 - اول - ا = ... آیا ....

* اول میں مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 7 نہیں ہے۔ اول میں یہ غزل 14، اشعار پر مشتمل ہے۔ اول کے 2 شعر نمبر 8 اور 12 اضافی ہیں۔

روز یاں انقلاب رہتا ہے — آج قصہ ہے ماجرا کل کا

جن سے میزانِ عقل پائی ہے — ایک ہے وزن کوہ و خردل کا

کون وہ دل ہے جو محوِ رخِ جاناں نہ ہوا ؟ — کون آئینہ ہے جو دیدۂ حیراں نہ ہوا ؟
پر لگائے مجھے وحشت نے، اُڑا پھرتا ہوں — مجھ سے پامال کوئی خارِ بیاباں نہ ہوا
پھٹ گئے لاکھ گریباں مری حالت پر — صبح کا ہجر کی شب چاک گریباں نہ ہوا
ہوں وہ دیوانہ ہے خوار کہ صحرا میں کبھی — چین جز سایۂ اشجارِ مغیلاں نہ ہوا
جو ہوا چاند تری سبزۂ خط کو دیکھا — اس برس ماہ کوئی جز مہ شعباں نہ ہوا
شبِ تاریکِ جدائی نظر آتی ہے پہاڑ — شب چراغ آج جو وہ لعلِ بدخشاں نہ ہوا
لاکھ کافر کو کیا تو نے مسلماں ناسخ! — ہے یہ افسوس کہ تو آپ مسلماں نہ ہوا

1۔ اول ۔ ب = ... آپ ......

2۔ مطبوعہ ۔ ب = ... ماہ ...

3۔ * ۔ مقطع ۔ا = ... گئے گو ..... مطبوعہ کا ابتدائی متن مخطوطے کے مطابق ہے۔

* اول میں یہ غزل 13، اشعار پر مشتمل ہے۔ اول میں اس غزل کے شعر نمبر 2، 4، 5، 7، 10، اضافی میں جو درج ذیل ہیں۔

ابر ساں جس میں مرے دیدۂ گریاں برسے — ایک گل بھی کبھی اُس باغ میں خنداں نہ ہوا
خوب ہے مجھ کو دل! جوشِ سودا لیکن — قابلِ سلسلۂ کاکلِ پیچاں نہ ہوا
دلِ مجروح شگفتہ نہیں ہوتا میرا — دہن زخم ہوا، میں کبھی خنداں نہ ہوا
ہے زمانے کو ترے مصحفِ رخسار کی یاد — کون دنیا میں، ہے جو حافظِ قرآں نہ ہوا ؟
فائدہ کیا کرے گی صحبت جو نہ ہو استعداد؟ — رہ کے گلشن میں کبھی زاغ خوش الحاں نہ ہوا

سر پر پہاڑ اُن کے نہ اے آسماں! گرا
جو برگ گل کو سمجھیں کہ سنگِ گراں گرا

ساقی کے ہاتھ سے جو گرا شیشۂ شراب
سمجھا میں بادہ کش کہ خمِ آسماں گرا

مٹی وہاں کی لے گئے عطار بھر عطر
اُس رشکِ گل کے منہ سے پسینہ جہاں گرا

رشکِ چمن ہوا ہے ہر اک سروِ نو نہال
کٹ کٹ کے تیرے عشق میں کیا کیا جواں گرا

پائی شکستِ دل نے بہ رنگِ شکستِ رنگ
بالائے سنگ شیشہ مرا بے فغاں گرا

آزاد ہیں قیود سے افتادگانِ خاک
اُٹھا پھر اُ شجر سے جو برگِ خزاں گرا

عالم کو تیرے چاہِ زنخ داں سے عشق ہے
یوسف بھی اس کنویں میں مع کارواں گرا

پامال جو کرے گا مجھے، پائے گا سزا
شیشے کی طرح خاک پہ میں ناتواں گرا

لغزش رہِ سلوک میں افتادوں کو ہو کیا؟
ٹھوکر نہ کھا کے ایک دن آبِ رواں گرا

کیا مالِ رعبِ فقر کے آگے ہے سلطنت ؟
رویا میں، سر سے افسرِ نوشیرواں گرا

ناسخ نگاہِ مست سے دیکھا جو یار نے
مانندِ مست ہر شجرِ بوستاں گرا

1۔ اول ۔ ا = ۔۔۔۔۔ چیز ۔۔۔۔۔۔۔

* اول میں یہ غزل 16، اشعار پر مبنی ہے۔ اس غزل کا شعر نمبر 9 اول میں نہیں۔ اول میں اس غزل کے شعر نمبر 2، 3، 4، 7، 13، 15، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

جب گرد باد راہ میں آیا تو دیکھنا
پھٹ کر بہ رنگِ کاغذِ باد آسماں گرا

دریا ہیں دو کہ جاری ہیں آنکھوں سے رات دن
دو دن میں جس مکاں رہا وہ مکاں گرا

لے جائے گا سمجھ کے سعادت ابھی ہما
منہ سے مرا نہ اے سگِ یار! استخواں گرا

مشقِ خرام پائے حنائی نے کی جہاں
۔۔۔ صاعقۂ طور واں گرا

دیکھا خرامِ ناز تو مانندِ نقشِ پا
غش کھا کے کوئے یار میں میں نیم جاں گرا

غش مجھ کو دیکھ کر نہ فقط اہلِ بزم ہیں
خاموش شمع رہ گئی اور شمع داں گرا

1۔ ب = ناخوانا

جب سے گل دم اُس نے دیکھا ہے مرے صیاد کا
ہوش بلبل میں ہے عالم نکہتِ برباد کا

ہے وہ دل ویراں نہیں جس میں فروزاں داغِ عشق 1
روشنی یعنی نشاں ہے خانۂ آباد کا

عہدِ طفلی سے اسیرِ عشق میں مجنوں ہوا
خانۂ زنجیر تھا مکتب مرے استاد کا

ذبح وہ کرتا تو ہے پر چاہیے اے مرغِ دل!
دم پھڑک جائے تڑپنا دیکھ کر صیاد کا

طرۂ شمشاد جو دیکھا تو دل دار میں
غش میں گر کر میں وہیں سایہ بنا شمشاد کا 2

تیشے میں دستہ لگا تھا جو ہر صندل کا مگر
لگتے ہی اُس کے فنا تھا دردِ سر فرہاد کا 3

نالۂ ناقوس سمجھو اے بتو! اِس کو نہ تم
تھرتھرا دے کعبے کو صدمہ مری فریاد کا

فصلِ گل آنے نہیں پائی کہ تُو یاد آ گیا
اے جنوں! دیوانہ ہوں میں اپنے دل کی یاد کا

کر خرام ایسا کہ ہوں پامالِ ناز اہلِ نظر
پیسے دل، آوازِ پا، اعمائے مادر زاد کا

1۔ اول ۔ا = ہے ویراں، ہے نہیں
2۔ مطبوعہ ۔ا = جلوۂ .... = اول = جلوۂ
3۔ اول ۔ا = ... سے ...

* اول میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 17 ہے۔ اول میں اس غزل میں 8 شعر نمبر 3، 4، 7، 8، 13، 15، 16، 17، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

کس کی یادِ چشم میں طوفاں ہے اشکِ مے کشاں
کون غارت گر ہوا ہے خانے کی بنیاد کا؟

تیشۂ اول میں کام اپنا کیا اے کوہ کن!
مجھ میں تجھ میں فرق ہے شاگرد اور استاد کا

سب سے ہے طرزِ وفا اک مجھ سے انداز جفا
کس سے جا کر میں کروں شکوہ تری بیداد کا؟

قلقلِ مینا سے یاد آتے ہیں مجھ کو چار قل
ہوش بد مستی میں آیا ہے خدا کی یاد کا

سینہ کو بی ایسی میں نے کی مٹایا داغ کو
بے نشاں صیقل سے جو ہو کر دیا فولاد کا

بس کہ تھا ہر ایک مجھ کشتے کا باطن میں رقیب
خلق کے نوحے میں عالم ہے مبارک باد کا

بانگِ ناقوسِ برہمن سے بتوں کو عشق ہے
کیوں ہوا میرے صنم مانع مری فریاد کا؟

سائے کی مانند ظاہر میں ہے گونہ خاکسار
عرش پر پڑتا ہے سایہ ناسخِ آزاد کا

سرو پہ سایہ پڑا تیرا، وہ موزوں ہو گیا
میرے سائے کے اثر سے بید مجنوں ہو گیا

آنکھ بھر کر دشت کو دیکھا تو جیحوں ہو گیا
ٹھوکریں کیا کیا کے میری کوہ ہاموں ہو گیا

تھرتھراتا ہے جو رعبِ حسن سے جسمِ نزار
سامنے لیلیٰ کے مجنوں بیدِ مجنوں ہو گیا

بندشِ مضمونِ قامت نے کبھی چاہی نہ فکر
خود بخود دل سے نکلتے ہی وہ موزوں ہو گیا

بعد مردن بھی ہمارے ساتھ ہے سرگشتگی
گنبد اپنی قبر کا گردش سے گردوں ہو گیا 1

چاہیے معشوق سے عاشق کو ایسا اتحاد
اُس نے پہنا طوق منت کا میں مجنوں ہو گیا

مار ڈالا ممسکوں کی قدر دانی نے مجھے
مثلِ زر، خاکِ کدورت میں ، میں مدفوں ہو گیا

کل ہے ایک دو گز زمیں رہنے کو بعد از قبضِ روح
آج گو قبضے میں سارا ربع مسکوں ہو گیا

میرے قاتل کا فرس ہرگز نہ آگے بڑھ سکا
خون میرا گرم رفتاری میں گل گوں ہو گیا 2

عقل سے خالی ہے، خم خانے سے ہے جس کو گریز
خم وہ ہے ناسخ! کہ ماوائے فلاطوں ہو گیا 3

1- اول -1 = ... برگشتگی

2- مطبوعہ -1 = ... اس سے ....= اول = ... کا نہ توسن اس سے ....

3- " -مقطع-1 = ... جس کو ہے گریز= اول = ... جس کو ہے گریز

* اول میں یہ غزل 15 ، اشعار پر مشتمل ہے- شعر نمبر 3، 6، 7، 8، 13، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں-

جس طرف جاتا ہے تو وہ بھی قدم کے ساتھ ہے
تو محشر قدِ بالا کا مفتوں ہو گیا

ہوں میں ....
.... بجھ پر افسوں ہو گیا 1

مے کشو! جب سے پیا ہے بادۂ خمِ غدیر
میں خُمِ گردوں میں رشکِ صد فلاطوں ہو گیا

ہوں وہ بسمل تا قیامت بس تڑپتا ہی رہا
دامنِ محشر تمام آلودۂ خوں ہو گیا

ڈالنا یہ گیسوئے شبرنگ میں موباف سرخ
لشکرِ عشاق پر گویا کہ شب خوں ہو گیا

1-1 = ناخوانا

ب- " = "

آج دعویٰ اس کی یکتائی کا باطل ہوگیا
بحث کرنے کو جو آئینہ مقابل ہوگیا

ایک دل لے کر دیے قاتل نے مجھ کو لاکھ دل
جو لگا پیکاں مرے پہلو میں وہ دل ہوگیا

کیوں نہ اب عالم ہو اُس کا تختۂ مشقِ ستم ؟
وقتِ بسم اللہ معلم جس کا بسمل ہوگیا

کچھ بھی حاصل باکملوں کو نہیں ہے جز زوال
مورِ نقصاں ہوا جب ماہ کامل ہوگیا

مصحفِ رخسار جاناں میں نہیں ہے ایک خال
بے نقط قرآن بھی دنیا میں نازل ہوگیا

وادیِ وحشت میں کیوں مثلِ جرس نالاں ہے قیس ؟
ایک لیلیٰ! کیا یہاں کس کس کا محمل ہوگیا؟

صبح ہوتے کچھ نظر آیا نہ غیر از آفتاب
کون کون اک رات کو یاں شمعِ محفل ہوگیا ؟

1۔اول ۔ا = ۔۔۔۔۔۔ یاں

* اول میں یہ غزل 15، اشعار پر مشتمل ہے۔ شعر نمبر 3، 4، 5، 6، 7، 9، 11، 15، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

چہرۂ تاباں پر اُس کے جب ہوا آغازِ خط
مہر کا خطِ شعاع خطِ باطل ہوگیا

ساتھ اپنے تاگروں قاتل نہ پہنچا تھا مرا
زخمِ شمشیر آکے گردن میں حمائل ہوگیا

مت کرو زنجیر میں دیوانۂ نازک مزاج
موجِ بوئے گل سے پابندِ سلاسل ہوگیا

رشک کے خنجر سے قاتل! مجھ کو بسمل کردیا
قتل ہو کر غیر میرے حق میں قاتل ہوگیا

سایہ بن کر ساتھ قدموں کے لگا پھرتا ہے وہ
سرو کیا اس کے قد موزوں کا مائل ہوگیا

غوطے کھانے سے تو چھوٹا تجھ میں اے دریائے عشق
مجھ کو یہ کامِ نہنگِ موت ساحل ہوگیا

جب کئے تحریر مضمونِ خط و خالِ بتاں
بن گئے سب حرف خطِ نقطہ جو تھا تِل ہوگیا

دم بہ دم پڑتی ہے اے ناسخ! جو شمشیرِ نگاہ
جو چپک اُس نے اٹھایا بس وہ گھائل ہوگیا

رات بھر جو سامنے آنکھوں کے وہ مہ پارہ تھا — غیرتِ مہتاب اپنا دامنِ نظارہ تھا

1 بن گئے گرد اب سیلِ اشک ،جائے گرد باد — ابرِ تر کی طرح میں جس دشت میں آوارہ تھا

تونے آنکھیں پھیر لیں یاں کام آخر ہوگیا — طائرِ جاں پاسے بند رشتۂ نظارہ تھا

2 شب ترے پر تو سے لبریزِ لطافت تھا چمن — ہر گلِ شبو سے جاری نور کا فوارہ تھا

مجھ کو دم لینے کی بھی فرصت نہ دینا میں ملی — روزِ مولد شادیانہ کوچ کا نقارہ تھا

خرمی ہوتی ہے بے دردوں کو سیرِ باغ میں — ہم نے جس گل پر نظر کی اک دلِ صد پارہ تھا

خواب میں بھی یار تک ممکن نہ تھا دخلِ رقیب — جن دنوں اپنا خیال اخبار کا ہرکارہ تھا

3 شب نظر کی میں نے فرقت میں جو سوئے آسماں — اژدہا تھی کہکشاں عقرب ہر اک سیارہ تھا

4 اے اجل دی تونے بارِ جسم سے آکر نجات — کب سے میری پیٹھ پر یہ خاک کا پشتارہ تھا!

5 خوف سب جاتا رہا دل سے عذابِ ہجر کا — نقدِ جاں دینا گناہِ عشق کا کفارہ تھا

6 کہتے ہیں مارا گیا ہے بے جرم تیغِ یار سے — کوچۂ قاتل میں ناسخ نام جو بے چارہ تھا

1۔ اول ۔ب = ابر کی مانند میں ....

2 ۔ " ۔ا = ... پر توہ سے

3 ۔ " ۔ا = کی شب فرقت نظر میں نے .....

4۔ " ۔ا = ... چشم ....

5 ۔ " ۔ا = وسوسہ ....

6 ۔مطبوعہ مقطع 1 ۔ .... تیغ ناز ...

* اول میں یہ غزل 14، اشعار پر مشتمل ہے۔شعر نمبر 6، 12، 13، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

آسماں کو کچھ جو اس میں بھی نہیں پہنچا دماغ — عرش سے طفلی میں آویزاں مرا گہوارہ تھا

پہلا سیپارہ کیا مکتب میں جب تونے شروع — دل مرا اُس دن بھی تیرے عشق کا صد پارہ تھا

کوچہ قاتل کو سب کہتے تھے گلشن جن دنوں — نہر بھی میرے لہو کے زخم کا فوارہ تھا

ہے دلِ سوزاں میں طور اُس کی تجلی گاہ کا
روے آتش ناک ہر شعلہ ہے اپنی آہ کا

وصل کیا ہم خاکساروں کو ہو اُس دل خواہ کا
خاک میں آلودہ ہونا کب ہے ممکن ماہ کا؟

نور افشاں جب سے ہے دل میں خیال اس ماہ کا
طور کا شعلہ دھواں ہے میری شمعِ آہ کا 1

ہے فرو مایوں سے، پہلے رنج، امیدِ نفع میں
ہاتھ بے محنت نہیں آتا ہے پانی چاہ کا

قامتِ موزوں نظر آئے مجھے جائے الف
تھا شروعِ عاشقی دن میری بسم اللہ کا 2

سمجھے ہے کش دیکھ کر ابرو ترے بالائے چشم
مے کدے سے مرتبہ اعلیٰ ہے بیت اللہ کا

آمدِ خط میں تو ہونے دے نگاہوں کا گزر
دیکھ لے بچنے نہیں پاتا ہے سبزہ راہ کا 3

جا برابر ہے، دلِ مادر میں ہر فرزند کی
رتبہ زیرِ خاک یکساں ہے گدا و شاہ کا 4

خلق نے قرآن دیکھا جب ہوا ماوِ رجب
ہم نے دیکھا مصحفِ رخسار اپنے ماہ کا

آتے ہی اُس طفل کے روشن سیاہ خانہ ہوا
شمع ساں جلوہ ہے اُس کی قامتِ کوتاہ کا

زر دیا گل کو، فلوس داغِ سودا دے مجھے
اے فلک! موسم یہی ہے میری بھی تنخواہ کا

سفلہ ہو جاتا ہے وقتِ امتحاں بے آبرو
ہے دلیل اِس ادعا پر ٹوٹ جانا چاہ کا

دیکھ کر تجھ کو نہ کیوں کر نعرہ زن ہوں سب رقیب؟
بیشتر کتوں کو بھونکاتا ہے جلوہ ماہ کا 5

یار کا ناسخ پھٹا ہے پیرہن تو عیب کیا؟
ہے کتاں کو چاک کرنا کام نورِ ماہ کا

1۔ اول ۔ ا = جلوہ گر ہے اس قدر ......

2۔م ۔ ا = ... آیا ....

3۔م ۔ب = ... پاتا (ہے) سبزہ .....

4۔ مطبوعہ ۔ب = ...گدا و شاہ ..

5۔م ۔ ا = ... ہو ویں...

م۔ب = بیش تر .... مطبوعہ میں سہو کاتب سے "بیشتر"،

* اول میں یہ غزل 14، اشعار پر مشتمل ہے اول کا اس غزل میں شعر نمبر 4، اضافی ہے۔
اس غزل کا مطلع ثانی اول میں اس غزل کا مطلع ہے اور مطلع اول کم ہے۔
اس طرح تعداد اشعار برابر ہوگئی ہے اضافی شعر حسب ذیل ہے

جلوہ گاہِ یار ہے بزمِ رقیبِ نیش زن
برجِ عقرب میں گزر ہوتا ہے اکثر ماہ کا

جو گل دستوں کو دیکھوں دھیان آئے سروِ دل جُو کا
تصورِ عین کعبے میں بند ہے محرابِ ابرو کا

کروں تحریر اگر مضموں کوئی اُس کے گیسو کا
تو خوشبوئی سے خامے پر یقیں ہو شاخِ شبو کا 1

سوالِ وصل میں ملنا پری رُو تیرے ابرو کا
اشارہ ہے براتِ عاشقاں کو شاخِ آہو کا 2

کیا سجدے میں دیکھا جس نے اُس کے مصحفِ رُخ کو
نہیں کم سجدے کی آیت سے رتبہ بیتِ ابرو کا 3

چڑھاتی ہے دماغ افلاک کو انساں کی کم وزنی
کرے میل زمیں سنگیں، جو ہو پلہ ترازو کا 4

اُسی دم مجھ کو ہوتا ہے افاقہ دردِ ہجراں سے
تصور باندھتا ہوں جب ترے تعویزِ بازو کا

نظر آتے ہیں کیا پُر درد مضموں فکر کرتے ہی
دکھاتا ہے مجھے عکسِ دروں آئینہ زانو کا 5

جو کچھ ٹوٹے ہوئے بال اس نے کھونسے زلفِ مشکیں میں
تو عالم روزنِ دیوار میں ہے نافِ آہو کا 6

نظر آتی ہے صاف اُس میں مجھے انجام کی صورت
جو گورستاں میں دیکھا کوئی آئینہ زانو کا

یہ بیٹھا انتظارِ یار میں تکیہ لگا کر میں
کہ جوشن بن گیا ہوں اپنے دروازے کے بازو کا

اگر لب سرخ ہیں تو نشہ سے آنکھیں بھی گلگوں ہیں
بتوں نے کو دیا ہے ایک رنگ اعجاز و جادو کا 7

میں ہوں عالم کے دیوانوں میں رنگیں طبع دیوانہ
کرو مجھ کو نشانہ کودکو سنگِ ترازو کا 8

دوائر حرفوں کے بنتے ہیں طوقِ گردنِ قمری
رقم کرتا ہوں جب مضمون اپنے سروِ دل جُو کا 9

مزہ جو ہے وہ گویا اک زباں کا کام کرتی ہے
یہ عالم ہم نے دیکھا ہے کسی چشمِ سخن گو کا

یقیں ہے سنتے سنتے اُس کا سر پھرنے لگے ناسخ!
بیاں میں سامنے جس کے کروں اپنی تگا پو کا

1- مطبوعہ - ۱ = ... گر ....
- اول - ب = ... آہو ...
2- ع - ب = ... عاشقاں پر ... = اول = بر
3- اول - ۱ = ... رُو ......
4- ع - ۱ = ... پر .....
5- اول - ۱ = .. وقت فکر بالکل درد کے مضموں
6- اول - ۱ = ... کھولے ...... کے = مطبوعہ = ... کے
ع - ب = ... پر ....
7- مطبوعہ ۱ - مخطوطے میں سہو کتابت سے "نسے" = اول = ... بھی ہیں گلگوں
8- ع - ۱ = ... موزوں ... = اول ...... موزوں طبع دیوانہ
9- ع ع - ب = ... گر .....

* اول میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 24 ہے۔ اول کے 9، اشعار نمبر 1، 2، 6، 8، 11، 12، 14، 16، 21، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا حاشیہ)

بنا دیتا ہے دیوانہ سراپا اُس پری رُو کا
تصور بعد مردن بھی ہے اُس کی چشمِ جادو کا
پتا یہ پوچھتی ہیں سرو سے اُس سروِ دل جُو کا
بنے طاوس آتشبار جوشِ بے قراری سے
گمان چین پیشانی ہے باطل اُس پری رُو کا
کوئی ڈرتا ہوں میں جاں باز تلواروں .....
کسی کا ساتھ سونا یاد دلواتا ہے یہ مجھ کو
نسیمِ زلف مجھ وحشی تلک پہنچی جو زنداں میں
ازل سے زخم کاری عشق کا ہے جو ہرِ ذاتی
ہر ایک دانا اُس سے کہتا ہے یہ پتلا ہے جادو کا
چراغِ گور میں عالم ہوا ہے چشمِ آہو کا
چمن میں کر رہی ہیں قمریاں جو شور کُو کُو کا
اگر لے لے سمندر ایک قطرہ میرے آنسو کا
کہ مرآتِ جبیں پر عکس ہے یہ موجِ گیسو کا
کہ ہوں میں دیکھنے والا کسی کی چین ابرو کا 1
شب فرقت میں سر تاپا ہے کیا کیا تکیہ پہلو کا
بنا ہر حلقہ زنجیر حلقہ نافِ آہو کا
نہیں زخمی ہوا ہوں یاں کسی کی تیغِ ابرو کا

1 ـ 1 = ناخوانا

کر نہ جاں سوزِ غمِ گیسوئے جاناں ہوتا
نہ کبھی یوں دمِ ازدر شرر افشاں ہوتا

زندگی کا کوئی دم مجھ کو مزا مل جاتا
میرے زخموں پہ جو قاتل نمک افشاں ہوتا

تو وہ بت ہے کہ اگر دیر میں جاتا اک دم
مثلِ ناقوس ہر اک بت وہیں نالاں ہوتا

ہے بلا سلسلہ زلف بتوں کا اے دل
1 یہ جہاں کیوں نہ مسلمانوں کو زنداں ہوتا

نہ کبھی مرگ سے یوسف کو پہنچتا آسیب
پاس اس کے جو ترا سیبِ زنخداں ہوتا

ہوگیا دامنِ تر نورِ حقیقت کو حجاب
2 کس طرح ابر میں خورشید نہ پنہاں ہوتا

سدِ راہِ کس وناکس ہے مرا شہرۂ فقر
ورنہ کب مجھ کو میسر کوئی درباں ہوتا؟

سانپ ہر گنج پہ ہوتا ہے کبھی او قاتل!
3 سایۂ زلف سرِ گنجِ شہیداں ہوتا

دلِ سخت اُس بتِ کافر کا ہے کوہِ جودی
4 کار گر خاک مرے اشکوں کا طوفاں ہوتا

نخلِ ماتم کے سوا کچھ بھی نہ ہوتا ہرگز
3 میرے اشکوں سے جو سر سبز گلستاں ہوتا

خط ٹھہرتا نہیں منہپر ترے آنکھوں کے سبب
سبزہ کیوں کر نہ چراگاہِ غزالاں ہوتا

ہنس کے کہتا ہے وہ گل میرے رُلانے کے لئے
لطف تھا سیر گلستاں میں جو یاراں ہوتا

بیکسی میں میں ہوا تیغِ محبت سے شہید
کون جُز زخم مری لاش پہ گریاں ہوتا

پشتِ خار اُس کفِ رنگیں میں جو رہتا اک دم
کیا تعجب ہے اگر پنجۂ مرجاں ہوتا

دُر و یاقوت سے میں دُرجِ دہن بھر دیتا
خوب ناسخ سے جو وصفِ لب و دنداں ہوتا

1۔ مطبوعہ ۔ ا = ۔۔۔۔ بتاں ۔۔۔۔۔ = اول = ۔۔۔۔۔ بتانِ کافر
2۔ اول ۔ ا = ۔۔۔ پُر نور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
3۔ " ۔ ا = ۔۔۔۔۔۔۔ تو ۔۔۔۔۔۔
4۔ " ۔ ب = ۔۔۔۔۔۔۔۔ اشک ۔۔۔۔۔

4 غزلوں نمبر شمار 53 تا 56

* یہ غزل اور اس سے اگلی غزل اول کی کا انتخاب ہیں۔ اس غزل کے 4 شعر 11 تا 14 اول کی غزل نمبر شمار 54 مطلع ع "پونچھتا اشک اگر گوشۂ داماں ہوتا" میں شامل ہیں۔ اول میں مندرجہ بالا غزل کے 4 شعر نمبر 2، 9، 10، 14، اضافی ہیں۔ اول میں یہ غزل 15 اشعار پر مشتمل ہے۔ اضافی شعر درج ذیل ہیں۔

لبِ دریا جو کبھی جلوۂ جاناں ہوتا
ہر بھنور چشمۂ خورشیدِ درخشاں ہوتا

بوسۂ لب کو جو سمجھا تھا میں حلوائے دُون
خطِ شب رنگ نہ کاش اس پہ نمایاں ہوتا

کبھی پڑتی جو تری تیغِ نگاہ او قاتل!
ہوتے گل زخم، چمن گنجِ شہیداں ہوتا

ہوتی ہے ساتھ تنزل کے ترقی اے دل!
چاہ سے کیوں نہ عروجِ مہ کنعاں ہوتا؟

پونچھتا اشک اگر گوشۂ داماں ہوتا
چاک کرتا میں جنوں میں جو گریباں ہوتا 1

مال ملتا جو فلک سے ضررِ جاں ہوتا
سر نہ ہوتا جو میسر مجھے ساماں ہوتا

منہ کو دامن سے چھپا کر جو وہ رقصاں ہوتا
شعلۂ حسن چراغ تہِ داماں ہوتا

اُسترا منہ پہ جو پھرنے نہیں دیتا ہے بجا
محوِ پندار سے کیوں کر حفظِ قرآں ہوتا؟

اپنے ہونٹوں سے جو ایک بار لگا لیتا وہ
مے پیتیں ساغرِ مے چشمۂ حیواں ہوتا

نازک ایسا ہے وہ کافر وہیں ہوتا بدمست
گزر اس کا جو کبھی زیرِ مغیلاں ہوتا

سنگِ چقماق بھی بنتا تو مرا ضبط یہ ہے
نہ مری قبر کا پتھر شرر افشاں ہوتا

ہوں وہ وحشی کہ اگر دشت میں پھرتا شب کو
آگے مشعلچی وہیں غولِ بیاباں ہوتا

نکہتِ کاکلِ پیچاں سے جو دیتے تشبیہ
عطرِ مجموعہ کا ہر جُزو پریشاں ہوتا

کی مکافاتِ شبِ وصل خدا نے ورنہ
کس لئے مجھ پہ عذابِ شبِ ہجراں ہوتا؟

اپنی صورت کا وہ دیوانہ نہ ہوتا تو کیوں؟
پاؤں میں سلسلۂ گیسوئے پیچاں ہوتا

ایک دم یار کو ہوسوں سے نہ ملتی فرصت
گر دہن دیدۂ عالم سے نہ پنہاں ہوتا

کس کے پرِیاں شہِ جنات کو بھی آٹھ پہر
ہے یہ حسرت کہ سگِ کوچۂ جاناں ہوتا

خوں رُلاتا وہیں ناسور بنا کر گردُوں
زخم بھی گر مرے تن پہ کبھی خنداں ہوتا

اے اجل! ایک دن آخر تجھے آنا ہے ولے
آج آتی شبِ فرقت میں تو احساں ہوتا

کون ہے وہ نہیں مرتا جو تری قامت پر؟
کیوں نہ ہر سروِ چمن قالبِ بے جاں ہوتا؟

کیا قوی ہے یہ دلیل اس کی پری زادی کی!
ربط انسان سے کرتا جو وہ انساں ہوتا

اے بتو ہوتی اگر مہر و محبت تم میں
کوئی کافر بھی نہ واللہ مسلماں ہوتا ص2

حسرتِ دل نہیں دنیا میں نکلتی ناسخ
ہاتھ شل ہوتے میسر جو گریباں ہوتا ص3

1- مطبوعہ - ا = پوچھتا ....

- مقطع - ا = مخطوطے میں سہو کتابت سے "نکلتی"

* اول میں یہ غزل 15 اشعار پرمشتمل ہے- شعر نمبر 4 تا 7 پچھلی غزل میں شامل ہیں- اول میں اس غزل کے شعر نمبر 3، 8، 9، 11، 15، اضافی ہیں- مندرجہ بالا غزل کے اشعار نمبر 3، 5، 7، 9، 11، 12، 13، 19 اول کی اس سلسلے کی غزل نمبر شمار 55 میں شامل ہیں- شعر نمبر 14 تا 18، اول کی اس سلسلے کی چوتھی غزل نمبر شمار 56 میں شامل ہیں- اول کی غزلوں نمبر شمار 54، 55 اور 56 کے کل 28، اضافی اشعار ترتیب وار درج ذیل ہیں-

ص2 - اول - الف= ....کچھ...

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

اولّ کی غزل نمبر شمار 54 کے 5، اضافی اشعار (نمبر 3، 8، 9، 11، 15)

ہوتی مانند . . . . . جس کو شبِ وصل — مثلِ شمشیر وہ سفاک جو عریاں ہوتا 1
شعلہ رُو کیوں دلِ بے تاب سے ہے تجھ کو گریز؟ — چاہیے آگ سے سیماب گریزاں ہوتا
ملکِ ہستی جو پُر آشوب نہ ہوتا ایسا — کون عازم طرفِ شہرِ خموشاں ہوتا ؟
کیوں غمِ عشق میں اک دم کا میں ہوتا مہماں ؟ — ایک شب یار مرے گھر میں جو مہماں ہوتا
اُس پری کو کسی صورت سے میں کرتا تسخیر — ناسخ اس عہد میں گویا میں مسلماں ہوتا

اول کی غزل نمبر 5 کے 7، اضافی اشعار (نمبر 1، 5، 8، 10، 11، 12، 14)

گر مرے ہاتھ میں وہ گوشۂ داماں ہوتا — کس لئے پنجۂ وحشت میں گریباں ہوتا ؟
اس طرح سے یہ شب و روز کھٹکتا ہے کہ بس — جائے دل کاش بغل میں کوئی جاناں ہوتا
ناز سوزن ہے مگر چشمۂ سوزن ہے دہن — بخیۂ زخمِ دل اک روز تو جاناں ہوتا
ہول آتا شبِ فرقت کی نہ تاریکی سے — گر تصور میں بھی وہ چہرۂ تاباں ہوتا
مر کے بھی ضبطِ فغاں مجھ کو رہا ورنہ غبار — جرسِ قافلۂ ریگِ بیاباں ہوتا
گل عزاروں کے تصور میں ازل سے ہوں محو — کیوں نہ ہر زخمِ بدن بابِ گلستاں ہوتا ؟
دیکھتا مجھ کو جو اے بادشہِ کشورِ حُسن! — مثلِ آئینہ سکندر وہیں حیراں ہوتا

اول کی غزل نمبر 56 کے 10، اضافی اشعار(نمبر 1، 2، 3، 6، 7، 8، 9، 10، 15، 17)

گر نہ شیرازۂ گیسوئے پریشاں ہوتا — برہم و درہم ابھی دفترِ امکاں ہوتا
آئنے سے جو مقابل رخِ جاناں ہوتا — چادرِ آبِ خجالت میں وہ پنہاں ہوتا
اے سہی قد! جو تجھے عزمِ گلستاں ہوتا — پیشوائی کو ہر اک سروِ چراغاں ہوتا
دلِ صد چاک میں گر جلوۂ جاناں ہوتا — روز اِس گنجِ شہیداں میں چراغاں ہوتا
جب سے اُس سرو کو دیکھا ہمہ تن داغ ہوا — ہے یقیں باغ میں اک دم جو خراماں ہوتا
قمریاں صورتِ طاؤس بہم پہنچا تیں — سروِ آزاد جو ہے سروِ چراغاں ہوتا 2
زلف سے اِس کو جو تشبیہ نہ دیتے شاعر — اس قدر حال نہ سنبل کا پریشاں ہوتا 3
دوش پر ریگِ بیاباں کے جنازہ میرا — شہر میں کیوں سببِ داغِ عزیزاں ہوتا ؟
مارتا پھونک شبِ وصل جو وہ عیسیٰ لب — شعلۂ شمع وہیں لعلِ بدخشاں ہوتا
لے گیا داغِ غمِ آلِ نبی دنیا سے — گورِ ناسخ میں نہ کس طرح گلستاں ہوتا؟

1- ا = ناخواناً

2- ب - سہو کاتب سے " سرو سیہ " بجائے " سرو آزاد "

3- ا - سہو کاتب سے " نہ " بجائے " جو "

تیرے رخسار کا مضموں جو اے جانِ جہاں! باندھا
تو گویا ہم نے ایک گل دستۂ باغِ جناں باندھا

دمِ فکرِ سخن اکثر ہماری طبعِ روشن نے
تجھے خورشید باندھا اور زمیں کو آسماں باندھا

کبھی عشقِ بتاں میں بندھ گیا مضمونِ بت خانہ
تو ہم نے بے خطر کعبے کو سنگِ آستاں باندھا

زمیں پر مثلِ طفلِ اشک لوٹا بے قراری سے
تصور پیر نے بھی گر ترا اے نوجواں باندھا

ہوا جو چاند اے خورشیدِ تاباں! تیری فرقت میں
مہِ نو کو تو باندھا تیغ، گردوں کو کماں باندھا

نہ نکلی بات منہ سے کہا کی اک تلوار قاتل کسی
دہانِ زخم نے گویا مرا زخمِ دہاں باندھا

جہاں میں جتنے ہیں جن و پری سب تجھ پہ مرتے ہیں
عبث تعویز تونے ڈنڈ پر اے جانِ جاں! باندھا

جو میں بھی دیکھتا سینے کی تیاری تو کیا ہوتا
مرے آتے ہی ہر بندِ قبا کیوں مہرباں باندھا؟

نہیں لٹکایا۔ ناسخ شملہ یہ اُس بحرِ خوبی نے
ہماری کشتیِ عمرِ رواں میں بادباں باندھا

1۔ اول ۔ب = ... جو ....

* اول میں یہ غزل 15 ، اشعار پر مشتمل ہے۔ اول کے اس غزل کے شعر نمبر 2، 3، 4، 5، 9، 13، اضافی ہیں جو ترتیب وار درج ذیل ہیں۔

ہر اک بلبل بہ رنگِ بلبلِ تصویر حیراں تھی
چمن میں نالۂ موزوں کا ہم نے یہ سماں باندھا

تیرے در پر لگائے ہم نے خط نکلنے پر
چمن میں ہم نے اپنا آشیاں فصلِ خزاں باندھا

وفورِ داغِ ہجراں سے ہوا گل دار کا عالم
نہیں سینے میں دل بلبل نے گویا آشیاں باندھا

ہوا پر تو فگن وہ مہ رُو پانی میں تب ہم نے
حبابوں کو ستارے گومتی کو کہکشاں باندھا

دکھایا موجِ ریگستاں نے عالم سنبلستاں کا
جو صحرا میں خیالِ کاکلِ عنبر فشاں باندھا

گریباں پھاڑ کے میں تو تمہارے ہاتھ سے بھاگا
عجب بہتانِ وحشت تم نے اے آسماں! باندھا

عطر اس کے نہانے سے بس کہ آب ہوا
حبابِ بحر ہر اک شیشۂ گلاب ہوا

دکھائی دے گا فلک ایک نیل فر کا پھول
ہمارے رونے سے جس دم وفورِ آب ہوا

ترے بدن پہ اگر ایک بوند مینہ کی پڑی
برنگ برق مرے دل کو اضطراب ہوا 1

جو آنکھیں نشہ سے رہتی تھیں سرخ پُرخوں ہیں
فراقِ یار میں کیا ہائے انقلاب ہوا 2

جو یاد بزم میں آئے وہ نرگسِ مے گوں
نظر میں ساغرِ مے دیدۂ پُر آب ہوا 3

نجات ہوگی عذابِ حساب سے سب کو
جو پہلے روزِ قیامت ، مرا حساب ہوا

جلا نہ آتشِ سودائے عشق سے جو یہاں
تو واجب اس پہ جہنم کا بس عذاب ہوا

یہ رنگِ عارضِ گل رنگ ہے کہ نامِ خدا
پڑا جو عکس ترا آب میں شہاب ہوا 4

نگہ ٹھہرتی نہیں اپنے عکس پر اُس کی
شعاعِ حسن سے آئینہ آفتاب ہوا 5

خلل پزیر ہمیشہ ہے کارخانۂ عقل
کبھی نہ خانۂ زنجیر یاں خراب ہوا

یہ حسن و عشق ہیں ہر حال میں شریک بہم
کہ آیا غش مجھے اُس کا جو وقتِ خواب ہوا

یہ رنگِ موجِ ہوا میری آہِ گرم سے ہے
ہر ایک مرغِ ہوا سیخ کا کباب ہوا

جہاں نظر میں یہ تاریک تھا کہ اے ناسخ !
سوادِ گور مجھے رشکِ ماہتاب ہوا

1۔ اول ۔ ب = لبسان ....
2۔ " ۔ ب = ... بھی ....
3۔ " ۔ ا = ... آیا ....
4۔ " ۔ ب = جوعکس ....
5۔ " ۔ ا = ... کی اُس پر

* اول میں یہ غزل 18 ، اشعار پر مبنی ہے۔ اول میں اس غزل میں 5 ، شعر نمبر 2 ، 5 ، 7 ، 11 ، 16 ، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

وہ ذہن و تصور سے جو بے نقاب ہوا
ہر ایک ذرۂ ویرانہ آفتاب ہوا

وہ میرے دل سے نکلتے ہیں نالۂ جاں کاہ
کہ کوہ سے بھی نہ جن کا ادا جواب ہوا

اجل نے چھوڑ دیے پردے میری آنکھوں پر
مگر نہ شائد مقصود بے حجاب ہوا

خیالِ مے کدہ آیا جو دشت گردی میں
ہر ایک نقشِ قدم ساغرِ شراب ہوا

ہوئی یہ خاک مرے رونے سے رطوبت خیز
غبار اُٹھا جو مرے دشت میں سحاب ہوا

سرو مثلِ جادہ ہے پامال تیری چال کا — صید ہے کبکِ دری نقشِ قدم کے جال کا 1

ہے طلب سے اس قدر نفرت کہ رہتا ہے خیال — آنہ جائے لفظ لب پر بابِ استفعال کا

سرو ہے باغِ جہاں میں وہ ضم نامِ خدا — ہے بجا اُس کو پسند آئے جو کپڑا چھال کا

بو کبھی کافر کی زلفوں سے جدا ہوتی نہیں — طائرِ نکہت بھی قیدی ہوگیا اس جال کا 2

طوق ہر گرداب ہے ہر موج ہے زنجیرِ پا — ہے ہر اک رواں دیوانہ تیری چال کا 3

تُو شرابِ آتشیں پیتا ہے وہ کھاتا ہے آگ — بس یونہی ہوگا مقلد کبک تیری چال کا

ہوگیا ثابت کہ ہے دس خوش قدوں کا تجھ میں حُسن — تیری قامت کے الف پر ہے جو نقطہ خال کا

رونگٹا بھی میں نے سر سے پاؤں تک دیکھا نہیں — افترا ترے بدن پر ہے کمر کے بال کا

ہوں ببولوں میں جو میں مجنونِ چشمِ مستِ یار — کھینچتے ہیں بادۂ گلرنگ اُس کی چھال کا

حادثاتِ دہر سے محفوظ ہیں اربابِ فکر — غم نہیں ہرگز زمینِ شعر کو بھونچال کا

عالمِ حیرت ہوا عالم کو دکھا اپنا جمال — منتظر آئینہ خانہ ہے تری تمثال کا

پھر نہ میرے پاس آیا جا کے اے جانِ جہاں — طور کیا سیکھا ہے تُو عمرِ رواں کی چال کا

ایسی اپنے لاشۂ سوزاں سے گرمائی زمیں — بن گیا گنبد ہماری قبر پر تب خال کا

جنگ میں غالب امیروں پر نہ کیوں کر ہوں فقیر؟ — زور چل سکتا نہیں کمل کے آگے شال کا

ہے قوی تر دوست اے ناسخ! جو دشمن ہے قوی — ساتھ مہدی کے ہوں میں کچھ غم نہیں دجال کا

1۔ اول ۔ مطلع ۔ ا = . . . جو پامال ہے اے سرو . . . . . .

" ۔ " ۔ مطلع ۔ ب = طوق قمری میں ہے عالم حلقۂ خلخال کا

2۔ " ۔ ا = . . . کسی . . . . . .

3۔ اول ۔ ب = ... آب . . . = مطبوعہ . . . . . آب . . . = سہوِ کاتب سے مخطوطے میں لفظ "آب" کتابت سے رہ گیا ہے۔

* اول میں یہ غزل نمبر شمار 57 کل 15، اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ غزل اول کی غزل نمبر شمار 57 اور 63 کے منتخب اشعار پر مبنی ہے۔ شعر نمبر 1 تا 7 اور مقطع غزل نمبر 57 کے اشعار ہیں۔ شعر نمبر 8 تا 14 غزل نمبر 63 کے اشعار ہیں۔ اول میں غزل نمبر 57 میں 7 شعر نمبر 2، 3، 5، 6، 8، 13، 14، اضافی ہیں۔ اسی طرح اول کی غزل نمبر شمار 63 کے 7، اشعار نمبر 1، 2، 8، 9، 10، 13، 14، اضافی ہیں۔ دونوں غزلوں نمبر 57 اور نمبر 63 کے اضافی اشعار ترتیب وار درج ذیل ہیں۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

غزل نمبر شمار 57 کے اضافی اشعار (نمبر 2 ، 3 ، 5 ، 6 ، 8 ، 13 ، 14)

رات دن مجھ کو تصور ہے جو تیری چال کا
نالۂ زنجیریاں نالہ ہوا خلخال کا

راہ میں بے ہوش رہ جائے نہ کیوں ہر نقشِ پا
ہر قدم پر جب کہ وہ نغمہ سنے خلخال کا

کوہ کو جاؤں اگر وحشت میں میں سوزش نصیب
ہر شرر کو سنگ سے ہو قصد استقبال کا

باغِ عالم میں کیا جُز عشقِ گل روباں یہ کام
ہو خطِ گل زار میں نامہ مرے اعمال کا

غم سے میرا جسم کر لاغر نہ ہوتا اس قدر
پھر نہ تھا ثانی کوئی اُس کی کمر کے بال کا

باغ میں جا کر غزل خواں ہوں اگر اے عندلیب!
صورتِ طاؤس گلشن میں ہو عالم حال کا

جاکے جنت میں قیامت یاد آوے گا مجھے
پھل تری تلوار کا ہر پھول تیری دھال کا

غزل نمبر شمار 63 کے اضافی اشعار (نمبر 1 ، 8-9-10 ، 13 ، 14)

بال جو ہے مرغِ دل کو ہے وہ پھندا جال کا
زلفِ پیچاں نام رکھا کس نے اس جنجال کا ؟

ساتھ ہے بدرِ جبیں کے تیرے ابرو کا ہلال
جلوہ گر خورشید عالم میں ہے تارا خال کا

1 غنچہ اک چٹکا نہیں ..... گلِ داغِ جنوں
رنگ آتا ہے نظر بے طور اب کے سال کا

دیدۂ مردم میں تل کہتے ہیں جس کو اے صنم!
جانتے ہیں ہم تصور ہے یہ تیرے خال کا

ہوگیا سودا ترے بائے نگاریں دیکھ کر
طوق ہو میرے گلے میں حلقۂ خلخال کا

اہلِ فال اس کو غزل کا گو کہیں مطلع مگر
ہے یہ مطلع آفتابِ آسمانِ حال کا

1۔ ناخوانا

میں اگر رووٗں تو ہو سر سبز دانہ خال کا ابرِ تر اک خشک کونہ ہے مرے رومال کا
بعد مردن خاک اُس کی بنتی ہے ریگِ رواں اے پری رُواجو کہ وارفتہ ہے تیری چال کا
کیا قناعت عشق کی دولت سے ہوتی ہے حصول! لاکھ عاشق کو ہے کافی ایک دانہ خال کا
سیم و زر کے دیکھنے سے خوش نہ کیوں انسان ہوں؟ توتیائے چشم ہوتا ہے دھواں ٹکسال کا
روئے جاناں پر یہ رہتا ہے نگاہوں کا ہجوم سبزہ خط میں ہے عالم سبزۂ پامال کا
فقرو فاقہ جس کو ہو وہ جان لے آتا ہے عیش بعد روزوں کے مقرر غرہ ہے شوال کا
بارِ دنیا ہے فقیروں پر امیروں سے زیاد بوجھ کم ہوتا ہے کمل سے نہایت شال کا
سبزۂ خط ہر دم اس میں سے جو آتا ہے نظر دُودِ قلیاں میں ہے عالم طوطیوں کے جال کا
آپ کو مردہ سمجھتا ہوں فراقِ یار میں دیدۂ گریاں پہ ہوتا ہے یقیں غسال کا
لوگ سمجھے ہیں غبارِ خط جسے وہ ہے دھواں آتشِ رخسار سے جلتا ہے دانہ خال کا
ناتواں ایسا ہوا ہے دامِ زلفِ یار میں مرغِ دل سے اٹھ نہیں سکتا ہے دانہ خال کا
ہے کہیں رُوئیں سے نازک تر ترا موئے کمر باندھنا اِس پر ستم ہے شال کے رُومال کا
وصل کی شب ہو چکی اے اشک بجتا ہے گجر ہم نشیں گھڑیال اب ہو پانی کے گھڑیال کا
کھاتے ہیں گن گن کے روزے ساقیا! ہم بے شراب انتظار ایسا ہے ہم کو غرۂ شوال کا
جس پہ تو مرتا ہے برسوں سے وہ ہر دم اور ہے دم بدم ناسخ! تجدد ہے یہاں امثال کا

---

* اول میں یہ غزل نمبر شمار 60 مطلع "ع آپ تو حیراں ہے اپنی چشم و خط وخال کا" 15، اشعار پر مشتمل ہے۔ شعر نمبر 9 تا 12 اور شعر نمبر 14، 15، اول کی غزل نمبر شمار 61 میں شامل ہیں۔ مطبوعہ اور بنیادی میں یہ غزل اول کی غزل نمبر شمار 60 اور 61 کے منتخب اشعار پر مشتمل ہے۔ اول کی غزل نمبر شمار 60 کے 5 شعر نمبر 1، 6، 7، 11، 13، اضافی ہیں۔ اسی طرح اول کی غزل نمبر 61 کے شعر نمبر 2، 3، 6، 10، 13، 14، اضافی ہیں۔ اول کی غزل نمبر 61 کا مطلع اور شعر نمبر 11، 12، اس غزل کے اگلی غزل میں شامل ہیں اول کی غزل نمبر 60 اور 61 کے اضافی اشعار ترتیب وار درج ذیل ہیں۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

اول کی غزل نمبر شمار 60 کے 5 ،اضافی اشعار (نمبر 1، 6، 7، 11، 13)

آپ تو حیراں ہے اپنی چشم و خط و خال کا / ہوگیا ہے نام آئنہ تیرے تمثال کا

جائے قرآں مصحفِ رخسارِ جاناں چاہئیے / قصد ہے بیماریٔ فرقت میں مجھ کو خال کا

عارد دیتی ہے جہاں کو .... / تنگ چشمی پر ہے کیسا حوصلہ غربال کا ۱

غیب سے بحر رمل میں پائے مضمونِ کمر / کلک فکرت میں ہے عالم قرعہ رمّال کا

ہوگیا گل چیں کو لہروں پر یقینِ شاخِ گل / پڑ گیا جب آب جُو میں عکس تیری چال کا

اول کی غزل نمبر 61 کے 6 ، اضافی اشعار (نمبر 2، 3، 6، 10، 13، 14)

وصل بحر حُسن میں رہتا ہے ڈر گھڑیال کا / جس طرح دریا میں رہتا ہے خطر گھڑیال کا

سرخ ہونٹ ایسے ہیں گویا چبائے تونے پان / جب لیا بوسہ بت رنگیں ادا کے گال کا

رشک سے بے نور مثلِ ماہتابِ روز ہو / گر کبھی خورشید دیکھے نور تیرے گال کا

جو ہر آئینہ بن جائے میں ______؟ / ______ مجھ دیوانے کی تمثال کا ۲

سطر سے بھی ہوگی کو نہ یار کی زلف دراز / گر کھلے گا حشر میں نامہ مرے اعمال کا

ریگ ہے روحِ رواں حیرت سے مثل نقشِ پا / جسم خاکی ہے غبار اے جان تیری چال کا

۱ - ا - نا خوانا

۲ - ا - نا خوانا

۲ - ب - نا خوانا

دور حسنِ یار نے عالم دکھایا کال کا — سینکڑوں عاشق ہیں سائل ایک دانہ خال کا
ہے تصور سے جب آنکھوں میں کسی کی چال کا — میری پلکوں میں ہے عالم سبزۂ پامال کا
آدمی کو عشق نازیبا ہے زلف و خال کا — جانور ہوتا ہے قیدی دانے کا اور جال کا
ہے دہن میں اس قدر خوشبو کہ اب رکھا ہے نام — عطر کی شیشی ترے بلور کی مہنال کا
جب سے نظروں میں سمائی ہے کمر ایزا میں ہوں — رنج دیتا ہے بہت آنکھوں میں پڑتا بال کا
بیٹھے ہیں عشاق ہوکر تیری آنکھوں پر فقیر — ورنہ کیوں بستر ہے تکیوں میں ہرن کی کھال کا
حیلہ ہے موئے پیمبر کی زیارت کا انہیں — زاہدوں کو عشق ہے تیری کمر کے بال کا
کیوں نہ اوکافر کروں سجدہ میں ترے پاؤں پر — صورتِ محراب ہے حلقہ ترے خلخال کا
ہے بجاگر دیدۂ تر سے چلے آتے ہیں اشک — ہوں میں دیوانہ نہ کیوں کر ہو ہجوم اطفال کا
وصل ہے یاں آج بھی ہے عید کل بھی عید تھی — کیا شبِ فرقت میں ظالم طول تھا ایک سول کا
وہ گلے لگتا ہے اُس دن اِس لئے کرتے ہیں عید — سارے غروں سا وگرنہ غرہ ہے شوال کا
چہرۂ تاباں نظر آتا ہے چینِ زلف سے — چشمۂ خورشید ہے حشمہ ہر ایک اس جال کا
ہے کہیں ترکِ غذا سے تلخ تر ترکِ شراب — مست صائم سے ہے افزوں منتظر شوال کا
دین و دنیا سے تبرا مثلِ ناسخ ہے مجھے — بس دلا کافی تولا ہے اُسی کی آل کا 1

1۔ مطبوعہ ۔ مقطع ۔ ب = ۔۔۔۔۔۔ کی ۔۔۔۔

* یہ غزل اول کی غزل نمبر شمار 61 اور 64 کے انتخاب پر مشتمل ہے۔ اس غزل کا مطلع اور شعر نمبر 5، 8، اول کی غزل نمبر شمار 61 سے شامل کئے گئے ہیں۔ باقی شعر غزل نمبر شمار 64 سے شامل کئے گئے ہیں۔ اول کی غزل نمبر 64 کے 8 شعر نمبر شمار 3، 7، 8، 9، 11، 15، 16، 17، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

اُن دنوں کیسا غرور اس کو ہے اپنی چال کا؟ — دھیان مثلِ نقشِ پا کیا ہو کسی پامال کا؟
بات کی میں نے نہ ہرگز شعرِ موزوں کے سوا — کیا عجب موزوں ہو گر نامہ مرے اعمال کا
سینۂ صد چاک میں ہے زلفِ جاناں کا خیال — دل ہوا ہے مرغِ بسمل کیوں کر قفس میں خال کا؟
مر گیا میں ہے فروشوں نے دکانیں کیں جو بند — ہوگیا ہرتال مجھ کو رنج اس ہرتال کا
کیا تعجب ہے اگر عنقا بھی ہو جائے اسیر؟ — جو۔۔۔۔۔۔ اے پری! تیری کمر کے بال کا 1
ہوگیا ہر حلقۂ جو ہر میں روشن اک چراغ — حسنِ روئے یار سے چمکا جو روغن ڈھال کا
۔۔۔۔۔۔ سودا ہے یہاں فصلِ زمستاں میں لباس — داغ جو ہے جسم پر بوٹا ہے گویا شال کا 2
دیکھتے ہی اُس کے جامِ چشمِ مست آیا نظر — ابروئے ساقی مقرر چاند ہے شوال کا

1۔ ب ۔ ناخوانا
2 ۔ الف ۔ ناخوانا

تونے شہبازِ نگہ کو جو اِدھر چھوڑ دیا   ہم نے بھی طائرِ دل پَر باندھ کے چھوڑ دیا

اُس ستم گر کو یہاں تک تو مرے ساتھ ہے ضد   میں نے گھر ڈھونڈ نکالا تو وہ گھر چھوڑ دیا

1 قفسِ تن میں رہے گا نہ مرا طائرِ روح   دامِ کاکُل سے مجھے تونے اگر چھوڑ دیا

آگیا جو کچھ زباں پر اثرِ زہرِ فراق   غم نے چکھتے ہی مرا خونِ جگر چھوڑ دبا

سایہ ساں اب پسِ دیوار گروں گا جاکر   میں نے گو کینۂ درباں سے یہ در چھوڑ دیا
2 اثر زیدر قناعت کے بنایا اکسر   ہاتھ میں لیتے ہی بخ میں نے تو زر چھوڑ دیا
ذبح کر ڈالوں گا گر اب کے تو بولا شبِ وصل   میں نے سوبار تجھے مرغِ سحر چھوڑ دیا

3 خط نکلتے ہی ہوا اور بھبھوکا چہرہ   حسن نے کاہ کو شعلے پہ مگر چھوڑ دیا

4 تونے جس روز سے قاتل مرے کوچے کاٹے   بوالہوس نے ترے کوچے کا گزر چھوڑ دیا

قتل کرتا رہا اغیار کو قاتل ناسخ !   نہ کوئی ہاتھ سروہی کا اِدھر چھوڑ دیا

1۔ اول = ا = ۔۔۔۔۔۔ مرے ۔۔۔۔۔۔۔

2۔ م ۔ ا = ۔۔۔۔۔۔۔ ہم نے ۔۔۔۔۔

3۔ مطبوعہ ۔ ا = ۔۔۔۔ نکلتے سے ۔۔۔۔

4۔ م = ب = ۔۔۔۔۔۔ بلہوس = ۔۔۔۔ مطبوعہ میں اصل متن اور املا مخطوطے کے مطابق ہے۔

* اول میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 15 ہے اشعار کی ترتیب مختلف ہے اضافی اشعار حسب ذیل ہیں۔

داغِ غم سنے پہ مر جھائے چلے جاتے ہیں   تم نے رونا جواب اے دیدۂ تر ! چھوڑ دیا

ہاتھ میں میرے گریبان رہا کرتا ہے   تونے اے آہ ! جو دامانِ اثر چھوڑ دیا

آپ نے اب مرے دنیا سے سفر کرنے کو   بیٹھے بٹھلائے یہ مذکورِ سفر چھوڑ دیا

لاکھ ڈھونڈا نہ ملا موئے کمر بالوں میں   اُس نے بالوں کو جو اے رشکِ ! قمر چھوڑ دیا

کیا شبِ تارِ جدائی ہے دکھائی منظور ؟   منہ پہ بالوں کو جو اے رشکِ قمر! چھوڑ دیا

جب خرامِ ناز کو تُو اے پری پیکر اُٹھا
ہر قدم پہ جائے گرد ، اک فتنۂ محشر اُٹھا

آپ میں دیوانہ، پھوڑے ڈالتا ہوں اپنا سر
دستِ نازک سے نہ مجھ پر اے صنم! پتھر اُٹھا

طرفہ گل اِس باغ میں ہیں اور شبنم ہے عجب
ہنس کے بیٹھا جو تری محفل میں وہ روکر اٹھا

ہو صفائے دل کے آگے خاک آئینے کی قدر
میری محفل سے مکدر ہوکے اسکندر اٹھا

پاؤں اٹھ سکتے نہیں کیا جاؤں کوئے یار کو؟
ہاتھ اپنے زیست سے اب اے دلِ مضطر اٹھا

دشمن سر ہے تری گردن کُشی کے مانند شمع
افسرِ زر شوق سے رکھ پر نہ اتنا سر اُٹھا

کر دیا ہے مجھ کو چشم و گردنِ جاناں نے مست
سامنے سے ساقیا! اب شیشہ و ساغر اٹھا 1

مجھ سے ملواتا ہے اب لیزم جنوں زنجیر کے
اور کوہِ عشق کے کہتا ہے تُو مگدر اُٹھا

زندگی میں صرف کرتا ہو سبک دوشی حصول
مثلِ قاروں خاک میں جاکر نہ بارِ زر اُٹھا

چاہیے تعمیرِ دل جو ساتھ اُٹھا لے جائے گا
یوں خرابی کے لئے دیوار اُٹھا یا در اُٹھا

ہوں وہ بے خود گر اڑائی خاک وحشت میں کبھی
تو یہی سمجھا غبارِ توسنِ دلبر اُٹھا

بات جن نازک مزاجوں سے نہ اُٹھتی تھی کبھی
بوجھ اُن سے سینکڑوں من خاک کا کیونکر اٹھا؟

مصحفِ رخ کا جو بوسہ لے کے میں منکر ہوا
مجھ سے کہتا ہے کہ اب قرآن تُو سر پر اُٹھا

خاک میں ملتی ہے غیرت روندتے ہیں مجھ کو غیر
اِس گلی سے بس ہماری خاک اے صرصر اُٹھا 2

کیا سخن سنجی سے حاصل جب سخن داں ہی نہیں؟
زانوئے فکرت سے اے ناسخ! بس اپنا سر اٹھا 3

1۔ مطبوعہ ۔ ا = ... یاد ....

2۔ م ۔ ا = ... ہم کو مطبوعہ میں " ہم " بجائے " مجھ " ۔ اور یہی درست ہے

3۔ اول ۔ مقطع ہے ۔ فکر کے زانوں ....

ماجرا ہر بحر میں ہے چشمِ دریا بار کا
کیا عجب ڈوبے سفینہ گر مرے اشعار کا ؟

کر دیا موقوف خط نے جور زلفِ یار کا
خط نہ سمجھو یہ لکھا ہے کوئی افسوں یار کا 1

عاملوں نے اُس پہ آسیبِ پری ثابت کیا
پڑ گیا جس شخص پر سایہ تری دیوار کا 2

اتنی راحت طالع واژوں کی قسمت میں نہ تھی
لے گیا ہے خواب میرے دیدۂ بیدار کا

خون کیا مجھ کو ہو آسیبِ بلائے ہجر سے
ڈنٹھ پر تعویز کیے بدلے ہے نامہ یار کا

کیوں نہ کھٹکوں آسماں کو رات دن میں ناتواں ؟
آبلے کی شکل اُس میں مجھ میں عالم خار کا

دستگیری ایسی افتادوں کی ہے منظورِ طبع
خاک پر گرتا نہیں سایہ مری دیوار کا 3

رات بھر ہر ایک اختر سے لڑا کی میری آنکھ
تھا تصور دل میں تیرے رخنۂ دیوار کا

تیرے رستے سے جو گزرا اے پری! مجنوں ہوا
داغِ سودا ہے نقط سودا ترے بازار کا

نکتہ چیں جنتا ہے تنکے دیکھ کر دیواں مرا
نقشِ افسوں گر ہر اک پتا ہے اس گلزار کا

جھولتی ہے عرش میں تلوار کس قاتل کی آج ؟
ہے تصور دل میں کس کے ابروئے خم دار کا ؟

دور سے دے گی دکھائی روشنی جائے سواد
یاد رکھ قاصد نشان ہے یہ دیارِ یار کا

مانعِ صحرانوردی پاؤں کی ایذا نہیں
دل دُکھا دیتا ہے میرا ٹوٹ جانا خار کا

بن گیا ہے دید کے آزار سے تارِ نگاہ
دیکھنا ممکن نہیں ناسخ کے جسمِ زار کا 4

1۔ اول ۔ب = ... مار..
2۔ ۔ ا = ... پر ....
3۔ مطبوعہ ۔ ا = ... کو ..
4۔ اول ۔مقابع ۔ب= ...... چشمِ زار ..

* اول میں یہ غزل 18، اشعار پر مشتمل ہے۔ شعر نمبر 3، 11، 13، 14، اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں۔

مست رکھتا ہے جہاں کو جام چشمِ یار کا
سجدوں پر بھی گماں ہے خانۂ خمار کا

رشک سے جلنے لگا عالم جو اُس کا دیکھ کر
لن ترانی گو ہوا حیراں ترے دیدار کا

کیا رکھیں صیاد و گلچیں مرے گلشن میں قدم؟
تیرِ ناوک ہے ہر اک نالہ مری منقار کا

پوچھوں گر حالِ دلِ شیدا تو کہتا ہے مجھے
تجھ سے کیوں کروں شکوہ جفائے یار کا؟

وحشتِ دل! ہوں میں دیوانہ تری تاثیر کا
چشمِ آہو بن گیا حلقہ ہر اک زنجیر کا

دوستوں کے سر کٹے چن چن کے مقتل میں تلم
چشم بینا ہے ہر اک جوہر تری شمشیر کا

میری قسمت میں ہے بربادی عجب کیا ہے اگر؟
کاغذِ بادی بنے کاغذ مری تصویر کا

گلشنِ کوئے بتاں کا ہے جو زنداں میں خیال
نغمۂ لیلی ہے ہر نالہ مری زنجیر کا 1

کچھ نہیں پروا مجھے دشمن اگر ہے عیب جُو
خوف کیا شیرِ نیستاں کو ہے آہو گیر کا؟

نیک یابد کوئی دنیا میں ہوا مجھ سے نہ کام
سادہ کاغذ ہے مگر نامہ میری تقدیر کا

پہنچے ہم آتش زبانوں کو ضرر دشمن سے کیا؟
شمع کو کرتا ہے روشن تر ستم گل گیر کا

لاغر ایسا ہوں کہ میں اکثر ہوا سے اُڑ گیا
میرے پیکر میں ہے عالم کاغذِ تصویر کا

اہلِ حاجت کی بدولت ہوتی ہے منعم کی قدر
مرتبہ بے مَس ہے یکساں خاک اور اکسیر کا 2

برسوں گزرے ہیں صدا باہر نکل سکتی نہیں
ہے ہمارا ضعف دُرباں خانۂ زنجیر کا 3

ناتوانوں سے پناہ اے ظالمو! مانگا کرو
دیکھ لو اک بال ہے بازو شکن شمشیر کا

شمع ساں جلتے ہیں بعد از مرگ اپنے استخواں
کام منقارِ ہما کرنے لگی گل گیر کا

شکل اُس کی ایسی ہے دلچسپ گر پڑ جائے عکس
تا قیامت آئینے میں شبہ ہو تصویر کا 4

وہ تصور پیشہ ہوں گر ہو مری تربت پہ نخل
ہو ورق ہر برگ کی جا یار کی تصویر کا

کون عالم کے مرقع میں ہے مجھ سا بے ثبات؟
رنگ اُڑ جاتا ہے کھنچتے ہی مری تصویر کا

لکھتے ہیں مضمونِ سوزِ داغِ دل ہم رات دن
کام کرتا ہے ہمارا خامہ آتش گیر کا

بن گیا بُت جو لگا عشقِ بتاں میں مجھ کو سنگ
نالۂ ناقوس ہر نالہ ہوا زنجیر کا

کیا ہے کبرِ مدعی، میری تواضع کے حضور؟
سرکشی دم میں مٹا دیتا ہے خم شمشیر کا

اے مصور! سوزِ غم کی بھی رعایت چاہیے
خاکِ گل خن سے بنا کردہ مری تصویر کا

کھیلتا ہوں اِس سے مرغانِ معانی کا شکار
کام وقتِ فکر لیتا ہوں قلم سے تیر کا 5

ہے دلیلِ مرگِ انساں واقعی مُوئے سفید
کوہکن کی موت ہے انجام جوئے شیر کا 6

کس کے عارض کے تصور میں ہوں نالاں آج میں
ہے دھواں مہتاب میرے نالۂ شبگیر کا

لاغر ایسا ہوں کسی کو میں نظر آتا نہیں
چاہیے مانی! ورقِ سادہ مری تصویر کا

اس خرابے میں بنایا جس نے گھر دیوانہ ہے
دیکھ ہر دروازے پر ناسخ! نشان زنجیر کا

1۔ مطبوعہ ۔ ب = ۔۔۔۔ نغمۂ بلبل ۔۔۔۔۔ = اول = ۔۔۔۔ بلبل
2۔ اول ۔ ا = ۔۔۔۔ کے سبب سے ۔۔۔۔
3۔ ء = ۔۔۔۔۔۔ اک ۔۔۔۔
4۔ ء ۔ ا = ۔۔۔۔۔۔ ہے عجب دلچسپ ۔۔۔
ء ۔ ء ۔ ب = ۔۔۔۔۔۔۔ ہو گماں ۔۔۔۔۔۔۔
5۔ ء ۔ ا = ۔۔۔۔۔۔۔۔ کا ۔۔۔۔۔
6۔ مطبوعہ ۔ ا = تھے ۔۔۔۔۔۔۔۔ مطبوعہ کا اصل متن مخطوطے کے مطابق ہے۔ اختلاف اغلاط نامے میں کی گئی ا
بنا پر ہے۔

* مندرجہ بالا غزل اول کی دو غزلوں نمبر شمار 71 اور 72 کا انتخاب ہے۔ اول کی غزل نمبر شمار 71 میں یہ

(گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

شمول مطلع 5 شعر نمبر 4، 6، 11، 14، اضافی ہیں۔ اول کی غزل نمبرشمار 72 میں 2 شعر نمبر 3 اور مقطع اضافی ہیں۔ انتخاب کے وقت اول کی غزل نمبر 71 کا مطلع اورغزل نمبر 72 کا مقطع نکال دیے گئے ہیں۔ اضافی شعر درج ذیل ہیں۔

اول کی غزل نمبر 71 کے اضافی شعر(نمبر 1، 4، 6، 11، 14)

سایہ گلبن پر اگر پڑ جائے مجھ دل گیر کا
ہو ہر اک غنچے میں عالم غنچہ تصویر کا

. . . کا کل میں تو چاہیے حسن اسکے . . . . . . ؟
دل نہیں میرا جو ہو پابنداس زنجیر کا ۔ 1

سنگ دل کو کاملوں کے فیض سے بہرہ نہیں
کب اثر ہوتا ہے مس پر . . . . اکسیر کا؟ 2

درد سے بے درد کیا واقف کہ ہر صیاد کو؟
رقص شادی ہے تڑپنا لوٹنا نخچیر کا

سب کو میرے قتل پر رغبت بہ دل ہے کیا عجب؟
دام لے میرے لئے عیسیٰ جو دم شمشیر کا

اول کی غزل نمبر 72 کے اضافی شعر نمبرمقطع

یوں نکل آئیں گے ہم اس تنگنائے دہر سے
نالۂ ناوک سے گزر ہوتا ہے جیسے تیر کا

عالم سودا میں ہےناسخ!یہ میرا مرتبہ
کان میں مجنوں کے ہے حلقہ مری زنجیر کا

1۔ ا۔ ناخوانا

2۔ ب۔ ناخوانا۔

خضر کو اس نے پا مردی کے آگے لنگ ٹھہرایا   کہ جس نے ہر نفس کو قاطعِ فرسنگ ٹھہرایا
ملاقاتِ دو روزہ کو یہاں آئے تھے ہم لیکن   سرائے دہر کو سب نے مقامِ جنگ ٹھہرایا
اجل سے ہوگئے غافل جن کو ہے دعوئِ سلطانی   تو گویا تختہ' تابوت کو اورنگ ٹھہرایا ۲
فلک نے جب کہ تیرے حسنِ عالم سوز کو تولا   تو کوہِ طور کو میزاں میں بس پاسنگ ٹھہرایا
کدورت اپنے چہروں کی نظر آتی ہے لوگوں کو   تماشا ہے کہ الٹے آئینے میں زنگ ٹھہرایا
بنے میں صاحبِ غیرت پہن کر اتری پوشا کیں   رہے غیرت سے جو عریاں انہیں بے ننگ ٹھہرایا
چراغِ گور کو غفلت سے میں سمجھا رخِ روشن   شبِ تارِ لحد کو گیسو شبرنگ ٹھہرایا
وہ بے رنگی کہ بے رنگی بھی جس کو کہہ نہیں سکتے   اُسے بھی سب نے اپنے وہم میں اک رنگ ٹھہرایا
مجھی پر دم بہ دم پڑتی ہے محفل میں جو اے ناسخ !   مگر اتیغِ نگاہِ یار نے جو رنگ ٹھہرایا

1۔ مخطوطے میں سہوکتابت سے " پامری " بہ جائے " پامردی " ۔
2۔ اول ۔ ب تو کیا اب ....
* مطبوعہ میں شعر نمبر 7 اور 8 کی ترتیب برعکس ہے۔
اول میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 12 ہے۔ 3 شعر زائد ہیں جو درج ذیل ہیں۔

بیاباں عدو کو لے چلی ہے ہم کو اب وحشت   کہ اُس نے کنجِ ہستی مثلِ زنداں تنگ ٹھہرایا
نہ لگتا جی مرا نظارہ گلزار میں تو نے   کوئی ساعت مجھے اے مرغِ خوش آہنگ ٹھہرایا
دکھا دے باغ سبز ....   ہمیں گردوُر کی سوجھی خیال تنگ ٹھہرایا 1

1۔ ا ۔ ناخوانا ۔

تو نزاکت سے گلستاں تک جو رخصت مانگتا
رنگ روئے گل سے اُڑنے کی اجازت مانگتا

آگے کشتِ آرزو کے آبرو میری رہی
برق ہی گرتی جو میں بارانِ رحمت مانگتا

اِس گنہ پر منتقم دوزخ میں مجھ کو ڈالتا
کوچۂ جاناں کے ہوتے گر میں جنت مانگتا

جو تری انگلی ہے، قندیل سی وہ شمعِ طور ہے
تو اگر ہوتا یدِ بیضا سے بیعت مانگتا

یہ تڑپنے میں مزا مجھ کو ملا ہے بعدِ ذبح
موت سے ملتی تو اوراک دم کی مہلت مانگتا 1

ہے یقیں زہرِ ہلاہل مجھ کو دیتے آشنا
گر میں حالِ نزع میں بھی جامِ شربت مانگتا 2

غیر حسرت لے گیا یاں سے کوئی کیا اپنے ساتھ
آسماں سے کس توقع پر میں دولت مانگتا ؟

ہاتھ اُٹھا کر دونوں عالم سے خدا کے سامنے
کیا میں اِس وحشت سرا میں غیرِ وحشت مانگتا ؟

گر طلب فوج و نشاں کرتا تو ملتے اشک وآہ
ہاتھ آتی سینہ کوبی گر میں نوبت مانگتا

ہوں وہ عریاں شوق لکھنے کا اگر ہوتا مجھے
حرف بھی استاد سے میرا نہ خلعت مانگتا

موجِ آبِ زندگی سے کام لیتا تیغ کا
خضر بھی ملتا تو میں جامِ شہادت مانگتا

گر نہ ہوتا سرخ رُو اشکِ غمِ شبیر سے
حشر میں کس منہ سے ناسخ میں شفاعت مانگتا؟ 3

1۔ اول ۔ب = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رخصت۔ ۔ ۔ ۔ ۔
2۔ ۔ ۔ا = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیتا آسماں
3 ۔ ۔ مقطع ۔ب = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ناسخ ۔ ۔ ۔ ۔ اول میں تخلص کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے ۔

* اول میں یہ غزل 16، اشعار پر مشتمل ہے۔اول کے شعر نمبر 7، 10، 14، 15، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

فہم گر کرتا اسیری میں اور آزادی میں فرق
ہر کوئی زندانِ ہستی سے فراغت مانگتا

میں دمِ وحشت جو اپنے ساتھ دوڑایا اُسے
چرخ ساں آوارہ دم لینے کی فرصت مانگتا

پاس ہوتا ہے مرے گر تجھ سا صنم معجز بیاں
دیر میں پیرِ مغاں سے جاکے بیعت مانگتا

بوسۂ سیبِ زنخداں گر مجھے ہوتا نصیب
پھر خدا سے کوئی دنیا کی نہ نعمت مانگتا

جمازهٔ لیلیٰ یہ کہتا ہے جرس دل کا   ہمارا پردهٔ غفلت ہی بس پرده ہے محمل کا
لفظِ گل تو رسمِ خط میں نقطے سے معرّیٰ ہے   گلِ رخسار پہ خالق نے کیوں نقطہ دیا تِل کا
جو تیر پھر باہر نہ نکلے عشقِ مژگاں میں   بنائے کوئی تیر انداز گر تو وہ مری گِل کا
کرتا ہے کتنے بے گناہوں کا کیا ہے خوں ؟   جو اُس کو مشغلہ ہے ، رات دن عقدِ انامل کا 1
د ہشت محتسب کی ہے نہ منت ہے فروشوں کی   یہاں ہے نشہ آنکھوں میں شرابِ شیشهٔ دل کا
ر آتا ہے جو کوئی طلب کرتا ہے دل اُس سے   ترے دستِ حنائی میں ہے عالم دستِ سائل کا
اں ہوتی ہے رویا میں تمیزِ خواب و بیداری   نہاں ہے اہلِ غفلت سے معمہ حق و باطل کا
پ کر ایک دم آرام آجاتا ہے کیا قاتل ؟   مجھے کرتا ہے بسمل سرد ہونا مرغِ بسمل کا 2
کریاں ہوں یقیں ہے سالہا بے آب ہی چھوٹے   بنائیں گر کھلونے والے فوارہ میری گِل کا 3
دا یوں سینہ کوبی میں ہے یاں زنجیر سے نکلی   سماں ہو دف زنی میں جیسے آوازِ جلاجل کا 4
یں ہے ایک دن مانندِ مضموں باندھے جائیں گے   نہیں دزدانِ مضموں کو خطر سلطانِ عادل کا
ل سے عشق کی دولت ہے دیوانوں کی قسمت میں   ملی ہے عقل لیکن بخت بر گشتہ ہے عاقل کا
زل میں ترقی ہے ترقی میں تنزل ہے   تماشا دیکھ غافل ماہِ نو کا ماہِ کامل کا 5
ے گا رزقِ تقدیری کروں تدبیر کیا ناسخ ؟   وہ ہرزہ ہے ارادہ جو کرے تحصیل حاصل کا

1-اول -ا = گناہ . . . . کیا ہے کیا خوں .
2-مطبوعہ -ا = ... اس کو = اول = اس کو
3- » » -ب = ... مری...
4- » » -ا = ... گردن کی = اول = گردن کی
5-اول -ب = ... عاقل . . . .

* مندرجہ بالا غزل اول کی غزل نمبر شمار 75 ، مطلع ،" . . . . . ہمارے طائرِ دل کا " کا انتخاب ہے-اول میں یہ غزل 30 ، اشعار پر مشتمل ہے- شعر نمبر 3 ، اول کی غزل نمبر شمار 77 میں شامل ہے- شعر نمبر 9 اول میں نہیں ہے- اول کی غزل نمبر شمار 75 میں بہ شمول مطلع کل 16 شعر نمبر 2، 4، 6، 10، 11، 13، 14، 15، 16، 17، 20، 24، 25، 26، 29 ، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں-

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

گزشتہ غزل کا حاشیہ

.... ہمارے طائرِ دل کا　　پسند آتا ہے قاتل کو تماشا رقصِ بسمل کا 1

سُنے اے قیس! لیلیٰ! غل اگر میری سلاسل کا　　کرے صد چاک وحشت سے وہیں پردہ وہ محمل کا

اگر اے ماہ! زہرہ سی چمک ہے خالِ عارض میں　　تو عالم ہے ترے چاہِ ذقن میں چاہِ بابل کا

جو خط بھیجوں تو پڑھواتا پھرے کا وہ رقیبوں سے　　ہوا ہوں قاصد اِعاشق میں اک محبوبِ جاہل کا

ترا عالم ہے مثلِ طائرِ قبلہ نما یکساں　　دلا! رہتا ہے کوئی دم تڑپنا مرغِ بسمل کا

کروں نالہ تو کہتا ہے وہ کافر کس نزاکت سے ؟　　وہ گل ہیں انترہ آتا ہے خوش جن کو عنادل کا

نئے سر سے کروں گا تیشۂ فرہاد کو گلگوں　　ہوا ہے عشق مجھ کو بھی اُسی شیریں شمائل کا

ہوا ہے بے ہودہ سودا جواب پر کالۂ آتش　　تجلی شعلۂ آواز ہے اپنی سلاسل کا

گلستانِ سخن میں کیوں نہ ہو ایسی نوا سنجی ؟　　کہ اپنی کلک میں عالم ہے منقارِ عنادل کا

ترے چاہِ ذقن سے ہی رہا ہے مدعا دل کا　　ارادہ غرفۂ گرداب کو گویا ہے ساحل کا

نشاں اُس کے سوا یا میں نہیں ہے ایک تل کا بھی　　وہ کافورِ سحر ہے کب ہوا محتاج فلفل کا ؟

ترے جلوے سے ایسا ہر کتابی رُو کا منہ اُترا　　کہ گویا مضموں میں ہوگیا عالم حمائل کا

شرابِ زندگی کو جانتے ہیں چشمۂ حیواں　　حیاتِ خضر پر یاں دھیان ہے ہر ایک عاقل کا

بھلا کس کا گریباں گیر ہوں گا روزِ محشر کو؟　　کہ حیرت سے نہ منہ بھی دیکھنے پایا میں قاتل کا

یہ کانِ حُسن ہے منہ کو چھپایا کر نہ عاشق سے　　بہت بے لطف ہے بدلی میں چھپنا ماہِ کامل کا

ہر ایک جا کرواتا ہے عاشق دنیا میں ظہور اپنا　　وہی بلبل ہے گلشن کا وہی پروانہ محفل کا

1- ا- ناخوانا

پڑا عکس آبِ جو میں خنجر ابروئے قاتل کا — دکھائے گا ابھی ہر گُل تڑپنا مرغِ بسمل کا

رقم کرتا ہوں مضموں خنجرِ ابروئے قاتل کا — صریرِ کلک نالہ ہے گلوئے مرغِ بسمل کا

بلائے جاں ہوا ہے عشق اک زہرہ شمائل کا — گروں جاکر نشاں کوئی بتا دے چاہِ بابل کا

پتا دیتی ہے موجِ ریگ مجنوں کی سلاسل کا — رہا ہے ، گرد بادوں سے نشاں لیلیٰ کے محمل کا

نہیں کچھ آج میں پابند زلفوں کی سلاسل کا — ازل سے خانۂ زنجیر میں آئینہ ہے دل کا

تصور بندھ گیا ایسا خطِ رخسارِ قاتل کا — کہ جوہر بن گیا گویا مرے آئینۂ دل کا

اثر میرے جنوں کا اس قدر ہے بعد مردن بھی — کھلونے والے سب مجنوں بناتے ہیں مری گِل کا

عیاں ہو سان سے کیوں کر نہ کوہِ طور کا عالم؟ — یہ رنگِ صاعقہ ہے ، ہر شرارہ تیغِ قاتل کا 1

حضورِ گردنِ ساقی ہر اک شیشے کی گردن میں — نظر آنے لگا کلوئے مرغِ بسمل کا
عالم

جنھیں تقطیعِ شعر آتی ہے یہ مصرع سمجھتے ہیں — ہے موزوں یہ مہِ نو مطلعِ ابروئے قاتل کا 2

جہاں میں جو حسیں ہے تجھ سے کسبِ نور کرتا ہے — چراغ آگے ترے اے مہ جبیں کا سائل کا 3

بہ رنگِ لالہ اُس گل کا نہیں کچھ آج دیوانہ — ازل سے داغِ سودا ہے سویدا ہی مرے دل کا

کبھی رنگِ حنا کی ہو نہ حاجت پائے جاناں کو — بنے گر سنگِ پا میرے دلِ خوں گشتہ کی گِل کا

خیال اس سرو قامت کا جو آیا کُنجِ زنداں میں — بہ رنگِ طوقِ قمری ہے ہر ایک حلقہ سلاسل کا

ترے رخسارِ تاباں کا کبھی جو عکس پڑتا ہے — فریم آئینے کی بنتی ہے ہالہ ماہِ کامل کا 4

کیا دروازہ بند اُس نے سنا جو دُور سے نالہ — مری آواز میں بھی ہے اثر آوازِ سائل کا

دل اپنا جاں سے غافل ہے ضعفِ تن سے نالاں ہے — جرس کو کچھ نہیں پروائے لیلیٰ غم ہے محمل کا

ملی جب خاک میں لیلیٰ کہا مجنوں نے حسرت سے — تمنا تھی غبار اپنا ، بلا گرداں ہو محمل کا

تبِ غم کے اثر سے گرم ہوجاتا ہے یہ آتش — جو مفلس ہیں بناتے ہیں اُجاغ اکثر مری گِل کا 5

محبت گلشنِ عالم میں جنسیت سے لازم ہے — نہ کیوں اس سرو پر عاشق صنوبر ہو مرے دل کا؟

تعجب کچھ نہیں ہے انقلابِ دہر سے اس کا — بنائیں کاسۂ سائل اگر سلطان کی گِل کا 6

ہوا ہر گُل چمن میں ترے آتے ہی یہ ! دیوانہ — کہ آوازِ شکستِ رنگ ہے نالہ سلاسل کا

لبِ ساقی کے بوسوں کی کزک ہو گر نہ اے ناسخ! — شرابِ زندگی میں ہے مزا زہرِ ہلاہل کا

1۔ مطبوعہ۔ا = ... شان ...... = اوّل = شان

2۔ ٭ ۔ب = مخطوطے میں سہو کاتب سے بجائے قاتل کے " قاتل "

3۔ اول ۔ا = ... ہیں ...... کرتے ہیں

4۔ ا ۔مطبوعہ میں " تاباں " ہے اور یہی درست ہے۔مخطوطے میں بجائے " تاباں " جاناں" ۔ -

٭ مطبوعہ ۔ ب = ... کے بنتے ہیں ......

5 مطبوعہ ۔ا = ... تب ..... مطبوعہ صورت درست ہے۔ مخطوطے میں کتابت کی غلطی ہے۔

6۔ اول ۔ا = ... چرخ ......

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

پڑا عکس آبِ جو میں خنجرِ ابروئے قاتل کا   دکھائے گا ابھی ہر گُل تڑپنا مرغِ بسمل کا
رقم کرتا ہوں مضموں خنجرِ ابروئے قاتل کا   صریرِ کلک نالہ ہے گلوئے مرغِ بسمل کا
بلائے جاں ہوا ہے عشق اک زہرہ شمائل کا   گروں جاکر نشاں کوئی بتا دے چاہِ بابل کا
پتا دیتی ہے موجِ ریگ مجنوں کی سلاسل کا   رہا ہے، گرد بادوں سے نشاں لیلیٰ کے محمل کا
نہیں کچھ آج میں پابند زلفوں کی سلاسل کا   ازل سے خانۂ زنجیر میں آئینہ ہے دل کا
تصور بندھ گیا ایسا خطِ رخسارِ قاتل کا   کہ جوہر بن گیا گویا مرے آئینۂ دل کا
اثر میرے جنوں کا اس قدر ہے بعد مردن بھی   کھلونے والے سب مجنوں بناتے ہیں مری گِل کا
عیاں ہو سان سے کیوں کر نہ کوہِ طور کا عالم؟   بہ رنگِ صاعقہ ہے، ہر شرارہ تیغِ قاتل کا 1
حضورِ گردنِ ساقی ہر اک شیشے کی گردن میں   نظر آنے لگا عالم گلوئے مرغِ بسمل کا
جنھیں تقطیعِ شعر آتی ہے یہ مصرع سمجھتے ہیں   ہے موزوں یہ مہِ نو مطلعِ ابروئے قاتل کا 2
جہاں میں جو حسیں ہے تجھ سے کسبِ نور کرتا ہے   چراغ آگے ترے اے مہ جبیں کا سائل کا 3
بہ رنگِ لالہ اُس گل کا نہیں کچھ آج دیوانہ   ازل سے داغِ سودا ہے سویدا ہی مرے دل کا
کبھی رنگِ حنا کی ہو نہ حاجت پائے جاناں کو   بنے گر سنگِ پا میرے دلِ خوں گشتہ کی گِل کا
خیال اس سرو قامت کا جو آیا کُنجِ زنداں میں   بہ رنگِ طوقِ قمری ہے ہر ایک حلقہ سلاسل کا
ترے رخسارِ تاباں کا کبھی جو عکس پڑتا ہے   فریم آینے کی بنتی ہے ہالہ ماہِ کامل کا 4
کیا دروازہ بند اُس نے سنا جو دُور سے نالہ   مری آواز میں بھی ہے اثر آوازِ سائل کا
دل اپنا جاں سے غافل ہے ضعفِ تن سے نالاں ہے   جرس کو کچھ نہیں پروائے لیلیٰ غم ہے محمل کا
ملی جب خاک میں لیلیٰ کہا مجنوں نے حسرت سے   تمنا تھی غبار اپنا، بلا گرداں ہو محمل کا
تبِ غم کے اثر سے گرم ہوجاتا ہے بے آتش   جو مفلس ہیں بناتے ہیں اُجاغ اکثر مری گِل کا 5
محبت گلشنِ عالم میں جنسیت سے لازم ہے   نہ کیوں اس سرو پر عاشق صنوبر ہو مرے دل کا؟
تعجب کچھ نہیں ہے انقلابِ دہر سے اس کا   بنائیں کاسۂ سائل اگر سلطان کی گِل کا 6
ہوا ہر گُل چمن میں ترے آتے ہی یہ ! دیوانہ   کہ آوازِ شکستِ رنگ ہے نالہ سلاسل کا
لبِ ساقی کے بوسوں کی کزک ہو گر نہ اے ناسخ!   شرابِ زندگی میں ہے مزا زہرِ ہلاہل کا

1۔ مطبوعہ ا = ... شان ..... = اوّل = شان
2۔ " ب = مخطوطے میں سہو کاتب سے بجائے قاتل کے " قاتل "
3۔ اول ۔ ا = ... ہیں ..... کرتے ہیں
4۔ ا ۔ مطبوعہ میں " تاباں " ہے اور یہی درست ہے۔ مخطوطے میں بجائے " تاباں " جاناں" -
" مطبوعہ ۔ ب = ... کے بنتے ہیں ......
5 مطبوعہ ۔ ا = ... تب ..... مطبوعہ صورت درست ہے۔ مخطوطے میں کتابت کی غلطی ہے۔
6۔ اول ۔ ا = ... چرخ ......

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ)

(گزشتہ صفحے کا حاشیہ)

* مندرجہ بالا غزل اول میں نمبر شمار 76 اور 77 کے انتخاب پر مشتمل ہے- مع مطلع شعر نمبر 2 تا 7 اور 22، 23 اول کی غزل نمبر شمار 77 سے شامل کئے گئے ہیں- شعر نمبر 8 تا 14 اور 18 تا 20 اول کی غزل نمبر شمار 76 سے شامل کئے گئے ہیں- شعر نمبر 21، اول کی غزل نمبر 75 سے شامل کیا گیا ہے- شعر نمبر 15، اول میں موجود نہیں- اول میں مندرجہ بالا غزل کے اشعار نمبر 4 اور 5 کے مصرع ہائے ثانی آپس میں بدلے ہوئے ہیں- یہ سہو کاتب یہ جو بے ربطیٔ مضموں اور رعائیتوں سے واضح ہے-

اول کی غزل نمبر 76 میں کل 6 شعر مع مطلع نمبر 2، 6، 9، 14، 15، اضافی ہیں- اول کی غزل نمبر 77 میں کل 8 شعر، مع مطلع، نمبر 3، 4، 7، 9، 12، 14، 15، اضافی ہیں-

اول کی غزل نمبر 76 کے اضافی اشعار - (مطلع، نمبر 2، 6، 9، 14، 15)

مسخر وہ پری رُو ہے کمندِ جزبۂ دل کا
ہر اک داغِ جنوں گویا کہ ہے تعویز عامل کا

سبب یہ ہے جو پیرا من ہے کل گوں میرے قاتل کا
نہ ہونے پائے ظاہر داغ ہرگز خونِ بسمل کا 1

کبھی جھانکا ہے اُس رشکِ پری نے چشمِ جادو سے
تو عالم روزن دیوار میں ہے چاہِ بابل کا

وہ مے کش ہوں کہ ہوگا خود بہ خود لبریز مے بن کر
خم مے گر بنایا مے فروشوں نے مری گِل کا

سراپا گور سے ناسخ اُٹھے گا روزِ محشر کو
ہوا ہے کس قدر ماندہ مسافر پہلی منزل کا؟

اول کی غزل نمبر 77 کے اضافی اشعار (مطلع، نمبر 3، 4، 7، 9، 12، 14، 15)

تصور ہے مجھ کو کسی لیلیٰ شمائل کا
جرس کا دل میں گر عالم ہے تو آنکھوں میں محمل کا

بیاں راہِ فنا میں کہہ رہا ہے یوں جرس دل کا
رکھا ہے غافلوں نے نام منزل اپنے محمل کا

تصور دشتِ وحشت میں ہے اک لیلیٰ شمائل کا
یقیں ہے گرد بادوں پر غبارِ گردِ محمل کا

تصور مجھ کو ہے بعد از فنا بھی تیغِ قاتل کا
رہے گا حشر تک عالم مرے لاشے میں بسمل کا

تصور کیوں نہ ہو ہر دم ترے رخسار کے تل کا؟
ازل سے بس یہی داغِ سویدا ہے مرے دل کا

نہ ہو محتاج روغن کا نہ حاجت ہو فتیلے کی
بنائیں گر چراغ اپنے دلِ پُر داغ کی گِل کا

مسافر، مثلِ آوازِ جرس، راہِ فنا میں ہوں
کبھی یاں مرحلے کا دھیان آیا ہے نہ منزل کا

الٰہی کیا ہوا ہے بے نقط قرآن یہ نازل؟
کہ اُس روئے کتابی میں نہیں ہے نام بھی تل کا

---

1 - ا - سہو کاتب سے " میرا " بجائے " میرے "

باغ میں روندے بہت پھولوں کے خرمن زیرِ پا | لا کبھی اپنے شہیدوں کے بھی مدفن زیرِ پا
یہ اثر رنگِ حنا کا ہے کہ کان لعل ہو | ایک دم آ جائے گر میرے کی معدن زیرِ پا 1
ہاتھ دوڑائے زمیں سے سو شہیدِ ناز نے | آگیا چلتے میں قاتل کا جو دامن زیرِ پا 2
گلشنِ تصویر قالی تیرے اٹھ جانے کے ساتھ | صورتِ برگِ خزاں کرتا ہے شیون زیرِ پا 3
اُس کے تلووں کی نزاکت کا کروں میں کیا بیاں؟ | روئیں ہیں قالین کے مانندِ سوزن زیرِ پا 4
دیں گے تیرے بازوئے نازک کو پھر تکلیفِ تیغ | لائیو! اپنے شہیدوں کے نہ مدفن زیرِ پا
آج چھو سکتا نہیں کوئی بھی اِس کو ہاتھ سے | ایک دن روندیں گے سب تیرا یہی تن زیرِ پا
خاک پر رکھیے حنائی پا برہنہ تو اگر | پنج شاخہ نقشِ پا کی جا ہو روشن زیرِ پا
خاکِ صحرا چھانتا پھرتا ہوں اِس غربال میں | آبلوں میں کر دیے کانٹوں نے روزن زیرِ پا
زلفِ جاناں یاد آئی ہے جو صحرا میں مجھے | جادۂ صحرا ہوئے ہیں مارِ رہزن زیرِ پا 5
سنگِ مقناطیس کی ہو لوح میری قبر پر | یار کا رکھتا ہے تو سن نعلِ آہن زیرِ پا 6
سرو دیکھیں گے جو اُس سروِ خراماں کا خرام | پھر نہ ٹھہرے گی زمینِ صحنِ گلشن زیرِ پا
دوستوں کے روندتا ہے دل پہن کر کفش تو | اے پری! کہنا ہے بیجا تجھ کو زیرِ پا
اِس عمارت کو نہ تو سر پر اٹھا لیجائے گا | دیکھ اے غافل! ذرا تیرا ہے مسکن زیرِ پا
رقص میں آتی نہیں یہ اُس کے گھنگھرو کی صدا | کرتے ہیں آسودگانِ خاک شیون زیرِ پا
دیکھ کر اُس سرو کو حسرت سے بولیں قمریاں | طائرِ رنگِ حنا کا ہو نشیمن زیرِ پا
ہوں میں وہ بے خود پئے دفعِ صداع و آبلہ | گر حنا سر پر ملی ناسخ تو چندن زیرِ پا

1۔ مطبوعہ = ۱۔ = ... تیری ...... = اول = میری .... ہو
م۔ اول ۔ ب = ... میروں ....
2۔ اول ۔ ب = ... چلتے .....
ج۔ م۔ ۱ = ... قالیں .....
4۔ م۔ ۱۔ = ایسے
م۔ م۔ ب = رونگٹے قالین کے ....
5۔ م۔ ۱ = ... وحشت ...
م۔ م۔ ب = ... میں ہے گا .....
6۔ م۔ ۱ = ... ہو وے لوحِ مزار
* اول میں یہ غزل 20، اشعار پر مشتمل ہے۔ اول میں اس غزل کے 3، شعر 4، 8، 11، ، اضافی ہیں جو درج ذی

تیرے ابرو کو بھلا میں کیا کہوں اے شہسوار؟ | ماہِ نو رکھتا ہے جائے نعل توسن زیرِ پا
رنگِ نافرماں کرے پیدا حُسنِ لالہ رنگ | روندے وہ نازک بدن گر برگِ سوسن زیرِ پا
مشتعل کیا آتشِ رنگِ حنائے یار ہے | خود بہ خود ہو گرم گر آجائے گلخن زیرِ پا

ضعف ہے راہِ طلب میں جب سے دامن گیرِ پا
آتی ہیں رگ ہائے پا مجھ کو نظر زنجیرِ پا

جاملانِ عرش چھوڑیں غش میں آکر ساقِ عرش
وہ سراپا نور دکھلائے اگر تنویرِ پا

بیٹھے دو سر مجھے پھونے دو مجھ کو دشت ، دشت
میرے ہاتھوں کی کرو کچھ فکر نہ تدبیرِ پا

لے چلے ہیں کوئے جاناں سے یہ وحشت میں مجھے
وادیِ پُر خار پر موقوف ہے تعزیرِ پا

قدر اُس کے سر کی سوچو ہوش ہیں روحیں فدا
راہ میں بجھتی ہیں آنکھیں دیکھنا توقیرِ پا

جاکے کوئے یار میں سجدہ نہ کرنے پائے ہم
ہے بجا تقدیر سر پر گر ہنسے تقدیرِ پا

راہ گزارِ یار سے آگے نہیں اُٹھتے قدم
نقشِ پائے یار کر لیتے ہیں کیا تسخیرِ پا؟

بزم میں فانوس کیا آئینہ تصویر ہے
شعلہ ہے تصویرِ قدن شمع ہے تصویرِ پا 1

سر ضعیفی سے پڑا رہتا ہے اپنا پاؤں پر
کا کُلِ سر ہو گئی ہے اِن دنوں زنجیرِ پا 2

تیرے کوچے میں قدم رکھنے کا ہے مجھ پر گناہ
سر مرا کیوں کاٹتا ہے چاہیے تعزیرِ پا؟

قامتِ جاناں سے پیچھے ہمسری کر لیجیو!
سر جھکا کر پہلے دیکھ اے سرو تُو شہتیرِ پا 3

کوئے جاناں سے نکلنے کا کیا میں نے جو قصد
سوئے اٹھنے سے پہلے دیکھنا تزویرِ پا

سبز سے سرخ ایک دم میں ہوگیا رنگِ حنا
اس قدر رکھتا ہے ناسخ وہ صنم تسخیرِ پا 4

1۔ اول ۔ا = ... گویا شیشہ ....

2۔ مطبوعہ ۔ا = ... نقاہت ...... = اول ۔ نقاہت

٭ ۔ اول = ب = ... ان دنوں ہے

3۔ ٭ ۔ ب = ... سر ....

4۔ مطبوعہ ۔ مقطع ۔ ب = ... کھتا ... پری ... =اول = .. کرتا ..... پری ....

اول میں شعر نمبر 10 ، کم ہے اول میں یہ غزل 14 ، اشعار پر مبنی ہے ۔ اول میں 2 ، شعر 11 ، 13 ، اضافی ہیں۔

دشتِ وحشت میں جو تلووں سے نہیں بہتا لہو
آمنِ زنجیر کو کرتی ہے زرِ اکسیرِ پا 1

تیسریاں ہیں سرو پر اس میں بہت اچھا ہوا
کس لئے صحرائے گل میں ملتی ہے تعزیرِ پا 2

1۔ ب ۔ ناخوانا

2۔ ا ۔ ناخوانا

٭ ۔ ب ۔ ناخوانا

مجھ کے خس نہ مجھسی کو جہان پاک کیا　　　مزار طوُر کو اُس نے جلا کے خاک کیا 1

سوئی جو صبحِ شبِ وصل جان ڈوب گئی　　　فضائے چشمۂ خورشید میں ہلاک کیا 2

خطِ جادہ سمجھ اِس کو میں نے وحشت میں　　　برنگ جیب یہ دامانِ وشت چاک کیا

ے جلانے کو اے سنگدل صنم! ہم نے　　　ایک اور صاعقۂ طور سے تپاک کیا

بر کلال کو سر گشتگی کی تھی ناسخ　　　جو میری خاک سے تیار اس نے چاک کیا 3

ا۔ اول ۔ مطلع ۔ا = ... جہاں سے ...

۔ ۔ ۔ب = ... جے ....

2۔ ۔ب = ... نے ....

3۔ مقطع ۔ا = ... نہیں .....

اول میں مندرجہ بالا غزل 7، اشعار پر مشتمل ہے۔ شعر نمبر 3، 4، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

لہ نہ یار کا باقی رہا نہ شکوۂ غیر　　　اجل نے خوب مری بے کلی پاک کیا

وض شراب کے انگور سے جو ٹپکا لہو　　　جو بعد مرگ مجھسے دفن زیرِ تاک کیا 1

1 ۔1 ۔ مصرع کے آخری الفاظ سہوِ کاتب کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں۔ شائد صحیح مصرع "... انگور" سے لہو ٹپکا " ہے

پاؤں کو دیوارِ زنداں، میرا دامن ہوگیا
ناتوانی سے گریباں طوقِ گردن ہوگیا

تیرِ غم سے (دل) مشبک ہوکے ایسا خوش ہوا
1 سمجھے ہم کوئی درِ جاناں میں روزن ہوگیا

دل تو کیا پتھر بھی تیرے عشق میں ہیں بے قرار
بت کدے میں ہر صنم سنگِ فلاخن ہوگیا

جائے گل ہے یار انگارے نظر آنے لگے
2 پیشِ ازیں گلشن جو تھا اب مجھ کو گل خن ہوگیا

دستِ رنگیں یاد آئے جو شبِ تاریک میں
3 پنج شاخہ سامنے آنکھوں کے روشن ہوگیا

راگ جو گانے لگا مطرب شبِ فرقت میں ہائے
4 آتے آتے میرے کانوں تک وہ شیون ہوگیا

آنکھیں نرگس چہرہ گل، گیسو میں سنبل سو قد
عکس سے آئینہ خانہ صاف گلشن ہوگیا

پاؤں پھیلائے میں جادوں کی طرح ہر چاک نے
5 اب گریباں اے جنوں اصحرا کا دامن ہوگیا

موت نے تیغِ زبانِ خلق سے دی ہے نجات
کہتے ہیں جس کو کفن وہ مجھ کو جوشن ہوگیا

کیجئے حاصل پھر اُن آتش رخوں سے کوئی داغ
6 بے چراغ اِن روزوں اپنا خانۂ تن ہوگیا

روند ڈالا عالمِ بالا کو خوب اے شہسوار!
ماہِ نو بھی ایک نقشِ نعلِ توسن ہوگیا

گر قناعت ہو تو نانِ خشک ہے نعمت دلا!
دیکھ لے چراغِ گل کو روغن ہوگیا

کر دیا کاہیدہ ایسا رنجِ راہِ عشق نے
7 چاہِ رہ ناسخ مجھے چونٹی کا روزن ہوگیا

1۔ اول ۔ ب = ... شائد ......
2۔ ۔ ا = گر شب تار آیا اس دست حنائی کا خیال
۔ ۔ ب = ... مجھ کو وہ .....
3۔ مطبوعہ ۔ ا = ... گر.......
4۔ اول ۔ ب = ... کانوں تک مرے....
5۔ ۔ ا = ... خاک .. = اول = ب= یاں . ...
6۔ ۔ ا = ... اب ....
7۔ ۔ مقطع ۔ ب = چارہ رہ ....

* اول میں اس غزل کے کل 3، شعر 2، 4، 14، اضافی ہیں۔ مندرجہ بالا غزل کے شعر نمبر 4 کا مصرع اولی (مندرجہ بالا حاشیہ 2-1) بالکل مختلف ہے۔

راہ رو آگے سے جو گزرا وہیں مارا اسے
گیسوئے پیچاں جہاں کو مارِ رہزن ہوگیا

کیا نزاکت ہے کہ دم میں عارضِ گل رنگِ یار
لطمۂ بادِ صبا سے مثلِ سوسن ہوگیا

ہے یہ کس کافر صنم کے عشق میں سودا مجھے؟
جیب کا ہر تار زنارِ برہمن ہوگیا

بیشتر سر سے یہاں ہوتے ہیں ساماں پیدا
کھانے کے وقت سے اول ہوئے دنداں پیدا

ہوگئے دفن ہزاروں ہی گل اندام اِس میں
اِس لئے خاک سے ہوتے ہیں گلستاں پیدا

اے شبِ ہجرانہ اٹھوا میرے دستِ فریاد
صبحِ محشر نہ ہو یا چاکِ گریباں پیدا

خارِ غم میں نے جو پنہاں ہی رکھے ساری عمر
میری تربت سے ہوئے نخلِ مغیلاں پیدا

گر نہیں ہے وہ پری کیوں ہے بھبھو کا ایسا؟
کہ خدا نے تو کئے خاک سے انساں پیدا

ہم ضعیفوں کو کہاں آمد و شد کی طاقت ؟
آنکھ کی بند ، ہوا کوچۂ جاناں پیدا

صدمہ دل کو جو ہوا نالۂ سوزاں نکلا
جس طرح سنگ سے ہو آتشِ پنہاں پیدا

سنگِ کہسار برائے سرِ شوریدہ بنے
ہوئے پاؤں کے لئے خارِ بیاباں پیدا

ہوں میں بیمار گیا غیر کے دل کا دھڑکا
کی مرے درد نے خاصیتِ درماں پیدا

طلبِ آتشِ حسنِ ازلی میں ہوں وہ گرم
کہ ہوا مضغۂ دل سینے میں بریاں پیدا

اس پری رُوکو جوارسال کروں نامۂ شوق
بیضۂ مور سے ہو مرغِ سلیماں پیدا

اس طرح خاک سے وہ چہرۂ پُر نور بنا
ظلمتِ شب سے ہو جیسے مہِ تاباں پیدا

تو ہے خورشید ستارے ہیں حسینانِ جہاں
1 ترے پر تو سے ہوا تھامۂ تاباں پیدا

بدلے تاروں کے اُسی چاند کو میں نے دیکھا
آنکھ کھلتے ہی ہوا جلوۂ جاناں پیدا

آشیاں میرے چمن میں جو لگائے آکر
2 بیضۂ زاغ سے ہو مرغِ خوش الحاں پیدا

دل جو مجروح ہوا پائے یہ رنگیں مضموں
نخلِ گل ہو جو قلم گل ہوں دوچنداں پیدا

تیری ٹھوکر سے جو اے سروِ خرماں! ٹوٹے
بیضۂ زاغ سے ہو کبکِ خراماں پیدا

شادیٔ ورنج ازل سے بنے بہم میرے ساتھ
زخم کی طرح مرے لب ہوئے خنداں پیدا

(بقیہ اگلے صفحے پر)

1= اول ـ ا = ... یہ انجم ....
۲ ـ مطبوعہ ـ ب = ... کنعاں ....
2ـ اول ـ ا = آشیاں باندھے جو آکر چمنِ ناسخ میں(مقطعے سے تخلص نکال دیا گیا ہے)

(بقیہ گزشتہ صفحہ)

روزِ مولد سے نہیں عیش و طرب قسمت میں — رمزیہ ہے جو بشر ہوتے ہیں گریاں پیدا 1
آدمی پر ہے تعلق کو جہاں میں سبقت — بعد کانٹوں کے ہوا گوشۂ داماں پیدا
دیکھ کر تجھ کو تناسخ کے مقر کہتے ہیں — دوسری بار ہوا مہِ کنعاں پیدا
ہر شجر نے جو دیا باغِ جہاں میں اک پھل — شجرِ قد سے ہوا سیبِ زنخداں پیدا
چشمِ تر میں ہے یہ عالم مژۂ پُرخوں کا — جس طرح بحر میں ہو پنجۂ مرجاں پیدا
میری زنجیر یہ کہتی ہے با آواز بلند — بعد مجنوں کے ہوا سلسلہ جنباں پیدا
کیوں نہ ہم عالمِ امکاں میں کریں ترکِ لباس؟ — جب کہ خالق نے کیا ہو ہمیں عُریاں پیدا
تا رہیں سجدۂ معبود میں ناسخ مصروف — سر سے اس واسطے ہوتے ہیں سب انساں پیدا

---

1 م-ا = ۰۰اول ....

* مندرجہ بالا غزل کی دو غزلوں نمبر شمار 86 اور 87 کا انتخاب ہے- اول میں غزل نمبر شمار 86، 15، اشعار پر مشتمل ہے اور غزل نمبر شمار 87 بھی 15، اشعار پر مشتمل ہے- اول کی غزل نمبر شمار 86 کے اشعار مندرجہ بالا غزل میں نمبر 2، 4 تا 12، 15، ہیں- شعر نمبر 15 مقطع ہے جس کا مصرع اولیٰ بدل کر مطبوعہ اور بنیادی میں اسے ایک شعر بنا کر اس غزل میں ضم کیا گیا ہے- اول کی غزل نمبر شمار 87 کے اشعار مطلع، 3، 13، 14، 16، 20، 2، 24، تا 26 ہیں-

مندرجہ بالا غزل کے اشعار نمبر 21، 23، اول میں نہیں ہیں- اول کی غزل نمبر 86 کے کل 3 شعر، مع مطلع نمبر 2، 4، 9 اضافی ہیں- اول کی غزل نمبر شمار 87 کے کل 2، شعر نمبر 5، 13، اضافی ہیں-

اول کی غزل نمبر شمار 86 کے اضافی شعر (مع مطلع، 2، 4، 9)

ترکِ مطلب کا کرے وصف جو انساں پیدا — ظلمتِ گور میں ہو چشمۂ حیواں پیدا
ہوگی میرے تنِ زار کی دولت بارے — دیدۂ حلقۂ زنجیر میں مژگاں پیدا
جس روش سے وہ مرا سروِ خراماں گزرا — سایۂ قد سے ہوئے سروِ گلستاں پیدا
سرمۂ گرد قناعت جو لگے آنکھوں میں — روزنِ مور سے ہو ملکِ سلیماں پیدا

اول کی غزل نمبر شمار 87 کے اضافی اشعار (نمبر 3، 5، 13)

سرو کا تخم لگائیں جو مری تربت پر — اثرِ داغ سے ہو سروِ چراغاں پیدا
دیکھوں رونے میں ترے دانت تو اشکوں کے عوض — صدفِ چشم سے ہو گوہرِ غلطاں پیدا

غلط کہتے ہیں اس رخ کا ہوا خط بے رقم پیدا — کہ زلفوں کے ہوئے تھے اُس کے لکھنے کو قلم پیدا
تری ہی رہ گزر میں گبرو مومن کرتے ہیں سجدے — ترے نقشِ قدم سے ہو گئے دیرو حرم پیدا
بیابانِ طلب میں ہم نہیں ایسے خضر کے پیرو — زمیں کیا جس کا پتھر پر ہوا نقشِ قدم پیدا؟ 1
فلوسِ داغِ یاس ، افلاس میں پائے حسینوں سے — مقدم عشق سے کرتے تھے دینار و درم پیدا
عیاں ہے ہر حبابِ بحر سے کیفیتِ دنیا — برائے چشمِ بینا ہیں ہزاروں جامِ جم پیدا 2
لبِ دریا اگر دھوئے وہ کافر اپنی زلفوں کو — تو سانپوں کی طرح ہر موجِ دریا میں ہو سم پیدا
مری آتش زبانی ہے خراب اس دورِ آخر میں — کیا اس شمع کو بزمِ جہاں میں صبحِ دم پیدا
فقط نقصان نہیں ہے عاشقی میں کچھ ہے حاصل بھی — جو گم ہوتا ہے دل پہلو سے تو ہوتا ہے غم پیدا 3
کیا کرتا ہے گردوں بے نشاں بنیادِ ظالم کو — کہیں ہوتا نہیں شداد کا باغِ ارم پیدا
لگا اپنی کمر سے وہ دوپٹا کھولنے اک دن — تو میں سمجھا ہوا یہ جادۂ راہِ عدم پیدا
جبیں کیونکر برہمن مارے سجدوں کے نہ گھس ڈالیں؟ — ہوا ہے تیرے سنگِ آستاں سے ہر صنم پیدا 4
نہیں ممکن کہ کلکِ فکر لکھے شعر سب اچھے — برستا ہے بہت نسیاں گہر ہوتے ہیں کم پیدا
کجی روزِ ازل سے طینتِ موذی میں داخل ہے — کیا خالق نے ساتھ انھیں کے ناسخ پیچ و خم پیدا 5

1- اول - ا = بیاں طلب ....
2- ، 1 = ... میں .... = ب = ..دیدہ.. لاکھوں...
3- 1 = مخطوطے میں سہوِ کاتب سے مصراع اولیٰ کے آخر میں "کچھ بھی حاصل ہے" -
، ب = سہوِ کاتب سے "کچھ بھی حاصل ہے"-
4- 1 = ... ڈالے
5- 1 = سہوِ کاتب سے مخطوطے میں " موزی " بہ جائے " موذی "

مندرجہ بالا غزل اول میں 16 ، اشعار پر مشتمل ہے- اول کی اس غزل کے شعر نمبر 5، 9، 10، 13، اضافی ہیں- اضافی شعر حسب ذیل ہیں-

تاسف کرتا ہے کیا دم کو ، جو دم ہے غنیمت ہے- — دم آخر جو ڈھونڈے گا نہ ہوگا اک دم پیدا
بتوں کی بس جفائیں سہتے سہتے مر گئے آخر — خدایا کیا ہوئے تھے اس لئے دنیا میں ہم پیدا
دکھائی جام مے نے مجھ کو سیرِ عالمِ بالا — نہ جام ایسا ملے سو بار اگر مر کر ہو جم پیدا

میں اگر زینتِ فتراک کے قابل ہوتا — حلق میرا بھی تہِ خنجرِ قاتل ہوتا

گر سرِ زلفِ گرہ گیر نہ ہوتا مجھ کو — کیا گنہ تھا جو میں پابندِ سلاسل ہوتا

قیسِ نالاں کو رہا رخصتِ لیلی میں نہ ہوش — ایک جرس اور وگرنہ پسِ محمل ہوتا

شاخِ آہو میں بھویں آنکھیں میں چشمِ آہو — مشکِ نافہ تھا کوئی ناف میں گر تِل ہوتا 1

بس میں ہوتا میں پرائے نہ کبھی آئے ناسخ! — آہ میرا ، میرے قابو میں اگر دل ہوتا 2

1۔ اول ۔ ب = ... اگر ....

2۔ م ۔ 1 = ... یوں ......

طرف زیست میں جاں باختہ مائل نہ ہوا — کچھ غم ناز کی بازوئے قاتل نہ ہوا

لے چلی موت مجھے سوئے حسینانِ بہشت — ایک دم پاس جو وہ حورِ شمائل نہ ہوا

آتی ہے عالمِ بالا سے صدا مانگ سودوں — امتحاں کو بھی میں لیکن کبھی سائلہ ہوا

بارے احسانِ فلک سے تو ملی آزادی — یہ بھی حاصل ہے اگر کچھ مجھے حاصل نہ ہوا

کان کو کھولے نسیمِ سحری نے ناسخ! — تو بھی گُل سامعِ فریادِ عنادل نہ ہوا

1۔ اول ۔ ب = ... جویاں ....

* اول میں یہ غزل 8، اشعار پر مشتمل ہے۔ اول میں مندرجہ بالا غزل میں شعر نمبر 3 نہیں ہے۔
اول میں 4 شعر، نمبر 3، 4، 6، 7، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

ہاتھ گل کھائے مرے کیوں نہ ہوں اُس سے محروم ؟ — ہار جس کی کبھی گردن میں حمائل نہ ہوا

کی ہے نقشِ زر مسکوک سے تسخیرِ پری — عمر بھر میں کبھی منتِ کشِ عامل نہ ہوا

پاس ساحل کے ہوا غرق ولے غیرت سے — ہاتھ میرا طرفِ دامنِ ساحل نہ ہوا

جب مرقع پہ پڑا یار ترا تیرِ نگاہ — کون تھا طائرِ تصویر جو بسمل نہ ہوا

کاوشیں اب تک چلی جاتی ہیں گو میں مر گیا
سانپ جس کو سونگھ جاتا ہے وہ مرتا ہے ولے

قتل گہ سے جب چلا قاتل مرا سر کاٹ کر
اور طائر سے یہ ہوتی عرش پروازی کہاں ؟

گرچہ ہم بستر ہیں ہم تم پر بہم روٹھے ہوئے
تو وہ شیریں ہے کہ تیرے حکم سے فرہاد ساں

نکلے کیا اُس کے نشاں ہونے لگا میں بے نشاں؟
مل گیا رستے میں تو بھاگا چھپا کر منہ کو ہائے

ہوں چراغ اُس بزم کا ناسخ کہ جس میں لاکھ بار

جائے گُل کانٹے مری تربت پہ ظالم دھر گیا
زلف ہے وہ سانپ جس کو سونگھ کر میں مرگیا

دور تک پہنچانے کو لاشہ مرا بے سر گیا
نسرِ طائر خط مرا اس ماہ کو لے کر گیا

آج کیا جوڑا ہیں اپنے بخت کا لختر گیا
بے ستونِ آسماں پر خسروِ خاور گیا

فوجِ غم نے مجھ کو گھیرا جب سے وہ لشکر گیا
کھد یا کھدو نہیں ہیں گر میں اُس کے گھر گیا

پتلیوں کا عالمِ ہستی تماشا کر گیا

خوب سا نظارہ قاتل تہِ خنجر کیا / سر دیا لیکن مہمِ عاشقی کو سر کیا

تو نہیں ملتا تو ہم بھی تجھ سے اب ملتے نہیں / سنگ دل ہم نے بھی اپنے دل کو اب پتھر کیا

جیتے جی کیا ہو کمندِ بے قراری سے نجات ؟ / برق کو گردوں نے میرے بخت کا اختر کیا 1

روئے آتشناک کے نظارے کی آئی نہ تاب / اشک سے گو سالہا آنکھوں کو میں نے تر کیا

جانِ شیریں کب گئی ہے کوہ کن کی رائیگاں / کہتے ہیں شیریں نے آخر آپ کو پتھر کیا 2

کب میں دینداری سے گزرا اُس صنم کے عشق میں ؟ / جب کمر دیکھی خیالِ موئے پیغمبر کیا 3

ہوگیا ضبطِ فغاں کے ساتھ سینہ چاک چاک / لاکھ در وا ہوگئے گر ہم نے بند اک در کیا 4

کون ہے جس کو نہیں اُس صاحبِ عصمت کی یاد ؟ / گھر میں بیٹھے بیٹھے اک عالم کے دل میں گھر کیا

جوششِ مضموں سے طوفاں زا ہوئی ناسخ! یہ بحر / کشتیِ طبع رواں کو ہم نے اب لنگر کیا

1۔ مطبوعہ ۔ ب = ... کا ...= مخطوطے میں سہو کاتب سے "بخت کا" کی بہ جائے "بخت کو "

2۔ ء ۔ ب = ... جوہر .... = اول = جوہر ..

3 ۔ اول ۔ ب = ... زلف .....

4۔ ء ۔ ب = ... در ایک .....

* اول میں یہ غزل 16 ، اشعار پر مشتمل ہے۔ اول میں اس غزل کے 7، شعر نمبر 3 ، 5 ، 9 ، 12 ، 13 ، 14 ، 15 ، اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں۔

شمع ساں مرنے نہیں دیتا مجھے اعجازِ عشق / تن سے اُس قاتل نے میرا سر جدا اکثر کیا

جی مرا جاتا ہے گھبرا آج اتنا کس لئے ہے ؟ / اے صبا! کیا تونے اُس کی زلف کو ابتر کیا ؟

ایسے روئے اور اتنے کھائے داغ اُس حور پر / سینے [کو] جنت بنایا چشم کو کوثر کیا 1

.... حسرت نصیبِ عشق بار / سیم تن تجھ کو کیا حق نے ہمیں بے ذر کیا 2

تونے جو پہنا تلا وہ ہم نے بھی تقلید کی / جوشِ وحشت میں غل و زنجیر کو 3

سلطنت دی ہے جنوں نے مجھ کو ملکِ عشق کی / آہ کا جھنڈا بنایا اشک کو لشکر کیا

داغ سودائے سرِ شوریدہ پر مانند ہے / دود کو گل گوں بنایا شعلے کو افسر کیا

---

1 ۔ ب ۔ ..(کو)

2 = الف = ناخوانا

3 = ب = ناخوانا

دم ہے بند آگے ترے تیغِ صفاہانی کا — قاتلِ خلق ہے عالم تری عریانی کا
جاؤں وحشت میں کہاں وادیٔ ایمن کے سوا ؟ — ہوں میں دیوانہ کسی چہرۂ نورانی کا
پہنچے کیا گوشہ نشینوں کو ضرر دشمن سے — آتشِ سنگ کو کچھ خوف نہیں پانی کا 1
کھینچتا تھا وہ بہت قامتِ جاناں کی شبیہہ — حال آخر کو کیا دار نے کیا مانی کا ؟
کس کے کوچے میں جبیں سا تو ہوا ہے ناسخ ؟ — چاند سا داغ ہے روشن تری پیشانی کا

1۔ اول ۔ ا = ۔ ۔ کب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اول میں یہ غزل 14 ، اشعار پر مبنی ہے۔ اول میں اس غزل کے 9 ، اشعار نمبر 2 ، 3 ، 5 ، 6 ، 9 ، 10 ، 11 ، 12 ، 13 ، اضافی ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

یار نخوت پہ ہوئی موج زن اب عالم میں — کہ ہر اک مور کو دعویٰ ہے سلیمانی کا
کوہ سے ظلِ ہما کو میں سمجھتا ہوں گراں — بوجھ اُٹھا مجھ سے کہاں افسرِ سلطانی کا ؟
عمر بھر خوابِ پریشاں نظر آئیں اُس کو — جو کہ افسانہ سنے میری پریشانی کا
آگے اُس ماہ کے کہتا ہے ہر ایک مردمِ چشم — کیا نظر آئے کہ پُتلا ہوں میں حیرانی کا
آؤں رونے پہ اگر تو کرۂ خاک میں بس — طور آجائے نظر کشتیِ طوفانی کا
میرے ویرانے میں تا رکھ نہ سکے کوئی قدم — دیدۂ شیر کو عہدہ ہے نگہ بانی کا
اے صنم! منکرِ توحید خدا ہیں وہ لوگ — ہے گماں جن کو زمانے میں ترے ثانی کا
لا مکاں کہتے ہیں جس کو ہے نشیمن میرا — نغمہ پیرا میں نہیں اس چمنِ فانی کا
کرے انصاف گریباں میں کبھی ڈال کے منہ — مدعی اپنے سخن ہائے گریبانی کا

ساتھ اپنے جو مجھے یار نے سونے نہ دیا — رات بھر مجھ کو دلِ زار نے سونے نہ دیا

خواب ہی میں نظر آتا وہ شبِ ہجر کہیں — سو مجھے حسرتِ دیدار نے سونے نہ دیا

خفتگیِ بخت کے کیا کہنے کہ جُز خوابِ عدم — عمر بھر دیدۂ بیدار نے سونے نہ دیا

مرگ اک سوتی تھی ورنہ یہ کراہا شب کو — کہ جہاں کو ترے بیمار نے سونے نہ دیا

یاد اس زلف کی رہ رہ کے مجھے دلوائی — ہجر میں مجھ کو شبِ تار نے سونے نہ دیا

یہی صیاد گلہ کرتا ہے ناسخ ہر صبح — نالۂ مرغِ گرفتار نے سونے نہ دیا (1)

1۔ مطبوعہ ۔ مقطع ا ۔ . . . . میرا . . . . = اول = مرا

* اول اور مطبوعہ میں اس غزل کا شعر نمبر 6 عام شعر ہے اور اضافی شعر نمبر 7 مقطع ہے۔
اول اور مطبوعہ کا اضافی مقطع حسب ذیل ہے۔

سمجھے تھے بعد فنا پائیں گے راحت ناسخ ! — حشر تک وعدۂ دیدار نے سونے نہ دیا

یاروں نے راحت عدم میں کی میں نالاں رہ گیا
قافلہ منزل میں جا پہنچا جرس یاں رہ گیا 1

کی اِدھر دل نے کشش کھینچا اُدھر سفاک نے
ٹوٹ کر آخر مرے سینے میں پیکاں رہ گیا

میں درِ فردوس پر رضواں کو سمجھا اک رقیب
بعد مردن بھی خیالِ کوئے جاناں رہ گیا

عمر بھر وحشت میں گر صحرا نوردی کی تو کیا
سیر کے قابل جو تھا دل کا بیاباں رہ گیا

فصلِ گل میں بھی نہ زندانِ تعلق سے چھٹا
ناتوانی سے مرا طوقِ گریباں رہ گیا

روزِ روشن تیرہ بختی سے نہ دیکھا عمر بھر
شب کی شب گویا میں اِس محفل میں مہماں رہ گیا

اشکِ بے تاثیر کو نادم کیا برسات نے
مینہ کے باعث رات میرے گھر میں جاناں رہ گیا

حسرتِ پابوسِ قاتل دل سے نکلی وقتِ قتل
تیغ کا ناسخ اِمرے سر پر یہ احساں رہ گیا

1۔ مطبوعہ ب = ... اترا ..... = اول = ... اترا ....
2 م ۔ ا = اشک کی تاثیر نے نادم کیا برسات کو

* اول میں یہ غزل 13، اشعار پر مشتمل ہے اول میں اس غزل کے شعر نمبر 4، 6، 7، 10، 12، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

روح جب رخصت ہوئی سمجھا میں جسم کو
ماہِ کنعاں چھٹ گیا خالی یہ زنداں رہ گیا

بے دماغی میں کہاں تالیف دیواں کا خیال ؟
اپنی خاطر ہی کا مجموعہ پریشاں رہ گیا

کرچکی تھی خلق میں رسوا جدائی یار کی
موت کی سفقت سے میرا رازِ پنہاں رہ گیا

زیر خنجر کر دیا نظارۂ قاتل نے محو
ذبح ہونے کے مزے کا مجھ کو ارماں رہ گیا

میں زوالِ حسن میں سمجھا یہ روئے یار کو
ہوگیا خالی خزانہ مارِ پیچاں رہ گیا

اثر خونِ جگر میں کیا ہے آبِ زندگانی کا ؟
نہیں مرتا میں فرقت میں برا ہو سخت جانی کا

مزا یہ تلخ فرقت میں ہے عیشِ زندگانی کا
چراغِ گور ہے ساغر شرابِ ارغوانی کا 1

غمِ فوت عبادت کب ہے ہم رندوں کو اے زاہد ؟
یہاں ہر جامِ مے دریا ہے آبِ زندگانی کا 2

کبھی جو شیشۂ لبریزِ مے کی سرکشی دیکھی
تو عالم آگیا یاد اپنی مستی و جوانی کا

جگر بھنتا ہے اک سو اک طرف کو زخم پکتے ہیں
تردد خانۂ دل میں ہے غم کی میہمانی کا

کیا حق نے بخیر انجام میرا مے پرستی میں
ہوا لبریز مے سے جام میری زندگانی کا

کوئی لکھ کر اٹھاتا ہے جو اِن کو اٹھ نہیں سکتے
بندھا جن حرفوں میں مضموں ہماری ناتوانی کا 3

دہانِ زخمِ دل کے قہقہے بے طور ہیں ناسخ !
تصور ہے تجھے کس کے لباسِ زعفرانی کا ؟

تلخ
1۔ اول ۔ ا = ... تجھ بن ہوا ہے ......
2۔ ۔ ا = ... حقارت سے نہ دیکھو مجھ کو ہوں میں تیرہ روز ایسا
۔ ۔ ب = کہ .....
3۔ مطبوعہ ۔ ا = کوئی ...... مخطوطے میں سہو کاتب سے "کو" بہ جائے "کوئی"

* مطبوعہ کا شعر نمبر 3، اضافی ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

کھلے دروازے ہر شب چین سے سوتے ہیں ہم جب سے
دیا ہے خانۂ ویراں کو عہدہ پاسبانی کا

اول میں یہ غزل 14، اشعار پر مبنی ہے۔ شعر نمبر 7، 8، 11، 12، 13، اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں۔

سنے ہیں جب سے عالم نے ہمارے نالۂ موزوں
نہیں اب کوئی بھی مشتاق دیوانِ فغانی کا

کرے کوئی نہ میرا ذکر ہو گز اپنی محفل میں
کہ خوابِ مرگ لایا ہے اثر میری کہانی کا

نہیں درکار اے جراح ! میرے زخم کو مرہم
مجھے کرنا نہیں منظور قاتل کی نشانی کا

پئیں ہے ساقیا ! مارے خوشی کے مست ہو جائیں
جو تُو محفل میں اپنے ہاتھ سے دے جام پانی کا

وہ سوتا ہے تو ڈرتا ہوں نہ آئے خواب میں کوئی
نہیں چین اُس کے ہاتھوں سے برا ہو سخت جانی کا

ور ہے روشے مہ جبیں کا کہ ہو خجل چاند چودھویں کا
جو حلقہ ہے زلفِ عنبریں کا وہ ایک نافہ ہے مشکِ چیں کا

و وصفِ دہانِ شیریں رہا ہے وردِ زبانِ شیریں
بدن میں جب تک ہے جانِ شیریں مزا دہن میں ہے انگبیں کا

نم فتاں ہے غیرتِ مل وہ زلف پیچاں ہے رشک سنبل
عذار میں ہے شباہتِ گل بدن میں عالم ہے یاسمیں کا

جوش پریاں ہے اشک کا یم، کہ ساتوں دریا میں قطرے سے کم
جسے کہ کہتے ہیں سب جہنم شرر ہے ایک آہِ آتشیں کا

ہ ہے جوشِ داغِ ہجراں ہوا میرا سینہ باغِ رضواں
برائے گل گشت جائے غلماں خیال پھرتا ہے اک حسیں کا

ی کی ہے ساعدوں کا عالم کہ جس نے دیکھا ہوا وہ بے دم
نیامِ تیغِ قضائے مبرم لقب ہے قاتل کی آستیں کا

ہو بد بخت عاشقی کا نہ دیں ہو برباد یوں کسی کا
بنا ہے عشق بتاں میں ٹیکا نشانِ سجدہ مری جبیں کا

ہو پھاہا پرِ سمندر یقیں ہے ہو خاک دم میں جل کر
سنا جو ہو آفتابِ محشر کھرنڈ ہے داغِ آتشیں کا

ہے انصافِ دوستاں سے کہ اتنا فرمائیں سب زباں سے
کیا ہے ناسخ نے آسماں سے بلند تر رتبہ اس زمیں کا

مطبوعہ - ب - ...... اک ....

" ا - ...... مرا ......

" مقطع- ب - ...... اس... مصرع ثانی پر سہو کاتب سے "س" بجائے "اس"

اول میں اس غزل کے اشعار کی تعداد ۱۱ ہے - دو شعر اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں -

فوں سے پر جام چشمِ تر کا وفور نالوں میں ہے شرر کا
انیس ہے خارِ غم جگر کا ہے دماغ ہم دم دلِ حزیں کا

ے جینا جہاں میں مشکل زمانہ ہے میرے جی کو قاتل
نہ تڑپوں کیوں کر بسانِ بسمل بنا ہوں چورنگ تیغ کیں کا ؟

جو دل ہی ٹوٹ گیا کیا ہوں شعر تر پیدا ؟
ہوئے ہیں شاخِ شکستہ سے کب ثمر پیدا ؟

وہ نخلِ باغِ جہاں میں ہوں میں کہ ہوتی ہے
ہر ایک شاخ ، پئے دستۂ تبر پیدا

کیا ہے آتشِ غم نے مرا یہ خشک لہو
کہ مثلِ سنگ رگوں میں ہوئے شرر پیدا

چمن سے اڑ چلیں اُس رشکِ گل کے کوچے میں
ہوئے ہیں اس لئے بلبلوں کے پر پیدا

شگفتہ غنچہ نہ جب تک ہو بُو نہیں آتی
ہو چاک چاک اگر دل تو ہو اثر پیدا

جو ہیں حسین وہ مفلس کبھی نہیں رہتے
گلوں کے ساتھ ہی ہوتا ہے دیکھو زر پیدا

میں بے خبر ہوں مگر ہے جنونِ عشق یہاں
ہوئے ہیں داغ چھپانے کو موئے سر پیدا

یہ رنگت اس کی سنہری ہے گر نہائے کبھی
نیارئیے کریں حمام سے بھی زر پیدا

خدا سے کب ہوئی پوری مراد ظالم کسی؟
چھپایا باغِ ارم کو کیا جو در پیدا

نہ داغِ یاس سے گھبرا ، بر آئے گی امید
گلوں کے بعد ہوا کرتے ہیں ثمر پیدا

پس از وفات بھی تاثیر گریہ باقی ہے
مرے غبار سے ہوتا ہے ابرِ تر پیدا

یہ سرکشی سے ہے افتادگی کی قدر بلند ؟
کہ آگ سے ہوئے جن، خاک سے بشر پیدا

خدا کے کام کچھ آلات پر نہیں موقوف
ابوالبشر ہوئے بے مادر و پدر پیدا

وہ آفتاب ہے پر تو فگن، عجب کیا ہے ؟
ہمارے سنگِ لحد سے ہو لعل اگر پیدا

بنا ہے خاک سے یوں آپ کا تنِ پُر نور
کہ جیسے ہو شبِ تاریک سے سحر پیدا

پناہ ملتی ہے خلقت کو مگر ظالم سے
جو کرکدن کو کریں قتل ہو سپر پیدا

جہاں میں جتنے تھے شیریں ادا ہوئے خوں ریز
یقیں ہے نیزے ہوں اب جائے نیشکر پیدا 1

ستارۂ سحری ہے اگر ترا دُرِ گوش
ہوئی ہے تیرے بنا گوش سے سحر پیدا

لگے ہیں موتیوں کے پھل تو سونے کے پتے
ہوا جہاں میں نہ اُس سرو سا شجر پیدا

بلائے چشم نہ حسن اور نہ نغمہ آفتِ گوش
کریں وہ چین ہوئے ہیں جو کورو کر پیدا

1۔ مطبوعہ ۔ ب = ... نیزیں ....

اے شبِ غم! اب نہیں اس کے سوا تدبیرِ خواب — جھٹ کے قیدِ زیست سے کرتے ہیں ہم تسخیرِ خواب

وصل کی شب سوگیا تھا میں سو غم نے عمر بھر — آنکھ بھر لگنے نہ دی میری پئے عزیرِ خواب 1

عالمِ اسباب میں ، اسبابِ غفلت ہیں عزیز — خلق کی آنکھوں میں جا ہے دیکھنا تو تیرِ خواب

بعد مدت خواب میں آیا جو وہ میں چونک اٹھا — یہ گناہِ بختِ خوابیدہ ہے ، اور تقصیرِ خواب 2

گر مسیحا کو نہیں ، میری عیادت کا خیال — پڑ گئی ہے کیا ؟ اجل کے پاؤں میں ، زنجیرِ خواب

میں نے خوابِ وصل کو اُس سے کیا ہے جب بیاں — اُس نے الٹی ہی سنائی ہے مجھے تعبیرِ خواب

طاقتِ جنبش شبِ فرقت کے صدموں سے نہیں — پنجۂ مژگانِ تر کیوں کر ہو دامن گیرِ خواب

یار سو جائے تو جاگیں طالعِ خفتہ مرے — وصل کی شب قتل کرتی ہے مجھے تاخیرِ خواب

پلوچ گوئی میں کھلے گر منہ ہے غفلت کی دلیل — پے بہ پے خمیازے اکثر لاتی ہے تاثیرِ خواب

اس کے مژگاں خواب میں دیکھے، سحر بسمل اٹھا — ہوگیا پیغام اجل کا مجھ کو ناسخ اِتیرِ خواب

---

1 ـ اول ـ ا = ... زیجت . . . . .

2ـ مطبوعہ ـ ب = ... اور . . . . مخطوطے میں سہو کاتب سے "او "بہ جائے " اور "

* اول میں مندرجہ بالا غزل 13 ، اشعار پر مشتمل ہے ـ اول میں اس غزل کے کل تین شعرنمبر 3 ، 8 ، 9 ، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

گر یونہی غفلت رہی تو کیا عجب جو بعدِ مرگ ؟ — ہو تنِ خاکی ہمارا سرمۂ تسخیرِ خواب

گفتگوئے اہلِ غفلت کب ہے برانے سے کم ؟ — سننے کے قابل نہیں ہوتی کوئی تقریرِ خواب

روئے بیداری کبھی اُس کو نظر آتا نہیں — مردمک کی جا ہے چشمِ بخت میں تصویرِ خواب

ے مری مستی کو عشقِ ساقیِ کوثر شراب — رات دن پیتا ہوں میں بے شیشہ وساغر شراب
وں نظر آتا ہے صاف اُس کے تنِ نازک سے یوں — جس طرح مینائے بلوریں میں ہو احمر شراب
ے دلِ مجروح کی اُس چشمِ مے گوں پر شفا — کام مرہم کا کرے کیوں کر نہ زخموں پر شراب ؟
چھ ہوں مے کش پر آے زاہدانہ کرغیبت مری — گوشت کھانے سے برادر کے تو بہتر ہے شراب 1
بچتے ہیں اہلِ عصیاں دہشتِ تعزیر سے — رعشہ دار انسان کو کر دیتی ہے اکثر شراب 2
ت عشرت ہوئی بے تلخ کامی کب حصول ؟ — ذائقے میں دیکھ لو رکھتی ہے تلخی ہر شراب
ے کشی سے زاہدوں کو اس لئے انکار ہے — تانہ ان بد باطنوں کے کھول دے جوہر شراب
یں جو عالی ہمت ان کو مے کشی سے عشق ہے — آدمی کی عرش پروازی کو ہے شہپر شراب
وں نجس ہرچند لیکن پاک کر دے گا وہی — جن کی نز دیکی سے ناسخ ہوتی ہے اطہر شراب

1۔ اول ۔ا = ... بڑا ......
2۔ مطبوعہ ۔ب = ... ہے جو اکثر ....
3۔ اول ۔ب = ... دیکھو تو ......

* اول میں مندرجہ بالا غزل 11 ، اشعار پر مشتمل ہے۔ اول کی اس غزل کے 2 شعر نمبر 2، 7 ، اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں۔

ے تصور کس کی چشمِ مست کا جوان دنوں ؟ — جائے اشک آنکھوں سے جاری ہوتی ہے اکثر شراب
رمِ خورشیدِ محشر سے نہ پہنچے تاکزند — اس لئے کرتی ہے واعظ مجھ کو دامن تر شراب

کیا تری الفت میں ہیں اک نالہائے عندلیب ہے شکست رنگ گل میں بھی نوائے عندلیب
مثل پروانہ جو اس محفل میں جائے عندلیب آگ اپنے آشیانے کو لگائے عندلیب
تو ہے ایسا گل کو تیرے نقش پا خاک کا عارض گل کے لئے غازہ بنائے عندلیب
دست جاناں میں جو دیکھے طائر رنگ حنا اپنے سر پر بازوؤں سے خاک اڑائے عندلیب
ایک دم بیٹھے تھے وہ آکر تری دیوار پر چومتے ہیں عنچۂ گل آج پائے عندلیب
ساعد و بازوئے جاناں ہیں برنگ شاخ گل مرغ دل کا دم پھڑکتا ہے بجائے عندلیب
آج میرے داغ سے چھوٹا ہے پھا ہا اے نسیم ! ارمغاں لے جا یہ گلشن میں برائے عندلیب
گل پہ مرتے مرتے اس خورشید پر بھی غش ہوئے اب تو گل قند آفتابی ہے دوائے عندلیب
چھوڑ دے گلشن میں اے صیاد ! اپنے دام سے یہ زر گل ہے کف گل میں بہائے عندلیب
گر ترے پائے حنائی دیکھ لے گلزار میں نالوں سے گلزار کو سر پر اٹھائے عندلیب

رشک اسے آتا ہے سوتا ہے جو وہ گل میرے ساتھ وصل کی شب کیوں نہ نالوں سے جگائے عندلیب ؟
تو ہی وہ گل ہے کہ چھوتے ہی نشان ہو ہاتھ کا بڑتے ہیں کب روئے گل پر نقش ہائے عندلیب ؟
تیری محفل وہ چمن ہے جس میں اے رشک پری عاشقوں کے ہوش اڑتے ہیں بجائے عندلیب
نغمہ سنج ایسا ہوں کھائے استخواں گر بعد مرگ زاغ کی منقار سے نکلے نوائے عندلیب
داستان صیاد و گل جس کی فقط رہ جائے گی ہے ثبات گل ہمیشہ نہ بقائے عندلیب
ہے یہی مفہوم گلبارنگ صریر کلک سے ہے ابھی باقی بہت ساماجرائے عندلیب

مطبوعہ میں شعر نمبر 5 ، 6 کی ترتیب برعکس ہے۔
مطبوعہ میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 14 ہے۔ مخطوطے میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 16 ہے ۔ دو اشعار ، شعر نمبر 13 ، 14 مطبوعہ میں اس سے اگلی غزل میں شامل کئے گئے ہیں۔ شعر نمبر 10 ، غیر مطبوعہ اور بنیادی مخطوطے میں اضافی ہے۔
اول میں مطبوعہ اور بنیادی کے برعکس اس قافیے اور ردیف کی دو غزلیں ہیں۔ بنیادی اور مطبوعہ کی تینوں غزلیں اول کی انہی دو غزلوں سے مرتب شدہ ہیں۔ مندرجہ بالا غزل اول میں کل 27 اشعار پر مشتمل ہے۔ مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 7 ، اول میں نہیں ہے۔ بنیادی مخطوطے کا اضافی شعر بھی اول میں اس غزل میں موجود ہے۔ اول کی اس غزل کے بعض اشعار مطبوعہ اور بنیادی کی اس قافیے اور ردیف کی غزل میں 2 اور 3 میں شامل ہیں۔ اول کی اس غزل کے شعر نمبر 10 ، 15 ، 25 ، 26 ، 27 ، مطبوعہ اور بنیادی کی اس ردیف اور قافیے کی غزل نمبر 2 میں شامل ہیں۔ اول کی اس غزل کے شعر نمبر 12 ، 19 ، 24 ، مطبوعہ اور بنیادی

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

گزشته صفحے کا بقیہ حاشیہ)

اس ردیف اور قافیے کی غزل نمبر 3 میں شامل ہیں ۔اول کی اس غزل کے مطبوعہ اور بنیادی کے اس ردیف قافیے کی غزل نمبر 2 ، 3 میں شامل اشعار خارج از شمار کرتے ہوئے کل 4 شعر اضافی ہیں۔اول میں اس غزل میں ر نمبر 4 ، 5 ، 21 ، 22 اضافی ہیں ۔جو درج ذیل ہیں۔

ں وہ بے کس میری تربت پر چڑھانے کے لئے | برگ گل منقار میں لے لے کے آئے عندلیب
شی اس گل کا ہوں میں کہ میرے تلوے میں چبھیں | جائے گل کانٹوں کو آنکھوں سے لگائے عندلیب
ق و معشوق میں جلوہ ہے میرے دوست کا | ہے زیادہ گل سے بھی رنگیں نوائے عندلیب
ے وہ گلگشت میں نالوں سے ہو کر بے دماغ | گل (کو) کیوں کر ہے گوارا یہ جفائے عندلیب

گر مزہ اُس رشکِ گل کے دیکھ پائے عندلیــــب — اشیاں میں جائے گل کانٹے بچھائے عندلیب

کر دیا اس گل کے پر تونے جو دریا کو چمـــن — بلبلوں سے صاف آتی ہے صدائے عندلیب 1

عارض جاناں کے ہوتے گل پہ کیوں عاشق ہوئی ؟ — ہو گئی صیّاد پر ثابت خطائے عندلیــب

بہ کر اس غیرتِ گلشن پہ مجھ کو وار کـــر — بس یہی صیّاد سے ہے التجائے عندلیب

عاشقوں کی قدر معشوقوں سے ہوئی ہے زیـــاد — دیکھ لو گل سے زیادہ ہے بہائے عندلیب

کب قفس میں صحنِ گلشن یاد آتا ہے اســـــے ؟ — عارضِ صیاد ہیں حاجت روائے عندلیــب

جامِ مے لبریز ہیں ساقی! فقط مطـــرب نہیـــں — گل کھلے ہیں باغ میں خالی ہے جائے عندلیب 2

ہر کلی منقار ہے اُس رشکِ گل کے عشـــق میـــں — آتی ہے ہر شاخِ گل بن سے صدائے عندلیب

جائے گل دیکھوں الہیٰ منہ اُس محبـــوب کا — ہے یہی ہر صبح گلشن میں دعائے عندلیــب

نقش پا تیرا جو ہے اک گل وہ ہے اے خوش خـــرام! — ہر صدائے پا ہے رشکِ نغمہ ہائے عندلیــب 3

موسمِ گل ہو چکا، آئی خزاں مـــر جائـــے کـــی — بھیج گلشن میں شبیہ اپنی برائے عندلیــب

گر مشابہ تری زلفوں سے نہ ہو اے رشک گل ! — دام میں کیوں آپ کو ناحق پھنسائے عندلیــب ؟ 4

طوطیاں محو تکلم کبک پامـــالِ خـــــرام — آوت قمری ہے قامت رخ بلائے عندلیـــب

چل کے صحـــن باغ میں ایسی پڑھوں رنگیـــں غـــزل — آج ہر گل کو بھلا دوں نغمہ ہائے عندلیـــب

1۔ اول ۔ا = ... کا ....

2۔ " ۔ب = گل کھلے ہیں باغ خالی میں بہ جائے عندلیب

3۔ " ۔ا = ... ہے وہ ....

4۔ " ۔ب = دم میں کیوں کر ....

* مخطوطے میں گزشتہ غزل کا شعر نمبر 4 اور اس غزل کا شعر نمبر 7 مشترک ہے اس لئے دوسری غزل ردیف عندلیب میں سے ہم نے یہ شعر نکال دیا ہے۔ اس طرح اس غزل کے اشعار کی صحیح تعداد مخطوطے میں 14 ہے مطبوعہ میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 15 ہے۔

مندرجہ بالا غزل اول کی غزل نمبر ، اسی ردیف کی غزلیں ہیں کا انتخاب ہے۔ مندرجہ بالا غزل کے اشعار نمبر 1، 2، 3، 12 اور 14 اول کی اس ردیف اور قافیے کی پہلی غزل (نمبر شمار 93) سے منتخب شدہ ہیں۔ مندرجہ بالا غزل کے اشعار نمبر 4، 5، 6، 7، 9، 11 ، اور 13 اول کی اس ردیف اور قافیے کی دوسری غزل (نمبر شمار 94) سے منتخب شدہ ہیں۔ مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 8 اول میں نہیں ہے۔

ترے دستِ حنائی دیکھ پائے عندلیب   شاخِ گل کو آہِ سوزاں سے جلائے عندلیب
از ہوشی کاش ہم کو بھی سکھائے عندلیب   نام شبنم کا ہو اور آنسو بہائے عندلیب
پنے دل ساجانتا ہوں غیر کے دل کا بھی حال   سوئے گل دیکھوں نہ ہرگز ہے رضائے عندلیب
چہرہ جاناں ہے ایسا گل کہ ہر دم ہاتھ میں   طائرِ رنگِ حنا نالاں ہے جائے عندلیب
تترِ گل سے جو دم بھر سنیک دے اے باغباں!   دور ہو جائیں ابھی سب درد ہائے عندلیب 1
جامِ مے خنداں برنگِ گل ہیں ساقی! بزم میں   ہے یقین آئے بطِ مے سے صدائے عندلیب
ہر خیاباں میں ہزاروں ہی تڑپ کر مرگئیں   کیا وبا یہ موسمِ گل ہے برائے عندلیب ؟
ہو چلا ہے خشک ہر گل رشکِ روئے یار سے   آبجو اشکوں کی گلشن میں بہائے عندلیب
دیکھ کر گل کو حقارت سے وہ گل کہنے لگا   بس یہی ہے شاہدِ رنگیں ادائے عندلیب 2
عفراں زار آگے اس گل کے ہوا صحنِ چمن   قہقہے نالوں کے بدلے اب لگائے عندلیب
اغ میں تجھ سے خجل ہو کر یہ ہر گل نے کہا   .کاش مجھ کو اپنے شہپر میں چھپائے عندلیب
پیرہن کے میں نے کیا پرزے کئے تو ہے وہ گل   نوچ کر سب بال و پر اپنے اڑائے عندلیب
شمع کے شعلے کو گر تشبیہ دوں گل برگ سے   حرم میں گل کیر سے نکلے صدائے عندلیب

و وہ ہے پر کالۂ آتش جو گزرے باغ میں   پرتو رخ سے چراغ گل جلائے عندلیب
صحن گلشن میں دکھا کر قامت گلرنگ کو   تو اگر چاہے تو قمری سے لڑائے عندلیب
انتی ہے شاخ گل صیاد ترے ہاتھ کو   خود بخود کیوں ترے قابو میں نہ آئے عندلیب
ازم سیر چمن گر ہو میرا گل پیرہن   توڑ کر پھولوں کو رستے میں بچھائے عندلیب
وسم گل میں ہمیں تو داغ ہو افلاس کا   آگے آنکھوں کے زر گل یوں اڑائے عندلیب
ہ بھی جانے خار حسرت کی خلش ہوتی ہے کیا   صانع گلشن اب اس گل کو بنائے عندلیب
یا جنوں پر زور ہو جاتا ہے میرے عشق میں   دام زنجیروں کے بھی اے گل تڑائے عندلیب
مد مرد ن اڑاتے پھرتے ہیں چمن میں بال و پر   عشق گل میں دیکھ اے ناسخ وفائے عندلیب

1= مطبوعہ ۔ ا = ... اس کو . . . . .
2= مطبوعہ = ب = ... قبائے . .

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا حاشیہ)

مخطوطے کا شعر نمبر 10 (حاشیہ) غیر مطبوعہ ہے۔ ردیف عندلیب کی تین غزلیں یکے بعد دیگرے ہیں۔ غزل نمبر 75 میں شعر نمبر 10 غیر مطبوعہ ہے۔ غزل نمبر 77 (ردیف عندلیب کی تیسری غزل) میں بھی شعر نمبر 10 غیر مطبوعہ ہے۔ تینوں غزلوں (ردیف عندلیب) غزل نمبر 75، 76 اور 77 کے کل اشعار کی صحیح تعداد مطبوعہ اور مخطوطے کی مساوی ہے یہ تعداد 51 ہے۔ مطبوعہ کی اس غزل کے شعر نمبر 16، اور 18 بنیادی میں کم ہیں۔

دیکھنا اس گل کی بد ذاتی نہ پہنچے تا جواب — مجھکو لکھا ہے بڑا خط لے کے آئے عندلیب

ند وہ بوٹا سا ہوا نامِ خدا سروِ سہی — نغمہ سنجی قمریوں کی ہے بہ جائے عندلیب

ندرجہ بالا غزل کے اشعار نمبر 1، 7، 9، 12تا 21، اول کی اس ردیف کی دوسری غزل نمبر شمار 93 ے شامل کئے گئے ہیں۔ شعر نمبر 8، 10، 11، اول کی اس ردیف کی پہلی غزل نمبر شمار 92 سے امل کیے گیے ہیں۔

ول میں اس غزل (نمبر شمار 93) میں کل 8 شعر مطلع نمبر 12، 14، 15، 16، 18، 28، 30، ضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

ردہانِ تنگ تیرا دیکھ پائے عندلیب — غنچۂ گل سے چمن میں تنگ آئے عندلیب

الۂ موزوں یہ کہتے ہیں با آوازِ بلند — آج ہم باطل کریں گے ادعائے عندلیب

یک۔ اے صیاد اب نالہ ہائے عندلیب — نکہتِ گل دوڑی آتی ہے تقائے عندلیب

شتۂ الفت رگِ گل سے تڑائے عندلیب — تو اگر گردن کے ڈورے میں پھنسائے عندلیب

ام لاتا ہے وہ صید افگن برائے عندلیب — باغ باں آبِ گل ہزاروں ہیں برائے عندلیب

اغ میں ہر سو رکھے ہیں دامِ موجِ بوئے گل — خانۂ صیاد کوتا اُڑ نہ جائے عندلیب

دشمن جان ہے ہمارا پاسبانِ کوئے دوست   ہو جیئے اب آشنائے ساکنانِ کوئے دوست
کس نے مجھ وحشی کی پھینکی ان کے آگے استخوان ؟   اک سرے سے ہوگئے مجنوں سگانِ کوئے دوست
ہاتھ میں تیرے نہ ٹھہرے گا وہاں مکتوب شوق   یاد رکھ قاصد برا ہے یہ نشانِ کوئے دوست 1.
لوٹنے میں خاک میں آنکھیں لگی ہیں سوئے بام   مرتے ہیں معراج پر افتادگانِ کوئے دوست 2.
جی اٹھا مردہ جنازہ جو گیا اس راہ سے   کر چکی ہے خلق سو بار امتحانِ کوئے دوست
وصف جنت جب کئے واعظ نے منبر پر شروع   صاف میں سمجھا کہ کرتا ہے بیانِ کوئے دوست
سارے عالم کو جو ہے بے اختیارانہ رجوع   مرکز عالم ہے شاید درمیانِ کوئے دوست
جو وہاں پہنچا وہی آگاہ اس عالم سے ہے   اور ہی کچھ ہے زمیں و آسمانِ کوئے دوست
جو وہاں جانے لگا پہنچا کنارے گور کے   رہ رو ملکِ عدم ہیں رہ روانِ کوئے دوست
خاک اے قاصد! جوابِ خط کی ہو تجھ سے امید   کاٹتے ہیں اپنے کوچے سالکانِ کوئے دوست 3
حاملانِ عرشِ اعلیٰ کے یہاں اڑتے ہیں ہوش   عرشِ اعلیٰ سے کہیں ! بالا ہے شانِ کوئے دوست
داغ حسرت ہیں چراغِ دیرو قندیلِ حرم   کون جا دل کش ہے دنیا میں لبسانِ کوئے دوست ؟
غیر ہو شیطاں تو اپنا نعرہ ہو تیرِ شہاب   ایسے اے ناسخ! ہیں ہم آتش زبانِ کوئے دوست

1۔ ص ب = ۔۔۔۔۔ بڑا ۔۔۔۔۔ = اول = بڑا

2۔ اول ۔ ا = ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر ۔۔۔۔۔

۔ ص ب = 'الب معراج میں ۔۔۔۔۔

3۔ ص ب = ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ رفتگان ۔۔۔۔

* مطبوعہ میں شعر نمبر 7، اور 12، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

کب ہے کعبے کا ادب ایسا کہ رکھتے ہی قدم ؟   پاؤں اپنے چومتے ہیں رتبہ دانِ کوئے دوست
اے اجل ! اب ساکنِ شہرِ خموشاں کر مجھے   کیا کروں ملتا نہیں کوئی مکانِ کوئے دوست ؟

اول میں یہ غزل 16، اشعار پر مبنی ہے۔ اول کے شعر نمبر 9، 10، 13، اضافی ہیں۔ مطبوعہ کا مندرجہ بالا دوسرا اضافی شعر (یعنی نمبر 12) اول میں شعر نمبر 13 ہے۔ اول کے باقی دو اضافی شعر درج ذیل ہیں۔

کیا ہوائے سیر گلشن کو یہاں ہو اہتزاز ؟   گنتے ہیں جنت کو دوزخ عاشقانِ کوئے دوست
یاں کبھی نخلِ تمنا بار ور ہوتا نہیں   سیر جوئے اشک سے ہے بوستانِ کوئے دوست

اس چمن میں ہیں بے شمار درخت — پر کہاں مثلِ قدِ یار درخت ؟
وہ ترا سروِ قد ہے بے سایہ — صدقے ہیں لاکھ سایہ دار درخت
میرے سوزِ دروں سے کیا نسبت ؟ — میں ہوں انساں اور چنار درخت
ہر روش پر ترے ہی مجرے کو — کھڑے ہیں باندھ کر قطار درخت 1
آنکھیں بادام ہیں زنخداں سیب — قدِ جاناں ہے میوہ دار درخت
سروِ شمشاد و سدرہ و طوبیٰ — صدقے اس قد پہ ہیں یہ چار درخت
شبنم افشاں نہیں ہیں اے خوش قد ! — تیرے غم میں ہیں اشکبار درخت
ہیں وہ دیوانے ہیں جو اہلِ متاع — سنگ کھاتے ہیں بار دار درخت 2
سوزِ دل سے زمیں جلتی ہے — سبز کیا ہو سرِ مزار درخت ؟
سر اٹھائے جو باغ میں ہیں کھڑے — رکھتے ہیں تیرا انتظار درخت
قند ہیں میوہ ساتھ ہیں شاخیں — گل ہیں رخسار قدِ یار درخت
کبھی مجھ دل جلے کی تربت پر — سبز ہو گا نہ جز چنار درخت 3
ہوں میں عاشق انارِ پستاں کا — ہو نہ تربت پہ جز انار درخت 4
آدمی کیا کہ تیرے فرماں سے — دوڑے آئے ہیں لاکھ بار درخت 5
تا قیامت خلل نہیں ناسخ ! — نخلِ غم کیا ہیں پائیدار درخت

1۔ اول ۔ ا = ... ہے تیرے .....
2۔ " ۔ ا = ہیں و دیوانے ....
3۔ " ۔ ب = ... کیا ہو نہ ....
4۔ " ۔ ب = ہوں ....
5۔ " ۔ ب = ... آئیں ہیں ......

اول میں اس ردیف اور قافیے کی دو غزلیں ہیں۔ مطبوعہ اور بنیادی میں انہی دو غزلوں کے اشعار پر مبنی 3 غزلیں ہیں۔ اول میں ان دونوں غزلوں کے کل اشعار کی تعداد 45 ہے۔ بنیادی اور مطبوعہ میں ان تینوں غزلوں کے اشعار کی تعداد 49 ہے۔

* بنیادی اور مطبوعہ میں یہ غزل 15 ، اشعار پر مبنی ہے۔ اول میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 13 ہے مندرجہ بالا غزل کے اشعار نمبر 7 ، 10 ، اول میں نہیں ۔

ے تراقد وہ رتبہ نار درخت — سجدے کرتے ہیں سایہ دار درخت 1
ں کے بالوں میں کیوں نہ ہوں پتے — گلشنِ حسن کا ہے یار درخت 2
ے ہر اک شاخ کیوں نہ انگڑائی — دیکھیں اس گل کا جب خمار درخت
فر ایسا ہوں میں کہ میرے لئے — ہے ہر اک خار سایہ دار درخت
بت اُس گل کو دو نہ گلبن سے — کہ یہ ہے ایک خار دار درخت
رو آزاد سے ہیں شرمندہ — سرنگوں ہیں جو باردار درخت
شت میں رخ جو سوئے سایہ کروں — مثلاً ہو کریں فرار درخت
یں جنبشِ ہوا سے یہ اے گل ! — تیرے غم میں ہیں بے قرار درخت
جرِ طور کی طرح ہر زور — وہ جلا رہتے ہیں ہزار درخت
ھیں نرگس ہیں گل ہے رخ قد سرو ! — ایسی پائیں کہاں بہار درخت

یں گرتے ہوا کے صدمے سے — تجھ پہ کرتے ہیں گل نثار درخت
ے کو شاخوں کی جا ، دکھاتے ہیں — مجز میں تیغ آبدار درخت

قطعہ

بزرگوں میں ہو ترقیِ خُرد — کہ یہ کہتے ہیں بار بار درخت 3
ع عالم میں بڑھ نہیں سکتے — زیرِ اشجارِ سایہ دار ، درخت

۔ مطبوعہ ۔ مطلع = ... بائیدار ......
۔ ۔ = ... ہوں ہے ۔ مخطوطے میں سہو کاتب ہے ۔ "ہوں" بجائے "ہو" ۔
۔ ب = ... بار دار ......

مندرجہ بالا غزل اور اس سے اگلی غزل اول کی اس ردیف اور قافیے کی، دوسری غزل (نمبر شمار 99) کے اشعار پر مبنی ہے ۔ مندرجہ بالا غزل کے اشعار نمبر 6 ، 8 اول میں نہیں ۔

زلفیں شاخیں ہیں، قدِ یار درخت
کون ایسا ہے مشک بار درخت

سایہ اس سرو، کا، رہے مجھ پر
پائیں جس دشت میں نہ بار درخت

کیا ہی خوش ہوکے چڑھ گیا منصور
دار گویا ہے میوہ دار درخت 1

تونے مگدر ہلائے، کیوں نہ کریں
باغِ عالم میں افتخار درخت

دنگ اس گل پہ باغ میں ہوکر
بن گئے سرو گل عذار درخت

باغ کو جاؤں یادِ زلف میں کیا
شاخیں رکھتے ہیں مثلِ دار درخت 2

بھولے رم دیکھ کر ترے آنکھیں
آج آہو ہیں شاخِ دار درخت

موسم گل میں تن ہوا پُر داغ
ہوں میں گویا شگوفہ دار درخت

سرو ہے میل چشم قمری میں
ہیں ترے عشق میں یہ زار درخت

میری تربت پہ نخلِ شمع کی طرح
پھولوں کی جا ہیں شعلہ بار درخت

تجھ پہ مثلِ انار آتش بار
جلے اے سرو قد ہزار درخت 3

نخل تن یاں ہمیشہ ہے پر داغ
پھول لاتے ہیں ایک بار درخت

ہوگئے آب مثل فوارہ
دیکھ کر سرو قد یار درخت 4

بھاگا دریا یہ میرے اشکوں سے
ہوگئے وار تھے جو پار درخت

پرورش پائی میں نے صحرا میں
جائے دایہ، تھے شیر دار درخت

بخل سے گر کریں نہ شاخیں بلند
کھائیں پتھر نہ میوہ دار درخت

کوئے قاتل وہ باغ ہے جس میں
سر منصور پھل ہے، دار درخت

باغ شراد شرم سے ہے یہاں
کہ نہ تھے مثل قد یار درخت 5

کوئے جاناں سے باغ میں جو گئی
لگے کرنے صبا کو پیار درخت

کھول کر اپنے ہاتھ شاخوں کے
ہوئے رہ رہ کے ہم کنار درخت 6

1- مطبوعہ ۔ ا = ... ہوکے .... مخطوطے میں سہو کتابت سے "کہ "بہ جائے" کے"

2- مطبوعہ = ۔ ب = ... مار دار ....

3- مطبوعہ ۔ ا = ... آتش باز ....

4 - " " ۔ ا = ہوئے ....

5 - " " ۔ ب = ... تھا ....

6- " " ۔ ا = کھول کر ہاتھ اپنے

* مطبوعہ کا شعر نمبر 11، اضافی ہے۔یہ شعر بنیادی اور اول میں نہیں ہے۔یہ شعر درجِ ذیل ہے۔

تن ہے عریاں شگفتہ باغِ جنوں
ہوں میں گویا شگوفہ بار درخت

اول میں اس ردیف اور قافیے کی غزل (نمبر شمار 09) میں شعر نمبر 16، 28، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

کیا ہی خوش ہوکے چڑھ گیا منصور
دار گویا ہے میوہ دار درخت

مثلِ بستانِ یار کیا ہوں انار
کب ہے مانندِ قد یار درخت؟

تن پروری کے شغل میں کھوتا ہے جاں عبث
فکرِ مکیں ضرور ہے فکرِ مکاں عبث 1

گردش میں ہے بروئے زمیں آسماں عبث
اس تنگنائے دہر میں ہے یہ دھواں عبث

سمجھیں کہ نرم و سخت مقدر ازل سے ہے
کب ہر کسی کے گوشت میں ہے استخواں عبث

یہ رمز ہے کہ جائے سکونت جہاں نہیں
گردش میں کب ہے آٹھ پہر آسماں عبث

ہوتا ہے درد عشق جنہیں وہ یہ کہتے ہیں
طفلی میں موت آتی ، ہوئے ہم جواں عبث

ہے یہ بھی ایک رنگ گلستان دہر کا
اے عندلیب زار ہے رنگ خزاں عبث

خاکِ چمن میں آبِ مقدر ہے زیر پا
غنچوں کے کھل رہے ہیں عطش میں دہاں عبث 2

آخر غذائے مور ہے ہر جثۂ قوی
اظہار زور کرتے ہیں پیلِ دماں عبث 3

چکھوں نہیں شراب کا قطرہ بھی زاہدا
پیدا ہوئی ہے کیا مرے منہ میں زباں عبث

سنتا ہے کون قلقلِ مینا کے شور میں
ہر سمت مسجدوں میں ہے شورِ اذاں عبث

آخر دلا یہ چاہِ لحد میں گرائے گا
ہم میں سوارِ توسنِ عمرِ رواں عبث

ہم پا برہنہ چلتے ہیں ، کانٹوں پہ کیا خوشا
ہوتا ہے نعرہ زن جرس کارواں عبث

ہے صبحِ روزِ ہجر کہاں ہوش ہے کسی
کھولی ہے مے فروش نے اپنی دکاں عبث

ڈالی ادھر گلے میں ادھر ٹٹے ہوئے سی
اے رشکِ ماہ پہنی قبائے کتاں عبث

روشن ہے تیرے نور سے کاشانۂ فلک
ہیں آفتاب و ماہ کے دو تابداں عبث

تیغِ ہلال ہوگی نہ ابروسی ، کاٹ میں
پھرتی ہے رات دن یہ فلک کی فساں عبث

صد برگ سے ترا دلِ صد چاک کم نہیں
ناسخ تجھے ہوئی ہوسِ بوستاں عبث

1- مطبوعہ - مطلع ا = تن پروروں کے ......

2- " - ب = ... سے دہاں ... مخطوطے میں سہو کاتب سے "دھواں" بہ جائے "دہاں"

3- " - ب = ... زور ....

اس گل کے کان کو نہیں زیور کی احتیاج — ہے وہ صدف نہیں جسے گوہر کی احتیاج

ہمت جو ہے بلند تو ہوں داغِ یاس بھی — ہوں آسمان ہے مجھے اختر کی احتیاج

گر بخت ہے بلند تو کیا چاہیے ہنر — تیغِ ہلال کو نہیں جوہر کی احتیاج

کرتا مجھے شہید نہتا ہے پر رقیب — مانند شمر اس کو ہے خنجر کی احتیاج 1

ہر ایک گل زبانِ برگ سے کہتا ہے باغ میں — انسان کیا نبات کو ہے زر کی احتیاج 2

جب آگیا غبار ذرا سا، پہاڑ ہے — کیا ہے دلوں میں سدِ سکندر کی احتیاج

جتنا ہو ظرف ترک ہو اسباب اس قدر — خم کش کو کب ہے شیشہ و ساغر کی احتیاج

شیریں ہیں ایسے ہونٹ کہ اُس خوش مزاق کو — شربت کے واسطے نہیں شکر کی احتیاج

بے قدر دل مرا ہے حسینوں کی بزم میں — اس باغ کو نہیں ہے صنوبر کی احتیاج 3

کرتے ہیں نالہ خانہ زنجیر سے گریز — آزادۂ جنوں کو نہیں گھر کی احتیاج 4

گر ساتھ ہو جہاں میں برائے مدد خدا — تو بھی ہے تقویت کو برادر کی احتیاج

حاجت امام کی بھی ہے ناسخ اسی طرح — دنیا میں جس طرح ہے پیمبر کی احتیاج

1۔ مطبوعہ ۔ ا = ... نہ تنہا ہی ....

2۔ " ۔ ا = ہر گل ....

3۔ " ۔ ا = بے قد (قدر کی "ر" کتابت سے رہ گئی ہے۔)

4۔ " ۔ ا = ... نالے ....

* مطبوعہ میں شعر نمبر 4، اضافی ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

لاغر جو ہم ہیں روئے عرق ناک کا ہے غم — اس خار خشک کو ہے گل تر کی احتیاج

کیوں دکھائی اے فلک ابھی یار صبح
ہے شفق سے مجھ پہ آتشبار صبح

یاں کسی خورشید رو کی یاد میں
ہوتی ہے ہر رات سو سو بار صبح 1

زلف سے رخسار کو ہوتا ہے ربط
کیوں شبِ فرقت سے ہے بیزار صبح ؟

کھینچ کر فرقت میں تیغِ آفتاب
ہے ہماری جان کو خوں خوار صبح

ہوگئی مجھ کو شبِ فرقت پہاڑ
چھپ رہی ہے کیوں پس کہسار صبح

وصل کا سامان ہے آج اے فلک
شام سے کر پیشِ ترِ طیار صبح

حسن کا عالم بھی کیا عالم ہے واہ !
زلفِ جاناں شام ہے رخسار صبح

خیطِ ابیض کے عوض میرے لئے
لائی ہے سر پر اٹھا کر دار صبح

وصل کی شب در پہ گر آیا ہے یار
آچکی ہوگی پس دیوار صبح 2

سینہ پر داغ و چاک پیرہن
ہے وصالِ یار میں گلزار صبح

اُس صنم پر توڑ کر تارِ شعاع
اب گلے میں ڈالے گی زنار صبح

قہر ہو گر شعلۂ پر زر ترا
دیکھ جائے اے پری رخسار ! صبح

وصل میں تنہا صبح سے بیزار میں
ہجر کی شب مجھ سے ہے بیزار صبح

چاک کرتی ہے گریباں دیکھ کر
کار چوبی مہر کی دستار صبح

شام کیا ہو تیرے گھر میں بار یاب
نور سے ہر سایۂ دیوار صبح

وصل کی شب ہو چکی ، اندھیر ہے
شام سے دکھلاتی ہے آثار صبح

وصل میں حاضر تو غائب ہجر میں
دیتی ہے ہر شب نیا آزار صبح

ہے یہاں کس کو شبِ فرقت میں ہوش
ہو چکی ہوگی ہزاروں بار صبح

وصل کی شب کب ہوئی ہم کو نصیب
شام کو کرتا ہے نورِ یار صبح

ہے دعا اے خالق لیل و نہار
ہو یہ شام کا کل دل دار صبح

1۔ مطبوعہ ۔ ا = ... کے عشق .....
2۔ " " ۔ ا = ... آتا ......

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ

* مطبوعہ میں شعر نمبر 17، اضافی شعر ہے، جو درج ذیل ہے۔

مجھ کو کرتی ہے مقرر بیمار صبح

وصل کی شب آتی ہے جو تیرے ساتھ

اول میں یہ غزل 23، اشعار پر مشتمل ہے۔ اول میں اس غزل کے 3 شعر نمبر 18، 20، 21، اضافی ہیں۔ مطبوعہ کا مندرجہ بالا اضافی شعر (نمبر 17) اول کا شعر نمبر 18 ہے۔ باقی 2، اضافی شعر درج ذیل ہیں۔

تجھ کو کرتی ہے مقرر بیمار صبح ہو گئی شب آتے ہی جو تیرے ساتھ

بن گئے یہ دیدۂ بیدار صبح ہو گئے شب ہائے فرقت میں سفید

مطبوعہ کے اضافی شعر کا مصرع ثانی اور اول کے مندرجہ بالا پہلے اضافی شعر کا مصرع ثانی ایک ہے۔ مطبوعہ میں مصرع اولیٰ بدلا گیا ہے۔

ہے برنگِ گل سراپا وہ بتِ خوں خوار سرخ — کیوں نہ ہو جائے رگِ گل کی روشن زنار سرخ

ہم کو اس بدمست کا رہتا ہے دن رات انتظار — کیوں نہ ہوں بے نشہ مے دیدۂ بیدار سرخ

ہوگئے مارے حسد کے سینکڑوں دشمن سفید — گر لہو سے ہوگیا میرا تنِ افگار سرخ

دیکھ کر اے گل ترے رخسارِ آتشناک کو — ہوگئی گلشن میں چشمِ نرگسِ بیمار سرخ

ہنس کے کہتا ہے تجھے ہے نشہ یا آشوب ہے ؟ — دیکھتا ہے جب وہ میرے دیدۂ خونبار سرخ

ہے دگر گوں حال محبوبوں کا تجھ پر بیشتر — گر ہزاروں زرد ہیں، گل تو کوئی دو چار سرخ

کل خدا جانے سیہ رو ، کون ہوگا زاہدا ! — آج مانند گل ہے روئے ہر مے خوار سرخ

ہوں جو آلودہ بظاہر ہو نہ ان سے بدگماں — زنگ سے بھی زاہدا ہوجاتی ہے تلوار سرخ

ہم سر عریاں سے نوچیں داغِ سودا کے کھرنڈ — فصلِ گل میں ہے سرِ ہر شاخ پر دستار سرخ

پنجۂ قاتل ہوں رنگیں مجھ میں اتنا خوں کہاں ؟ — ہے غنیمت اس کے ناخن بھی ہوں گر دو چار سرخ

مل گیا لیلیٰ کو قیسِ پا برہنہ کا سراغ — جب کہ صحرا میں نظر آئے لہو سے خار سرخ

آدمی کیا گر نگاہِ مست ساقی کی پڑے — نشہ سے ہو جائے چشمِ روزنِ دیوار سرخ

سیرِ گلشن میں ہوا ثابت گلوں کو دیکھ کر — تھا بجا دنیا میں روئے مردمِ زردار سرخ 1

تیر سی لگتی ہے دل میں بات جو کرتا ہے تو — ہیں لبِ نازک ترے مثلِ لبِ سوفار سرخ

ہوں میں وہ رنگیں بیاں جھولے جو میرا استخواں — مثلِ طوطی زاغ کی بھی ہو وہیں منقار سرخ

1۔ مطبوعہ ۔ ب = ہے ....

* ایک مطبوعہ نسخہ اضافی ہے یہ شعر درج ذیل ہے۔

الفتِ گل میں برنگِ گل ہوئے ہیں خار سرخ — خوں میں تر رہتی ہیں پلکیں جب سے دیکھا روئے یار

ے نازکی سے قامتِ جاناں سمن کی شاخ　　میں سوزعشق سے ہوں چنارِ کہن کی شاخ 1
الم کو بعد مرگ بھی ہے ظالموں سے ربط　　خنجر کا دستہ کیوں نہ بنے گر گدن کی شاخ

م وحشیوں کے بخت جو بر گشتہ ہیں سو ہیں　　سیدھی کسی طرح نہ ہو جیسے ہرن کی شاخ
کھی چھڑی جو ناز سے اُس نے توڑ ن　　سب کو ہوا گماں کہ ہے سیبِ ذقن کی شاخ 2
یکھے جو یہ جنبیلی کی کلیوں سی انگلیاں　　وہ تیرے دست و پا کو کہے یاسمن کی شاخ
کلائے اپنی فندق پا کی جو تُو بہار　　پابوس کو چمن میں جھکے نارون کی شاخ
رتا ہوں میں کسی کی نزاکت پہ دوستو!　　بھرِ جرید یتن ہو نازک بدن کی شاخ 3
صفِ صباحتِ رخِ جاناں اگر لکھوں　　درکار ہو برائے قلم نسترن کی شاخ 4
معنی ہو حروف ورق صنعتیں ہیں گل　　ناسخ! ہے کلکِ فکر نہالِ سخن کی شاخ

---

1 = اول ـ مطلع ـ ب = سوز دروں سے میں ......
2ـ ء ـ ب = ... کہ (ہے) سیب ...
3.ـ مطبوعہ ـ = ــــــ دوستو ..... (مخطوطے میں سہوکاتب سے "دستو" بہ جائے "دوستو"
ء ـ اول ـ ء ـ .... دستوں ......
4ـ ء ـ ب = ... نستر ......

* اول میں یہ غزل 11، اشعار پر مشتمل ہے۔ اول میں 2 شعر نمبر 2، 10، اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں۔

دیکھی جو اس کے ساسۂ پر شکن کی شاخ　　کھاتی ہے پیچ و تاب غزالِ ختن کی شاخ
اے عندلیب! جھڑتے ہیں کیا میرے منہ سے پھول　　گویا ہو ایک نالہ ہے نخلِ چمن کی شاخ

...د ن ہوں کے ترے موئے سیہ فام سفید — صبح کی طرح نظر آئے گی یہ شام سفید

...آیا تو ہوئے دیدۂ ناکام سفید — جیسے ہو آمدِ سلطاں میں درو بام سفید 1.

...ں سے تر ہیں ہوئے گو دیدۂ ناکام سفید — مجر ساقی میں یہ مے سرخ ہے اور جام سفید

...سفید اپنا ہے پیری میں مگر دل ہے سیاہ — عین دالان سیاہ اور لبِ بام سفید

...ا لکِ کعبۂ مقصد ہیں تکلف سے بری — کیوں نہ زواروں کا ہو جامۂ احرام سفید

...ت گل میں اگر رونے پر آئے بلبل — ہے یتیں اشک فشانی سے ہو گل دام سفید

...شام الٹے نقاب اپنی جو وہ صبحِ امید — صبح سے بھی ہو زیادہ کہیں بھر شام سفید

...م کو آیا وہ خورشید دمِ صبح گیا — ہوگئی صبح سیاہ اور مری شام سفید

...لمتِ ہند میں یوں نام ہے میرا روشن — جس طرح آئے سیاہی میں نظر نام سفید

...یک ادنیٰ اثرِ عالمِ بیداری و خواب — کہ ہیں سیاہ اور ہیں ایام سفید (لیالی)

...ِ موفرق سیہ روئی زاہد میں نہ آئے — بال ڈاڑھی میں نہ چھوڑے کوئی حجام سفید

...ے عیاں جالی کے کرتے سے بدن کی سرخی — رشکِ گل دام ہوا جان ترا دام سفید

...ن ہے چیز دگر ، رنگ ہے گورا تو کیا — یوں تو مبروصوں کے بھی ہوتے ہیں اندام سفید

...ے عکس اس کے لبِ سرخ کا گر ساغر میں — ہو خجالت سے وہیں بادۂ گل فام سفید

...ں ہے طولِ شبِ فرقت نہ ہوئی اب تک صبح — ہوگئے آہ مرے موئے سیہ فام سفید

...رخ پوش آئے نظر شوخ یہ ہے رنگِ بدن — پہنے پوشاک جو وہ سروِ گل اندام سفید

...پہنتا نہیں جز جامۂ رنگین تو آج — کفن اک روز ملے گا تجھے خود کام سفید 2

...نے اس گورے بدن پر نہ ہوا اتنا مغرور — رنگ سیب رنگوں میں ہوتا ہے بہت خام سفید 3

...نے رخسار پہ چھوڑے نہ کبھی تُو جو نقاب — بنے اے صبحِ امید ابلق ایام سفید 4

...رف مطلب جو لکھوں صاف وہ دیتا ہے جواب — بھیجتا ہے مجھے کاغذ وہ دل آرام سفید

...ے محبوب کے قاصد نے کہا کیا ناسخ ؟ — ہو گیا منہ جو ترا سنتے ہی پیغام سفید

1۔ مطبوعہ ۔ مطلع 2 ۔ ب = ہوں . . . . = اول = ہوں

2۔ اول ۔ = کون . . . .

3۔ اول اور مطبوعہ میں شعر نمبر 18 کا مصرع اولی بالکل مختلف ہے۔ اول اور مطبوعہ میں یہ شعر نمبر 8 ہے۔

غمزہ کر حسن دو روزہ پہ نہ اے سیم اندام !

بنیادی کا یہ مصرع غیر مطبوعہ ہے۔

4۔ ء ۔ ب = ہوئے . . . .

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ

مندرجہ بالا غزل اول اور مطبوعہ میں 11، اشعار پر مشتمل ہے۔ مطلع اول اور شعر نمبر 3 تا 13 غیر مطبوعہ ہیں۔ یہ غیر مطبوعہ اشعار اول میں بھی نہیں ہیں۔ مندرجہ ذیل دو شعر جو ترتیب کے لحاظ سے مطبوعہ اور اول میں نمبر شمار 3 اور 5 پر ہیں اضافی ہیں۔

یــــد اُس چشــمِ سینہ کی نہ میســــر ہو اُسے   دیـدۂ غیــر ہوں مثلِ گل بادام نغیــــد

سوجھے مضمونِ بیاضِ رخِ جاناں جو مجھــــــے   ہوگیا رنگِ مرکب اُســی ہنــگام سفیــــد

. . . . دمِ ارقام . . . .

ہیں ہے سبزۂ خط عارض محبوب پُر فن پر
ہوئے ہیں جمع پروانے یہ آکر شمع روشن پر

ریباں چاک گل بھی ہیں جو دیوانوں کی صورت سے
ہوا ہے اشتباہِ کوئے جاناں مجھ کو گلشن پر 1

یا کیوں عشق ابرو چھوڑ کر طاق حرم میں نے
نہیں شمشیرِ قاتل یہ وبال اُس کا ہے گردن پر 2

جائے شمع و گل ساق بلوریں پائے رنگیں ہوں
کبھی یارب! گزر ہو اس پری کا میرے مدفن پر 3

جگر ہوتا ہے ٹکڑے مے کشی سے تیری فرقت میں
مئے گلرنگ سبقت لے گئی ہے آبِ آہن پر

گا کر آنکھ نظارہ میں کر سکتا نہیں ڈر سے
کماں ہے چشمِ درباں کا درِ جاناں کے روزن پر 4

یں وہ شوریدہ سر دیوانہ تھا جو بعد مردن بھی
چڑھا جاتے ہیں پتھر لوگ آکر میرے مدفن پر

ہمارے نالہ ہائے پُر اثر کی طرز اڑائی ہے
گریباں چاک ہو گل کا نہ کیوں بلبل کے شیون پر

تسلی دل کو دیتا ہے تری مژگاں کے ڈورے میں
مسیحا ورنہ عاشق ہے، معاذ اللہ ! سوزن پر

کسی کا روئے تاباں یاد دلواتا ہے یہ ہر دم
گرے گی میری برقِ آہ اک شب مہ کے خرمن پر

ہ دیکھا زیست بھر اس غیرتِ مہتاب کو ہم نے
چڑھاتا ہے فلک اب کیا گل مہتاب مدفن پر

اس صیاد کو گل گشت کا کیا آج ارادہ ہے ؟
ہزاروں بلبلیں ہیں منتظرِ دیوارِ گلشن پر

خبر ہے جان وتن کی صید گاہ عشق میں کس کو ؟
جگر ہے محو ناوک پر نظر ہے ناوک افگن پر 5

شفق میں ماہِ نو کو دیکھ کر حسرت یہ آتی ہے
لہو میرا نہیں لگا کسی کے لعلِ توسن پر

رہا جو زندگی بھر عشق مجھ کو خوش نگاہوں کا
چڑھا جاتے ہیں آہو اپنی آنکھیں میرے مدفن پر 6

جبھی سے عشق ہے سو دیکھتا ہے تیری صورت کو
عبث باندھے ہے تہمت بت پرستی کی برہمن پر

گرے تھے ایک دن دو چار آنسو چشمِ جاناں سے
بجائے سبزہ نرگس پھولتی ہے میرے مدفن پر 7

کسی کے ساتھ ہو کر گرم سوتا ہوں جو سرما میں
تو یاد آتے ہیں مجھ کو جو پڑے رہتے ہیں گلخن پر 8

1۔ اول ۔ الف = ۔۔۔۔۔۔ ہے جو دیواں کی ہے صورت سی۔
2۔ ۔ ب = ۔۔۔۔۔۔۔ اُس ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
3۔ ۔ الف = ۔۔۔۔ شمع گل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
4۔ ۔ ب = کماں چشم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
5۔ ۔ الف = چڑھاوے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۔ ۔ ب = جگر ہو ناوک پر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
6۔ ۔ ب = ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سے
7۔ ۔ ب = ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔
8۔ ۔ الف = بتوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۔ مطبوعہ ۔ = ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جاڑوں میں

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

صفحے کا بقیہ حاشیہ)

مردن بھی جو ہے اس روئے تاباں کا　　تو شبد کے عوض ہے برج خورشید اپنے مدفن پر
س خوف سے ہوتا میں قتل غیر پر راضی　　نہ لگ جائے کہیں اس کا لہو قاتل کے دامن پر
یں تیرہ دل جو ہیں وہاں بے رنج رہتے ہیں　　کہ نازل ہوتی ہے آفت ہواکی　روشن پر　1
ں عجب ہے دور میں ہم ہوں کہیں لیکن　　لگی رہتی ہے آنکھ اپنی در جاناں کے روزن پر
خم کے نظارے کی کب تاب ہے اس کو　　تو اے جراح پہلے باندھ پٹی چشم سوزن پر
صدمۂ بیداری شب ہائے ہجراں سے　　کبھی سبزہ بھی خوابیدہ نہ ہوگا میر مدفن پر
اتھ سے دامن جھٹک کر تو گیا جس دم　　گریباں آ رہا بس ایک ہی جھٹکے میں دامن پر
ں تو ہے فانوس تو ہے شمع کا نوری　　گریں کیوں کر نہ پروانے ہزاروں تیری چامن پر
ے وا یہ حال میرا تیری فرقت میں　　کہ کثرت ضعف سے طوق گراں ہے میری گردن پر
رد ہوتا ہے کسی کو کب زمانے میں　　کہ جام و گل میں خنداں شیشہ و بلبل کے شیون پر
ہے اک دانہ بھی اس میں میری قسمت کا　　فلک بجلی گرا دیتا ہے ناسخ میرے خرمن پر

ل - ا = ... کچھ عیثر کرتے ہیں

ں یہ غزل 38 اشعار پر مشتمل ہے۔ اول میں کل 9، شعر نمبر 7، 11، 18، 20، 21، 22، 27، 31، 34

ہیں جو درج ذیل ہیں۔

ہ ہونٹوں سے جھک دانتوں کی ظاہر ہے　　ہوئے ہیں چند جگنو جمع یا اک برگ سوسن پر
یوں اسے طوق گراں میں ناتوانی سے　　جو پڑ جاتا ہے سایہ کاہ کا بھی میری گردن پر
ا کر میرا نکلا نہ سر سے مجھ کو　　کرے گا الم اب دست جنوں صحرا کے دامن پر

وندا ابھی تو اس زمیں کو خوب روندے گا　　ہماری شہ سواری فکر کے ہے چالاک توسن پر
لت ہوئی بہاری ترے آنے ہی گلشن پر　　کہ یوں بیتاب ہیں گل جس طرح دانے ہوں گلخن پر
آنکھ اے قاتل اگر جنت کے گلشن پر　　تو یاد آئے گی افشاں اپنے خوں کی تیرے دامن پر
قاتل سے جو ملنے نہیں دیتا رقیبوں کو　　سبب یہ ہے کہ رحم آتا ہے مجھکو جان دشمن پر
ں میں اس سر بے زہ کا مجو نظارہ　　نگہ میں کل خورشید ساں داغ جنوں تن پر
کہ چمن تیری بہار حیرت افزا ہے　　بنی ہیں غنچہ گل بلبل داغ نشیمن پر

---

1 …یو سوادِ خط رخِ رشکِ قمر سے دور | رہتی ہے جیسے شام الٰہی ! سحر سے دور
…ا ہوں جب ہوا ہے گریزاں وہ شعلہ رو | بجلی کو دیکھو بھاگتی ہے ابرِ تر سے دور
…روزِ بد میں ساتھ رہے کوئی ہم نشیں | پتے بھی بھاگتے ہیں خزاں میں شجر سے دور
…یں گے آکے حال میں ہم صوفیوں کی طرح | بیٹھے ہیں گرچہ بزم میں مطرب پسر سے دور

اپنے صنم کو لے کے شبِ وصل باغ میں | بھاگا میں آشیانۂ مرغِ سحر سے دور
2 میں ناتواں تانہ وہاں تک پہنچ سکوں | لیتا ہے گھر وہ اپنے لئے میرے گھر سے دور
کرتا نہیں کبھی وہ نگہ میرے داغ پر | شمشیرِ یار رہتی ہے میری سپر سے دور
3 معنی یہ ضد کے ہیں کہ میں دیوانہ جو ہوا | زنجیر میرے یار نے کی اپنے گھر سے دور
4 ہیں سوزِ عشق شہپرِ پروازِ مرغِ دل | بارود کب اڑے رہے جب تک شرر سے دور

قطعہ

یعقوب روئے گرغمِ یوسف میں تو بجا | رونے ہی کی جگہ ہے پسر ہو پدر سے دور
5 کہتے ہیں اس کو کیا کہ میں روتا ہوں رات دن ؟ | ایک غیر کا پسر جو ہے میری نظر سے دور
ناسخ جو اس پری کو الجھنے کا خوف ہے | موئے کمر کو رکھتا ہے تارِ نظر سے دور

1۔ مطبوعہ ۔ مطلع ۱ ۔ ب = رہتی ہے شام جیسے
2۔ اول ۔ ب = لیتے ہیں . . . .
3۔ " ۔ " = بنا . . . .
4۔ " ۔ " = ہے . . . . = مطبوعہ = ہے
" ۔ " ۔ ب = ... ہے کہ ہو . . . . . .
5۔ " ۔ ب = ... ہے جو . . . .

مطبوعہ میں شعر نمبر 6 ، اضافی ہے جو درج ذیل ہے۔

اس مرتبہ ہے آتشِ داغِ جنوں کا خوف | لڑکوں کے سنگ بھاگتے ہیں میرے سر سے دور

اول میں مندرجہ بالا غزل کل 14 ، اشعار پر مشتمل ہے اول میں شعر نمبر 10 ، 13 ، اضافی ہیں۔

مطبوعہ کا اضافی شعر اول کے دو اضافی شعروں میں سے ہے۔ اول میں یہ شعر نمبر 10 ہے۔

آخر ہوا ہے خطِ لبِ دلدار پر عیاں | کس طرح چیونٹیاں رہیں تنگ شکر سے دور ؟

جیتے جی جاؤں میں کیونکر کوئے جاناں چھوڑ کر ؟
بلبلِ نالاں کہاں جائے گلستاں چھوڑ کر 1

چاہئے وحشت میں جامہ چاک ہونا روح کا
دامن قاتل کو لوں اپنا گریباں چھوڑ کر 2

وصلِ جاناں میں نظر آیا مہِ شعباں مجھے
سبزہ کیا دیکھوں خطِ رخسارِ جاناں چھوڑ کر 3

کاوشِ غم دور ہو ، مرے دلِ ویراں سے کیا ؟
خار جاتے ہیں کوئی صحرا کا داماں چھوڑ کر

روحِ لیلی کا عبث ہے تجھ کو مجنوں انتظار
بوئے گل کب عود کرتی ہے گلستاں چھوڑ کر

وصلِ جاناں کس کی قسمت میں ہمیشہ ہے دلا ؟
جاتی ہے ایک روز آخر جسم کو جاں چھوڑ کر

ہو وطن میں خاک میرے گوہرِ مضموں کی قدر
لعل قیمت کو پہنچتا ہے بدخشاں چھوڑ کر

کوئے قاتل کو چلے وحشت میں یوں صحرا سے ہم
بھاگتے ہیں جس طرح سے تیر میداں چھوڑ کر 4

ہوتی ہے غربت میں ثروت پر بڑی ایذا کے بعد
رنج اٹھائے کس قدر یوسف نے کنعاں چھوڑ کر

حور ہے ساقی مرا کیوں کر ہے مے مجھ پر حرام ؟
واعظا کرتا ہے کیا باتیں تو ایماں چھوڑ کر

ہو الہی!وصل جنت میں بھی مجھ کو یار کا
کب وہ انساں ہے جو مانگے حور انساں چھوڑ کر 5

سانپ کو قابو میں لاکر چھوڑ دینا زہر ہے
جان سے مایوس ہوں میں زلفِ جاناں چھوڑ کر 6

سر پٹکتی پھرتی ہیں ارواح سنگ وخشت سے
جل بسے ہیں جسم کیا کیا قصر وایواں چھوڑ کر

اعتماد اصلاً نہیں کر ہے جہاں زیرِ نگیں
اٹھ گیا دنیا سے خاتم کو سلیماں چھوڑ کر

زاہدا کیوں کو کروں میں ترک یہ دنیا وہ ہے
سیر کو آئے تھے آدم باغِ رضواں چھوڑ کر

آج تو پوشاک پر مرتا ہے تو کل دیکھیو
جائے گا نباش تیری لاش عریاں چھوڑ کر 7

روشنی کی سیر جب میں نے شبِ فرقت میں کی
شعلے آلپٹے مجھے سرو چراغاں چھوڑ کر

دیکھ لو فرقت نہ دیکھی ہو جو برق وابر کی
خندہ زن جاتا ہے ظالم مجھ کو گریاں چھوڑ کر 8

عیش تنہائی ہوا مردوں کی کثرت سے محال
جاؤں یا رب اب کہاں شہرِ خموشاں چھوڑ کر

مر گیا کیا ناسخ مے کش جو سارے مے فروش
مسجدوں میں بیٹھے اپنی اپنی دکاں چھوڑ کر

1- اول - مطلع - و = ... جاوے ....
2- مطبوعہ - ا = ... ہوتا ...
3- اول - و = ... جاناں ......
4- " و = ... سے ....
5- " - ب = کب وہ انساں جو وہ ......
6- " - و = ... جہل
7- " . و = ... ہے ....
8- " - ا = ... میں

* اول میں مندرجہ بالا غزل 20 ، اشعار پر مشتمل ہے۔ اول میں اس غزل کا شعر نمبر 7 ، اضافی ہے جو درج ذیل ہے
اول میں اشعار کی ترتیب مختلف ہے۔

میں نے جب آنکھوں کے مضموں کا کہا وحشت میں شعر
کوئے جاناں کو چلے آہو بیاباں چھوڑ کر

تا ہوں سر کو بوجہ میں ناکام دوش پر　　رکھے ہے جب سے تیغ کا انداام دوش پر 1

الی کی آستیں ہیں اے نازنین تری　　عاشق کے مرغ دل کو ہے یہ دام دوش پر 2

تو وہ حسیں ہے دیکھ لے گر طفل بھی تجھے　　گودی میں چین اسے ہو نہ آرام دوش پر

اے ہے کشوانزاکت ساقی کو دیکھنا　　لاتا ہے رکھ کے مثلِ سبو جام دوش پر

باس حرم نہ چاہیے اے پنجۂ جنوں　　بار گراں ہے جامۂ احرام دوش پر

تعمیر پر جو مرتے ہیں نافہم یہ مگر　　لے جائیں گے اٹھا کے در و بام دوش پر

بالوں کا کھلا اثر بغلِ یار میں نہیں　　پڑتا ہے عکسِ زلفِ سیہ فام دوش پر

ڈورا میرے صنم کی جو گردن کا دیکھ لیں　　زنار رکھیں صاحبِ اسلام دوش پر 3

شیریں کوئی نہیں ہے مگر کوہکن کی طرح　　تیشہ لئے کھڑا ہوں میں ناکام دوش پر

بس ہے اسی کا نقشِ قدم ہم کو سجدہ گاہ　　ناسخ بنی کے جس نے رکھا کام دوش پر 4

1- مطبوعہ - مطلع - ب = رکھتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ = اول = رکھتا

2- اول - ب = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

3- " - ا = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

4- " - ا = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

* مطبوعہ میں شعر نمبر 4 اور 5* ، اضافی ہیں- یہ دونوں شعر اول میں موجود ہیں- مطبوعہ کے اضافی شعر نمبر 4 کا مصرع اولی کسی قدر مختلف ہے-

مطبوعہ - کیا منہ سے نیک و بد میں نکالوں کہ غیر جنس　　اخبار لکھتے ہیں سحر و شام دوش پر

اول - " " " " " " راتِ دن

یہ التجا ہے پیرِ مغاں کی جناب میں　　رکھوں میں ساقی، ساقی گل فام دوش پر

اول میں مندرجہ بالا غزل 15 ، اشعار پر مشتمل ہے- مندرجہ بالا غزل کے شعر نمبر 1 ، 2 ، 8 ، 9 ، 10 ، اول میں موجود ہیں- باقی پانچ شعر کم ہیں- اول کے 7 ، شعر　مطلع　7 ، 8 ، 10 ، 11 ، 13 ، 14 ، اضافی ہیں- مندرجہ بالا دو اضافی شعروں کے علاوہ باقی اضافی شعر درج ذیل ہیں-

ے شال سرخ و زلف سیہ فام دوش پر　　یا اس پری کے ہے شفق و شام دوش پر

ے ورد رات دن جو تیرے نام کا مجھے　　لکھتے ہیں بس فرشتے یہی نام دوش پر

وزا میں ماہِ چہرہ نظر آیا جلوہ گر　　مگدر جو اُس صنم نے لیے تمام دوش پر

اشق کا تیرے آج جنازہ لیے ہوئے　　جاتے ہیں لوگ اے بت ناکام ! دوش پر

یرے ہی واسطے وہ ہوا ہے خدا سے ڈر　　تو ہے تو لے کے چل اسے دوگام دوش پر

مجھ تیرہ دل کی پہنچے جو آہ آسمان پر   سیارے ۔وں تمام سیاہ آسمان پر

دیکھا ہے ہم نے خوب نشیب و فراز دہر   آنسو زمیں پر ہیں تو آہ آسمان پر 1

خالی نہیں ہے جلوۂ جاناں سے کوئی جا   وہ گل زمین پر ہے تو ماہ آسمان پر

ہے چاند مثلِ عارض جاناں نہ آفتاب   دعوای زمین پر ہے گواہ آسمان پر

اسفل نہیں ہے فیض سے اعلیٰ کے بے نصیب   مہتاب ہے زمین پر ماہ آسمان پر 2

رکھتے ہیں کس ادا سے زمیں پر قدم حسیں   حالت فرشتوں کی ہے تباہ آسمان پر 3

میری زمین شعر کا دیکھے جو مرتبہ   تحقیر سے کرے وہ نگاہ آسمان پر

تلوار تُو تراہ کی باند ہے تو سب ملک   کرنے لگیں تراہ تراہ آسمان پر

سفلے کو کوکہ پر لگیں لیکن ہے نارسا   پہنچے کبھی ہوا سے نہ کاہ آسمان پر

دیکھیں جو تجھ سے آکے مقابل زمیں پہ ہو   ہے آفتاب صاحبِ جاہ آسمان پر 4

ایسا اُچھالتا ہے مجھے اضطرابِ دل   ہوتا ہوں گہ زمیں پر گاہ آسمان پر

رفتار یاد دیکھ کے ایسا ہوا ہے گم   ملتی نہیں ہے ماہ کو راہ آسمان پر

بے شبہ نسرِ طائر اُسی دم شکار ہو   پھینکے اگر وہ تیرِ نگاہ آسمان پر

ہر شب نہ تیرے در پہ گدائی اگر کرے   ہرگز نہ آفتاب ہو شاہ آسمان پر 5

ناسخ بنا دیا ہے وطن کو جو اس قدر   شائد مسیح کی ہے رفاہ آسمان پر

1۔ اول ۔ا = ... عشق

2۔ مطبوعہ ۔ا = ... ہیں ...... = اول = ہیں۔

3۔ اول ۔ ا = ... اس ......

4۔ ء ۔ا = ... ایسے ......

5۔ ء ۔ا = ... جو ...... جو وہ ...

* اول میں یہ غزل 19، اشعار پر مشتمل ہے۔ اول میں اس غزل میں 4، شعر نمبر 2، 3، 9، 13، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔ اول میں اس غزل کے اشعار کی ترتیب مختلف ہے۔

اہلِ زمیں نے تنگ کیا پاؤں کس طرح   مثل مسیح ہے جائے پناہ آسمان پر
خم اس کی پشت میں نہیں بے وجہ اس قدر   شاید میرا ہے بار گناہ آسمان پر
ہم شکل میرے سر کے جو داغ جنوں سے ہے   خورشید پہنتا ہے کلاہ آسمان پر

مد نظر جو اہلِ زمیں سے نہیں (ہے) جنگ   تاروں کی جمع کیوں ہے سپاہ آسمان پر 1

1_1 ۔ سہو کاتب سے لفظ "ہے" رہ گیا ہے۔

زنداں میں بھی کوچہ ترا اے یار آتا ہے نظر   بلبل قفس میں ہے مگر گلزار آتا ہے نظر 1
تیرے ہی عاشق کا گماں ہوتا ہے مجھ کو جانِ جاں   کوئی بہت جو ناتواں بیمار آتا ہے نظر 2
تجھ سے جدا ہیں جب سے ہم ہے صحبت انساں سے رم۔   غم خوار ہر ایک اے صنم! خوں خوار آتا ہے نظر 3
تیرا دم جو جسم زرد میں ہے دیدۂ خوں بار میں   جینا فراق یار میں دشوار آتا ہے نظر
یاد آتی ہے اتری ہوئی مستی شرابِ عشق کی   بہکا ہوا جس دم کوئی مے خوار آتا ہے نظر
جی سے ہوں بیزار ان دنوں کہ ہے مرگ دراراں دنوں   مجھ سے مرا یار ان دنوں بیزار آتا ہے نظر 4
دیکھی ہیں جس نے اک نظر آنکھیں تری اے تند خو!   مانندِ نرگس زیست بھر بیدار آتا ہے نظر
تیرا خدنگ اے غنچۂ لب! دل میں ہوا ہے غرق سب   سینے کو شق کرتے ہیں تب سوفار آتا ہے نظر
ناسخ! ہے اب آٹھوں پہر مشقِ تصور اس قدر   جس سمت کرتا ہوں نظر، دلدار آتا ہے نظر

1۔ اول ۔ مطلع ۔ ب = ... ولے .....
2۔ ۔ ا ۔ = ... شبہ ......
3۔ ۔ ب = ... بھی ہر اک صنم ......
4۔ مطبوعہ 1 ۔ ب = ... تیرا ....

پاسبانِ حسن ہے خال اُس رخِ پُر نور پر
کرتے ہیں قفل حفاظت کو تعین کافور پر

باغِ عالم میں یہی پھل ہم نے پایا تھا سو اب
دانت اُس کی تیغ کا ہے زخم کے انگور پر 1

موذیوں کو خانماں برباد کرتا ہے فلک
جب نہ تب آتی ہے آفت خانۂ زنبور پر

کی خدا نے کافروں پر اے صنم! جنت حرام
ورنہ کس کی آنکھ پڑتی تیرے ہوتے حور پر ؟

داغ ہے دل زلف و رخ پر چاہیے دونوں کا پاس
مشک بھی تھوڑا چھڑک دو مرہمِ کافور پر

دیکھ کر تجھ کو گلوں سے یہ بھرا بلبل کا دل
بعد مردن بھی چمن سے بھاگتے ہیں دور پر

ہے جو دعوائی خدائی کر حجاب اغیار سے
اے صنم! کتنے ہی پردے ہیں خدا کے نور پر

رنج اٹھائے ہیں حسینوں سے جہاں میں اس قدر
بعد مردن بھی نہ آنکھ اپنی پڑے گی حور پر

جذبۂ عاشق کمندِ جلوۂ معشوق ہے
قبل موسیٰ کے ہوئی تھی کب تجلی طور پر ؟

ماہیانِ چشمۂ خورشید آتی ہیں نظر
مچھلیاں بالی کی ہیں یا عارضِ پُر نور پر

خاک کا پشتارہ دوشِ روح سے اترے کہیں
یا الٰہی ہے وبال اب بوجھ اس مزدور پر

پاک ہے جو حسن وہ محتاج پردے کا نہیں
حاجتِ فانوس تھی ناسخ نہ شمع طور پر

1۔ اول ۔ا = [illegible] جو [illegible]

* اول میں یہ غزل 15، اشعار پر مشتمل ہے۔اول میں شعر نمبر 7، 11، 13، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

رخصت اک نالے کی دے مجھ کو اے نازک مزاج!
لگ رہے ہیں کان مردوں کے صدائے صور پر

ضبطِ آہِ شعلہ افشاں سے ہوا اپنا یہ حال
پیرہن ہوتے ہیں خاکستر تنِ محرور پر

جیسے ہو ... کنارِ چشمۂ آبِ رواں
مرہمِ زنگاریوں ہے جسم کے ناسور پر

بے خطر یوں ہاتھ دوڑاتا ہوں زلفِ یار پر
دوڑتا تھا جس طرح ثعبانِ موسیٰ مار پر

سست بنیادی ہے ختم اپنے مکانِ یار پر
منہدم ہو چاند نی آجائے گر دیوار پر 1

کہتے ہیں سب دیکھ کر ابرو کو چشمِ یار پر
کھینچی ہے تلوار کس بے رحم نے بیمار پر؟ 2

ہے مژہ برگشتہ مائل ابروے خمدار پر
میل یہ خنجر کو جنسیت سے ہے تلوار پر

کیا نرالی گرم بازاری مرے یوسف کی ہے!
پڑ گئی جب آنکھ اک بجلی گری بازار پر 3

تیرِ مژگاں بھی غضب تھے پر کیا ابرو نے قہر
کٹ گئے لاکھوں جو نوبت آگئی تلوار پر

پنجۂ مژگاں بڑھے جاتے ہیں ابرو کی طرف
ہاتھ کیا رکھتے ہیں تُرکِ چشم اب تلوار پر؟ 4

کیا پیوں دورِ فلک میں سا یا! جامِ شراب
قطرۂ شبنم نہیں بجتا زبانِ خار پر

جب سے ہی مجھ ناتواں کو تیری مژگاں کا خیال
خلق کہتی ہے ہوا ہے خارِ عاشق خار پر 5

تند خُو ظاہر میں ہوں باطن میں ہوں باغ و بہار
جس طرح کانٹے لگے ہیں باغ کی دیوار پر

د ن کو زاہد! بھولے ہیں اپنی سیہ بختی سے راہ
شمعِ مینا چاہیے میخانے کی دیوار پر

روئے خنداں زخم ہیں تیرے تصور میں مجھے
سبزۂ خط کا ہے عالم مرہمِ زنگار پر

بے ارادہ طے ہوئی جاتی ہے یاں راہِ عدم
طائرِ روحِ رواں کو کچھ نہیں درکار پر

میری گردن ضعف سے اتنی نہ جھکتی تھی کبھی
باڑھ رکھوائی ہے اُس نے آج کیا تلوار پر؟

ایک اشکِ گرم ناسخ گر خزانے میں گرے
طعنہ زن فوارہ ہو منقارِ موسیقار پر

1۔ مخطوطے میں سہو کتابت سے " تار " بہ جائے " یار "
2۔ اول ۔ ا = ... ابروئے . . . .
3۔ اول ۔ ب = ... دیوار . . . .
4۔ مطبوعہ ۔ ا = ... رہے . . . . . . کی طرح
ہ۔ اول ۔ ب = ... ترکِ چشم کیا رکھتے ہیں . . . .
5۔ ہ ۔ ا = ... مژگاں [کا] . . .

* اول میں یہ غزل کل 17 ، اشعار پر مشتمل ہے۔ اول میں مندرجہ بالا غزل کے 12 ، شعر 11 اور مقطع مشترک ہیں۔ شعر نمبر 12 ، 13 ، 14 ، اول کی اسی ردیف اور قافیے کی غزل نمبر شمار 111 (مصر میں لگوا شبیہ اپنی کسی دیوار پر) میں شامل ہیں۔ اول میں اس غزل میں شامل 4 اشعار نمبر 6 ، 7 ، 8 ، 13 ، بنیادی اور مطبوعہ کی اس سے اگلی غزل میں شامل ہیں۔ اول کا اس غزل کا شعر نمبر 15 ، اضافی ہے جو درج ذیل ہے۔

بادشاہی کو   دار پر

اول میں اس قافیے اور ردیف کی 6 غزلیں ہیں۔ بنیادی اور مطبوعہ کی اس قافیے اور ردیف کی غزلیں اول کی مختلف غزلوں کے انتخاب اور ادل بدل سے ترتیب دی گئی ہیں۔ ان غزلوں کے اول میں اضافی اشعار غزلوں کے حواشی میں آگے درج کئے گئے ہیں۔

بد نما کپڑے مجھ وحشی کے جسمِ زار پر (میں) — یوں کلہ سر پر ہو جیسے آبلہ ہو خار پر 1

دورِ جام مے تصدق ہے اگر رفتار پر — خونِ دل مینائے مے ہے قامتِ دلدار پر

لختِ دل سینے سے دوڑے آئے ہیں سوئے مژہ — دیکھو اعجازِ محبت گل ہیں عاشق خار پر

ایسے ہم روئے رہا پرواز سے مرغِ نگاہ — بھیگنے سے طائروں کے ہوتے ہیں بیکار پر

کس قدر ہے آپ کے دستِ حنائی کا اثر؟ — لیتے ہی چٹکی میں رنگ آیا لبِ سوفار پر

او بتِ کافر لتیں موئے کمر کے شبہے میں — مدتوں مرتے رہے ہم رشتۂ زنار پر

ہے گلِ تر سے گلِ تصویر قیمت میں زیاد — فوق ہے یاں بے حقیقت کو حقیقت دار پر 2

گل ہیں خوش خلقی سے مقبولِ نظر اے تند خو! — باغِ عالم میں نظر پڑتی ہے کس کی خار پر؟

قطرۂ شبنم گلوں پر جب کہ دیکھے باغ میں — سوجھی پھبتی خندہ دنداں نمائے یار پر

ساغرِ مے ہے دوات اپنی نے مطرب قلم — لکھتے ہیں اشعار دیوار و درِ خمار پر

عازمِ گل گشت وہ مے کش ہے کیا جو آسماں؟ — تانتا ہے شامیانہ ابر کا گلزار پر

بند ہو گیا مضمون جو اس کے روئے آشنا کا — پڑ گئے چھالے زبانِ کلکِ گوہر بار پر

عندلیبیں کہتی ہیں سن کر صریرِ کلکِ فکر — توڑیں منقاروں کو اب اس زاغ کی منقار پر

دیکھ کر اس گل کو غم انجہ بھی جانے لگا — نالے کب موقوف ہیں بلبل تری منقار پر؟

جان لے عالم کہ گھر ہے ناسخِ مے خوار کا — چاہیے بوتل کے ٹھپے ہوں مری دیوار پر

1- مطبوعہ - مطلع - ب = ہے ....

2- ، ، ا - .... کی ...

* یہ غزل اول میں نمبر شمار 109 (بے خطر یوں ہاتھ وڑاتا ہوں زلفِ یار پر) 17، اشعار پر مبنی ہے- مندرجہ بالا غزل اول کی غزل نمبر 109، 111 اور 112 کے منتخب اشعار پر مبنی ہے- شعر نمبر 1 تا 3 اول کی غزل نمبر 109 سے شامل کیے گئے ہیں- شعر نمبر 4 تا 10 اور مقطع اول کی غزل نمبر 111 سے شامل کیے گئے ہیں اور شعر نمبر 11 تا 14 اول کی غزل نمبر 112 سے شامل کئے گئے ہیں-

غش مجھے آیا جو میں پہنچا درِ دلدار پر
پاؤں کے بدلے رکھا سر سایۂ دیوار پر

شعر کہتا ہوں کسی کے ابروئے خمدار پر
قط نہیں میرے قلم پر باڑھ ہے تلوار پر

میرے غم میں اشک ہیں مژگانِ چشمِ یار پر
دار بست تاک ہے گویا درِ خمار پر

فاش ہوتا ہے چھپاتا ہوں میں جتنا رازِ عشق
داغِ سودا بن گیا طرۂ مری دستار پر

رہنے دے بس یوں ہی اے جراح تو ٹانکے نہ دے
ہنستے ہیں چاک گریباں زخم دامن دار پر

جانتا ہے دیکھ کر مجھ کو اترتا ہے لہو
یہ گماں ہے اس کو میرے دیدۂ خونبار پر

کوئے جاناں میں ہوں پر محروم ہوں دیدار سے
بختِ خفتہ خندہ زن ہیں دیدۂ بیدار پر 1

دور کرتے ہیں نہانے میں صنم موباف کو
کینچلی برسات میں ہے بار چشمِ مار پر

اس نے زلفیں دور کیں آیا زوالِ حسن بھی
بس خزانہ رہ چکا جب آئی آفت مار پر

آسماں کا منطقہ ٹھہرا لیا ہے جس طرح
وہم یوں موئے کمر کا ہے جہاں کو یار پر

کھودی ہے تصویرِ شیریں اس لئے فرہاد نے
روح بھی پھرا کرے سر حشر تک کہسار پر

بیٹھنے کا قصد کرتا ہوں جو کوئے یار میں
سایہ چڑھ جاتا ہے مارے بخل کے دیوار پر

ہو نہ دنیا میں کسی کو انتظارِ خوابِ وصل
یہ نوشتہ ہے بیاضِ دیدۂ بیدار پر

کام کیا ہے مجھ کو اے ناسخ! کسی فرار سے؟
جان و دل سے ہوں میں عاشق حیدرِ کرار پر

1۔ مطبوعہ ۔ ب = پائے ....

* مندرجہ بالا غزل اول کی تین غزلوں 109، 111 اور 112 کے منتخب اشعار پر مبنی ہے۔ مطلع اول کی غزل نمبر 109 سے شامل کیا گیا ہے۔ شعر نمبر 2 اور 3 اول کی غزل نمبر 111 سے شامل کئے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا غزل کے دو شعر 12 اور 13 اول کی غزل نمبر 115 سے شامل کیے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا غزل میں اول کی غزل نمبر 112 کے 9 شعر ہیں۔ اول کی اس غزل کے اضافی اشعار درجِ ذیل ہیں۔ مطبوعہ کا مقطع ہے جو اول میں نہیں

مطبوعہ کا اضافی مقطع۔

جوشِ سودا سے سیہ تر ہو گیا ہے ناسخ کا لہو
ہے سیہ تاب اس بتِ سفاک کی تلوار پر

اول کے اضافی اشعار

کوئے جاناں میں یہ حالت ہے کہ میرا جسمِ زار
صورت مژگاں ہے چشمِ روزنِ دیوار پر

کی جو اس آتش کے پرکالے نے پھولوں پر نگاہ
باغباں سمجھا کہ بجلی گر پڑی گلزار پر

آنکھ جب سے پڑ گئی موئے میانِ یار پر
رونگٹا بارِ گراں ہے میرے جسمِ زار پر

ہے نگاہِ یار ہر دم میرے جسمِ زار پر
بجلیاں گرنے لگی ہیں سینکڑوں اک خار پر

جو پری رو ہے وہ دیوانہ ہے چشمِ یار پر
ہے گریباں چاک ہر گل نرگسِ بیمار پر

زلف کے صدمے زیادہ رخ سے ہیں مجھ زار پر
دن سے افزوں رات بھاری ہوتی ہے بیمار پر

ناتوانوں کے الم سے اہلِ غفلت کو ہے عیش
خوش ہوئے سب ناخنِ مطرب لگا جب تار پر

لوحِ تربت کی جگہ شایاں ہے تیرا نقشِ پا
مر گیا ہوں اے پری پیکر! تری رفتار پر

خط نہیں ہے مانعِ نظارۂ رخسارِ یار
سیرِ گلشن میں نظر پڑتی ہے کس کی خار پر

گھر میں ہے پر ہیں خریدار اس کے یوسف سے زیاد
خود فروشی کب بھلا موقوف ہے بازار پر؟

جسم خاک آلودہ مجھ حیراں کا ہے دیوار ساں
ہے عیاں روزن کا عالم دیدۂ بیدار پر

ہوگیا میں قتل فرقت میں جو دیکھا ماہ عید
خون ثابت ہے مرا اِس مغربی تلوار پر

بس یہی تدبیر اب ان کے بھگا دینے کی ہے
جی میں ہے ہوجاؤں عاشق چند روز اغیار پر

اپنی قسمت میں ہے غم کھانا گوارا کیوں نہ ہو؟
آگ کھانا شاق ہے کب مرغِ آتش خوار پر؟

واں وہ انگشت حنائی سے بجاتے ہیں ستار
یاں دل پُرخوں کے ٹکڑے ہیں مژہ کے تار پر

جب گیا گل گشت کو گلزار میں وہ شرم گیں
پیٹیاں بند ہوائیں چشمِ نرگس بیمار پر

جم گیا ہے اس قدر میرا لہو چھٹتا نہیں
شاخِ مرجاں کا ہے عالم یار کی تلوار پر

---

* مندرجہ بالا غزل اول میں 16، اشعار پر مشتمل ہے اول میں اس غزل میں 2 شعر نمبر 2، 6، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔ مندرجہ بالا غزل کا مطلع اور شعر نمبر 2 اول کی غزل نمبر 111 سے شامل کیا گیا ہے۔ شعر نمبر 3، 4 اول کی غزل نمبر 112 سے شامل کئے گئے ہیں۔ شعر نمبر 14، 15، اول کی غزل نمبر 110 سے شامل کئے گئے ہیں۔ شعر نمبر 5 تا 13، اول کی غزل نمبر 115 سے شامل کئے گئے ہیں۔ اول میں اس غزل کا مطلع اور شعر نمبر 6، 9، اضافی ہیں۔ اول کے اس غزل کے اشعار بنیادی اور مطبوعہ کی مختلف غزلوں نمبر شمار 94، 96، 97، 98 میں شامل ہیں۔

مصر میں لگوا شبیہ اپنی کسی دیوار پر
ناز یوسف کو بہت ہے گرمیِ بازار پر

1 جان دیتے ہیں جو حسنِ سبزۂ رخسار پر
لوٹتے ہیں میرے زخمی مرہمِ زنگار پر

تیرِ قاتل ....
ہے یقین ....

مندرجہ بالا غزل میں اول کی صنم کی گئی غزل نمبر 115 کا مطلع اور 3 شعر اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

رونگٹے پھوڑے نہیں نکلے عذارِ یار پر
جل رہا ہے سبزہ خط آتشِ رخسار پر

آنکھیں قاتل کی جھک جاتی ہیں عاشق کے حضور
ہے گراں بارِ نگاہ کا بوجھ اس بیمار پر

دیدہ انجم ہزاروں بار جاگے سوگئے
پر یہی ہے ایک عالم دیدۂ بیدار پر

جوش سودا سے سیہ ہوا کیا ہی اتنا سخ کا لہو
ہے سیہ تاب اس بتِ سفاک کی تلوار پر

۱۔ ا۔ ناخوانا۔
۲۔ ب۔ ناخوانا۔

عاشق و معشوق سب مرتے ہیں میرے یار پر
ذرے کیا خورشید غش ہے روزنِ دیوار پر؟ 1

جب غزل کرتے ہیں موزوں قامتِ دلدار پر
تو الف لکھتے ہیں جائے صاد ہم اشعار پر

خون آتا ہے کسی مغفور کی مژگاں نہ ہو
دشت میں پڑنے نہیں دیتا قدم میں خار پر

زینۂ بامِ ترقی ہے بلند و پستِ دہر
دم میں پہنچا تا فلک عیسٰی چڑھا جب دار پر 2

ہے یہ میرے ضعف کا روزِ جدائی میں اثر
شام ہے اور دھوپ چڑھ سکتی نہیں دیوار پر

طاقِ کعبہ پر لگایا تھا کسی نے آئینہ
یا جبینِ صاف ہے یہ ابروئے خمدار پر؟ 3

شب جو الٹی اس نے روئے حیرت افزا سے نقاب
چاندنی مثلِ سفیدی رہ گئی دیوار پر 4

سر برہنہ ہوگیا جوشِ جنوں سے آفتاب
دیکھ کر مقیش کا طرۂ تری دستار پر

باغباں کا کیوں نہ ہو رضواں سے عالی تر دماغ؟
آج پھولوں کا ہے طرۂ یار کی دستار پر

مجھ سے رو پوشی کا شکوہ سن کے بولا وہ صنم
گرتی ہے بجلی خدا کی طالبِ دیدار پر

دیدۂ گریاں سے ہم چشمی جو کی تو مثلِ برق
کیا ہنسی آتی ہے مجھ کو ابرِ دریابار پر!

دیکھیو ناسخ! سرِ شیخ معمم کی طرف
کیا کلس مسواک کا ہے گنبدِ دستار پر! 5

1= مطبوعہ ۔ مطلع ۔ ب = ... ہیں ۔ اول = ہیں

2 ۔ اول ۔ ا = زینت ....

3= " ۔ ا = کے اوپر ......

4= " ۔ ب = ... رکھتے ہیں ....

5= " ۔ مقطع ۔ ا = ... معمر .....

* مندرجہ بالا غزل اول میں 16 ، اشعار پر مشتمل ہے ۔ اول میں اس غزل میں 2، شعر نمبر 2 اور 6 اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں۔

اول کے شعر نمبر 4 اور 5 بنیادی اور مطبوعہ کی غزل نمبر شمار 98 میں شامل ہیں۔

غش ہیں ہم رخسار ہے افزوں خطِ رخسار پر
چھوڑ کر گل کو نظر پڑتی ہے اپنی خار پر

سامنے وہ ماہ ہے تو ابر اختر کی طرح
پردہ حیرت مرا یاں دیدۂ بیدار پر

تاثیرِ زلف سے ہے خطِ روئے یار سبز
کرتا ہے جسم کو اثرِ زہرِ مار سبز

عاشق کے دل کے حال سے ہے کس کو اطلاع ؟
باطن میں پُر شرر ہے بظاہر چنار سبز

اک دن ہوئی صنوبرِ دل کو نہ تازگی
بے برگ ہوکے نخل ہوئے لاکھ بار سبز

لاریب ہیں گلشنِ فردوس کے شجر
سید نہ کیوں لباس کریں اختیار سبز ؟

پست و بلند عالم بالا کو ایک ہیں
کرتا ہے کوہ و دشت کو ابرِ بہار سبز

تاثر دیکھ افعیِ کا کل کے زہر کی
موبافِ سرخ ہوگئے ہیں لاکھ بار سبز

گلزارِ حسنِ یار کی بھی طرفہ ہے بہار
عارض پہ خطِ سبز نہیں ہیں یہ خار سبز

مینائے بادہ کا جو تصور ہے ساقیا !
آنکھ کے ڈور سے ہوئے وقتِ خمار سبز

ہیں گل عزار ماہِ محرم میں سبز پوش
گویا کہ پھول سرخ ہیں اور شاخسار سبز

ٹھوکر لگے جو توسنِ بادِ بہار کی
مانندِ برگ سنگ سے نکلیں شرار سبز

رو رو کے خط کے غم میں نکالا ہے تونے خط
سبزہ نہ کس طرح ہو لبِ جوئبار سبز ؟

یک رنگ ہر سفید و سیہ ہے بہار میں
گویا ہے رنگِ ابلقِ لیل و نہار سبز

فیضِ بہارِ عام یونہی ہے تو آج کل
سنبل کی شاخ سا ہے مرا جسمِ زار سبز

عالم تمام صید ہے دامِ بہار کا
کرتا ہے چوبِ تیر کو خونِ شکار سبز

ہم خاک ہوگئے ہیں خطِ سبزِ یار پر
مثل گیاہ سودہ ہو اپنا غبار سبز

مارا جنوں نے مجھ کو روعِ بہار میں
لازم ہے شامیانہ بروئے مزار سبز

ناسخ! کمال یار پہ جوشِ بہار ہے
کیا! روئے سرخ پر ہے خطِ مشک بار سبز

اس قدر زیرِ فلک اے سرو گل اندام! رقص   کر رہا ہے لولیِ گردوں کو بے آرام رقص

سینکڑوں مردے نکل پڑتے ہیں ہر ٹھوکر کے ساتھ   فتنۂ محشر ہے وہ جس کا رکھا ہے نام رقص ۔ 1

مرغِ خوش خواں اس چمن کا ہوں کہ جس کے صحن میں   آسماں طاؤس ساں کرتا ہے صبح و شام رقص

لگتی ہیں مینائے گردوں کو ہزاروں ٹھوکریں   کرتے ہیں مستی میں جب ہم رندِ مے آشام رقص

ہوگیا پیری میں عیش اپنا جوانی سے دو چند   ہاتھ میں رعشے سے کرتا ہے جو مے کا جام رقص

دور دامن ہوگیا ہے مجھ کو مثلِ آسیـــــہ   بیستا ہے دل کو تیرا اے بتِ خود کام رقص

گر عوض ناقوس کے جاکر میں ؟ نالہ کروں   بت کدے میں ہر طرف کرتے پھریں اصنام رقص

تو ہے وہ صیاد او ظالم! کہ تجھ کو دیکھ کر   کرتے ہیں بدلے تڑپنے کے اسیرِ دام رقص

جی اٹھے مردے ہزاروں سن کے گھنگھرو کی صدا   واسطے زندوں کے لایا موت کا پیغام رقص

ناچنے گانے کو کیا رتبہ ہے اس کے سامنــــــے؟   ہر سخن اس کا ہے اے ناسخ! غنا ہر گام رقص 2

1= اول ۔ ب = ...وہ ہے....

2= ۔ ۔ مقطع ۔ ا = ...کا .....

* مندرجہ بالا غزل اول میں 12 ، اشعار پر مشتمل ہے ۔ اول کے اس غزل کے 2 شعر نمبر 5 ، 7 ، اضافی ہیں

جو درجِ ذیل ہیں ۔

آگیا بھونچال تیرے رقص سے محفل میں رات   سب لگے کرنے در و دیوار سقف و بام رقص

حال میں صوفی اگر ناچے ہے خامی کی دلیل   کرتے ہیں گلخن پہ جیسے دانہ ہائے خام رقص

رکھتے ہیں گل عشقِ رخ شوقِ نظر جانا نہ شمع
گل ہوئے ہیں شکلِ بلبل صورتِ پروانہ شمع

کیوں کر اس کے آنسوں کا تار ٹوٹے ایک دم ؟
کہتی ہے میرا زبانِ حال سے افسانہ شمع

دیکھتے ہی قامتِ جاناں کو حیراں ہیں تمام
فاختہ شمشاد بلبل شاخ گل پروانہ شمع

اس کے نورِ رخ کے آگے بوستانِ بزم سے
دور ہوتی ہے برنگِ سبزۂ بیگانہ شمع

شرم سے اڑ جائے شعلہ کیوں نہ جگنو کی طرح؟
دیکھے محفل میں جو نورِ فندق جانا نہ شمع 1

انگو ٹالا ہتیوں کا دودِ گل کی شعلہ تمام
رکھتی ہے تختِ لگن میں شوکتِ شاہانہ شمع

عرش ہے شائد شبیہِ چشمِ مستِ یار کا
ساغرِ ہے میں چراغ اور شیشۂ مے خانہ شمع

بزمِ عشرت ہے بیاباں چاندنی ہے جائے فرش
جانتا ہوں غول کی آنکھوں کو میں دیوانہ شمع

کیوں نہ میں تشبیہ دوں زلفوں کو دودِ شمع سے ؟
شمع کا شعلہ ہے چہرہ قامتِ جانا نہ شمع

کیا موثر ہے مرے سوزِ دروں کا ماجرا
ہے زباں افسانہ گو کی کہتی ہے افسانہ شمع

وصل کے کھنی یہ ہیں ہوں عاشق و معشوق ایک
شمع سے ملتے ہی بنتے ہیں پرِ پروانہ شمع

پنجۂ نازک جو ہیں منہدی سے شعلے شمع کے
صاف آتے ہیں نظر اب ساعدِ جانا نہ شمع

جرمِ اظہارِ محبت پر نہ کیوں سر ہو قلم؟
سامنے جاناں کے کیا روتی ہے گستاخانہ شمع

اک طرف ہے اشک افشاں اک طرف ہے خندہ زن
رکھتی ہے اوقات تیرے عشق میں مستانہ شمع

اور لکھنی ہے جنوں انگیز اب مجھ کو غزل
داغ سودا کے رکھے روشن دلِ دیوانہ شمع

1۔ اول ۔ ب = ... رنگ . . . .

* اول میں اس قافیہ و ردیف کی 4 غزلیں ہیں۔ بنیادی اور مطبوعہ میں اس قافیے و ردیف کی 3 غزلیں ہیں اس غزل کا شعر نمبر 14 ، اول کی اسی ردیف و قافیہ کی اس سے **اگلی** غزل (نمبر شمار 118) سے شامل کیا گیا ہے۔ اول کا اس غزل کا شعر نمبر 13 ، اضافی ہے جو درج ذیل ہے

دوستی آتش رخوں کی دشمنِ جاں ہے دلا!
کرتی ہے جی لینے کو پروانے سے یارانہ شمع

مطبوعہ اور بنیادی کی اس ردیف کی اگلی دو غزلیں اول کی اس ردیف کی 3 غزلوں (نمبر شمار 118 ، 119 اور 120 ،) کے منتخب شعروں سے مرتب کی گئی ہیں۔ اول کی ان 3 غزلوں کے اضافی اشعار غزل وار علیحدہ علیحدہ ہیں غزل نمبر 118 کے اضافی شعر نمبر 2 ، 7 ، 9 ، 15 (مقطع) ۔

گر حنا سے پنجۂ جاناں ہے شعلہ شمع کا
ہے بیاضِ ذہن میں ساعد سی بے تابانہ شمع

اپنے عاشق سے نہیں کیوں شعلہ رُو تجھ کو تپاک؟
کرتی ہے پروانے سے کیا نازِ معشوقانہ شمع

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر

سوزش اپنے داغِ سودا کی دکھادوں میں اگر — ہر طرف چھپتی پھرے محفل میں بے تابانہ شمع
اور لکھتا ہوں خیالِ روئے تاباں میں غـــــزل — چاہیے بن جائے اب کاغز قلم پروانہ شمـــــع

اول کی غزل نمبر 119 کے اضافی شعر نمبر (مطلع) 1، 5، 8، 11۔

سوزِغم سے بنتے ہیں داغِ دلِ دیوانہ شمـــع — کرتی ہے فرقت میں گر روشن مرا کاشانہ شمـــــع
کثرتِ غم بزم میں ہر آبلــہ فانوس ہـــــــــے — داغِ حسرت کی ہے روشن اےدل دیوانہ! شمـــع
بن گیا شعلہ نسیمِ کا کل پیچاں سے گل — چاہیے پروانہ کرے بلبل سے اب یارانہ شمـــع
ہوں وہ سوزاں مثلِ پروانہ زباں جلنے لگـــــے — ہوگئی خاموش کہتے ہی مرا افسانہ شمـــــــع
جل اٹھے مثلِ پرِ پروانہ پردے کان کے — بزم میں کیا آج کہتی ہے مرا افسانہ شمـــــع ؟

اول کی غزل نمبر 120، کے اضافی اشعار نمبر 6،10، 11۔

گر نقاب الٹے وہ روئے آتشیں سے باغ میـــں — ہے یقیں بن جائے بلبل شاخ گل پروانہ شمع
ہے بجا دشمن اگر جلتے ہیں پروانے کی طرح — بن گیا ہے شعلہ آواز نوبت خانہ شمـــــع
چار غزلوں کے ہوئے میں روشن ایسے چار جھاڑ — جس میں ہیں ہر ایک رشکِ عارضِ جانانہ شمع

ساقِ جاناں دیکھ کر بنتی ہے خود پروانہ شمع
شعر میں اس کو نہ باندھے گا بجز دیوانہ شمع

کیوں نہیں ہوتا تجھے غم عاشقِ جانباز کا ؟
دیکھ روتی ہے بہ روئے لاشۂ پروانہ شمع

ایسی تاریکی ہے کم ہوتا ہے نورِ آفتاب
کب ہے ممکن کر سکے روشن مرا کاشانہ شمع ؟

کر دکھائے اپنی بالے کی وہ جھلی کا فروغ
1 ہو بہ رنگِ ماہئ بے آب بے تابانہ شمع

شاہِ عادل کی عدالت سے نہیں دنیا میں چور
بزمِ عالم میں رہے اب کیوں نہ بے باکانہ شمع ؟

کیا نزاکت ہے کہ جھنجھلا کر لگا کہنے وہ رات
محفلِ عشرت کو کر دیتی ہے آتش خانہ شمع

رکھتی ہے بے سبحہ تیرے نام کو وردِ زباں
2 اپنے رشتے میں پروئے اشک کا ہر دانہ شمع

اس لئے اے شمع رو! فانوس میں رکھتے ہیں بند
جل نہ جائے تجھ پر آکر صورتِ پروانہ شمع

ہوں وہ پروانہ کہ در تک باوجودِ عذرِ لنگ
نکلی استقبال کو محفل سے بے تابانہ شمع

سبزۂ خط ہے نہ سارے جسم میں اک رونگٹا
لب عسل ہیں بے مگس، قامت ہے بے پروانہ شمع

لالہ و گل کو گلستاں میں بنا دے گر چراغ
شاخِ شبو کو کرے بے نورِ رخِ جانانہ شمع

تشنۂ مے ہے جو منہ سے نکلی پڑتی ہے زباں
چاہتی ہے دستِ ساقی سے پئے پیمانہ شمع

تیری پابوسی کی حسرت میں جلے گی عمر بھر
3 گنتی ہے فانوس کو محفل میں زنداں خانہ شمع

جلتے ہیں عشوق جاتے ہیں جو عاشق اور پاس
کیوں نہ محفل میں جلا دے شہپرِ پروانہ شمع ؟

اور لکھتا ہوں شبِ تاریکِ فرقت میں غزل
ہے مری آتش زبانی بہرِ خلوت خانہ شمع

1۔ مطبوعہ ۔ا = ... دکھا دے ....

2۔ اول ۔ا = ... پنجہ ......

" ۔ م ۔ب = ... پرو کے ....

3۔ م ۔ب = کہتی ہے ....

* مندرجہ بالا غزل اول میں 13، اشعار پر مشتمل ہے۔ مندرجہ بالا غزل اول کی غزل نمبر شمار 118 اور 119 کے منتخب اشعار پر مبنی ہے۔ مندرجہ بالا غزل کا مطلع اور شعر نمبر 3 تا 10 اول کی غزل نمبر 118 سے شامل کئے گئے ہیں۔ شعر نمبر 11 تا 15 اول کی غزل نمبر 119 سے شامل کئے گئے ہیں۔

ایسا پروانہ زمانے میں کبھی دیکھا نہ شمع
طور کا شعلہ ہے پروانہ رخِ جانا نہ شمع

حالِ دل یا درِلبِ جاناں میں یہ ہے جس طرح
شہد سے ہو کر حلا جلتی ہے مایوسانہ شمع

جل رہے ہیں جوہرِ آئینہ پروانوں کی طرح
آئینخانوس عکسِ عارضِ جانا نہ شمع

دشمنی کرتا ہے جس سے ہو امیدِ دوستی
روشنی کی جا جلاتی ہے مرا کاشانہ شمع

مجھ سے نفرت غیر سے اس شعلہ رو کو ہے تپاک
ہے مگس سے آشنا پروانے سے بیگانہ شمع

ایسی شرمندہ ہے اُڑ جائے ابھی مثلِ شرار
بزمِ جاناں میں جو پائے شہپرِ پروانہ شمع

گر کے بجلی نے نکالی ہے مری حسرت یہ آج
سچ تو ہے کرتی کہاں روشن مرا کاشانہ شمع ؟

بے خیالِ روئے جاناں روشنی ممکن نہیں
ہے یہ تاریکی نہیں پاتی مرا ویرانہ شمع

بیٹھتے دیکھا نہیں ہرگز کسی نے ایک دم
گنتی ہے اس بزم کو ایسا مسافر خانہ شمع

سر پہ سوزاں داغِ سودا پاؤں میں زنجیرِ اشک
تیری محفل میں کھڑی ہے صورتِ دیوانہ شمع

لنگ اس خاطر بنائے ہیں کہ تجھکو دیکھ کر
پھر پابوسی نہ دوڑی آئے بے تابانہ شمع

جانتی ہے وہ مری آتش زبانی ہم نشیں!
ہو سکے گی بزمِ عالم میں کبھی گویا نہ شمع 1

غول ہے مشعل نہیں آتے ہیں مارے خوف کے
چیخ کر بھاگے اگر دیکھے مرا ویرانہ شمع

منہ دکھا دیتا ہے پروانوں کو گر وہ شعلہ رُو
بھول جاتی ہے ابھی سب ناز معشوقانہ شمع 2

شاہِ ملکِ حسن ہوں مرنے پہ بھی لیتا ہوں باج
گل چڑھا جاتی ہے بلبل قبر پر پروانہ شمع 3

کچھ فقط تو ہی نہیں ناسخ! دل و جاں سے نثار
بزم میں پروانے ہیں سب اور صاحب خانہ شمع

1ـ اول ـ ا = جانتی ہے ...... مخطوطے میں سہو کاتب سے "جانتے ہیں "

2ـ ء ـ ا = ...دکھائے اپنا........

3ـ ء ـ ا = ...عشق ....

وصل میں تھی رونقِ محفل نوائے چنگ و شمع — آہ وافغاں داغِ سوزاں اب ہے یاں آہنگ و شمع 1
شعلے عارض دُور زلفیں قد ہیں سانچے میں ڈھلے — کیا تفاوت ہے میانِ دلبرانِ شنگ و شمع 2
سنگِ نوشو اور شمع پاس اس کے پھروں میں دور دور — کیوں نہ دیکھوں دیدۂ حسرت سے سوئے سنگ و شمع؟
روشن اس کے سینۂ پُر نور سے ہوتی ہے بزم — نور میں یکساں ہے وہ آئینۂ بے رنگ و شمع
داغِ سوزاں اِس پر آفت شعلہ ہے اُس پر وبال — شعلہ رُو یکساں ہے تیرا عاشقِ بے ننگ و شمع 3
کھینچے گر نقشہ ترے رخسارِ آتش رنگ کا — کیا عجب یک رنگ ہو گر خامۂ ارژنگ و شمع؟ 4
نوری نوری انگلیوں پر فندقوں کا رنگ ہے — قدرتِ حق سے [ہے] یا توامِ گلِ ارژنگ و شمع 5
شعلہ رخسارانِ سنگیں دل سے تھا جو ہم کو اُنس — بعد مردن بھی ہمارے سینے پر ہے سنگ و شمع
حسنِ یوسف سے ہوئی پُر نور ایسی راہ مصــــر — روشنی میں تھا برابر میل ہرفرسنگ وشمـــع
گیسوے شبرنگ و خطِ سبز و روئے آتشیں — ہے شب تاریک اور فانوسِ مینا رنگ و شمـــع
یار میرا سنگ دل ہے اور میں ہوں موم دل — دیکھ لے جس نے کہ دیکھا ہو نہ ربطِ سنگ و شمع
خاک پر جا کر اندھیری قبروں میں لیٹے ہیں شاہ — جانتے جب ہم کہ لے جاتے وہیں اورنگ و شمـــع
شمع ساں جلتا ہے سوزِ عشق سے ملتـــا نہیں — ایک ہے میری وفاداری کا پائے لنگ و شمع
بزم میں ہر شب اُسی کے رشک سے جلتی ہے یہ — شاعرو! کیا نسبتِ رخسارِ شوخ و شنگ و شمـــع
عاشق اسیر مرتے ہیں دیتے ہیں جی اس پر پتنگ — ہے برابر شان میں وہ روئے آتش رنگ و شمـــع
شام سے تا صبح ہے مجھ کو جوابِ سیرِ لغـــات — سامنے رکھتا ہوں اپنے نسخۂ فرہنگ و شمـــع
تھا بقا اک رات اے ناسخ پسِ محمل رواں — گوش و چشم اپنی لگائے بر صدائے زنگ و شمـــع

1۔ اول۔ مطلع ۔ ا = بزم میں تھی ۔۔۔۔۔۔
= م۔ م۔ب = سہو کاتب سے " آہ وفغاں " بہ جائے " آہ و افغاں " ۔
2= م ۔ ا = ۔۔۔۔۔۔۔ سے ۔۔۔۔۔۔ ڈھلا
3۔ مطبوعہ ۔ ا = ۔۔۔۔۔۔ (پر) ۔۔۔۔۔
4۔ اول ۔ ب = ہے یقیں یک رنگ ہووے ۔۔۔۔۔۔
5۔ م ۔ ب ۔ مخطوطے میں سہوِ کاتب سے " ہے" رہ گیا ہے۔
٭ مندرجہ بالا غزل اول میں 19، اشعار پر مشتمل ہے۔ اول کے اس غزل کے شعر نمبر 5 اور 11 اضافی ہیں۔
جو درج ذیل ہیں۔

پڑ گیا جو عکس تیرے عارضِ پُر نــــــور کا — جام میں یکساں نظر آئے مئے گل رنگ و شمـــع
ہے کشو! اس سے زیادہ مت کرو زیرو زبــر — ہے برائے محتسب کافی بس اک سر چنگ و شمع

عریانیِ جنوں میں مرے کام آئے داغ
طاؤس کی طرح ہے بدن پر قبائے داغ

سودگرانِ مشک کا ملتا نہیں دماغ
مرہم کی ہے تلاش جو ہم کو برائے داغ

جلتا ہوں سر سے پاؤں تلک مثلِ آفتاب
حاصل ہوا نہ ہم کو فلک سے سوائے داغ 1

ہوتا ہے کرم خوردہ گل لالہ جس طرح
ناسور یوں ہیں میرے جگر میں بجائے داغ

بے داغ آسماں نے نہ رکھا کسی کو یاں
ہر ایک مہ جبیں نے بھی چیچک کے کھائے داغ 2

شکوہ نہیں ہے جو شررِ سودائے عشق کا
مانندِ شمع سر ہے ہمارا برائے داغ

سودائی ہم ہیں ایسے کہ ہر سال لالہ ساں
ہوگا ہماری خاک سے نشو نمائے داغ 3

جراح اپنے پنبہ و مرہم کو دور رکھ!
بھڑکیں گے اس سے اور مرے شعلہائے داغ 4

کیوں کر گلوں کی خاطرِ نازک کو توڑتا ؟
گلشن میں عندلیب سے میں نے چھپائے داغ

مرنے کا غم نہیں یہ مگر داغ ہے مجھے
دامن سے اس نے میرے لہو کے چھڑائے داغ

جنت کو جائیں گے لئے دوزخ بغل میں ہم
ناسخ یونہی جو بعدِ فنا ہے بقائے داغ

1۔ م ۔ ب = ۔۔ مجھ کو ۔۔۔ = اول ۔ مجھ کو ۔ (اصل متن بہ مطابق مخطوطہ ہے ۔ اختلاف نسخ تصحیح سے پیدا ہوا ہے۔

2۔ م ۔ ب = ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پائے = اول = پائے

3۔ اول = ا = ۔۔۔۔ ہیں ہم ۔۔۔۔۔۔

4۔ م ۔ ا = ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کر ۔

م ۔ ب = ۔۔۔۔۔۔۔ اور اس سے ۔۔۔۔

دیکھی نہیں جہاں میں مثلِ نگاہِ یار تیغ — ہوتی نہیں ہے جس طرح ہم سرِ ذوالفقار تیغ

مرگ کی ہے جو بے خودی مستی و عشق ہے یہی — موجِ شراب مجھ کو تھی یار کی آبدار تیغ

ابروئے یار اور مزہ کرتے ہیں مجھ کو آج قتل — آتے ہیں تیر متصل پڑتی ہے بار بار تیغ 1

قتل کیا ہے بے خطا تونے جو مجھ کو بے وفا! — جوشِ سرشک خوں ہوا روتی ہے زار تیغ

جوہروں میں ہے عیاں دیدۂ منتظر کی شکل (جو) — رکھتی ہے دستِ یار میں میرا ہی انتظارِ تیغ

غیر ہے سخت جاں مگر نالے سے یاں ہیں شعلہ رو — پڑتی ہے جب کہ سنگ پر ہوتی ہے شعلہ بار تیغ 2

تیغِ نگاہِ یار کا جب سے ہوا ہے غلغلہ — خون سے مثلِ شاخِ بید رہتی ہے بے قرار تیغ

دوست جو ہے دلا! کبھی اُس سے نہ ہوگی دشمنی — آکے گلے جو لگ گئی کرتی ہے مجھ کو پیار تیغ

زخموں سے غیرتِ چمن کس کا کیا ہے نخلِ تن ؟ — آج بہ برنگ شاخ گل رکھتی ہے جو بہار تیغ

1۔ مطبوعہ ۔ ا = ... آج مجھ کو = اول = آج مجھ کو ۔ ...

2= ۔ ا = ... رو = اول ۔ میں یاں جو شعلہ رو

جس حویلی میں ہو روئے یار کا روشن چراغ — ہے یقین بن جائیں دیواروں کے سب روزن چراغ 1

جب تلک ہے حسن معشوقوں پہ عاشق ہیں نثار — گرد ہیں پروانے بھی جب تک کہ ہے روشن چراغ 2

جوشِ وحشت نے کیا ایسا مجھے آتش قدم — خانۂ زنجیر میں ہونے لگے روشن چراغ

روشنی ایسی ہے اس کے سینۂ پُر نور کی — ہوگیا مجھ کو یقیں ہے زیرِ پیراہن چراغ

ہیں جو روشن طبع بغض اُن سے سیہ کاروں کے ہے — چور کو جس طرح آتا ہے نظر دشمن چراغ

روشن ایسا اس گلِ عارض سے ہے بستانِ بزم — تیرہ آتا ہے نظر مثلِ گلِ سوسن چراغ

ہیں جو عمدہ ان سے مفلس بہرہ ور ہوتے نہیں — آتشِ یاقوت سے ہوتا نہیں روشن چراغ 3

ٹانکنے آیا جو یاں زخمِ دلِ سوزاں مسیح — بن گیا رشتہ فتیلہ چشمۂ سوزن چراغ

کردوں روشن آتشِ داغِ جدائی سے اگر — برق ساں کرنے لگے بیتالی وشیون چراغ

جھڑتے ہیں سنگِ لحد سے ٹاپیں لگنے میں شرر — میری تربت پر جلاتا ہے ترا توسن چراغ 4

کوئی پروانہ جلے گا تو جلوں گا غم سے میں — دوستو! ہرگز نہ تم رکھنا سرِ مدفن چراغ

ہوتی ہے نورِ خرد سے اہلِ غفلت کو گریز — بیشتر انساں بجھاتے ہیں دمِ خفتن چراغ

داغِ حسرت جل اٹھا گل گشت میں تیرے بغیر — آتشِ رنگِ چمن سے ہوگیا روشن چراغ

پھونک مارے غنچۂ لب سے اگر وہ رشکِ گل — بزم میں پھیلا گئے نکہتِ گلشن چراغ

کیوں نہ ہو پیر فلک کا حسن ظاہر خلق پر؟ — دن کو جب روشن کرے خورشید کا کودن چراغ

اس نے کل اسکندری آئینہ میں دیکھا جو منہ — بن گیا عکسِ فروغِ حسن سے آہن چراغ

جس شبستاں میں ہو صائب کلک ناسخ شعلہ ریز — چاک ساز وخار فانوس رابر تن چراغ 5

1۔ مطبوعہ۔ مطلع ا = ...مکاں ..... تری رخسار ... = اول = .. مکاں میں ہو ترے ...

" ۔ اول ۔ ب = ... جائے ....

2۔ اول = ا = ... معشوقانہ ....

3۔ " ۔ ا ...... :..... ہوتا .....

4۔ " ۔ ا ۔ مخطوطے میں سہو کاتب سے "کحد" بہ جائے" لحد"

" ۔ " ۔ " ۔ .... سے ....

5۔ " ۔ مطلع ۔ ا = ... آکے .....

مندرجہ بالا غزل میں 21، اشعار پر مبنی ہے۔ اول کے اس غزل کے 4 شعر نمبر 5، 9، 11، 13، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

پردہ عصمت ہے نورِ حسن کو حرزِ زوال — چلتی ہے صرصر تو مٹتے ہیں تہِ دامن چراغ

خوشہ چیں آتے ہیں میرے سملس کے کھیت کا — کر رہا ہے جمع گو پروانے کو خرمن چراغ

کشتہ تیغ اجل ہوگا دم پیری صبح — گو بدن پر پہنے ہے فانوس کی جوشن چراغ

وحشت ایسی میرے غم خانے سے جو بادکی؟ — راہ تکتا ہے اٹھائے شعلہ گردن چراغ

کیا اسیری میں کریں شکوہ ترا صیاد ہم ؟ — واں بھی کچھ دامِ رگِ گل سے نہ تھے آزاد ہم
دام دودِ نالۂ پیچاں ہے دانے اشک ہیں — یعنی ان کافر پریزادوں کے ہیں صیاد ہم 1
آج کل سے کچھ نہیں اپنی زباں عجز بیاں — نطق عیسی کی طرح رکھتے ہیں مادر زاد ہم
یہ زمیں ہے بے وفا یہ آسماں بے مہر ہے — جی میں ہے ایک اب نیا عالم کریں ایجاد ہم 2
روک لے اک بات کی بات اپنے دستِ تیغ کو — دے لیں اے قاتل! رقیبوں کو مبارک باد ہم
اس نے تلواریں جڑیں فریاد پر جوں جوں ہمیں — مرد ہانِ زخم سے کرنے لگے فریاد ہم
قیدِ ہستی تک ہیں تیرے دامِ گیسو میں اسیر — تن سے سر آزاد ہو جائے تو ہوں آزاد ہم
جب سے دیکھی ہے گلِ رخسارِ جاناں کی بہار — ہو رہے ہیں صورتِ برگِ خزاں بر باد ہم
خندہ زن ہوتا نہیں اپنا دہانِ زخم بھی — کوئی دنیا میں نہ ہوگا جیسے ہیں ناشاد ہم
پہلے تیشہ مارتے خسرو کو اے شیریں دہن! — جی نہ کھوتے مفت اپنا ہوتے گر فرہاد ہم
پہلے اپنے عہد سے افسوس سودا اٹھ گیا — کس سے مانگیں جاکے ناسخ اس غزل کی داد ہم؟

1۔مطبوعہ ۔ا = ... ہے . . . ۔مضاواے میں سہوکاتب سے "میں" بجائے "ہے"

2۔اول ۔ب = ... اب ایک . . .

مندرجہ بالا غزل میں 16، اشعار پر مشتمل ہے۔اول میں اس غزل کے 5، شعر نمبر 5، 6، 10، 13، 24، اضافی میں جو درجِ ذیل ہیں۔

ہوگئے مقتل میں زندانی تمام آزاد آج — آہ اِس میں نہ اُس قاتل کو آئے یاد ہم
وار کی فرصت نہیں تھی نزاکت سے مجھے — سر جھکائے دیر سے بیٹھے ہیں اے جلاد! ہم
ہے کرۂ بن۔گرچہ اپنا جوہرِ ذاتی مگر — صاف ہی ہیں صورتِ آئینۂ فولاد ہم
دخت رز کو جو چھڑواتا ہے تو ہم سے بزور — سچ بتا اے محتسب! کیا تیرے ہیں داماد ہم؟
زخمِ تیشہ اس کے سر پر اپنا تھا اک کھیں بس — علمِ جاں بازی میں تھے فرہاد کے استاد ہم

بند آنکھ ہے نظر جاتے ہیں سو سو بار ہم — جانتے ہیں یار کے دروازے کو دیوار ہم
مانگتے ہیں یہ دعا سونے کے وقت اے یار ہم — ہوں ترے پاؤں کی آہٹ سے کبھی بیدار ہم 1
عین غفلت میں ہیں مثلِ نرگسِ بیمار ہم — دیکھنے کو اپنی آنکھیں رکھتے ہیں بیدار ہم
یادِ کوئے یار میں ہیں رات دن بیدار ہم — آنکھیں وا رکھتے ہیں مثلِ روزنِ دیوار ہم
نقدِ دل دیتے ہیں اک محبوبِ بازاری کو آج — زور سودا مول لیتے ہیں سرِ بازار ہم 2
کیوں جنازے کو اٹھا کر سب نے شرمندہ کیا — ایک کے دل پر نہ جیتے جی ہوئے تھے بار ہم، 3
ناتواں ہر چند ہیں پر ایک شب اے رشکِ ماہ! — پھاند ہی گئے دیوار مثلِ سایۂ دیوار ہم
خوابِ غفلت اِس کو کہتے ہیں کہ چٹکیوں سے ابھی — سبزۂ خوابیدہ چونک اٹھے نہ ہوں بیدار ہم 4
بادشاہی کر رہے ہیں انزوائے فقر میں — پائے خفتہ کو کہیں اب طالعِ بیدار ہم
یہ سمجھ کر خوش نہ ہو واعظا! کہ تائب ہوئے — مے کشی سے فرقتِ ساقی میں ہیں بیزار ہم 5
سارے عالم میں ہیں فاقے بس یہیں ہے اکل و شرب — چھوڑیں کیا ماہِ مبارک میں درِ خمار ہم؟
پھنس گئے ہیں واعظا! گردابِ دورِ جام میں — زیست بھر ہوں گے نہ اِس دریائے مے سے پار ہم
جب چبھا گل برگ میں کانٹا ہمارا دل دُکھا — نرگسِ بیمار کے غم میں ہوئے بیمار ہم
ہوش آنے سے کھلا مژگاں یہ محبوبوں کی ہیں — عالمِ وحشت میں جن کو جانتے تھے خار ہم 6
بادۂ جنت سے مستنبط ہوا یہ مسئلہ — باغ میں اے محتسب! کیوں کر نہ ہوں مے خوار ہم؟

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

1- اول - ب = ... کبھی .....

2- م - ب = روز ....

3- م - ا = کیا ....

4- م - ا = ... کبھی

5- م - م - ب = ... میں .... بیدار

6- مصرع اولیٰ - وزن سے خارج ہے - سہوِ کاتب سے لفظ یہ رہ گیا ہے اور " محبوں " بجائے "محبوبوں" -

(گزشتہ صفحے کا بقیہ)

ہیں جو غافل ان کو سولی پر بھی آجاتی ہے نیند — پنبۂ تو شک پہ ہیں منصور سے بیدار ہم 1

ہے سراپا راست اور اس کا دہن معدوم ہے — کیوں نہ اس کے قد کو سمجھیں تیرِ بے سوفار ہم

عمر گزری اک بتِ کافر نظر آتا نہیں — حشر میں کیوں کر خدا کا پائیں گے دیدار ہم ؟

دوڑتے ہیں پیچھے قاتل کے گریباں پھاڑ کر — رکھتے ہیں کیا اشتیاقِ زخمِ دامن دار ہم

نفرت ایسی ہوگئی نظارہ بازی سے ہمیں — گنتے ہیں تارِ نظر کو رشتۂ زنار ہم

سب رگیں تن پر نظر آتی ہیں مثلِ تارِ ساز — کرتے ہیں ناسخ! جو ایک مطرب پسر کو پیار ہم

---

1 ۔ اول ۔ ب = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہوشیار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مندرجہ بالا غزل اول کی اس ردیف کی دو غزلوں (نمبر شمار 126، 127) پر مشتمل ہے۔ مطلع اور شعر نمبر 4 اور 13 کے سوا شعر نمبر 13 تک مع مقطع اول کی اس ردیف کی پہلی غزل (نمبر شمار 126) کے اشعار ہیں شعر نمبر 14 تا 20 اول کی اس ردیف کی دوسری غزل (نمبر شمار 127) کے اشعار ہیں۔ مندرجہ بالا غزل کا مطلع اول میں نہیں۔ شعر نمبر 11 اور 5 اول کی اس ردیف کی دوسری غزل (نمبر شمار 127) کے اشعار ہیں۔ شعر نمبر 4 اس غزل (نمبر شمار 127) کا مطلع ہے۔ اول کی اس ردیف کی پہلی غزل (نمبر شمار 126) کے 4 شعر نمبر 3، 6، 7، 13، اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں۔

کیا کریں مرہم کہ ہر دم دیکھ کر ناسورِ غم؟ — یاد کرتے ہیں کسی کے روزنِ دیوار ہم

رنج پہنچا حیف یاروں کو ہماری مرگ کا — تھے نہ جیتے جی کسی کے در پئے آزار ہم

ہے تصور آج کس کے فتنۂ رفتار کا ؟ — شش جہت میں دیکھتے ہیں حشر کے آثار ہم

ساتھ لائے ہیں ازل سے دید کا آزار ہم — گلشنِ عالم میں کیا ہیں نرگسِ بیمار ہم ؟

اول کی غزل نمبر شمار 127 کے 3 شعر نمبر 3، 9، 12، بھی اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں۔

گر نظر آتا نہیں یک لمحہ وہ نورِ نگاہ — کرتے ہیں تارِ نگہ، آنسوؤں کا تار ہم

ہو وہ کافر جس کو دیدارِ خدا کی ہو ہوس — او بتِ کافر! ہیں تیرے طالبِ دیدار ہم ؟

داغِ سودا ہے بہ جائے پوششِ کعبہ ہمیں — واعظا! اپنے حریمِ دل کے ہیں زردار ہم

دل سبک وضعوں سے اپنا آشنا ہوتا نہیں
سنگ مقناطیس ہرگز کہربا ہوتا نہیں

خط کو روئے یار پر نشو و نما ہوتا نہیں
سبزۂ بیگانہ گل سے آشنا ہوتا نہیں

تو بھی آغوش تصور سے جدا ہوتا نہیں
اے صنم! جس طرح دور اک دم خدا ہوتا نہیں

ہیں جوانی میں جو ظالم ہوں گے ظالم پیری میں
کوئی جز مار کہن سال اژدہا ہوتا نہیں

فقر سے ایسی مری خاطر کو ہے چسپیدگی
محو اعضا سے نشان بوریا ہوتا نہیں

دانۂ بارود بنتے ہیں مرے تخم امید
تانہ برق ان پر گرے نشو و نما ہوتا نہیں

نشۂ عرفاں نہیں جب تک دلا! ہے قیل و قال
تانہ ہو لبریز ساغر بے صدا ہوتا نہیں

بن گیا تصویر ہر دل میں تصور یار کا
آئینے میں جاکے عکس اس کا جدا ہوتا نہیں

موذیوں کو روندتے پھرتے ہیں ہم وحشت میں بھی
کب سر خار مغیلاں زیر پا ہوتا نہیں؟

باغ عالم میں رنگ سبزۂ بیگانہ ہوں
غیر پامالی یہاں کوئی آشنا ہوتا نہیں

ہو سریر سلطنت یا تختۂ تابوت فقیر
پر دماغ و دل مرا شاد و گدار ہوتا نہیں

بحر وحدت میں ہوں میں گو سر گیا مثل حباب
چوب کیا تلوار سے پانی جدا ہوتا نہیں

تیرے دیوانے ہیں معشوقان عالم اے پری!
کون گل ہے جس کا پیراہن قبا ہوتا نہیں؟

---

* مندرجہ بالا غزل اول میں 21، اشعار پر مشتمل ہے۔ اول میں اس غزل کے 8 شعر نمبر 2، 4، 7، 10، 11، 13، 14، 18، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

دست خالی یاں کبھی دست دعا ہوتا نہیں
غیر استغنا کوئی حاجت روا ہوتا نہیں

مثل رنگ گل ہیں ہم نازک مزاجوں کا غبار
خود بخود اٹھتا ہے محتاج ہوا ہوتا نہیں

کوئی دنیا میں نہیں ہے مدعا صد شکر یاں
غیر ترک مدعا کچھ مدعا ہوتا نہیں

کھولتا ہوں گوش گل گلبانگ کی تاثیر سے
میرے گلشن میں کبھی دخل صبا ہوتا نہیں

ہوں میں وہ دیوانہ مے کش نہیں ملتا جو تاک
دشت میں مسکن ببولوں کے سوا ہوتا نہیں

شیشۂ دل سے بڑھے گا کاسہ سر نشہ سے
شکر تیرا مجھ سے اے ساقی ادا ہوتا نہیں

بے وفائی شمع کی کرتی ہے پروانوں کو نیست
عاشق حسن بقا ہرگز فنا ہوتا نہیں

جو ہر آئینۂ دل تک گیا ہے عکس یار
رنگ مل کر جیسے پانی میں جدا ہوتا نہیں

ماہِ نو ہے مثلِ ابرو لیکن اس کا رو نہیں
مشک میں خوشبو ہے پیچ و تاب مثلِ مو نہیں
کون سا تن ہے کہ مثلِ روح اس میں تو نہیں ؟
جامِ نرگس میں کہاں شبنم جو نکلے آفتاب ؟
یاد گیسو میں ہوا میرا یہ دھجی سا بدن
کیوں نہ ہو فرہاد ناکام اور خسرو کامیاب ؟
جسم ایسا گھل گیا ہے مجھ مریضِ عشق کا
دیکھنے میں ہنسنے میں جس دن سے دردِ ندانِ یار
عشقِ جاناں میں نہیں کوئی دلِ وحشی اسیر
ہو گیا ہے یہ قرانِ آفتاب و ماہِ نو
ہو گیا ہے مثلِ مو تارِ نگاہ اپنا سیاہ
رات دن ناقوس کہتے ہیں با آوازِ بلند
قمریاں دیوانی ہیں کیوں کر گلے میں ہو نہ طوق ؟

ماہِ کامل صورتِ رو ہے مگر ابرو نہیں
پیچ ہیں سنبل میں مثلِ مو مگر خوشبو نہیں
کون گل ہے جو ترا مسکن بہ رنگ بو نہیں
یار کے آگے مری آنکھوں میں اک آنسو نہیں
مجھ پہ پھبتی کہنے میں موباف ہے گیسو نہیں
زورِ زر کے سامنے کچھ قوتِ بازو نہیں
دیکھ کر کہتے ہیں سب تعویذ ہے بازو نہیں
چین مثلِ گوہرِ غلطاں کسی پہلو نہیں
یہ عجب تا تار ہے جو ایک بھی آہو نہیں
یار کے رخسارِ آتش رنگت پر ابرو نہیں
آگے آنکھوں کے صنم ! جب سے ترے گیسو نہیں
دیر سے بہتر ہے کعبہ گر بتوں میں تو نہیں
باغ میں اک سرو مثلِ قامتِ دلجو نہیں

زور ہے گرمی بازار ترے کوچے میں
جمع ہیں خریدار ترے کوچے میں

دیکھ کر تجھ کو قدم اٹھ نہیں سکتا اپنا
بن گئے صورتِ دیوار ترے کوچے میں

دہر ویراں ہے ترے عہد میں کعبہ ہے خراب
جمع ہیں کافر و دیندار ترے کوچے میں

پاوں پھیلائے زمیں پر میں پڑا رہتا ہوں
صورتِ سایۂ دیوار ترے کوچے میں

روز یاں سینکڑوں بے ہوش پڑے رہتے ہیں
ہے مگر خانۂ خمار ترے کوچے میں

پاسبانوں کی طرح راتوں کو بے تابی سے
نالے ہم کرتے ہیں اے یار ترے کوچے میں

روز ہی عشق نے یہ تفرقہ پردازی کی
ہم ہیں زنداں میں دلِ زار ترے کوچے میں

آرزو ہے جو مروں میں تو یہیں دفن بھی ہوں
ہے جگہ تھوڑی سی درکار ترے کوچے میں 1

گر یہی ہیں ترے ابرو کے اشارے قاتل
آج کل چلتی ہے تلوار ترے کوچے میں

جیسے جنت میں ہیں ادریس رہوں میں بھی مدام
لائیں گر طالعِ بیدار ترے کوچے میں

حالِ دل کہنے کی ناسخ جو نہیں پاتا بار
پھینک جاتا ہے وہ اشعار ترے کوچے میں

١- مطبوعہ- ا- ..... یونہی ..... مطبوعہ میں اصل متن بہ مطابق مخطوطہ ہے- اختلاف نسخ تصحیح سے پیدا ہوا ہے-

قامتِ یار کو ہم یاد کیا کرتے ہیں — سرو کو صدقے میں آزاد کیا کرتے ہیں

زلفِ شب رنگ کو ہم یاد کیا کرتے ہیں — شبِ تاریک میں فریاد کیا کرتے ہیں

نگہ یار کو ہم یاد کیا کرتے ہیں — برق کو دیکھ کے فریاد کیا کرتے ہیں 1

کوچۂ یار کو ہم یاد کیا کرتے ہیں — جاکے گلزاروں میں فریاد کیا کرتے ہیں

گھر جو بے یار ہے ویراں تو تصور سے مدام — خانۂ دل کو ہم آباد کیا کرتے ہیں 2

رشک سے لیتے نہیں نام کہ سن لے نہ کوئی — دل ہی دل میں تجھے ہم یاد کیا کرتے ہیں 3

گزرے ہیں کوچۂ گل سے صبا کے جھونکے — نکہتِ گل کو جو برباد کیا کرتے ہیں

ہوتے ہیں جاتے ہی مکتب میں پری رُو خوں ریز — کیا یہ جلادوں کو استاد کیا کرتے ہیں ؟

پھونک دیں نالۂ سوزاں سے اگر چاہیں قفس — ہم فقط خاطرِ صیاد کیا کرتے ہیں 4

ہوتی ہے آفتِ خط قہرِ خدا سے نازل — یہ صنم ہم پہ جو بیداد کیا کرتے ہیں

ملک الموت اگر کہیے انہیں تو ہے بجا — قتل بے تیغ پری زاد کیا کرتے ہیں

تو وہ صیاد ہے جو وار کے تجھ پر لاکھوں — طائرِ روح کو آزاد کیا کرتے ہیں

انتقام اِس کا کہیں لے نہ فلک ڈرتا ہوں — جھوٹے وعدوں سے جو وہ شاد کیا کرتے ہیں 5

تیرا دیوان ہے کیا سامنے اُن کے ناسخ ؟ — جو کہ قرآن پہ ایراد کیا کرتے ہیں -

---

1- مطبوعہ م ـ ب = دیکھ کر برق کو .... "کے" اور "کر" کے اختلاف کے علاوہ ترتیب الفاظ میں بھی فرق ہے-

2- م م ـ ا = ... میں ......

3- م م ـ ب = ... اسے .....

4- م م ـ ا = ... قفس

5- م م ـ ا = ... اس ....

ہے عجب رنگ کی وحشت ترے دیوانے میں
جی نہ آبادی میں لگتا ہے نہ ویرانے میں [1]

ہوں وہ مے کش کہ نہ مستی میں کہوں راز کبھی
لاکھ قلقل کہے شیشہ مجھے مے خانے میں

آفتاب اس میں اگر آئے تو بن جائے
نور کا دخل نہیں میرے سیاہ خانے میں

حشر تک جی میں ہے بے ہوش رہوں اے ساقی!
کاش مے بھر دے مری عمر کے پیمانے میں

نازکی سے ہوا قاتل مری حالت کا شریک
یاں لگا زخم تو واں درد اٹھا شانے میں

کس طرح طائرِ دل ہو ترے چہرے پہ نثار؟
شمعِ رُو طاقتِ پرواز ہے پروانے میں

بال توڑے تری زلفوں کے نہ بیدردی سے
حس مرے ہاتھ کی مانند جو ہو شانے میں [2]

عشق میں دل نے پھنسایا تو ہوا غیر کو رنج
نہیں اپنے میں مروت جو ہے بیگانے میں

پارۂ شیشۂ دل نصب ہے ہر روزن میں
کیجئے عیشِ زمستاں مرے کاشانے میں

یاں تو بجلی بھی سنبھل جاتی ہے گرتے گرتے
شمع کے ٹھہریں قدم کیا مرے ویرانے میں ؟

نوش کر شوق سے جی کھول کے صرفہ کیا ہے ؟
خوب بد ہضمی کا ناسخ! انہیں غم کھانے میں

1۔ مطبوعہ = دیوانہ، ویرانہ، خانہ، پیمانہ، شانہ۔بیگانہ، کاشانہ، کھانہ، پروانہ، اس غزل کے قوافی میں یہ اختلاف امالہ اول تا آخر ہے، سوائے مقطع کے مصرع ثانی میں "کھانے" کے۔

2۔ مطبوعہ ۔ب = ... ہو گر شانہ ......

خونِ کفک سے رنگِ رگِ گل ہے خار میں
پرزے به رنگِ گل ہے گریباں بہار میں

داغ جنوں کِھلے ہیں مرے جسمِ زار میں
حیرت ہے اتنے پھول لگے ایک خار میں

ڈورا خلال کا نہیں دندانِ یار میں
رشتہ پڑا ہے یہ گہرِ آب دار میں

جاتا ہے وہ جدھر کو یہ قدموں کے ساتھ ہے
ریگِ رواں ہے خاک مری کوئے یار میں

پہنچا وہ جب کہ دور میں پہنچا قریب مرگ
عمرِ رواں کے طور ہیں رفتارِ یار میں

ہے مجھ کو یہ اشارۂ نَوروزُ اب کے سال
جز عشقِ زلف کچھ نہ کروں سالِ مار میں

عاشق ہوا ہوں دوستو میں اپنی شکل کا
میرا ہے عکس آئینۂ روئے یار میں 1

آنسو میں اس طرح ہے مرا جسم ناتواں
رشتہ ہو جس طرح گہرِ آب دار میں

اک آن میں نوازشِ فندق سے اے پری!
سونے کے تار ہوگئے تیرے سہ تار میں

سایہ نہ دھوپ میں ہے نہ آئینے میں ہے عکس
باقی نہیں ہے خاک مرے جسمِ زار میں

کھٹکا نہیں جہاں میں ملا جس کو داغِ عشق
دیکھو کہ ایک خار نہیں لالہ زار میں

ہو مثلِ گرد باد بہم ربطِ باد و خاک
آئے سمندِ یار جو میرے غبار میں

یوں گور میں ہے ساتھ ہمارے خیالِ زلف
جس طرح اژدہا کوئی رہتا ہو غار میں

دکھلا گیا کبھی نہ وہ چشمِ سیاہ کو
آنکھیں مری سفید ہوئیں انتظار میں

اوراقِ گل رگوں سے جو مسطر کشیدہ ہیں
رنگیں غزل اک اور لکھوں میں بہار میں

---

1 = مطبوعہ ۔ ا = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دوستو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مخطوطے میں سہوِ کاتب سے "د ستو" بجائے "دوستو"

گھل کر ہوا ہوں حسرتِ دندانِ یار میں
ہوں دفن روزنِ گہرِ آبدار میں

یاں داغ زیبِ نخلِ بدن ہیں بہار میں
شعلہ بجائے گل ہے، درختِ چنار میں

دیوان بھی ہوا جو گریباں کے ساتھ چاک،
گل برگ اڑتے پھرتے ہیں بادِ بہار میں

مثلِ قدر و مرغِ نگہ کیوں نہ ہو نثار؟
مانندِ ماہ، نور ہے اس کے عذار میں

پُرداغِ سینہ ہو جو کرے ضبط سوزِ عشق
لالہ عیاں نہاں ہیں شرر کو منار میں

اہلِ جہاں نے فرض کیا ہے مرا وجود
شکلِ خطوطِ چرخ ہے جسمِ نزار میں

آلودگی سے شہر میں بچنا محال ہے
خوں کافروں کے لگتے رہے ذوالفقار میں

کھایا یہ زہرِ رشک ترے دانت دیکھ کر
دندانِ مار بن گئے دانے انار میں 1

کج طینتوں کو خاک ہو صحبت سے راستی
تھا اژدہا بھی ساتھ پیمبر کے غار میں

مضمون نگاہِ یار کے لکھتا ہوں میں اگر
بجلی چراغ بنتی ہے شب ہائے تار میں

جو ہیں صاف ہیں گلِ صد برگ کی طرح
ان کو پسند رنگِ خزاں ہے بہار میں 2

بارود میں لگا دے کوئی آگ جس طرح
کرتے ہیں عشق دل نہ رہا اختیار میں

مانندِ مرگِ گل نہ ہو شعلے میں روشنی
روشن کروں جو شمع شبِ ہجرِ یار میں

موجیں ہوا کی جلتی ہیں مانند برگِ کاہ
سوزش یہ آج تک ہے ہمارے غبار میں

کاغذ کی جا ہو بالِ سمندر تو میں لکھوں
مضمون گرم میں قلمِ شعلہ بار میں

1۔ مطبوعہ ۔ ا = ۔۔۔۔۔ رشک ۔۔۔۔۔ مخطوطے میں سہو کاتب سے "شک" بجائے "رشک" ہے۔

2۔ ۔ ب = ۔۔۔۔۔۔۔ میں ۔۔۔۔ مخطوطے میں اس شعر کے مصرع ثانی میں سہو کاتب ہے۔ "ان کو" کی بجائے "اک" ہے۔

* مطبوعہ میں یہ غزل اور اس سے بعد کی غزل مسلسل غزل ہے۔

تڑپا کروں گا حشر تلک میں مزار میں
یارب نہ موت آئے مجھے ہجرِ یار میں

واعظ نہ منعِ بادہ کشی کر خمار میں
خون ہو حلال مے ہو حرام اضطرار میں؟

آنکھیں بتوں کی لگ رہی ہیں زلفِ یار میں
کیوں کر نہ ہو مقامِ غزالاں تتار میں؟

آوارہ مثلِ گرد ہوں ہر رہ گزار میں
سونپی عنانِ صبر کفِ نے سوار میں

کیا خوش ہوں وصلِ شاہدِ نا پائیدار میں
ہے خاکِ گرد باو کی صورت کنار میں

ڈورے نہیں ہیں نشہ کے چشمانِ یار میں
آہو اسیر ہوگئے دامِ شکار میں

رویا لپٹ کے میں تو لگا کہنے ہنس کے یار
مانندِ ابر برق ہے تیرے کنار میں

دونا ہے حسن سانپ نے ڈالی ہے کینچلی
مو باف کیا ضرور ہے گیسوئے یار میں؟

جس نے یہ وہ سوار ہوا نیشکر کیا
1 شیریں ادائیاں ہیں یہ اس نے سوار میں

گرتے ہیں تارے کر مکِ شب تاب کی طرح
2 کرتا ہوں نالہ گر میں شبِ ہجرِ یار میں

بے لطف وہ مژہ ہے نہ ہو جس میں لختِ دل
3 روزِ ازل سے ربط ہے گل اور خار میں

اس سرو قد کا دستِ حنائی ہے شعلہ زن
یا آگ لگ رہی ہے یہ برگِ چنار میں

ہے یار خم میں یوں نظر آتی ہے موجِ مے
جس طرح اژدہا کوئی پھرتا ہو غار میں

گر آنکھ ہے تو باطنِ انساں کی دید کر
کیا کیا طلسم دفن ہیں مشتِ غبار میں

ناسخ وہ محوِ عشق ہوں سمجھا میں زلفِ یار
پھرِ عزاب سانپ جو آئے مزار میں

1۔ مطبوعہ ۔ ا = ... ہوا . . ۔ = مخطوطے میں ہو ہے ۔ ہوا کا الف سہو کاتب سے رہ گیا ہے۔

2۔ " ۔ ب = ... آہ . . . . . .

3۔ " ۔ ا = ... مژہ . . . . . .

سر رگڑوں آستانِ بتِ نازنیں سے میں
ہے جی میں داغ سجدہ مٹادوں جبیں سے میں

کافی ہے سر پہ داغِ جنوں دل میں نامِ یار
بیزار ہوں فلک ترے تاج و نگیں سے میں

تصویر یار کی جو مجھے کھینچ دے کوئی
سمجھاؤں مرغِ دل کو گل کاغزیں سے میں

کہتا ہے چینِ گیسوئے مشکیں میں دل مرا
کچھ مرتبے میں کم نہیں خاقانِ چیں سے میں

آیا نہ کہکشاں میں یہ عالم نثار کبھی
کیا جلوے دیکھتا ہوں تیری آستیں سے میں

دن رات ہے یہی سفرِ خشکی و تری
رکھتا ہوں کام شعر کی بحر و زمیں سے میں

ہے اُنس چینِ گیسوئے مشکیں سے جس قدر
رکھتا ہوں نفرت اتنی ہی چینِ جبیں سے میں

ناسخ نہ ہو جیوامگس خوانِ اغنیا
سنتا ہوں یہ سخن لبِ نان جویں سے میں

پھرا رہتا ہے خونِ دل ہمیشہ دیدۂ تر میں — شراب اس کے عوض کب ہوگی ساقی اپنے ساغر میں؟
جو وہ خورشیدِ تاباں خلق سے پوشیدہ ہے گھر میں — بجائے ذرہ جاتی ہیں نگاہیں روزنِ در میں
ہمارے دل میں رہتا ہے تصور تیری آنکھوں کا — کھلے ہیں پھول نرگس کے جہاں شاخِ صنوبر میں
نہیں ہیں یہ صنم بھولے جو چپکے بت سے بیٹھے ہیں — چھپی ہے یوں شرارت ہوں شرارے جیسے پتھر میں
نہیں جلتا سرِ مو سبزۂ خط آتشِ رخ سے — تفاوت یاں نہیں بالوں میں اور بالِ سمندر میں
گلا مقتل میں ہم نے کیا مزا لے لے کے کٹوایا — مگر کھولا ہے قاتل قند تو نے آبِ خنجر میں
مرا رعنا غزال آکر لحد پر جا نہیں سکتا — کہ ہے گلدام کا عالم یہاں پھولوں کی چادر میں
کیا ہے اُس سراپا نُور کو تحریر خط ہم نے — بجا ہے باندھیے گر بازوے مرغِ منور میں
لبِ جاں بخشِ جاناں پر ہوا آغاز سبزے کا — نہیں معلوم کائی جم چلی ہے یا یہ کوثر میں
زباں دانتوں تلے دابی جو اُس نے یہ نظر آیا — کہ ہے اک پارۂ یاقوت بھی اِس کلکِ گوہر میں
صفِ مژگاں میں اُس کی چشمِ وحشت زا نہیں ناسخ! — گھرا ہے کوئی آہو نیزہ بازوں کے یہ لشکر میں

1۔ مطبوعہ ب = ... بسلک ......

* مخطوطے میں یہ اور اس سے پہلی غزل دونوں مسلسل درج ہیں۔ کاتب خط فاصل کھینچنا بھول گیا ہے۔

یاں ازل سے داغِ سودا ہے دلِ آگاہ میں — سنگِ اسود جس طرح ہے نصب بیت اللہ میں 1

جا سکے کیا کوئی اس قاتل کی جولاں گاہ میں؟ — سایہ مژگاں بچھا دیتا ہے کانٹے راہ میں

فیلسوفی محتسب کی دیکھنا اے مے کشو! — توڑتا ہے شیشۂ مے میکدے کی راہ میں

آبروریزی جو غیروں کی ہوئی وقتِ گریز — آب پاشی ہوگئی میری شہادت گاہ میں

خلق نے بہتان پر باندھی کمر، کب ہے کمر؟ — ہے کہاں اس کا دہن اک بات ہے افواہ میں؟

حسنِ جاناں ایک عالم پر رہے گا ممکن نہیں — یاں کمی بیشی رہا کرتی ہے نورِ ماہ میں

دل میں رہتا ہے پر آنکھوں کو نظر آتا نہیں — کیا تفاوت اب رہا اس بت میں اور اللہ میں؟

وہ بہشتی رُو لگا بھرنے جو پانی ناز سے — ڈول میں آیا نظر خورشید، یوسف چاہ میں

ہوں تری تاثیر کا قائل جو اے مضمونِ شوق! — یار کو مکتوب پہنچے نامہ بر ہو راہ میں 2

ہے وہ مجنوں جو نظر آتا ہے زیرِ آسماں — کون لیلیٰ ہے جنوں انگیز اس خرگاہ میں؟

مثلِ نرگس ایک تنکے پر ہیں آنکھیں منتظر — گھل گیا اے گل! یہ تیر فرقتِ جاں کاہ میں

ہیں ملازم بادشاہِ حسن کی سرکار کے — ہم فلوسِ داغِ حسرت پاتے ہیں تنخواہ میں

بعد مردن اس کو راحت اس کو ہے حسرت نصیب — فرق اتنا ہی نظر آیا گدا و شاہ میں

جسم کا پیدہ ہے غم سے دل ہے سوزاں داغ سے — شعلۂ آتش نہاں ہے اپنے برگِ کاہ میں 3

رشکِ نخلِ وادیٔ ایمن ہے ہر برگِ گیاہ — سنگ ریزے طور ہیں اس کی تجلی گاہ میں

خوش عبث ہوتے ہیں ناداں ماہِ نو کو دیکھ کر — اک مہینہ عمر کا ہوتا ہے کم ہر ماہ میں

سر بتوں کے آستانے سے نہ اٹھے حشر تک — یہ دعا ناسخ کی ہے یا رب! تری درگاہ میں

1۔ مطبوعہ ۔ مطلع 1۔ب = ... ہو ....

2۔ " " 1۔ = ہوں ۔ مخطوطے میں سہو کاتب سے "ہوں" کے بجائے "یوں" ہے۔

3۔ " " ۔ب = ... نہاں ......

بے سبب کیوں کر کہوں ہر گل ہے خنداں باغ میں؟ / کچھ تو دیکھا ہے جو یوں نرگس ہے حیراں باغ میں

یوں تصور ہے دلِ پُر داغ میں اُس چال کا / جس طرح سے کبک ہوتے ہیں خراماں باغ میں

نیشِ عقرب کی طرح لگتی ہے ہر موجِ نسیم / موجِ گل بے یار ہے اب مارِ پیچاں باغ میں

پھینک دیں ہر برگِ گل کو نوچ کر منقار سے / بلبلیں دیکھیں اگر رخسارِ جاناں باغ میں

جوش رونے کا ہوا ہے کوئے جاناں کو چلیں / آتی ہے برسات تو جاتے نہیں انساں باغ میں

دیدۂ قمری اگر روشن ہوں تیرے نور سے / سرو بن جائیں اگر سروِ چراغاں باغ میں 1

قطرۂ شبنم نہیں اے رشکِ گل! تیرے حضور / عجز سے گل نے نکالے ہیں یہ دنداں باغ میں

ہجر میں ہے عندلیبوں پر سمندر کا گماں / ہوگیا آتش کدہ ہر اک خیاباں باغ میں

اٹھ گئی ہے کس کے روئے شعلہ افشاں سے نقاب؟ / عندلیبیں ہوگئیں سب مرغِ بریاں باغ میں

سامنے خورشید کے جس طرح پنہاں ہوں چراغ / ہوگئے گل یوں ترے آتے ہی پنہاں باغ میں

رنگِ عشرت کر گیا پرواز باغِ دہر سے / مجھ کو حیرانی ہے گل کیوں کر ہیں خنداں باغ میں؟

مات آئے ہیں جو تجھ سے داغِ عشق اے رشکِ گل! / نخلِ گل میں صورت طاؤس رقصاں باغ میں

نکہتِ زلفِ صنم کے سونگھنے والے ہیں ہم / بوئے گل سے ہو دماغ اپنا پریشاں باغ میں

رات کو گل گشت کی اس نے تو یہ سمجھے تد رو / سیر کو اترا فلک سے ماہِ تاباں باغ میں

واں ہزاروں ہیں گریباں چاک یاں گل بے شمار / مجھ کو یاد آتا ہے ناسخ! کوئے جاناں باغ میں

1- مطبوعہ - ب - . . . . ابھی . . . .

بیشتر نشہ ایجاد سے ہے ہوتر ہوں میں
خمِ گردوں بھی نہ تھا جب سے کہ مے نوش ہوں میں 1

بھاگتا ہوں مئے گل رنگ سے میں کوسوں دور
فرقتِ یار میں مستوں کا مگر ہوش ہوں میں

حسرتِ وصل میں دریا کی طرح بہتے ہیں اشک
مثلِ ساحل ہمہ تن روز و شب آغوش ہوں میں

ناز سے خنجرِ قاتل نہیں ہوتا عریاں
ہوس قتل میں مدت سے کفن پوش ہوں میں

قطع کیں زلفیں تو کر ڈال مرا سر بھی قلم
تو سبک دوش ہوا کیوں نہ سبک دوش ہوں میں

نہیں ممکن خمِ گردوں میں ٹھہرنا میرا
مستیِ عشق سے وہ بادۂ سرجوش ہوں میں

ہمہ تن وصفِ سراپائے صنم میں ہوں زباں
ایک وصفِ دہنِ تنگ میں خاموش ہوں میں

یار آتا ہے عیادت کو نہ تو آتی ہے
تیری خاطر سے بھی اے موت فراموش ہوں میں

اپنی آواز سے یہ انس ہے مجھ کو ناسخ!
مثلِ دف بزمِ جہاں میں ہمہ تن گوش ہوں میں

1۔ مطبوعہ۔ مطلع ۔ ا = پیش تر ...... ۔ مخطوطے میں سہوِ کاتب سے "پیش تر" کی بجائے "بیشتر" ہے۔

جو بے گناہ ہیں ان کا بھی خوں حرام نہیں
مقامِ عشق یہ ہے کعبے کا مقام نہیں

فگار تیغِ زباں ہو بسانِ زخمِ دہاں
دہانِ زخم سزاوارِ التیام نہیں

جو مجھ کو یار نے مارا تو غیر کو کرو قتل
عزیزو! اس کے سوا اور انتقام نہیں

نہیں جہاں میں کوئی منکرِ امام ایسا
کہ شیخِ شہر کی سبحے میں بھی امام نہیں

عروجِ حسن میں کیوں کر ہو تجھ کو بیم زوال ؟
تو آفتابِ فلک ہے چراغِ بام نہیں

نہیں حلال کوئی شے یہاں بغیر شراب
اسی طرح سے بجز توبہ کچھ حرام نہیں

تمام صفحۂ عالم ہے ایک ہی صفحہ
میری کتاب کا یہ اک ورق تمام نہیں [1]

نہ سجدۂ درِ جاناں سے سر اٹھاؤں گا
یہ وہ نماز ہے جس کا کبھی سلام نہیں

تمام خلق ہے گردش میں چرخِ مینائی
بس ایک قابلِ گردش ہمارا جام نہیں

محال پیری میں ہے لطف نوجوانی کا
چراغِ صبح میں نورِ چراغِ شام نہیں

جو خیر چاہے دلا! کر نہ عشقِ ابروئے یار
یہی ہے تیغ کہ جس کے لئے نیام نہیں

زمانہ محو ہوا دل جو ہے کسی پر محو
مرے نگینے میں ناسخ کسی کا نام نہیں

---

1 مطبوعہ ب = سر ....

بساؤں نافۂ مشکِ ختن مویانِ گیسو میں
لگاؤں سرمہ تیری خاکِ پا کا چشمِ آہو میں

جھکی رہتی ہیں پلکیں بہرِ سجدہ طاقِ ابرو میں
لکھا ہے آیۂ سجدہ مقرر صفحۂ رُو میں

چمکتا ہے سنہرا رنگ ایسا اُس پری رُو کا
کہ ہے جزوِ بدن سونے کا تعویز اُس کے بازو میں

ترا کوچہ وہ گلشن ہے کہ جب اس کا خیال آیا =
زیادہ ہوگئے سب داغِ دل پھولوں سے خوشبو میں

جو منیران خرد ہو ہیں برابر اسفل و اعلی
ہمیشہ سنگ و زر ہم وزن ہے دیکھو ترازو میں

دکھایا کہکشاں میں جلوۂ توسِ قزح ہم کو
کئی رنگوں کے جب تعویز باندھے ہے اس نے بازو میں

عوض افسوں کے جادو گر مرے اشعار پڑھتے ہیں
کہ وقتِ فکر دل رہتا ہے اُس کی چشمِ جادو میں

خطِ رخسار جاناں کے تصور میں جو روتا ہوں
تو ہے دُرِ نجف کی طرح ہو ہر ایک آنسو میں

کہاں وہ بُو کہ جس سے مشکِ اذفر کا لہو سوکھا
بہ رنگِ زلف گو بل پڑ گئے ہیں شاخِ آہو میں

کسی مسجد میں خَم ہوتا نہیں مانندِ گل دستہ
جھکا ہے سر مراجب سے تری محرابِ ابرو میں

ہزاروں پا بہ زنجیر اس کے یہ پابند ہے آپی
تفاوت ہے قدرِ دل جُو میں اور سروِ لبِ جُو میں 1

کبھی ہے دھیانِ عارض کا کبھی یادِ مژہ دل کو
کبھی ہیں خار پہلو میں کبھی گلزار پہلو میں

خیالِ روئے تاباں میں جو ماروں ہاتھ زانو پر
عیاں ہو پنجۂ خورشیدِ تاباں میرے زانو میں 2

کسی میں زر کسی میں سنگ یہ ہے پھیر قسمت کا
برابر گرچہ ناسخ! دونوں پلے ہیں ترازو میں

1۔ مطبوعہ ۔ ا = مخطوطے میں سہو کتابت سے " ہے آپی " کی بجائے " ہیں آپی " ۔

2۔ " ۔ ا ....جاناں............

دل بے تاب سے ہے پیچ و تاب اے جانِ گیسو میں — کہ تھا سیماب جسے جزوِ اعظم مارِ جادو میں

بدن ہے گورا گورا اور چہرہ ہے بھبھوکا سا — لگایا ہے گلِ لالہ خدا نے شاخِ شبو میں

ہوا سے بال اڑ کے آئے ہیں جو اُس کے چہرے پر — غزالِ چشم شوخی کر رہے ہیں چینِ گیسو میں

گزرتی ہے نسیمِ زلفِ یار اس راہ سے اکثر — نہ ہوگی روزنِ دیوار سی بُوناف آہو میں 1

مشبک اس قدر تیرِ نگہ سے میں سراپا ہوں — کہ ہے سوراخ موتی کی طرح ہر ایک آنسو میں

ہزاروں قتل ہوتے ہیں مگر یہ آبداری ہے — کہ لگتا ہی نہیں ہرگز لہو شمشیرِ ابرو میں

تصور اب تو کر موقوف اے دل تیرِ مژگاں کا — ہوئے ہیں خاکر تو دے کی طرح سوراخ پہلو میں

لگا ہے نشتر کوئی ساحری کا خونِ عاشق سے — نظر آتے نہیں یہ لال ڈورے چشمِ جادو میں

کوئی سر رکھ کے اِس پر سوگیا تھا خواب میں اک دم — رچی ہے نکہتِ زلفِ معنبر میرے زانو میں

اگر پرتو فگن گلشن میں وہ خورشیدِ تاباں ہو — ابھی پڑتے ہیں عکسِ گل سے تبخالے لبِ جُو میں

ترے بس میں جو مجھ کو دیکھتا ہے روکے کہتا ہے — کوئی انساں نہ آجائے کسی انساں کے قابو میں

تری آنکھیں نہیں یہ دونوں پلے ہیں ترازو کے — ہمیشہ نیک و بد کو تول ناسخ اِس ترازو میں

1۔ مطبوعہ ۔ ب = ... بو ...۔ مخطوطے میں سہوِ کاتب سے " بو نافِ " کی بجائے " نوناف" ۔

* مطبوعہ میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 13 ہے۔ مخطوطے میں یہ غزل 12، اشعار پر مشتمل ہے۔

اضافی شعر حسب ذیل ہے۔

نماں ہے جار ابرو ہونے کا اس ماہ پرے جسا — عیاں ہے ابروں کا عکس یہ آئینہ رُو میں

خامشی مجھ کو ہوئی ثقلِ دہن ان روزوں
جب سے کیا مشغلۂ شعر و سخن ان روزوں

دہنِ یار کی مانند ہوا ہے معدوم
ڈھونڈتے پھرتے ہیں ہم اپنا دہن ان روزوں

گم ہوئی ہے مری گلبانگ سے راہ منقار
کیوں نہ ہوں گرمِ فغاں زاغ و زغن ان روزوں ؟

رشکِ موئے کمرِ یار ہوں سر سے پا تک
کیا ہی کاہیدہ ہوا میرا بدن ان روزوں

ناتوانی نے کیا مردہ مجھے جیتے جی
پیرہن تن پہ ہے مانندِ کفن ان روزوں

زیست سے تنگ دل ایسا ہے کہ اب ڈوب مرے
نظر آئے جو کوئی چاہِ ذقن ان روزوں

ہیں جفائیں جو یہ، اہلِ وطن کی ناحق!
مجھ سے چھٹتا نظر آتا ہے وطن ان روزوں

1۔ مطبوعہ = ا = ... میری ....

موہیں جوہر ایک تیغِ ابروئے خم دار میں
ورنہ وہ بیکار ہے ہو بال جس تلوار میں

آفتابِ حشر پر ہے انتقام اُس کا جو ہے
چین کرتے ہیں کسی کے سایۂ دیوار میں

دم بدم کوڑے لگاتا ہوں میں برقِ آہ کے
توسنِ عمرِ رواں تاگرم ہو رفتار میں

خط کو ہے دُرِ نجف کے بالوں سے تشبیۂ تام
کچھ نہ فرق آیا فروغِ عارضِ دلدار میں

مردمک دانہ ہے بہرِ مرغِ دل، تو دام ہیں
نشے کے یہ لال ڈورے چشمِ مستِ یار میں 1

جو حسیں ہے گھر میں اُس کا بیٹھنا ممکن نہیں
ماہِ کنعاں کو پھرایا حسن نے بازار میں

ہے کمالِ خط کا حسن تجھ پر ہو اس کا منہ سیاہ
پڑ گیا ہے عکسِ زلف آئینۂ رخسار میں

ہر رگِ گل ہر ایک پر ہے غنچۂ گل ہے قفس
جائے نالہ نکہتِ گل ہے مری منقار میں

تھا بجائے شیرِ مادر شیرِ جوئے کوہکن
٭ پرورش پائی ہے میں نے دامنِ کہسار میں

جا رہا ہے کوئے جاناں میں رقیبِ روسیاہ
زاغ نے باندھا ہے اپنا آشیاں گلزار میں

میرے اشکِ گرم کا پیتے ہی قطرہ پڑ گئے
لاکھ تبخالے زبانِ مرغِ آتش خوار میں

آتشِ رنگِ حنا سے رقص میں رکھتے ہیں ہاتھ
سینکڑوں بل پڑ گئے موئے میانِ یار میں

ہے تصور رات دن اک یاسمن رخسار کا
کیوں نہ آجائے سفیدی دیدۂ بیدار میں؟

غسلِ میت جس کو کہتے ہیں وہ ہے غسلِ شفا
موت ہے بحرانِ کاملِ عشق کے آزار میں

دیکھ کر چشمِ ترِ عشاق کو کہتا ہے وہ
قطرۂ شبنم ہیں جامِ نرگسِ بیمار میں

ایسے لکھ رنگیں مضامیں ناسخِ نازک خیال!
یک قلم اوراقِ گل ہوں دفترِ اشعار میں

1= تصحیحِ قیاسی۔ ب = (مخطوطے میں املا "نہ ایکی" ہے۔

* مطبوعہ میں شعر نمبر 10، 9 کی ترتیب برعکس ہے۔

دیکھ لے جوڑا بسنتی جب وہ جسمِ یار میں
پھولے کیوں ہو سوں نہ چشمِ نرگس بیمار میں ؟

لختِ دل غم نے پروئے آنسوؤں کے تار میں
دانۂ یاقوت بھی ہیں موتیوں کے ہار میں

سینکڑوں گردن کے ڈورے کیجئے اُس پر نثار
باڑہ کا ڈورا وہ ہے قاتل تری تلوار میں

بھر کے مُشکیں آبلوں کی اب پلا دیجے سبیل
پڑ گئے ہیں پیاس سے کانٹے زبانِ خار میں

چہرے پر ناسور دو ہیں خوں فشانی کے لئے
اور آنکھیں ہیں کسی کی روزنِ دیوار میں

کیا عجب تارِ کفن بن جائیں گر تارِ نگاہ ؟
جان نکلی ہے بدن سے حسرتِ دیدار میں

کچھ نظر آئے نہ او کافر! مجھے تیری کمر
سالہا الجھے رہے تارِ نگہ زنار میں

مار ڈالا بات میں ٹھوکر سے زندہ کر دیا
سحر ہے گفتار میں اعجاز ہے رفتار میں

رسمِ ملکِ حسن یہ ہے گل فروشوں کی طرح
داغِ سودا بیچتے ہیں لالہ رُو بازار میں

آفتابِ عارضِ تاباں نظر آتا نہیں
سایہ ساں پہروں پڑا رہتا ہوں کوئے یار میں

کیا نزاکت ہے کہ منہ میں پان جب اُس نے لیا
سبزۂ خط سا نظر آنے لگا زنگار میں

فصلِ گل ہے سارے خارستاں گلستاں ہو گئے
لختِ دل مژگاں میں ہیں خونِ کفِ پا خار میں

موسمِ گل کر گیا پرواز باغِ دہر سے
یاں ابھی تنکے ہیں بہرِ آشیاں منقار میں

طرز اڑائی ہے ہمارے نالۂ دل دوز کی
چھید پڑ جائیں نہ کیوں منقارِ موسیقار میں ؟

ہم صفیرو ! گوشِ بر آواز اور اک دم رہو
نالۂ موزوں ہیں کچھ باقی ابھی منقار میں

ا۔ ہ ا بوی ۔ ا = ... لطافت

۔ ۔ ب = ... رخسار ...

ہے ستارہ ذوذنب یا رخ ہے زلفِ یار میں؟
خال ہے خورشید میں یا تل ہے یہ رخسار میں

دیکھ لے گر سلکِ مروارید زلفِ یار میں
دانت سارے کند ہو جائیں دہانِ مار میں

ہم زباں ہمدم سے ملتے ہیں سحرِ یار میں
چاہیے کھل کھل کر مرنا عشق کے آزار میں

بدنما ہے کیچلی جب تک ہے جسمِ مار میں
حسن ہے خوباں سے وہ جند زلفِ یار میں

میرے دل میں ہے غمِ خال و خطِ جاناں سے داغ
مشک بھی تھوڑا چھڑک دو مرہمِ زنگار میں

کور کو آنکھیں ہوئیں رونا ہو کم ممکن نہیں
موتی ہے اکثر سفیدی ابرِ دریا بار میں

مثل شانہ عشقِ گیسو میں ہوا ہے چاک چاک
تارِ گیسو سے لگیں ٹانکے دلِ افگار میں

ہے اثر کس کی نگاہِ تفرقہ انداز کا؟
بلبلیں ہیں دام میں آوارہ گل بازار میں

گرمیِ بازارِ یوسف آگے اُس یوسف کے کیا
منہ دکھاتے ہی لگا دے آگ جو بازار میں

جو کہ ہیں خونخوار ان کو رنج دنیا میں نہیں
خندہ ہے موجود جب دیکھو لبِ سوفار میں

کب چھٹی ایذا ستانے موذیوں کی بعد مرگ ؟
استخواں لگتا ہے عالم کا ہر اک سوفار میں 1

راہِ خوں ریزی میں او قاتل اِجو رکھا ہے قدم
جلتے جلتے پڑ گئے چھالے تری تلوار میں

آفتابِ حشر بھی محشر کو بجا کر جائے گا
سونے والا ہوں کسی کے سایۂ دیوار میں

بسترِ گل ہو مبارک یار کو آئی بہار
خوب چل کر لوٹیے اب وادیِ پُر خار میں

ساقیِ کوثر پلاتا ہے مئے خُمِ غدیر
مست ہوں ناسخ! میں عشقِ احمدِ مختار میں

1۔ مطبوعہ ۔ ا = ... موذیوں کی۔ مخطوطے میں سہو کتابت سے " موذیوں کی " بجائے " موذیوں کو "۔
ع ۔ ۶ ۔ ب = ... اک ....

* اس غزل کا شعر نمبر 14، غیر مطبوعہ ہے۔ مخطوطے میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 15 ہے۔ مطبوعہ سے ایک شعر زائد ہے۔

دشتِ وحشت میں مجھے فکرِ تنِ عریاں نہیں
خار ہوں لیکن خیالِ گوشۂ داماں نہیں

باغ میں وہ گل ہے خنداں ناسخ گریاں نہیں
ہے طلسمِ تازہ، خالی برق ہے باراں نہیں

ڈر نہیں گر وقت بے وقت آئیں باہر طفلِ اشک
شیر کے ناخن کی ہیکل ہے صفِ مژگاں نہیں

ایک شقِ آفتاب اُس میں نمایاں دو ہلال
ہیں عیاں دو معجزے خنداں لبِ جاناں نہیں

مثلِ فانوس خیالی گرد تصویریں بھی ہیں
کون ہے اُس شمع رُو کا جو بلا گرداں نہیں ؟

نورِ رخ میں یہ نہاں پنہاں وہ پیشِ آفتاب
تیرے دانتوں کے برابر اخترِ تاباں نہیں

خار اور خوں خوار ہیں باغِ جہاں میں ہم ندیب
موسمِ گل میں شگفتہ غنچۂ پیکاں نہیں

شکلِ صاحب درد وے درد ایک سی ہے پر ہے فرق
زخم میں ہر چند خنداں پر لبِ خنداں نہیں

جائے کافورِ سحر بھی مشک افشاں ہے فلک
سایۂ زلفِ صنم ہے یہ شبِ ہجراں نہیں

ہم نے گل دیکھے ہزاروں سوجھتا ہے اُس کو خاک
نرگسِ شہلا برنگِ دیدۂ حیراں نہیں

دوں میں آنکھوں میں برنگِ مردمِ دیدہ جگہ
پر کروں کیا بزمِ عالم میں کوئی انساں نہیں

لاغری سے یاں نہیں ہے جسم لیکن جان ہے
جس طرح سے جسم تصویروں کا ہے اور جاں نہیں

کیا عجب گر مے کشی ہو عہدِ پیری میں مباح
1 شرب و اکلِ[1] طفل ہے منہ میں اگر دنداں نہیں

نظر آتا نہیں لیکن دہانِ یار ہے
کون کہتا ہے جہاں میں چشمہ حیواں نہیں ؟

نامۂ اعمالِ ناسخ ہے تیری زلفِ سیاہ
آفتابِ حشر ہے یہ عارضِ تاباں نہیں

1۔ مطبوعہ ۔ ب = شرب اکل ....

کیوں نفسِ داغِ جنوں پر آج مشک افشاں نہیں؟ کیا دلا! تجھ کو خیالِ گیسوئے جاناں نہیں؟

آفتابِ حشر بھی تارا ہے اس کی شام کا گردشِ ایام میں صبحِ شبِ ہجراں نہیں

وصل کی شب ہو چکی صبحِ قیامت ہے عیاں دور کیا آواز ہے مرغِ سحر نالاں نہیں

کل تلک آراستہ دیکھی ہے جس جا بزمِ رقص آج واں کوئی بگولوں کے سوا رقصاں نہیں

کل جہاں چاوش کرتے تھے صدائے دور باش غیر شیون کے آج اس جا کوئی درباں نہیں

سبزۂ خط ہے دہانِ یار نظروں سے نہاں خضر ہے لیکن نشانِ چشمۂ حیواں نہیں

تیرِ قاتل کو سمجھتا ہوں بہ رنگِ شاخِ گل گریہ ہے بوندی نہیں ہے غنچہ ہے پیکاں نہیں

چشمِ تر کو کیوں نہ ہو دستِ حنائی کا خیال کب سمندر ہے کہ جس میں پنجہ مرجاں نہیں؟

وا ہیں اپنے دیدۂ تر انتظارِ یار میں کھل رہے ہیں یاں کنول لیکن مۂ تاباں نہیں

ہجر میں روؤں نہ کیوں رونے کے یہ ایام ہیں سخت بے موقعہ ہے گر برسات میں باراں نہیں

بت پرستی کیا بری ہے گر نہیں ملتا خدا؟ کفر میں کامل ہو ناسخ! گر تجھے ایماں نہیں 1

1۔ مطبوعہ مطابع ۔ ا = ... گر خدا ملتا نہیں ۔

پہنچا سناں پر اس کی ابھی میرا سر کہاں ؟ — نخلِ مرادِ عشق نے پایا ثمر کہاں ؟
طولِ شب فراق کے شکوے سے فائدہ — میں جاں بلب ہوں مجھ کو امیدِ سحر کہاں ؟ 1
ترکیب کو کمال ہے تاثیر زاہدا ! — بے بادہ ہے دعائے قدح میں اثر کہاں ؟
جاتا ہے صید گاہ کو وہ چھوڑ کر مجھے — اے مرغ روح! تیرے گئے بال و پر کہاں ؟
آنکھوں میں منتظر ہیں عبث بادہ ہائے دل — آتا ہے ناوکِ نگہِ یار ادھر کہاں ؟
ہو خاک کوئی منعمِ ظالم سے منتفع — حلقوم آبِ تیغ سے ہوتا ہے تر کہاں ؟
حاصل نہیں ہے دستِ تمنا کو غیرِ یاس — اِس باغ میں چنار نے پایا ثمر کہاں ؟
ظالم سے اہلِ فیض کو ہوتا نہیں گزند — ہے نخلِ میوہ دار کو رنجِ تبر کہاں ؟
ہم کو تری کمر کی صنم! ہے عبث تلاش — جس کو خدا چھپائے وہ آئے نظر کہاں ؟
وعدہ سحر کے آنے کا اُس نے کیا تو ہے — لیکن شبِ فراق نے پائی سحر کہاں ؟
عاشق ہے پر ابھی نہیں فرقت ہوئی نصیب — ہے اضطراب کی تجھے ناسخ! خبر کہاں ؟

مخطوطے کے شعر نمبر 9 کا مصرع ثانی غیر مطبوعہ ہے۔ اسی طرح مخطوطے کے مقطعے کا مصرع اولی بھی غیر مطبوعہ ہے۔ مطبوعہ میں ایک شعر اضافی ہے۔ اضافی شعر درج ذیل ہیں۔

نفرت شب و وصال سحر سے نہ کر دلا ! — اک دن شب فراق میں (ہے) یہ سحر کہاں ؟

مطبوعہ میں سہو کاتب سے شعر نمبر 9 کا مصرع ثانی کتابت سے رہ گیا ہے اسی طرح مقطع کا مصرع اولی بھی رہ گیا ہے مصرعوں کی اس تبدیلی سے مقطع کی حالت درج ذیل ہے۔

ہم کو تری کمر کی صنم ہے عبث تلاش — ہے اضطراب کی تجھے ناسخ خبر کہاں ؟

غیر کوثر کسی دریا کا میں سیاح نہیں
بیشۂ شیرِ خدا بن کہیں سیاح نہیں

بولے سب دیکھ کے گلشن میں اسے میرے بغیر
گل ہے بلبل نہیں ممدوح ہے مداح نہیں

دور ساحل ہے تو ہو تہ تو ہے کشتی کے تلے
جوشِ طوفاں ہے مدد گار جو ملاح نہیں

ظلم طولِ شبِ فرقت کے تطاول نے کیا
داد رس کوئی بہ جز فالقِ الاصباح نہیں

زخمِ خنداں سببِ حسن ہوا گل کی روش
ہوں وہ مجروح کہ منت کشِ جراح نہیں

سبزۂ پشتِ لبِ لعل کو حجام نہ چھُو
خطِ یاقوت یہ ہے اصلاح نہیں

ہے ہوس یار ملے ہم سے، کرے غیر کو ترک
مطلب اپنا وہ ہے جو قابلِ انجاح نہیں

روشنائی سے ہوئی روشنیٔ خلوتِ فکر
جز قلم اور مری بزم میں مصباح نہیں

ہیں جو اربابِ توکل وہ ہوں کس کے محتاج ؟
کشتیٔ نوح کو کچھ حاجتِ ملاح نہیں

غم نہیں خلق اگر دشمنِ جاں ہے ناسخ!
ملک الموت سوا قابضِ ارواح نہیں

کوئی اے سفاک ایسا ناتواں ہوتا نہیں　　زخم کاری ہے لہو اپنا رواں ہوتا نہیں

تیرے ہونٹوں پر غبارِ خطعیاں ہوتا نہیں　　آتشِ یاقوت کا جیسے دھواں ہوتا نہیں

دل ہی اُس کا جانتا ہے جس پہ گزارا ہے یہ حال　　عشق کا صدمہ زبانوں سے بیاں ہوتا نہیں

کر دیا ہے غیب بیں چشمِ تصور نے مجھے　　حسن تیرا لاکھ پردوں میں نہاں ہوتا نہیں

خاکساروں سے ہے ہو جا سرکشوں کی سرکشی　　وہ زمیں ہے کون جس پر آسماں ہوتا نہیں ؟

جو سعادت مند ہیں رہتے ہیں وہ بے خان و ماں　　دہر میں پیدا ہما کا آشیاں ہوتا نہیں

ہاتھ اپنے طوق ہوں کس میں کمر ہے بے نشاں؟　　کس کا بوسہ لیجئے ظاہر دہاں ہوتا نہیں ؟

جتنے ہیں صاحب سخن ان کی طبیعت نرم ہے　　ہے یہ تعلیل اس پر زباں میں استخواں ہوتا نہیں

دم ہے جب تک جسمِ عاشق میں ہے خامی کی دلیل　　خوب جل جاتی ہے جو شے پھر دھواں ہوتا نہیں

عشق کا ہو درد اے ناصح! نہ کیوں کر لادوا ؟　　زخم ہائے تیرِ مژگاں کا نشاں ہوتا نہیں

ہو جو تیرا روئے رنگیں پر تو افگن آب میں — جائے ماہی بلبلوں کا ہو نشیمن آب میں
کھول دے زلفیں لبِ دریا کہ لہریں شرم سے — ڈوب جائیں صورتِ زنجیرِ آہن آب میں
تو لبِ دریا اگر جائے اندھیری رات کو — قمقمے سارے حبابوں کے ہوں روشن آب میں
ہے جو افتادہ اسے کیا ضربِ دشمن سے گزند؟ — تیر لگنے سے نہیں پڑتا ہے روزن آب میں
رات دن روتا ہوں اک خورشید رُو کے عشق میں — کیوں نہ مثلِ نیل فر ہوں تابہ گردن آب میں؟ ۔ 1
لعلِ خنداں کا تہ ور دیدۂ گریاں میں ہے — دیکھنا لعلِ بدخشاں کا ہے معدن آب میں
جمع ہوتے ہیں نہانے کو ہزاروں گل بدن — روز آتے ہیں نظر پھولوں کے خرمن آب میں
پاک ہیں آلودگی سے جو ہیں وارستہ مزاج — تر نہیں ہوتا کبھی صَرصَر کا دامن آب میں
تونے منہ دریا میں دھویا ہے جو اے رشکِ چمن! — شاخِ گل موجیں بنیں پھولا ہے گلشن آب میں
جو ہوا با آبرو دنیا میں وہ ہے دل فگار — جیسے پڑتا ہے گہر بننے سے روزن آب میں
وہ ادھر رخصت ہوا اٹھا اِدھر طوفانِ اشک — تیرتا جاتا ہے اُس قاتل کا توسن آب میں 2
ہیں بری اہلِ فنا سیلِ بلائے دہر سے — غرق ہوتا ہے کوئی کب بعد مردن آب میں؟
دیتی ہے اکثر زبانِ چرب آفت سے نجات — جس طرح ہوتا نہیں [ہے] غرق روغن آب میں
کیوں سراپا مچھلیاں پُر خار آتی ہیں نظر؟ — کیا تری پلکیں ہوئیں ہیں سایہ افگن آب میں؟ 3
کس قدر اعمال سے خفت اٹھائی بعدِ مرگ؟ — کیا عجب ترتا پھرے گر سنگِ مدفن آب میں
جو کوئی نکلا وطن سے خوں ہوا اُس کا جگر — سبز ہے جب تک کہ ہے مرجاں کا مسکن آب میں
ہوں جہاں میں پر ہے رزقِ عالمِ بالا پہ دھیان — ہے صدف محتاجِ نیساں اور مسکن آب میں
مے کشی سے یہ دلِ سوزاں ہے نالاں ہجر میں — آگ کا معمول ہے کرتی ہے شیون آب میں
گریہ ہے ترسا بچوں کے غم میں ناسخ جوشِ اشک — کیا تعجب غرق ہو جائے جو لندن آب میں

1۔ مطبوعہ ۔ ب = ... نیلو فر .....

2۔ 〃 ۔ ب = ... جاتا ....۔ مخطوطے میں سہو کاتب سے "جا" بجائے "جاتا" ۔

3۔ 〃 ۔ ب = ... ہوئی ....

سوائے مگر زمانے میں رسم وراہ نہیں
وہ کون جا ہے جہاں چاہ زیرِ گاہ نہیں ؟

میں گو کہ حسن سے ظاہر میں مثلِ ماہ نہیں
ہزار شکر کہ باطن مرا سیاہ نہیں

ہوئی [ہے] مجھ کو جرس سے یہ بات اب ثابت
شکستہ دل جو ہوا اُس کے لب پر آہ نہیں 1

جگر کے داغ میں ہے لطف گر نہ ہو ناسور
جہاں میں کون ہے وہ باغ جس میں چاہ نہیں ؟

ہمیشہ کام میں غیروں کے ہیں سعادت مند
ہما کو اپنے لئے فکرِ غرو جاہ نہیں

عبث ہے یار کو مجھ دل جلے کے قتل میں سوچ
چراغِ کشتہ کا کوئی بھی داد خواہ نہیں

سفیدیِ کفنِ مردہ سے ہے واں مہتاب
شبِ لحد بھی مری روز سے سیاہ نہیں

جما ہے بزمِ صنم میں رقیبِ سبز قدم
میں کیوں کر اس کو اکھاڑوں وہ کچھ گیاہ نہیں ؟

گرا تھا جس میں عزیز وا کبھی مہ کنعاں
ہنوز چشمۂ خورشید ہے وہ چاہ نہیں

ہجومِ فوجِ عدو سے جہاں میں اے ناسخ !
سوائے قلعۂ مرقد کہیں پناہ نہیں

1۔ مطبوعہ ۔ ب = ... یہ ....

مرد وارستہ کہیں قیدِ مکاں کرتا نہیں ۔۔۔ طائرِ نکہت خیالِ آشیاں کرتا نہیں
روز اک شام و سحر کرتا ہے پیدا بہرِ خلق ۔۔۔ صبح میری شامِ غم کو آسماں کرتا نہیں
رشک ہے جن کا خدا کو بھی یہ وہ ہیں زاہدا! ۔۔۔ کچھ تو دیکھا ہے جو میں ترکِ بتاں کرتا نہیں
ہوں میں دیوانہ ہوا گرچپ تو چپ ہی رہ گیا ۔۔۔ اس لیے بس ایک دم ضبطِ فغاں کرتا نہیں
ہے ہر اک آفت سے ایمن مسکنِ اہلِ فنا ۔۔۔ باغِ جنت کو خدا ہرگز خزاں کرتا نہیں
رحم کر عشاق پر کر چاہیے عمرِ دراز ۔۔۔ پیرِ گردوں طفلِ ظالم کو جواں کرتا نہیں
کیا خراباتِ جہاں ہے اپنی توبہ سے خراب ۔۔۔ کوئی بھی اب مے فروشی کی دکاں کرتا نہیں
عیب اپنے آپ کر دیتے ہیں ہم بدمست فاش ۔۔۔ شیشۂ مے جس طرح مے کو نہاں کرتا نہیں
ہائے یہ کہتا ترا رکھ کر مری چھاتی پہ ہاتھ ۔۔۔ اب تو اس دم نالۂ آتش فشاں کرتا نہیں
جامِ مے میں دیکھتا ہوں میں جہاں کو مثلِ جم ۔۔۔ گو سکندر کی طرح سیرِ جہاں کرتا نہیں
ہے میانِ یار ممکن جسمِ ناسخ ممتنع ۔۔۔ عشق ایسا ہی کسی کو ناتواں کرتا نہیں 1

1۔ مطبوعہ ۔ مقطع ۔ ب = ... ہیں ....

سر بہ کف پھرتا ہوں میں لیکن کوئی قاتل نہیں
گردنِ خم گشتہ شائد تیغ کے قابل نہیں

اس پری پیکر کے سر سے پاؤں تک اک تل نہیں
ہے عجب کا نور اس کو حاجتِ قلقل نہیں

زندگانی خلق کی ہے دستِ قاتل سے محال
کشتۂ حسرت ہے جو تلوار سے بسمل نہیں

ہو رہا ہے کیا چمن بے بلبلِ نالاں اداس
داغِ حسرت میرے سینے میں لیکن دل نہیں

سمجھے کھو غفلت میں کو ہم خانۂ زیں کو ولے
تو سنِ عمرِ رواں رفتار سے غافل نہیں

کیا ہے نسبت ماہِ نو کو ابروئے خم وار سے
تیغ کی صورت ہے پر اُس کا کوئی گھائل نہیں

رات دن رہتا ہے یارانِ عدم کا اشتیاق
کوئی میرا نامہ بر جز طائرِ بسمل نہیں

گر شبیہ اس طفل کی بن جائے ہر طفلِ سر شک
اے تصور اتیری صناعی کو کچھ مشکل نہیں

سبزۂ خط کی اُسی سے ایک دن ہوگی نمو
تخمِ ریحاں ہے عذارِ یار پر یہ تل نہیں 1

کس کا نالہ ہے نہیں ہے جس میں فریادِ جرس؟
کون وسینہ ہے اس لیلیٰ کا جو محمل نہیں

غرقِ دریائے شہادت ایک عالم ہو گیا
ناسخ آبِ تیغِ قاتل کا کہیں ساحل نہیں

1۔ مطبوعہ ۔ ا = ... نمود

کیا بحرِ حسن کی ہے کمر پیچ و تاب میں؟ — یہ پیچ و تاب کب ہیں بھلا موجِ آب میں؟
ہے مجر مجھ میں تجھ میں یہ موہوم زندگی — اک دم جدا ہوا سے ہوا ہے حباب میں
صدمے دئیے ہیں مجھ کو یہ اک رشکِ حور نے — مصروف ہیں ہزاروں فرشتے حساب میں
تعبیر ہے کہ یار کی پڑ جائے گی نگاہ — بجلی گری ہے رات کو کل مجھ پہ خواب میں
تلوار میرے حلق پہ حسرت نے پھیر دی — اک جا جو دیکھے عاشق و معشوق ڈاب میں
شب سے زیادہ صبح ہماری ہوئی سیاہ — جو شیب میں کیا نہ کیا تھا شباب میں
نسبت ہے کیا ہلال کو اُس کی رکاب سے؟ — خالی پلال کھائیے حنائی رکاب میں
ہم مست بھی ہیں تارکِ لذات زاہدا! — اک دن تو دیکھ کیسی ہے تلخی شراب میں
سودائے چشم یار کی ہے یہ بھی اک دلیل — خشکی کمال ہے جو ہرن کے کباب میں
بحرِ فنا میں مجھ سی ہے سائل زبانِ موج — ہے روح جسم میں کہ ہوا ہے حباب میں
صبحِ شبِ وصال کے ہوتے ہی ہم کہاں؟ — ہے زہرہ سا قیا! قدحِ آفتاب میں
کیا پڑ گیا ہے عکس تری چشمِ مست کا؟ — نرگس کی شاخ بن گئی ہر موجِ آب میں
بحرِ فنا میں ضد ہے تعلق سے یک دگر — پانی جو موج میں ہے وہی ہے حباب میں 1
پیاسا رہے ہمارے لہو کا یونہی رقیب — تلوار کی طرح ہے اگر غرق آب میں
اے کلکِ فکر ایسی غزل اس زمیں میں لکھ — چھانٹا نہ جائے شعر کوئی انتخاب میں

1۔ مطبوعہ ۔ ا = ... تعین .....

عکس اُس کی زلف کا نہیں جامِ شراب میں
مستوں کا عیش تلخ ہے دیرِ خراب میں

غواص اپنی فکر ہوئی جب کہ آب میں
آئی قیامت اس نے لگایا ہے منہ سے جام

غفلت سے اپنا طالبِ دیدار آپ ہوں
دیکھیں ثبات اہلِ زمیں آسمان کا

ہے جی میں آفتاب پرستوں سے پوچھئیے
عاشق نہیں ہے کون دُرِ گوشِ یار کا

ساغر میں عکسِ رخ ، رخِ گل گوں پہ ہے عرق
موتی ہیں روز اس گلِ بے خار کے حضور

آرام سے وہی ہے جو پھیرے خدا سے منہ
بیدار دل جو ہیں اُنہیں سونے سے کیا ضرر ؟

غفلت سرائے دہر میں ہے غافلوں کی چاہ
عبرت کے واسطے یہ قدرت نے غافلے !

آناں کہ خاک رابہ نظر کیمیا کنند

بال آتے ہیں نظر قدحِ آفتاب میں
یہ رمز ہے جو ہوتی ہے تلخی شراب میں

دریا سے موجزن نظر آیا حباب میں
ہے اتصال ماہ میں اور آفتاب میں

میرا ہی چہرہ ہے جو نہاں ہے نقاب میں
ہے صاف آسمان کا نقشہ حباب میں

تصویر کس کی ہے ورقِ آفتاب میں ؟
عالم ہے غرق ایک ہی موتی کی آب میں

موتی جو آگ میں ہے تو شعلہ ہے آب میں
تارِ شعاع خار گلِ آفتاب میں

دیکھو ہے مرغِ قبلہ نما اضطراب میں
یوسف ہوا ستاروں کا مسجود خواب میں

انسان دور دور سے آتے ہیں خواب میں
کھنچی شبیہِ افسرِ شاہی حباب میں

ناسخ ہیں خاکِ رہ گزرِ بو تراب میں

اس گل کی شکل پھرتی ہے چشمِ پر آب میں
اشکوں میں لختِ دل نہیں گل میں گلاب میں

دونی بہارِ حسن ہے کیفِ شراب میں
بھڑکے نہ کیوں کر آتشِ گلرنگ آب میں ؟ 1

ساقی! کہاں شراب ہے دیرِ خراب میں ؟
پانی کی ہے تلاش عبث اس سراب میں

ہم عرش تک پہنچتے ہیں کیفِ شراب میں
دشوار قطعِ راہ نہیں آفتاب میں

اس کی نگاہ پھرتی ہے چشمِ پر آب میں
گویا کہ برق کوند رہی ہے سحاب میں

پنہاں ہے وہ بہار ہے اس کے سحاب میں
نسبت ہے کیا شراب میں اور آفتاب میں ؟

روشن ہے داغ گریہ چشمِ پر آب میں
پوشیدہ آفتاب نہیں ہے صحاب میں

کرتا ہے اک جہان بسر شب کو خواب میں
ہو کیوں نہ مستِ بادۂ غفلت شباب میں ؟ 2

دریا ہوا ہے رشکِ فلک عکسِ یار سے
خورشید جلوہ گر ہیں بروجِ حباب میں

دم بھریہ بزمِ عیش غنیمت ہے ساقیا
ہم بادہ خواری کرتے ہیں جامِ حباب میں

بے وجہ زلفِ یار الجھتی ہے بار بار
کیوں کر رہے نہ موئے کمر پیچ و تاب میں ؟

ہے رات جون ہویں مجھے ساقی! پلا شراب
روشن ہو آفتاب شبِ ماہتاب میں

لیتے ہیں رنج مرشدِ کامل مرید کا
مہتاب میں ہے داغ جلن آفتاب میں

سب بولے برجِ قوس میں داخل ہے آفتاب
رکھا جو اس نے پائے حنائی رکاب میں

بالوں میں یوں وہ گوشۂ ابرو نظر پڑا
ہو جس طرح ہلال نمایاں سحاب میں

بے یار جام میں مرے آنسو ٹپک پڑے
پیتے ہیں جیسے پانی ملا کر شراب میں

چھوڑی نہیں عزار عرق ناک پر یہ زلف
گویا کہ تونے مشک ملایا گلاب میں

کیوں بال خورے کا ہے خطرِ یار میں گماں ؟
ہم سے سنو لگا ہے یہ کیڑا کتاب میں

ناسخ نہیں ہے اس نے سوا فخر کچھ مجھے
ہوں امتِ جنابِ رسالت مآب میں

1۔ + ۔ تصحیح قیاسی ۔ یہ مصرع اصل حالت میں ناموزوں ہے ۔ مصرع کا اصل متن جو ناموزوں ہے یہ ہے ۔ بھڑکے نہ کیوں کر آتش رنگ گل آب میں ۔

2۔ مطبوعہ ۔ ب = ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مخطوطے میں سہو کتابت سے "ہوں" بجائے "ہو" ۔

مر گیا میں بے قراری سے اُسے کچھ غم نہیں
کشتۂ سیماب ہوں جو لائقِ ماتم نہیں

بوستاں وصفِ عرق آلودہ رخ میں ہے کتاب
حرف میں یہ گل نہیں نقطے میں یہ شبنم نہیں

اس قدر مجھ کو بخیلوں سے پڑا دنیا میں کام
اتنی شہرت بر یتینِ ہمتِ حاتم نہیں

یاں دہانِ جام سے آواز آتی ہے مدام
آج یاں جز کاسۂ سر کچھ نشانِ جم نہیں 1

نام تیرا میرے ہونٹوں سے جدا ہوتا نہیں
اے پری پیکراد من میرا کم از خاتم نہیں

ہو مرا محبوب میرے درد کا کیوں کر شریک؟
شکوۂ بے جا ہے کہ کچھ وہ اور میں توام نہیں

رونگٹا اِن پر نہیں اُس پر عیاں تارِ شعاع
تیرے گالوں کے برابر نیّرِ اعظم نہیں 2

گزرے عاشق اپنے معشوقوں سے تجھ کر دیکھ کر
سامنے خورشید کے رخسارِ گل و شبنم نہیں

تُو جو آیا باغ میں تو چشمِ بد کے واسطے
آگ ہے یہ گل نہیں اسپند ہے شبنم نہیں

ابروئے قاتل پہ جی دیتے نہیں انسان فقط
پیکرِ شمشیر و خنجر میں بھی ہرگز دم نہیں

تر وہ گل ہے آبِ خجلت سے جو میں رویا بہت
خوب سے بارش نہ ہو جب تک دلا! شبنم نہیں 3

ہوتی ہے سامانِ غفلت سے بھی اک عبرت مجھے
جام ہے دیکھا تو دھیان آیا جہاں میں جم نہیں

اپنے استغنا سے ہے باغِ جہاں ایسا خجل
کون شاخِ پُر ثمر ہے جس کی گردن خم نہیں؟

رنگ اسے کہتے ہیں بنتا ہے عرق منہ پر شہاب
اختلاطِ گل سے رنگیں قطرۂ شبنم نہیں

باعثِ رنجِ اہلِ دنیا سے ہے ناسخ گفتگو
غیر خاموشی پئے زخمِ دہاں مرہم نہیں

1۔ مطبوعہ ۔ ا = یہ ....

2۔ ء ۔ ا = ... خط

3۔ ء ۔ ا = ... اب ......

صبحِ فرقت تیرگی میں شام سے کچھ کم نہیں
چاند نکلا ہے افق سے نیّرِ اعظم نہیں

جانور ہے جس کو عشقِ کاکلِ پُرخم نہیں
جو نہ آ جائے فریبِ مار میں آدم نہیں

ہے فروتن اس لئے زاہد کہ ہوں سب سرنگوں
قامتِ محراب کچھ بہرِ تواضع خم نہیں

اپنی صورت پر کیا پیدا اسی اللہ نے
کیوں سزاوارِ پرستش صورتِ آدم نہیں؟

نکہتِ گل کہتی جاتی ہے زبانِ موج سے
قابلِ نظارہ رنگِ گلشنِ عالم نہیں

جان پڑ جاتی ہے اُس میں جس سے ہوتا ہے دوچار
عکس بھی جاناں ترا آئینے میں بے دم نہیں

مر گیا میں سونگھ کر اترا ہوا بافِ زلف
یہ غلط میں جانتا تھا کینچلی میں سم نہیں

زلف سے مل کر کیا غارت دلِ پُر داغ نے
سانپ اور طاؤس سا بھی دشمنِ آدم نہیں

شام کے ہوتے ہی کیوں آئے نظر آثارِ صبح؟
وصل کی شب اور روزِ ہجر اگر توام نہیں

جام کو کیا دیکھ کر حیران ہے پی جا شراب؟
گم ہوئے جمِ غفیر اے دل! فقط کیا جم نہیں؟

قہر ہے ترکِ نماز آیا نظر ماہِ صیام
مے کدے میں آج کیوں شیشے کی گردن خم نہیں؟

گر سلیماں وہ پری رُو ہے دیارِ حسن کا
قامتِ خم گشتہ اپنی بھی کم از خاتم نہیں

راست ہو بینی نہ کیوں کر پیشِ چشمِ مستِ یار؟
جام میں لبریزِ مے شیشے کی گردن خم نہیں

کیوں مقابل ہے یہ روزِ ہجر کا پیلِ سفید؟
ناتواں ہوں میں مریضِ عشق کچھ رستم نہیں

شکل ان کی دیکھ کر ہوتی ہے استغنا مجھے
یہ بخیل اِس عہد کے ناسخ! کم از حاتم نہیں

ہے عرق آلود رخ پر زلفِ جاناں غم نہیں
سانپ پانی کا جو ہے زنہار اس میں سم نہیں

لال مجھ پر روئے گل گوں یار کا کس دم نہیں ؟
کب مزاجِ کاکلِ عنبر فشاں برہم نہیں ؟

مر گیا میں گل عزاروں کی مژہ پُر نم نہیں
یہ عجب گلزار ہے جو قطرۂ شبنم نہیں

اہلِ دولت کو اگر ہے بخل مطلق غم نہیں
ہم کو بھی حاجت نہیں دنیا میں گر حاتم نہیں

میرے مرنے سے بھلا کیا چشمِ تر ہوں شعلہ رو ؟
چشمۂ خورشید کو دیکھو کہ مطلق نم نہیں

زیرِ ابرو تیرے آنکھیں ہیں گریز اتنی ہے کیوں ؟
صید افگن سے غزالانِ حرم کو رم نہیں

جو کوئی ہے با تواضع ہے سلیمانِ زماں
مثلِ خاتم خم اگر قامت نہیں خاتم نہیں

بڑھ گیا پرتو جو تیرے روسے آتش ناک کا
صاف بے خالی لبِ گل پر ہیں یہ شبنم نہیں

دوست دنیا میں نہیں کوئی کسی کا بے غرض
ہوگئی [جب] صبح شمعِ مردہ کا پھر غم نہیں 1

آنکھ نرگس کی نہیں ہرگز جھپکتی اس لئے
ایک لمحے میں بہارِ گلشنِ عالم نہیں

ہیں شرر پتھر میں پنہاں پر جہاں آگاہ ہے
کون ہے جو میرے سوزِ عشق سے محرم نہیں ؟

چشمِ جاناں سے جو الفت [ہے] دلا دیوانہ ہو
آہوانِ دشت کو مجنوں سے مطلق رم نہیں 2

زلفِ جاناں کا کوئی مضموں کیا جب سے رقم
میرے خامے کے برابر افعیوں میں سم نہیں

یار کی محرابِ ابرو کے تصور میں مدام
دیدہ کعبہ ہے گریاں چشمۂ زمزم نہیں

یار کو ناسخ! یہ لکھ مصراعِ استادِ قدیم
" دیر کی تم نے ذرا آنے میں تو پھر ہم نہیں "

1۔ مطبوعہ ۔ ب = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب صبح ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

2۔ " ۔ ا = چشم جاناں سے جو الفت [ہے] دلا دیوانہ ہو ۔ ۔ ۔ ۔ سہوِ کاتب سے لفظ "ہے" کتابت سے رہ گیا ہے ۔ اور "ہے" بجائے "ہو" ۔

مشرق خورشید تیرے نور سے ہے در نہیں
خلق کو فرصت زیارت سے یہ کیوں دم بھر نہیں؟
ہے سرِ عریاں مرصع داغِ سودا سے تمــــام
بلبلیں کیا تو وہ ہے صیاد اے رشکِ چمـــن!
عالمِ سفلی سے ہے تا عالمِ علوی سیــــاہ
ایک ساعت بدی زمانے میں ہوا ہم کہ نہ اوج
ہے سحابِ گوہر افشاں اس کے مطبخ کا دھواں
ہر کسی کا کام رکھتا ہے ادھورا آسمــــان
سوچ اے غافل! بھلا کیوں کہ تجھے آئے نظــــر؟
ہے شبِ فرقت کرے آرام اب بختِ سیــــاہ
پار ہو جائے نہ کیوں ہر دم ترا تیــــرِ نگاہ؟
دوستی کس کی یہاں ہے ایک دشمن ایک کا؟
خم میں ہے جوشِ شراب اور خشک ہے سر جوشِ غم
عندلیبوں سے گلوں کی بے وفائی ہے فقــــط
ہوگئی ہے رات میری جان کو دودِ سیــــاہ

کون ہے بارہ دری میں آج جو ششدر نہیں؟
یار کا موئے کمر کچھ موئے پیغمبــــر نہیں
شاہِ اقلیم جنوں ہوں حاجتِ افسر نہیــــں
طائرِ بوسے چمن کے تیرے آگے پر نہیــــں
ہے شبِ فرقت فلک پر چاند کیا اختر نہیں؟
آسماں پر کیا ہمارے بخت کا اختر نہیں؟
عود ہے ہیزم نہیں یاقوت ہیں اخگر نہیں
گر بہم پہنچا سرِ شوریدہ تو پتھر نہیــــں
تیری آنکھوں سے وہ مثلِ مردمک باہر نہیں
آج مجھ کو احتیاجِ بالش و بستر نہیــــں
آئینہ ہے دل مرا کچھ سدِ اسکندر نہیــــں
ہے بجا اس کو جو میری دوستی باور نہیں
دل میں ہے طوفانِ اشک اور آنکھ اپنی تر نہیں
کون ہے جس کی لحد پر پھولوں کی چادر نہیں؟
آج ہم بستر جو ناسخؔ! وہ پری پیــــکر نہیــــں

1۔ مطبوعہ ۔ ا = ... عبث

جین دنیا میں زمیں سے تا فلک دم بھر نہیں
داغ میں یہ گل نہیں ناصور میں اختر نہیں

غیر خوں ریزی سپاہی کا کوئی جوہر نہیں
کاٹ ہو تلوار میں کیا عیب اگر جوہر نہیں

سر رہے یا جائے کچھ ہم سے کشوں کو ڈر نہیں
کونسا مینائے مے اے محتسب!بے سر نہیں

جسمِ جاناں پر پسینہ کیا ہے گر زیور نہیں ؟
گوشِ گل کو غیر شبنم حاجتِ گوہر نہیں

وہ بتِ شیریں ادا کرتا ہے مجھ کو سنگسار
یہ شکر پارے برستے ہیں جنوں!پتھر نہیں

ہو رہا ہے ایک عالم تیرے ابرو پر نثار
کون گردن ہے جہاں میں جو تہ خنجر نہیں ؟

دم نکلنے پر جو آتا ہے نہیں رکتا ہے پھر
دیکھ لو قصرِ حباب اے اہلِ غفلت در نہیں

مفلسوں کے منہ سے ہوتی ہے بہت شرمندگی
زرد یہ اے منعمو! بے وجہ روئے زر نہیں

لن ترانی سنتے ہیں دیدار سے محروم ہیں
یعنی اس حیرت کدے میں کور ہیں ہم کر نہیں

آدمی تو کیا وہ کہتا ہے نشان پاسے بھی ؟
کیوں پڑا ہے میرے کوچے میں ترا کیا گھر نہیں ؟

اے تصور!کیوں بتوں کو جمع کرتا ہے یہاں ؟
دل مرا کعبہ ہے کچھ بت خانۂ آذر نہیں 1

خوشنما ہے ہو حسینوں میں کجی یا راستی
کچھ خطِ روئے صنم کو حاجتِ مسطر نہیں

شکوہ جو ہے نوکری کا کرتے ہیں نادان ہیں
آپ آقا ہے کسی کا ہو کوئی نوکر نہیں

طفل چلتے ہیں جب اپنے پاؤں کہتی ہے قضا
غیر آغوشِ لحد اب دامنِ مادر نہیں

ہے خراباتِ جہاں میں بھی وہ ساقی سے نفور
جو کہ اے ناسخ اِغلامِ ساقیِ کوثر نہیں

1۔ مطبوعہ ا [illegible] = اے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مخطوطے میں سہوکاتب سے "ہے" بجائے "اے"۔

* مطبوعہ میں غزل کے اشعار کی کل تعداد 16 ہے۔مطبوعہ میں غزل کا شعر نمبر 9 اضافی ہے جو حسب ذیل ہے۔

جس جگہ جلتا ہے میٹھی بوٹیوں تیرا فرس
زائنہ میں وان برابر خاک (کے) شکر نہیں

ہمارے کیف سزاوارِ احتساب نہیں — خیالِ چشم ہے کچھ ساغرِ شراب نہیں

بتوں کے پردے میں ہم دیکھتے ہیں نورِ خدا — کہ صاف دیکھنے کی اے کلیم تاب نہیں

وفورِ اشک سے کیوں ہے گلے تلک پانی ؟ — ہمارا کاسہ سر کاسۂ حباب نہیں

یہ خبط گریہ میں عالم ہے بے قراری کا — کہ برق کوندتی ہے بارشِ سحاب نہیں

بشر کے جسم میں ہے جان مایۂ غفلت — سوائے دیدۂ تصویر کس کو خواب نہیں ؟ 1

دلا! ہے موسمِ پیری محلِّ جام شراب — بغیر صبح کوئی وقت آفتاب نہیں

میں غش سے اُس کے جھڑکتے ہی ہوشیار ہوا — کسی صنم کا پسینہ ہے یہ گلاب نہیں

بہت فریب سے ہم وحشیوں کو وحشت ہے — ہمارے دشت میں ناسخ کہیں سراب نہیں

1۔ مطبوعہ ۔ ا = ... چشم . . . .

جاں بلب ہے دل مرا اُس زلفِ عنبر فام میں
غیر ممکن ہے نہ ہو مومن کو ایذا شام میں

آفتاب اس پر تو اس پر چہرہ پر نور ہے
فرق کیا ہے آسماں میں اور اس کے بام میں

بعد مدت کلفتِ غم سے ہوا صاف اپنا دل
دیر تک ہم تم نہائے کل جو اک حمام میں

ایک جا ہے چشمِ جاناں میں نگاہِ قہر و مہر
تلخ و شیریں مغز دو گویا ہیں اک بادام میں

خندۂ صبحِ شبِ عشرت سے یہ مفہوم ہے
موت کا پیغام بھی تھا وصل کے پیغام میں

ہمتِ ساقی سے ایسی وسعت مشراب ملی
مثلِ جم بحرِ جہاں گویا ہے اپنے جام میں

کیوں نہ یوں طولِ شبِ فرقت ہو قصرِ روزِ وصل؟
رات دن ہے آسماں مصروف اپنے کام میں

پختہ مغزِ آتشِ سودا کو کیا رونے سے کام ؟
مادّہ ہے خوں نشانی کا کبابِ خام میں

شورِ محشر سا ہے پر تاثیر نالوں میں نہیں
مردے بھی چونکے، لیکن بخت ہے آرام میں

حرفِ لا نیک زباں پر ہوگئے مثلِ نگیں
کیا اثر نامِ خدا ہے اُس صنم کے نام میں

عین کعبے میں بھی ہے خانہ گریباں گیسر ہے
داغِ ہے ناسخ ہے اپنے جامۂ احرام میں 1

1- م - مقطع - ب = ...ہیں .....

یہ اپنی شکل سے آب آپ شرمسار ہوں میں — نہ آئینے میں کبھی عکس سے دو چار ہوں میں 1

توی ہوں گو ستمِ آسماں سے زار ہوں میں — الجھ کے دامنِ محشر پھٹے وہ خار ہوں میں

نہ وحشی ہوں نہ کوئی نخلِ میوہ دار ہوں میں — یہ کیا سبب ہے جو اے چرخ سنگ سار ہوں میں ؟

دمِ خرام چمن نقشِ پا سے پھولتے ہیں — بجا ہے گر وہ کہے موسمِ بہار ہوں میں

بھرے رہے میری آنکھوں میں کیوں نہ قطرہ اشک ؟ — کہ رات دن کسی خورشید سے دوچار ہوں میں

برنگِ گل مجھے سب دیکھ کر جو ہنستے ہیں — چمن ہے بزمِ بتاں موسمِ بہار ہوں میں

جو آئینے کو میں روشن کروں تو بن جائے — وہ کار گاہِ جہاں میں سیاہ کار ہوں میں

کٹی پیادہ روی میں نہ راہِ منزلِ عشق — سروں تو پاؤں کے کھوئے پہ اب سوار ہوں میں

ہمیشہ سنگ سے رہتا ہے تیغِ یار کو کام — بجا ہے گو وہ کہے تیغ کو ہسار ہوں میں

کمالِ عشق میں ملتا ہے رتبۂ عشوق — سرشکِ خوں کے سبب آپ گل عزار ہوں میں

ہے میری خاک نشینی سے خلق کو آرام — دلا! حدیقۂ عالم میں سایہ دار ہوں میں

بنا ہے جسم مرا لاغری سے طائرِ روح — کسی خدنگِ نگہ کا کہاں شکار ہوں میں ؟

اگرچہ یاس سرا سر ہے لیکن اے ناسخ! — خدا سے وصلِ صنم کا امیدوار ہوں میں

1- مطبوعہ - مطلع - 1 = ... اب .... - مخطوطے میں سہو کاتب سے " ہیں" بجائے " اب " -

* اس غزل میں شعر نمبر 5 اور 6 غیر مطبوعہ ہیں۔

کبھی مل جائے خدا اس کی مجھے یاس نہیں
اے نم!بر ترے ملنے کی مجھے آس نہیں

آس کہتے ہیں جسے آس نہیں پاس نہیں
یاس سے بر کسی حالت میں مجھے یاس نہیں

وصل کانٹوں سے ہواشادی سے بالیدہ ہوئے
دشتِ وحشت میں مرے پاؤں پر ماس نہیں

اس کے دانتوں کے تہ ور میں جو دم نکلا ہے
استخواں ریزی کم از ریزۂ الماس نہیں

مزرعِ عمر کو ہربار دروکرتا ہے
ماہِ نو اس کے سوا کیا ہے اگر داس نہیں؟

بار ہا بیٹھ کے کعبے میں لنڈھائی ہے شراب
محتسب کیا ہے خداکا ہمیں جب پاس نہیں؟

خط وہ لکھتا ہے مجھے لکھنے نہیں دیتے رقیب
ماجرا یہ بھی کم از قصۂ قرطاس نہیں

ساتھ شیشوں کے بدن ٹوٹنے لگتا ہے مرا
واعظا!مجھ کو کبھی توبۂ مےراس نہیں

نابلدِ ترب نہیں ہے انہوں کی صحبت
دور رہ اُن سے دلا!جن کو ترا پاس نہیں

طپشِ دل مجھے دیوار پھندا دیتی ہے
درِ جاناں میں جو ہے قفل تو وسواس نہیں

رہتے ہیں ظلِ حمائت میں علم کی ناسخ!
حامی اپنا کوئی جز حضرتِ عباس نہیں

دلِ پر داغ آویزاں ہیں اُس کی زلفِ پیچاں میں — ہوئے ہیں پھول یا لالے کے پیدا سنبلستاں میں
جہاں کے عشق بازوں کا ہے مجمع کوئے جاناں میں — نہ پروانہ ہے محفل میں نہ بلبل ہے گلستاں میں
نہیں داغِ جنوں کو کچھ مضرت آہ گرم سے — چراغ اپنا ہے مثلِ برق روشن باد و باراں میں
پسینہ یار نے پونچھا ہے جب دستِ حنائی سے — دُرِ غلطاں نظر آئے ہیں مجھ کو دستِ مرجاں میں
عبث ہے اے دلِ پُر داغ ارادہ کوئے جاناں کا — گزر طاؤس کا ممکن نہیں ہے باغِ رضواں میں
بھلا دیکھیں تو کیوں کر روکتا ہے باغباں ہم کو؟ — خزاں کے ساتھ ہم آئیں گے اب کے اس گلستاں میں
ہوا راہِ طلب میں سست زہدِ خشک سے زاہد — روانی کب ہے دریا کی طرح ریگِ بیاباں میں ؟
یہی ہیں اتحادِ عاشق و معشوق کے معنی — زلیخا کو ہو سودا اور یوسف جائے زنداں میں
ٹپکتے آتے ہیں رخساروں سے جو قطرے پسینے کے — گہر بنتے ہیں دریا کی طرح چاہِ زنخ داں میں
تصور سیرِ گلشن میں جو آیا کوئے جاناں کا — بجائے گل سرِ پُر داغ ہے اپنے گریباں میں
مجھے روتے جو دیکھا ہو گیا روپوش غصے سے — کہ پنہاں جس طرح خورشید ہو جاتا ہے باراں میں
نہیں ممکن کہ ہو اصلاح ظالم کی طبیعت کر — رہے خوں ریز خنجر گو بجھائیں آبِ حیواں میں
نکالا کاروانِ خط نے بھی آکر اے ناسخ! — مرا دل کیا بُری ساعت گرا چاہِ زنخ داں میں

۱- اوّل - ا - ...... ہے .....
۲- " - ب - ...... ہوا .....

اول میں مندرجہ بالا غزل ۱۷ اشعار پر مبنی ہے۔ مندرجہ بالا غزل کا مطلع اور شعر نمبر ۳، ۶ اوّل میں نہیں ہیں۔ اوّل میں مندرجہ بالا غزل کے ۷ شعر، نمبر ۲، (۲)، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۲ اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

ہمارے آبلوں نے پھر بھریں ہیں چھاگلیں اپنی — ہوئے برگشتہ شائد ان دنوں کانٹے بیاباں میں
نہیں جز خال و خط حرف و لفظ کا یاں سواد اصلا — لیا ہے درس ہم نے مصحفِ رخ کا دبستاں میں
بتوں کی سرد مہری سے نہ کیوں کر داغ ہو سینہ — سرو کار آگ سے ہوتا ہے ایامِ زمستاں میں
نہ آتا اُس کی محفل میں نہیں ممکن رقیبوں کا — گذر عفریت کا کیوں کر نہ ہو بزمِ سلیماں میں
دعا اپنی یہ ہے محرابِ تیغِ یار میں ہمدم — کبھی تڑپے ہماری لاش بھی گنجِ شہیداں میں
رخِ گلگوں پر اُس کے دیکھ کر گیسو میں حیراں ہوں — گزر کیوں کر ہوا مارِ سیہ کا باغِ رضواں میں
برابر ہے محبت زلف و روئے یار سے ہم کو — نہیں ہے فرق ہے دیوانوں کے آگے کفر و ایماں میں

اے جنوں یاں کوئی جز ضعف گلو گیر نہیں — طوق گردن میں نہیں پاؤں میں زنجیر نہیں

نالے کو ابروئے جاناں کے تصور میں دلا ! — ہے کماں واقعی بیکار اگر تیر نہیں 1

احتیاط اس قدر اس کی عبث کرتا ہے — جسم آخر ہے ترا خاک کچھ اکسیر نہیں

ہوئی اس بزم میں بے طور زباں جس کی دراز — شمع کی طرح سے سر کٹنے میں تاخیر نہیں

کیوں مرقع نہ کہیں دفترِ کونین کو ہم — **فرد** وہ کون ہے جس میں تری تصویر نہیں ؟

وعدے میں عزر دہن آنے میں ہے عزر حنا — کون ہے ناز ترا جس میں کہ تزویر نہیں

فکر ہے غورِ طلسماتِ جہاں میں حیراں — غیر نسیاں کوئی اِس خواب کی تعبیر نہیں

لال منہ خشم سے اُس کا ہو تو ڈر یو نہ دلا! — آتشِ گل میں جلا دینے کی تاثیر نہیں

ہے جو قسمت کا لکھا آئے کا ہر رُو ہر طرح — خطِ رخسار کو کچھ حاجتِ تحریر نہیں

تنگ ہوں زیست سے ہو جاؤں کسی پر عاشق — کوئی اور اِس کے سوا مرنے کی تدبیر نہیں

آج تیرا جو تصرف ہے تو کل اور کا ہے — کشورِ حسن کسی کے لئے جاگیر نہیں

کیوں مری قبر سے جاتا ہے چرائے آنکھیں ؟ — اے پری! خاک مری سرمۂ تسخیر نہیں

تیری تلوار کے ہیں زخم کوئی دیکھ نہ لے — شرم کر لاشہ مرا قابلِ تشہیر نہیں

قاصد! اِجمالِ سراپا ہے سراپا مرقوم — اپنا مکتوب کم از کاغذ تصویر نہیں

اس زمیں میں یونہی اشعار پڑھے جا ناسخ! — دل کے بہلانے کی اوراب کوئی تدبیر نہیں

1۔ مطبوعہ ۔ ب = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بیکار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ = اول = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بیکاں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مخطوطے میں سہو کتابت سے "بیا" بجائے "بیکار"

* اس قافیے اور ردیف کی یہ غزل اور اس سے اگلی دونوں غزلیں اول کی اس قافیے اور ردیف کی غزلوں کے شعر آپس میں بدل کر مرتب کی گئی ہیں۔ مندرجہ بالا غزل میں شعر نمبر 12، 13، 14، اول کی اس ردیف کی دوسری غزل (مٹ گئے نقشِ حیات اور اسے تاثیر نہیں) سے شامل کئے گئے ہیں۔ اس غزل کا شعر نمبر 8 اول کی اس قافیہ و ردیف کی کسی غزل میں نہیں۔ اول میں اس غزل میں 3 شعر نمبر 8، 10، 12، اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں۔

حالِ دل سے کروں آگاہ میں کیوں کر اس کو ؟ — ناتوانی سے مجھے طاقتِ تقریر نہیں

گرچہ ہوں قیس کی تصویر سے ...لیکن — میری لیلی کی مرے سامنے تصویر نہیں 1

خوں جب تک ہو جگر اور نہ دل ہو پُر درد — اشک میں رنگ نہیں نالے میں تاثیر نہیں

1۔ ا۔ ناخوانا۔

مٹ گئے نقشِ حیات اور اُسے تاثیر نہیں
اے پری خواں! پری زادوں کی تسخیر نہیں

نطقِ عیسیٰ میں ترے نطق سی تاثیر نہیں
دستِ موسیٰ میں ترے ہاتھ سی تنویر نہیں

کارِ حیرت زدگاں میں ہے کہاں غیر کو دخل؟
شمع تصویر کو کچھ حاجتِ گل گیر نہیں

کیوں دلا! پیری میں بھی مرنے کی تدبیر نہیں؟
ہو چکی صبح بس اب کوچ میں تاخیر نہیں

کوئی غفلت بھی حقیقت سے نہیں ہے خالی
کونسا خواب ہے جس کے لئے تعبیر نہیں

اے بتو! ہوتے ہیں دیوانے خدا کو بھی عزیز
کیسے عصیاں کریں ان کے لئے تعزیر نہیں

خانۂ دل نہ کرو ہدم اے اصحاب الفیل
مثلِ کعبہ یہ کسی بندے کی تعمیر نہیں

جانتا ہے تو مرا دردؔ، بیاں کیا ہے ضرور؟
دہنِ زخم کو کچھ حاجتِ تقریر نہیں 1

بس دلا! صورتِ ہستی کے کوئی دم ہے ثبات
یاںؔ جہاں آئینہ ہے کاغذ تصویر نہیں 2

اے سہی سرو! ترے ان کے پتوں کی طرح
برق ہائے شجرِ طور میں تنویر نہیں

ابروئے یار کی مانند بناتے ہیں طاق
اور مسجد کی کسی واسطے تعمیر نہیں

خط سے عمگین نہ ہو اصلاح سے کر صاف عزار
محو جو ہو نہ سکے یہ خطِ تقدیر نہیں

بد زبانی ہے وہاں گرچہ ہے معدوم دہن
یاں ہے موجود دہن، خوف سے تقدیر نہیں

کیوں دمکتا ہے وہ کندن کی طرح سرتاپا؟
جائے اُس کے عناصر میں جو اکسیر نہیں 3

گل رخوں کا جو تصور ہے سخن سنجی میں
گل فشانی ہے یہ، ناسخ! تری تقریر نہیں

1۔ م۔ ا = ...ورد ....

2۔ م۔ ا = ...کو ....

م۔ م۔ ب = یہ ....

3۔ اول ۔ ب = داخل اس بت کے ......

مطبوعہ کا شعر نمبر 3 مخطوطے کا شعر نمبر 4 ہے جب کہ اول میں یہ اس قافیے اور ردیف کی تیسری غزل کا مطلع ہے۔
مندرجہ بالا غزل کے اشعار نمبر 4، 12، 13، 14، اول کی اس قافیے اور ردیف کی تیسری غزل سے شامل کئے گئے ہیں
مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 4 اول کی اس قافیے اور ردیف کی تیسری غزل کا مطلع ہے۔

قابلِ روحِ سبک روئی بدنِ پیـــــر نہیـــں
ایک دم ساکنِ آغوشِ کماں تیر نہیــں

تیرے ابرو سے مہ نو کی جو شمشیر نہیں
تو کشِ مہر میں بھی مثلِ مژہ تیر نہیں

خط نمایاں نہ ہو یارب! رخِ جاناں پہ کبھی
یہ وہ مصحف ہے جسے حاجتِ تفسیر نہیں

سایہ ساں دھوپ ہے تیرہ ترے سائے کے حضور
نقشِ پاسی کہیں خورشید میں تنویر نہیں

تیری شمشیر ہے جب تک یہ جما ہے قاتل!
خوں ہمارا عرضِ جوہــرِ شمشیــر نہیں

سرو ساماں ہو بہم زیرِ فلک مشـــــکل ہے
سر مرا ہے تو کفِ یار میں شمشیــر نہیں

مرتے ہیں آپ گلا کاٹ کے عاشق اُس پـــر
یہ دلا! ابروئے خم دار ہے شمشیــر نہیں

ایک عالم ہے تری نیچی نگاہوں سے شہیـد
خمِ گردن کے برابر خمِ شمشیـــــر نہیں

بے دمن بات مسیحا سے بھی ہوتی نہ کبھی
قدرتِ حق ہے یہ اے مت! تیری تقدیـــر نہیں

ہے دمِ رشکِ طلا رنگ سنہرا تیـــــرا
خاک کے سامنے کچھ رتبہ اکسیـــر نہیں

کر دیا ہے اسی حسرت نے مجھے دیـوانہ
ہاتھ میں یار کے دروازے کی زنجیر نہیں

شبہ ناسخ نہیں کچھ میؔر کی استادی میں
آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میـــر نہیــں 1

1۔ م۔مقطع ب= ..... ہے .....

* مندرجہ بالا غزل اول میں 19، اشعار پر مشتمل ہے اول کے اس غزل کے شعر نمبر 4، 6، اضافی ہیں بنیادی میں اول کا شعر نمبر 10 جو مطبوعہ میں بھی ہے نہیں ہے۔ اول کے اس غزل کے 4 شعر بنیادی اور مطبوعہ کی پچھلی غزل میں شامل ہیں۔ تینوں اضافی شعر درج ذیل ہیں۔

.......................؟
گلشنِ داغ کم از گلشنِ تصویـــر نہیــں 1

.... زمانے میں ہے انکار وصـــال
.... 2

ایک کو عالمِ حیرت میں نہیں ایک سے کام
شمعِ تصویر سے روشن شبِ تصویـــر نہیــں

1۔ ا ۔ ناخوانا

2۔ ا ۔ ناخوانا

م ۔ ب ۔ناخوانا

جب سے کہ بتوں سے آشنا ہوں — بیگانہ خدائی سے ہوا ہوں
کیوں کر کہوں عارِ خدا ہوں ؟ — آگاہ نہیں کہ آپ کیا ہوں ؟
جب ہجر میں باغ کو گیا ہوں — میں آتشِ گل میں جل بجھا ہوں
منہ زرد ہے تنکے چن رہا ہوں — اے وحشت! کیا میں کہربا ہوں ؟
فرقت میں جو سر پٹک رہا ہوں — مشغولِ نمازِ بے ریا ہوں
منہ اِن کا نہیں ہے شکو ورنہ — ہربت کہتا کہ میں خدا ہوں 1
بیگانہ ہوں کیوں کر آشنا سے ؟ — بیگانوں سے بھی میں آشنا ہوں
امیدِ وصال اب کہاں ہے ؟ — اس گل سے بہ رنگِ بُو جدا ہوں
کیوں دوست نہ خوش ہوں جائے ماتم ؟ — سیماب کی طرح مر گیا ہوں
خلقت خوش ہو جو میں ہوں پامال — گلزار جہاں میں کیا حنا ہوں ؟
ہنس دوں گا دم میں مثلِ گل آپ — غنچے کی طرح سے گو خفا ہوں
آتش قدمی سے جلتے ہیں خار — اے قیس! میں وہ برہنہ پا ہوں
کرتے ہیں گریز مجھ سے منحوس — بے شبہ میں سایۂ ہما ہوں
ہیں قافلۂ عدم سے آگے — اس راہ میں نالۂ درا ہوں
ناسخ کی یہ التجا ہے یارب ! — مر جاؤں تو خاکِ کربلا ہوں

1- اول ـ ا = گویائی ....

* شعر نمبر 8 مخطوطے میں غلطی سے دو مرتبہ لکھا گیا ہے۔

اس ابر میں یار سے جدا ہوں — بجلی کی طرح تڑپ رہا ہوں

گل بن ہوں اگر تو ہوں میں بے برگ — بلبل ہوں اگر تو بے نوا ہوں

دن رات تصورِ پری ہے — دیوانہ میں ان دنوں بنا ہوں

کو بیٹھ رہا ہوں ایک جا لیک — پامال بسانِ نقش پا ہوں

افتادۂ خاک ہوں ولیکن — میں سایۂ شہپرِ ہما ہوں

چلتا نہیں آپ اگرچہ اک گام — پر میل کی طرح رہنما ہوں 1

اے ابرِ شبِ فراق دے ساتھ — رونے پر مستعد ہوا ہوں

کیوں کر مری خاک سے نہ ہوں سرو ؟ — میں سروقدوں کا خاکِ پا ہوں

تو رنگِ چمن میں ہوش بلبل — تو نکہتِ گل تو میں صبا ہوں 2

سر رکھ کے کبھی وہ سو گیا تھا — اب تک زانو کو سونگھتا ہوں

وحشت نے نکالا اُس گلی سے — کانٹوں پر اِس کو کھینچتا ہوں

آئینۂ دل میں ہے ترا عکس — دن رات میں تجھ کو دیکھتا ہوں

ثابت ہے گناہِ خشکیِ زہد — تر دامنِ موجِ بوریا ہوں

ممکن نہیں اجتماعِ ضدین — تو بت ہے میں بندۂ خدا ہوں

ہے مہر و وفا سراسر اس میں — ناسخ! کیوں کر اُسے نہ چاہوں ؟

1۔ مطبوعہ ۔ ا = ... گرچہ .... = اول = گرچہ

2۔ اول ۔ ب = ... ہے ....

آگیا تھا رات کیا وہ ماہِ کامل خواب میں ؟ — چاندنی کا ہے اثر زخمِ دلِ بیتاب میں

ہے خیالِ سبزۂ عارض دلِ بے تاب میں — رہتی ہے اکسیر کی بوٹی یہاں سیماب میں

اس قدر روئے ہیں آغازِ شبِ فرقت میں ہم — شام کو خورشید ڈوبا اشک کے گرداب میں

چاندنی میں ہم نے جو بے یار کی سیرِ چمن — داغِ خوں گویا لگے تھے چادرِ مہتاب میں

ساقی و مطرب ہوں کم سن اور ہوں کنجِ چمن — چاہیے اسباب اتنا عالمِ اسباب میں

ہے تعجب آسمانِ تفرقہ انداز سے — ایک جا ہیں عاشق و معشوق کیوں گرداب میں ؟

شام سے تا صبح ہر شب دیتے ہو رنجِ فراق — کیا رہا اب آدمی میں فرق اور سرخاب میں

ضعفِ پیری میں کہاں طاقت کہ مسجد جاؤں میں — سجدے کرتا ہوں قدِ خم گشتہ کی محراب میں

شاخِ مرجاں ہو جبیں عکسِ دستِ رنگیں سے بنیں — پرتوِ رخ سے ہوئے روشن کنول تالاب میں

یہ ترے روئے مخطط پر عرق آیا نہیں — خوشۂ پرویں عیاں ہے خرمنِ مہتاب میں

بزم میں کچھ نہیں معلوم ہوتا کوہِ غم — بارِ سنگیں جیسے ہو جاتا ہے ہلکا آب میں 1

کوہِ مضموں لئے پھرتے ہیں دیواں شہر شہر — ہے رواں بیڑا سفینوں کی آب میں 2

طالبِ حق ہے اگر مت سالکوں کا ساتھ چھوڑ — مل گیا دریا میں جو کچھ مل گیا سیلاب میں

کیوں نہ اے ناسخ! ہوں میں اعجازِ ساقی کا مقر ؟ — آفتاب اُس نے دکھایا ہے شبِ مہتاب میں

1۔ اول ل = ۔۔۔۔۔ غم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

2۔ ء ۔ ا = ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دیوان و شہر

* مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 3 اول میں نہیں ہے۔

یوں مری آنکھیں عیاں ہیں اشک کے سیلاب میں   جیسے آتے ہیں نظر تہہ کنول تالاب میں

اپنے تُو دستِ حنائی کو اگر دھوئے صنم !   لال ہو جائیں ابھی سب مچھلیاں تالاب میں 1

کس نے چہرے سے اٹھایا ہے لبِ دریا نقاب   کوندتی ہیں بجلیاں لہروں کے بدلے آب میں

استفادہ سختِ دل کیا دل گدازوں سے کریں ؟   کب ملائم ہو، رہے برسوں اگر سنگ آب میں ؟

اشک کے قطرے میں یہ مجھ ناتواں کا حال ہے   کوئی آجاتا ہے تنکا جس طرح سیلاب میں

جاوہ بیٹھی ہے یوں محرابِ ابرو کے تلے   شمع روشن جس طرح رکھ دے کوئی محراب میں

دانہ ہیں اٹیا کی چڑیا کو بنت کی چنیاں   پلتی ہے بالے کی مچھلی موتیوں کی آب میں

رشک کے معنی یہ ہیں سوتے ہیں جیسے میرے بخت   سوچ رہتا ہے کہیں دیکھیں نہ تجھ کو خواب میں 2

خط نظر آتا ہے گر اس کے ذقن پر کیا عجب ؟   جمع ہورہتے ہیں تنکے بیشتر گرداب میں

چشمِ تر میں ہے تصور روے جاناں کا مدام   پھنس گیا ہے عکس یہ خورشید کا گرداب میں 3

ہوگئے ہیں کور اگر اعدا عداوت سے تو کیا ؟   نور ہے اشعارِ ناسخ دیدہ احباب میں

1- اول - 1 = ...واں

2- م - ب = اول میں سہوِ کاتب سے اس شعر اور اس شعر سے اگلے شعر کے مصرع ہائے ثانی آپس میں بدل گئے ہیں۔

3- م - ب = ...یاں ....

* اول میں یہ غزل 12، اشعار پر مبنی ہے۔ اول میں اس غزل کا شعر نمبر 11، اضافی ہے جو درجِ ذیل ہے۔

خامہ و کاغذ لئے حیراں ہوں اے نامہ بر !   کیا لکھے عاشق بھلا معشوق کے القاب میں

زینتِ فتراک ہونے کے لئے آمادہ ہوں
کب سواری آئے گی میں منتظر استادہ ہوں ؟

گرم رو مجھ سا نہ ہوگا کوئی بھی آتش قدم
تیز رفتاری میں میں سیمابِ آتش دادہ ہوں

کون صیاد آج آتا ہے چمن میں بلبلو؟
رنگِ گل کہتا ہے اڑ جانے کو میں آمادہ ہوں

مے کدے میں توڑ کر خم بہر عزر معصیت
محتسب رندوں سے کہتا ہے کہ مستِ بادہ ہوں

انتظار و **یاس** نے گلزارِ کوئے یار میں
سرو ساں استادہ ہوں کہ سایہ ساں افتادہ ہوں

رہنمائی میری کرتی ہے مجھے پامال خلق
خضرِ راہِ منزلِ مقصود مثلِ جادہ ہوں

کہ رہا ہے انتظارِ یار میں ہر سروِ باغ
عمر گزری منتظر اک پاؤں سے استادہ ہوں

ہاتھ دوڑائیں گے اک دن میری بیعت کو سبو
بعد میں پیرِ مغاں کے صاحبِ سجادہ ہوں

جاتے ہیں ہر وقت زاہد جانبِ ظرفِ وضو
کیوں نہ میں مائل بھلا سوئے سبوئے بادہ ہوں

پاتی ہے ہر اک سے میری خاطرِ نازک شکست
دم بہ دم میں شیشۂ بالائے سنگ افتادہ ہوں

آئے جو میرے جلانے کو وہ جل کر خاک ہو
سوزِ غم سے تودۂ بارودِ آتش دادہ ہوں

حشر میں ناسخ یہی اپنا کہوں گا سلسلہ
میں اسیرِ حلقۂ گیسوئے سید زادہ ہوں

---

* اول میں یہ غزل 13، اشعار پر مشتمل ہے۔ اول میں اس غزل کا شعر نمبر 4، اضافی ہے جو درج ذیل ہے۔

ہو گیا پابند اس سروِ رواں کے سامنے
پیشِ قمری سرو کہتا تھا کہ میں آمادہ ہوں

صنم! کوچہ ترا ہے اور میں ہوں — یہ زندانِ وفا ہے اور میں ہوں
یہی کہتا ہے جلوہ میرے بت کا — کہ اک ذاتِ خدا ہے اور میں ہوں
ادھر آنے میں ہے کس سے تجھے شرم؟ — فقط اک غم ترا ہے اور میں ہوں 1
کرے جو ہر قدم پر ایک نالہ — زمانے میں درا ہے اور میں ہوں
تری دیوار سے آتی ہے آواز — کہ اک بالِ ہما ہے اور میں ہوں
نہ ہو کچھ آرزو مجھ کو خدایا! — یہی ہر دم دعا ہے اور میں ہوں
کیا دربان نے سنگِ آستانہ — درِ دولت سرا ہے اور میں ہوں
ہنسے تم پر جو گلزارِ جہاں میں — گل اندامِ حنا ہے اور میں ہوں
گیا وہ چھوڑ کر رستے میں مجھ کو — اب اُس کا نقشِ پا ہے اور میں ہوں
زمانے کے ستم سے روز ناسخ! — نئی ایک کربلا ہے اور میں ہوں

۱۔ اول ۔ب = کہ یہاں ....

* مندرجہ بالا غزل اول میں 13، اشعار پر مشتمل ہے ۔اول میں اس غزل کے 3، شعر نمبر 2، 3، 7، 12، اضافی ہیں۔ مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 2 اول میں نہیں ہے اضافی اشعار درج ذیل ہیں۔

زمانے سے .... — ....؟ 1
ہوئے یہ بھی کسی کی جستجو ہے — ہوا کا بادِ پا ہے اور میں ہوں
بہارِ سبزہ خط اور اعیار — نصیبوں کا لکھا ہے اور میں ہوں
شبِ فرقت نہ کیوں تاریک نہ ہو — تصور زلف کا ہے اور میں ہوں

۱۔ ا ۔ ناخوانا
ج۔ ب ۔ ناخوانا

سب ہمارے لئے زنجیر لئے پھرتے ہیں
ہم سرِ زلفِ گرہ گیر لئے پھرتے ہیں

کون تھا صیدِ وفادار کہ اب تک صیاد ؟
بال و پر اس کے ترے تیر لئے پھرتے ہیں

تُو جو آئے تو شبِ تار نہیں یاں ہر سو
مشعلیں نالۂ شبگیر لئے پھرتے ہیں

تیری صورت سے کسی کی نہیں ملتی صورت
ہم جہاں میں تری تصویر لئے پھرتے ہیں

معتکف گرچہ بہ ظاہر ہوں تہ ور میں مگر
کُو بہ کُو ساتھ یہ بے پیر لئے پھرتے ہیں

رنگِ خوبانِ جہاں دیکھتے ہی زرد کیا
آپ زور آنکھوں میں اکسیر لئے پھرتے ہیں

جو ہے مرتا ہے بھلا کس کو عداوت ہوگی ؟
آپ کیوں ہاتھ میں شمشیر لئے پھرتے ہیں ؟

سرکشی شمع کی لگتی نہیں گر اُن کو بری
لوگ کیوں بزم میں گل گیر لئے پھرتے ہیں

تا گنہ گاری میں ہم کو کوئی مطعون نہ کرے
ہاتھ میں نامۂ تقدیر لئے پھرتے ہیں

سرِ تن کو یونہی بنوا ، بہ ٹولی ناسخ!
خوب ہی نقشہ تعمیر لئے پھرتے ہیں

مندرجہ بالا غزل اول میں 9 ، اشعار پر مشتمل ہے مندرجہ بالا غزل کے شعر نمبر 5 اور 7 اول میں نہیں ہے۔
اول کے اس غزل کا شعر نمبر 15 اضافی ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

حلقۂ چشم جو تھا سو ہی ہوا ہے اسیر
آپ کیوں زلف کی زنجیر لئے پھرتے ہیں ؟

دل اس کو دیا میں نے تقصیر اسے کہتے ہیں — مارا غمِ فرقت نے تعزیر اسے کہتے ہیں
ہم خواب میں واں پہنچے تدبیر اسے کہتے ہیں — وہ نیند سے چونک اٹھے تقدیر اسے کہتے ہیں
جو مجھ سے گریزاں تھا کل اس کو میں گھر اپنے — باتوں میں لگا لایا تقریر اسے کہتے ہیں
میں خاک ہوا مر کر وہ فاتحے کو آیا — اکسیر اسے کہتے ہیں تسخیر اسے کہتے ہیں 1
دیوانی سی جنگل میں پھرتی ہے پڑی لیلیٰ — جزبۂ دل عاشق کی تاثیر اسے کہتے ہیں
پی جب کہ شراب اُس نے کندن سا بدن دمکا — سونا اسے کہتے ہیں اکسیر اسے کہتے ہیں
شکل اس کی تصور نے کھینچی ورقِ دل پر — نقاش اسے کہتے ہیں تصویر اسے کہتے ہیں
بے جرم کیا بسمل لاکھوں ہی جوانوں کو — سفاک اسے کہتے ہیں بے پیر اسے کہتے ہیں
محفل سے اٹھانے کا جب قصد کیا اس نے — دانستہ میں غش لایا تزویر اسے کہتے ہیں
سو قتل کئے خوں ہے ابرو میں نہ مژگاں میں — شمشیر اسے کہتے ہیں اور تیر اسے کہتے ہیں
جتنا وہ گریزاں ہے در پئے دل نالاں ہے — صیاد اسے کہتے ہیں نخچیر اسے کہتے ہیں
انجام کو کچھ سوچو کیا قصر بناتے ہو؟ — آباد کرو دل کو تعمیر اسے کہتے ہیں
ہے پیش نظر اپنے ہر وقت تصور میں — پریوں کی بس اے ناسخ تسخیر اسے کہتے ہیں 2

1- مطبوعہ - ب = ... سے . . . .

2- " " - ا - میں . . . .

* اول میں مندرجہ بالا غزل 15، اشعار پر مشتمل ہے- اول کے اس غزل کے شعر نمبر 11، 13، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں-

حلقۂ گیسو میں لاکھوں ہیں دل وحشی — 1
خوں روز ہزاروں کا کرتا ہے وہ ابرو سے — پڑتا نہیں بل ہرگز شمشیر اسے کہتے ہیں

1- ب - ناخوانا

دل میں پوشیدہ تپِ عشقِ بتاں رکھتے ہیں
آگ ہم سنگ کی مانند نہاں رکھتے ہیں

نے سواری تری دیکھیں تو ہوں گرد دنبال
ہاتھ میں صبر کی جو لوگ عناں رکھتے ہیں

بزمِ جاناں میں کبھی بات نہ نکلی منہ سے
کہنے کو شمع کی مانند زباں رکھتے ہیں

ایک مدت سے تمنا ہے قدم بوسی کی
سر پٹکتا ہوں صنم پاؤں جہاں رکھتے ہیں

مثلِ پروانہ نہیں کچھ زر و مال اپنے پاس
ہم فقط تجھ پہ فدا کرنے کو جاں رکھتے ہیں

یوں ہے دونوں دلِ سوزاں نفس سرد کے ساتھ
غربا جیسے زمستاں میں دھواں رکھتے ہیں

اس تنِ صاف پہ ہے موئے کمر تک معدوم
اور محبوب صفا ایسی کہاں رکھتے ہیں؟

طائرِ روح کو کر دیتے ہیں کیوں کر بسمل؟
تیر رکھتے ہیں پری رُو نہ کماں رکھتے ہیں

ہوگیا زرد پڑی جس کی حسینوں پہ نظر
یہ عجب گل ہیں کہ تاثیرِ خزاں رکھتے ہیں 1

تازگی ہے سخنِ کہنہ میں یہ بعدِ وفات
لوگ اکثر مرے جینے کا گماں رکھتے ہیں

بھاگئی کون سی وہ بات بتوں کی ورنہ
نہ کمر رکھتے ہیں کافر نہ دہاں رکھتے ہیں

عوضِ ملکِ جہاں مُلکِ سخن ہے ناسخ!
گو نہیں حکم رواں طبعِ رواں رکھتے ہیں

1۔ مطبوعہ ۔ ا = ... جبکہ ....

تیر رہا ہے کھڑا وہ بتِ شنگ آب میں
جس نے نہ دیکھے ہوں سو دیکھے شلنگ آب میں

ہجر کی شب جب ہوا جوشِ مرے رونے کا
صبح کو ترتا نظر آیا پلنگ آب میں

قافلۂ لختِ دل اشکوں میں یوں ہے رواں
کرتے ہیں جیسے سفر اہلِ فرنگ آب میں

نرم طبیعت کو کیا پہنچے عدو سے گزند
سنگ ہی ہو جائے غرق گر پڑے سنگ آب میں

صحبتِ نیکاں سے ہو فائدہ ظالم کو کیا؟
رفع نہ تلوار کا ہو کبھی زنگ آب میں

عارضِ رنگینِ یار عکس فگن ہوں اگر
خلق کو ویسے یقیں ہو کہ ہے رنگ آب میں

رات کو دریا میں تو اُترے جو اے شعلہ رو!
شمع سمجھ کر تجھے آئیں پتنگ آب میں

آب سے سر سبز ہیں سارے نباتات اگر
سبز کیا آب کو جب ملی بنگ آب میں

ناسخِ مہجور اگر جاکے نہانے لگے
آئیں نظر سب حباب جسم پلنگ آب میں

غمِ شبیر میں رو روکے کروں تر دامن
جاؤں تاحشر کے میداں میں تر دامن

لمعِ خام سے پھیلے جو کسی کے آگے
یارب! ایسا تو مجھے ہو نہ میسر دامن

مثلِ گردوں تجھے گردش ہی رہے گی دن رات
زر سے زنہار نہ اے طالبِ زر بھر دامن

زندگی بھر تو صفائی رہی کیا قہر ہوا
ہے مری خاک سے قاتل کا مکدر دامن

آستیں زن ہے یہاں کوئی چراغِ جاں پر
کھا گیا واں روشِ ناز میں ٹھوکر دامن 1

یہی کہتی ہوئی جاتی ہے چلی عمرِ رواں
میرے دامن سے نہ باندھے کبھی صرصر دامن

روزِ حشر یہی کہتا میں اٹھوں گا ناسخ!
دے مرے ہاتھ میں یا سبطِ پیمبر! دامن 2

1۔ مطبوعہ۔ب = ...سے ......

2۔ ء ۔مقطع ۔ا = صبح ....

* اول میں یہ غزل 9، اشعار پر مبنی ہے۔ اول میں اس غزل کے 2، شعر نمبر 2، 5، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

وہ میرا دامن ....؟ ....؟ 1

تو نے دامن جو کبھی اپنا چمن میں جھاڑا
ہو گیا بادِ بہاری کا معطر دامن

1۔ ا ۔ ناخوانا
۔ ب ۔ ناخوانا

ہے بھلا کس کو دوام اس گردشِ افلاک میں؟
1 خاک کے پتلے ہزاروں مل گئے ہیں خاک میں

زاہدا! ہے فرق جتنا جود اور امساک میں
جان! اتنا ہے تفاوت ہم میں اور تریاک میں

کیا ہی چالاکی ہے تیرے توسنِ چالاک میں
مرغِ دل اپنا فلک پرواز ہے فتراک میں

دیکھ کر دانتوں کی براقی جو غش آیا مجھے
عالمِ انگشتِ حیرت ہے تری مسواک میں

ہوگئی نظروں سے غائب تیرے نظّارے کے ساتھ
کاہ تھی مستی ہماری شعلۂ ادراک میں

ناز مستی پر قناعت ہو جو تم کو ہے کنسو!
ہے لبالب بادۂ عشرت خمِ افلاک میں

شش جہت میں موج زن ہے تو ہی اے دریائے حسن
2 فرق کیا ہے ڈوبنے والے میں اور پیراک میں؟

کہ رہی ہے یہ لبِ جو پر زبانِ موج سے
پاک میں ہے کب وہ کیفیت جو ہے ناپاک میں؟

گریہ ہے تیرے قدم سے باغ کی بالیدگی
دانۂ انگور ہوں گے شیشۂ مے تاک میں

کر رہی ہیں عندلیبیں جان کر گل بن ہجوم
داغ ہیں میرے لہو کے یار کی پوشاک میں

مست عالم کو کیا چشمِ سیاہِ یار نے
ساغرِ مے کا ہے عالم ساغرِ تریاک میں

منبرے کو جائے شادی سمجھے سو دیوانہ ہے
دفن لاکھوں ہوگئے اس گنبدِ افلاک میں

دور سے دونوں کا نظّارہ ہے نزدیکی محال
فرق کیا ہے آفتاب اور روئے آتش ناک میں؟

منتظر دل میں ہے ساکن جیسے وہ پردہ نشیں
طور جلمن کا ہے میرے سینۂ صد چاک میں

تفرقہ اندازیِ دوراں سے دم میں غافلو!
عالمِ ارواح میں روح اور تن ہے خاک میں

ضعف سے ایسا خمیدہ ہوں چلوں گر دو قدم
صورتِ دامن ہو آلودہ گریباں خاک میں

اس کے ہوتے آنے دے حمّام میں مجھ کو اگر
ڈال دوں میں نقدِ جاں کو کیسۂ دلاک میں

(باقی غزل اگلے صفحے پر)

1۔ مطبوعہ۔ مطلع ا = ۔۔۔۔۔ دلا ۔۔۔۔۔

2۔ " ۔ ب = ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تیراک ۔۔۔۔۔۔

(گزشتہ صفحے کی بقیہ غزل)

دور ہو ہر چند پروہ جذبۂ دل ہے یہاں
ہم اگر چاہیں ابھی تم دوڑے آؤ ڈاک میں

آتشِ رنگ حنا سے پیشتر اے کوچہ گرد
آگ لگ اُٹھتی ہے رستوں کے خس و خاشاک میں

ہیں گل خوش بو قبا میں جتنے تھے جنت کے پھول
ایسی خوش بو ہے پسینے سے تری پوشاک میں

زلفِ مشکیں مجھ کو رہ رہ کر دلا جاتی ہے یاد
لائی ہے اے نکہتِ گل! کیوں مرا دم ناک میں؟

منہ تلک آتے ہیں ایسے شعلہ ہائے داغِ دل
شمعِ روشن کا ہوا عالم مری مسواک میں

عین دریا میں ہے سکندر کی ہے پتلی جس طرح
مردمک یوں ہے ہمارے دیدۂ نمناک میں

کہتے ہیں اس کو سنہرا رنگ جو ہنگامِ غسل
تارِ زر بنتے ہیں ڈورے کیسۂ دلاک میں

کیوں اٹھا لائے ہیں ہمدم مجھ کو ناسخ بعد قتل
چین سے لاشہ پڑا تھا کوچۂ سفاک میں

روح کو آرام دم بھر باغِ رضواں میں نہیں — خاک اپنی بعد مرد ن کوئے جاناں میں نہیں
خوش قدوں کی خاک پہ اٹھتی ہے ہر دم سرو تد — گرد باد اے اہلِ غفلت اس بیاباں میں نہیں
آج نقاشی کی چھت لگوا نہیں مانع کوئی — گل بہ جز خفاش لیکن سقف و ایواں میں نہیں
دیکھنا کل آپ سے کوئی نہ رکھے گا قدم — آج جانے کی اجازت جس گلستاں میں نہیں
تیرے رخسارِ عرق آلود سے نسبت ہے کیا — ایک قطرۂ چشمہ مہرِ درخشاں میں نہیں
دوست دشمن سب کے سب ہیں رفتنی مثلِ نسیم — گل تو کیا کانٹا بھی اک دن اس گلستاں میں نہیں
سبزۂ خط ہوگیا سر سبز ایسا کس طرح ؟ — بوند پانی کی ترے چاہِ زنخ داں میں نہیں
ہے جو یوں مکروہ طبع پاک کو مضمونِ غیر — وصل کا مضمون شایاں اپنے دیواں میں نہیں
ہوگیا مرتے ہی میرے سرد بازارِ جنوں — آج اے اطفال اکوئی سنگ داماں میں نہیں
نامِ حاتم رہ گیا ہے ہوگیا برباد تخت — آدمی کیا دیو بھی ملکِ سلیماں میں نہیں
ہے تصور سے مرے ہر اشک میں تصویرِ یار — میری آنکھوں سے نہاں خورشید باراں میں نہیں
نقل میں ہو حسن کتنا پر ہے عارف گردِ اصل — فاختہ کا آشیاں سروِ چراغاں میں نہیں
ہر پری رو میں ہے مجھ مجنوں کی تاثیرِ جنوں — نالۂ زنجیر کس کی زلفِ پیچاں میں نہیں ؟
اُس پری کے کاکلِ پیچاں کے سودے میں مجھے — سانپ آتے ہیں نظر زنجیریں زنداں میں نہیں
کرتے ہیں ہر روز مجھ وحشی کو لڑکے سنگسار — کون سا دن ہے جو آدینہ دبستاں میں نہیں ؟
مور چھل ناداں ہلاتے ہیں کسے حیران ہوں ؟ — مڑیاں بھی تربتِ فغفور و خاقاں میں نہیں
آبلے ورزش سے تیرے دستِ رنگیں میں پڑے — کون کہتا ہے کہ موتی دستِ مرجاں میں نہیں ؟
کیا ہوا گر شعرِ ناسخ ہیں عقیدے کے خلاف؟ — آیۂ منسوخ کیا موجود قرآں میں نہیں

---

* اس غزل میں مطبوعہ میں مطلع نمبر 2، اضافی ہے جو حسبِ ذیل ہے

کیا ہوا ثابت جو کپڑے جسمِ جاناں میں نہیں — چاک کچھ معیوب یوسف کے گریباں میں نہیں

مطبوعہ کی اس غزل کے اشعار کی تعداد 19، اور مخطوطے کی اس غزل کے اشعار کی تعداد 18 ہے۔

باغباں ممنوں ترے ہم اس گلستاں میں نہیں
جز دلِ صد چاک گل اپنے گریباں میں نہیں

کیا جنبیلی میں ہے حواس گل کے دنداں میں نہیں؟
لعلِ خنداں میں جو ہے گل ہائے خنداں میں نہیں

ذکر کیا شاہ و گدا کا اصل میں دونوں ہیں ایک
فرق مرجانے کے بعد انسان و حیواں میں نہیں

رحمتِ حق جوش پر ہے کیوں نہ عصیاں کیجئے؟
شغلِ بہتر مے کشی سے ابرِ باراں میں نہیں

سفل و اعلیٰ مشابہ ہیں باہم لیکن ہے فرق
اوجِ انجم دیدۂ غولِ بیاباں میں نہیں

قدر کیا اس کو بھلا داغِ دلِ عشاق کی؟
داغِ حیچک تک کوئی اعضائے جاناں میں نہیں

ہے سراپا نُور تُو نامِ خدا ظلمت سے دور
سر سے پا تک تل بھی تیرے جسمِ تاباں میں نہیں

غول کے آنکھیں چراغ اور آنیاں قندیل ہے
ایک شب تاریکی اپنے کنجِ ویراں میں نہیں

کیا مرے تلوے میں کانٹا ہے کسی نے دیکھنا؟
غیر کا نشترِ قدم تو کوئے جاناں میں نہیں

خضر سے کہوا ہی چھوٹوں گا ترے خنجر تلے
آبِ آہن کی حلاوت آبِ حیواں میں نہیں

کس قدر گھونگھٹ میں تاباں ہے وہ روئے آتشیں!
روشنی ایسی چراغِ زیرِ داماں میں نہیں

خانۂ دل ہے مشبک آہ بے تاثیر سے
آج تک روزن کوئی دیوارِ جاناں میں نہیں

کیوں ہے حسنِ سبز کو عمرِ ابد مانندِ خضر؟
آبِ حیواں گر ترے چاہِ زنخ داں میں نہیں

دیکھتے جذبِ زلیخا کھینچتا کیوں کر اسے؟
کیا کریں یوسف ترے چاہِ زنخ داں میں نہیں؟

دُم دبا جاتے تھے جن کے سامنے شیرِ ژیاں
غیر روباہ و شغال اب اُن کے ایواں میں نہیں

کیا ترا جالی کے کرتے میں جھکتا ہے بدن!
یہ فروغ اے سرو قد! سروِ چراغاں میں نہیں

آہِ صو سائے ماروں کی قومی ہے یہ دلیل
کونسا فرعون ہے جو فکرِ ساماں میں نہیں؟

جو ترا جی چاہتا ہے بس وہی کرتا ہے تُو
وہ پری ہے تو کہ فرمانِ سلیماں میں نہیں

ہے نہاں صبحِ شبِ غم کیا ہوئی تاثیر ختم؟
سورۂ **والشمس** شائد اپنے قرآں میں نہیں

تر ہیں آنکھیں گو سمندر کی طرح پر ضبط سے
ایک قطرہ بھی ہمارے ابرِ مژگاں میں نہیں

یار کے دستِ حنائی سی ہے چالاکی کی کہاں؟
دیکھ لو کوئی بھی مچھلی دستِ مرجاں میں نہیں

بے وطن ہو کر زمانے میں ہوئے نالاں بشر
آشنانالوں سے تُنے ہرگز نیستاں میں نہیں

کاہ خوری سوو خوری ایک سی دونوں کی ہے
کچھ تفاوت ان دنوں ہند و مسلماں میں نہیں [1]

آبِ حیواں پر سکندر سے یہ ساقی نے کہا
مے کشی کر لطف کچھ بھی آبِ حیواں میں نہیں

باقی غزل اگلے صفحہ

1 ـ 1 ـ مخطوطے میں سہو کاتب سے **"خواری" بجائے "خوری"**

(گزشتہ صفحے کی باقی غزل)

سینکتا ہوں اپنی آنکھیں روئے آتش ناک سے
مثلِ داغِ فراق اب کے زمستاں میں نہیں

مثلِ مجنوں کس لئے صحرا بہ صحرا ہے خراب؟
کیا رسائی تجھ کو ناسخ! کوئے جاناں میں نہیں؟

ہماری آہ وہ سن کر جو واہ کرتے ہیں
غزل سرا ہوئے ہیں ہم کہ آہ کرتے ہیں

سزا ملے گی جو انسان چاہ کرتے ہیں
یہاں **فرشتوں** کو محبوسِ چاہ کرتے **ہیں**

کبھی جو **ہم** شبِ فرقت میں آہ کرتے **ہیں**
دھوئیں سے اور جہاں کو سیاہ کرتے ہیں

جو عشقِ زلفِ صنم کا گناہ کرتے ہیں
عذابِ گور میں مارِ سیاہ کرتے ہیں

ہے اپنے رونے سے فرقت میں بزم طوفاں خیز
ہم آج کشتیِ مے کو تباہ کرتے ہیں

گدائے مے کدہ کس چین سے ہیں خاک نشیں! **جنھیں**
یہ عیش تخت پہ کب بادشاہ کرتے ہیں؟

خبر نہیں کچھ انقلابِ گردوں کی
غرورِ نیّر اقبال و جاہ کرتے ہیں

نہ کہتے گورِ غریباں کو شہرِ خاموشاں
کہ داد! داد! ترے داد خواہ کرتے ہیں

ہم اُس صنم کی پرستش میں محو ہیں زاہد!
خدا کا جس پہ بشر اشتباہ کرتے ہیں

غنیم موت ہے اُس سے بھلا لڑے گا کون؟
عبث جناب فراہم سپاہ کرتے ہیں

یہ ہم کو سوجھے ہیں زلفِ سیاہ کے مضموں
کہ آج دستے پہ دستہ سیاہ کرتے ہیں

کسی کے دل میں رہے تا نہ حسرتِ شاہی
فقیر اُس لئے نام اپنا شاہ کرتے ہیں

بشر ہی کچھ نہیں کاہیدہ اس کی قامت پر
وہ دم میں سرو کو بھی برگِ کاہ کرتے ہیں

سیاہ کار جو ہم مست ہیں تو کیوں ساقی؟
سفید ریش کو زاہد سیاہ کرتے ہیں

فراق میں مرے اشعار ایسے ہیں پُر درد
1 کہ سامعین عوضِ واہ آہ کرتے ہیں

ہم اب ہیں عاشقِ خط پیشِ ازیں تھے عاشقِ رخ
2 جو گل نہیں ہیں تو سیرِ گیاہ کرتے ہیں

دلا! نہ چین ہو دن رات اگر ہے دعوائے عشق
کہ محکمے میں طلب دو گواہ کرتے ہیں

بھلا تکبر وغیب سے زاہدو! حاصل
3 یہ رند کیا ہی مزے کے گناہ کرتے ہیں

ترے جمال کو دیکھیں زمین پر آکر
فلک کی سیر عبث مہر و ماہ کرتے ہیں

بنا ہوں کیا گلِ دیوارِ قہقہہ سے میں
جو مجھ کو دیکھ کر بت قاہ قاہ کرتے ہیں

بدبدگمان سمجھتا ہے چاند کا مشتاق
جو شب کو ہم سوئے گردوں نگاہ کرتے ہیں

مزاج میں یہ حیا ہے کہ پھیر لیتے ہیں منہ
جو وہ نظارۂ مردمِ گیاہ کرتے ہیں

پھنسے رہے ہیں ہزاروں ہی مرغِ دل ہر سو
وہ کب نشانۂ تیرِ نگاہ کرتے ہیں

نماز میں بھی ہے دھیان اس کے سبزۂ خط کا
گیاہِ سبز کو ہم سجدہ گاہ کرتے ہیں

جو ناامید ہیں اہلِ ورع ہیں اے ناسخ!
امیدوارِ شفاعت گناہ کرتے ہیں

۱۔ مطبوعہ ب = ... آہ .... مخطوطے میں سہوِ کاتب نے "آہ" کی بجائے "واہ"۔
۲۔ ب .... ہے ....
۳۔ ا = ... ہے ....

جان ہم تجھ پہ دیا کرتے ہیں
نام تیرا ہی لیا کرتے ہیں

چاک کرنے کے لئے اے ناصح !
ہم گریبان سیا کرتے ہیں

ساغرِ چشم سے ہم بادہ پرست
مئے دیدار پیا کرتے ہیں

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

سنگِ اسود بھی ہے بھاری پتھر
چوم کر چھوڑ دیا کرتے ہیں [1]

کل نہ دے گا کوئی مٹی بھی انہیں
آج زر جو کہ دیا کرتے ہیں

تیرا کیا ذکر مرے داغوں سے
مہر و ماہ کسبِ ضیا کرتے ہیں

خط سے یہ ماہ ہیں محبوبِ قلوب
سبزے کو مہر گیا کرتے ہیں

ملتے ہیں تلوؤں سے گل کشت میں گل
زر کو وہ خاک کیا کرتے ہیں

ان سے ہیں مخفی عصیاں بہتر
جو عبادت میں ریا کرتے ہیں

دفن محبوب جہاں ہیں ناسخ !
قبریں ہم چوم لیا کرتے ہیں

1۔ مطبوعہ ۔ ب = لوگ جو چوم لیا کرتے ہیں۔

جب وہ مسجد میں ادا کرتے ہیں — سب نماز اپنی قضا کرتے ہیں

حسن کی رفتار کے پامال ہیں ہم — وہی آنکھوں میں پھرا کرتے ہیں

تیرے گھر میں نہیں جاتے جو قدم — کیا مرے تلو سے جلا کرتا ہیں؟

درمیان آتا ہے کفن کا غم کسو — کپڑے جب قطع کیا کرتے ہیں [1]

نیک و بد کیا ہوں ہمیشہ باہم؟ — پھول کانٹوں سے جدا کرتے ہیں

یوں کدھر آنکھیں نگاہیں ہیں ادھر — کب ترے تیر خطا کرتے ہیں؟

ہوئیے کیا ترے تلوے گل گوں — سنگِ باکارِ حنا کرتے ہیں

نہیں ہوتے ہیں فراموش صنم — خاک ہم یادِ خدا کرتے ہیں

گو نہیں پوچھتے ہرگز وہ مزاج — ہم تو کہتے ہیں دعا کرتے ہیں

موسمِ گل میں بشر ہیں معذور — گل تلک چاک قبا کرتے ہیں

شاد ہیں باغِ فنا میں کب گل؟ — اپنی ہستی پہ ہنسا کرتے ہیں

قطعہ

چمنِ دہر میں محبوبوں سے — کیا ہی عشاق وفا کرتے ہیں!

گر خزاں آتی ہے پھولوں کے ساتھ — پر عنا دل کے اڑا کرتے ہیں

آج وہ تیغِ نگہ سے ناسخ! — کشورِ دل کو کتا کرتے ہیں

1- مطبوعہ - ا = مجھ ....

رفعت کبھی کسی کی گوارا یہاں نہیں
جس سر زمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں نہیں

دو روز ایک وضع پہ رنگِ جہاں نہیں
وہ کون سا چمن ہے کہ جس کو خزاں نہیں ؟

عبرت کی جا ہے لاکھوں ہی طفل و جواں نہیں
پیری میں بھی خیالِ اجل کا یہاں نہیں

ہر گل ہے اس چمن سے گریزاں بہ رنگ بو
سرو چمن ہے کون جو سرو رواں نہیں

دشمن اگر وہ دوست ہوا ہے تو کیا عجب ؟
یاں اعتمادِ دوستیِ جسم و جاں نہیں

صبحِ شبِ وصال ہے دم توڑتا ہوں میں
نالاں ہے میرے غم میں موذن اذاں نہیں

رفتارِ ناز میں یہ لچک جاتی ہے کہ بس
گویا تری کمر میں صنم! استخواں نہیں

آنکھوں سے فائدہ جو نہیں تری گردِ راہ
حاصل جبیں سے کیا جو ترا آستاں نہیں

بالا جو ہوئے گل سے ہوا یار بے دماغ
کہتا ہے کون آتشِ گل کا دھواں نہیں ؟

خود رو ہیں کس طرح گلِ رخسار و سرو قد
ہے کون باغ جس کے لئے باغباں نہیں

حاصل تجھے بصارتِ یعقوب ہو اگر
یوسف بغیر کوئی یہاں کارواں نہیں

منعم کے شکر میں بھی ملائیں کبھی کبھی
تنہا برائے لزتِ دنیا زباں نہیں

تعریفِ تیغِ ابروئے قاتل ہے دم کے ساتھ
گویا دہانِ زخم ہے میرا دہاں نہیں

پژمردہ ایک ہے تو شگفتہ ہے دوسرا
باغِ جہاں میں فصلِ بہار و خزاں نہیں

ساقی! لگائے رکھ مرے منہ سے خمِ شراب
یائے مے کی مچھلی ہے میری زباں نہیں

خوں ریزیاں جہاں میں رہتی ہیں بہرِ رزق
کچھ آسیا کے سامنے قدرِ فساں نہیں

رنگِ بہار زرد ہوا تیرے سامنے
باغِ جہاں میں غیر گلِ زعفراں نہیں

زردار جو ہیں کیوں نہ ہوں خنداں بہ رنگِ گل ؟
باغِ جہاں میں زر بھی کم از زعفراں نہیں

جن کے سروں پر آپ مگس راں رہے ہما
ان کا لحد میں آج کوئی استخواں نہیں

دھوکا کیا ظروفِ وضو کو تو دیکھ کر
مسجد ہے مے فروش کی ناسخ دکاں نہیں

سر سبز سبزہ ہو جو ترا پائمال ہو
ٹھہرے تُو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

موئے کمر ہے یوں بدنِ یار میں عیاں
درِ نجف کے جرم میں جس طرح بال ہو

گل کی زبان گنگ ہے تو لنگ پائے سروِ
کیا عندلیب و کبک میں یہ بول چال ہو ؟

ادنیٰ بھی پہنچے رتبۂ اعلیٰ کو ایک دن
سید ہے جو مثلِ بیدقِ شطرنج **چال** ہو

رندو !! ضرور رقص ہو بزمِ شراب میں
ہاتھ آئے گر نہ بھانڈ تو صوفی کا حال ہو

موذی، کو بعد مرگ بھی آرام ہے **محال**
کس طرح زیرِ تیغ نہ گینڈے کی ڈھال ہو ؟

دو دو نہ میری آنکھوں میں کیوں کر ہوں پتلیاں ؟
اٹھوں پہر جو تیرا تصور میں خال ہو

کیا نیند آئے ہو جو یہی رات بھر خیال
گلِ تکیہ کے عوض کوئی مخمل سا گال ہو

گر محتسب کو خون ہمارا کیا حلال
یارب ! بھلا شراب تو ہم پر حلال ہو

تاحشر ہے فراق مواگر فراق میں
ناسخ! کہیں وصال میں میرا وصال ہو

اول میں
مندرجہ بالا غزل 11 اشعار پر مشتمل ہے۔ اول میں مندرجہ بالا غزل کے صرف 6 شعر مطلع نمبر 2، 4، 8، 9، 10، موجود ہیں۔ اول میں شعر نمبر 8 اور 9 کے مصرع سہو کاتب سے آپس میں بدل گئے ہیں۔ اول کا شعر نمبر 8 مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 8 ہے۔ اول کا شعر نمبر 9 جس کا مصرع شعر نمبر 8 سے بدل گیا ہے۔ اضافی ہے صحیح صورت درج ذیل ہے۔ اول کے مندرجہ بالا غزل کے شعر نمبر 3، 5، 6، 7، 9، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

ممکن نہیں اسیر ہو زلفوں کے **جال** میں
صید مرغِ دل جو محبت کا جال ہو

دے اپنی آبِ تیغ سے عمرِ ابد مجھے
آبِ حیات تا عرقِ انفعال ہو

چمکائے تیرے عارضِ تاباں کو گر نہ یار
ہر روز آفتاب کو کیوں کر زوال ہو ؟

جرمِ سوالِ بوسہ پہ گر قتل وہ کرے
تو ہر دہانِ زخم دہانِ سوال ہو

وحشی کسی کی چشمِ سیہ پر ہوا ہوں میں
ہر داغ کیا عجب ہے کہ چشمِ غزال ہو

صبح کے ہوتے ہی ہر گز نہیں جینا مجھ کو
وصلِ جاناں میں عبث ہے غمِ فردا مجھ کو

وہ صنم تو نظر آتا نہیں اصلا مجھ کو
دیے اللہ نے کیوں دیدۂ بینا مجھ کو ؟

اے پری ! تونے جو پہنی ہے سنہری انگیا
آج آئی ہے نظر سونے کی چڑیا مجھ کو

موتیوں کا نہیں گچھا یہ ترے بالے میں
آیا ہالے میں نظر عقد ثریا مجھ کو

طفل اشک آنکھوں میں یہ دھوم مچاتے ہیں کہ نہیں
جب سے وہ طفل گیا چھوڑ کے تنہا مجھ کو

کبھی پتھر بھی لڑانے نہیں آتے اطفال
ہے کسی طفل کی فرقت میں جو سودا مجھ کو

منہ سوئے چرخِ دنی رکھتے ہیں جو گردش میں
چرخ بوجا کا دکھاتے ہیں تماشا مجھ کو

بائے جاناں ہیں یہ پر نور کہ جب میں نے چھوئے
ہاتھ آیا وہیں موسیٰ یدِ بیضا مجھ کو

رنج کیا دیکھ کے اس بت کو نظر آنے میں ؟
کاش دیتا نہ خدا دیدۂ بینا مجھ کو

آتش و سنگ کی خلقت کی طرح روزِ نخست
ساتھ اس بت کے خدا نے کیا پیدا مجھ کو

اس کی انگیا کی کٹوری کو ہوا دیکھ کے مست
ساقیا! اب نہ دکھا ساغر صہبا مجھ کو

قفسِ دہر سے کر جاؤں ابھی میں پرواز
ہاتھ آجائیں اگر شہپرِ عنقا مجھ کو

صبحِ محشر سے سوا صبحِ شبِ وصل ہے شیخ
آج ہے تجھ سے زیادہ غمِ فردا مجھ کو

زاہدا! کعبے کو مے خانے سے جانا ہے محال
ہے ہر اک شیشۂ مے آبلہ پا مجھ کو

اُس مسیحا سے جو ہے رشتۂ الفت ناسخ!
ناتوانی نے کیا سوزنِ عیسیٰ مجھ کو

---

* مندرجہ بالا غزل اول مٰیں 12 ، اشعار پر مشتمل ہے۔ شعر نمبر 5 تا 8 اول میں نہیں ہیں۔ شعر نمبر 11 تا 14 اول میں اس سے اگلی غزل (بسترِ خواب پہ تو یاد جو آیا مجھ کو) میں شامل ہیں۔ مندرجہ بالا غزل کا مطلع نمبر 2 مطبوعہ میں اس میں سے اگلی غزل کا مطلع نمبر 3 ہے۔ اول میں اس غزل کے 5 شعر نمبر ، 3 ، 4 ، 5 ، 9 ، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

بسترِ خواب سے جنبش نہیں اصلا مجھ کو
کر دیا ضعف نے اب صورتِ دیبا مجھ کو

ہجرِ جاناں نہ نے کرے شہر میں رسوا مجھ کو
لے چل اے جوشِ جنوں جانبِ صحرا مجھ کو

ہر طریقے سے ہیں اے شیخ تبرا مجھ کو
فقط اک پیر مغاں سے ہے تولا مجھ کو

چاہیے ہے مددِ عالمِ بالا مجھ کو
کہیں آجائے نظر وہ قدِ بالا مجھ کو

آگئی یاد جو زندان میں کوئی زلفِ دراز
ہوگیا مارِ سیہ سلسلۂ پا مجھ کو

بسترِ خواب پہ تو یاد جو آیا مجھ کو ملک الموت ہوئی صورتِ دیبا مجھ کو 1
بس نہ ترسا بہت اے کافرِ ترسا مجھ کو لبِ جاں بخش دکھا بہرِ مسیحا مجھ کو
ہوگئی اس کی نظر جب کہ تلے سے اوپر دونوں عالم نظر آئے تہ وبالا مجھ کو
بن گیا گز کی طرح سوکھ کے میں سرتاپا جب سے وحشت نے کیا یاد یہ بیما مجھ کو
طفل سمجھا ہے مگر پیرِ فلک جو شب و روز شیشہ بازی کا دکھاتا ہے تماشا مجھ کو
سیر کرنے چلا جاؤں گا مانندِ نسیم چمنِ دہر میں درکار نہیں جا مجھ کو
تجھ کو خورشید سمجھ کر میں ہوا تھا عاشق بس تلون نہ دکھا صورتِ حربا مجھ کو
خوں سے مژگاں کو کیا پنجۂ مرجاں میں نے نظر آیا تری فرقت میں جو دریا مجھ کو
اُس پری رُو کی دو رنگی نہیں جاتی مجھ سے باغِ عالم سے ملا بس گلِ رعنا مجھ کو 2
یاد ہے سایۂ دیوار کسی کا ناسخ دیو کا سایہ ہوا سایۂ طوبیٰ مجھ کو

1- مطبوعہ - مطلع - ا = ... پہ ..... = اول = پہ

مخطوطے میں سہو کتابت سے لفظ "پہ" رہ گیا ہے۔

2- مطبوعہ - ا = ... کو ....

مندرجہ بالا غزل اول میں 14، اشعار پر مشتمل ہے۔ مندرجہ بالا غزل کے اشعار نمبر 4، 6، اول میں نہیں ہیں۔

اول میں اس غزل کے شعر نمبر 9، 10، اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں۔

شرر و سنگ کی مانند رہے وصلِ صنم! یہ خدا اور نہیں کوئی تمنا مجھ کو
کیف زا اس میں بھی ہے عالم ید بیضا کا یاد آئے ہیں کسی کے جو کف پا مجھ کو

سحر میں آنکھیں یہ لائیں جوشِ پُر خوں ناب کو
کردیا بالکل شفق گوں چادرِ مہ تاب کو

ہے نخلِ عیش اے دل! گردشِ لیل و نہــــــار
دیکھ پروانے کے دن کو اور شب سرخاب کو

کون ہیں جو بہرِ زر انسان کو کرتے ہیں قتل؟
ہم نہ بہرِ کیمیا کشتہ کریں سیماب کــــو

موج زن ہو عہدِ موسیٰ کی طرح دریائے خــــوں
گر مری آنکھیں نہ ضبطِ دم کریں خوں ناب کو

ہے یہ وحشت مجھ سے شب ہائے جدائی میں اُسے
شعر میں بھی میں نے دشواری سے باندھا خواب کو

وصل سے بھی جستجوئے یار یاں غفلت سے ہے
عین دریا میں ہے گردش جس طرح گرداب کو

ہوگیا عشقِ لبِ دلدار میں مجھ کو جنــــــوں
مغسترِ خوں کر دیا ہے بخت نے عناب کــــــو

جائے مسجد مجھ کو سنگِ آستانِ یار ہــــــــے
سجدے کرتا ہوں اسی دروازے کے محراب کــــو

عقل اپنی عشقِ غارت گر کو کیا ہو سدِ راہ؟
روک سکتا ہے بھلا دریاں کوئی سیلاب کــــو

اس قدر ہے اہل دنیا میں دناءت کا رواج
بس ہو تو مثلِ صدف باندھیں گرہ میں آب کو

گر ترقی چاہتا ہے کر کسی کی پرورشــــــــس
خاک سے فرقِ شجر پر جا ملی ہے آب کــــــو

زاہدانِ خشک شب بیدار ہیں تو کیا کمال؟
بیشتر کر دیتی ہے زائل یبوست خواب کــــو

ہیں جو صاحب درد اُن کو زہر ہے سامانِ عیش
موت کا سامان زخمی گنتے ہیں مہ تاب کــــو

مچھلیاں دروازۂ جاناں کی کیا راحت سے ہیں
بے کلی ہوتی ہے ورنہ ماہیِ بے آب کــــــو

قدر جیتے جی نہیں ہے کچھ بھی اے ناسخ! مجھے
یاد مدفن میں کروں کا صحبتِ احباب کــــــو

1۔ ء ۔1 = . . . میں . . . .

مرگ عیسیٰ ہے تری چشم کے بیماروں کو
گور آزادی ہے زلفوں کے گرفتاروں کو

ناز رفتار سے پاتی ہے جسد روح رواں
گردِ رہ خاکِ شفا ہے ترے بیماروں کو 1

کب سبک دوش رہے قیدیِ زندانِ وطن؟
بوئے گل پھاندتی ہے باغ کی دیواروں کو

وحشیِ نرگسِ جادو ہوں جو پائیں آہو
کریں مژگاں مرے تلووں کے ابھی خاروں کو

ہوں وہ سرگشتہ کہ تاثیر مرے قدموں کی
آسیہ دم میں بنادیتی ہے کہساروں کو

کافرِ عشق ہوں حاجت نہیں زنار کی بھی
بارِ تسبیح مبارک رہے دین داروں کو

ہم بغل یار سے وہ ہوتے ہیں ہم آغوش
کیا خبر میری شبِ وصل کی بیداروں کو 2

جوششِ خوں میری رگِ جاں میں بہت ہے قاتل!
تشنگی آج ہے شائد تیرے سوفاروں کو

اے صنم! عہد میں تیرے یہ ہوا کفر عزیز
کہ رگِ جاں کا ملا مرتبہ زناروں کو

کیا بچیں گردشِ افلاک سے جو ہیں خوں خوار
کام کیوں کر نہ پڑے سان سے تلواروں کو؟

دھیان آیا جو مجھے زمزمہ پردازی کا
رہ گئے مرغِ چمن کنول کے منقاروں کو

جو ضعیفوں کو ستائے گا سزا پائے گا
آپ دکھ پاتے ہیں جو روندتے ہیں خاروں کو

پاک کر آپ کو ناسخ عرقِ خجلت سے
انفعال اپنا شفاعت ہے گنہ گاروں کو

1۔ مطبوعہ ۔ ! ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

2۔ " ۔ ! ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

* مطبوعہ میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 14 ہے۔ اضافی شعر نمبر 12 ، حسب ذیل ہے

ہجر میں گرم ہے اس داغ سے پہلو میرا
جس سے لا نہیں دوزخ کے بھی انگاروں کو

سرکشی اور عواب کس کی گوارا مجھ کو
راست خوئر آئی نہ جب گردنِ مینا مجھ کو

نکہتِ گل کی طرح باغِ جہاں میں ہے محیط
تجھ سے خالی نظر آئے نہ کوئی جا مجھ کو

نظر آتا نہیں اللہ یہ ہے لائقِ شکر
یہ شکایت دمنِ تنگ کی ہے جا مجھ کو

نسخے میں دانۂ زنجیر طبیبو لکھ دو
ہوگیا خالِ تہِ زلف یہ سودا مجھ کو 1

گل سے چھپتی نہیں بو راز چھپے گا کیوں کر؟
کر نہ دے چاکِ گریباں کہیں رسوا مجھ کو

روٹھ کر اپنے صنم سے جو چلا میں افسوس
نہ پکارا کدئی ناقوسِ کلیسا مجھ کو

آج مہمان ہوں اک مہر لقا کے گھر میں
عشق میں بارے ملا اوجِ ثریا مجھ کو

وہ تو غفلت سے یہ کہتا ہے کہ کل آؤں گا
اور اک دم نہیں جینے کا بھروسا مجھ کو

کھینچے جلادِ اجل خط مری گردن پہ کہیں
یاد آیا ہے اب اس طفل کا رونا مجھ کو 2

روئے جاناں کا نہیں رنگ سنہرا اے دل!
نظر آتا ہے یہ قرآن مطلا مجھ کو

بسترِ غم پہ یہ ہے ضعف کہ رہتا ہے خیال
پیس ڈالے نہ کہیں صورتِ دیبا مجھ کو

تو بھی اشکوں کی روانی کا نہ ہو مجھ سے بیاں
بحرِ تغریر ملیں گر لبِ دریا مجھ کو

دستِ پیغام برِ یار میں مکتوب نہیں
آکے موسیٰ نے دکھایا یدِ بیضا مجھ کو

رنجِ ہجراں صنم! دل کے برابر ہیں عزیز
ہے سوادِ شبِ دیجور سویرا مجھ کو

وہ خریدار ہوں بازارِ جہاں میں ناسخ
غیر سودا نہیں ملتا کوئی سودا مجھ کو

1۔ مطبوعہ ۔ ب = ... کا ....

2۔ " ۔ ب = ... کنٹا! .....

* مطبوعہ میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 17 ہے

مندرجہ بالا غزل اول میں 21 اشعار پر مشتمل ہے۔ مندرجہ بالا غزل کا مقطع اول میں نہیں ہے۔ اول میں اس غزل میں 7 شعر نمبر 2، 3، 11، 16، 17، 20، 21، نہیں ہیں۔ اس غزل کے مطبوعہ کے دو اضافی شعر اول میں موجود ہیں۔ مطبوعہ کے یہ دونوں اضافی شعر اول میں بہ لحاظ ترتیب شعر نمبر 2 اور 3 ہیں۔ اول اور مطبوعہ کے 3 اضافی شعر درج ذیل ہیں۔

ہاتھ پر رکھ کے دیا جامِ شرابِ پُر نور
آج ساقی نے دکھایا یدِ بیضا مجھ کو

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا حاشیہ)

عشقِ ابرو کے جنوں میں جو چلا شہر سے میں / دم شمشیر ہوئی جادۂ صحرا مجھ کو
قبر میری ہوئی فردوس ہیں ترے جلوے سے / ہے ترا سایۂ قد سایۂ طوبیٰ مجھ کو
ہے فزوں شمع سے بھی گرچہ ترا سوز و گداز / تیری محفل میں مگر ملتی نہیں جا مجھ کو
یونہی رو رو کے کروں میں بصارت زائل / داغ دکھلائے ہیں یہ دیدۂ بینا مجھ کو
گرم آغوش جو اس طفلِ پری رُو سے نہیں / رنج دیتا ہے بہت موسمِ سرما مجھ کو
یاد ہے سایۂ دیوار کسی کا ناسخ! / دیو کا سایہ ہوا سایۂ طوبیٰ مجھ کو

باغ میں دیکھا جو سروِ قامتِ صیاد کو
فاختہ سولی سمجھتی ہے ہر اک شمشاد کو

یاد تھا کیا جوہرِ عاشق کشی حداد کو
آبِ شیریں میں بجھایا تیشۂ فرہاد کو

ہے جو دل آہوں سے خالی جان لو ویرانہ ہے
کام رہتا ہے دھویں سے خانۂ آباد کو

کان کے پردے بہ رنگِ گل ابھی ہوں چاک چاک
بلبلو! سنتا نہیں کوئی مری فریاد کو

فصلِ گل آئی ہے پھر اپنے جنوں کا جوش ہے
بلبلیں آتی ہیں گلشن سے مبارک باد کو

لاغر ایسا ہوں کہ مجھ میں کچھ نہیں جز مشتِ پر
بالشِ پر چاہیے شائد مرے صیاد کو

آفتیں دکھلائیں بینائی نے کیا کیا عشق میں!
کیوں نہ میں حسرت سے دیکھوں کورِ مادر زاد کو؟

شادی و غم گو نہیں ہے اپنے ویرانہ میں بار
یہ تلون ہو مبارک خانۂ آباد کو

وصل کی شب جب رکھا اس نے مرے گھر میں قدم
صبحِ خنداں رو ہوئی حاضر مبارک باد کو

کس سہی قد کو چمن میں آج سلجھانے ہیں بال
شہپرِ قمری ہے ارّہ شانۂ شمشاد کو

جاکے زلفوں میں فدائے قامتِ جاناں ہوا
کیا رسائی شانہ بننے سے ہوئی شمشاد کو؟

غیر کے فرزند کو قابو میں لاؤں کس طرح؟
کر نہیں سکتا مسخر اپنے میں ہم زاد کو

کیوں نہ یوں اپنا سراپا صرف شانوں میں کرے؟
مثلِ زر ہے عشقِ زلفِ یار بھی شمشاد کو 1

مشقِ تصویر اس کو ہے مشقِ تصوّر ہے مجھے
اپنی صنعت میں دکھا سکتا نہیں بہزاد کو

دیدۂ ظاہر سے ہے اے غافلو! بیناں تو کیا؟
دیدۂ عبرت سے دیکھو گلشنِ شداد کو

جالی کی کرتی اور انگیا مرغِ دل کو ہے بہت
حاجتِ دام و قفس کب ہے مرے صیاد کو؟

میں بھی تالو سے لگا لیتا ہوں بس اپنی زباں
گر کوئی سنتا نہیں ناسخ! مری فریاد کو

1- اول - ا = ... وہ اپنا سراپا .....

* مندرجہ بالا غزل اول میں 14، اشعار پر مشتمل ہے اول کے اس غزل کے دس اشعار مندرجہ بالا غزل میں موجود ہے
مندرجہ بالا غزل کا مطلع شعر نمبر 3 تا 7 اور 11 اول میں نہیں۔ مطبوعہ میں یہ غزل 19، اشعار پر مشتمل ہے۔ مطبوعہ
مخطوطے سے جو دو شعر زائد ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

کان دیتا گل کو بھی بلبل کو نالہ کر دیا
تھا یہ لازم نخلِ بند گلشنِ ایجاد کو

قامتِ جاناں جنوں خیز ایسی ہے دیکھے اگر
ہو وہیں درکار طوقِ فاختہ شمشاد کو

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا حاشیہ)

اول میں اس غزل کے 4 اشعار نمبر 3، 6، 7، 10، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

واہ کیا اس سرو قامت میں ہے اعجازِ قدم
کر دیا شمشاد دم میں سایۂ شمشاد کو

کیوں نہ میں بدلے شکایت کے کروں شکر ان؟
جانتا ہو داد او ظالم تری بیداد کو

سایہ ساں غش میں پری زادوں کے دیکھا خاک پر
خود نمائی کا خیال آیا جو آدم زاد کو

جب رہو اک دم کہ باندھا ہے تصوّر یار کا
شاد میں کرتا ہوں اپنی خاطر ناشاد کو

مزا وصالِ یار کا کیا گر فراقِ یار نہ ہو ؟ — نہیں ہے نشہ کی کچھ قدر اگر خمار نہ ہو 1
نہ روئے تا کوئی عاشق یہ حکم ہے اس کا — کہ شمع بھی مری محفل میں اشکبار نہ ہو
جو ہچکی آئی تو میں خوش ہوا کہ موت آئی — کسی کو یار کا ایسا انتظار نہ ہو
ذقن ہے سیب تو عناب ہے لبِ شیریں — نہیں ہے سرو وہ خوش قد کہ میوہ دار نہ ہو 2
وہ ہوں میں موردِ نفرت کہ درکنار ہے یار — پئے فشار کبھی گور ہم کنار نہ ہو
نہ آئے کنجِ لحد میں بھی مجھ کو خوابِ عدم — اگر سرہانے کوئی نشترِ کوئے یار نہ ہو
بہ رنگِ حسنِ بتاں ہے دلِ شگفتہ مرا — جو اس چمن کو خزاں ہو تو پھر بہار نہ ہو
گئی ہے کیسی زمانے سے رسمِ سرگرمی — عجب نہیں ہے جو پتھر میں بھی شرار نہ ہو
دمِ اخیر تو کر لوں نظارہ جی بھر کر — الٰہی خنجرِ سفاک آبدار نہ ہو
ہوس عروج کی لے جائیں گر نہ دنیا سے — کبھی بلند ہوا سے کوئی غبار نہ ہو
کمال صورتِ بے درد سے تنفر ہے — نہ دیکھیں ہم کبھی اُس گل کو جس میں خار نہ ہو
ہزاروں کورکی راتیں میں کاٹی ناسخ! — ابھی سے روزِ سیہ میں تُو بے قرار نہ ہو

1۔ اول ۔مطلع ۔ب = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

2۔ ” ۔ا = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مندرجہ بالا غزل اول میں 14، اشعار پر مشتمل ہے۔اول کے شعر نمبر 11، 13، اضافی ہیں۔

مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 11 اول میں کم ہے۔اول کے اضافی شعر درج ذیل ہیں۔

زبانِ حال سے باغِ جہاں میں کہتے ہیں سرو — ثمر نہ ہوں کوئی نخل سنگسار نہ ہو
تیرے مژہ کی جو تشبیہ اس سے ترک کروں — کسی کے تیر سے کوئی بھی فگار نہ ہو

اہلِ حرفہ میں جو بت اُن کا خریدار نہ ہو
جوشِ سودا کہیں اے دل اِسرِ بازار نہ ہو

بس دلا! اب کسی گیسو کا طلب گار نہ ہو
تیغِ مستی میں تہ ہے اور گرفتار نہ ہو

ہو کے داخل جو نکلتا نہیں پھر کوئی بشر
زاہدا! خُلد کہیں کوچۂ دلدار نہ ہو

شورِ محشر ہوا گر نالۂ زنجیر کی جا
پائے خوابیدہ ہمارا کبھی بیدار نہ ہو 1

چشم و ابرو کا ہوں عاشق نہ کروں جاکے نماز
پاس مسجد کے اگر خانۂ خمار نہ ہو

تیری دیوار کا روزن جو نہیں ہوتا بند
کسی مہجور کا یہ دیدۂ بیدار نہ ہو

خود فروشی جو ہو منظور تجھے او کافر!
کوئی یوسف کا زمانے میں خریدار نہ ہو

بغلِ گور میں کانٹا سا کھٹکتا ہوں میں
اس قدر بھی غم فرقت سے کوئی زار نہ ہو

گل‌عذاروں کو جو مدفون نہ کریں قبروں میں
سطحۂ خاک سے پیدا کبھی گلزار نہ ہو

نکلے نالوں کی ہوس دل سے ہمارے کس شکل؟
تیرے سوفاروں میں گر صورتِ منقار نہ ہو

ہے جو وصفِ لبِ شیریں میں مرے کلک کا حال
نیشکر بھی کبھی اس طرح شکر بار نہ ہو

چھوڑ دے رسمِ عیادت بھی جو اس گل کا خیال
غیر نرگس کوئی اُس باغ میں بیمار نہ ہو

جس پری کی نظر آتی ہے مجھے زلف دراز
شبہہ ہوتا ہے ترا سایۂ دیوار نہ ہو 2

ناتواں ہوکے جہاں میں رہوں ایسا ناسخ!
کہ مرے پاؤں سے چونٹی کو بھی آزار نہ ہو

1۔ اوّل ۔ ا = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جائے

2۔ ء ۔ ا = جب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

* اول میں مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 9 نہیں ہے۔ اول میں اس غزل کا شعر نمبر 9 اضافی ہے جو درج ذیل ہے

کیا ہی مرے تلمِ فکر کی موزوں ہے صریر
یہ کسی مرغِ نوا سنج کی منقار نہ ہو

نہ جنوں میں بھی رکھا بخت نے عریاں مجھ کو ۔۔۔ طوق نے جیب دیا دشت نے داماں مجھ کو

دیدۂ شیر سے نرگس ہے زیادہ پر ہول ۔۔۔ ہجر میں دشتِ بلا ہے چمنستاں مجھ کو

کبر نفرت کرے آگاہ اگر حال سے ہو ۔۔۔ شرم آتی ہے جو کہتے ہیں مسلماں مجھ کو 1

خلق خورشیدِ قیامت سے ڈرے گی لیکن ۔۔۔ آئے گا یاد ترا چہرۂ تاباں مجھ کو

بعد مرنے کے جہاں روح پھرے گی بھٹکی ۔۔۔ اے جنوں تونے دکھایا وہ بیاباں مجھ کو

ہائے اس کاکلِ پیچاں کی محبت کے عوض ۔۔۔ کاٹتا کاش کوئی افعیِ پیچاں مجھ کو

اس کا دیدار جو ہوگا تو قیامت ہوگی ۔۔۔ کردیا یار کی تصویروں نے حیراں مجھ کو 2

گور میں آنکھیں نکیرین کی روشن جو ہوئیں ۔۔۔ آئی یاد نجومِ شبِ ہجراں مجھ کو

دولتِ وصل کی خواہش میں ہوا تھا عاشق ۔۔۔ ہاتھ آیا نہ بہ جُز گنجِ شہیداں مجھ کو

صاف ان آنکھوں کو سمجھا تھا میں آہو لیکن ۔۔۔ پنجۂ شیر ہوئے پنجۂ مژگاں مجھ کو

باغ میں آگ لگی آئے نظر تیرے بغیر ۔۔۔ سرو دکھلائی دیے سروِ چراغاں مجھ کو

واعظا ہے یہی ناسخ کی دعا بعدِ نماز ۔۔۔ جائے فردوس ملے کوچۂ جاناں مجھ کو

1۔ اول ۔ ا = ... آنکھ جو مرے .....

2۔ ۔ ب = ... یاروں ....

* مندرجہ بالا غزل اول میں 15، اشعار پر مبنی ہے۔ اول کے اس غزل کے شعر نمبر 2، 3، 12، اضافی ہیں۔ جو درجِ ذیل ہیں۔

مردمِ چشم بھی آنکھوں میں کھٹکتے ہیں مدام ۔۔۔ خار آتی ہے نظر صورتِ انساں مجھ کو

کمرِ یار نے نفرت سے کھلایا ایسا ۔۔۔ کردیا اپنی طرح نظروں سے پنہاں مجھ کو

میری نظروں میں ہے تلوار تری موجِ نسیم ۔۔۔ زخم خنداں ہیں بہ جائے گلِ خنداں مجھ کو

ہجر میں مر مر کے جب کاٹا شبِ دیجور کو — سمجھے ہم کافورِ میت صبح کے کافور کو

لائیں کو موسیٰ یدِ بیضا سے شمعِ طور کو — کر سکیں روشن نہ فرقت کی شب و مہجور کو 1

بولے موسیٰ دیکھ کر اس عارضِ پُر نور کو — کر دیا روشن اسی شعلے نے شمعِ طور کو

بزم میں ہو کس کو تیرے رخ کے آگے فروغ — جنبشِ دامن بجھا دیتی ہے شمعِ طور کو 2

رنگ اسے کہتے ہیں آویزہ کیا یاقوت کا — عکسِ روئے یار نے آویزۂ بلوّر کو

بھاگ جاؤں گا جہنم کو میں جنت چھوڑ کر — آتے ہوں گے ناز آدم زاد سے گر حور کو 3

دیتی ہیں زلفیں تری رخ سے زیادہ مجھ کو رنج — دن سے افزوں رات بھاری ہوتی ہے رنجور کو 4

خواہشِ دیدار میں تارِ نگہ ہے جسمِ زار — طے میں اک لمحے میں کر جاتا ہوں راہِ دور کو

قصر اے منعم! بناتا ہے تو اوروں کے لئے — جانتے ہیں ہم برابر تجھ کو اور مزدور کو

زاہدا! ہے کس قدر مشکل حسینوں کا وصال؟ — جیتے جی پاتے ہیں حق کو بعد مُردن حور کو

تاک کے ہیں پاؤں تیری راہ میں پُر آبلہ — دیکھ اے بد مست! جا کر خوشۂ انگور کو

آفتاب و صبح کا عالم دلِ زخمی میں ہے — داغِ غم چمکا جو رکھا مرہم کافور کو

صاعقہ اُس پر تو اِس پر آتشِ رنگِ حنا — اس قدر نسبت ہے تیرے سنگِ پا سے طور کو

ہوگیا ہے دل مرا ظلمِ شبِ فرقت سے داغ — دوستو! مرہم میں ڈالو صبح کے کافور کو

کاسۂ چینی پہ اے منعم! نہ کر اتنا غرور — ہم نے دیکھا ٹھوکریں کھاتے سرِ فغفور کو

فکر ہے بینائیِ عاشق کی حسنِ دوست کو — بہرِ موسیٰ! برق نے سرمہ بنایا طور کو

رنج میں تخفیف کرتی ہے مری طبعِ رواں — ہیں جو دانشمند جاری رکھتے ہیں ناسور کو

ہوں میں وہ زخمی تری تیغِ نگاہِ مست کا — مے ابھی ٹپکے جو توڑیں زخم کے انگور کو

بعد مردن بھی ہے تیرا خوف مجھ کو اس قدر — آنکھ اٹھا کر میں نے جنت میں نہ دیکھا حور کو

(باقی اگلے صفحے پر)

1۔ اول ۔۔ ا = ... میں .....

2۔ ہ ۔ ا = ... نور ۔۔........

3۔ ہ ۔ ب = ... اس سے .....

4۔ ہ ۔ ب = ... بھاری رات افزوں ...

(بقیہ گزشتہ صفحے پر)

ہے وہ کافر جو نہیں مرتا حسینوں پر دلا ! ہوتے دم میں ہم مسلماں دیکھتے ہیں حور کو 1

اپنے عاشق کے بڑے دل سوز ہوتے ہیں حسیں دور موسیٰ سے رہا شعلۂ جلایا طور کو

اس کو تلوؤں تک رسائی تابہ پیشانی اسے اے صنم کیا ہی حنا پر نوک ہے سیندور کو

جان دی اس پر ترے تو سہی کے عشق میں حق تو یہ ہے دار سے کیا کام تھا منصور کا

بت پرستی میں ہے ناسخ حق پرستی کا خیال دیکھتے ہیں ہر صنم میں ہم خدا کے نور کو

---

1 ۔ م ۔ ا = ... جو حسینوں پر نہیں .....

* مندرجہ بالا غزل اول میں دو غزلوں میں مشتمل ہے۔ اول میں اس ردیف قافیے کی پہلی غزل (ہجر میں مر مر کے جب شب دیجور کو) 15 ، اشعار پر مشتمل ہے۔ دوسری غزل بھی 15 ، اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قافیہ ردیف کی۔ پہلی غزل میں شعر نمبر 10 ، 11 ، 15 ، اضافی ہیں جب کہ دوسری غزل میں شعر نمبر 5 ، 11 ، 13 ، اضافی ہیں۔ شعر نمبر 2 ، 3 ، اور 15 تا 24 ، اول کی دوسری غزل کے اشعار ہیں۔

بالترتیب دونوں غزلوں کے اضافی اشعار درج ذیل ہیں۔

(پہلی غزل کے اضافی اشعار)

کیا ہی آتی ہے نظر صبح شب غرفت سیاہ کس قدر ہے رابطہ فلفل سے اس کافور کو

آتی ہے آواز تیرے پاؤں سے وقت خرام ہے قیامت جلد اسرافیل پھونکے صور کو

جب ہوئے ہنسنے میں ہم گستاخ تو کہنے لگا جانتا ہوں خوب اے ناسخ! میں تیرے زور کو

(دوسری غزل کے اضافی شعر)

چشمِ سوزن ہوگئی بند اپنے زخموں کے حضور ہوگیا کافور مرہم دیکھ کر ناسور کو

اک کفِ حسرت ید بیضا کو بھی کرتا کلیم دیکھ پاتا گر ترے رخسارۂ پُر نور کو

ایک دم اپنے کفِ رنگیں پر رکھ کر ساقیا ! ساغرِ یاقوت کر دے ساغرِ بلور کو

نہیں آہن ربا کھینچوں جو میں ہر ایک آہن کو ۔۔۔ تری تلوار سے الفت ہے قاتل میری گردن کو

ملی ہے حسن سے وحشت کروں کیا طوقِ آہن کو؟ ۔۔۔ وہ اپنے کاکلِ پیچاں سے باندھے ہے میری گردن کو

جنوں سب کو ہے تجھ پر، ہوگی اب زنجیر کی خواہش ۔۔۔ بجائے سبحہ و زنار ہر شیخ و برہمن کو 1

جو منت کش ہیں بہرِ غیر منعم اُن سے دیتے ہیں ۔۔۔ جھکائے کیوں نہ پیشِ جام شیشہ اپنی گردن کو؟

خرابی ایک کی تو دوسرے کے ہاں ہے آبادی ۔۔۔ بناتا ہے فلک تربت گرا کر خانۂ تن کو

ہوئے اس کے کفِ پا سیرِ صحرا میں جو نور افشاں ۔۔۔ وہیں جا رہ کناری ہو گیا صحرا کے دامن کو

نظر آتا ہے یہ اس کی شعاعِ حسن کا عالم ۔۔۔ کہ سب کہتے ہیں پردہ کرکری کا اُس کی چلمن کو

نہ کیوں اے شہ سوار اپنا رکھوں سر زیرِ سُم ہر دم؟ ۔۔۔ کہ میں سمجھا ہوں محرابِ عبادت نعلِ توسن کو

ہوا گل گشت میں بے یار ایسا جوش رونے کا ۔۔۔ گرایا ہم نے سیلِ اشک سے دیوارِ گلشن کو

ہوا ہے شوق اس گل کو بہت حمام جانے کا ۔۔۔ شرف گل ہائے گلشن پر ہوا تھا خاکِ گلخن کو

کسی پر مجھ سے دنیا میں ستم دیکھا نہیں جاتا ۔۔۔ بجائے شمع کاٹیں اہلِ محفل میری گردن کو

جو ہوتا وصل قسمت میں نہ پھرتا یوں جدا مجھ سے ۔۔۔ کہ طالع سب کے ہیں معلوم اس طفلِ برہمن کو

ولی مجھ بے قرارِ عشق سے چھوٹا تو بس چھوٹا ۔۔۔ نکل کر جا نہیں سکتا ہے پھر سیماب معدن کو

فلک کی سرد مہری سے ہوا ہے انقلاب ایسا ۔۔۔ بناتا ہے زمستاں رشکِ گلشن جیسے گلخن کو

سرِ شوریدۂ ناسخ پر احساں آخری ہوگا ۔۔۔ بنائیں گے جو سنگِ کوہکاں سے اس کے مدفن کو 2

1۔ اول ۔ا = ... اس کو ....

2۔ اول ۔ منطبع ۔ ا = ... پہ ...... = مطبوعہ = پہ

اول میں مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 14 ، اس سے اگلی غزل میں شامل ہے۔ اول کا اس غزل کا شعر نمبر 6 اضافی ہے جو درج ذیل ہے۔

ستارِ دستِ جاناں سے صدا ہر دم یہ آتی ہے ۔۔۔ ملا رتبہ زیادہ تارِ زر سے تارِ آہن کو

لگا دے شعلۂ عارض سے گر وہ آگ گلشن کو
کباب و سیخ سمجھیں بلبل و شاخِ نشیمن کو

پس از مردن تو مشتِ خاک جھولے تیرے دامن کو
قدم رکھتا ہے کیا ظالم بجا کر میرے مدفن کو

وہ اسیرِ آتشِ غم ہے کہ اپنی آہِ سوزاں نے
طلائی ایک دم میں کر دیا زنجیرِ آہن کو

چڑھائے نافۂ مشکیں سمجھ کر کشتہ کا گل
غزالانِ بیاباں نے جو دیکھا میرے مدفن کو

چبا کر پان ظالم نے کئے گل گوں لب و دنداں
بنایا معدن یاقوت کیا ہیرے کے معدن کو

درو دیوارِ جاناں سے لگی رہتی ہے آنکھ اپنی
بنایا چشمِ بینا ہم نے اب ہر چشمِ روزن کو

رگوں کا جال ہے اب لاغری سے زیرِ پیرا ہن
پہنتا ہے کوئی زیرِ قبا جس طرح جوشن کو

جہاں میں جتنے عمدہ ہیں سپاہی ان پہ غالب ہیں
طلا و نقرہ پر ہے نو، جیسے تیغِ آہن کو 1

حسینوں کو تلاشِ رزق کب ہوتی ہے غربت میں؟
لئے پھرتے ہیں مثلِ ماہ گویا ساتھ خرمن کو

و فورِ بادہ خواری تک یہاں بنیادِ ہستی ہے
مرمت ہوتی ہے سیلاب سے کاشانۂ تن کو

لٹک آئی جو بازو پر کوئی لٹ زلفِ پیچاں کی
کیا سو نا سوگند اس نے ترے سونے کی جوشن کو

نہ کیوں بندہ رقیبوں کو جلائے اے بتو! ہر دم
جہنم میں خدا بھی ڈالتا ہے اپنے دشمن کو

کسی صورت سے نا جنسوں میں الفت ہو نہیں ممکن
عداوت ہے بہم تیغ و سپر کی آب و روغن کو

گریبانِ سحر میں جیسے ہے رنگِ شفق لازم
نہ چھوڑے گا لہو میرا کبھی قاتل کے دامن کو 2

مصائب نظم کرتا ہوں شبِ تاریکِ ہجراں کے
بنایا شمع بزمِ فکر میں نے طبعِ روشن کو 3

1۔ مطبوعہ ۔ ب = ... نقر ....

2۔ اول ۔ ا = گریبان شفق سحر میں جس طرح سے ہے لازم

3۔ مطبوعہ ۔ ا = مخطوطے میں سہو کاتب سے "سے" بہ جائے "کے"۔

* اول میں مندرجہ بالا قافیہ اور ردیف کی 3 غزلیں ہیں۔ بنیادی میں ان 3 غزلوں کو آپس میں مدغم کرتے ہوئے 2 غزلیں ترتیب دی گئیں ہیں۔ مندرجہ بالا (پہلی) غزل، اول کی اس قافیہ و ردیف کی پہلی اور دوسری غزل کے منتخب اشعار پر مشتمل ہے۔ مندرجہ بالا غزل کے مطلع تا شعر نمبر 10، پہلی غزل سے شامل کئے گئے ہیں۔ شعر نمبر 11-15 اول کی اس قافیہ و ردیف کی دوسری غزل سے شامل کئے گئے ہیں۔ اول کے اس غزل کے 4 شعر نمبر 4، 7، 13، 15، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔ شعر نمبر 5 مخطوطے کے ناقص ہونے کی بنا پر پڑھا نہیں جا سکا۔

اثر کچھ بھی نہیں اس سخت دل پر آہِ سوزاں کا
بناتی ہے دلا! آگ ایک دم میں موم آہن کو

نہ ہوتا دست رس اس کو جو تیرے پاؤں تک ظالم ؟
نہ کرتا اس طرح پارس طلا زنہار آہن کو

جو ہو تارِ نگاہِ عاشقاں زنار کے بدلے
نزاکت کے سبب زیبا ہے اس طفل برہمن کو

رسائی ہے متاعِ حسن تک کب دستِ دشمن کو ؟
یہاں کیا ہے جو پھیلائے ہے تو اے برق دامن کو
تصدق کے لئے دیکھا جو اپنے روئے روشن کو
وہ مسی مل کے ہونٹوں پر اگر جاتا ہے گلشن کو
ظہورِ حسن گر چاہے نہ عاشق کو رُلایا کر
عجب کیا ہے جو انساں صورتِ دیوار حیراں ہیں ؟
اگر طولِ امل ہو قطع ہے ترکِ لباس آساں
کرے تیرے مسی آلودہ ہونٹوں کی ثنا خوانی
اگر مضمون باندھوں چار دن دندانِ جاناں کے
اگر اُس کی جگہ پر ہوتی، آنکھ اپنی تو کیا ہوتا؟
موافق حوصلے کے سمجھے ہیں سب رتبۂ جاناں
یہ رنگِ زخم بے دردی سے تو خنداں ہے اے قاتل!
بنا دے شیشۂ مے اُس کو بھی آنے ہی متوالا
نہیں تابِ سخن آگے مسی آلودہ ہونٹوں کے
چھڑی دیکھی جو اُس رشکِ چمن کے دستِ نازک میں
سمائے گو نہ ہم اس کی نظر میں ایک دن لیکن
غبار اک دن نہ ٹھٹا جز سبو اے چرخِ مینائی!
رہاں جاکے میں اب تک سنا تھا میرا اک نالہ
بھلا غیر از غزل خوانی سو مجھ سے کام کیا ناصح؟

نہیں ہوتی کبھی بجلی کی دہشت مہ کے خرمن کو
اگر چاہے اٹھا لے جائے چونٹی میرے خرمن کو
چراغِ آفتاب اس نے بنایا ظرفِ روغن کو
بنا دیتا ہے دودِ آہِ سوزاں شاخِ سوسن کو
چھپا دیتا ہے باراں دیکھ مہر و ماہِ روشن کو
تجلی اُس کے رخ کی بند کر دے چشمِ روزن کو
کہ رشتے کی بدولت ربط ہے کپڑوں سے سوزن کو
خدا نے اس لئے اتنی زبانیں دی ہیں سوسن کو
زمینِ شعر سے کردوں خجل میرے کے معدن کو
یہ حسرت دیکھتے ہیں ہم درِ جاناں کے روزن کو
کہ ذرے جانتے ہیں مشتری، خورشیدِ روزن کو
ہمارے زخم نے پُر خوں کیا ہے چشمِ سوزن کو
جو پھینکے مے کدے میں محتسب سنگِ فلاخن کو
زبانیں ہی زبانیں گرچہ دیں خالق نے سوسن کو
بھلایا بلبلانِ باغ نے شاخِ نشیمن کو
غبار اپنا پس از مردن ہے سرمہ چشمِ دشمن کو
یہ جائے جام یاں گردش رہی سنگِ فلاخن کو
ہنسی میں گل اڑا دیتے ہیں بلبل تیرے شیون کو
بہ جز نالہ نہیں آتا ہے کچھ مرغِ نوا کو

---

* مندرجہ بالا غزل اول کی اس قافیہ و ردیف کی دوسری اور تیسری غزل کے منتخب اشعار پر مشتمل ہے۔ مطلع ، مطلع ثانی اور شعر نمبر 5، 6، 7، 8، 10 ، اول کی اس قافیہ و ردیف کی دوسری غزل سے شامل کئے گئے ہیں۔ جب کہ باقی اشعار تیسری غزل کے ہیں۔ شعر نمبر 9 ، اول میں نہیں ہے۔ اول کے اس قافیہ و ردیف کی دوسری

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

غزل کے 2 شعر نمبر 2، 8، اور تیسری غزل کے 3 شعر نمبر 3، 6، 10، اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں۔

ادھر ہے تصد اس تیرِ نگاہ و ناوک افگن کو — دلِ اغربال جس نے کر دیا ہر ایک جوشن کو

سیہ بختی میں ہوتی ہے حیاتِ جاوداں حاصل — زوالِ عمر ہے بزمِ جہاں میں شمعِ روشن کو

(اول کی اس قافیہ و ردیف کی تیسری غزل کے اضافی اشعار)

جلایا اس کی جولاں گاہ نے وادیِ ایمن کو — بہ رنگ برق چمکاتا ہے وہ روز اپنے تو سن کو

عوض ہستی کے ہر گل مثلِ شبنم روئے گلشن میں — سنیں اے عندلیبو! ایک دم گر میرے شیون کو

نہیں پہنچی ہے یہ جالی کی کرتی اس گلِ تر نے — کیا ہے حسن نے گویا اسیرِ دامِ گلشن کو

بے ثباتی ہے نہایت حسنِ بے ناموس کو　　پائیداری ہوتی ہے کم شمعِ بے فانوس کو

ہے گریز اس زلف کو میرے دلِ پُر داغ سے　　بھاگتے ہیں سانپ جیسے دیکھ کر طاؤس کو

جب سے میں نالاں لگا رہنے بتوں کے عشق میں　　توڑ ڈالا کافروں نے دیر میں ناقوس کو

اشک بہتے ہی دلِ پُر داغ چلانے لگا　　نالے یاد آئیں نہ کیوں برسات میں طاؤس کو؟

اس لئے جھوٹا بھی وعدہ وصل کا کرتا نہیں　　تانہ تسکیں ہو کبھی میر نے دل مایوس کو

عشقِ کامل اُس کو کہتے ہیں کہ قاتل! سر مرا　　تن سے ہوتے ہی جدا دوڑا ترے پابوس کو

فرقتِ زندانِ تن ہے روح کو جس طرح شاق　　یوں رہائی ہے وہاں اُس زلف کے محبوس کو

کیوں جدا اس مہ جبیں رخ سے دلِ پُر داغ ہے؟　　رکھتے ہیں اکثر مداحت میں پرِ طاؤس کو

دل اگر فارغ نہیں نالہ پئے سازِ نشاط　　عید کے دن رنج ہوتا ہے بڑوں محبوس کو

وہ نہیں میرا جنوں ناصح! جو ہو درماں پذیر　　نبض اگر دیکھے مری سودا ہو جالینوس کو

---

* مندرجہ بالا غزل اول میں 15، اشعار پر مبنی ہے۔اول میں اس غزل میں 5 شعر نمبر 3، 4، 10، 11، 12، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

کھول دے جوڑا کبھی ظالم کہ کیسے مرغِ دل　　دامِ گیسو میں پھڑکتا ہے ترے پابوس کو

کیا خبر نیک و بد دیوانگانِ عشق کو؟　　دشمن اپنا کیوں نہ پروانہ کہے فانوس کو؟

کوئی رازِ عاشق و معشوق سے آگاہ نہیں　　دخل کب ہے بزمِ حسن و عشق میں جاسوس کو؟

ہوگیا رسوائے عالم میں بتوں کے عشق میں　　سنگ پر پٹکا ہے میں نے شیشۂ ناموس کو

محفلِ عالم میں ہوں وہ شمع جس کا داغِ سر　　مثلِ پروانہ جلا دے چرخ کے ناقوس کو

رسا اوجِ حقیقت پر کروں اب عشق بازی کو
بہ جائے نردباں سمجھا ہوں میں عشقِ مجازی کو

بہت جانے لگا ہے اب جو بازی گاہِ طفلاں میں
دلا! تو جانتا ہے کھیل شائد عشق بازی کو [1]

ہوئی اقلیمِ خوباں میں یہ قدرِ جنسِ خود بینی
سکندر ڈھونڈتا ہے اب دکانِ آئینہ سازی کو

بیاں کیا ہو سکے عمرِ رواں کی مجھ سے چالاکی
کہ اِس توسن سے لگا ہے نہ ترکی کو نہ تازی کو

اکیلا دل مرا فوجِ تمنا کے مقابل ہے
الٰہی! کیجیو تو فتح یاب اس مردِ غازی کو

ہمیشہ ہاتھ میں رکھتا ہے زلفِ یار کو شانہ
ذرا دیکھو تو اُس کے دستِ کوتہ کی درازی کو

کہاں تھا اے بتو! ہم کو دماغِ ناز برداری ؟
خدا کرتا ہے شرمندہ ہماری بے نیازی کو

ثمر پختہ جو ہے اے خام طبعو! باغِ عالم میں
نہ کیوں کر خاکساری سے وہ بدلے سرفرازی کو ؟

وضو ہے ہاتھ دھونا جاں سے، سجدہ ہے سر کٹنا
طریقِ عشق میں ہے قتل گہ مسجد نمازی کو

اتر جاؤں ابھی دریائے غم سے وہ اگر چاہے
میں کشتی جانتا ہوں یار کی تیغِ حجازی کو

یہ حسرت دیکھتا ہے ماہ کنعاں مجھ کو اے ناسخ!
دیا دل جب سے میں نے ایک محبوبِ حجازی کو

1۔ مطبوعہ ۔ ا = . . . وہ . . . . = اول = تہ

* اول میں اس غزل میں کے اشعار کی تعداد 12 ہے۔ اول میں اس غزل کا شعر نمبر 2، اضافی ہے جو درج ذیل ہے۔

کروں کیوں کر میں دامانِ نگہ آلودہ ہر اک سے
کہ حسنِ پاک ہے درکار میری پاکبازی کو

میں جو روؤں خرمنِ ماہِ درخشاں سبز ہو
چاندنی کا کھیت مثلِ کشتِ دہقاں سبز ہو

لختِ دل غنچوں سے پیدا ہوں بہ رنگِ برگِ گل
گر ہمارے ابرِ مژگاں سے گلستاں سبز ہو

خلق کو حیرت ہو کیوں گر سرو یہ چلنے لگا
گر تری پوشاک اے سروِ خراماں! سبز ہو

سبزۂ رخسارِ جاناں عکس افگن ہو اگر
آئینہ مثلِ زمرد پیشِ جاناں سبز ہو

تم بہ اذنِ ہر دلِ مردہ کو ہے آوازِ نے
آبِ حیواں سے خداوند! نیستاں سبز ہو

کیا عجب گر زہر مارِ زلف کی تاثیر سے؟
تارِ سنبل کی طرح میرا رگِ جاں سبز ہو

آگیا ہے یاد رونے میں کسی کا حسنِ سبز
اشک آنکھوں سے اگر پونچھوں تو داماں سبز ہو

مرہمِ زنگار رکھ میرے تنِ پُر داغ پر
ہے طلسمِ تازہ گر سروِ چراغاں سبز ہو

دیکھتا ہوں میں کسی کے سبزۂ خط کی بہار
کیا عجب مانندِ خط گر میری مژگاں سبز ہو؟

تیرے منہ کے سامنے ہو جائے گل کا زرد منہ
آگے زلفوں کے نہ ہرگز سنبلستاں سبز ہو

عکسِ گل سے شرابِ لعل گوں ہر شہر میں
کیوں نہ مینا کی طرح سروِ گلستاں سبز ہو؟

روتے پھرتے ہیں جہاں میں اس لئے ہم مثلِ ابر
شاید اشکوں سے کہیں پرِ غریباں سبز ہو

دست
چشمِ تر پر گر خیالِ رنگیں میں رکھوں
صورتِ شاخِ حنا پھر شاخِ مرجاں سبز ہو

فیضِ ظالم سے نہیں پایا کسی نے غیر ظلم
آبِ خنجر سے بھلا کیا کشتِ دہقاں سبز ہو؟

سبزۂ خط کے مضامیں اس میں باندھے ہیں تمام
ہے بجا تاسخ! اگر قرطاسِ دیواں سبز ہو

---

* اول میں مندرجہ بالا غزل 19 ، اشعار پر مشتمل ہے۔ مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 2 ، اول میں نہیں ہے۔ اول کے اس غزل کے 4 شعر نمبر 2 تا 5 اضافی ہیں۔ اول میں شعر نمبر 10 اور 12 کے مصرع ہائے ثانی سہو کتابت سے آپس میں بدل گئے ہیں۔ اضافی اشعار درج ذیل ہیں۔

دانہ ساں ہر ذرۂ ریگِ بیاباں سبز ہو
ہر نہ یاں تخمِ امید اے ابرِ احساں سبز ہو

زرد ہو جاؤں نہ کیوں کر غم کے مارے میں ڈلا!
یوں جو ہنسنے سے اگر رخسارِ جاناں سبز ہو

میں جو روؤں تو خطِ رخسارِ جاناں کی طرح
آن میں خطِ شعاعِ مہرِ تاباں سبز ہو

بعد مردن روؤں گر یادِ خطِ رخسار میں
میری تربت پہ بجائے سبزہ ریحاں سبز ہو

تیز ہر دم کرتی ہے تیغِ نگاہِ یار کو — چشم کی گردش ہوئی ہے سان اس تلوار کو

شانہ ترغیبِ ستم دیتا ہے زلفِ یار کو — دشمنِ جانِ جہاں کرتے ہیں دندانِ مار کو

یوں نزاکت سے گراں ہے سرمہ چشمِ یار کو — جس طرح ہو رات بھاری مردمِ بیمار کو 1

خاکسارانِ جہاں کا ہے ادب ایسا مجھے — پاؤں رکھتا ہوں بچا کر سایۂ دیوار کو

دل میں ایمن ہو نہ خوں خوارو! جو دشمن ہے ضعیف — مورچہ دیکھو تو کھا جاتا ہے کیا تلوار کو 2

پڑ گئی زنجیر میری بیڑیوں کے پاؤں میں — کھینچے مقناطیس سنگِ آستانِ یار کو

خوف ہوا ہلِ نظر کا کیا انہیں جو ہیں حسیں — پوچھتا ہے کوئی گل کب نرگسِ بیمار کو؟ 3

مغبچہ بھرنے لگا بط میں جو آبِ آتشیں — مے کدے میں ہم نے دیکھا مرغِ آتش خوار کو 4

بال زلفوں کے دیے کھونس اس نے جو ٹوٹے ہوئے — سانپ کی بانبی میں سمجھا رخنۂ دیوار کو

پھر خزاں میں نوچتے ہیں داغِ سودا کے کھرنڈ — تیز رکھیں شاخِ گل سے بلبلیں منقار کو

(باقی غزل اگلے صفحے پر)

1۔ اول ۔ ا = ... سرمہ ہے ......

2۔ م ۔ ا = ... خواروں ....

3۔ مطبوعہ ۔ ا = درد ....= اول = درد ...

4۔ اول ۔ ا = مغبچوں ....

(گزشتہ صفحے کی باقی غزل)

رتبۂ اعلی میں ظالم ترک کر دیتے ہیں ظلم   پاؤں سے کاوش نہیں خارِ سرِ دیوار کو 1

ہے یہ ناساز طبیعت ہجر میں ساز نشاط   نبضِ بیجاں جانتا ہوں ساز کی ہر تار کو

محتسب حالِ ختم ِ تحریر ہو سکتا نہیں   جائے خط لے جا صبا اک ابرِ دریا بار کو

برہمن ہو کر مسلماں کرتے ہیں دنیا کو صید   دام بنواتے ہیں، گویا توڑ کر زنار کو

بند ہو جاتی ہیں سیّاروں کی آنکھیں خوف سے   کھینچتا ہوں جب میں دل سے آہِ آتش بار کو

جب کہ بیت اللہ میں ناسخ بتوں کا ہو مقام   بار کیوں کر ہو نہ بزمِ یار میں اغیار کو

1۔ مطبوعہ ب = ۔ ۔ ۔ ۔ کاہش ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

* مندرجہ بالا غزل اول کی اس قافیہ و ردیف کی دو غزلوں (تیز ہو دم ۔ ۔ ۔ الخ اور حق نے پہلے ۔ ۔ ۔ ۔ الخ) کے منتخب اشعار پر مشتمل ہے۔اول میں اس قافیہ و ردیف کی پہلی غزل 15 ، اشعار پر مبنی ہے جب کہ دوسری غزل 14 ، اشعار پر مبنی ہے۔مندرجہ بالا غزل کے اشعار نمبر 10 تا 15 ، اول میں اس سے اگلی غزل (حق نے ۔ ۔ الخ) میں شامل ہیں۔اول کے اس غزل کے 5، شعر نمبر 3، 7، 10، 11 ، 14 ، اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں۔

بخت ہیں بیدار گر آنکھیں ہیں خوابیدہ تو کیا؟   خواب میں پاتے ہیں اکثر دولتِ بیدار کو

مجھ بیاباں مرگ کے ماتم میں چلاتے یہیں   آج گویائی اگر ہوتی زبانِ خار کو

جاگتے ہیں رات تارے پھر تو دن بھر کرتے خواب   رات دن یکساں ہیں اپنے دیدۂ بیدار کو

یار سے ملنے نہیں دیتا جو میں سمجھ نہ رشک   رحم آتا ہے کہیں دے وہ نہ رنج اغیار کو

ہے تو کانٹا سا کسی سے پر نہیں اس کو خلش   اس پتے سے بن میں ڈھونڈو میرے جسمِ زار کو

حق نے پہلے بار سے پیدا کیا اغیار کو — جس طرح نشو نما ہے گل سے اول خار کو 1

ہولتیں دیکھے جو دونوں ابروئے خم دار کو — دوسری بھی کھینچتی ہے کھنچیں جو اک تلوار کو

دی ہے خالق نے ازل سے آبرو تلوار کو — کیوں نہ آنکھوں پر جگہ ہو ابروئے خم دار کو؟

ہے بجا مشکل جو گھر میں بیٹھنا ہے یار کو — جو کہ یوسف ہو نہ جائے کس طرح بازار کو؟ 2

رحم آجائے اگر حوران کوئے یار کو — کھینچ لے جائیں لحد سے میرے جسمِ زار کو 3

کون ہے کل کشتہ کا عازم کہ استنبال کو؟ — گل پیادہ ہوکے گلشن سے چلے بازار کو

آبلے جب تک نہ ہوں جاتا نہیں صحرا کو میں — جانہ میرے سخت تلوؤں سے ہو ایزا خار کو

جرس و نرمی بجا لیتی ہے خوں خواروں کو بس — زنگ کھا جائے نہ چکنا ہیں اگر تلوار کو

قتل کرتا ہے مجھے تیرا یہ اندازِ نماز — سجدہ گہ ہے سنگ تیغِ ابروئے خم دار کو

ہے اگر دربان! سلامت یار کا تیرِ نگاہ — غم نہیں تو بند کردے روزنِ دیوار کو

کیا دلا! شکوہ بتوں کا قصۂ موسیٰ ہے یاد — رنج دیتا ہے خدا بھی طالبِ دیدار کو

سورۂ یاسیں کے بدلے حشر کی سورتہ پڑھو — مرتے دم میں یاد کرتا ہوں خرامِ یار کو ۲

ہیں جو خوں ریزوں کے پیرو شاد رہتے ہیں مدام — رات دن ہنستے ہی دیکھا ہے لبِ سوفار کو

سامنے خالق کے اے ناسخ! کراماً کاتبین — روز لے جاتے ہیں لکھ لکھ کر مرے اشعار کو 5

۱۔ مطبوعہ ۔ ۔ ب = ۔۔۔۔ ہے ۔۔۔۔۔۔
۲۔ " ۔ ب ۔ ۔۔۔۔ لے جائے ۔۔۔۔۔
۳۔ اول ۔ ا ۔ ۔۔۔۔۔۔۔ خوں ریزوں ۔۔۔
۴۔ " ۔ ا ۔ ۔۔۔۔۔۔ کا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۵۔ ۔ مطبوعہ ۔ الف = مخطوطے اور مطبوعہ دونوں میں سہو کتابت ہے۔ "کراماً" کی بجائے کرام لکھا ہے۔

* مندرجہ بالا غزل اول کی اس ردیف کی دو غزلوں (حق نے پہلے ۔۔۔ الخ اور دی ہے خالق نے ۔۔۔۔ الخ) کے منتخب اشعار پر مشتمل ہے شعر نمبر 3، 4، 5، 9، 10، 11، 12، 13 اور مطلع اول کی اس قافیہ و ردیف کی تیسری غزل (دی ہے خالق نے ۔۔۔ الخ) میں شامل ہیں۔ اول کے اس غزل (دوسری) کے شعر نمبر 3، 10، 12، 14، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

منتظر تیزی سواری کے جو ہیں اے شاہِ حسن — رو کے خوں رنگیں کیا عشاق نے بازار کو

کیا لکھوں اس گل کو قاصد خار خار انتظار — پھول نرگس کا جو سمجھے دیدۂ بیدار کو

ہوگیا وعدہ برابر گر ہوا وعدہ معاف — روزِ ہجراں ہے شبِ وعدہ دلِ بیمار کو

شگفتہ کیا ۔۔۔ کیوں اغیار کو

چاہیے تیر دلِ عشاقِ زلفِ یار کو
ہے بجا گر ہو خزانے سے محبت مار کو

عارض ملنا ہوں ہے اے مشاطہ زلفِ یار کو
مشکِ نافہ جیسی لے جائے کوئی تاتار کو

خط نے کیا سیدھا بنایا کاکلِ خم دار کو
کر دیا بیکار مورِ ناتواں نے مار کو

کر دیا قاتل رقیبِ سخت دل نے یار کو
جس طرح ہوتی ہے تیزی سنگ سے تلوار کو

ہے بروں کو عیش اور اچھوں کو ہے دنیا میں رنج
توڑتا ہے گل کو گلچیں چھوڑتا ہے خار کو

میں ہوں نرگس تو ہے گل باغِ جہاں میں اے صنم!
ٹکٹکی باندھے ہے نہ کیوں دیکھوں ترے رخسار کو؟

قتلِ دشمن کے لئے بھی چاہیے نرمی ضرور
ٹوٹ جاتے بیشتر دیکھا کڑی تلوار کو

پاؤں میں راہِ طلب میں سر سے بھی مجھ کو عزیز
آبلوں پر کیوں نہ باندھوں پھاڑ کر دستار کو؟

خود بہ خود افتادگانِ خاک کا ہوتا ہے اوج
نردباں درکار ہے کیا سایۂ دیوار کو؟

کی شفائی جواں مردی ہے ناسخ ترکِ حرص
عمر بھر میں ہے دمِ آب اکتفا تلوار کو

مندرجہ بالا غزل اول میں 17 اشعار پر مشتمل ہے۔ مندرجہ بالا غزل میں شعر نمبر 5، 6، 7، اول کی اس ردیف و قافیہ کی تیسری غزل (دی ہے خالق نے . . . الخ) سے شامل کئے گئے ہیں۔ اول کی اس غزل کے شعر نمبر 3، 8، 10، 11، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

چھوٹتا ہے کب دلِ پر داغ زلفِ یار کو
کس طرح چھوڑے بلا طاؤس پا کر مار کو

جیتا یوں تنہا دشت میں آہ میں آتش قدم
آبلہ ہر ایک تھا فانوسِ شمعِ خار کو

اس رگِ گل کی کھٹک کے غم میں گھل گھل کر موا
جامۂ گل کا کفن دو میرے جسمِ زار کو

ظاہر و باطن کو کر دیتی ہے یکساں مے کشی
راز کا لڑکا نا یہاں آتا نہیں ہے خوار کو

تشنگی میں گر خلق اے سکندرا خشک ہو — آئنے سے چشمۂ حیواں فزوں تر خشک ہو

تر جو دیکھے تیرے ہونٹوں کو شراب لعل سے — کیوں نہ پھر لعل بدخشاں مثل اخگر خشک ہو؟

بادۂ گل کوں ہو بے ساقی الہی! مجھ کو آگ — چشمۂ خورشید ساں لبریز ساغر خشک ہو

تب تو جانے گا تو مجھ کو بے گنہ مارا گیا — جب قیامت تک نہ خونِ چشمِ جوہر خشک ہو 1

بختِ بد نے آبِ دریا کو کیا ریگِ رواں — میری قسمت سے مبادا حوضِ کوثر خشک ہو

ہے گرہ میں تابِ دنداں متاعِ مسکان — تنگ چشمی سے نہ کیوں کر آبِ گوہر خشک ہو؟

کون پانی خلق میں اُس کے چوائے وقتِ نزع — جس کے ہوتے ہی تولد شیرِ مادر خشک ہو

جو کہ ظالم ہیں وہ ہرگز تر زباں ہوتے نہیں — کیوں نہ خوں ریزی سے آبِ تیغ و خنجر خشک ہو؟

دل شکستہ گلشنِ عالم میں ہوں اے رشکِ گل! — صورتِ شاخِ شکستہ کیوں نہ پیکر خشک ہو؟

گریہ ہے منظور ہم رندوں کی آنکھیں تر نہ ہوں — فصلِ گل میں ایک دم ساقی نہ ساغر خشک ہو

گر کرے زاہد وضو تاثیرِ زہدِ خشک سے — موجِ دریا خارِ ماہی کے برابر خشک ہو

گر پسیجے میرے نالوں سے تو بہ را اے سنگ دل! — ہے یقیں مانندِ یخ ہرگز نہ پتھر خشک ہو

دھوئیے دریا میں اگر تو اپنی زلفِ عنبریں — مثلِ موجِ ریگ غم سے موجِ عنبر خشک ہو

شعلہ زن ہے آتشِ رنگِ گلِ رخسارِ یار — کیوں نہ شاخِ سنبلِ زلفِ معنبر خشک ہو؟

دیکھ کر آغازِ خط اس گل کی آنکھیں تر ہو جائیں — کیوں بنایا آئینہ وسرِ سکندر خشک ہو

تو جو اے سروِ رواں ہو کو چلے گلزار سے — سوزِ غم سے ہو شجر مثلِ صنوبر خشک ہو

تر پسینے سے ترا دیکھے جو روئے آتشیں — کیوں نہ شعلے کی طرح دم میں گلِ تر خشک ہو؟

بھیجوں اس صیاد کو نامہ تو مارے خوف کے — مثلِ مرجاں چشم میں خونِ کبوتر خشک ہو

چار باغ جسم میں اے آب جوئے اشک و آہ — نخلِ ماتم سبز ہو دل کا صنوبر خشک ہو

چشمِ تر کو گرمیِ داغِ جنوں سے کیا ضرر؟ — تابشِ خورشید سے گرداب کیوں کر خشک ہو

میری آنکھیں روتی ہیں ناسخ! اسی افسوس میں — آہ ہم تر ہوں لبِ آلِ پیمبر خشک ہو

1۔ مطبوعہ ب = گر . . . . = اول = گر . . . . .

* مندرجہ بالا غزل اول میں 15، اشعار پر مشتمل ہے۔ مندرجہ بالا غزل کے شعر 9 تا 16، اول میں اس غزل میں نہیں ہیں۔ اول میں اس غزل کے 2 شعر نمبر 9، 11، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

شبنم افشانی ہے اس پر بالشِ خورشیدِ حشر — لاکھ دوزخ سے نہ میرا دامنِ تر خشک ہو

[illegible]

مہرِ تاباں جانتا ہے ہر بشر آئینے کو　　دیکھتا ہے تو اگر وقتِ سحر آئینے کو
یوں خجل کرتا ہے وہ رشکِ قمر آئینے کو　　زشت رُو ہو جیسے نادم دیکھ کر آئینے کو
عاشقوں کا دھیان جو ہے جانتا ہے وہ صنم　　شانے کو تو سینہ چاک اور چشمِ تر آئینے کو
یوں مرے آئینۂ دل کو نہ تُو دے دے جھٹک　　دوست رکھتے ہیں حسین اے فتنہ گر آئینے کو
عکس افگن اب کبھی جا ولے سے بھی ہوتا نہیں　　وہ صنم حیران اپنا جان کر آئینے کو 1
دل میں رکھتے ہیں کدورت جو کہ ہیں ظاہر میں صاف　　زنگ میں آلودہ پایا بیشتر آئینے کو
پہنے رہتے ہیں زرہ جوہر کی اپنے جسم پر　　ہے ترے تیرِ نگہ کا خوف ہر آئینے کو
گر صفائیِ دل تجھے منظور ہے کر جبسِ دم　　دم سے ہوتا ہے اری غافل! ضرر آئینے کو
پڑ گیا گر عکس اس کے شعلۂ رخسار کا　　جائے جوہر مانند آئیں گے شرر آئینے کو
دیکھتا ہوں میں [illegible] آئینہ رخسارِ یـــار　　ہوتا ہے اک جہاں ماہِ [illegible] آئینے کو
وہ پری مجنوں ہوا ہے شکل اپنی دیکھ کر　　[illegible] طفلاں سے بنایا ہے مگر آئینے کو
پڑ گیا ہے اس کو اب دیدارِ جاناں کا مزا　　خانۂ زنداں نہ کیوں ہو جائے گھر آئینے کو
توڑ کر زنجیرِ جوہر لی حلب سے راہِ ہند　　جب کہ تیرے حسن کی پہنچی خبر آئینے کو 2
چشمِ جوہر سے تری فرقت میں رویا اس قدر　　ہو گیا اندھا نہیں آتا نظر آئینے کـــو
ہو گیا مجھ کو یقیں اک بال اس میں پڑ گیا　　اس نے دکھلائی جو ہے اپنی کمر آئینے کو 3
زار ہوں ایسا کہ عکس آتا نہیں ہرگز نظر　　دیکھتا ہوں خوب ناسخ میں اگر آئینے کو

---

1 مطبوعہ ـ ب = ... دیکھ . . . . . .

2 ـ اول ـ ا　. . . . . یاں کی راہ

3 ـ مطبوعہ ب = ... ہیں . . . . مطبوعہ اور مخطوطے میں " ہیں " جائے " ہے " ـ

* مطبوعہ اور اول میں اس غزل کی ردیف میں " آئینہ کو " ہے ـ آئینہ اور آئینے/ہ کا فرق (املاء کا فرق) مخطوطے اور اول اور مطبوعہ میں تمام غزل میں ہے ـ

مندرجہ بالا غزل اول میں 14 ، اشعار پر مبنی ہے ـ اول میں مندرجہ بالا غزل کا مطلع اور شعر نمبر 10 اور 11 نہیں ہیں ـ اول میں مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 5 اضافی ہے جو درجِ ذیل ہے ـ

ہے نالہ کب میرا حالِ حـــرف سختِ حلـــق　　تنگ آکے کیا میں نے سپر آئینہ کـــو

نہ لائے عالم بالا سے کیوں طوبیٰ کے مضموں کو ؟
خیالِ قامتِ موزوں ہے میری طبعِ موزوں کو

رسائی کی نہیں تدبیر کوئی زلفِ جاناں سے
یہ وہ مارسیہ ہے جو بہلا دیتا ہے افسوں کو

بہت حال عذار آتشیں سے جو مشابہ ہے
بہ رغبت اس لئے پیتے ہیں سب لالے کی افیوں کو

عجب کیا کر ہلالِ ابرو اک دن ماہِ کامل ہو
ترقی دم بہ دم کیسی ہے حسنِ روز افزوں کو ؟

نہ کچھ یہ راہ رو حیرت میں رہ جاتے ہیں جلنے سے
تری رفتار آئنہ بنا دیتی ہے جیحوں کو

بسانِ سنگ تن میں خطرِ آہِ شعلہ افشاں سے
بنا دے گا شررِ سوزِ دروں ہر قطرۂ خوں کو

جو شب بیدار ہیں وہ غافلوں پر رہتے ہیں غالب
بہت سی فوج پر جاتی ہے تھوڑی فوج شب خواں کو

یہ ناداں کہتے ہیں لایا ہے گردش میں ہمیں گردوں
کہ گردش اس نے دی ہے جس نے گردش دی ہے گردوں کو

پیئے سے اُس کے ہو جو نشہ وہ ہو اس کے دیکھے سے
نہ جامِ بادہ پہنچے گا تمہاری چشمِ مے گوں کو ۱

گلستانِ شہادت گاہ میں یہ طرفہ گل پھولا
بنایا شاخِ [گل] قاتل نے اپنے دست پرخوں کو ۲

عمل گر ہے تو کیفیت ہے ورنہ علم خالی کیا ؟
نہ پایا قطرۂ مے مل گیا گو خم فلاطوں کو

مجھے سمجھو کہ عاشق ہے اُسے سمجھو ہے دیوانہ
ملاؤ گر مری تدبیر سے تدبیرِ مجنوں کو

کیا بیہوش تونے جامِ مے دکھلا کے اے ساقی !
کہ اکثر دیکھتا تھا میں کسی کی چشمِ مے گوں کو

اثر تھا نالۂ شب گیر میں جن روزوں اے ناسخ !
لیا کرتے تھے اکثر ہاتھ میں اُس زلفِ شب گوں کو

1۔ اول ۔ب = نہ مے کا جام اٹھے ....

2۔ ۔ ۔ب = ... گلگوں ....

* مندرجہ بالا غزل اول میں بھی 14، اشعار پر ہی مشتمل ہے لیکن مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 11 اور 13 اول میں نہیں ہیں ۔اول کے شعر 8 اور 10 ، اضافی ہیں۔اول کی اس غزل کا شعر نمبر 38 اضافی ہے یہ مطبوعہ میں موجود ہے۔اضافی شعر بالترتیب درج ذیل ہیں۔

جو ہیں بے عقل دنیا میں وہی کچھ عیش کرتے ہیں
ملا ہے دور گردوں سے خمِ خالی فلاطوں کو

ہوئے ہیں دست خوں آلودہ صبا و شاخ گل
جو دیکھا عندلیبوں نے کسی کے دستِ گلگوں کو

کہا کچھ کان میں اور چھو لیا گیسوئے شب گوں کو
کہاں تاثیر ایسی مار گیری میں ہے افسوں کو ؟

ذرا دیکھے کوئی ابرو تو سمجھے قدر شاعر کی
لکھا ہے مصحفِ رخ پر خدا نے بیتِ موزوں کو

نہ کوئی مال دنیا کا اٹھالے جائے گا سر پر
زمانے میں نصیب ایسے ملے بس ایک قاروں کو

یقیں ہو اگر جہاں کو مشک اس کاغذ میں رکھا ہے
کروں تحریر میں جس پر تری زلفوں کے مضموں کو

کسی کے گوشۂ دل پر تصور سخت مشکل ہے
یہ ممکن ہے مصور کوئی کر لے ربعِ مسکوں کو

ہوا دل مشرقِ خورشیدِ معنی اس غم سے
کیا ہے ہم نے حاصل بارے اشراقِ فلاطوں کو

بجائے شیشۂ واژوں ساغرِ لب ریز ہوتا ہے
ہمیشہ کیا ہی اُلٹی سوجھتی ہے بختِ واژوں کو

جو آہو گیر ہیں وہ شرم سے آنکھیں چراتے ہیں
کیا ہے میں نے جو موزوں تری آنکھوں کے مضموں کو

ہوئے ہیں شاعروں کے پست کیوں طالع میں حیراں ہوں
کہ ہے باغِ جہاں میں سر بلندی سروِ موزوں کو

معلق سایہ ہے ہمراہ جل جانے کی دہشت سے
کیا یہ گرم میری گرم رفتاری نے ہاموں کو

جو شیریں بے ستوں پر جائے گی تو جوش میں آکر
کرے گا گردِ خونِ کوہ کن خسرو کے گل گوں کو

یقیں ہوتا ہے عالم کو گلوئے شیشۂ مے کا
لگاتا ہے گلوئے نے سے جب وہ لعلِ مے گوں کو

ہوا ہے تو کہیں اے ماہ رو اہر تو نہیں شائستہ
کہ عکسِ آفتاب ان روزوں داغِ دل ہے جیحوں کو

کیا سوراخ دار اے جان تیری نوکِ مژگاں نے
بہ رنگِ دانۂ مرجاں مرے ہر قطرۂ خوں کو

کیا جو عہد موسیٰ سے بجالایا میں اے ناسخ!
بہت گو سالے چلائے نہ چھوڑا میں نے ہاروں کو

---

* اول میں اس قافیہ و ردیف کی 4 غزلیں ہیں۔ مطبوعہ اور بنیادی میں اس قافیہ و ردیف کی صرف 3 غزلیں ہیں۔ پہلی غزل اول کے مطابق ہے جب کہ بعد کی دو غزلیں تین غزلوں کو ضم کرکے مرتب کی گئی ہیں۔ مندرجہ بالا غزل اول کی دو غزلوں (غضب ہے سرو . . . الخ اور ع کہا کچھ کان . . . الخ) کے منتخب اشعار پر مشتمل ہے۔ مطلع اور شعر نمبر 11 تا 15 اول کی تیسری غزل میں شامل ہیں۔ مطبوعہ میں درجِ ذیل مطلع اس سے اگلی غزل کا مطلع ثانی ہے . . . . اس غزل کا مطلع اول اور مطبوعہ میں اضافی ہے۔

اول میں دوسری غزل ع غضب ہے سرو . . . الخ) کے 5 شعر نمبر مطلع نمبر 3، 5، 9، 15، مقطع اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

غضب ہے سرو باندھا اُس پری کے قدِ گلگوں کو
یہ کس شاعر نے ناموزوں کیا مصرع موزوں کو

کیا بیہوش لوٹے جامِ مے دکھلاکے او ساقی!
کہ اکثر دیکھتا تھا میں کسی کی چشمِ مے گوں کو

شگفتہ ہیں ہزاروں داغ لاکھوں نالے روشن ہیں
نہیں پروائے شمع گل ترے کوچے کے مردوں کو

سنا جو نزع میں قاتل جنازے پر نہ آؤں گا
نکالا ... کیا مشکل بدن سے جان محزوں کو

نہائت اپنے ....؟
دکھا دے اک نظر اے یار اپنے قدِ موزوں کو 1

۱۔ ا۔ ناخوانا۔

لگایا آپ پتھر اس نے مجھ شوریدہ مجنوں کو — رکھوں کیوں کر نہ سر پر داغِ سودائے ہمایوں کو؟ 1

خیال اس صید افگن کا ہے یوں ہر صیدِ ہاموں کو — تمنا آمدِ لیلیٰ کی تھی جس طرح مجنوں کو

اُڑا یہ رنگ میرا دیکھ کر اُس روئے گلگوں کو — جو دیکھے وہ کبھی شبنم مرے ہر قطرۂ خوں کو

خدا نے کیا دیا ہے رنگ اس کے روئے گلگوں کو! — کہ ہے اس کے پسینے سے خجالت قطرۂ خوں کو

کیا ہے کیا ہی وحشت زا مری وحشت نے ہاموں کو — کہ سایہ بھاگتا ہے چھوڑ کر اب بیدِ مجنوں کو

گریزاں سانپ ہوں جس سے اثر کیا اس پہ افسوں کو؟ — بجا ہے گر کہوں ثعبانِ موسیٰ زلفِ شب گوں کو ۲

مسخر کر لیا لاکھوں پری زادانِ مضموں کو — غضب افسوں گری آتی ہے میری طبعِ موزوں کو

غزالانِ حرم کا کیوں نہ شک ہو تیرے مقتوں کو؟ — جو دیکھے طاقِ ابرو میں ترے چشمانِ مے گوں کو ۳

ہوس ہے آمدِ لیلیٰ میں تزئیں کی جو مجنوں کو — تو کوسوں ریگ نے پُر زر کیا دامانِ ہاموں کو

ہے اُس میں چہرۂ روشن تو ہے نور آفتاب اُس میں — مرے روزِ سیہ سے کیا ہے نسبت زلفِ شب گوں کو؟

خرابات جہاں میں ترکِ عشرت کرتے ہیں دانا — پسند آیا اسی خاطر خُمِ خالی فلاطوں کو

اگر ایسی ہے ان اہلِ دول کی پستیِ ہمت — یقیں ہے رکھ زمیں کے سو پر گنجِ قاروں کو

یہ اوجِ نشۂ مے ہے کہ بدمستی میں گرجا ہوں — پٹک ماروں زمیں پر میں ابھی مینائے گردوں کو

نہ لگ جائے کہیں تجھ کو نظر نرگس کی ڈرتا ہوں — ادھر سے پھیر لے گلگشت میں رخسارِ گلگوں کو

کوئی دیوانہ اس وحشت سرا میں کون ایسا ہے؟ — کہ مثلِ طوق پہنوں حلقۂ زنجیرِ مجنوں کو

نہ سمجھا جیز کچھ تیور لس کو لنگ ہونے پر — مری وحشت کے آگے کیا ہے وسعت ربعِ مسکوں کو

پسینہ اپنے ماتھے کا نہیں جھاڑا ہے انگلو سے — یہ اس نے در نے تھاڑا ہے سلکِ درِ مکنوں کو ۴

سیاہی بن گئی شنگرف کیا تاثیر ہے ناتل! — لکھا میں نے جو تیرے عارضِ گلگوں کے مضموں کو ۵

کوئی بے درد گل ایسا نہ ہوگا باغِ عالم میں — سمجھتا ہے گلِ لالہ وہ میری چشمِ پُرخوں کو

زمینِ شعر کو چوتھا فلک میں نے بنایا ہے — لکھا ہے آفتاب روئے جاناں کے جو مضموں کو

جو اس خورشید رُو کے عشق میں ہاتھ آئے اے ناسخ! — تو ذروں کی طرح دم میں اڑا دوں گنجِ قاروں کو

۱۔ اول۔ مطلع۔ ا = ... اس نے پتھر آپ ....

۲۔ مطبوعہ۔ ا = ... پہ ....

۳۔ ب۔ ا .... مقتوں۔ مخطوطے میں سہو کاتب سے "مضموں" کی بجائے "مقتوں"۔
۴۔ ب = سہو کاتب سے خلاف ردیف "ہے" بجائے "کو"

۵۔ ا ۔ سہو کاتب سے "تیر" بجائے "تاثیر"

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

* مندرجہ بالا غزل اول کی اس ردیف کی تیسری اور چوتھی غزل کے اشعار پر مبنی ہے۔ اشعار نمبر 14 اور 15 مطبوعہ میں مطلع ثانی شعر نمبر 3 اور 10 تا 15 اول کی اس قافیہ و ردیف کی تیسری غزل میں شامل ہیں۔ جبکہ مطلع اول کی دوسری غزل میں شامل ہے۔ باقی اشعار اول کی اس قافیہ و ردیف کی چوتھی غزل میں شامل ہیں۔

اول کی اس قافیہ و ردیف کی تیسری غزل کا شعر نمبر 8 اضافی ہے جو درجِ ذیل ہے۔

خرابات جہاں میں زندگی کی کیا ہو کیفیت　　　شرابِ عیش سے بھرتا نہیں مینائے گردوں کو

اول کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 4 میں 2 شعر نمبر 2، 3 اضافی ہیں۔ یہ دونوں شعر مطبوعہ میں موجود ہیں مگر بنیادی میں نہیں ہیں۔ یہ دونوں اضافی شعر درجِ ذیل ہیں۔

کیا ہے حیرت افزا کس نے جامِ چشمِ مے گوں کو؟　　　کہ ہے دشوار ریزش شیشۂ لب ریز واژوں کو

ابھی بحرِ مزج کو ہر کوئی بحرِ رمل سمجھے　　　کروں موزوں میں اپنی خاکساری کے جو مضموں کو

درازی یاد دلواتی ہے اُس زلفِ پریشاں کو
عزیز اس واسطے رکھتا ہوں میں شبہائے ہجراں کو

گیا میں عالمِ وحشت میں جب سیرِ بیاباں کو
لتاڑا شیر نالیں کی طرح شیرِ نیستاں کو

نہ دیکھا ساتھ گلشن میں جو اُس سروِ خراماں کے
کیا سروِ چراغاں آہ نے سروِ گلستاں کو

کسی دن آکے دیکھے شانۂ عاج اس کی زلفوں میں
کبھی دیکھا نہ ہو جس نے یدِ بیضا میں ثعباں کو

یقیں ہے شوقِ کامل سے اگر ریگِ رواں بن کر
رواں ہو خاک میری بعدِ مردن کوئے جاناں کو

جو دعوائے خدائی ہے نکال اغیار کو گھر سے
خدا نے اے صنم باہر کیا جنت سے شیطاں کو

جنوں نے جب کہ دی روزِ ازل ترغیبِ عریانی
گریباں صبح کو بخشا دیا دامن بیاباں کو

سنا تھا سانپ آتے ہیں نظر برسات میں اکثر
میں رویا ابر ساں برسوں نہ دیکھا زلفِ پیچاں کو

ہم اے جراغ (؟) ... روئے ہیں دو دن تو مشغلے دے
نہ سمجھی بہرِ خدا ظالم دہانِ زخمِ خنداں کو

ہزاروں صدمے جاں کاہ میں بر میں نہیں مرتا
کہوں اب آبِ حیواں کیوں تپ ہائے ہجراں کو

اثر بارے دکھایا بعد مدت میرے رونے نے
گرایا سر پہ سیلِ اشک نے دیوارِ زنداں کو

مقابل اُس پری کے ہوتے ہی آج اڑ چلا ایسا
کہ میرے ہوش نے پیچھے رکھا تختِ سلیماں کو 1

حنا خالق نے کی پیدا جو تیرے پاؤں کی خاطر
بنایا میرے تلوؤں کے لئے خارِ مغیلاں کو

دکھا کروہ سہی قامت حنائی ہاتھ کہتا ہے
کیا شمشاد سے پیدا خدا نے شاخِ مرجاں کو

نہ کیوں کر چشمِ مستِ یار خوش ہو میرے رونے سے
کہ ناسخ دوست رکھتا ہے ہر اک مے خوارِ باراں کو

۱- مطبوعہ ۱ = ... پرواز ایسی کی = اول = پرواز ایسی کی

* اول میں یہ غزل 20، اشعار پر مشتمل ہے اول میں اس غزل کے شعر نمبر 3، 5، 8، 10، 18 اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں۔

رہا گر شغل رونے کا یونہی ہی چشمِ گریاں کو
کروں گا بعد مردن بے نشاں گورِ غریباں کو

پری زاد اُس ستم گر کو اگر کہیے تو زیبا ہے
کہ وحشت اس قدر ہوتی نہیں انساں سے انساں کو

ہٹے تسخیرِ عاشق سحر لاکھوں ہوتے ہیں پیدا
چہِ بابل کہوں کیوں کر نہ اس چاہِ زنخداں کو

کہاں گلگشت کی طاقت نقاہت سے مجھے لیکن؟
کوئی جو ونکا ہوا کا لے چلے سیرِ گلستاں کو

تسلی گر نہیں منظور معشوقوں کی عاشق کو
نسیمِ پیرہن کیوں مصر سے جاتی ہے کنعاں کو

قطع کرتا ناتوانی میں عصا سے راہ کو
گر اٹھا سکتا بھرنگ کہربا میں کاہ کو

پست کیا پستی میں ہوں رکھتے ہیں جو ہمت بلند
جانتا تھا نردبانِ عرش یوسف چاہ کو

جو دنی ہیں وہ بھی کرتے ہیں حسینوں سے سلوک
اس دناءت پر فلک دیتا ہے خرمن ماہ کو

کیا کسی ناچیز کا لینا ہم سمجھا ہیں بھلا
آنکھ پر رکھتے ہیں اکثر وقتِ حاجت ماہ کو

کہتے ہیں ان روزوں رسائی تا اثر پیدا ہوئی
واہ وہ کرنے لگا ہے سن کے میری آہ کو

کیا حسد سے چاک ہوتے ہیں جگر مانندِ صبح
دیکھ کر تاباں کسی کے آفتابِ جاہ کو

ٹھو کریں کھانے کو جائے طوُر پر اب کیوں کلیم؟
دیکھ پایا ہے صنم تیری تجلی گاہ کو

پستیِ ہمت سے بچتا ہے کوئی مالِ نجیل؟
زور سے اہلِ جہاں لیتے ہیں آبِ چاہ کو

شاخِ گل نے ہے برنگِ گل وہ طفل نے سوار
نکہتِ گل کہتے ہیں ہم گردِ بازی گاہ کو

ہے بھی ہے حوریں بھی ہیں غلماں بھی ہیں فردوس میں
ترک کرتا ہوں میں زاہد عیشِ خاطر خواہ کو

نقشِ پا بھی محتسب پائے نہ رندوں کا سراغ
سر سے طے کرتا ہے لازم ہے کدے کی راہ کو

خیمے بنوانے میں ہیں مصروف جو یہ اغنیا
جانتے ہیں تنگ شائد چرخ کی خرگاہ کو

ہیں زمانے میں جو مکار اُن سے ہے محمد کو گریز
جانتا ہوں شیر اس صحرا میں ہر روباہ کو

ہے خراباتِ جہاں میں عام فیضِ مے فروش
مستیِ مے ہوتی ہے یکساں گدا و شاہ کو

ہے برابر سالکوں کو اسفل و اعلیٰ سے راہ
راہ رو کرتے ہیں طے پست و بلند راہ کو

ڈھونڈتے سے بھی نہیں ملتی خدا کے گھر کی راہ
جانتا ہوں ان دنوں ایسے بتِ گم راہ کو

حلقۂ آغوش سے اس طفل نے جب کی گریز
تیر میں سمجھا بس اس کی شامت کو تاہ کو

گو غرض ناچیز سے تکلے اسے رکھیئے عزیز
پیار سے آغوش میں لیتا ہے شعلہ کاہ کو

کیوں ہمارے حال سے رہتا ہے غافل اے صنم!
اپنے بندوں سے کبھی غفلت نہیں اللہ کو

عشق جب وارد ہوا کی عقل نے دل سے گریز
ایک جا دیکھا ہے کس نے شیر اور روباہ کو

مثلِ سطر آجاتی ہے زیرِ قدم زلفِ دراز
کہیے کیا اے طفل تیری قامتِ کوتاہ کو

ہوں میں ایسا رحم کے قابل کہ گنبد کی طرح
آہ کرتا ہے فلک بھی سن کے میری آہ کو

آدمی کو مبتلائے حرص کر دیتی ہے عقل
جانتے ہیں مملکت اطفال بازی گاہ کو

ہے دعا ناسخ بھلا دے یاد سے مجھ کو صنم
یاد کرتا ہوں اگر بھولے سے بھی اللہ کو

اُس شعلہ رو سے عشق ہے چشمِ پُر آب کو
بجلی سے رابطہ نہ ہو کیوں کر سحاب کو؟

کرتے تھے فاش نشے میں بدمست سرِ غیب
اس واسطے حرام کیا ہے شراب کو

ساقی! تمام خشک و تر کائنات میں
ہم نے کیا پسند شراب و کباب کو

ہر صاحبِ خزانہ کو ہے اوج میں زوال
چمکے نہ کیوں اچھال کے فوارہ آب کو؟ 1

جز داغِ عشق چارۂ تر دامنی نہیں
کرتی ہے خشک گرمیِ خورشید آب کو

ہم صورتوں سے عیب ہے کرنا سوال کا
زلفوں سے مانگتی ہے کمر پیچ و تاب کو

درکار ہے پلنگ کے بدلے جنازہ آج
فرقت میں ہم نے مرگ سے بدلا ہے خواب کو

محروم میری آنکھیں ہوں پائے فرس سے بھی
بوس و کنار پائے حنائی رکاب کو

اس شعلہ رُو کو ربط ہو مجھ ناتواں سے کیا؟
پرواہ نہیں کمان کی تیرِ شہاب کو

ساقی جمالِ یار کی اس سے ہے روشنی
کیوں کر نہ آفتاب کہیں ہم شراب کو؟

ہے مشتعل جو فرقتِ ساقی میں ہر نفس
منہ سے لگا کے جام جلادوں شراب کو

طالعِ شبِ وصال میں ہو کیوں نہ شام سے؟
شوق اس کی دید کا ہے کمال آفتاب کو

حب سے کیا ہے قتل درگوشِ یار نے
ہم آبِ تیغ کہتے ہیں موتی کی آب کو

اے عندلیب ہیں ترے گل ہلتے باغ کیا
مرجھائے میری آہ گلِ آفتاب کو

نکلیں گے طفلِ اشک نہ باہر کہ ضبط نے
گرداب کر دیا مری چشمِ پُر آب کو

آنکھیں تمام صورتِ کاغذ ہوئیں سفید
مدت سے ہم ترستے ہیں قاصد جواب کو

بحرِ جہاں میں تیری عدالت ہے اس قدر
ہر موج میلِ سرمہ ہے چشمِ حباب کو

حد ہے اُٹھانے والے ہیں روزِ فراق کے
کیا لائیں ہم شمار میں روزِ حساب کو

چھوتا ہے چھاتیاں عبث اُس بحرِ حسن کی
ناسخ ستم ہے ہاتھ لگانا حباب کو

1۔ مطبوعہ ۔ ب = چپکے ....

دی آگ اس نے پر توئے رخ سے شراب کو
شرمندہ جامِ مے سے کیا آفتاب کو

بد جانتا ہے جہل سے زاہد شراب کو
دیکھا ہے شپرے نے کہاں آفتاب کو ؟

بھولوں وصالِ یار میں کیا اضطراب کو ؟
دریا میں ہے قرار کہاں موجِ آب کو

ابرو جد ہر کو ہل گئے بجلی سی گر پڑی
رکھتا ہے وہ کمان میں تیرِ شہاب کو

کیا بال کر دئے ہیں غمِ ہجر نے سفید ؟
باندھیں شبِ وصال ہم اپنے شباب کو

حاجت نہیں غازگی مستی میں زاہدا !
کیا مرتبہ دیا ہے خدا نے شراب کو

گلشن پہ گر وہ ساقیِ مے کش کرے نگاہ
بوئے شراب آئے جو سونگھیں گلاب کو

اُس چشمِ مست کے ہوں تصور میں بادہ کش
کیوں کر کروں گزک نہ بھرن کے کباب کو ؟

جامِ شراب پیتے ہی چمکا ہے حسنِ یار
نور آفتاب سے یہ ملا ماہ تاب کو

ساحل کے واسطے ترے ابرو کے عکس سے
تلوار کی ملی ہے برش موجِ آب کو

اس دل کے ہاتھوں چین سے گزرا نہ ایک دن
پیری میں یاد کیا کروں عہدِ شباب کو ؟

محشر کے روز دامنِ تر کام آئے گا
رکھا ہے آفتاب کی خاطر سحاب کو

مٹا ہے دم میں صفحۂ عالم سے نام بھی
کندہ وا رہے ہو مہر میں تم کیا خطاب کو ؟

بھرتے ہی جامِ مے ہوئی صبحِ شبِ وصال
گردوں نے آفتاب بنایا شراب کو

آئی شبِ وصال ہوئی صبحِ شام سے
قسمت نے آفتاب کیا ماہتاب کو 1

دیکھے نہ یار جلوۂ صبحِ شبِ وصال
گرائے سحابِ چشم انساں آفتاب کو

ناسخ! ندیں ہے کام مجھے عمرو بکر سے
بس جانتا ہوں بعد بنی بوتراب کو

1- مطبوعہ ۔۱ = اپنی ....

گرم تم کتنا کرو اپنی سمندِ ناز کو
کب پہنچتا ہے ہمارے ہوش کی پرواز کو ؟

ہوش اڑتے ہیں جو سنتا ہوں تری آواز کو
کیا ترے پردے سے نسبت پردہ ہائے ساز کو ؟

میری چاہت سے کیا آگاہ اس طناز کو
ہے بجا سمجھوں وکیل اپنا اگر غماز کو

نالے کر آتا ہوں ہر شب زیرِ دیوار اس لئے
بھول جائے تا نہ وہ کافر مری آواز کو

ہیں لگائے کان مثلِ روزنِ دیوار ہم
کب سنیں گے اُس پری کے پاؤں کی آواز کو ؟

کودکانہ ہوتے ہیں مردے بھی کاندھوں پر سوار
جانتے ہیں ایک ہم انجام اور آغاز کو

امتیازِ حسن و جمالِ خود ستائی کو کہاں ؟
کیوں نہ فرعون ایک سمجھے سحر اور اعجاز کو ؟

ناتوانی سے نہیں بیٹھوں کے بازو میں قوی
زور ہوتا ہے کمان سے بھی تیرا انداز کو

جانور سے بھی مرا صیاد کرتا ہے حجاب
اس لئے کرتا ہے اکثر بند چشمِ باز کو 1

بال اس کافر کے گالوں پر نظر آتے نہیں
پر ہوئے تیار میری روح کی پرواز کو 2

کرتے ہیں مشہور اس محبوب کا مجھ کو عدو
میرے دشمن بھی نہاں رکھتے ہیں میرے راز کو

گل تو سب ہوتے ہیں سبزے سے مگر اے بلبلو!
اس گلِ عارض پہ دیکھو سبزے کے آغاز کو

رتبۂ تحقیق ملتا ہے کوئی تقلید سے
کیا خلیل اللہ سے نسبت ہے آتش باز کو ؟

دل اگر ہوتا ہے نالاں میں سمجھتا ہوں غنا
سازِ عشرت جانتا ہوں طالعِ ناساز کو

ہے ترے روئے طلائی پر پسینہ مثلِ نگ
حسن کی صنعت دکھا اک دن مرصّع ساز کو

کیا ضرر منکر ہوئے دو چار اگر خفاش طبع
سب نے دیکھا رجعتِ خورشید کے اعجاز کو 3

میری غزلوں کی چمن بندی جو دیکھے اک نظر
پھر نہ خوش آئے گلستاں بلبلِ شیراز کو

بلبلیں کیا ہیں جو وہ صیاد آئے باغ میں
بھول جائے طائرِ رنگِ چمن پرواز کو 4

پھیر لایا جذبِ دل اس شعلے رُو کو راہ سے
دیکھیں منکر رجعتِ خورشید کے اعجاز کو

عالمِ سودا میں ہے ہم کو غنا شورِ جنوں
جانتے ہیں ساز ہم زنجیر کی آواز کو

جس نے اے ناسخ بساطِ ابر پر رکھا قدم
عرش کہتے ہیں اسی کی توسنِ با انداز کو

۱- مطبوعہ ب = ... رکھتا ....
۲- " ۱ = مخطوطے میں سہو کتابت سے "کو" بجائے "گالوں" ہے۔
3- " ۱ = ... ضرور .... = مخطوطے میں سہو کاتب سے "اگر" بجائے "ضرور"۔
۴- " ۱ = ... ہے ....

کیا مری آغوش سے وحشت ہے اس بے پیر کو!
اس قدر وحشت نہیں ہوتی کماں سے تیر کو

کر پسینے سے طلائی نارۂ زنجیــــــر کو
کا لبد تیرا بنایا گوندھ کر اکسیر کـــــو 1

غش کیا موسیٰ نے جب دیکھا تری تنویر کـــو
آگئی لکنت زباں میں سنتے ہی تقدیر کـــو

کھیلنے میں لگ گئی مٹی جو اس کے جسم پر
کر دیا خاکِ مذلت رشک نے اکسیر کــــو

ہوں وہ گریاں اشک کر دیں کے مرقع کو خراب
کھینچنا ہے چشم او مانیؔ اہری تصویــــر کو

اس تمنا نے کیا دیوانہ مجھ کو اے پری!
ڈال دے میرے گلے میں زلف کی زنجیر کو

کھیل میں رتا نہیں آتی ہے غیرت دوستو!
کیا بھلا منہ سے نکالوں آہِ بے تاثیــــر کو؟

گر ہوا نقو ... ہے تدبیر مجھ سے نالہ سد!
ترک کرتا ہوں کسی تدبیر سے تدبیر کو

ہر بشر کو خاک کا پتلا نہ جانو غافلـــــــو!
ایک ہی صورت ملی ہے خاک اور اکسیر کو

ہوگیا ہے اس قدر بے قدر عالم میں ہنــــــر
کیا عجب گر عیب سمجھیں جو ہرِ شمشیر کو

کیوں نگہ ہم خاکساروں پر نہیں پڑتی کبھی
خاک تو دے سے صنم! ہے کام ہر دم تیر کو

حسن سے پُرعیب سے خالی ہیں آنکھیں یار کی
یہ وہ آہو ہیں خجل کرتے ہیں آہو گیر کو

اس پری رُو کے مسخر کرنے میں حیران ہـــــوں
ورنہ آساں جانتا ہوں دیو کی تسخیر کـــــو

کچھ نظر آیا نہ اس غفلت کدے میں غیرِ حسن
چاہیے یوسف ہمارے خواب کی تعبیـــــر کو

یار کو پہنچاؤں اپنی ناتوانی کی خبـــــــر
موقلم درکار ہے مکتوب کی تحریر کـــــــو

آتشِ رنگِ حنا سے کیا تعجب ہے اگـــــــر
شمع روشن دستِ جاناں میں کرے گل گیر کو

1۔ مطبوعہ ب = ... بنائی ......

* مخطوطے میں تزئین اور امتیاز کے لئے آخری شعر کو چھوٹا کر کے لکھا گیا ہے اگر چہ خط نہیں کھینچا گیا ردیف اور قافیہ یکساں ہونے کے باوجود تقسیم کی گئی۔ مطبوعہ میں اہتمام سے خط کھینچ کر "ولہ" لکھا گیا ہے۔ جب کہ مخطوطہ میں ایسا کہیں اور نہیں کیا گیا۔

دیکھ اپنی رونق آتش ناک رہ انیسر کو — تیرے نقشے نے جلایا کاغذِ تصویر کو

بعد ایامِ جوانی ہے پیری ہے کا یہی حال — حکم ہے جو بعد ایامِ رضاعت شیر کو

کیا بھلا نسبت ہے شمشیرِ نگاہِ یار سے — بیشتر دیکھا ہے گرتے برق کی شمشیر کو

دل لگی ہے رات دن تیرے تصوّر سے ہمیں — رکھتے ہیں ہر کالۂ دل میں تری تصویر کو

راست بازوں کو نہ کج طبعوں سے کیوں کر ہو گریز؟ — رابطہ دم بھر نہیں رہتا کماں سے تیر کو

ہاتھ زلفوں کو لگاؤں یہ کہاں میری مجال — چھو نہیں سکتا ترے دروازے کی زنجیر کو

کیا ستم صبحِ شبِ وصل اِس موذن نے کیا — ہوگیا بسمل میں سن کر پہلی ہی تکبیر کو

کیا میں اس وحشت سرا میں ناتواں دیوانہ ہوں — چونٹیاں لے جائیں میرے دانۂ زنجیر کو

نشترِ شیریں سنگ سے مثلِ شور بہائے ابھی — ہے ستوں میں گر لگا دیں ہم تری تصویر کو . 1

جس کو نہیں دیکھتے ہیں اس کے ہوتے ہیں شریک — نالے ہم کرتے ہیں سن کر نالۂ زنجیر کو

حکمتِ حق ہے طبائع کی کجی اور راستی — گر کماں پیدا نہ ہو کس طرح پھینکیں تیر کو؟

حلقہ ہائے زلفِ جاناں سے جو کی ہے ہمسری — شمع روشن چاہیے ہر خانۂ زنجیر کو

آتی ہے آوازِ زنجیرِ دردِ دل دار کسی — گر ہلاتا ہوں میں اپنے پاؤں کی زنجیر کو

حس تدر دولت میں محبت سے ہے اتنا اجتناب — رونقِ انساں سے ہے وحشت صاحبِ اکسیر کو

ہیں جو عالی مرتبت ان کو نہیں تزئیں سے کام — کس نے دیکھا ہے منقّش کعبے کی تعمیر کو؟ 2

(باقی غزل اگلے صفحے پر)

1۔ ع۔ب = ... ہم .... گر .....

2۔ ع۔ ا = ... منزلت ....

(گزشتہ صفحے کی باقی غزل)

آسماں پر ان دنوں رہنے لگا تیرا دماغ
چاہیے رنگِ شفق ظالم تری تصویر کو

بند ہو گئے مضمون خطائے عارضِ جاناں کی آج
اب سیاہی کیا سفیدہ چاہیے تحریر کو ؟ 1

شام سے تا صبح فرقت میں نہیں مجھ کو قرار
میں گواہ اے طفل اِرکتا ہوں جوان و پیر کو

کچھ کماں داری میں اے قاتل اِنہ کی تونے خطا
لاغر ایسا ہوں نہیں ملتا نشانہ تیر کو

ڈھونڈتا پھرتا ہے مانی بال اب تلوار کا
موقلم کیا چاہیے قاتل تری تصویر کو

ناوکِ مژگانِ برگشتہ سے کی تھی ہمسری
کیوں نہ سن کر تیر کر سیدھا بنائیں تیر کو ؟

کھینچتے ہیں جذبۂ شوقِ شہادت سے ہم آج
میان میں کیا چین ہو قاتل تری شمشیر کو ؟

عشق میں مستی جوانوں سی نہ ہوگی پیر کو
مے کی کیفیت کہاں گو جوش آئے شیر کو ؟

جمع کیا کرتے ہو معماروں کو تم اے غافلو!
قبر پر جا بیٹھتے ہیں چھوڑ کر تعمیر کو

ہے شبِ فرقت کی تاریکی یہی تو کیا عجب ؟
ہو اگر مشعل کی حاجت نالۂ شب گیر کو

کون اس وادی میں ہو اہلِ فنا کا سدِ راہ ؟
کیا تعلق ہے کفن سے خارِ دامن گیر کو ؟

تیرے روئے آتشیں کا وصف کرنے کے لئے
شمع کو درکار ہے منہ اور زباں گل گیر کو

جو کرے احسان اُس کو چاہیے افتادگی
پیشِ پائے شمع دیکھا ہے سرِ گل گیر کو

شعلۂ داغِ جنوں سے میں اگر روشن کروں
مثلِ پروانہ جلاؤں شمع سے گل گیر کو 2

خط کترتا ہے ترا اے شمع رو حجام آج
کیوں نہ سمجھوں ایک اب مقراض اور تلوار کو

ہوتے ہیں عاشق کڑے عالم میں اور معشوق نرم
شمع نے پایا ہے موم آہن ملا گل گیر کو

واقعی ناسخ عبادت ہے جو دیدارِ علی
دیکھ لیتے ہیں ملائک ہر سحر تصویر کو

---

1 - مطبوعہ ب = ... سفیدی ....
2 - " ب = ... دوں ....

* مطبوعہ میں اس غزل کا شعر نمبر 32 اضافی ہے جو حسبِ ذیل ہے۔

بزمِ عالم میں ہے روشن چیز اپنی جیز ہے
کیا ہو گویائی زبانِ شمع سے گل گیر کو ؟

بھولے نہ بعدِ مرگ بھی ہم رقصِ یار کو
ٹھوکر کی آرزو ہے ہمارے مزار کو

جانے دیا نہ باغ میں اس گل عزار کو
روکا ہے باغباں نے نسیمِ بہار کو

زیبا ہے عشقِ زلفِ دلِ پامال دار کو
الفت بہت خزانے سے ہوتی ہے مار کو

دامن سے ارتباط مبارک ہو خار کو
عریانی ہے پسند مرے جسمِ زار کو

اے ابرِ تر نہ پوچھ مرے غبار کو
پہنچا سکے گی پھر نہ ہوا کوئے یار کو

کیوں پا [illegible] سوار کو
رونا کبھی نہ آئے ہمارے غبار کو

بتے ارتقا کی چھوڑیں دستِ نگار کو
کیوں کر لگے نہ آتشِ حسرت چنار کو ؟

اُس شمع رو کو کیا ہے مرے مرنے کی خوشی
ہنستا ہی دیکھتا ہوں چراغِ مزار کو

تنکا سمجھ کے دور کرے بزمِ یار سے
فراش دیکھ لے جو مرے جسمِ زار کو

کرتا ہے قتل پیاسوں کو زیبا ہے گر کہیں
شمشیرِ آب دار ترے آب دار کو

نشتر لگائے رشکِ رگِ ابرِ تر میں آج
دکھلا دوں جی میں ہے مژۂ اشکبار کو

لے لے گئی ہے پنبۂ مینائے مے ہوا
نسبت ہے کیا بخار سے ابرِ بہار کو ؟

کاوش دلوں سے رات کو ہے تلووں سے ہے اُسے
تشبیہ دوں نہ میں ترے مژگاں سے خار کو

پینا ہے جائے مے مجھے اب خونِ محتسب
شیشے کو توڑے وہ تو میں توڑوں خمار کو

دوڑے جلو میں ہوکے پیادہ بہ رنگِ گرد
دیکھے گا سوار جو اُس نے سوار کو

موجود انتقام کو ہے سنگِ محتسب
ترسا نہ مے فروش کسی بادہ خوار کو

گزرے ہزار سال نہیں ہے نشانِ صبح
کیا طول ہو گیا ہے شبِ انتظار کو

شمشاد و سرو میں یہ خوش آوازیاں کہاں ؟
طوبیٰ کہوں میں قامتِ موزونِ یار کو

کیا جذبِ عشق ہے کہ ہوا میں اڑا کے ہو
سینہ نما حلہ غبار مرا کوئے یار کو

دل کیا نہیں میری آہ کی تاثیر کے حضور ؟
پتھر میں کر دے قطرۂ خوں ہر شرار کو

فرقت میں ایسے دیکھ چکے بے شمار دن
کیا لائیں ہم شمار میں روزِ شمار کو ؟

ہے اس قدر عروج سے نفرت کہ بعدِ مرگ
صرصر [illegible] سکی نہ ہمارے غبار کو

کیوں کر نہ لائے طالبِ دنیا کو دام میں ؟
زاہد ہے عنکبوت مگس کے شکار کو

ناسخ کی التجا ہے کہ یا مرتضیٰ علیؑ!
کھینچو برائے قتلِ عدو ذوالفقار کو

ہیں اشک میری آنکھوں میں قلزم سے زیادہ
ہیں داغ میرے سینے میں انجم سے زیادہ

سو رمز کی کرتا ہے اشارے میں وہ باتیں
ہے لطف خوشی میں تکلم سے زیادہ

جز صبر دلا! چارہ نہیں عشقِ بتاں میں
کرتے ہیں یہ ظلم اور تظلم سے زیادہ

مے خانے میں سو مرتبہ میں مرکے جیا ہوں
ہے تلقلِ مینا مجھے قم تم سے زیادہ

بھر جائے اگر بادہ، منہا منہ نہ کروں بس
مے خواری میں ہے ظرف مرا خُم سے زیادہ

ہر نہر چمن ہجر میں اژدر سے ہے افزوں
ہر گل ہے مری جان کو کژدم سے زیادہ

سو رقص سے افزوں ہے پری رُو تری رفتار
پاؤں کی صدا لاکھ ترنم سے زیادہ 1

تکلیفِ تکلف سے کیا عشق نے آزاد
موئے سرِ شوریدہ ہیں قاقم سے زیادہ

معشوقوں سے امیدِ وفا رکھتے ہو ناسخ!
ناداں نہیں دنیا میں کوئی تم سے زیادہ 2

1- اول - ا = ... پری رخ ....
2- مطبوعہ - مقطع - ا = ... معشوں ...
" - " - " - ب = ... کوئی ... نہیں .

آینے میں زلفِ زلفر پرُ شکن میں آئینہ — یہ حلب میں مشک ہے وہ ہے ختن میں آئینہ

بزم میں رویا جو میں سمجھا وہ اپنے حسن کو — آبِ جو نے گل کو دکھلایا چمن میں آئینہ

خاک ہو کر صورتِ اصلی کو بھی وہ دیکھتا — رکھ دیا ہوتا سکندر کے کفن میں آئینہ

ہسنے میں کہ لتے ہیں جس دم صاف پڑ جاتا ہے عکس — اے پری ہر دانت ہے گو یاد ہن میں آئنہ

یا الٰہی! وہ صنم محوِ خود آرائی رہے — جب تلک خورشید ہے دیرِ کہن میں آئینہ

ہیں جو تاتیرِ خانہ ویرانی میں یہ حالاں نہیں — ہے ہر رونِ مرے بیت الحزن میں آئینہ
اک

جیسے آتا ہے نظر سب کا بدن آئینے میں — صاف آتا ہے نظر اُس کے بدن میں آئینہ

1 باعثِ[1] اگر پوچھے ترا اعجازِ حسن (حیرت) — صورتِ طوطی ابھی آئے سخن میں آئینہ

سن کے سرخی لعلِ جاناں کی یہ رنگت اڑ گئی — ہر عقیقِ سرخ ہے ملکِ یمن میں آئینہ

عکس ہے اپنا ہی ہر شے دور ہو گر رنگِ شرک — چاہیے مورت ہو چشمِ برہمن میں آئینہ

کر دیا ہے عکسِ اقدس نے سکندر سے زیاد — جب گیا ہے خلوتِ شاہ زمن میں آئینہ

قتل عالم کو کرے گا حسن اپنا دیکھ کر — ہے بہ جائے تیغ دستِ تیغ زن میں آئینہ

اس قدر دیکھی نہیں ہم نے صفائی حسن کی — ہے بدن کے بدلے اس کے پیرہن میں آئینہ

رخ پہ صاف اپنا دکھا دیتا مرا یوسف اگر — ڈوب مرتا شرم سے چاہِ ذقن میں آئینہ

کر دیا حیراں یہ تیرے رخ نے اے رشکِ گل! — ہو گیا طاؤس کا ہر پر چمن میں آئینہ

اس قدر ہے تیرگی اک دم میں ہو جائے توا — کوئی گر لائے مرے بیتِ الحزن میں آئینہ

2 چشمۂ آب اور ہے یہ چشمۂ خورشیدِ حسن — ہو توے کی جا ترے چاہِ ذقن میں آئینہ

جو صفائی میرے سیم اندام میں ہے سو کہاں؟ — کیوں عبث قلعی چڑھاتا ہے بدن میں آئینہ

ہیں وہی آزاد ناسخ! ہے نہ گھر جن کا نہ در — چوکھٹا لگتے ہی بندھتا ہے رسن میں آئینہ

1۔ م۔ 1 = ... حیرت ...... = مخطوطے میں سہوِ کاتب سے "حیراں" "بجائے "حیرت" ۔

2۔ اول ۔ 1 = ... ہے

* اول میں مندرجہ بالا غزل 17 ، اشعار پر مشتمل ہے ۔ مندرجہ بالا غزل کے شعر نمبر 6 ، 9 اور 10 ، اول میں نہیں ہیں ۔ اول کا اس غزل کا ا شعر نمبر 8 ، اضافی ہے جو درجِ ذیل ہے

وصل میں بیتاب ہو کر دل نکل آیا مرا — ہو گیا وارد عجب دلہا دلہن میں آئینہ

دیدہ اعمیٰ ہوئے روشن تری تنویر سے — گوشِ کر کانِ جواہر بن گئے تقریر سے

یار نے مجھ کو لڑایا ہر جوان و پیر سے — ہوں تنِ تنہا مقابل سو کمان و تیر سے

گھر مرا شورِ جنوں سے اس قدر معمور ہے — خود بخود برپا ہے غل دروازے کی زنجیر سے

پیر جا پہنچے عدم کو رہ گئے پیچھے جواں — ہیں کمانیں راہ چلنے میں زیادہ تیر سے

کیوں نہ داغِ عشق سے ہو دور خامی طبع کی؟ — پختہ ہوتے ہیں ثمر خورشید کی تاثیر سے

ہے یہ پاسِ بختِ خوابیدہ کہ زلفوں کی طرح — غل کبھی برپا نہیں ہوتا مری زنجیر سے 1

خانۂ دنیا دلا! گویا کماں کا خانہ ہے — ہو گیا جن کا گزر اس میں گئے وہ تیر سے

زلف سے ہے اے پری رُو! حُسن تیرا جس طرح — بس یونہی زینت ہے ہم دیوانوں کی زنجیر سے 2

اہلِ غفلت جو کہ ہیں دنیا میں، نابینا وہ ہیں — بند ہو جاتی ہیں آنکھیں خواب کی تاثیر سے

رہ گئی مثلِ کماں آغوشِ وا حسرت سے یاں — عید کو دکھلائی دیتے ہی وہ بھاگے تیر سے

زلف و رخسارِ صنم پر ہو گیا سودا مجھے — گل کھلے ہیں عشق پیچے کی طرح زنجیر سے 3

ابرِ غم میں گھر گیا میں تیری زلفیں دیکھ کر — بجلیاں گرتی ہیں مجھ پر سونے کی زنجیر سے

خشک ہونے پر بھی فارغ خامۂ قدرت نہیں — سادہ لوحوں کے خطِ رخسار کی تحریر سے

ہو دلا! مضطر نہ اتنا کیا ہے وہ رعنا، غزال؟ — شیر کو لاتے ہیں قابو میں بشر تدبیر سے

کیوں نہ ہو تیرا تصور قلبِ ناسخ میں مدام — مرتبہ ہے عرش کا اعلیٰ تری تصویر سے

---

1 اوّل - ب = ---------- کہیں ----------

2 مطبوعہ - ب = ---------- دیوانہ -----

3 مطبوعہ - ب = ---------- پیچاں -----

* اوّل میں اس قافیہ و ردیف کی 4 غزلیں ہیں - بنیادی اور مطبوعہ میں اس قافیہ و ردیف کی 3 غزلیں ہیں - یہ تینوں غزلیں اوّل کی ان چاروں غزلوں کے انضمام سے ترتیب دی گئی ہیں - مندرجہ بالا غزل اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی پہلی اور دوسری غزل کے منتخب اشعار پر مشتمل ہے - مندرجہ بالا غزل کے آخری 3 شعر اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 2 (کیا عجب سودا ہے زلف یار کی تاثیر سے) سے شامل کیے گئے ہیں - اوّل میں اس غزل کے 3 شعر، نمبر 8، 13، 14، 15 اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں -

داغ کس کے عشق کا یہ چاند کے سینے میں ہے — چاک ہے جیبِ کتاں گر چاند کی تاثیر سے

زلفِ مشکیں سے فروغِ روئے جاناں ہے دو چند — یاں ہے روشن تر چراغ اس کالے کی تاثیر سے

ابرِ غم میں گھر گیا میں تیری زلفیں دیکھ کر — بجلیاں گرتی ہیں مجھ پر سونے کی زنجیر سے

سن چکے ہیں خوب اردوئے معلیٰ کی زباں — سالہا صحبت رہی ہے مجھ کو ناسخ میر سے

کیا عجب سودائے زلفِ یار کی تاثیر سے ؟ سنبلستاں ہو جو پیدا دانۂ زنجیر سے

ہستیِ عاشق ہے تیرے حسن کی تاثیر سے ذرّے پیدا ہوتے ہیں خورشید کی تنویر سے

بختِ بد نے موردِ نفرت کیا ایسا مجھے ہو گیا چیں برجبیں کاغذ مری تصویر سے

پائے قاصد پھرتے پھرتے گھس گئے مثلِ قلم خط وہ لیتا ہی نہیں کیا فائدا تحریر سے ؟

ہو خطِ مشکیں سے دُونا کیوں نہ حُسنِ روئے یار ؟ قدر صفحے کی زیادہ ہوتی ہے تحریر سے

سارے عالم کو ہے کیا بے اختیارانہ رجوع خاکِ گورستاں نہیں کم سرمۂ تسخیر سے 3

عاریت جو شے ہے حاجت اس سے بر آئی نہیں پرَ تو ہیں پرَ کب اڑا جاتا ہے از خود تیر سے ؟

خط جو نکلا ہے تو منہ پر پڑی ہے میری آہ سبز مزرع ہوگیا ہے برق کی تاثیر سے

ہوں میں ایسا پست طالع ہو نہ صرصر سے بلند کاغذِ بادی بنائیں گر مری تصویر سے

آئینہ خانہ ہے عالم عکس افگن ہے وہی ہے فروغِ مہر و ذرات ایک ہی تنویر سے

خط نکل آیا وہاں باقی یہاں مضمونِ شوق دیکھئے کب ہو فراغت نامے کی تحریر سے

ہو نہ برہم گر تری زلفوں میں غل کرتے ہیں دل کس طرح نالے نہ نکلیں اے پری زنجیر سے ؟

اپنی صورت دیکھ کر وہ آپ دیوانہ ہوا آئینہ شائد بنا ہے آہنِ زنجیر سے

فندقوں سی گوری گوری انگلیاں ہیں مثلِ شمع ہے بجا تمثیل ناخن گیر کو گُل گیر سے

وہ تو ہے تیرے لئے ناسخ! یہ اوروں کے لیے قبر کی تعمیر کرنا قصر کی تعمیر سے

1 - اوّل - مطلع 1 - ا = -------- ہے ---------

2 - اوّل - مطلع 2 - ا = ہے وجود عشق تیرے -------

3 - اوّل - ا = ----- کیا ہے اختیارانہ -----------

4 - اوّل - ا = -------- ہے یہاں ------

* مندرجہ بالا غزل میں شعر نمبر 11 تا 15 اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی تیسری غزل (جل اٹھا باغ اس کی برقِ حُسن کی تاثیر سے) سے شامل کیے گیے ہیں - اوّل میں اس غزل کے 2 شعر ، نمبر 7 ، 10 اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں -

رم رہے تیری پری رُو رام ہو جائے رقیب ہے تری تسخیر مشکل دیو کی تسخیر سے

تیرے لبِ جاں بخش ایسے ہیں کہ دم میں دی حیات سب تصاویرِ مرقع ہوں تیری تصویر سے

جل اٹھا باغ اس کی برقِ حسن کی تاثیر سے — پھول اب گل چیں اٹھاتے ہیں تو آتش گیر سے

چھوٹتا ہے کب لہو میرا کسی تدبیر سے؟ — تیغِ جوہر دار قاتل ہے سوا زنجیر سے

مست ہے عالم مرے اشعار کی تاثیر سے — مثلِ مینا سے ٹپکتی ہے مری تقریر سے

فاش ہو باغِ جہاں میں رازِ دل ممکن نہیں — سیکھے ہیں طرزِ فغاں ہم بلبلِ تصویر سے

بندھ سکے مضموں نہ میری وحشتِ پر زور کا — مثلِ سودائی کوئی باندھے اگر زنجیر سے

رزق کا کیا غم کہ ہوتا ہے تولد بعد طفل — پہلے بھرتا ہے خدا پستان مادر شیر سے

شمع ہے وصفِ رخِ پر نور لکھنے سے قلم — ہے بجا نسبت جودوں قط گیر کو گلُ گیر سے

بے گناہ ایذا نہ دے ہم کو صنم بہرِ خدا — امن ہے سودائیوں کو جرم کی تعزیر سے

تھا تُوجاں بخشی میں عیسیٰ پر ہوا موسیٰ کا شک — آشکارا جب ہوئی لُکنت تری تقریر سے

بعد مُردن بھی تصور ہے کسی شب گرد کا — حشر برپا ہے عدم میں نالۂ شب گیر سے 2

نرم کرتی دل ترا گر عشق کھو دیتا نہ عقل — کرتے ہیں پتھر کو پانی شیشہ گر تدبیر سے

زر تصدق کرتے ہیں جو اغنیا تل بیٹھ کر — کلبد ان کے بنائے ہیں مگر اکسیر سے

ہے پرستو آؤ کرلیں محتسب کو سنگ سار — بچ رہے ہیں سنگ کچھ مے خانے کی تعمیر سے

موجِ خوں بھی مثلِ برقِ ابر ہے دامن کے ساتھ — جاسکا قاتل نہ میرے خونِ دامن گیر سے

ہے نکوکاری عبث اے بانیِ بنیادِ ظلم — فائدا حجّاج کو کیا کعبے کی تعمیر سے

ہے ریاضِ فکرِ ناسخ کی جو شادابی یہی — لکھنؤ میں آئے گی روح غنیِ کشمیر سے

---

1 ـ مطبوعہ ـ ا = ------------------ میں ------

2 ـ مطبوعہ ـ ب = مخطوطے میں کتابت کی غلطی ہے ـ مصرع ثانی میں سہو کاتب سے "کا" بجائے "سے"

* مندرجہ بالا غزل اوّل کی اسی قافیہ و ردیف کی تیسری اور چوتھی غزل کے منتخب اشعار پر مبنی ہے ـ شعر نمبر 3 اور شعر نمبر 9 تا 16 اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی چوتھی غزل سے شامل کیے گئے ہیں ـ اوّل میں اس قافیہ و ردیف کی تیسری غزل کے شعر نمبر 5، 9، 12، اضافی ہیں ـ مطبوعہ میں اس تیسری غزل کے دو شعر اضافی ہیں اوّل کا اس غزل کا اضافی شعر نمبر 9 مطبوعہ کا اضافی شعر، نمبر 5 ہے ـ مطبوعہ کا دوسرا اضافی شعر، نمبر 11 اضافی ہے جو اوّل کی چوتھی غزل کا اضافی شعر نمبر 4 ہے ـ اول کے اس غزل کے اضافی شعر ترتیب وار درج ذیل ہیں ـ

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا حاشیہ)

کیا عجب گر کھینچے ہے گلدار کوئے یار کو
اڑ چلی تصویرِ بلبل صفحۂ تصویر سے

گرشبیہ اُس گل کی رکھ دیں تو موقع ہو ابھی
عرصۂ محشر فغانِ بلبلِ تصویر سے

سامنے میرے یہ ابرو کا اشارہ غیر سے
کاٹ ڈالوں گا ابھی اپنا گلا شمشیر سے

اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی چوتھی غزل جو مندرجہ بالا غزل میں ضم کی گئی ہے کے 7 شعر ، نمبر 2، 4، 5، 8، 9، 12، 13، اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں -

خالی ہوں شعر اپنے کیا کسی تاثیر سے
خوں ٹپکتا ہے دلِ مجروع کا تقریر سے

سرو قد اس نوجواں کا بس ہے مجھ آزاد کو
شجرۂ ملعونہ مانگوں زاہدا! کس پیر سے؟

خاکساری سے بشر کی ضد ہوتی ہے زیاد
جس طرح مس کو بناتے ہیں طلا اکسیر سے

عمر بھر سیماب کی مانند بے تابی رہی
کم نہ ہوگی خاک اپنی بعدِ مرگ اکسیر سے

کیا تری خونخوار آنکھیں ہیں کہ پڑتے ہی نگاہ
آ ہوئے صحرا تڑپنے لگتے ہیں نخچیر سے

موجِ خوں بھی مثلِ برق ابسو ہے دامن کے ساتھ
جا سکا قاتل نہ میرے خونِ دامنگیر سے

دل مرا کس کے تصور کا تجلی گاہ ہے؟
شعلے اٹھتے ہیں جو مثلِ برق اب تقریر سے

پری رُو دیر سے اِس سوچ میں سارا زمانہ ہے — دہانِ یار میں ہیں دانت یا زلفوں میں شانہ ہے

بگڑتے جاتے ہیں لاکھوں ہزاروں بنتے جاتے ہیں — جہاں میں رات دن جاری خدا کا کارخانہ ہے

نہ دو تشبیہ تیغِ ابروے خم دارِ جاناں کو — کہ ماہِ نو تو اک اترا ہوا اُونا پرانا ہے

چراغ و شمع کیا، لا جام و مینائے مئے گلگوں — مری تربت پہ ساقی! ابرِ رحمت شامیانہ ہے

ہوا سائل جو آکر جان سے مارا وہیں اس کو — مگر بندوق کا پاس اہلِ دولت کے خزانہ ہے

ہوا ہوں زرد رنجِ ہجر سے میں ناتواں ایسا — کہ شاخِ زعفراں میں مرغِ جاں کا آشیانہ ہے

کہیں ہے فوق بلبل شاخِ گل پر دستِ جاناں کو — کہ اس میں طائرِ رنگِ حنا کا آشیانہ ہے

مہیا بزمِ مے میں ساقیا! سب سازِ عشرت ہیں — کہ دورِ جام رقص اور قلقلِ مینا ترانہ ہے

کوئی دل گر نہ ہو دو دن مکدر تو غنیمت ہے — ہوا کو ایک دن آخر غبار اپنا اُڑانا ہے

حقارت سے نظر کرتے ہو کیا چاکِ گریباں پر — نہ سمجھو مفلسی ہم عشق بازوں کا یہ بانا ہے

بچھا دے توڑ کر شیشوں کو ساقی! میرے بستر پر — شبِ فرقت ہے مجھ کو بے کلی سے تلملانا ہے

فلک کی تاک بندی ہے نہ گُل حیزی زمیں کی ہے — بہارِ گلشنِ ایجاد کو اک روز جانا ہے

جہاں تارِ نفس ٹوٹا گیا میدانِ ہستی سے — دہانِ توسنِ عمرِ رواں کو تازیانہ ہے

پری رُو رشک کی جا ہے ملے کا جاکے حوروں سے — کوئی دم میں ترا ناسخ! سوئے جنت روانہ ہے

---

1 - اوّل - ا = ------------------ اس کو

1 - اوّل - ب = ------------------ اونی ---

2 - اوّل - ا = ------------------ ہے

3 - اوّل مطبوعہ - ب ------------------ کا دہانہ ---

* اوّل میں اس قافیہ و ردیف کی 4 غزلیں ہیں - مطبوعہ و بنیادی میں اس قافیہ و ردیف کی 3 غزلیں ہیں - یہ تینوں غزلیں اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی چاروں غزلوں کے منتخب اشعار سے ترتیب دی گئی ہیں - مندرجہ بالا غزل کا مطلع اور شعر نمبر 10 تا 13 اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 2 میں شامل ہیں - مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 5 اوّل میں نہیں ہے - اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی پہلی غزل 16 اشعار پر مشتمل ہے - اس کے 8 شعر مطلع اور نمبر 2، 6، 7، 8، 9، 10، 11 اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں -

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا حاشیہ)

جو بلبل ہوں تو اُس گلشن میں میرا آشیانہ ہے
جہاں ہر زاغ کی منقار میں موزوں ترانہ ہے

حسیں جو آیا اک دم کو مطیع اُس کا زمانہ ہے
مرے ویرانے میں گویا ہما کا آشیانہ ہے

سیہ پوشش نہیں ہر گز پڑا ہے سایہ کعبے پر
حریمِ دل وہ ہے جس کا حرم بھی آشیانہ ہے

شبِ فرقت میں تنگ آیا ہوں اپنی زندگانی سے
صنم تیرا بہانہ مجھ کو مرنے کا بہانہ ہے

جو ہے معشوق وہ عاشق ہے مجھ پر دیکھ گلشن میں
لبِ ہر برگِ گلؑ پر آج بلبل کا ترانہ ہے

کیا ذکرِ خدا نے یادِ بت میں بے قرار ایسا
کہ اس میں طائرِ رنگِ حنا کا آشیانہ ہے

کیے دیتے ہیں ظاہر حالِ باطن نالۂ سوزاں
زباں کی طرح گویا آج آتش کا زبانہ ہے

نظر آتی ہے سجدے میں جماعت اے صنم! جس دم
یقیں مسجد پہ ہوتا ہے کہ تیرا آستانہ ہے

ہمیشہ زیر بار اپنی محبت میں زمانہ ہے   اٹھاتے ہیں جو رنج اک دن انہیں لاشہ اٹھانا ہے
دکھا دیتا ہے کافورِ سحر روز آسماں سب کو   ولیکن غافل اپنے غسل میت سے زمانہ ہے
میں وہ ہوں مردہ بیکس کہ میری قبر کے اوپر   بنی ہے برق جھالر ابرِ رحمت شامیانہ ہے
نہ ہوگا مزرعِ اعمال زاہد بارور ہرگز   کہ سر سبزی سے ہے محروم سبحی کا جو دانہ ہے ۱
خطِ عارض یہ رہتی ہے نظر آئینے میں اس کی   ھُنرِ آہوانِ چشم کو سبزہ چرانا ہے
جو مالکِ گنجِ زر کا ہے بجا ہے سر کشی اس کی   کہ فوارے کو دیکھو پاس پانی کا خزانہ ہے ۲
چھپایا ہے جو منہ پردے میں تو نے اے پری ہم سے   کفن میں ہم کو اب سارے جہاں سے منہ چھپانا ہے ۳
ہزاروں قاتلِ عاشق رگڑتے ہیں جبیں آکر   برائے تیغِ ابرو سنگ تیرا آستانہ ہے
ہزاروں مرغِ آتش‌خوار اے جراح ! آئے ہیں   تجھے پھاہا جو میرے داغِ سوزاں سے چھڑانا ہے
جدا ہوتا نہیں زیرِ زمیں بھی جو مرے سر سے   زرِ داغ جنوں شائد کہ قاروں کا خزانہ ہے
تصور روز رہتا ہے عذارِ صافِ جاناں کا   ہمارا خانۂ دل اب تو آئینے کا خانہ ہے
ہوا ثابت جو دیکھا اژدہا و گنج کو باہم   جو موذی ہیں ہمیشہ ان کے قبضے میں خزانہ ہے
غبارِ راہ ہم سمجھیں نہ کیوں کر جسم خاکی کو   رگِ جاں توسنِ عمرِ رواں کو تازیانہ ہے
نہ کیوں غائب رہوں چشمِ جہاں سے ان دنوں ناسخ   مجھے اس کی کمر کا غیب سے مضمون لانا ہے

۱۔ اوّل ۔ ب ۔ .... سبحے ....
۲۔ مطبوعہ ۔ ا ۔ .... ہے ....
۳۔ اوّل ۔ ب ۔ .... میں ....

مندرجہ بالا غزل اوّل میں ۱۷ اشعار پر مبنی ہے۔ شعر نمبر ۵ تا ۷ اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی تیسری غزل میں شامل ہیں ۔ شعر نمبر ۸ تا ۱۳ اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر ۲ میں شامل ہیں ۔ اس غزل کا مقطع اوّل میں اس قافیہ و ردیف کی دوسری غزل کا مقطع ہے ۔ اوّل میں اس غزل کے ۲ شعر نمبر ۳، ۵، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۳، اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں ۔

نہائت جوش زن ہے شیرۂ انگور دانوں میں   نجانے باغ میں کس بادہ کش کو آج آنا ہے
نہیں برباد کرتا آسماں مشتِ غبار اپنا   کسی شمشیر زن کو کیا کہیں سینہ لگانا ہے
غبار اڑ کر کبھی جاتا ہے دیکھیں کوئے جاناں کو   پس از مُردن ہمیں اپنا نصیبا آزمانا ہے
ترا قمچی دکھانا اے معلم طفلِ مہ رو کو   ہمارے توسنِ عمرِ رواں کو تازیانہ ہے
ہوئی ہے صرف گو شمشاد کی ہر شاخ شانوں میں   مگر اب تک وہی زلفِ پری کا شاخسانہ ہے
پھنسا ہے پنجۂ وحشت مرے تارِ گریباں میں   تصور میں گر اس دم کسی کا کل کا شانہ ہے

اجل سر پر کھڑی ہے خواب غفلت میں زمانہ ہے
چھپر کھٹ کے عوض لازم جنازے کا بنانا ہے

غبارِ مستیِ عاشق جو آج اُس کو اڑانا ہے
سمندِ ناز کو گردن کا ڈورا تازیانہ ہے

عذارِ آتشیں پر باد کش کا اک بہانا ہے
کہ منظور اس کو اپنے سبزۂ خط کا جلانا ہے

لبِ گل رنگ پر مستی کا لگانے کا بہانہ ہے
اسے برگِ گلِ لالہ کو نافرمان بنانا ہے

نکلتا ہے جو ہر گل زر بکف گل زارِ عالم میں
خدا جانے زمیں میں دفن یہ کس کا خزانہ ہے ؟

نہ دے اے جوشِ بدمستی بہت ترغیبِ گستاخی
خجالت یار سے ہوگی کبھی تو ہوش آنا ہے

اشارہ آمدورفتِ نفس کا ہے یہی ہر دم
بدن میں دم جو آیا ہے مقرر اس کو جانا ہے

رکھا ہے ہاتھ شفقت سے کب اُس نے میرے سینے پر؟
اُسے اب آتشِ رنگ حنا سے دل جلانا ہے

کمی ہوتی نہیں نقدِ سخن کی یاں کبھی ناسخ !
ازل سے اپنے قابو میں معانی کا خزانہ ہے

---

* مندرجہ بالا غزل سوائے مطلع اور شعر نمبر 3 کے اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی چوتھی غزل پر مبنی ہے مندرجہ بالا غزل کا مطلع اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی تیسری غزل کا مطلع ہے - اوّل میں اس قافیہ و ردیف کی تیسری غزل 16 اشعار پر مبنی ہے - اس کے 11 شعر ، نمبر 2 ، 3 ، 4 ، 6 ، 7 ، 10 ، 11 ، 12 ، 14 ، 15 ، 16 ، اضافی ہیں - مندرجہ بالا غزل کے 7 شعر اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 4 میں شامل ہیں ، اس غزل کے مطلع کے علاوہ 3 شعر ، نمبر 4 ، 9 ، 12 ، اضافی ہیں - اوّل کی اس ردیف کی تیسری اور چوتھی غزل کے متذکرہ بالا اضافی شعر بالترتیب درج ذیل ہیں -

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا حاشیہ)

اُسے دست حنائی پــر ...ـ لگانا ہـــے
قبر ــ ــ ـ ساں مـردۂ ہندو جلانا ہـــے 1

کوئی آنسو اُسے میـرے جنازے پر گرانا ہـــے
لگائی ہے غمِ فرقت نے آگ اُس کو بجھانا ہے

سی شب خواب میں اُس بے خبر کے پاس جانا ہے
ضرور اب مجھ کو اپنے بختِ خفتہ / کا جگانا ہے

بہت مشکل کسی کے بخت کا دکھانا ہـــے
کہانی کی طرح مشہور مردوں کا جلانا ہـــے

تنِ تنہا عدم کو جاتے ہیں دنیا سے سب لیکن
ہجومِ یاس و حرماں کو ہمارے ساتھ جانا ہے

مجھے روتے جو دیکھا اپنے کوچے میں تو کیا بولا
اجی منظور کیا میرے محلے کا بہانا ہـــے ؟

یہ سنتے ہیں کہ قاتلِ اوّل اولادِ آدم تھا
عداوت ہے زمانے میں دلا! جب سے زمانہ ہے

کہاں اُس راست قد کو چھوڑ کر اب مرغِ دل جاوے
اُسی سروِ سہی میں مثلِ قمری آشیانہ ہـــے

مقامِ کعبہ تُو کسی کو دکھاتا ہے میں حیراں ہـــوں
تصور میں یہاں زاہد کسی کا آستانہ ہـــے

- - - - - - - - - - - - - - - مے کش کی جھوٹی ہو
جو میری قبر پر ساقی کوئی قطرہ گرانا ہـــے 2

پہلا احباب تو احباب کرتے ہیں تلاش اعــدا
مگر دیوانِ ناسخ کا کوئی مضمون چرانا ہـــے

اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی چوتھی غزل کے اضافی شعر =

.... مثل نوح دشمن اک زمانہ ہـــے
بہانا ہے مجھے عالم پہ رونے کا بہانا ہـــے 3

بہاؤں کیوں نہ آنسو میں فراقِ یار میں ہر دم
اسی دریا سے مجھ کو گوہرِ مقصود پانا ہے

کسی کے سبزۂ خط کے تصّور میں جو روتے ہیں
ہوا کرتا ہے سر سبز اپنے اشکوں کا جو دانہ ہے

نہیں یاں دولت.......دیدارِ صنم ممکن
ہمارے بخت کا ـ...قیامت کا دکھانا ہـــے 4

1 ـ ا = ناخوانا

ء ـ ب = ناخوانا

2 ـ ا = ناخوانا

3 ـ ا = ناخوانا

4 ـ ا = ناخوانا

" ـ ب = ناخوانا

یہ آدمی ہے کہ برسوں جمال رہتا ہے
وگرنہ ماہ کو اک شب کمال رہتا ہے

یہ پھک رہا ہے مرا جسم آتشِ غم سے
کہ طوق بھی مری گردن میں لال رہتا ہے

کبھی نہ آئینہ دیکھا پئے خود آرائی
یہ بے مثالی کا اس کو خیال رہتا ہے

ہوا ہوں خالِ رخِ یار دیکھ کر حیراں
سیاہ آگ میں کیوں کر زگال رہتا ہے ؟

ہے فیض خاک نشینوں سے سر بلندوں کو
کہ سبز پانی ہی سے ہر نہال رہتا ہے

یہ رنگ سینہ خراشی میں اب ہے ناخن کا
کہ جیسے سرخ شفق میں ہلال رہتا ہے 1

نہ ترک صحبتِ احباب کیجیو ناسخ
گرا جو برگِ شجر پائمال رہتا ہے

---

1 ـ اوّل ـ ا = ---------------- یاں ------------

بھرے ہیں جامِ مے لب ریز شبنم ساغرِ گل ہے   اُدھر ہے نغمۂ بلبل اِدھر شیشے کی قلقل ہے

دلِ پُر داغ کی ہے بے قراری ظاہر اشکوں سے   عیاں خورشید کا جس طرح پانی میں تزلزل ہے

کمر ہے اس صنم کی گو نظر آتی نہیں ہم کو   خدا غائب ہے لیکن اس کی ہستی بے تامل ہے 1

افق سے تا افق بس ایک ہی سطحہ ہے پانی کا   ہمارے اشک کا دریا ہے عالم آسماں پُل ہے 2

کوئی نالاں ہے کوئی داغ ہے تجھ پر گلستاں میں   جو بلبل تھی وہ گل ہے اور جو گل تھا وہ بلبل ہے

لٹکتی ہیں جو سر سے پاؤں تک دونوں طرف زلفیں   قدِ نازک ترا نامِ خدا اک شاخِ سنبل ہے

ترا کوچہ بھی کب اے رشکِ گل کم ہے گلستاں سے؟   وہاں ہے بلبلوں کا غُل یہاں زنجیر کا غُل ہے

رہوں کیوں کر نہ اُس کے گرد میں مانندِ پروانہ؟   کہ منہ ہے شمع کا شعلہ تو دود شمع کا گل ہے

لگا دی آگ کس آتش کے پرکالے نے گلشن میں؟   کہ ہر گل شاخ میں گویا ہمارے ہاتھ کا گل ہے

ہوئی تقلید سے کب قدر عالی پست فطرت کی؟   چمن کا گل ہے سر پر اور کس جا کفش کا گل ہے

نسیمِ باغ ہے دودِ چراغ اب بے دماغی میں   تری فرقت میں ہر گل مجھ کو گویا شمع کا گُل ہے 3

جلا ایسا چمن رشکِ بہار روے جاناں سے   بنیں گلبن کی شاخیں شمع ہر گل شمع کا گل ہے

حُدی خواں ہیں جلو میں ناقۂ لیلیٰ کے تو نا سخ!   ہجوم کو دکاں گلیوں میں مجنوں کا تجمل ہے

---

1 ۔ اوّل ۔ ا = ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کی ہے بیشک ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

2 ۔ اوّل ۔ ا = ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سطح ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

3 ۔ اوّل ۔ ا = ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ چراغاں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

* ۔ اوّل ۔ ب = ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ گویا ہر گل مجھ کو ۔۔۔۔۔۔۔

* اوّل میں مندرجہ بالا غزل 16 اشعار پر مبنی ہے ۔ اوّل کے اس غزل کے 3 شعر، نمبر 3، 4، 14، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں ۔

دمِ یاسیں بھی اس نے مصحفِ عارض نہ دکھلایا   بھلا کیا موتے ہم جاں بر قیامت ہے تغافل ہے

نہیں ہے چاہِ کنعاں جو رہائی مثلِ یوسف ہو   کہ دل چاہ زنخداں میں اسیر چاہ بابل ہے

شبِ وصل آئی برسوں میں تو شرم اب دیتی ہے حسرت   رہے گر شمع یاں روشن چراغِ زندگی گل ہے

شوکر ایک پانے حنائی سے لگایا چاہیے — پھول کوئی میری تربت پر چڑھایا چاہیے 1

باغ میں اس گل کو لے جاکر ہنسایا چاہیے — کھلیوں میں عندلیبوں کو اڑایا چاہیے 2

اشک کوئی چشم مے گوں سے گرایا چاہیے — بادہ مجھ مے کش کی تربت پر چڑھایا چاہیے 3

پنجۂ گل گوں چمن کو اب دکھایا چاہیے — رشک سے منہدی کی ٹٹی کو جلایا چاہیے 4

چہرۂ جاناں ہے مصحف اور میں بیمار ہوں — وار کر اس پر سے پانی اب پلایا چاہیے

دل کو خواہش ہے کہ طفلانِ حسیں گھیرے رہیں — آپ کو اِن روزوں دیوانہ بنایا چاہیے

میرے نالے سن کے چڑھ آیا وہ ظالم بام پر — آسماں کو اب دماغ اپنا چڑھایا چاہیے

جس کے ساتھ آیا خزانہ قصد رکھتا ہے یہی — مثلِ فوارہ جہاں میں سر اٹھایا چاہیے

داغِ فرقت زیست بھر سوزِ جہنم بعدِ مرگ — ان بتوں کو کس توقع پر خدایا چاہیے؟

یار کی ٹیڑھی نگہ بھی لطف سے خالی نہیں — ہو اگر تلوار اصیل اس کو دمایا چاہیے 5

طالبِ زینت نہیں رنگینیِ بے ساختہ — پنجۂ مرجاں کو کیا منہدی لگایا چاہیے ؟ 6

بے توانی شائگاں ہیں مثلِ گنجِ شائیگاں — شاہِ ملکِ نظم زیبا ہے کھایا چاہیے

محفلِ عشرت میں ناسخ یاد آیا ہے غنی — شمع ساں مستی میں یاروں کو جلایا چاہیے 7

---

1 -اوّل - مطلع 1 - ا = -------- نگاریں --------

2 - اوّل - مطلع 2 -ا = -------- بٹھایا ------

3 -مطبوعہ - ا = ----- گرا کر نشے میں (بہ مطابق اغلاط نامہ طبع اوّل)

4 - ب = -------- مہدی --------

5 -مطبوعہ - ا = ----- ٹیڑھی - = مخطوطے میں سہو کاتب سے " ٹھہری " بجائے " ٹیڑھی "

5 -مطبوعہ - ب = تیغ جو ہووے اصیل ----------

6 - اوّل ب = ---------- پانی پلایا ---------

7 -مطبوعہ - ب = --------- ہنسنے ----- رولایا -

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا حاشیہ)

مندرجہ بالا غزل اوّل میں 16 اشعار پر مشتمل ہے - اوّل میں اس غزل کے 3 شعر ، نمبر 5 ، 7 ، 10 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں -

آتشِ گل کو چمن میں اب بجھایا چاہیے ہے عرق منہ پر بٹے گلگشت جانا چاہیے

ہر طرح سے کوچۂ جاناں میں جایا چاہیے جسم کو طاقت جو ہے تو خیر ورنہ روح ہے

چل کے آج ....جگایا چاہیے پاسِ رسوائی ہے اور دشوار ہے ضبطِ فغاں 1

مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 12 غیر مطبوعہ ہے ، یہ شعر اوّل میں نہیں ہے -

1 ـ ا سہو کاتب سے " دشواری " بجائے " دشوار "

1 ـ ب ناخوانا -

کون سا خورشید آج اپنا چراغِ خانہ ہے ؟ | بزم میں باہم ہجومِ ذرۂ و پروانہ ہے

دل خیالِ چشمِ مستِ یار سے مے خانہ ہے | داغِ سودا جو نظر آتا ہے اک پیمانہ ہے

پاؤں میں کانٹے چبھے ہیں پیرہن ہے چاک چاک | باغ میں جو گل ہے تیرے عشق میں دیوانہ ہے

میں نے ڈالا ہے جو ڈورا موے زلفِ یار کا | مشک دانہ ہے مری تسبیح کا جو دانہ ہے

دم نہیں باقی کسی میں تیری صورت دیکھ کر | بزمِ خوباں جوششِ حیرت سے/تسبیح خانہ ہے (اک بت)

رہتی ہے محفل میں حائل درمیاں فانوسِ شرم | روئے جاناں شمع ہے اپنی نگہ پروانہ ہے

1 اس قدر ہوتا نہیں دستِ حنائی کا اثر | پنجۂ خورشید تیرے گیسوؤں کا شانہ ہے

کر گئے وحشت نہ اس وحشت سرا سے کون کون ؟ | مثلِ مجنوں کل ہمارا حال بھی افسانہ ہے

ہے وہ گلشن داغ ہائے یاس سے سینہ مرا | مرہمِ زنگار جس میں سبزۂ بیگانہ ہے

2 آج کس شمعِ تجلی کا تصور ہے مجھے ؟ | جو مژہ ہے میری آنکھوں میں پرِ پروانہ ہے

ہو گیا مینائے مے خالی اگر تو جان لے | ساقیا! لبریز اپنی عمر کا پیمانہ ہے

مول لیتا ہے بہ رنگِ لالہ تیرا داغِ عشق | ہاتھ میں زرلے کے گُل کہتا ہے یہ بیعانہ ہے

عازمِ گل گشت وہ غارت گرِ گلشن ہے کیا ؟ | آمد و رفتِ نسیمِ صبح بے تابانہ ہے

بعد مر جانے کے عاشق بھی نہیں رہتے ہیں پاس | کوئی بھی بالینِ شمعِ مردہ پر پروانہ ہے ؟

اس زمیں میں ناسخ! اب مستانہ پڑھیے چند شعر | ہے بغل میں شیشۂ مے ہاتھ میں پیمانہ ہے

---

1 ۔ اوّل ۔ ا = ------------ دیکھا --------

2 ۔ اوّل ۔ ب = ---------------- وہی -----

* اوّل میں اس قافیہ و ردیف کی 4 غزلیں ہیں ۔ بنیادی مخطوطے اور مطبوعہ میں اس قافیہ و ردیف کی 3 غزلیں ہیں ۔ جو اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی چاروں غزلوں کے منتخب اشعار پر مشتمل ہیں ۔ مندرجہ بالا غزل کے اشعار 1 تا 10 اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 1 سے اور 11 تا 15 غزل نمبر 2 سے شامل کیے گئے ہیں ۔ اوّل میں اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 1 کے 2 شعر ، نمبر 5 ، 10 اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں ۔ مقطع اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 1 میں شامل ہے ۔

بامِ گردوں پر نظر آتا نہیں یہ آفتاب | ایک عالم میں خیالِ عارضِ جانانہ ہے

چشمِ خم سے ہو ساقی موج زن دریائے مے | مثلِ گرداب آج گردش میں مری پیمانہ ہے

باعثِ گریہ خیالِ نرگسِ مستانہ ہے — دل مرا مینائے مے ہے چشمِ تر پیمانہ ہے
دل مرا فانوسِ شمعِ عارضِ جانانہ ہے — روح قالب میں نہیں ہے بزم میں پروانہ ہے
نورِ رخسارِ صنم سے اور مژہ کے عکس سے — شانہ تھا سو آئنہ ہے آئنہ سو شانہ ہے
کرتے ہیں محرومِ رحمت ہی عبادت کا شمار — سبز کیا بار اں سے ہو تسبیح کا جودانہ ہے
بال سلجھاتا ہے وہ دستِ حنائی سے جو آج — پنجۂ مرجاں دلا اُن گیسوؤں کا شانہ ہے
ہوش بدمستی میں رہتا ہے عبادت کا ہمیں — منہ کے بَل کرنا زمیں پر سجدۂ شکرانہ ہے
خندۂ دنداں نما خوش آئے کس محبوب کا — یاد اے قاتل! تری تلوار کا دندانہ ہے
نام سر سبزی ہے جس کا بوستانِ دہر میں — اے نہالِ آرزو وہ سبزۂ بیگانہ ہے
مجھ کو حاجت ہے کبوتر کی نہ قاصد کی تلاش — یار میرا شمع ہے نامہ مرا پروانہ ہے
جان دے کر جاؤں گا اندر میں جنت کی طرح — جان کا خواہاں جو دربانِ درِ جانانہ ہے
رنج اٹھا کر بھاگتا ہے پر بہلا دیتا ہے شوق — شمع ہے تُو اے ستم گر دل مرا پروانہ ہے
رات دن جو ہے تصور گیسوئے شب رنگ کا — پنجۂ خورشید بھی اک آبنوسی شانہ ہے
آتشِ داغِ جدائی کے جو مضموں ہیں تمام — شمع ہے مکتوب مرغِ نامہ بر پروانہ ہے
بیدِ مجنوں میری تربت پر ہوا بویا جو تخم — استخواں سونگھا مرا جس سگ نے وہ دیوانہ ہے
جوشِ مستی میں پڑھوں پیرِ مغاں کے سامنے — اس زمیں میں مجھ کو یاد اور اک غزل مستانہ ہے

---

1 = مطبوعہ ۔ ا ------------------ مجھے

2۔ اوّل ۔ ا = ------------- یاد -------

3۔ اوّل ۔ ا = ----------------اے نہال آرزو

3۔ اوّل ۔ ب = بوستانِ دہر -------------

4 ۔ اوّل ۔ ا = ----- تیری ----------------

٭ ۔ مطبوعہ ۔ ب = سہو کاتب سے " ہوا " بجائے " ہے ، اور لفظ " وہ " کتابت سے رہ گیا ہے ۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا حاشیہ)

* مندرجہ بالا غزل کے اشعار 1 تا 3 اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی دوسری غزل میں شامل ہیں ، شعر نمبر 4 تا 10 اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 3 اور شعر نمبر 11 تا 14 اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 4 میں شامل ہیں - مقطع اوّل میں پہلی غزل میں شامل ہے - اوّل میں اس غزل (غزل نمبر 2) کے 5 شعر ، نمبر 7 ، 8 ، 10 ، 11 ، 12 اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں -

شمع رُو ہے کون تجھ سا زیرِ فانوسِ فلک ؟
ہم نے جو ذی بال دیکھا ہے ترا پروانہ ہے

تو نے بدمستی میں جھانکا تھا کبھی سو آج اک
روزنِ دیوار جامِ نرگسِ مستانہ ہے

دوستوں سے دوستی اور دشمنوں کی دشمنی
عاشقی میں ہم کو ناز وغمزۂ جانا نہ ہے

آبِ خجلت سے سیہ کاری سے [اے] ابرِ سیاہ
سبزا پھنے مزرعِ اعمال کا جو دانہ ہے

اس میں ہے یہ تیری یاد اور اُس میں سونے کا خیال
دل ہمارا کعبہ ہے دل غیر کا بت خانہ ہے

اُن لبوں کی یاد میں داغِ دل دیوانہ ہے　　آتشِ یاقوت سے روشن چراغِ خانہ ہے
پھر بہار آئی کہ ہر شاخ پر پیمانہ ہے　　ہر روش میں جلوۂ بادِ صبا مستانہ ہے
ہر بگولے میں عیاں ایک لغزشِ مستانہ ہے　　گردشِ چشمِ غزالاں گردشِ پیمانہ ہے
ابر ہے صحنِ چمن ہے ساقیِ مستانہ ہے　　ہر طرف کو خندۂ برق و گل و پیمانہ ہے
میرے یوسف کی خریداری عزیزو! ہے محال　　نقدِ جاں ہے اُس کی قیمت نقدِ دل بیعانہ ہے
کیا فقط مجھ کو غمِ دنیا سے آزادی ملی؟　　چھٹ کیا تکلیف دینے سے بھی جو دیوانہ ہے
ہر کسی نے کی فریبِ دوستی میں دشمنی　　میری شمعِ قبر پر موجِ ہوا پروانہ ہے
ہے نشانِ شمعِ روشن ہر چراغ چشمِ غول　　ہو چکا ہے بارہا آباد جو ویرانہ ہے 1
سر خوشی ممکن نہیں جب تک نہ چھلکے جامِ عمر　　یہ خراباتِ جہاں بھی زور ہی مے خانہ ہے 2
دیکھتے تھے کل جنہیں آنکھوں سے ہم اے غافلو!　　اوج اُن کا اپنے کانوں کے لئے افسانہ ہے
ہو ایسے خانۂ رنگیں میں مہماں ہو گئے　　یہ نہیں ثابت کسی پر کون صاحب خانہ ہے؟
محفلِ عیشِ جہاں کا ہے دلا! کیا اعتماد؟　　نشۂ مے خواب، آوازِ غنا افسانہ ہے 3
نال کرتا ہے کبھی اور لاش گرتی ہے کبھی　　جو زچہ خانہ ہے وہ اک روز ماتم خانہ ہے
گورے کالے ہوتے ہیں یک رنگ مل کر خاک میں　　سبز ہی ہوتا ہے جیسے خاک میں جو دانہ ہے
آج کو اے مہ جبینو شغل تم کو ہے یہی　　چہرہ ہے اور آئینہ ہے، زلف ہے اور شانہ ہے 4
شہر دم میں ہوتے ہیں آباد جن کے حکم سے　　ایک دن اُن کے لئے بھی گوشۂ ویرانہ ہے
آج ہے جس کے قدم سے رونقِ باغ جہاں　　کل وہی رخصت بہ رنگِ سبزۂ بیگانہ ہے
اپنے کاموں میں رہو مشغول تم اے غافلو!　　اِس کی باتوں پر نہ جاؤ ناسخ اک دیوانہ ہے

---

1 ۔مطبوعہ ۔ ا = ---------- پر -----
2 ۔اوّل ۔ ب = -----------------مستانہ
3 ۔اوّل ۔ ا = -------------- اعتبار
4 ۔مطبوعہ ۔ا = ------------- شغل ہے تم کو یہی

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا حاشیہ)

* مندرجہ بالا غزل اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی چاروں غزلوں کے منتخب اشعار پر مشتمل ہے - مطلع اور شعر نمبر 12 ، 13 ، 14 اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 3 سے اور شعر نمبر 2 تا 7 اور 15 تا 18 غزل نمبر 4 سے اور شعر نمبر 8 ، 9 غزل نمبر 1 سے اور شعر نمبر 10 ، 11 غزل نمبر 2 سے شامل کیے گئے ہیں - اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 1 اور 2 کے اضافی اشعار گزشتہ دو غزلوں کے حواشی پر درج کر دیے گئے ہیں - اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 3 اور 4 کے اضافی اشعار کی تفصیل درجِ ذیل ہے - اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 3 کے 4 شعر ، مطلع اور نمبر 4 ، 11 ، 15 اضافی ہیں - غزل نمبر 4 کے 8 شعر ، نمبر 5 ، 7 ، 8،11 ، 12، 13، 18، 19 اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں -

رات دن دل میں خیالِ نرگسِ مستانہ ہے
زخم جو ہے میرے سینے میں درِ میخانہ ہے

ساتھ بے تابانہ کیا رکھ دوں میں اُس کے دوش پر؟
جس کو مارِ سایۂ کاکل سے دردِ شانہ ہے

کیا خراباتِ جہاں میں بادہ خواری کیجیئے ؟
قابل اپنے حوصلے کے ....یاں پیمانہ ہے 1

تین غزلیں پڑھ چکا ناسخ یہ ہے چوتھی غزل
کیوں نہ رٹ لگ جائے اس کو عاشقِ دیوانہ ہے

1 اوّل کی مندرجہ بالا قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 4 کے اضافی اشعار -)

عبۂ مقصود کی محراب ہے شمشیر یاد
سر اترنا میرے تن سے سجدۂ شکرانہ ہے

ست ہوں ایسا کہ دے بادِ صبوحی صبحِ حشر
آفتاب اس کا مری نظروں میں اک پیمانہ ہے

کلیں اس آئنہ خانے میں ہزاروں ہیں یہاں
پر نہیں معلوم ان میں کون صاحب خانہ ہے

بنتِ رصحن چمن ہوں مجھ سے کیا نسبت اُسے
چغد کی مانند مجنوں ساکن ویرانہ ہے

- - - - - -
آشنائے سبز و گل سبزۂ بیگانہ ہے 2

ون نہائت بے دماغ آرزو ....
شورِ محشر مجھ کو شورِ قلقل میخانہ ہے 3

ائے ائنہ ہے کل آئنہ زانو جدا
اور عوض شانہ کے ٹکڑے استخوان شانہ ہے

چہ بیداری میں اب ہیں دیدۂ نظارہ باز
پر کبھی یہ ماجرا اک خواب کا افسانہ ہے

بوعہ میں مندرجہ غزل 20 اشعار پر مشتمل ہے - مطبوعہ میں شعر نمبر 16 اور 19 بنیادی سے زائد ہیں -

بوعہ کے یہ دونوں اضافی شعر اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 4 کے شعر نمبر 18 اور 19 ہیں -

ا - ناخوانا
ا - ناخوانا
ا - ناخوانا

لالہ و گل کا جوش ہے بلبلوں کا خروش ہے　　فصلِ وداعِ ہوش ہے موسمِ ناؤ نوش ہے
مر گئے تیرے غم میں ہم کچھ بھی ہوا نہ تجھ کو غم　　ہے یہ وہ غم کہ اے صنم کعبہ سیاہ پوش ہے
صدقے ہوتی چال پر کیوں نہ نسیم ہر سحر؟　　نقشِ قدم سے رہ گزر دامنِ گل فروش ہے ؟
عشقِ گلِ عذار ہے بس یہی خار خار ہے　　فصلِ بہارِ یار ہے اپنے جنوں کا جوش ہے
رنج ترا ہے ناگوار سوسوے تن سے جلد اتار　　کس لئے اے ستم شعار تیغ و بالِ دوش ہے
ذکرِ نزاکتِ بتاں ہے جو چمن کے درمیاں　　موجِ نسیم ہے زباں گل سو بہ رنگِ گوش ہے
رنگ ہے اس کے جسم پر گل سے کہیں زیادہ تر　　آئے برہنہ گر نظر سب کہیں سرخ پوش ہے
دیکھتے ہیں جدھر کو ہم پیشِ نظر ہے وہ صنم!　　کہتے ہیں جس کو سب حرم خانۂ بت فروش ہے
شکل نہیں نظر پڑی آیا نہیں پیام بھی　　برسوں ہوئے کہ ایک سی حالتِ چشم و گوش ہے 1
ناسخ قول ہے بجا حضرتِ میر درد کا　　حسن بلائے چشم ہے نغمہ و بالِ گوش ہے 2

---

1 - اوّل - ۱ = ---------------- پیغام ----

2 - مقطع - ۱ - تمام قلمی و خطی نسخوں اور مطبوعہ میں یہ مصرع اسی صورت میں ہے اگر ناسخ الف ندائیہ کے ساتھ ہو (ناسخا !) تو وزن پورا ہو جاتا ہے ۔

اوّل میں یہ غزل 15 اشعار پر مشتمل ہے - اوّل میں 5 شعر ، نمبر 5 ، 6 ، 8 ، 9 ، 14 اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں ۔

ان ہے ناکۂ جان میں ضبطِ فغاں ہے دہیان میں　　گرچہ ہر استخواں میں نَے کی طرح خروش ہے
نتے ہو شورِ عاشقاں کچھ نہیں کہتے جانِ جاں　　کرتی ہیں بلبلیں فغاں غنچۂ و گل خموش ہے
خت ہوا ہوں ناتواں لگتی ہے زندگی گراں　　تن سو بلائے جان ہے یاں سر بلائے دوش ہے
خط ہے جانِ جاں بوسے کی کب طلب ہے یاں؟　　خار ہے جائے گل عیاں نیش بجائے نوش ہے
د سے کم کرو نہ خوں یارو نہیں مجھے جنوں　　عاشقِ تیغِ یار ہوں اس لیے خون کا جوش ہے

آتشِ عشق وہ ہے جس میں سمندر جل جائے — اک شرر جائے جو پتھر میں تو پتھر جل جائے

پرِ پروانہ ہے کیا شمعِ رخِ جاناں پہ ؟ — گو فرشتہ بھی کوئی آئے تو شہپر جل جائے

تن بدن پھونک دیا ہے تپِ فرقت نے مرا — کیا عجب ہے جو مرے جسم سے بستر جل جائے؟

شمع ساں شوخِ تبِ غم سے ہے سوزاں مکتوب — کیوں نہ پروانے کی مانند کبوتر جل جائے ؟

ہو ترا روے جہاں سوز اگر عکس فگن — ہے یقیں خانۂ آئینۂ ستم گر جل جائے

شجرِ طور کی مانند عصائے موسیٰ — دیکھ کر کاکلِ دلدار کا اژدر جل جائے 1

دوست کہتے ہیں اُسے ساتھ جو دے آفت میں — شمع کے جلتے ہی پروانہ نہ کیوں کر جل جائے ؟

جب نہ تب نالۂ سوزاں سے جلا خانۂ دل — نہ ہوا یہ کہ کسی غیر کا بھی گھر جل جائے

ہے وہ پرکالۂ آتش قدِ موزوں تیرا — دیجئے اِس سے جو تشبیہ صنوبر جل جائے 2

آتشیں چہرہ ہے ہر شاہدِ مضموں ناسخ — کیا عجب گر مرے اشعار کا دفتر جل جائے 3

---

1 ۔اوّل ۔ ب = ---------- کو ------

2 ۔اوّل ۔ ب = ---------- سمندر -----

3 ۔مطبوعہ ۔ مقطع ۔ ا = ----- سے ---

3 ۔اوّل ۔ ب = اوّل میں سہو کاتب سے اس سے پہلے شعر کا مصرع ثانی اس شعر کے مصرع ثانی کے طور پر دوبارہ لکھا گیا ہے ۔

* اوّل میں یہ غزل 14 اشعار پر مشتمل ہے ۔اوّل میں اس غزل کے 5 شعر ، نمبر 4 ، 5 ، 9 ، 10 ، 11 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں ۔

آتشِ رنگِ رخِ یار سے کیا زلف کو خوف؟ — کوئی شے شعلۂ کافور سے کیوں کر جل جائے ؟

گر مرے نالۂ سوزاں کا اڑائیں انداز — مثلِ ققنس ابھی ہر مرغ نوا کر جل جائے

کھیل سمجھے وہ صنم جان کی آتش بازی — سوزِ غم سے جو کوئی عاشقِ مضطر جل جائے

پھرِ دفعِ نگہِ بد وہ جلائے سپند — مجمرِ چرخ میں غیرت سے ہر اخگر جل جائے ؟ 1

کرۂ نار ہوئی نالۂ سوزاں سے ہوا — آشیاں سے اڑے طائر تو مقرر جل جائے

مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 4 اوّل میں نہیں ہے ۔

تیشہ لا فرہاد یاں بھی سر بدن پر بار ہے
جانِ شیریں میری اک شیریں دہن پر بار ہے 1

ے وہ کیوں کر مرغِ دل کو نازکی سے ہاتھ میں
عندلیبِ زار شاخِ یاسمن پر بار ہے

ہم سبک دوشوں سے طے ہوتی ہے راہِ دیرِ عشق
رشتۂ زنار دوشِ برہمن پر بار ہے 2

کیوں سبُک کرتا ہے واں لے جاکے اے بے چین دل
میرا ہونا اُس کی ساری انجمن پر بار ہے

کس طرح دوں چاہِ کنعاں سے بھلا اُس کو مثال
عکسِ یوسف بھی ترے چاہِ ذقن پر بار ہے؟

کو نزاکت انتہا کی ہے میانِ یار میں
اُس کا مضموں بھی مرے نازک سخن پر بار ہے

کیا نزاکت ہے کہ بوئے عطر سے ہے بسے دماغ
رنگ منہدی کا کفِ نازک بدن پر بار ہے

تیرے ہونٹوں کی کبودی سے ہوا ثابت مجھے
رنگ مسی کا ترے نازک دہن پر بار ہے

کیا خیال اپنی سبک دوشی کا آیا ہے جو آج
کوہ کو تیشہ لگانا کوہ کن پر بار ہے

ناتواں ایسے تری فرقت میں ہیں اے رشکِ گل!
برگِ گل سوسن کا ہر مرغِ چمن پر بار ہے

بوئے زلفِ عنبر افشاں لے گئی جب سے نسیم
مشک کا رکھنا غزالانِ ختن پر بار ہے

کیا عجب زنجیر ساں تنگ آکے چلانے لگے؟
دل ہمارا اُس کی زلفِ پُر شکن پر بار ہے

وہ گئے دن جو اٹھا لیتا تھا کوہِ عشق کو
کاہ کا سایہ بھی اب ناسخ کے تن پر بار ہے

---

1 ۔مطبوعہ ۔مطلع ۔ا = ------ یہاں سر بھی اوّل = یاں سر بھی ------

2 ۔ اوّل ۔ ب = ------------ ہے

* اوّل میں مندرجہ بالا غزل 15 اشعار پر مشتمل ہے ۔ مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 9 اوّل میں نہیں ہے ۔ اوّل کے 3 شعر ، نمبر 5 ، 10 ، 11 اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں ۔

ازمِ صحرائے غربت ہوں وطن اب چھوڑ کر
یاں مرا رہنا تمام اہلِ وطن پر بار ہے

چاک کر مثلِ قبائے گل اب اے دستِ جنوں
پیرہن ان روزوں اپنے بھی بدن پر بار ہے

مثلِ گل میں ٹکڑے رہنے دو برنگِ جیب و گل
چاک کا سینا ہمارے پیرہن پر بار ہے

سامنے آنکھوں کے اب دن رات اُس کا خال ہے　　اِن دنوں تاباں ہمارا کوکبِ اقبال ہے 1

لڑکھڑاتے ہیں قدم مستانہ تیری چال ہے　　تاکِ انگور اے بتِ نازک جو سر پر شال ہے

کمر میں بیٹھے یار کو جو چاہے پاؤں سو بخیر　　جب تلک خانے میں آئنہ ہے بسے تمثال ہے

رو رہا ہوں جب سے اک موئے کمر کی یاد میں　　صورتِ درِ نجف ہر اشک میں اک بال ہے

یاس نے مجھ کو عطا کی رنجِ نقصاں سے نجات　　برق غم گیں ہو جو کشتِ آرزو پامال ہے

اڑ نہیں سکتی تری انگیا کی چڑیا اس لئے　　جالی کے کرتے کا اُس پر / اے پری رُو جال ہے

باندھتا ہوں اضطرابِ دل کے مضموں رات دن　　یاں زمینِ شعر میں بھی اِن دنوں بھونچال ہے

نرگس آنکھیں شاخِ نرگس سرمۂ دنبالہ دار　　گر ہے ریحاں سبزۂ خط ، تخمِ ریحاں خال ہے

اسفلوں سے دولتِ دنیا کو الفت ہے کمال　　دیکھو تا زیرِ زمیں ہم راہِ قاروں مال ہے

ہم کو عاشورہ محرم کا ہے ہر روزِ فراق　　وہ گلے لگ جائے جس دن غرۂ شوال ہے

سانپ کالا ہے اگر وہ گیسوئے عنبر فشاں　　سانپ کے نیچے کا بچھو زیرِ گیسو خال ہے

روز ہوتا ہے زیادہ اے ستم کارو ! سیاہ　　کیا خطِ مشکیں تمہارا نامۂ اعمال ہے ؟

اے صنم نامِ خدا چھنتا ہے دن رات اِس سے نور　　یہ تری جالی کی کرتی بھی عجب غُربال ہے

شست و شوئے عارضِ گل ہے یہ اے شبنم ! عبث　　یاد ہم کو سیرِ گلشن میں کسی کا گال ہے

کچھ نہیں اے ناسخ اُس کی فتنہ انگیزی سے خوف　　ضربتِ عیسیٰ ہوں میں دشمن اگر دجال ہے

---

1 ۔مطبوعہ ۔مطلع ۔ا = ----------------۔حال = اوّل = خیال

اوّل میں مندرجہ بالا غزل 20 اشعار پر مشتمل ہے ۔اوّل میں 6 شعر اضافی ہیں ۔مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 9 اوّل میں نہیں ۔ اوّل کا مندرجہ بالا غزل کا مطلع اور شعر نمبر 11 ، 14 ، 15 ، 17 ، 18 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں ۔

بس آزارِ فرقت سے یہ میرا حال ہے　　حلقہ بن کر جسم بائے مور میں خلخال ہے 1

دودِ قلیاں بوئے گل کو جانتا ہوں باغ میں　　غنچۂ گل کو سمجھتا ہوں تری منہال ہے

اس قدر ہے زلفِ شبرنگ اُس پری رُو کی دراز　　جس کے آگے کو تہی میں ہجر کی شب خال ہے

کر دیا ہے کور حاسد کو حسد نے ورنہ یاں　　ہر ورق دیوان کا مرغِ نگہ کو جال ہے

آفتاب اُترا ہوا بھاتا ہے دل کے داغ کا　　پاٹ دریا کا پری آنکھوں کو اک رومال ہے

اشک برسات، آہ گرما، اور سرما دست دیا　　ہجر میں جو دم گزرتا ہے مجھے اک سال ہے

ا ۔ سہو کاتب سے "بازار" بجائے "آزار"

طور سے بھی اپنی وادی میں زیادہ نور ہے ۔۔۔ آنکھ ہے جس غول کی گویا چراغِ طور ہے 1
منع کی ہے مے پرستی کس کی چشمِ مست نے ؟ ۔۔۔ غنچۂ گل کی گلابی تک جو چکنا چور ہے
یاں سرِکاوش توانائی کے عالم میں نہ تھا ۔۔۔ آج جسمِ ناتواں کیوں خار پائے مور ہے ؟
ہے معنبر زلف اُس کے روئے آتش ناک پر ۔۔۔ بوئے خوش دیتا ہے دُود اِس شمع میں کافور ہے
عمدگی سے باز آگر چاہیے سازِ نشاط ۔۔۔ تارِ سیم و زر بھلا کب قابلِ طنبور ہے ؟
جان لے گا تُو بُلا کر معجزوں کی بحث کو ۔۔۔ دم میں کب آتا ہے اے قاتل! مسیحا دُور ہے ؟
کوہ کن بھی ہے پرستاروں میں تیرے اے صنم! ۔۔۔ زخم تیشے کا نہیں پیشانی پر سیندور ہے
دے اسی کو کوٹ کر مانجھا تُو اپنی ڈور کو ۔۔۔ شیشۂ دل میرے پہلو میں جو چکنا چور ہے 2
تنگ آکر جب کہا میں نے کہ مر جاؤں کہیں ۔۔۔ بدگماں سمجھا کہ اِس کو اشتیاقِ حور ہے
کر تماشائے جہاں سے پہلے اپنی آنکھیں بند ۔۔۔ دیکھنا اس کا جو اے ناسخ! تجھے منظور ہے 3

---

1 ۔اوّل ۔مطلع ۔ا = وادیٔ ایمن سے بھی وادی مرا پر نُور ہے
2 ۔اوّل ۔ا = -------------------------- پر
3 ۔اوّل ۔مقطع ۔ ا = ---------- پہلے آنکھیں اپنی بند ----
۔اوّل ۔ مقطع ۔ب = ---------- اگر ------------ = مطبوعہ = اگر

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا حاشیہ)

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 20 اشعار پر مشتمل ہے - مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 5 اوّل میں نہیں ہے - اوّل میں مندرجہ بالا غزل کے 11 شعر ، نمبر 3، 4، 7، 8، 9، 10، 12، 13، 14، 15، 17، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں -

شکوے کی عادت نہیں ہم کو غمِ فرقت ہے عیش — ہر شبِ دیجور یاں نظروں میں زلفِ حور ہے

دف نظر آیا ہے ہم کو آفتابِ صبحِ حشر — اے سرافیل اپنے آگے نَے یہ تیرا صُور ہے

مل گئی ہیں یاں ہزاروں خاک میں رعنائیاں — کیا ہی ناداں ہے جو اپنے حسن پر مغرور ہے

ہو گئی ہے یہ ہمارے ہی ہنر سے تیر ، آہ — جو نظر آتا ہے چشمہ کوہ پر ناسور ہے

مستی اپنی زُہد و تقویٰ سے ٹپکتی تھی مدام — دانۂ تسبیح جو ہے دانۂ انگور ہے

کیوں نہ مقتل کے عوض نکلے اناالحق کی صدا ؟ — ----- یاں سینۂ منصور ہے ۱

ہے تصور لعلِ میگوں کا سفید آنکھوں میں یاں — بادۂ گلگوں بہارِ ساغرِ بلور ہے

چھوڑ کر نزدیک کو کیوں دور جاکر ہوں خراب — ہے خدا نزدیک دل سے اور کعبہ دور ہے

برقِ حسنِ یار نے ایسا جلایا دیر کو — جو صنم ہے خاک وہ مانندِ سنگِ طور ہے

سر سے پا تک زخم ہے ہر زخم میں ہیں نیشِ غم — خانۂ تن ہے مرا یا خانۂ زنبور ہے

یار اگر پاس آئے گا صبحِ قیامت آئے گی — خیرّیت ہے دوستو! خورشید جب تک دُور ہے

۱- ب - ناخوانا -

جو اٹھائے نازِ محبوب اس جواں میں زور ہے
ورنہ یوں کہنے کو تو سارے جہاں میں زور ہے

آہ کرنے کا ابھی مجھ ناتواں میں زور ہے
ناوک اندازی کا[illegible] تک اِس کماں میں زور ہے

بار ہا چھینا ہے مجھ کو دستِ عزرائیل سے
کس قدر نامِ خدا اس جانِ جاں میں زور ہے ؟

ہجر میں آئے یہاں تو پیس ڈالوں موت کو
اس قدر باقی ابھی مجھ [illegible] جاں میں زور ہے

ہو گئے چت ایک حملے میں ہزاروں نوجواں
اس کہن سالی پہ کتنا آسماں [illegible] زور ہے

جان دوں گا میں پہنچ کر تا سکرِ کوئے بتاں
اب تک اتنا میری مشتِ استخواں [illegible] ہے

ہے قوی دشمن تو غالب ہو جیئے تدبیر سے
پیل باں میں کب ہے جو پیلِ دماں [illegible] ہے ؟

دشت کو لیلیٰ کا ناقہ چھین کر لے جائے گا
جذبِ مجنوں سا بھلا کب سا رباں میں زور ہے

مردمِ دانا پہ دشمن کا نہیں چلتا ہے زور
پیل کے آگے فقط یہ پیل باں میں زور ہے

ناتواں ایسا تری فرقت میں ہے اغراق ہوں
جس قدر صاحب قرانِ داستاں میں زور ہے

جب لڑیں باہم زبانیں وصل میں بولا صنم!
ناتواں ہے تُو مگر تیری زباں میں زور ہے

وہ ہمیں ہیں عشق سے لڑتے ہیں جو خم ٹھونک کر
ورنہ ناسخ اِس قدر کس پہلواں میں زور ہے ؟ 1

---

1 - اوّل - مقطع - ا - وہ ہمیں سے ہیں عشق ! لڑتے ہیں جو خم ٹھونک کر

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 16 اشعار پر مشتمل ہے - مندرجہ غزل کا مطلع اوّل میں نہیں ہے - مندرجہ بالا غزل کا مطلع ثانی اوّل میں مطلع ہے - اوّل میں 5 شعر ، نمبر 4، 6، 11، 13، 15 اضافی ہیں -

کوئے جاناں سے اٹھا دے کیوں نہ مجھ کو ہر گھڑی؟
ناتواں میں ہو گیا ہوں پاسباں میں زور ہے

خرمنِ گل کوہ سے جو تھے سو دم میں اڑ گئے
عندلیبو! کس قدر بادِ خزاں میں زور ہے

ہو گیا مانندِ کاہ اپنا تنِ کاہیدہ آہ
مثلِ طوفاں اشک کے آبِ رواں میں زور ہے

جذبِ دل اس ناتوانی پر بھی اس کو کھینچ لائے
نوجوانی کا مزار اُس نوجواں میں زور ہے

کوہ کا دامن یہاں دستِ جنوں سے چاک چاک
اِس قدر کب پنجۂ شیرِ ژیاں میں زور ہے ؟

خیالِ یار میں دل شادماں ہے — نہیں ہے غم جو نظروں سے نہاں ہے
مسی مالیدہ لب پر رنگِ پاں ہے — تماشا ہے تو آتش دھواں ہے
تصوّر سیم تن کا دل میں ہے گنج — خیالِ مار کا کل پاسباں ہے
تکلم ہی فقط ہے اُس صنم کا — خدا کی طرح گویا بے زُباں ہے
کروں نالے ہوئی آخر شبِ وصل — طلوعِ صبح ہے وقتِ اذاں ہے
سراپا ہوں غمِ فرقت سے میں زرد — مرا قد مثلِ شاخِ زعفراں ہے
ستارے جھڑتے ہیں جو کفشِ پاکے — زمیں فیضِ قدم سے آسماں ہے
دہانِ سگ میں ہے مانندِ مشعل — یہ سوزاں میرا ہر ایک استخواں ہے
بہ رنگِ طائرِ رنگِ حنا ہوں — کفِ پائے حسیناں آشیاں ہے
نقاب الٹی گلِ عارض سے اس نے — گلِ خورشید کی بھی اب خزاں ہے
تصور ہے جو اُس خورشید رُو کا — کرہ دل کا مثالِ آسماں ہے
خیالِ زلف میں نالاں جو ہے دل — بسانِ اژدہا آتش فشاں ہے
نہ کیوں اُس شمع رو کے گرد ہو خلق — کہ فانوسِ خیالی آسماں ہے
ہما تا کوئے جاناں کاش پہنچائے — کہ نامہ ہے مرا جو استخواں ہے
غزل اک اور پڑھیئے اس زمیں میں — کہ سب مشتاق بزمِ دوستاں ہے

1 ۔مطبوعہ ۔ب = ---------- دہاں --------

2 ۔مطبوعہ ۔ ا = ---------- اک -------= اوّل = اک

مندرجہ بالا غزل کے قافیہ و ردیف کی اوّل میں دو غزلیں ہیں ۔ مندرجہ بالا غزل اوّل کی ان دونوں غزلوں کے منتخب اشعار پر مشتمل ہے ۔ 4 شعر ، نمبر 7 ، 8 ، 9 ، اور 12 اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 2 سے شامل کیے گیے ہیں ۔ اوّل میں اس غزل کے 4 شعر ، نمبر 6 ، 11 ، 12 ، 14 اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں ۔

مرے سینے پہ جو ہیں داغِ حسرت — یہ گلزارِ جہاں کا ارمغاں ہے
زمانہ جان دیتا ہے جو اُس پر — گوہر بارش وہ سنگِ آستاں ہے
ہوئے اغیار جنت اب ہمیں ہیں — اگر اس کو خیالِ امتحاں ہے
نہیں ناقوس کی آتی ہے آواز — مرا دل ساکنِ دیرِ بتاں ہے

ہمارا ہر نفس اک بادباں ہے — روانہ کشتیٔ عمرِ رواں ہے
ابھی ہر چند وہ بت نوجواں ہے — سفید اس کا مگر موئے میاں ہے
معطر آتشِ گل کا دھواں ہے — کہ منہ پر گیسوئے عنبر فشاں ہے
تنِ خاکی میں قدر اپنی نہاں ہے — زمیں جیسے حجابِ آسماں ہے
تصور میں جو ہے روئے عرق ناک — بجائے دل بغل میں عطر داں ہے
دہن ہے غنچۂ گلزارِ فردوس — کہ اک عالم کی نظروں سے نہاں ہے
کروں کیا احتیاطِ جسم خاکی ؟ — غبارِ تو سنِ عمرِ رواں ہے
تصور میں ہے ایک انگیا کی چڑیا — یہ دل کنجشک کا اب آشیاں ہے 1
کیا ہے آگ سے مچھلی کو پیدا — یہ اعجازِ کفِ رنگیں عیاں ہے 2
غضب ہے پست اپنا کوکبِ بخت — زمیں اوپر ہے نیچے آسماں ہے 3
بحمد اللہ مرا ممدوح ناسخ! — جگر بندِ امامِ انس و جاں ہے

---

1 ۔اوّل ۔ا = -------- اس --------
2 ۔اوّل ۔ ب = ---------------بیاں
3 ۔مطبوعہ ۔ا = زبس واژوں ہے اپنا کوکبِ بخت = اوّل زبس واژوں ہے اپنا کوکبِ بخت ۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ غزل کا حاشیہ)

مندرجہ بالا غزل اوّل میں 29 اشعار پر مشتمل ہے ۔ اس غزل کے 4 شعر گزشتہ غزل میں شامل ہیں ۔مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 7 اوّل میں نہیں ہے ۔ اوّل کا شعر نمبر 3 مندرجہ بالا غزل کا مطلع ہے ۔ اوّل میں اس غزل کے 11 اشعار ، مطلع ، مطلع ثانی ، نمبر 4 ، 5 ، 6 ، 10 ، 12 ، 14 ، 15 ، 20 ، 22 ، 24 ، 25 ، 27 ، 28 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں ۔

جو گریاں ابر ہے تو برق خنداں — غم و شادی ازل سے تواماں ہے
غضب جانو کہ میری داستاں ہے — زبانوں کو کہاں تابِ بیاں ہے ؟
بندھا رہتا ہوں میں موئے کمر سے — جہاں میں کون ایسا ناتواں ہے ؟
تپِ غم سے ہنے مثلِ شمعِ سوزاں — موئے ہر عضو میں جو استخواں ہے
دمِ فکرِ سخن ہوتا ہے دل خوں — یہ باعث ہے جو یوں رنگیں بیاں ہے
نظر آئے دہانِ یار کیوں کر ؟ — جہاں میں چشمۂ حیواں نہاں ہے
پڑھا وصفِ لبِ جاناں میں جو شعر — برنگِ برگِ گل رنگیں بیاں ہے
میں بلبل اُس چمن کا ہوں کہ جس میں — قیامت تک بہارِ بے خزاں ہے
ہے اس میں مطلعِ خورشید مطلع — زمیں اس کو نہ سمجھو آسماں ہے
ہر اک انگلی ہے اُس کی شمع کا نور — ہتھیلی اک بلوریں شمع داں ہے
کہاں ٹکراؤں سر دیر و حرم سے؟ — مجھے کافی یہ سنگِ آستاں ہے
ترے ہنستے ہی گل یہ ہو گئے زرد — کہ صحنِ باغ کشتِ زعفراں ہے
کیا ہے ناتواں یہ غم نے مجھ کو — کہ ہے جو مور اک پیلِ دماں ہے
وہ عارض گل ہے اور زلفیں ہیں سنبل — جو شانہ ہے سو دستِ باغباں ہے
رخِ تاباں ہے زیرِ زلفِ شبگوں — ویا خورشید سائے میں نہاں ہے

قیامت پائمالِ جلوۂ رفتارِ دلبر ہے
نہ جا اے نامہ بر! گر اس گلی میں جان کا ڈر ہے

قیامت کیوں نہ ہو جس دم چڑھائے آستیں قاتل ؟
دہن ہے چشمۂ آبِ بقا خط خضر ہے اس پر

کسی کے خطِ مشکیں کے تصور میں جو روتا ہوں
نکل جائے گا تکتے تکتے اس کی راہ دم اک دن

رہا بیتاب و نالاں زندگی بھر وادیِ غم میں
بلائے عشق سے بھاگوں نہ کیوں کر گور کی جانب ؟

اڑا جاتا ہوں اُس کوچے کو میں بے اختیارانہ
شفا تبرید سے کیا ہوگی مجھ بیمارِ ہجراں کو ؟

لب و دندانِ جاناں کو کہوں لعل و گہر کیوں کر ؟
جلا دے کیوں نہ مضموں آتشِ داغِ جدائی کا ؟

بیابانوں میں ہے ریگِ رواں حکمِ رواں اپنا
نشاں اُن کے قدم کے پڑ گئے جب میری تربت پر

قریب آیا ہے شاید جلوہ گاہِ یار اے ناسخ!
جو اس کا نقشِ پا ہے پنجۂ خورشیدِ محشر ہے

کہ بالِ شوق سے نامہ ہمارا خود کبوتر ہے
صفائی ساعدِ سیمیں بیاضِ صبحِ محشر ہے

1 پھرا جو دل مرا محروم یہ گویا سکندر ہے
مرا ہر پارۂ دل اشک کے دریا میں عنبر ہے

2 غنیمت ہے جو میرے غم کدے کا قبلہ رُودر ہے
خداوندا! جرس شاید مرے طالع کا اختر ہے

برائے طفلِ ترسیدہ پناہ آغوشِ مادر ہے
دھواں ہوں میں سیہ بخت اور جذبِ یار صرصر ہے

کہ آبِ زندگی بے یار مجھ کو آبِ خنجر ہے
3 صحیحاً ایک پانی کا ہے قطرہ ایک پتھر ہے

کہ کاغذ ہے مرا مکتوب یا بالِ سمندر ہے ؟
شہِ اقلیمِ وحشت ہوں بگولا گردِ لشکر ہے

یہ سمجھا میں کہ میری خاک پر پھولوں کی چادر ہے
فروزاں پاؤں کا ہر آبلہ مانندِ اختر ہے

---

1 = اوّل ــ ب = پھرا محروم واں سے دل مرا گویا سکندر ہے
2 = " ــ ا = ------ جائے گا تکتے اُسے --------
3 = " ــ ب = -------- ایک ہے پانی ----------

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ غزل کا بقیہ حاشیہ)

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 24 اشعار پر مشتمل ہے - اوّل میں اس غزل میں 9 شعر ، نمبر 3، 5، 7، 9، 14، 16، 17، 19، 22، اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں -

نہ راحت زندگانی میں نہ بعد از مرگ آسائش
حیات و موت بیمارِ محبت کو برابر ہے

فراقِ یار میں ہے جزوِ تن ہی دشمنِ جانی
مرے اعضا میں ہر ہر استخواں مانندِ خنجر ہے

چھپایا اُس نے منہ اپنا بہانا ہے خود آرائی
اب اس میں اور مجھ میں آئنہ سدِ سکندر ہے

کیا ہے ناتواں ایسا ہمیں آزارِ فرقت نے
جسم اپنے بدن کے سامنے ہر تارِ بستر ہے

پسینے میں وہی ہے روئے آتش ناک کا عالم
بحالِ خود طلسمِ حسن سے یاسمین اخگر ہے

بلائے سوزِ داغِ عشق کم ہو گا نہ اُس سے بھی
جہنم کے جلوں کاگرچہ مرہم آبِ کوثر ہے

میں گو آلودہ ہوں کرتا ہوں لیکن پاک عالم کو
بسانِ ابر دریا بار میرا دامنِ تر ہے

ہوئے برسوں کہ چل سکتا نہیں میں اک قدم آگے
نحیفی سے مرا دامن مجھے سدِ سکندر ہے

لگایا ہے مجھے بستر سے ایسا ناتوانی نے
کہ جوں تصویرِ قالیں جزو تن گویا کہ بستر ہے

جی میں ہے خارِ بیاباں جائے مژگاں دیکھئے — زلفِ جاناں کے عوض شامِ غریباں دیکھئے

کھائیے کیوں داغِ سنبوتاں کلِ رخسار پر ؟ — مدعا ہے جی بہلنے سے گلستاں دیکھئے

جی کے چیتوں کی کمر میں کیجئے طوق اپنے ہاتھ — نرگسِ جادو کی جا چشمِ غزالاں دیکھئے

پھیرئیے آنکھیں مژہ سے نیشِ عقرب کی طرف — کاکلِ پیچاں کے بدلے مارِ پیچاں دیکھئے

تابہ کے اغیار اپنی آنکھ میں کھٹکا کریں ؟ — آبلوں میں کچھ دنوں خارِ مغیلاں دیکھئے 1

کرتے پھرئیے کیوں کسی کے مصحفِ رخ پر نگاہ ؟ — صبح سے تا شام بیٹھے اِس سے قرآں دیکھئے

کیجئے اب دیدۂ غولِ بیاباں پر نگاہ — خشم آلودہ کہاں تک چشمِ درباں دیکھئے ؟

بہ چکے ہیں اپنی آنکھوں سے بہت سیلابِ اشک — کوہ کے چشموں کو بھی یک چند جوشاں دیکھئے

کر چکے اقلیمِ وحشت میں بہت جوش و خروش — چند مدت عالمِ شہرِ خموشاں دیکھئے

ہو چکیں وہ عشق کے غم میں گریباں چاکیاں — اپنے غم میں گور کا چاک گریباں دیکھئے 2

ہے خدا شاہد یہی ہے اپنی اے ناسخ مراد — کربلا میں روضۂ شاہِ شہیداں دیکھئے 3

---

1 ۔اوّل ۔ا = کب تلک ------------

2 ۔ ، ۔ ب = = ------- کو -------

3 ۔ ، ۔ ا = -------- اے ۔ دعا = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے لفظ "اے" کتابت ہونے سے رہ گیا ہے

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 13 اشعار پر مشتمل ہے ۔مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 4 اوّل میں نہیں ہے ۔ اوّل میں اس غزل کے 3 شعر ، نمبر 4 ، 7 ، 9 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں ۔

[...]اؤں کیا ٹوٹے ہیں جو بیٹھے اٹھائیں جورِ خلق — اب نکلیئے شہر سے چندے بیاباں دیکھئے 1

[...]ختیاں مرگ کیجئے انتظارِ یار سے — گور تاریک اب بجا ہے شامِ ہجراں دیکھئے

[...]ازِ رفتارِ بتاں کے ہو چکے پامال خوب — کوہ پر اب کبک کو چل کر خراماں دیکھئے

اب ۔ سہو کاتب سے " میں " بجائے " سے "

جلوہ گاہ اُس کا ازل سے یہ دلِ بیتاب ہے   جس کے آگے آفتاب اک کرمکِ شب تاب ہے
صحنِ گلشن پر گمانِ مُسلخِ قصاب ہے   مے فراق یار میں مجھ کو چھرے کی آب ہے
کیا ہوا گر ایک دم آتی نہیں آنکھوں کو نیند ؟   میرے طالع کو عوض اِس کے ہمیشہ خواب ہے 1
کر تواضع تار ہیں سب تیرے آگے سرنگوں   موردِ سجدہ قدِ خم گشتۂ محراب ہے
نکر ہے تعمیر کی جوان دنوں ہم کو مگر   اس خرابے کی طرف پھر آمدِ سیلاب ہے
تابہ کے اِس کی کشا کش کی ہی ایذا دیکھئے   ہر نفس خنجر ہے لیکن خنجرِ بے آب ہے ؟ 2
ٹوٹی بوٹی ناز سے جس کی پھڑکتی ہے مدام   اُس کے غم سے سینے میں ہر لختِ دل بے تاب ہے 3
موں کی بند آنکھیں تو سمجھو گے کہ بیداری یہ ہے   دیکھتے ہو کھول کر آنکھیں جو تم یہ خواب ہے
رنج دیتے ہیں فراقِ یار میں اسبابِ عشق   چاندنی جو ہے مرے ویرانے کو سیلاب ہے
کس بترِ سیمیں بدن کا آج ہے دل میں خیال ؟   سلکِ اشک آنکھوں میں مثلِ سبحۂ سیماب ہے
یک دم ہے یاں ترقی اور تنزل ایک دم   کوزے میں اہلِ جہاں اور آسماں دولاب ہے
سے بہ رنگِ گُل جوہر اک زخم اپنا خندہ زن   اشکِ بلبل سے تری تلوار میں کیا آب ہے ؟
نتیاق ایسا ہے آبِ تیغِ قاتل کا مجھے   مضطرب ہر زخم مثلِ ماہئ بے آب ہے
یک قطرے میں ہوا ناسخ مرا ٹکڑے جگر   بادۂ گل گوں فراقِ یار میں زہراب ہے 4

---

1 ۔اوّل ۔ب = ۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کے خواب ۔۔۔۔۔۔
2 ۔اوّل ۔ا = ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ان دنوں
3 ۔اوّل ۔ا = ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔
4 ۔اوّل ۔مقطع ۔ا = ۔۔۔۔قطرے میں مرا ناسخ ہوا ۔۔۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ غزل کا بقیہ حاشیہ)

* مندرجہ بالا غزل کے اشعار کی تعداد اوّل میں 21 ہے ۔مطبوعہ میں یہ غزل 15 اشعار پر مشتمل ہے ۔ مطبوعہ کا شعر نمبر 7 اضافی ہے ۔ اوّل میں 7 شعر ، نمبر 5، 6 ، 9 ، 12 ، 15 ، 17 ، 20 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں ۔ اوّل کا شعر نمبر 9 مطبوعہ کا اضافی شعر نمبر 7 ہے ۔

منت ----- سے فارغ --------عشق میں   صیقلِ تیغِ ادا میں جلوۂ مہتاب ہے 1

نالۂ بلبل ہے یا اپنی فغاں ہے بے اثر   گوشِ گل میں گوہرِ شبنم میں یا سیماب ہے

داغ ہو سر پر گلے میں طوق بیڑی پاؤں میں   کچھ تو ہو اسباب آخر عالمِ اسباب ہے

ہوں میں وہ مایوس ہوتا ہے کبھی گر وصلِ یار   عین بیداری میں کہتا ہوں کہ شاید خواب ہے

--- گزری تیری فرقت میں او ظالم یہاں   روز پروانہ ہے دن --- شب سیماب ہے 2

وہ پری پیکر ہے سر سے پاؤں تک دریائے حسن   زلفِ پیچاں موج ہے چاہِ ذقن گرداب ہے

ہیں یہ ابرو اور مست آنکھیں ہیں مثلِ جامِ مے   اک کسی میخوار کے یہ طاق کی محراب ہے

1 ۔ ا ۔ ناخوانا

2 ۔ ا ۔ ناخوانا

2 ۔ ب ۔ ناخوانا

خاک اڑوائی کیا جنگل میں آوارہ مجھے
چرخ سمجھا گرد بادِ دامنِ صحرا مجھے

وصل کی شب عیش ہے اے ماہ لیکن غم بھی ہے
آفتابِ حشر ہوگا صبح کا تارا مجھے

ساقیا بے یار کیا ساغر لگاؤں منہ سے میں ؟
ہر حُبابِ بادہ ہے ہونٹوں کا تبخالہ مجھے

مثلِ ماہی پڑ گئے کانٹے زباں میں پیاس سے
پر نہ ہمت نے کیا منت کشِ دریا مجھے

زیست نے میری جہاں میں گو سپندوں کی طرح
آسماں نے ذبح کرنے کے لئے پالا مجھے

سرد ہوتا ہوں تڑپ کر کوئی دم میں ہم دمو!
وصل کا یاد آگیا ہے موسمِ سرما مجھے

داخلِ خلوت سرا ہونے کی کس کو تاب ہے ؟
دیکھ کر زنجیرِ در کو ہو گیا سودا مجھے

ہو گیا مانندِ خورشید آشکارا داغِ عشق
صبح ساں چاکر گریباں نے کیا رسوا مجھے

باندھتا ہوں جب کہ میں دستِ منور کا خیال
خواب میں موسیٰ[1] دکھاتا ہے یدِ بیضا مجھے 1

ہجر میں مثلِ پلنگ اب بھاڑ سے کھاتا ہے پلنگ
کاٹنے کو دوڑتی ہے صورتِ دیبا مجھے

پوچھ اے ناسخ نہ کچھ میری اُداسی کا سبب
آپ میں دن رات حیراں ہوں ہوا ہے کیا مجھے ؟

---

1 ـ اوّل ـ ا = ـــــــــــــــ کف دست ــــــــــــ

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ غزل کا حاشیہ)

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 22 اشعار پر مشتمل ہے - اوّل میں اس غزل کے 11 شعر ، نمبر 2 ، 3 ، 5 ، 8 ، 9 ، 12 ، 15 ، 17 ، 19 ، 20 ، 21 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں -

سوجھیں کیوں عالی نہ مضمون قدر بالا مجھے
فکر میں رہتی ہے سیر عالم بالا مجھے 1

یاد جب آیا کسی رخسار پر بالا مجھے
خود بخود آیا نظر اک چاند اور ہالا مجھے

رہو یکرنگ اے گل -----تا عشق رہوں
خار ہے گلزار عالم میں گل رعنا مجھے 2

اک سپر داغ جنوں کی روکوں میں کس کس کے وار؟
تیغ دکھلاتی ہے ابرو اور مژہ بھالا مجھے 3

نام بھی پرواز کر جائے زمانے سے مرا
کر تجرد میں الٰہی غیرت عنقا مجھے

چین ہے لوح جبیں پر جائے خط سر نوشت
مردم نفرت سے نفرت کو کیا پیدا مجھے

ترک کیوں کر مجھ سے ہو نظارہ بازی واعظا!
صنعتیں دکھلانے کو حق نے کیا پیدا مجھے

صفحۂ مژگاں میں خوں آلودہ یہ مژگاں نہیں
بدلے آنکھوں کے دیئے خالق نے دو دریا مجھے

ک صراحی دار گردن اور جام چشم نے
ساقیا! جیسے پلائے ساغر و مینا مجھے

سہل ہے پہلو میں بہلانا حسینوں کا ولے
رنج فرقت کے اٹھانے کا نہیں یارا مجھے 4

یش میں بھی رنج کو کرتا داخل آسماں
وصل جاناں میں ستاتا ہے غم فردا مجھے

1 سہو کاتب سے " قدو بالا " بجائے " قد بالا "

2 -ا -کاتب سے کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے -

3 - ا - سہو کاتب سے " روکو " بجائے " روکوں "

4 - ب = سہو کاتب سے " رنج کے فرقت کے "

نہیں پہنچتے جو نالے بھی ہم صفیروں کے　　قفس کی طرح ہمیں دل چاک ہم اسیروں کے

سر حصولِ سعادت یہاں بھی ہے قاتل　　جو رشکِ بال ہما بر ہیں تیرے تیروں کے 1

کرے تو سلسلۂ زلف میں اگر داخل　　مرید ناکت بیعت ہوں سارے پیروں کے

بڑھا محیط ہوے جوشِ اشک سے ایسا　　کہ اب نشاں نظر آتے نہیں جزیروں کے 2

یہ انقلاب کیا تو نے چرخِ مینائی　　کہ تھے جو ساغرِ مے کا سے ہیں فقیروں کے 3

جو ابرِ خط میں نہ بسورا کبھی لکھا اُس نے　　اور الٹے پرزے اڑائے مرے سفیروں کے 4

نظر کب اُن کی رگِ برگِ گلُ پہ پڑتی ہے ؟　　جو شیفتہ ہیں تری ہاتھ کی لکیروں کے 5

مجھے تو کہتے ہیں پروانہ اور آپ کو شمع　　مزاج گرم ہیں کس درجہ اِن شریروں کے ؟

اگر حسیں ہو فقیر اُس کے بندے ہیں ناسخ!　　نہ ہم ہیں شاہوں کے مشتاق نہ وزیروں کے

---

1 ۔اوّل ۔ ا = سر حصول سعادت ہے یاں بھی اے قاتل

2 ۔ اوّل ۔ ا = ---------- گریہ ----------

3 ۔اوّل ۔ ب = ---------- ساغر کاسے ------

4 ۔اوّل ۔ ب = ---------- اُلٹے اڑائے -------

5 ۔ ۔ ۔ ب = مخطوطے میں سہو کاتب سے " شیفتے " بجائے " شیفتہ "

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 11 اشعار پر مشتمل ہے ۔ اوّل میں اس غزل کے 2 شعر نمبر 4، 7، اضافی ہیں ۔ جو بالترتیب درج ذیل ہیں ۔

ہے نوح اشک نشاں ، آہ ، کوس ، شیشۂ مے　　فقیرِ عشق ہوں ساماں ہیں امیروں کے

ضعیف مثلِ کماں ظالماں یہ سمجھو نہیں　　ہیں نالے تیر کی مانند گوشہ گیروں کے

آگے آنکھوں کے تصور میں وہ گُلِ رُخسار ہے
ہر گلِ بے خارِ جنت جس کے آگے خار ہے

اے کلیم! اپنا دل اُس کا طالبِ دیدار ہے
آفتابِ حشر جس کا روزنِ دیوار ہے

کیوں گزرتی ہے بچا کر ہم کو وہ کافر نگاہ
جسم زار اپنا مگر پائے نگہ کو خار ہے

کہہ رہا ہے باغ میں ہر گُل زبانِ حال سے
مبتلائے خارِ غم رہتا ہے جو زردار ہے

جوششِ سودا میں کم ہونا لہو کا ہے مفید
کیا ہو ہم دیوانوں کو غم عشق گر خوں خوار ہے

ایک خوابِ طالعِ واژوں کو افسانہ ہوا
ورنہ عالم میرے نالوں کے سبب بیدار ہے

اک ہیں میرے دلِ پرُ داغ میں سو خارِ غم
ورنہ جو لالہ ہے باغِ دہر میں بے خار ہے

رونگٹا منہ پر نہیں آنکھوں میں پلکیں ہیں فقط
دیکھنا نرگس ہے پرُ خار اور گُل بے خار ہے

داغہائے یاس میں پھولوں کی چادر کے عوض
دل مرے پہلو میں گورِ حسرتِ دیدار ہے

کہہ دیا تجھ کو خبردار اے ہُما! جَل جائے گا
استخواں میرا غذائے مرغِ آتش خوار ہے

مانگ سب کہتے ہیں جس کو سانپ کی ہے وہ لکیر
کینچلی موباف ہے اور اُس کی چوٹی مار ہے

وہ بتِ کافر ہے گل دستہ ریاضِ حُسن کا
رشتۂ گل دستہ بالائے کمر زنار ہے

زلف ہے مار اور موتی کان کے داندانِ مار
کان اُس کا میری نظروں میں دہانِ مار ہے 1

چاہیے قاتل کا خنجر زخم پر پھاہے کی جا
رنگ اُس خنجر کا مجھ کو مرہمِ زنگار ہے

گر نہیں ہے جیب سینے کی اڑا دے دھجیاں
فصلِ گل میں کس لئے دستِ جنوں بے کار ہے ؟

تیر مجھ کشتے کے پہلو سے نہ کھینچو یار کا
بعد مُردن بوسہ لینے کو لبِ سوفار ہے

درد سے ہوتی ہے پیدا خاکساروں کی دوا
زخم کو جادے کے سبزہ مرہمِ زنگار ہے

آتشِ نمرود گلشن بن گئی تھی جس طرح
یوں مجھے آتش کدہ بے یار ہر گلزار ہے

دوڑتا ہے جس طرح طاؤس پیچھے سانپ کے
یوں دلِ پرُ داغ میرا گردِ زلفِ یار ہے

ہے خدا کی یاد کا حیلہ پئے اِخفائے راز
اے صنم! ناسخ تری فرقت میں شب بیدار ہے

---

1 ۔ اوّل ۔ ب = --- --- -- کے --------

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ غزل کا حاشیہ)

* مندرجہ بالا غزل اوّل کی دو غزلوں ع مثل بلبل زار تیرے شوق میں گلزار ہے ، اور ع آگے آنکھوں کے تصور میں وہ گل رخسار ہے ، پر مبنی ہے ۔ مندرجہ بالا غزل کے شعر نمبر 3 تا 9 اور مقطع اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی پہلی غزل سے شامل کیے گیے ہیں ۔ باقی اشعار معہ مطلع اوّل و ثانی اوّل کی متذکرہ بالا دوسری غزل سے شامل کیے گیے ہیں ۔ اوّل کی متذکرہ بالا دونوں غزل کے 10 اشعار اضافی ہیں ۔ اس قافیہ و ردیف کی متذکرہ بالا پہلی غزل کے 7 اشعار ، مطلع اور نمبر 2 ، 3 ، 4 ، 5 ، 7 ، 11 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں ۔

مثلِ بلبل زار تیرے شوق میں گلـــزار ہـــے
نعرہ زن ہر غنچۂ گل صورتِ منقار ہـــے

دل ہمارا زخمیِ تیغِ فراقِ یار ہـــــے
وصل ہونا زخم کا ہے وصل کے دشوار ہے

مول لے کے چھوڑ دیتا ہے وہ سو یوسف کو روز
کوچۂ جاناں ہمیشہ مصر کا بازار ہـــــے

مژدہ بادا اے سر شوریدہ! تیرے عشق میں
دامنِ ہر طفل دامنِ کوہسار ہـــــے

ہو دوا جس کی طبیبو! یاں وہ بیماری نہیں
ہم کو بھی مانندِ نرگس دیدہ کا آزار ہـــے

کب الجھتا ہے کسی جا دامنِ پیکرِ صبا
ہم سُبک روحوں کو کیا غم دشت اگر پُرخار ہے ؟

---- ----------------------
دیدۂ بیدار ------------ بیدار ہـــے

(اوّل کے مخطوطے کا یہ حصّہ ناقص ہونے کی بنا پر اس غزل کا شعر نمبر 11 پڑھا نہیں جاتا ۔)

اس قافیہ و ردیف کی اوّل کی متذکرہ بالا دوسری غزل کے 3 شعر ، نمبر 3 ، 12 ، اور مقطع اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں ۔

------------------ ہے قبول
ہوں ------------------------ ہے

کیا دلِ بیمار ---------- نرگسِ بیمار ہے

جان اے قاتل نہ اپنے ہاتھ کا رنگِ حنا
خونِ ناسخ ہے ------ تری تلوار ہـــے

* اوّل کے مخطوطے کا یہ حصہ ناقص ہونے کی بنا پر مندرجہ بالا اشعار پڑھے نہیں جاسکتے ۔

نہ فقط چاہ مجھے قامتِ دل دار کی تھی
مثلِ منصور زمانے کو ہوس دار کی تھی

ہر خریدار کو تھا مرتبۂ موسائی
آتشِ طور سے گرمی ترے بازار کی تھی

جو ترا رخنۂ دیوار نظر آتا تھا
صاف تصویر مرے دیدۂ بیدار کی تھی

تھا مجھے بالِ ہما ہر پرِ کاہِ دیوار
چھاؤں جس دن مرے سر پر تری دیوار کی تھی

آشنا تھا نہ کبھی پائے نگہ کانٹوں سے
رات دن دید مجھے گلشنِ بے خار کی تھی

جن دنوں گلشنِ رخسار ترا تھا بے خار
کون بلبل تھی کہ خواہش جسے گلزار کی تھی؟

تھا تری نرگسِ مے گوں سے زمانہ بد مست
سدھ کسی رند کو کب خانۂ خمار کی تھی ؟

چہرہ آتش کدہ ابرو تھے سو محرابِ حرم
گردن آگے ترے خم کافر و دیندار کی تھی

صلح نامہ جو لکھا تیرے خطِ مشکیں نے
نہ رہی جنگ جو کچھ میرے اور اغیار کی تھی

ہو گیا سبزۂ خط اس کو شفا کی بوٹی
اِس سوا اور دوا کیا دلِ بیمار کی تھی ؟

تھی نہ امید رہائی کسی دلِ ناسخ کو
لاکھ زنجیر ترے گیسوئے خم دار کی تھی

داغِ دل چمکا خیالِ عارضِ پُر نُور سے
ہو گیا روشن چراغ اپنا چراغِ طور سے

زخمی ہوں تیغِ نگاہِ نرگسِ مخمور سے
مے ٹپکتی ہے مرے ہر زخم کے انگور سے

کس کے دانتوں کی چمک کا دھیان ہے جو رات دن ؟
متصل آتے ہیں آنسو سبحۂ بلُور سے

آدمی کوئی نہیں مثلِ سگِ اصحابِ کہف
ہیں سگِ دنیا ہزاروں بلعم باعُور سے

ہوں حسینوں کے ستم سے جاں بہ لب تو غم یہ ہے
ہو سقر کا طَور جنت میں نہ جورِ حُور سے

چاند کو اپنا مشابہ دیکھ کر کہنے لگا
ہم نے عکسِ آئینہ گردوں پہ دیکھا دور سے 1

کب ہوا مارسیہ کے سامنے روشن چراغ ؟
بھاگتا ہے آفتاب اپنا شبِ دیجور سے

دشتِ وحشت سے ہے اب جیبِ صبوری تار تار
پیرہن جلدی اُتار اپنے تنِ پُر نور سے 2

فصلِ گل کرتی ہے بالیدہ بہ رنگِ گُل مجھے
جامۂ وحشت زیادہ ہو ذرا دستور سے

شبہ ہو جاتا ہے تیری زلف کا شائد اُنہیں
بھاگتے ہیں سانپ کو سب دیکھ کر جو دُور سے

اس میں ہے آبِ بقا اور اس میں ہے زہرِ فنا
کیا ہے ظلمت کو مثال اپنی شبِ دیجور سے 3

پیر زن نے کوہکن کا کام آخر کر دیا
زور کا کچھ بس نہیں چلتا ہے ہرگز زوُر سے

نغمۂ مطرب سے مجلس مست ایسی ہو گئی
مے چھلک پڑتی ہے ہر دم کاسۂ طنبور سے

پا شکستہ جو ہے کرتا ہے جہاں میں سلطنت
یہ صدا آتی ہے ہر دم تربتِ تیمور سے 4

وصف اب کرتا ہوں اک برقِ تجلی کے رقم
پھر خامہ شاخ منگوائی ہے نخلِ طور سے

---

1 ۔ اوّل ۔ ب = ---------- ----- ۔ میں --------

2 ۔ ۔ ۔ ا = ---------- میں ------ یہاں ---

3 ۔ ۔ ۔ ا = ---------------------- فراق

4 ۔ ۔ ۔ ب = ---------------------طیمور ---

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ غزل کا حاشیہ)

* اوّل میں مندرجہ بالا غزل کے قافیہ و ردیف کی 4 غزلیں ہیں - مندرجہ بالا غزل اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 1 اور نمبر 2 کے منتخب اشعار پر مشتمل ہے - مندرجہ بالا غزل کے اشعار 1تا 9 اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 1 سے شامل کیے گئے ہیں -جب کہ باقی اشعار اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 2 سے شامل کیے گئے ہیں - اوّل میں اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 1 میں 6 اشعار نمبر 5 ، 7 ، 10 ، 11 ، 14 ، 15 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں -

وہ مژہ بے قدر ہے جس میں نہیں ہے قطرۂ اشک
تاک کو ہے سرفرازی خوشۂ انگور سے

تب رولایا چاہتا ہے مجھ کو باراں کی طرح
منہ دکھا جاتا ہے بجلی کی طرح وہ دور سے

گرچہ ظاہر میں میسّر مجھ کو نزدیکی نہیں
پر تصور میں لپٹ جاتا ہوں ہر دم دور سے

جس کو ہے مجھ سے محبت وہ مرا محبوب ہے
زشت رُو گر ہو موافق کم نہیں ہے حُور سے

ہے لہو جاری ہوئے میں دیدۂ تر گو سفید
حاصل اک ناسُور کو کیا مرہمِ کافور سے 1

سینۂ سوزاں سے جوشِ اشک ساہی جوش ہے
نوح کا طوفان اُٹھا تھا کیا اسی تنّور سے

1 - 1 = سہو کاتب سے " ہوئیں " بجائے "ہوئے"

آتے آتے کیوں نہ الٹے پاؤں بھاگے دور سے؟
صبح ڈرتی ہے بہت میری شبِ دیجور سے

طالبِ دیدار جس کا ہے دلا! وہ تجھ میں ہے
جلوۂ برقِ تجلی تھا شرارِ طور سے

خلق کے اعمالِ بد کرنے میں ایسا انقلاب
جائے آتش جوش پانی ہوا تنور سے

ستم موذی کے نہر کو اہلِ حاجت لوٹ لیں
مانگتا ہے کب کوئی جا کر عسل زنبور سے؟

وعدۂ دیدار اس نے حشر پر رکھا تو ہے
طالع خفتہ بھی ہوں بیدار لیکن صُور سے

باعثِ الفت ہے جنسّیت گریز اتنی ہے کیوں؟
نرگسِ بیمار کو میرے دلِ رنجوُر سے

ہو گیا ہے مجھ کو سودا اک تجلی دیکھ کر
کہہ دو لڑکوں کو بھریں دامن کو سنگِ طور سے 1

بعد مُردن بھی ہے ایسا خوف قاتل کا مجھے
بات کر سکتا نہیں جنت میں آکر حُور سے

کیوں نہیں آتی صدائے نالۂ مرغِ سحر؟
کیا دہل کر مر گئے میری شبِ دیجور سے؟

جسم خاکی کا مَلکّ بانی ہے ساکن ہے خدا
اپنے رہنے کو یہ بنوایا ہے گھر مزدور سے

غور سے ٹیکے کی سوخی کچھ نظر آتی نہیں
رنگِ پیشانی صنم کا مل گیا سیندور سے

بانٹ لے کوئی کسی کا درد یہ ممکن نہیں
بارِ غم دنیا میں اٹھواتے نہیں مزدوُر سے

مثل مئے ظاہر ہے پشتِ دست سے رنگِ حنا
کم نہیں اُس کی ہتھیلی ساغرِ بلور سے

خون ہے غم ہے کشوں کا اُن کے سر پر واعظا
جائے ہے سرکہ بناتے ہیں جو لوگ انگور سے

دیکھتا ہوں جب کلام اُس کا بہت آتا ہے یاد
اُنس تھا مجھ کو نہایت ناسخِ مغفور سے

---

1 - مطبوعہ - ب = --------- وہ ------ = اوّل --- وہ

* مندرجہ بالا غزل اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی 3 غزلوں ، نمبر 2 ، 3 ، 4 کے منتخب اشعار پر مشتمل ہے - مندرجہ بالا غزل میں مطلع تا 5 اور مقطع اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 2 سے شامل کیے گیے ہیں - اشعار نمبر 6 تا 12 غزل نمبر 3 اور شعر نمبر 13 ، 14 اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 4 سے شامل کیے گیے ہیں - اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 2 میں 3 شعر ، نمبر 2 ، 6 ، 13 اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں -

---

[illegible] مژہ اور سوزن سے میٹھی نگاہ
خوشۂ پروین نہیں کم خوشۂ انگور سے

اے مسیحا! عشق کا آزار ہے وسواس کیا
چشمِ جاناں ہے مشابہ خانۂ زنبور سے

اس قدر پرہیز کیوں میںا مرے رنجور سے

تھی محبت شعلہ ہائے عارضِ پُر نُور سے — ہو حنوط اپنا موئے پر شمع کی کافور سے 1

ہے محبت مجھ کو اُس سرو قدِ پُر نُور سے — سایہ روشن تر ہے جس کا برقِ نخلِ طور سے 2

گرتی ہے بجلی جو عکسِ عارضِ پُر نُور سے — آئنہ کیا تو نے بنوایا ہے سنگِ طُور سے ؟

جل گیا ہے دل مرا برقِ رخِ پُر نور سے — یہ صنوبر کم نہیں رُتبے میں نخلِ طور سے

وہ پری پر گشتہ گر ہو تو بھی اپنی جان ہے — روح حاصل جس طرح ہوتی ہے قلبِ حور سے 3

دم بخود ہوں تیرے ماتھے کا یہ ٹیکہ دیکھ کر — لال ہوتی ہے زبانِ ناطقہ سیندور سے

نزع میں ہوں پر مرے نزدیک آ سکتی نہیں — موت بھی ڈرتی ہے فرقت کی شبِ دیجور سے

یہ تری رفتار سے طرزِ قیامت ہے عیاں — منہ لگا دیتا ہے اسرافیل ہر دم صور سے

دیکھنا اے اہلِ عبرت! انتقامِ آسماں — بنتے ہیں جامِ گدا خاکِ سرِ فغفور سے

خون لاکھوں بے گناہوں کے ترے سر پر ہوئے — اے بتِ سفاک تو کچھ کم نہیں منزدو سے

مثلِ موسیٰ ہو مسیحا کو یدِ بیضا نصیب — ہاتھ لگ جائے اگر میرے تنِ محرور سے

جو نظر آیا حرم میں دَیر میں دیکھا وہی — ناسخ! اپنی آنکھیں روشن ہیں خدا کے نُور سے

---

1 ۔اوّل ۔مطلع 1۔ ب = ---------- سوئے پر ----

2 ۔اوّل ۔ مطلع 2۔ ب = ------- شمع قامت ----

3 ۔اوّل ۔ ا = ------------ رمش ہو تو بھی میری

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(پچھلی غزل کا حاشیہ)

* مندرجہ بالا غزل اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 3 اور 4 کے منتخب اشعار پر مشتمل ہے مندرجہ بالا غزل کا مطلع ثانی اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 3 میں سے شامل کیا گیا ہے باقی اشعار غزل نمبر 4 میں سے شامل کیے گئے ہیں - اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 3 کے 7 شعر ، مطلع اور نمبر 6 ، 8 ، 9 ، 11 ، 14 ، مقطع اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں -

شعلۂ خورشید روشن ہے رخِ پُر نـــوَر ســـے ‏ ‏ ‏ ‏ شمعِ قامت کیا بنی ہے صبح کی/کافــور ســـے

یاں سمجھ کس کو ہے تقریرِ زبانِ حال کـــی ‏ ‏ ‏ ‏ کلمۂ حق کہہ رہے ہیں سیکڑوں منصور ســـے

برق افشاں جلوۂ پائے حنائی ہے مــــدام ‏ ‏ ‏ ‏ کم ہو سنگ آشیانِ یار کیوں کر طـــور ســـے؟

آتشِ داغِ جدائی نے جلایا اس قـــــدر ‏ ‏ ‏ ‏ جائے مو اٹھا ہے دود اپنے تنِ محـــرور ســـے

قطرۂ شبنم بھی ہوں ساغرِ گل میں شــراب ‏ ‏ ‏ ‏ باغ کو دیکھے اگر وہ نـــرگسِ مخمـــور ســـے

تاک لہریں ہیں کئی انگور کے دانــے حباب ‏ ‏ ‏ ‏ اُس نے دریا کو جو دیکھا دیدۂ مخمـــور ســـے

گر پڑھے اور اک غزل تو ہے ترے نزدیـــک کیا ‏ ‏ ‏ ‏ سننے والے آئے ہیں مشتاق ناسخ دور ســـے

اوّل میں اس قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 4 کے 2 شعر نمبر 4 ، 8 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں -

کیوں نہ اُس کافر کو دوں تشبیہ شمع طـــور ســـے ‏ ‏ ‏ ‏ چہرہ شعلہ سے بنا ہے اور بدن کافـــور ســے

عاشقِ حیراں ہیں باغِ کوئے گلرویاں میں یـــوں ‏ ‏ ‏ ‏ دیکھتی ہے جس طرح پھولوں کو نرگس دور سے

چھوٹی

ابھی ہم قید میں گو روح/ مجسِ تن سے
موئے پَر بھی نہ اترا مثلِ قُمری طوق گردن سے

بہارِ حسن ہے ایمن خزانِ جورِ دشمن سے
چراغِ گل کبھی ہوتا نہیں گل بادِ دامن سے 1

خطِ رخسارِ جاناں کے تصور میں جو روتا ہوں
ہوئے ہیں دانہ ہائے اشک حاصل مہ کے خرمن سے

جنوں نے میری عریانی کو یہ تاثیر بخشی ہے
نہ اُلجھا میرے صحرا کا کبھی کانٹا بھی دامن سے

زمیں کو کر دیا رشکِ فلک تیری سواری نے
ہزاروں ماہِ نو نکلے نشانِ نعل توسن سے

اگر اندر گلستاں ہے تو باہر نوگستاں ہے
لگی رہتی ہیں آنکھیں تیری دیواروں کے روزن سے

جو دے خورشید سے نسبت تجھے وہ تیرہ باطن ہے
کہ روشن عالمِ دل ہے ترے رخسارِ روشن سے

زباں یوں میری دُزدانِ سخن نے بند کر دی ہے
کہ رستے بند ہو جاتے ہیں جیسے خوفِ رہزن سے

نکالوں دشت میں کیا خارِ پا میں ناتوانی سے ؟
کہ میرے ہاتھ کو ہوتا ہے رعشہ بارِ سوزن سے 2

مسی آلودہ لب سے جب کھلے دانت اُس کے ہنسنے میں
نظر آنے لگیں بیلے کی کلیاں برگِ سوسن سے

چمن میں گل بھی مرتا ہے/اک (ہر) میری طرح تجھ پر
ہوا ثابت یہ اے گل! پیرہنِ بلبل کے شیوں سے

کشش ہے ہم صفیرو! ایسی اپنے عشق کی دیکھو
کھنچی آتی ہے بوئے گل قفس کو صحنِ گلشن سے 3

ہوائے سرد میں خوش آتی ہے خمار کی بھٹی
غریبوں کی ہے جیسے زندگی جاڑوں میں گلخن سے 4

میں سر دینے کو حاضر ہوں اُسے کو شرم آتی ہے
جھکی ہے گردنِ قاتل زیادہ میری گردن سے

اچنبھا کیا اگر زندے ہیں تیرے تابعِ فرماں ؟
تری آواز پر مردے نکل آتے ہیں مدفن سے

جنوں تھا مجھ کو جب میں طوق منت کا پہنتا تھا
پری زادوں سے ناسخ عشق ہے مجھ کو لڑکپن سے

---

1 ۔اوّل ۔مطلع 2 ۔ ا = ------ ایمن ہے ----

2 ۔مطبوعہ ۔ ا = ---------- ناتوانی ۔مخطوطے میں سہو کاتب سے " توانی " بجائے "ناتوانی"

3 ۔ مطبوعہ ۔ ا = -------- اسیرو ----------

4 ۔ اوّل ۔ ا = ---------- گلزار ----------

مندرجہ بالا غزل اوّل میں 17 اشعار پر مبنی ہے مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 5 اوّل میں نہیں ہے ۔ اوّل میں اس غزل کے 2 شعر ، نمبر 6 ، 7 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں ۔

نظر آتا ہے عالم مجھ کو میخانے میں کعبہ کا
صدا لبیک کی آتی ہے ناقوسِ برہمن سے

رقیبِ سخت جاں سے ارتباط اُس سنگ دل کو ہے
کہ جیسے ربط مقناطیس کو ہوتا ہے آہن سے

دل مرا مرگِ شبِ فرقت میں ایسا شاد ہے
شیونِ یاراں مجھے شورِ مبارک باد ہے

شکوۂ فصلِ بہارِ روئے جاناں ہے عبث
مثلِ گل سینہ مرا صد چاک مادر زاد ہے

رنگ ہو جاتا ہے منزل میں پہنچتے ہی خموش
گور میں بھی میرے دل کا نالہ و فریاد ہے

قدر دانی جور سے خالی نہیں ہے دہر میں
دستِ گل چیں سے گلوں پر باغ میں بیداد ہے

دور ہے یار اپنی نظروں سے تصور میں قریب
گھر تو ویراں ہے مگر بزم خیال آباد ہے

بندہ کیا مجھ کو تصور کس قدر موزوں کا آج
جو بگولا ہے مری نظروں میں اک شمشاد ہے

حی نہیں بجتا نظر آتا شبِ فرقت میں آج
کہکشاں تلوار ہے اور آسماں جلاد ہے

قصرِ تن کی بے ثباتی کا جو آیا ہے خیال
ہر حباب اپنی نظر میں قلعۂ فولاد ہے

شوقِ گلزار فنا میں میرے مرغِ روح کو
چار دیوارِ عناصر خانۂ صیاد ہے

یہ ہمارا دل ہے یا پروانہ ہے یا فاختہ ؟
ہے وہ قد یا شمع کافوری ہے یا شمشاد ہے ؟

سر جھکائے ہوں تواضع سے کہ کاروں کی طرح
ہر کوئی اس پر بھی میری جان کو جلاد ہے

کیا سمجھ کر کوئے مہ رویاں میں پھر جاتا ہے تُو ؟
آفتِ عشقِ گزشتہ تجھ کو ناسخ یاد ہے ؟

---

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 18 اشعار پر مشتمل ہے ۔ اوّل میں اس غزل میں 6 شعر ، نمبر 2، 4، 8، 9، 12، 15 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں ۔

جوئے شیر صبح کی کوہِ شبِ غم سے رواں
نالۂ دل اپنا گویا تیشۂ فرہاد ہے

جس طرف چاہے نسیمِ زلف لے/جائے اُسے
قیدِ تن میں جاں برنگِ بوئے گل آزاد ہے

جس کو دیکھا ہے شبِ زندانِ حیرت میں اسیر
نام کو اک سرو باغِ دہر میں آزاد ہے

ربط ہستی سے نہ کرتا ہو نہ خوبی کا زیاں
غنچے کے کھلنے کے باعث رنگ و بُو برباد ہے

گرد آلودہ نہ دامانِ صبا کو بھی کیا
1 مشتِ خاک اپنی بسانِ رنگِ گل برباد ہے

سینۂ پُرداغ سے یاں دام کا ہوتا ہے کام
ناوکِ جاناں ہے صید اور اپنی جاں صیاد ہے

1 ب = سہو کاتب سے "رنگ و گل" بجائے "رنگ گل"

شبیہِ قامتِ موزوں مرا ہر ایک مصرع ہے
نہیں دیواں تصاویرِ حسیناں کا مرقع ہے

ترا زیور جو سارا اے پری پیکر! مرصع ہے
تو اُس کے وصف میں بالکل کلام اپنا مرصّع ہے

ترے رخسارِ تابندہ کے مضموں کا جو مطلع ہے
بعینہٖ آفتابِ صبحِ محشر کا وہ مطلع ہے

شگافِ خامہ ہے چاکِ گریبانِ سحر گویا
جو مطلع ہے مرا خورشید معنی کا وہ مطلع ہے

طواف اُس کا نہ کیوں بارہ مہینے ہم پہ واجب ہو
کہ رتبہ طاقِ ابرو کا کہیں کعبے سے ارفع ہے

پڑا جوشِ صفا سے عکس جو اُس پر ستاروں کا
گماں ہے ایک عالم کو کہ جسم اُس کا مرصع ہے

کروں مذکور کچھ آتا ہے آخر ذکر جاناں کا
مری جو بات ہے گویا وہ اک بندِ مرجّع ہے

پس از مردن بھی ظاہر ہے دغلؔ ان اہلِ دنیا کا
وگرنہ کیا سبب جو اُن کے روضوں پر ملمّع ہے

کہاں بیت الصنم میں ہر کسی کو بار ملتی ہے؟
وہ بیت اللہ ہے سارے جہاں کا جس میں مجمع ہے

غرورِ اوج دو روزہ کا عبث ہے تجھ کو اے اسفل!
میں مثلِ ماہِ گردوں ہوں تُو مثلِ ماہِ مقنع ہے

بھلا دیر و حرم کیا آگے تیرے آستانے کے؟
صنم نامِ خدا ہندو مسلماں کا یہ مرجع ہے

مرا خامہ ہے باغِ فکر میں شجرہ رباعی کا
مری طبعِ رواں اشعار کی بحروں کا منبع ہے

اگر تقطیعِ شعر اُس سے کوئی پوچھے تو حیراں ہو
یہ شیخِ شہر سارے شاعروں میں جو مقطع ہے

رگڑتا ہے سر اپنا کب سے تیرے آستانے پر
سبب یہ ہے جو اے خورشیدِ تاباں! ماہ اقرع ہے

حسینوں کی لگی رہتی ہیں آنکھیں سبزۂ خط پر
بجا ہے گر اسے کہیے غزالوں کا یہ مرتع ہے

امیر اپنا کہوں کیوں کر نہ ناسخ! شاہِ مرداں کو؟
قضا میں بھی وہ اقضیٰ ہے شجاعت میں جو اشجع ہے

---

1 - اوّل - ا = ---------- مضموں جو ----------

1 - مطبوعہ - ا - غرورِ اوج دو روزہ عبث ہے ----------

2 - اوّل - ب = ------ غزالوں کا موقع ------------

روشن جو عکسِ رُخ سے یہ جامِ شراب ہے
1 کہتے ہیں دستِ ماہ میں اب آفتاب ہے

تاثیر گُل رخوں کے تصور کی دیکھنا
لختِ جگر جو گل ہے تو آنسو گلاب ہے

بے یار پیتے ہی جو ہوا چاک چاک دل
ساقی یہ ہے شراب کہ خنجر کی آب ہے ؟

حیرت سے ہے طلسم جہاں دیکھ کر مجھے
2 یا رب! مرا خیال یہ ہے یا کہ خواب ہے ؟

کانٹے جو کو رہے ہیں غریبوں سے کاونیس
اِس ظلم سے ہر ایک بیاباں خراب ہے

کتنے لگے ہیں زخم ملے بوسے کس قدر ؟
قاتل سے ہم سے حشر کے دن یہ حساب ہے

ایسا جنوں میں روئے کہ دریا بنا ہے دشت
زنجیر موج آبلۂ پا حباب ہے

آخر وہاں ہے حسن یہاں زندگی تمام
پیری ہے اپنی یار کا عہدِ شباب ہے

ہم سے کشتوں کو غم نہیں مرنے کا محتسب !
فردوس میں بھی سُنتے ہیں نہرِ شراب ہے

زلفوں کو قطع کر کہ یہ ہیں دشمنِ جہاں
سانپوں کے قتل کرنے میں ظالم ثواب ہے

یوسف کی طرح کھینچ ہی لاؤں گا دیکھنا
ظالم مرا خیال زلیخا کا خواب ہے

اس مست نے جو کی سوئے دریا نگاہِ گرم
پانی ہوا شراب تو ماہی کباب ہے

آباد دل میں ہے غم و اندوہ کا جہاں
سینہ فلک ہے داغِ فراق آفتاب ہے

کس کو ہمارے یار کے نظارے کی ہے تاب ؟
خورشید جس کو کہتے ہیں اُس کی نقاب ہے

ہے عشق اُس کے روئے کتابی سے بس مجھے
ناسخ! جو شوخ صاحبِ ام الکتاب ہے

---

1 ۔اوّل ۔مطلع ۔ب = -------- یہ -------

2 ۔ ء ۔ ا = ------- سے طلسم ------

2 ۔ ء ۔ ب = --------- کوئی -------

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(پچھلی غزل کا بقیہ حاشیہ)

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 20 اشعار پر مشتمل ہے ۔ اوّل میں اس غزل میں 5 شعر ، نمبر 3 ، 5 ، 10 ، 14 ، 19 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں ۔

---------- فرق میں پڑتی نہیں دلا	-------------- چشمِ پُر آب ہے
--------------------	------------------ ؟
جو آہ ہے سو برق ہے نالہ ------ہے	آنکھیں مری محیط ہیں دامن سحاب ہے
--------------------	مقسومِ مرغِ قبلہ نما اضطــــراب ہــــے
--------------------	------------------ ؟

* مندرجہ بالا اشعار مخطوطے کے ناقص ہونے کی بنا پر پڑھے نہیں جاسکتے ۔

فکر سے میں نہیں خالی غمِ جاناں میں کبھی　　کبھی زانو پہ مرا سر ہے گریباں میں کبھی 1

ناتواں ایسے ہیں ہم سایہ گلوں پر جو پڑے　　نکہتِ گل سے نہ جنبش ہو گلستاں میں کبھی

ہے یہ میرے دلِ صد چاک سے نصرت اُس کو　　شانہ کرتا نہیں وہ زلفِ پریشاں میں کبھی

عالم آہوں کے شراروں کا یہ ہے رونے میں　　جس طرح اُڑتے ہیں جگنو شبِ باراں میں کبھی

قافلہ کیا کہ جرس کی بھی صدا دہشت سے　　نہیں آتی مرے پر ہول بیاباں میں کبھی

ہم ہیں وہ وحشی عریاں کہ اگر قتل بھی ہوں　　لہو اپنا لگے قاتل کے نہ داماں میں کبھی 2

فائدہ قربِ تونگر سے تہی دستوں کو ؟　　نظر آئے نہ گہر پنجۂ مرجاں میں کبھی

راہ پائے ترے کوچے میں جو وہ آنے کسی　　نہ رکھے بادِ صبا پاؤں گلستاں میں کبھی

شوق قاتل کی گلی کا ہو نوشتہ نقّال　　لاشہ اپنا نہ رہے گورِ غریباں میں کبھی

کہہ دے اک روز کہ غیر آنے نہ پائے گھر میں　　جنگ دیکھی نہ اگر ہو سگ و درباں میں کبھی

یار آیا نہ نظر برسوں رہا میں گریاں　　برق چمکی نہ مرے سامنے باراں میں کبھی

دن جدائی کا شبِ وصل سے رہتا ہے دراز　　دخل ہوتا نہیں خورشید کا میزاں میں کبھی

سرد مہری پہ رہی شعلہ رخوں کی ناسخ　　گرم پہلو نہ ہوا فصلِ زمستاں میں کبھی

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ مطلع ۔ ا = ــــــــــ رانوں ــــــــ

2 ۔ اوّل ۔ ب = ــــــ اپنانہ ــــــ نہ داماں ــــــ

* شعر نمبر 4 اور 5 کی ترتیب مطبوعہ کے برعکس ہے ۔

مندرجہ بالا غزل اوّل میں 15 اشعار پر مشتمل ہے ۔ اوّل میں اس غزل کے 2 شعر اضافی ہیں جو مخطوطے کا یہ صفحہ ناقص ہونے کی بنا پڑھے نہیں جاسکتے ۔

دہر میں غرق کہ کون مرا ثانی ہے ؟
موجِ مے مجھ کو بجائے خطِ پیشانی ہے

لشکرِ مورچۂ خط ہو کہیں کبر شکن
ہر پری چہرہ کو دعویٰ سلیمانی ہے

نور کانام شبِ تار جدائی میں نہیں
جو ستارہ ہے سو اک دیدۂ قربانی ہے

چشمِ جاناں سے مرے حال پہ آنسو ہیں رواں
دیکھنا چشمۂ خورشید میں بھی پانی ہے

ششی لگ گئی جس سمت ہوا منہ اپنا
مثلِ آئینہ یہاں عالمِ حیرانی ہے

سوزِ غم سے نہیں ہرگز دلِ بیتاب کو رنج
آگ سیماب کو اورنگ سلیمانی ہے

اس قدر کر گئی پرواز زمانے سے تمیز
کہ ہر اک تاجِ خروس افسرِ سلطانی ہے

کام شمشیرِ نگہ کرتی ہے جس مقتل میں
جوہرِ تیغ وہاں دیدۂ قربانی ہے

گور زنجیروں سے ڈھانپو عوض چادرِ گل
تھا میں دیوانہ مری روح بھی دیوانی ہے

کم شبِ مہ سے شبِ تار نہیں ہے ناسخ!
اب تصور میں جو وہ چہرۂ نورانی ہے 1

---

1 ۔اوّل ۔مقطع ۔ ا = --------- اے ----

1 ۔اوّل ۔ مقطع ۔ب = یاں -------- دیدہ ----

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 15 اشعار پر مشتمل ہے ۔ اوّل میں اس غزل کے 5 شعر ، نمبر 8 ، 10 ، 12 ، 13 ، 14 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں ۔

جرسِ ناقۂ لیلیٰ کے ہمراہ فغاں
قیس کے ساتھ مرا اشکِ بیابانی ہے

مثلِ زنجیر رگِ جاں ہے تری فرقت میں
روح اے جان! مری چشم [میں] زندانی ہے 1

پیرہن کے تو کیے دستِ جنوں نے ٹکڑے
چاک تلواروں سے اب جامۂ عریانی ہے

عزمِ صحرائے قیامت ہے مجھے وحشت میں
شورِ محشر مری اسواری کا میدانی ہے

خاک ہم سطحِ عالم کا تماشا دیکھیں
مستی اپنی نگہ دیدۂ فرمانی ہے

1 ۔ب ۔ سہو کاتب سے لفظ " میں " کتابت سے رہ گیا ہے ۔

بہر وحشت لامکاں کا چاہیے میداں مجھے
گوشۂ زنداں ہوا ہے عالمِ امکاں مجھے

واقعی انساں ہے اشرف ساری مخلوقات سے
لاکھ پریوں کو بھلا دیتا ہے ایک انساں مجھے

میرے بستر سے جو وہ صبحِ شبِ وصل اٹھ گیا
صورتِ تصویرِ توشک کر گیا بے جاں مجھے

جانتا گر یہ شرارت دل نہ دیتا اے صنم!
سنگ سے آتی نظر کیا آتشِ پنہاں مجھے ؟

پاسباں سمجھا نکیرین آئے جب بہرِ سوال
گور میں بھی ہے خیالِ کوچۂ جاناں مجھے

ہونٹ اپنے پہروں دانتوں سے چباتا ہوں میں آہ
یاد جب آ جاتے ہیں اُس کے لب و دنداں مجھے

حور ہے تو اے پری رُو گھر ترا باغِ بہشت
مثلِ رضواں ہے ترے دروازے کا درباں مجھے

ہوش آتا ہے جو سودے میں تو کرتا ہوں خیال
کیا میں کانٹا ہوں ملا جو دشت کا داماں مجھے ؟

مردمِ دنیا مرے حق میں سگِ دیوانہ ہیں
کاٹنے کو دوڑتی ہی صورتِ انساں مجھے

کیوں ملامت کرتے ہیں ناسخ! یہ چاکرِ جیب ہو؟
چاک کرنا ہے ابھی تو دشت کا داماں مجھے

---

1 ـ اوّل ـ ۱ = ----------- سے وہ ---------

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 15 اشعار پر مشتمل ہے اوّل میں اس غزل کے 7 شعر نمبر 3، 6، 10، 11، 13، 14، 15، ، اضافی ہیں ـ مندرجہ بالا غزل کے 2 شعر نمبر 6 اور مقطع اول میں نہیں ہیں ـ اوّل کے متذکرہ بالا اضافی اشعار درجِ ذیل ہیں ـ

تارِ سنبل کیوں نہ بن جائے مرا تارِ نفس ؟
یاد رہتی ہے کسی کی کاکُلِ پیچاں مجھے

وادیٔ دل روشنی سے وادیٔ ایمن ہوا
آگے جب ---- وہ رخسارۂ تاباں مجھے

ہے وہی جوشِ جنوں میں بھی تصورِ یار کا
ساتھ یوسف کے بلائے خانۂ زنداں مجھے

کر دیا ایسا غمِ فرقت کے صدموں نے نزار
اشک کا قطرہ ہوا ہے نوح کا طوفاں مجھے

تاقیامت کر سکے پیدا نہ کوئی تا سراغ
چشمِ عالم سے الٰہی جلد کر پنہاں مجھے

عندلیبِ قدس ہوں اے نغمہ سنجانِ چمن!
مانعِ گلبانگ ہے ------- بستاں مجھے

ہوں ذرہ پوشِ معالم تیرے جوہر کے مگر
تیغ ساں کر دے جو خونخوارِ فلک عریاں مجھے 1

1 ـ ۱ ـ سہوِ کاتب سے " عالم " بجائے " معالم "

مخطوطے کے ناقص ہونے کی بنا پر بعض اشعار نہیں پڑھے جاسکے ـ

حیرت سے اشک چشم کے باہر نہ ہو سکے ‏ — دریا بھرے رہے پہ مژہ تر نہ ہو سکے

حاصل ہو غیرِ گوشۂ تجرید کیا کمال ؟ — بن سیپ قطرہ آب کا گوہر نہ ہو سکے

باہر قدم نکالیں جو ہم گھر سے کیا مجال ؟ — یہ ضعف ہے کہ آپ سے باہر نہ ہو سکے

بھولے نہ تیرا مصحفِ رخسار دیکھ کر — جس سے کہ ایک حرف بھی از بر نہ ہو سکے

تقلید سے ہوا شرفِ ذات کب حصول ؟ — آئنہ ساز مثلِ سکندر نہ ہو سکے

کیوں کر کروں میں اپنی طرف اُس کا دل رجوع ؟ — جب اختیار اپنے ہی دل پر نہ ہو سکے

رکھو کسی طرح تو سرو کار مہربان! — کرتے رہو جفا ہی وفا گر نہ ہو سکے

شامل نہ ہو جا ناسخِ سرگشتہ کا غبار — صحرا میں گرد باد سے چکر نہ ہو سکے

مندرجہ بالا غزل اوّل میں 14 اشعار پر مشتمل ہے - مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 4 اوّل میں نہیں ہے - اوّل میں اس غزل کے 7 شعر ، نمبر 4، 5، 6، 7، 8، 9، 13، اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں -

ہوں خاکسار دیکھ کے اکسیر کی طرف — جب تک نہ خاک ہو کبھی مس زر نہ ہو سکے

تشبیہ کس سے دیں قدِ موزوں کو دیکھئیے ؟ — سائے سے جس کے سرو برابر نہ ہو سکے

ہے جلوہ ناہ کہر کے تصور کا رات دن ؟ — آنکھوں سے چار دیدۂ اختر نہ ہو سکے

رکھتے نہیں دیارِ بتاں میں .... — پامال جس سے عرصۂ محشر نہ ہو سکے

------------------- — -------------------

ہے عشق میں شکست ہی فرہاد ساں ظفر — جب تک بجائے ---- بہم سر نہ ہو سکے

تبرید کیا مفید ہو بیمارِ عشق کو ؟ — آبِ حیات بھی ہو تو جاں بر نہ ہو سکے

باعث
مخطوطے کے ناقص ہونے کے / بر بعض اشعار نہیں پڑھے جا سکے -

تو سرا تابوت یاروں کو وبالِ دوش ہے — گور تو میرے لئے کھولے ہوئے آغوش ہے

کیا چمکتا ہے ترا نورِ بدن سے پیرہن — ایک عالم کے گماں میں تُو تمامی پوش ہے

خوب بزمِ دہر میں آتش زبانی کر چکے — آج کل اپنا چراغِ زندگی خاموش ہے

پنجۂ خورشید کیا ہے پنجۂ پاکے حضور ؟ — حسن میں خورشید سے افزوں تری پاپوش ہے

ہوں میں وہ بے کس ہوا کوئی نہ مجھ پر نوحہ گر — آدمی تو کیا چراغِ گور تک خاموش ہے

کھیل کتا ہے فغانِ عاشقِ جانباز کو — محو ایسا کھیل میں وہ طفلِ بازی کوش ہے

مرگ کے ساماں مہیا ہیں قضا کی دیر ہے — باڑھ واں تلوار پر ہے یاں لہو کا جوش ہے

چاند پر یہ خاک ہے یا اس کے چہرے پر بھبھوت ؟ — بدلی میں سورج ہے یا محبوب کمل پوش ہے ؟

عید ہے اک شب چلو مل کر پئیں ہم تم شراب — آج وہ دن ہے کہ مے خانوں میں نوشا نوش ہے

ہوں وہ مے/کش رات دن رہتا ہوں لب ریزِ شراب — طائرِ جاں تک بطِ مے کی طرح بے ہوش ہے

مثلِ ناصح چاہیے بے ہوش ہو پی کر شراب — اِس خراباتِ کہن میں جو کوئی ذی ہوش ہے

مندرجہ بالا غزل اوّل میں 19 اشعار پر مشتمل ہے - اوّل میں اس غزل میں 8 شعر ، نمبر 3، 5، 6، 7، 9، 10، 11، 13، اضافی ہیں -

______ — ______

______ — ______

______ — ______

یار کو عزمِ سفر ہے مجھ سے ------ — رخصت ------

______ — ______

______ — ______

______ — ______

کیا ہی شرمندہ ہوں ناداری سے مہماں کے حضور — [ہے] یہاں قطرہ لہو کا غم سو دریا نوش ہے

مخطوطے کے ناقص ہونے کی بنا پر اشعار پڑھے نہیں جاسکے -

1 ب = سہو کاتب سے لفظ "ہے" کتابت سے رہ گیا ہے -

شان آگے خاکسار کے سرکش کی کب رہے ؟
بیدا ہو بوتراب تو کیا بولہب رہے

مانندِ دانہ خال بہ ہم خاک میں ملے
نکلا جو اُس کا سبزۂ خط کھیت اب رہے

ریگِ رواں بنی ہے ہمارے جسد کی خاک
اک دم نہ بعد مرگ بھی ہم بے طلب رہے

اِس باغ میں ثبات ہے گل کو نہ خار کو
اسفل رہے جہاں میں نہ عالی نسب رہے

مردے جیا کئے لبِ جاں بخشِ یار سے
بوسے کے اشتیاق میں ہم جاں بہ لب رہے

اے تاجدارو ملک کہاں منتقم یہ ہے
قابو میں گر لحد کی زمیں دو وجب رہے

گر کو کے شیشے اشک کے ٹوٹیں تو کس قدر ؟
اے گریہ! میرے دل کا سلامت حلب رہے 1

انسان دل میں کہتے نہیں حسرت سے مرتے دم
تنہا عدم کو ہم چلے دنیا میں سب رہے

ہر موجِ بوریا رگِ خوابِ گراں ہوئی
راحت میں عمر بھر مرے پائے طلب رہے 2

کی ہے خیالِ زلف میں سب زندگی بسر
گویا کہ ہم جہان میں بس ایک شب رہے

ناسخ ہر ایک ملک کی ہوتی ہے اور رسم
آزردہ وضعِ دہر سے ہم بے سبب رہے

---

1 ۔ اوّل ۔ ا = ------------ اس -------

2 ۔ اوّل ۔ ب = راحت عمر -----------------

مندرجہ بالا غزل اوّل میں 16 اشعار پر مشتمل ہے ۔ اوّل میں اس غزل میں 5 شعر، نمبر 3، 4، 5، 6، 15، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں ۔

تھا مجھ کو ضبطِ آہِ شرر بار عمر بھر
------------------ سیاہ سے

کیوں میری چشم ______________

____

____

کیوں کر چھپاؤں دل میں بھلا رازِ عشق کو
______ مگر ہے خدا کا حکم

شیشے میں موج نیز وہ پوشیدہ کب رہے ؟
عیش و طرب کے ساتھ ہی رنج و تعب رہے

1 عاشق کی سعادت ہے کہ سر اُس/جھکا ہے (کا) — قاتل تری تلوار نہیں بالِ ہما ہے

جب وادیٔ وحشت میں گزر میرا ہوا ہے — ہر ایک بگولا پئے تعظیم اٹھا ہے

2 نادان ہیں ہوتا ہے گماں جن کو شفق کا — گلشن کا ترے رشک سے یہ رنگ اڑا ہے

جو دن ہے سو ہے دیوِ سفید اپنی نظر میں — جو رات ترے ہجر میں ہے کالی بلا ہے

3 وہ سنگ دل اک روز ہوا صاف نہ مجھ سے — کہتے ہیں غلط سنگ سے آئنہ بنا ہے

ممکن نہیں تا حشر فنائے غمِ خوں خوار — گویا مرے خوں میں اثر آبِ بقا ہے

کر آ کبھی پامال کہ اس شوق میں دن رات — گلشن میں جو ہے شاخِ گل اک دستِ دعا ہے

دعویٰ خدائی جو بتوں ہے نہ پھر و دُور — سوچو کہ رگِ جاں سے بھی نزدیک خدا ہے

خالق نے یہ سرخ اُس کے کفِ پا کو بنایا — ہوتا ہے زمانے کو یقیں رنگِ حنا ہے

4 گر سودۂ الماس نہ تھا لوَن چھڑکتا — یہ ہر دہنِ زخم کو قاتل سے گلا ہے

ہر دم ہے تمنا کہ کہیں تن سے جدا ہو — جس دن سے مرا سر ترے قدموں سے جدا ہے

عالم نظر آتا ہے ترے عشق میں بیمار — عشق اِس کو نہ کہیے یہ زمانے میں وبا ہے

کہیے جو طویل اُس کو سزاوار ہے ناسخ! — جس بحر میں اُس زلف کا مضمون بندھا ہے

---

1 - مطبوعہ - مطلع 1 - ا = -------جو ------- = اوّل = ---- جو -----

2 - اوّل - ب = منہ سے ترے عشاق کے یہ رنگ اڑا ہے

3 - " - ا = ----------------- ہم سے

4 - " - ب = یہاں --------------------

مندرجہ بالا غزل اوّل میں 15 اشعار پر مشتمل ہے - اوّل میں اس غزل میں 2 شعر ، نمبر 9، 10، اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں -

۱

لیلیٰ کے تصور میں یہ مشغول ہے مجنوں — جو نالۂ زنجیر ہے اک بانگِ درا ہے

تجھ بن یہ اندھیرا ہے مری آنکھوں کے آگے — کہتا ہوں شب و روز کو زلفِ دوتا ہے

باد کی مانند ساقی! لے اڑا پانی مجھے / کشتیٔ مے ہو گئی تختِ سلیمانی مجھے

اس قدر اے غم! نہ میرے استخوانوں کو گھُلا / کرنا ہے اک دن سگِ جاناں کی مہمانی مجھے

کرتی ہے ضائع عبادت کو سیہ کاری مری / سجدے میں حاصل نہیں جُز داغِ پیشانی مجھے

اِس قدر تو نے اڑایا ہے مجھے باتوں میں آج / اے پری! زیبا ہے دعوائے سلطانی مجھے 1

بن گیا مقیش کا تار اِن دنوں تارِ نگاہ / بس کہ آتا ہے نظر وہ روئے نورانی مجھے

کب ہوا ساکن کماں کے خانۂ رنگیں میں تیر ؟ / روکے کیا نقش و نگارِ عالمِ فانی مجھے ؟

تھا میں عاشق جب غرورِ حسن دنیا میں نہ تھا / سنگ میں آئنہ تھا ہے جب سے حیرانی مجھے 2

قتل ہوتا ہوں نہ مجھ سے بے دماغی کیجئے / تاب ہے تلوار کی یہ چینِ پیشانی مجھے 3

کیا سبک روحی نے ناسخ! کر دیا رتبہ بلند / بوئے گل ہوں ہے صبا تختِ سلیمانی مجھے

---

1 ـ اوّل ـ ا = ---------- مجھ کو پانی میں کہ اب

1 ـ ہ ـ ب = ---------- سلیمانی --------

2 ـ ہ ـ ب = ---------- ہے ہے --------

3 ـ ہ ـ ب = ---------- یا -----------

تیرے گل گوں میں اے رنگیں ادا بادِ بہاری سے / بنائیں غازۂ رخسارِ گل گردِ سواری سے

ہنسی آتی ہے اس گل کو ہماری اشک باری سے / شگفتہ ہوتے ہیں گل جس روش ابرِ بہاری سے

فراقِ یار میں نفرت ہے مجھ کو بادہ خواری سے / کہیں زاہد نہ کردے متہم پرہیز گاری سے

پس از مردن چلا ہوں سوئے جاناں بے قراری سے / مشابہ ہو گیا ہے گنبدِ مدفن عماری سے

ترے آگے چمن ہے پانی پانی شرمساری سے / روانی میں مشابہ رنگِ گل ہے خونِ جاری سے

گریزاں وہ سہی قد کیوں ہے میری اشکباری سے؟ / کہیں شمشاد بھی کرتے ہیں وحشت نہرِ جاری سے؟

جو دعویٔ ہدائت ہے گزر عالی وقاری سے / ہوئے نقشِ قدم خضرِ بیاباں خاکساری سے

فراق یار میں آئی اجل ابرِ بہاری سے / ہر اک بونڈی نہیں کم مجھ کو بونڈی کی کٹاری سے

زمیں پر پاؤں کس انداز سے رکھتا ہے [اے] عالم؟ / رواں ہے ساتھ ہر نقشِ قدم تک بے قراری سے

مریضِ عشق ہوں جب سے ہوئی نفرت زمانے کو / گریزاں جس طرح ہوتے ہیں سب امراض ساری سے

کیا گلگشت میں کس سرو قد نے زلف میں شانہ ؟ / درختوں کو چمن میں کم نہیں ہر برگ آری سے

مربیّ کے نہیں محتاج ہمت جن کی عالی ہے / بھلا کشتِ فلک ہے سبز کس کی آبیاری سے ؟

اگر ہے آبرو انسان میں ہوگی شجاعت بھی / برش تلوار میں ہوتی ہے پیدا آب داری سے

درختوں سے نہیں باغِ جہاں میں کم میں دیوانہ / ہرے ہو جاتے ہیں داغِ کہن بادِ بہاری سے

اگر ہے سنگ میں کیڑا اجل اس کو بھی آتی ہے / ہوا کب قصرِ تن مُحکم محل کی پائداری سے

پسند آتا ہے کر تجھ کو عروج اک دم کا اے منعم! / حبابِ آب جو بھی کم نہیں تیری عماری سے

(باقی غزل اگلے صفحے پر)

---

1 - اوّل - ب = ------- ہو گیا گنبد ------

2 - مطبوعہ - ب = -------- بوندی ----- بوندی

3 - مطبوعہ - ا = -------- اے --- = مخطوطے میں سہو کاتب سے لفظ "اے" کتابت سے رہ گیا ہے -

4 - اوّل - ا = -------- کو ------

" - " - ب = چمن میں ہر شجر کو ----

5 مطبوعہ - ا = ----- کم ہیں دیوانے

6 - اوّل - ا = ------- آتی ہے اس کو بھی

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کی باقی غزل)

جو اک دن وصل کی راحت تو اک دن رنج فرقت کا — وہ ہیں ہم درد میرے جن کو تپ آئی ہے باری سے
بَری ہوتے ہیں تدبیروں سے جو دنیا میں کامل ہیں — تعلق بخیہ و مرہم کو کیا ہے زخمِ کاری سے ؟
ہوا ایسی بھری گلزار کی اس گل کے جاتے ہی — چراغِ گُل ہوئے گل جنبشِ بادِ بہاری سے
نظر آتا ہے شیشہ سر بریدہ ہجرِ ساقی میں — شرابِ ارغوانی کم نہیں ہے خونِ جاری سے
سیہ رُوکیوں کہا کرتا ہے ہم مستوں کو اے زاہد ؟ — کہ اپنے چہرے پہ رہتی ہے سرخی بادہ خواری سے
زبانِ شمعِ سوزاں سے یہ مصرعِ گرم سنتا ہوں — سرِ عریاں ہے اِس محفل میں بہتر تاجداری سے
جو خوں ریزی کی عادت رکھتے ہیں بے فیض ہوتے ہیں — کہاں ملتی ہے سائل کو کبھی کوڑی کٹاری سے ؟
دلیل اس پر ہے کیا جو حکم کرتا ہے نجاست کا — کہ مے گردش میں زاہد کم نہیں ہے آبِ جاری سے
رُلایا مجھ کو جب برسوں تب آیا وہ سہی قامت — ہوا ہے سرو پیدا باغباں کی آبیاری سے
شہادت پائی جو سودائے زلفِ یار میں ہم نے — ہوا نقشہ عیاں مارِ سیہ کا خونِ جاری سے
تنزل میں ترقی کرتی ہے افتادگی ناسخ ! — کہ معراجِ شجر پانی نے پایا خاکساری سے

---

7 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ---------- آتے ----------
8 ۔ اوّل ۔ ب = -------- ۔ پر آتی ہے ---
9 ۔ ، ۔ ب = ---------- کچھ --------

مندرجہ بالا غزل اوّل میں 16 اشعار پر مشتمل ہے ۔ مندرجہ بالا غزل کے 13 اشعار ، مطلع ، نمبر 3، 5، 7، 8، 10، 12، 14، 16، 18، 20، 23، 26 ، اوّل میں نہیں ہیں ۔ مندرجہ بالا غزل کے اوّل میں 2 شعر ، نمبر 14، 15 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں ۔

کرے گا حشر جولانِ سمندِ ناز سے برپا — زمانہ ہو گیا پامال جس کی نے سواری سے
خریداری تہی دستی میں کیا جنسِ محبت کی — نکلتا ہے دلا! کب کام زر کا زور و زاری سے ؟

سب فلک گردش میں ہے اس کو اک جہاں گردش میں ہے — مثلِ فانوسِ خیالی آسماں گردش میں ہے

ہوں وہ سرگشتہ کہ میرے عکس کی تاثیر سے — آئنہ آٹھوں پہر گرداب ساں گردش میں ہے

کیوں نہ ظالم کی مدد کرتا رہے دورِ فلک ؟ — تیزیٔ شمشیر کی خاطر فساں گردش میں ہے

تم جو یاں شب باش ہو پھرتا ہے کیا نالاں رقیب — خوابِ آسائش میں ہم تم، پاسباں گردش میں ہے

جو کہ ہیں صاحب سخن اک دم نہیں ان کو قرار — ہے زباں بالفرض اگر معجز بیاں گردش میں ہے 1

ہوں میں ہر دورے میں محروم اور سب ہیں کامیاب — آسماں کی طرح جامِ میکشاں گردش میں ہے

تو وہ ماہِ مصرِ خوبی ہے کہ تیرے شوق میں — مدتوں سے اختروں کا کارواں گردش میں ہے

بے قرار ایسا ہوا اُس دورِ خط کو دیکھ کر — ہالۂ مہ شعلہ جوالہ ساں گردش میں ہے

کیا ہی مضموں خیز ہے دورِ خطِ مشکینِ یار — رات دن یاں خامۂ عنبر فشاں گردش میں ہے

ہے طلب میں دشت دشت آوارہ مثلِ گرد باد — بعد مردن بھی غُبارِ عاشقاں گردش میں ہے

سعی سے فارغ نہیں ہر چند ہوں سیر املِ حرص — ہے دہن لبریز نعمت سے زباں گردش میں ہے

یہ نشاں ہے ناسخِ سرگشتہ کی ویرانی کا — آسیا کی طرح سنگِ آستاں گردش میں ہے

---

1 - اوّل - 1 = ان کو نہیں ممکن ----

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 13 اشعار پر مشتمل ہے - مندرجہ بالا غزل کے 2 شعر ، نمبر 3، 4، اوّل میں کم ہیں - اوّل میں اس غزل کے 3 شعر ، نمبر 3، 4، 5، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں -

کعبۂ ابرو کے غم میں صورتِ قبلہ نما — طائرِ دل درمیانِ آشیاں گردش میں ہے

نشۂ شاہد پرستی مے پرستی میں کہاں ؟ — دورِ مے کیا ہے جہاں چشمِ بتاں گردش میں ہے ؟

پھر جنوں کے جوش میں دورانِ سر رہنے لگا — پھر ہنڈولے کی طرح سارا مکاں گردش میں ہے

یہ جسمِ زار بے حرکت پیرہن میں ہے
سب مجھ کو جانتے ہیں کہ مردہ کفن میں ہے

فرقت قبول، رشک کے صدمے نہیں قبول
کیا آئیں ہم، رقیب تری انجمن میں ہے ؟

آتا ہے لب کو شکوۂ داغِ فراق کیا ؟
جائے زباں زبانۂ آتش دہن میں ہے

ہیں بے نصیب صحبتِ جاناں سے ایک ہم
پروانہ بزم میں ہے تو بلبل چمن میں ہے

آنکھیں ہوئیں سفید ترے انتظار میں
1 ہر شب یہ چاندنی مرے بیت الحزن میں ہے

بن جائیں عطر دان نہ کیوں گوشِ سامعین ؟
خوشبو نسیمِ خُلد سی تیرے سخن میں ہے

مرہم کی بتّی بنتی ہے بتی چراغ کی
2 سوزش یہ آج تک مرے داغِ کہن میں ہے

سونا سگند کیوں نہ کہوں تجھ کو اے پری!
رنگت سنہری اُس پہ یہ خوشبو بدن میں ہے

دونوں کا کر چکا ہوں میں اے ناسخ امتحان
سیّد میں مہر ہے نہ وفا برہمن میں ہے

---

1 - اوّل - ب = ---------- الحزن -----

2 - مطبوعہ - ۱ = ---- پتی ------- = اوّل -----پٹی ----

مندرجہ بالا غزل اوّل میں 13 اشعار پر مشتمل ہے - اوّل میں اس غزل میں 4 شعر، نمبر 5، 7، 11، 12، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں -

---------- بازارِ مصر ہوں
1 یوسف مرا جو ہے وہ میرے پیرہن میں ہے

دل زلف میں ہے رہ گیا سینے میں داغِ دل
آہو اسیر دام ہیں نافہ ختن میں ہے

پھرتا ہوں ڈھونڈتا تجھے دن رات کو بہ کو
ظالم! مسافری مجھے اپنے وطن میں ہے

ہے خضر جس کو سبزۂ خط جانتے ہیں سب
آبِ حیات یار کے چاہِ ذقن میں ہے

۱ - ۱ = ناخوانا

لغزش اِس وادی میں پائے خضر کو ہر گام ہے
نقش پا میرا شرابِ بے خودی کا جام ہے

رتبہ میری خانہ ویرانی کا ایسا ہے بلند
آسماں کہتے ہیں جس کو میرے گھر کا بام ہے

ہوگئی صبحِ شبِ وصل اُس کے جاتے ہی سیاہ
آفتاب اپنی نظر میں اک چراغِ شام ہے

آئی وحشت شہر سے تھی اب ہے دنیا سے گریز
تھا وہ آغازِ جنونِ عشق یہ انجام ہے

دیکھتا ہے جب نہ تب کڑوی نگاہوں سے مجھے
چشمِ قاتل ہے کہ کوئی تلخ یہ بادام ہے ؟

جاں بہ لب ہوں پر نہیں صحت کی مجھ کو آرزو
کیا مرض ہے عشق! جس کے درد سے آرام ہے 1

بعد مردن کعبۂ مقصود کو پہنچیں گے ہم
کہتے ہیں جس کو کفن وہ جامۂ احرام ہے

روز تیرا خط بنا کر قتل کرتا ہے ہمیں
کیا ہماری جان کو جلاد یہ حجام ہے ؟

دیکھتا جالی کی ٹوپی میں رکھے ہیں اُس نے پھول
بلبلوں کے دام تھے پر یہ گلوں کا دام ہے 2

جب میں ناکام اُس سے کہتا ہوں کہ ہو جا میرے پاس
ہنس کے کہتا ہے ضرور اِس دم مجھے کچھ کام ہے

کوچۂ و بازار میں کہتے ہیں مجھ کو دیکھ کر
ہے یہی آتش زباں ناسخ اِسی کا نام ہے

---

1 ـ مطبوعہ ـ ا = ــــــــــ صحبت ــــــــــ

2 ـ ب = ــــــــــ اب ــــــــــ

* مطبوعہ میں شعر نمبر 5 کی ترتیب برعکس ہے ـ

مندرجہ بالا غزل اوّل میں 19 اشعار پر مشتمل ہے ـ اوّل میں اس غزل کے 8 شعر ، نمبر 3، 4، 5، 7، 8، 10، 14، 18 ، اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں ـ

بے خودی کا ایک سا عالم ہے صبحِ حشر تک
عمر کا لبریز ساغر ایسی مے کا جام ہے

غیر کا دل میرے دل سے ہے عزیز اُس چشم کو
ترک ہی اس واسطے ذوقِ کباب خام ہے

چھوٹنا ممکن نہیں قیدِ تصوّر سے مرا
جب تلک ثابت مرے تارِ نفس کا دام ہے

ہے مثل مشہور دن جاتے نہیں لگتی ہے دیر
سو حیات اپنی سوارِ ابلقِ ایام ہے

حظ اٹھایا وصل کا تو ہجر میں جینا کہاں؟
وصل کا پیغام مجھ کو موت کا پیغام ہے

قمریوں سے سرو چھوٹا گل سے گریں بلبلیں
عازمِ سیرِ چمن وہ سروِ گل اندام ہے

ناصحا! نسبت ہے مجھ کو ہوش و دانائی سے کیا ؟
عشق وہ مے ہے کہ جس کا داغِ سودا جام ہے

کس کو یاں اے موسمِ گل! ہے ہوائے سیرِ باغ
پس تصور میں کسی کا چہرۂ گلفام ہے

مست ہوں مارے خوشی کے میں شرابی سے زیاد
ہاتھ سے اپنے جو توڑے قدحِ آب مجھے

کوئی ایسا نہیں دنیا میں ہوا ہجر نصیب
روز پروانہ ملا ہے شبِ سرخاب مجھے

بعد مردن بھی رہائی نہیں ممکن اِس سے
ہو گیا چاہِ ذقن حلقۂ گرداب مجھے

سجدے میں کرنے لگا جان کے ابرو تیرے
کسی مسجد کے نظر آئے جو محراب مجھے

ساتھ خیمہ بھی نہیں چاہیے مانندِ حباب
چھوڑ جانا ہے یہیں اپنا سب اسباب مجھے

زلفِ جاناں کے یہ سودے میں میں آوارہ ہوں
حلقۂ مار ہوا حلقۂ احباب مجھے

شمع ساں محفلِ عالم میں ہوں میں شب بیدار
تار رونے کا ملا جائے رگِ خواب مجھے

جوشِ گریہ سے ہے زنداں میں گلے تک پانی
دوسرا طوق ہوا حلقۂ گرداب مجھے

واے نا! غم نہیں [illegible] کی گرفتاری کا
بے قراری نے دیا عالمِ سیماب مجھے

پیاس میں یاد جو شبیر کی آئے ناسخ!
گھونٹ کیوں کر نہ لہو کے ہوں دمِ آب مجھے؟

---

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 17 اشعار پر مشتمل ہے - اوّل میں اس غزل کے 6 شعر ، نمبر 2، 5، 6،
9، 10، 13، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں -

یاد آتا ہی نہیں جیسے لپٹ کر سونا
بخت میں خواب ہیں کیا اپنے خواب مجھے ۱

تیرہ بختی نے کیا عید کے دن کو شبِ قتل
ہجر میں ہے مہِ نو تیغِ سیہ تاب مجھے

چشمِ جاناں ہے تصوّر میں کنول کے بدلے
عوض آنکھوں کے خدا نے دیے تالاب مجھے

پئے تسکین اُسے سمجھا ہوں میں نظارہ
نظر آیا ہے پریشاں جو نظر خواب مجھے

جان میں زخمیوں کی طرح تڑپ کر دوں
دے جو فرقت میں دکھائی شبِ مہتاب مجھے

آتشِ ہجر نہیں وہ جو بجھے پانی سے
صورتِ شعلۂ جوالہ ہے گرداب مجھے

مندرجہ بالا غزل مطبوعہ میں 12 اشعار پر مشتمل ہے - اوّل کا اضافی شعر نمبر 6 مطبوعہ کا اضافی شعر ہے -

[illegible]

کچھ عدم کا بھی خیال اے دل تجھے یاں چاہیے
گو عزیزِ مصر ہے پر یادِ کنعاں چاہیے

کوچۂ دل دار کی حسرت میں رونے کے لئے
پاؤں کو اب آبلے کی چشمِ گریاں چاہیے 1

حشر برپا کر رہی ہے ناقۂ لیلیٰ کی چال
صور اسرافیل اب جائے حُدی خواں چاہیے

چاک رکھتا ہوں جو وحشت میں گریبان مثلِ صبح
اک پری رُو غیرتِ خورشیدِ تاباں چاہیے 2

غل مری زنجیر کا پہنچا تو وہ کہنے لگا
خانۂ زنجیر کو بھی اب نگہباں چاہیے

میرے غم میں رو کے عالم کو کرے گا اب وہ قتل
اشک کیسے؟ ناوکِ مژگاں کو پیکاں چاہیے

ہوں وہ مجنوں عہدِ طفلی میں مجھے کہتے تھے لوگ
گوشۂ زنداں اسے جائے دبستاں چاہیے 3

استلامِ سنگِ اسود سے ہمیں کیا زاہدا ؟
بوسۂ خالِ تہِ ابروئے جاناں چاہیے

دم بہ دم کہتی ہے میری کشتیٔ عمرِ رواں
مجھ کو آبِ خنجرِ قاتل کا طوفاں چاہیے

آگیا پیری میں اُس کے بوسۂ لب کا خیال
ہونٹ کاٹوں کس طرح حسرت سے دنداں چاہیے ؟

پنجۂ خورشید کو کافی ہے اک جیبِ سحر
روز یاں دستِ جنوں کو سو گریباں چاہیے 4

حسرتِ نظارۂ زلفِ پریشاں دل میں ہے
بہرِ تسکیں گور میں کچھ مارِ پیچاں چاہیے

عمر گزری روتے روتے ہنس بھی لوں اب جی میں ہے
میرے منہ پر کوئی قاتل زخم خنداں چاہیے 5

وردِ مژگاں کی زباں سے میں لبِ جاناں کے وصف
اشک خوں کی چشم کو تسبیحِ مرجاں چاہیے

سنگریزے لے چلوں چن چن کے بہر گود کاں
عاریت اے کوہ! مجھ وحشی کو داماں چاہیے 6

روحِ سعدی ہو گئی ہوگی خوشی سے باغ باغ
آج پڑھنے کے لئے اُس کو گلستاں چاہیے

طالبِ دنیا مونث ہیں بھلا کیا اُن سے کام
مرد ہے ناسخ کو عشقِ شاہِ مرداں چاہیے 7

---

1 - اوّل - ا = ------ میں ہے رونے کے لیے

2 - // - ا = ------------ ------ گل

3 - // - ا = ------------ ہیں ---

4 - // - ا = ------------- باقی ---

5 - // - ا = -------- بس ---------

6 - // - ب = ------- اک گوشہ مجھ = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے "گود کا" بجائے "گود کاں".

7 - // - مقطع - ا = ------- اُسے ------

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(پچھلی غزل کا حاشیہ)

* اوّل میں مندرجہ بالا غزل 21 اشعار پر مشتمل ہے - مطلع مختلف ہے - اوّل میں اس غزل کے 4 اشعار ، مطلع اور نمبر 13 ، 14 ، 17 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں -

مردم آگے مصحفِ رخسارِ جاناں چاہیے
زاہدا! بہرِ تلاوت مجھ کو قراں چاہیے

بعد مرنے کے بھی ہے مجھ کو وہی جوشِ جنوں
روضۂ رضواں کے بدلے کنجِ زنداں چاہیے

میوہ ہائے خلد پر پڑتی نہیں اپنی نگاہ
بعد مردن بھی وہی سیبِ زنخداں چاہیے

- - - - - - - - . . . . روتا ہوں میں
مے کشی کرتا ہے تو اے یارا باراں چاہیے

1 ـ ا ـ ناخوانا

ظلم جو کرتا ہے تُو ڈرتا نہیں انجام سے ؟
رُوسیہ ہونا ہے اک دن خطِ عنبر فام سے 1

شوق ہم دیوانوں کو بالا نشینی کا نہیں
کیا تعلق خانۂ زنجیر کو ہے بام سے 2

کل شبِ فرقت نہ ہوتی تھی کسی صورت سے صبح
وصل ہے خورشید ہوگا آج طالع شام سے

ہے ازل کے روز سے برہم ہماری بزمِ عیش
لی ہے مینائے فلک نے گردش اپنے جام سے

کیا شبِ فرقت کے صدموں سے ہے نسبت موت کو ؟
مر گیا ہے جو کوئی سوتا ہے وہ آرام سے 3

صیدِ لاغر ہوں مگر تکبیر پہنچا دے مجھے
مرغِ روح آزاد ہو جائے رگوں کے دام سے

گرچہ یہ پیغام بر عیسائی پیغمبر نہیں
جان میں جان آگئی پر وصل کے پیغام سے

اثر کیا ہم عاشق میں جو باتیں خوشامد کی کرے
صاحبِ غیرت کو ناصح کام کیا دشنام سے ؟

---

1 ۔اوّل ۔ مطلع ۔ ا = واقف ---------------

2 ۔ " ۔ ا = ------- سے -----------

3 ۔ " ۔ ب = --------- کیا ------------

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 15 اشعار پر مشتمل ہے ۔اوّل میں اس غزل کے 7 شعر ، نمبر 4 ، 6 ، 8 ، 9 ، 11 ، 13 ، 14 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں ۔

---------------------- ----------------------

ہے اثر میں اخترِ بختِ سیہ بھی آفتاب
اُٹھتی ہے یاں ہے برنگِ شبنمِ گل جام سے

جب قدم نکلیں وطن سے پھر گرفتاری کہاں ؟
طائرِ رنگِ چمن کو کیا خطر ہے دام سے ؟

حیف کھو بیٹھے ہیں جس کے عشق میں ہم ننگ و نام
آج تک واقف نہیں ہے وہ ہمارے نام سے

آ چکی شب وصل کا وعدہ کیا ہے یار نے
داغِ فرقت پہلے کم ہو آفتابِ شام سے

کوڑیاں پھانکتا ہوں پھوڑتا ہوں سر کبھی
ایک دم فرصت نہیں مجھ کو جنوں کے کام سے

ثبوت کا ہے کہاں خورشید پر یاں روزِ ہجر
صبح میری تیرگی میں کم نہیں کچھ شام سے

اے شیخ و گبر سبحہ و زنار توڑیئے
پر دل کسی بشر کا نہ زنہار توڑیئے

دیرِ مغاں کو جی میں ہے کعبہ بنائیے
1 بت نشۂ شراب سے دو چار توڑیئے

چہرے پہ خط ہوا ہے بہ رنگِ سپر سیاہ
بس اب تو اپنے ناز کی تلوار توڑیئے

برسوں دہانِ زخم سے ہنستے رہے ہیں ہم
اک عمر رونے کا بھی نہ اب تار توڑیئے

آیا مہِ صیام علی الرغم محتسب
روزے شراب سے سرِ بازار توڑیئے

ہم وحشیوں کے پاؤں کو کانٹوں سے کیا ہے اُنس ؟
ہاتھوں سے بھی گلوں کے عوض خار توڑیئے

ہے کس کو فہم زمزمہ ہائے صریر کا ؟
بس عندلیبِ کلک کی منقار توڑیئے

خرمہرہ سے بھی گوہرِ مضموں کی کم ہے قدر
وہ وقت ہے کہ کلکِ گہر بار توڑیئے

یاروں کی ہم سے دل شکنی ہو سکی کہاں؟
یاں پاس ہے نہ خاطرِ اغیار توڑیئے

ہم جورِ چشمِ یار سے دم مارتے نہیں
یعنی رَوا ہے کب دلِ بیمار توڑیئے ؟

یاں دردِ سرخمار سے ہے واں دکان بند
ٹکرا کے سر کو اب درِ خمار توڑیئے

ٹکراؤں واں جو سر تو وہ کہتا ہے کیا مجھے ؟
صاحب نہ مجھ غریب کی دیوار توڑیئے

دم توڑتا ہے فرقتِ جاناں میں اپنا کام
کچھ کوہ کن نہیں ہیں جو کوہسار توڑیئے ؟

---

1 ـ مطبوعہ ـ ب = ---------- میں --------

مندرجہ بالا غزل اوّل میں 15 اشعار پر مشتمل ہے ـ اوّل میں اس غزل کے 2 شعر ، نمبر 3 اور مقطع اضافی ہیں ـ مطبوعہ میں یہ غزل 14 اشعار پر مشتمل ہے ـ مطبوعہ میں اس غزل کا مقطع اضافی ہے ـ مخطوطے میں اشعار کی تعداد بنیادی کلیات کے برابر ہے ـ اوّل میں اس غزل کے شعر نمبر 3 کے علاوہ دوسرا اضافی شعر مقطع ہے جو مطبوعہ میں بھی اضافی ہے ـ اضافی اشعار درج ذیل ہیں ـ

ہم اپنی بات پر وہیں ثابت ہیں گو کہ اب
1 سو بار عہد کیجئے سو بار توڑیئے

ناسخ بہ قولِ افصحِ ہندوستاں کبھی
زاہد کا دل نہ خاطرِ مے خوار توڑیئے

1 ـ ا ـ ت ق = سہو کاتب سے "وہی" بجائے "وہیں"

ر مرگِ آرزو ہے تابہ کے غم کیجئے — تا کجا دستِ دعا کو وقف ماتم کیجئے ؟
سنِ گندم گوں پہ ہے یہ خانہ بربادی بجا — ابنِ آدم ہیں نہ کیوں تقلیدِ آدم کیجئے ؟ 1
ں چراغِ زندگی روشن ہے سوزِ داغ سے — امتحاں کو پہلے عیسیٰ شمع پر دَم کیجئے 2
و بخیلوں سے ملا وہ قابلِ ایثار ہے — داغِ حسرت کو چراغِ گورِ حاتم کیجئے
ے کدے میں دیکھئے چل کر طلسماتِ جہاں — موجِ مے کو آج خطِ ساغرِ جم کیجئے
ام رہ جاتا ہے دنیا میں تواضع کے سبب — اپنی قامت کو خمیدہ مثلِ خاتم کیجئے 3
ر طرف مشغول ہیں زاہد نمازِ صبح میں — گردنِ مینا کو بھی لازم ہے اب خم کیجئے 4
ہد و استغنا و حلم و صبر ہیں چاروں وزیر — انتظامِ ملکِ ابراہیم ادہم کیجئے
ذبۂ معشوق سے افتادگی ہے بال و پر — کیوں نہ حسرت کی نگاہیں سوئے شبنم کیجئے ؟
وستی وہ ہے نہ ہو جس میں غرض کا شائبہ — روزِ روشن میں چراغِ مردہ کا غم کیجئے
چاک در کے بند کرنے کا تو ہے شوق آپ کو — سینہ چاکوں کے لئے بھی فکرِ مرہم کیجئے
سوتی ہے کوتاہ شب آتی ہے جب فصلِ بہار — ہے بہارِ سبزۂ خط زلف کو کم کیجئے
حالِ ناسخ کی پریشانی سے کیا نسبت اسے — آپ اپنی زلف کو کتنا ہی برہم کیجئے ؟

---

1 ۔اوّل ۔ ب = --------- کے ہیں --------
2 ۔ ؍ ۔ ا = ---------- --- ہجر
3 ۔ ؍ ۔ ب = -------- حاتم ----
4 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ----- مصروف ----

مندرجہ بالا غزل اوّل میں 14 اشعار پر مشتمل ہے ۔ اوّل میں اس غزل کے 2 شعر ، نمبر 11 ، 12 ، اضافی ہیں ۔مندرجہ غزل کا شعر نمبر 12 کم ہے ۔ اضافی شعر بالترتیب درج ذیل ہیں ۔

کھینچ لائے شائد اس بلقیس پیکر کو اثر — مثلِ آصف ---------- و اسم اعظم کیجئے 1
اٹھ چلے کیوں بزمِ عشرت سے --- بہر خدا — مارِ پیچاں موجِ مے کو نشہ کو سم کیجئے 2

ب ۔ ناخوانا
2 ۔ا ۔ ناخوانا

اک دلِ مجنوں ہے جس کی لاکھ جا تدبیر ہے
جس پری کی آنکھ ہے اک حلقۂ زنجیر ہے 1

مارتے ہیں حد اُٹھانہ مست کو ہوتا ہے جب
یعنی اُس کے ہوش میں آنے کی یہ تعزیر ہے

عاشقوں کی طرح تُو اُس کو مٹا دے سو یہ خیر
یہ خطِ رخسارِ ظالم نامۂ تقدیر ہے

کوچہ ہائے زخمِ دل تیری تجلی گاہ ہیں
داغ جو سینے میں ہے اُس میں تری تصویر ہے

شاخِ گل ہے قد و قامت، برگِ گل رخسارِ یار
خندۂ گل جنبشِ لب، بوئے گل تقریر ہے

ہوگئی ہیں انتظارِ یار میں آنکھیں سفید
سادے کاغذ میں حقیقت نامہ بر تحریر ہے

کوئی کچھ کہتا ہے دنیا میں کوئی کہتا ہے کچھ
معنیٔ اشعارِ مہمل خواب کی تعبیر ہے

ابروٗ جاناں میں اور کعبے میں ظاہر ہے یہ فرق
یہ خدا کی ہے بنا بندے کی وہ تعمیر ہے

جسم ایسا ہوگیا لاغر ہمارا اِن دنوں
طوق کے بدلے گلے میں حلقۂ زنجیر ہے 2

آپ کو جو دور کھینچے بے حقیقت ہے دلا!
دیکھ لو سوئے فلک قوسِ قزح بے تیر ہے

ہاتھ سے اُس قاتلِ عالم کے کیوں کر جی بچے؟
جس کا ہر ناخن بریدہ غیرتِ شمشیر ہے 3

ہوں میں ایسا کوہ کن جس کا فلک ہے بے ستوں
کہکشاں کہتے ہیں جس کو میری جوئے شیر ہے

زیر اُن مژگاں کو جز ابرو نہ کوئی کر سکا
برچھیوں پر آئے جو غالب یہی شمشیر ہے

خط وہاں نکلا دلِ بے تاب کو آیا قرار
پارہ کیوں قائم نہ ہو بوٹی یہ باتاثیر ہے 4

سانس لے سکتا تھا وہ مجھ ناتواں میں دم نہیں
کیوں نہ سب مجھ کو کہیں مجنوں کی یہ تاثیر ہے؟

ناتوانی وہ مری پوچھے تو کہیو قاصدا!
یہ تو اموئے کمر ناسخ کی بس تصویر ہے

---

1 ۔ اوّل ۔ ا = ---- ہیں ---------

2 ۔ مطبوعہ ۔ ب = ------- ہے = اوّل = ---- ہے ----

3 ۔ اوّل ۔ ا = ----------- بچائیں

4 ۔ " ۔ ا = ----------- جو واں

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ غزل کا بقیہ حاشیہ)

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 22 اشعار پر مشتمل ہے - اوّل میں اس غزل کے 7 شعر ، نمبر 3، 4، 9 17، 18، 19 ، 21، اضافی ہیں۔ مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 12 اوّل میں نہیں ہے - اوّل کے اس غزل کے اضافی اشعار بالترتیب درج ذیل ہیں -

عالم آب اپنے رونے سے ہوا سارا جہاں — خاک ناپیدا جہاں میں صورتِ اکسیر ہے

کاکلِ پیچاں ---------------- — دل ہمارا --------------- 1

ہر گلی میں نہر سی میرے آنسوؤں کی ہے رواں — ہے محلہ یار کا یاکوچۂ کشمیر ہے ؟

وہ تو ہو جاتا ہے ---اس کو ---- ہی نہیں — تنگ خاموشی کے آگے وسعتِ تقریر ہے 2

کرلے مجھ مجنوں [کو] خوش خلقی سے جو چاہے اسیر — کافی اک موجِ تبسم کی مجھے زنجیر ہے

عندلیب باغ کی سوفار ہے منقار ساں — ہر صفیر اپنے جگر کو ہجر میں اک تار ہے

وہ دلِ بے تاب ثابت ابتلائے عشق میں — آک پر پارا جہاں قائم رہا اکسیر ہے

1 - ا - ناخوانا
۰ - ا - ناخوانا
2 - - ناخوانا

نہ چھٹے بعدِ فنا کوچۂ جاناں ہم سے — یا رب! آباد نہ ہو روضۂ رضواں ہم سے

ایسے رسوا ہوئے ملنے سے پری زادوں کے — متوحش نظر آتے ہیں سب انساں ہم سے

ہے مثل سچ کبھی کام آتا ہے کھوٹا پیسہ — صنمِ دیر ہوئے طالبِ ایماں ہم سے

غمِ فرقت میں ہوئے سوکھ کے کانٹا ایسے — اپنے دامن کو بچاتے ہیں بیاباں ہم سے

کاٹتا ہے وہ دلا! پیار سے ہر دم ہم کو — عشق رکھتا ہے سگِ کوچۂ جاناں ہم سے

بتِ ہستی کو جو توڑیں تو خدا آئے نظر — آتشِ سنگ کی صورت وہ ہے پنہاں ہم سے

اس لئے تعزیہ خوانوں سے ہے کافر کو گریز — کہ مشابہ ہیں بہت سروِ چراغاں ہم سے

لفظِ رنگیں میں یہ ہیں معنیٔ روشن پنہاں — ہو سکا بس یہی وصفِ لب و دنداں ہم سے

ضُعف نے طاقتِ رفتار ہی کھو دی ناسخ! — اُنس جب کرنے لگا یار کا درباں ہم سے

---

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 13 اشعار پر مشتمل ہے - مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 4 اوّل میں نہیں ہے - اوّل میں اس غزل کے 5 شعر ، نمبر 4، 5، 6، 11، 12، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں -

کیا ہوا بوسۂ عارض جو لیا ہم نے بھی — ......کیوں ہیں یہ ترے گیسوئے پیچاں ہم سے ؟

آشکارا نہ کہیں سرِ محبت ہو جائے — ان دنوں آپ بہت رہتے ہیں پنہاں ہم سے

واعظا! ڈرتے ہیں خورشیدِ قیامت سے مگر — ترک ہوگا نہ کبھی وہ مہِ تاباں ہم سے

ڈر ہے اس کو کہیں سودے میں نہ ہم ڈوب مریں — دور رکھتا ہے جو وہ چاہِ زنخداں ہم سے

عیب لکھتا ہے تری راستیِ قامت کو — کج روی کیوں ہے یہ اے سروِ چراغاں ہم سے ؟

1 - ب = ناخوانا

عشقِ بلبل ہے جہاں یہ خار واں درکار ہے — گلشنِ تصویر کو کب باغباں درکار ہے ؟
ہے طلب میرے دلِ نالاں کی زلفِ یار کو — خانۂ زنجیر کو بھی پاسباں درکار ہے
آشنائے فقر پہلے کرتے ہیں ترکِ ہوا — کشتیٔ درویش کو کب بادباں درکار ہے ؟ 1
کر رہا ہے خانقہ تعمیر جو اب شیخِ شہر — کیا اُسے ایماں فروشی کو دُکاں درکار ہے ؟ 2
لے چلی دنیا سے مجھ آتش نفس کو جو قضا — باغِ جنت کو مگر بادِ خزاں درکار ہے 3
ہے بجا تعمیر کرتا ہے جو وہ قصرِ بلند — ہے سراپا چاند اُس کو آسماں درکار ہے 4
شکرِ تیغِ یار بے حد، زیست کا عرصہ ہے تنگ — ہر دہانِ زخم میں مجھ کو زباں درکار ہے
شمع ساں جلتا ہے حسرت سے مرا ہر استخواں — کیا سگِ جاناں کو کوئی استخواں درکار ہے ؟
کام کیا ہے جوہروں سے گردشِ افلاک کو ؟ — واقعی کیا تیغِ چوبیں کو فساں درکار ہے ؟
حُسن کے عالم میں کچھ اسباب کی حاجت نہیں — چشمِ گویائی صنم کو کیا زباں درکار ہے ؟
عذر ہے اُس کو جو مجھ سے بات وہ کرتا نہیں — دل میں باتیں پیار کی ہیں پر دہاں درکار ہے 5
کونسا جاں دار ترے عشق میں نالاں نہیں ؟ — بہرِ نالہ مچھلیوں کو بھی زباں درکار ہے
باغِ عالم میں نہیں ہے جزِ دلِ صد چاک گُل — یاں سوا اشکوں کے کیا آبِ رواں درکا ہے ؟
ہے لبِ دلدار کو قلیاں کشی کی آرزو — آتشِ یاقوت کو گویا دھواں درکار ہے 6
ہے ارادہ بیٹھ رہیے جاکے کوئے یار میں — جیتے جی ناسخ مجھے سیرِ جناں درکار ہے

---

1 ۔ اوّل ۔ ا = ---------- پہلے ترک میں ہوا ---
2 ۔ ؍؍ ۔ ب = ------------------------شیخ وشہر
3 ۔ ؍؍ ۔ ا = -----ہے یاں سے ---------------
4 ۔ ؍؍ ۔ ا = ------- ہے وہ ----------------
5 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ------ مجھ ---------------
6 ۔ مطبوعہ ۔ ب = -------- دھوں = اوّل = دھواں = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے "دہاں" بجائے "دھواں"

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(گزشتہ صفحے کا باقی حاشیہ)

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 14 اشعار پر مشتمل ہے - اوّل میں مندرجہ بالا غزل کے 3 شعر ، نمبر 8 ، 11 ، 13 ، نہیں ہیں - اوّل میں اس غزل میں 2 شعر ، نمبر 8 اور 10 اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں -

بت کدے کا عزم کعبے کو نہیں ہے خود بہ خود — کس صنم کو سنگ بہرِ آستاں درکار ہے ؟
۔۔۔۔۔بے وصلِ جاناں ایک مدت سے مجھے — جسمِ بے جاں ہوں الٰہی مجھ کو جاں درکار ہے ۱

۱۔ ا۔ ناخوانا

نہ پتھروں سے فقط دامانِ طفلاں ہو گئے خالی — مرے سر پر تو کہساروں کے داماں ہو گئے خالی
مرے زخموں کی وہ تدبیر ہے اک دم نہیں غافل — منگائے مشکِ نافی گر نمک داں ہوگئے خالی
مری دیوانگی کا اِن دنوں ہے شور گلیوں میں — معلم رہ گئے تنہا دبستاں ہو گئے خالی
ترا کوچہ وہ گلشن ہے کہ اُس کے شوق میں اے گُل! — جہاں میں عندلیبوں سے گلستاں ہو گئے خالی
عبث اِن غافلوں کو رات دن فکرِ عمارت ہے — کریں عبرت کہ کیاکیا قصر و ایواں ہو گئے خالی
ہزاروں بے گناہوں کا ہوا خوں کچھ نہیں پروا — ہوا قاتل کو غم اِس کا کہ زنداں ہو گئے خالی 1
صدف کی طرح تب منہ ہم نے کھولا تشنہ کامی سے — برس کر جب کہ سارے ابرِ احساں ہو گئے خالی 2
جلائے ٹھوکروں سے اِس قدر مردَے کہ ان روزوں — ترے اعجاز سے شہرِ خموشاں ہو گئے خالی 3
قلم اتنے ہوئے فرسودہ خطِ شوق لکھنے میں — کہ کلکوں سے نیسّتاں کے نیسّتاں ہو گئے خالی 4
مرے نالوں نے کی صحرا میں جس دم شعلہ افشانی — وہیں شیروں سے اے ناسخ! نیسّتاں ہوگئے خالی

---

1 ۔اوّل ۔ ا = ۔۔۔۔۔ کیا جی ۔۔۔

2 ۔ مطبوعہ ۔ ب = ۔۔۔۔۔۔ نیساں ۔۔۔۔

3 ۔ 〃 ۔ ا = جلائے ۔۔۔۔۔۔۔۔ مطبوعہ میں سہو کاتب سے "جلانے" کی بجائے "جلائے" ہے

4 ۔اوّل ۔ ا = ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سے

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 13 اشعار پر مشتمل ہے ۔اوّل میں اس غزل کے 3 شعر ، نمبر 5 ، 6 ، 9 اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں ۔

ہوئیں ہیں سر بہ صحرا جب سے وحشی تیری آنکھوں کے — غزالوں سے بیاں باں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
کسی نے جام بھر کر کیا ہے یاد کیا مجھ کو — کہ اشکوں سے مری آنکھوں کے فنجاں ہوگئے خالی
ہوئے کم داغِ دل زخمِ جگر ناسور سینے سے — ترے آتے ہی پھولوں سے خیاباں ہو گئے خالی

ا۔ ب۔ نساخوانسا

کیوں ہو گیا دو چار میں اُس شہ سوار سے — جاتی رہی عنانِ شکیب اختیار سے

1 نخلِ بُریدہ ہوں مجھے کیا برگ وبار سے — شاخِ شکستہ ہوں نہیں مطلب بہار سے

چشمے رواں ہوئے مژہ اشک بار سے — رتبے میں کاہ کم نہیں یاں کوہسار سے

آتی ہی بوئے گل بدنِ داغ دار سے — آج اے نسیم! آتی ہے کیاکوئی یار سے

2 برپا ہوا ہے حشر جو رفتارِ یار سے — روشن ہے آفتابِ قیامت عذار سے

3 محوِ خیالِ عارضِ تاباں ہوں اِس قدر — آئینہ آفتاب ہو میرے غبار سے

منہ کھولتا ہوں میں کہ پلا دے کوئی شراب — ہر دم جمائیاں نہیں لیتا خمار سے

4 عریانی میں ہے چادرِ آب اپنے جسم پر — سیکھے ہیں طرز رونے کی ہم آبشار سے

ہر ایک کی صدائے قدم روندتی ہے دل — بہتر ہے ہم کو یاس ترے انتظار سے

یوں رُوسیاہ عشق سے ہوتے ہیں سرخ رو — بارود جیسے بنتی ہے شعلہ شرار سے

(باقی غزل اگلے صفحے پر)

---

1 - مطبوعہ - ب = - - - شکستہ - - - = اوّل = شکستہ = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے " شگفتہ" بجائے " شکستہ "

2 - اوّل - ب = - - - - - - - ہوا ہے - - - - -

3 - ″ - ا = - - - - - - حشر تک - - -

4 - ″ - ب = - - - - - - - اب - - - - - -

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 22 اشعار ہے - مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 16 اوّل میں نہیں ہے - اوّل میں 1 شعر ، نمبر 14 ، اضافی ہے جو درج ذیل ہے -

ایسا حقیر ہوں کہ گراتے ہو سائے کو — تشبیہہ دوں میں اپنے اگر جسمِ زار کو

(گزشتہ صفحے کی باقی غزل)

مچھلی کی طرح داغ ہی جزوِ بدن نہیں — تلوں کو بھی ہے ربط بیاباں میں خار سے
موہائے تابدار میں اک موئے تابدار — کیوں کر کمر نہ اُلجھی رہے زلفِ یار سے ؟
کھلوائی فصد یار نے میں قتل ہو گیا — کم تھی لہو کی دھار نہ خنجر کی دھار سے
مٹی مری عزیز ہوئی بارے خاک کو — کیا گور نے بغل میں لیا مجھ کو پیار سے
اُس گل کے دیکھتے ہی مرا رنگ اُڑ گیا — آئی خزاں یہ میرے چمن میں بہار سے
وہ کان تک تو یہ ہے دلِ یار تک رَسا — آنسو زیادہ ہیں گہرِ آبدار سے
ہے ساتھ ایسی آتشِ غم بعد مرگ بھی — دامن صبا بچاتی ہے میرے غبار سے
نقشِ وجود محو ہوا مثلِ نقشِ پا — نکلے نہ بعد مرگ بھی ہم کوئے یار سے
جلتے ہیں سوزِ غم سے مرے استخواں جو آج — پروانہ کیا جلا کوئی شمعِ مزار سے ؟
اے چشم تو! تصورِ ابروئے یار باندھ — قوسِ قزاح نمود ہو ابرِ بہار سے
دستِ تہی ہیں سوختنی زیرِ آسماں — کیوں کر نہ نکلے آتشِ حسرت چنار سے ؟
ناسخ یہ وہ غزل ہے جنوں زا کہ سنتے ہی — سودا کفن کو پھاڑ کے نکلے مزار سے

مصفیر اس باغ کی کیسی ہوا ناساز ہے ۔۔۔ طائرِ رنگِ چمن تک مائلِ پرواز ہے

بیشتر سبزے کی ہوتی ہے نمو بالائے چاہ ۔۔۔ ہے بجا خط کا زنخ داں سے اگر آغاز ہے

ہیں روانہ کوئے قاتل سے عدم کو قافلے ۔۔۔ بسملوں کی ہچکیوں میں زنگ کی آواز ہے

آسماں پر دل فرشتوں کے ہلے جاتے ہیں آج ۔۔۔ یہ زمیں پر پاؤں رکھنے کا عجب انداز ہے

کچھ رقیبوں کی عداوت سے نہیں دہشت مجھے ۔۔۔ نالہ برق انداز ہے اور آہ تیر انداز ہے

دم نکلتا ہے مرا ہر عاشق و معشوق پر ۔۔۔ گُل میں تیرا رنگ بلبل میں تری آواز ہے

فصلِ گل ہے چار دن ایامِ توبہ ہیں مدام ۔۔۔ عمر بھر اسے مے کشو بابِ اجابت باز ہے 1

ساتھ ہے داغِ جنوں کے مرہمِ زنگار بھی ۔۔۔ یاں ہے آغازِ جنوں واں سبزے کا آغاز ہے

جس کو آنکھوں نے کبھی دیکھا نہ کانوں نے سنا ۔۔۔ ہے دہانِ تنگ اُس کا اور اپنا راز ہے

ابر ہے اُس ابرِ رحمت کی سواری کا غبار ۔۔۔ رعد بھی اُس کے جلو میں ایک برق انداز ہے

کر گیا ہے کون صیاد آج گلُ گشتِ چمن ؟ ۔۔۔ دیدۂ بلبل میں ہر گل چُنگلِ شہباز ہے

سنتے ہی مطرب بجانے لگتے ہیں جو تالیاں ۔۔۔ نعرۂ صوفی بھی گویا چُغد کی آواز ہے

سرمگیں آنکھیں ہزاروں مل گئی ہیں خاک میں ۔۔۔ جو زُباں ہر خار کی صحرا میں بے آواز ہے

چونک اُٹھے خوابِ لحد سے سن کے سودا یہ غزل ۔۔۔ شاعری ہر گز نہیں ناسخ! فقط اعجاز ہے

---

1 ۔ مطبوعہ ۔1 = ----- ہے -----۔ مخطوطے میں سہو کاتب سے " میں " بجائے " ہے " ۔

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 14 اشعار پر مشتمل ہے ۔ مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 2 اوّل میں نہیں ہے ۔ اوّل میں 1 شعر ، نمبر 7 ، اضافی ہے جو درج ذیل ہے ۔

پھر گئی ہے مُردنی منہ پر شروعِ عشق میں ۔۔۔ کیا بھلا انجام ہو گا جس کا یہ آغاز ہے؟

شعر لکھنے میں جو یاد اُس کا خرامِ ناز ہے　　کلک میں جائے صریر اب صُور کی آواز ہے

نور افشاں اِس قدر اُس کا خرامِ ناز ہے　　چادرِ مہتاب گویا فرشِ پا انداز ہے

اک
بات جو میرے مسیحا کی ہے/اعجاز ہے　　جان آجائے تنِ بے جاں میں وہ آواز ہے 1

جوششِ سودا میں بھی پوشیدہ اپنا راز ہے　　مثلِ زلفِ یار یاں زنجیر بے آواز ہے

اُس سہی قد کو خراماں دیکھ کر کہتی ہے خلق　　سرو چلتا ہے یہ دیکھو حُسن کا اعجاز ہے

مثلِ صحرا انتظارِ سیلِ غم میں رات دن　　چار جانب سے درِ ویرانۂ دل باز ہے

چھُوٹ کر اڑ جائے اب کیوں کر کہ دستِ نازنین؟　　طائرِ رنگِ حنا کو چنگل شہباز ہے 2

کر دیا تھا جس طرح موسیٰ نے پانی کو لہو　　خون ہوئی مے یہ ہجرِ یار کا اعجاز ہے

زاہدا کیا ڈھونڈتا پھرتا ہے کعبے کی کلید　　آزرِ مے خانہ مثلِ بابِ توبہ باز ہے 3

جب لگا دی آگ غم نے رقصِ خوش حالی گیا　　یہ دلِ پر داغ کیا طاؤسِ آتش باز ہے ؟

سوچ ہے جب سے کبوتر لے گیا ہے خطِ شوق　　کوئے جاناں میں رقیب اپنا کبوتر باز ہے

لکھتے ہی پھرتے ہیں اطرافِ جہاں میں اپنے شعر　　طائرِ معنی کو کاغذ شہپرِ پرواز ہے

اُڑ چلا کیا ایک تیرے سامنے رنگِ چمن　　گل کو بھی ہر برگِ گل اک شہپرِ پرواز ہے

جلوۂ معشوق کے باعث ہیں عاشق آپ ہی　　آتشِ گُل بلبلوں کا شعلۂ آواز ہے

دیکھ آنکھوں سے اٹھا کر پردۂ تارِ نظر　　گر صدائے نغمہ ہے معشوق عاشق ساز ہے

اُٹھ گئی جب سے دوئی ناسخ کو کہتا ہوں یہی　　آپ ہی شاہد ہے آپی رندِ شاہد باز ہے

---

1 = مطبوعہ ۔ مطلع ۔ ا = ---- میرے ---مخطوطے میں سہو کاتب سے " تیرے " بجائے " میرے "

2 = ۔ ۔ ا = -------- اُر ------مخطوطے میں سہو کاتب سے " اُر " بجائے " اڑ "

3 = ۔ ۔ ب = آزر --- مے خانہ بھی -------- = مخطوطے اور مطبوعہ دونوں میں املا " آذر " ہے

* مخطوطے میں شعر نمبر 6 کی ترتیب مطبوعہ کے برعکس ہے ۔

جسم کو جی ہے گراں سینے کو ہے دل بھاری
ہے وہ درپیش مجھے عشق کی منزل بھاری

اہلِ غفلت کا ہے ہر جزوِ بدن تک دشمن
ہاتھ بھی خواب میں ہے سینے کو ایک سل بھاری

جو کیا سایۂ دیوار میں دیوانہ بنا
اُس پری رُو کی گلی سمجھے ہیں عامل بھاری

یہ درائے دلِ نالاں سے صدا آتی ہے
ناقۂ روح کو ہے جسم کا محمل بھاری

سر کی جُز پنجۂ خورشید قیامت نہ کبھی
کیا مری رات ہے بے حورِ شمائل بھاری

اے دلِ زار نہ ڈر کوہِ غمِ عشق سے تُو
کہ اواخر ہے سُبک اور اوائل بھاری

سحر پیدا جو ترے چاہِ زنخ داں سے ہوئی
رکھ دیا سنگ بہ روئے چہِ بابل بھاری ؟

سرخ چہرہ نظر آتا ہے اسی باعث سے
عارضِ نازکِ جاناں کو ہوا تِل بھاری

باوقاروں کی بھی صُحبت میں سبک ہیں بے وُقر
ہو سکے کوہِ گراں کا نہ کبھی ظِل بھاری

قیدِ غفلت میں بھلا قطع ہو کیا راہِ طلب
پاؤں میں خوابِ گراں کی ہے سلاسل بھاری

رنج ہے گیسوئے جاناں کو ہجومِ دل سے
شاخ سنبل کی تو نازک ہے عنادل بھاری

بارغم بحرِ محبت کسے شناور کو نہیں
دھارے میں ہلکی ہے کشتی لبِ ساحل بھاری

ہے گراں آج مرے ماہ کو گرمی سے نقاب
کیا ہی تجھ پر ہے یہ رات اے مہِ کامل بھاری

نہ سُنا پر نہ سُنا کیا ہی گراں گوش ہیں گُل
ہو گئی نالوں سے آوازِ عنادل بھاری

خفت اس دُرجہ اٹھائی ہے سیہ کاری سے
کہ مرے جسم سے ہے دانۂ فلفل بھاری

گرچہ ہے فکرِ سخن خاطرِ ناسخ کو گراں
لاکھ پر تو بھی ہے یہ شاعرِ کامل بھاری

---

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 19 اشعار پر مشتمل ہے ۔ مندرجہ بالا غزل کا مطلع اوّل میں نہیں ہے ۔ اوّل میں اس غزل میں 3 شعر ، نمبر 8، 9، 18، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں ۔

کاشا ایک گھڑی کا مجھے ہوتا ہے پہاڑ
ہے شبِ ہجر یہ اے حور خصائل! بھاری

خالِ مشکیں کے تصور نے یہ کا میدہ کیا
کہ ہوا ہے مری طاقت یہ اب اک تل بھاری

مائل سوئے سجود یہ تیرے حضور ہے — سر میرا ورنہ یار بہت پُر غرور ہے

1 ہے فرق اُس کی صورت و سیرت میں اس قدر — باطن میں وہ ہے نار جو ظاہر میں نور ہے

مجھ کو تو یار سے ہے ہم آغوشی کا خیال — وا میرے اشتاق میں آغوشِ گور ہے

آیا ہے رزق ہاتھ فلک سے یہی مجھے — ہے داغ نان سینۂ سوزاں تنور ہے

2 کمخاب کی قبا ہے مرا جسمِ داغ دار — سرما میں موئے سر ہی کلاہِ سمور ہے

3 چشمِ خیال میں ہے دہان و میانِ یار — اِن روزوں علمِ غیب یہ مجھ کو عبور ہے

خورشید کی تلاش ہے نصف النہار میں — وہ ہے حضور تُو ہی دلا! بے حضور ہے

ٹھوکر لگا کر چلتے ہیں جس کھوپڑی کو لوگ — کس بادشاہ کا یہ سرِ پُر غرور ہے ؟

ہے بیت ہی میں معنیٔ بیتِ خیال بند — نزدیک ہے بہت جسے سمجھیں ہیں دور ہے

دے گا غمِ فراق مجھے بعدِ وصل یار — اے آسمان یہ بھی ترا ایک زور ہے

معشوق سے ہے دل کے عوض طالبِ وفا — ناسخ بھی عاشقوں میں بڑا بے شعور ہے

---

1 ۔ اوّل ۔ ب = ------ ہے وہ ------

2 ۔ مطبوعہ ۔ ب = ------- بھی -----

3 ۔ اوّل ۔ ب = ---- غیب دانی ------

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 14 اشعار پر مشتمل ہے ۔ مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 8 اوّل میں نہیں ہے ۔ اوّل میں اس غزل میں 4 شعر ، نمبر 2، 5، 6، 7، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں ۔

فرقت میں آکے موت ہوئی میری ہم نشین — گر وہ پری بغل میں نہیں ہے تو حور ہے

مردہ تھا قیس سنتے ہی کیا اُٹھ کھڑا ہوا — بانگِ جرس نہیں یہ قیامت کا صُور ہے

لایا ہوں میں حصارِ تصوّر میں یار کو — فانوس میں خیال کے یاں شمعِ طور ہے

قسمت میں یاں شکست ہے مینائے غنچہ ساں — شیشہ بغیرِ صدمۂ سنگ اپنا چُور ہے

کر گیا ہے مری آغوش کو جاناں خالی
اس مہینے کو بجا کہتے ہیں انساں خالی

بارہا ہو گئے نالے سے بیاباں خالی
نہ کبھی داغ سے پایا دلِ نالاں خالی

باغ میں سُن کے مری زمزمہ پردازی کو
آشیاں کر گئے مرغانِ خوش الحاں خالی

ہو گیا وصل میں لب ریز مرا ساغرِ عمر
شیشۂ مے نہ ہوا تھا ابھی چنداں خالی

یہ لگی چاٹ مرے زخموں کو سیری نہ ہوئی
ہو گئے کتنے ہی قاتل کے نمک داں خالی 1

جاں سے پہلے چلا مال مرا پیری میں
کر چلے درجِ دہن کو درِ دنداں خالی 2

صاف ہوں خاکِ کدورت سے یہ دل ہائے خراب
کس طرح ریگِ رواں سے ہو بیاباں خالی؟

ایک چھوٹا تو ملی دوسرے کو قیدِ حیات
کبھی ہوتا نہیں یہ گوشۂ زنداں خالی 3

کس قدر تشنۂ دیدار ہوئے ہیں سیراب ؟
نظر آتا ہے ترا چاہِ زنخ داں خالی

دیکھ سکتا نہیں کانٹے کی زباں تک شبنم
کیوں نہ ہو چشمۂ خورشیدِ درخشاں خالی ؟ 4

میں ہوں کیا چیز دلا! خاک نشیں مورِ ضعیف
کر دیا موت نے اورنگِ سلیماں خالی

روحیں جنت کو گئیں جسم سوئے کوچۂ یار
دفن ہوتے ہی ہوا گنجِ شہیداں خالی

لعلِ لب خط کے نکلتے ہی ہوا ہے بے آب
خضر آیا تو ہوا چشمۂ حیواں خالی

قابلِ گوہرِ مقصود نہیں رنگیں طبع
عین دریا میں رہا پنجۂ مرجاں خالی

کون دونوں میں خدا جانے خدا کو ہو پسند
کفر بھی چاہیے لازم نہیں ایماں خالی

خانۂ عاریتی میں جو درم بھرتے ہیں
عقل سے مجھ کو نظر آئے وہ انساں خالی

ہوئی میرے سرِ شوریدہ پر آفت نازل
آج لڑکوں کے نظر آتے ہیں داماں خالی

میری آغوش سے تُو صبحِ شبِ وصل چلا
رہ گیا ہالہ مرا اے مہِ تاباں خالی 5

یہ غبار ان کو ہی ناسخ نہ ملا ایک گھڑی
صورتِ شیشۂ ساعت دلِ یاراں خالی

---

1 ـ اوّل ـ ا = ------تسکیں------
1 ـ // ـ ب = ----- یار کے کتنے ---
2 ـ // ـ ب = -------- چکے ---
3 ـ مطبوعہ ـ ب = ---- خانۂ زنداں = اوّل = خانہ زنداں ----
4 ـ اوّل ـ ا = ------------- بر
5 ـ // ـ ا = ------------- گیا

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(پچھلی غزل کا حاشیہ)

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 21 اشعار پر مشتمل ہے - مندرجہ بالا غزل کا مطلع اوّل میں مطلعِ ثانی ہے - اوّل میں اس غزل میں 2 شعر، نمبر 19 ، 20 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں -

آج وہ دن ہے کہ مقتل میں بھرے ہیں عاشق | اور اک لخت ہوئے خانۂ زنداں خالی
کبر سے چیں بہ جبیں ---- اس پر دو دن | ایک دن ہوتی ہے یہ مسند خاقاں خالی

1 ـ ا ـ ناخوانا

اہلِ فنا کے ساتھ جو ہے سرفراز ہے
مردوں پہ بے سجُود ہمیشہ نماز ہے

گرتا ہے سر کے بل وہی جو سرفراز ہے
واللہ گواہ دعویٰ صادق نماز ہے

یہ مشتِ خاک تیرے جلو کی نیاز ہے
گر اے سمندِ ناز یہی ترک و تاز ہے

زنداں خیالِ یار میں عشرت سرا ہوا
نالہ مرا غنا ہے تو زنجیر ساز ہے

مجھ ناتواں سے گیسوئے جاناں کو ہے گریز
وہ مور ہوں کہ مار کو بھی احتراز ہے

کیوں کر نہ ہو گریز زمرد سے سانپ کو
آغازِ خط ہے رخصتِ زلفِ دراز ہے

دیکھی جہانِ عشق میں اُلٹی ہر ایک رسم
یوسف جو ہے غلام تو صاحب ایاز ہے 1

لالے کو ربط داغ سے ہے گل کو خار سے
دنیا میں جو حسین ہے بے امتیاز ہے

ہے آہِ سردِ عشق بنا گوش یار میں
ہر دم نسیمِ صبح کو یاں اہتزاز ہے

تارِ نفس ہے پاؤں میں ڈورا بندھا ہوا
صعوہ ہے مرغِ روح اجل شاہ باز ہے

کھلتی نہیں ہے آنکھ نہ جب تک شکار آئے
صوفی مراقبے میں اک شاہ باز ہے

حیرت سی ہے طلسم جہاں دیکھ کر مجھے
شیشے یہ جس کے ہیں وہ کہاں شیشہ باز ہے ؟ 2

زنہار اختیار نہیں صلح و جنگ میں
عالم تمام بازیٔ شطرنج باز ہے

جب تک طلوع مشرقِ خم سے ہو آفتاب
اے مے کشو! یقیں ہے درِ توبہ باز ہے

ہیں داغ نانِ گرم تو آنسو ہیں آبِ سرد
آسودۂ معاش دلِ عشق باز ہے

آتا ہے رحم کا فرو مومن کے حال پر
بت محوِ ناز ہے تو خدا بے نیاز ہے

(باقی غزل اگلے صفحے پر)

---

1 ۔ اوّل ۔ ب = ------- بندہ -------

2 ۔ ﷲ ۔ ا = ---- یہ ---- فلک ----

(گزشتہ صفحے کی باقی غزل)

روشن ہوا یہ محفلِ عالم میں شمع سے | پروائے سر نہیں جسے وہ سرفراز ہے

ممکن نہیں ہے بے مے و معشوق زندگی | واعظ اب اضطراب میں سب کچھ جواز ہے 3

ہر عضو اُس کے عضوِ دگر سے ہے منعکس | حیران بزم یار میں آئنہ ساز ہے

سب دولتوں پہ حسن کی دولت کو ہے شرف | محمود بادشاہ غلامِ ایاز ہے 4

جیتے ہیں ظلمتِ شبِ فرقت کو کر کے طے | کچھ خضر سے بھی عمر ہماری دراز ہے 5

نامِ خدا لیا جو نکیرین کے حضور | مرکر بھی اے صنم! مجھے اخفائے راز ہے 6

دعوے کے ساتھ یثرب و بطحیٰ ہیں دو گواہ | ناسخ ازل سے بندۂ شاہِ حجاز ہے

---

3 ۔ اوّل ۔ ب = -------- اضطرار -----

4 ۔ ؍ ۔ب = --------- تو عالم ------

5 ۔ ؍ ۔ ا = -------- غفلت ------

6 ۔ ؍ ۔ ا = --- تیرے ----------

* اوّل میں اس قافیہ و ردیف کی دو غزلیں ع "اہل فنا کے ساتھ جو ہے سرفراز ہے" اور ع "کرتا ہے سر کے بل وہی جو سرفراز ہے"، ہیں۔ پہلی غزل 14 اشعار پر اور دوسری غزل 15 اشعار پر مشتمل ہے۔ مندرجہ بالا غزل اوّل کی پہلی غزل کے 14 اشعار اور دوسری غزل کے 9 اشعار پر مشتمل ہے۔ مندرجہ بالا غزل کے شعر نمبر 2، 3 اور 16 تا 22 اوّل کی دوسری غزل سے شامل کیے گیے ہیں۔ اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی متذکرہ بالا دوسری غزل کے 6 شعر نمبر، 3، 4، 8، 10، 13، اور مقطع اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں۔

وجد و غنا و حُسن پرستی و مے کشی | یہ عالمِ شباب ہے سب کچھ جواز ہے

انجم کو ہو نصیب جمالِ سحر کہاں | کوتاہ عمر ہے شبِ فرقت دراز ہے

دل پھنس گیا ہے دیکھ کے اُس سنگدل کو ہائے | مشکل حنا کی طرح اب اخفائے راز ہے

محرابِ در برابر مسجد ہے شان میں | اور آستانِ یار مجھے جانماز ہے

گر ہو بتوں سے راہ تو نکلے خدا سے راہ | یاں نرد بان بامِ حقیقت --------

اک عمر سے ہے واقع دریائے شورِ اشک | ہر ایک چشم خانۂ ناسخ جہاز ہے

فریبِ غیر نے مجھ کو نکالا کوئے جاناں سے　　کیا ابلیس نے آدم کو باہر باغِ رضواں سے
پھرے دل دور خط میں کیا لبِ جاں بخشِ جاناں سے　　ملے ظلمت تو کیا ہم ہاتھ دھوئیں آبِ حیواں سے
میں وہ مجنوں ہوں پابندِوفا جو قیدِ الفت میں　　نکہ باہر نہ نکلے رخنۂ دیوارِ زنداں سے
نظر جب وہ پری آتا ہے تو کہتا ہے ہوش اپنا　　بلند اِس دم مرا پرواز ہے تختِ سلیماں سے 1
چرا کر آنکھ ہم سے بھی نہ کیوں عالم گریزاں ہو ؟　　ہمارا جسمِ عریاں کم نہیں شمشیرِ عریاں سے
گنہگاروں کے تن سے جس طرح سے دم نکلتا ہے　　نکلنا یوں ہوا مشکل ہمارا کوئے جاناں سے
جو اعلیٰ ہے سو اعلیٰ ہے جو ادنیٰ ہے سو ادنیٰ ہے　　نہیں کچھ قدر سائے کی بڑھا گو قدِ انساں سے
ہوئی ہے چاک کیوں یہ آتے ہی فصلِ بہاری کے　　قبائے گل مگر سی تھی مرے تارِ گریباں سے
سریع السّیر ہوں ایسا میں راہِ خاکساری میں　　کہ آگے بڑھ گیا ہوں منزلوں ریگِ بیاباں سے
کسی کا کب کوئی روزِ سیاہ میں ساتھ دیتا ہے ؟　　کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انساں سے
گرا دیتے اگر اخوانِ یوسف اس میں یوسف کو　　نکلنا تھا بہت مشکل ترے چاہِ زنخداں سے
گرے پڑتے ہیں پروانے ہزاروں رات بھر مجھ پر　　تشابہ ہے تنِ پُرداغ کو سروِ چراغاں سے
بسانِ ساحلِ دریا ہو مشکل چھوٹنا ناسخ!　　لپٹ جاؤں اگر میں کھول کر آغوشِ جاناں سے

---

1 - مطبوعہ - ب = ------ مری ------ = اوّل = مری

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 20 اشعار پر مشتمل ہے - مندرجہ بالا غزل کا مطلع ثانی اوّل میں نہیں ہے - مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 9 مطبوعہ میں نہیں ہے - اوّل میں اس غزل کے 8 شعر ، مطلع ، شعر نمبر 3، 5، 8، 9، 10، 12، 17 اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں -

نہ پایا میرے دل نے بوسہ اُن لب ہائے خنداں سے　　شکست اس آبگینے کو ملی لعلِ بدخشاں سے
بگولوں کے عوض ہر سو درختِ سرو پیدا ہوں　　گزر جائے کبھی میرا سہی شد گریباں سے
برابر ہے گرفتاری میں یاں آدینہ و شنبہ　　پھنسا زندانِ الفت میں جو میں چھوٹا دبستاں سے
کیا ہے عشق نے مجھ کو گرفتار بلا اس کو　　جہاں زنجیر کی آواز بھی نکلی نہ زنداں سے
الٰہی خلد میں بھی یار میرا ساتھ میرے ہو　　تسلی میرے دل کو حور سے ہوگی نہ غلماں سے
لگی صبحِ وطن تاریک بے یار اس قدر مجھ کو　　نہ چھوٹا میں الجھ کر گیسوئے شامِ غریباں سے
رکھوں پیش نظر میں کیوں نہ اس کے مصحفِ رخ کو　　مسلماں ہوں محبت واجبی ہے مجھ کو قرآں سے
نہیں درکار وہ راحت نہیں جو رنج سے خالی　　حقیقت میں ہے بہتر۰۰ خوابِ پریشاں سے ١

١- , ب - نا خوانا

دو چار حزیں پہنچیں[1] اگر اور بھی ہم سے — ہستی کی طرف منہ نہ کرے کوئی عدم سے
فرصت نہیں دم لینے کی اک طفل کے غم سے — معدوم کھلونے کی طرح جس ہوئی ہم سے
کیا ہوگی نگہبانیِ جاں فوج و حشم سے — ڈرنے کا نہیں پیکِ اجل طبل و علم سے
پاتا ہوں مضامین میں ہر نقشِ قدم سے — اُس طفل نے کیا سیکھی ہے رفتار قلم سے ؟
مضمون جو زلفوں کے لکھے میں نے قلم سے — لب ریز بسانِ دہنِ مار ہے سم سے
ہر تارِ نفس رشتۂ دیگر ہے پئے شمع — پہنچا نہ کبھی رنج کسی کو مرے دم سے
شانہ نظر آتا نہیں گیسوے پری میں — اِس ناگ نے یہ ہاتھ نکالا ہے شکم سے
زاہد! میں پڑھوں اِس پہ جو نام اپنے صنم کا — خورشید ابھی ہوں تری تسبیح کے شم سے
امکاں نہیں تابہ ابد دخلِ خزاں کا — داغوں کے چمن کم نہیں گلزارِ ارم سے
گُل پھولے ہیں میرے قلمِ فکر سے جب سے — یوں گل نہ شگفتہ ہوں کسی گل کے قلم سے
سُکانِ خرابات ہیں مطلق متواضع — ثابت مژۂ نرگسِ مے گوں کے ہے خُم سے
وہ حُسن ترا نامِ خدا ہے ترے آگے — نکلیں گے شرر بن کے عرق سنگِ صنم سے
رکھتا ہے فلک سر پہ بنا کر شفق اِس کو — اُڑتا ہے اگر رنگِ حنا تیرے قدم سے
سمجھے ہیں وطن کوچۂ جاناں کو جو وحشی — آزاد وہ ہیں اور حسینوں کے ستم سے
کیا دام میں زلفوں کے کوئی لا سکے اُن کو؟ — رم کرتے ہیں صیّاد غزالانِ حرم سے
ناسخ کو ہوئی یاس بتوں سے تو نہیں غم — محروم خدا یا! تُو نہ رکھ اپنے کرم سے

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ مطلع ۔ 1 = ------ پہنچے ------ = اوّل ۔ پہنچیے

اول میں مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 7 نہیں ہے ۔ اوّل میں اس غزل کا 1 شعر ، نمبر 6 اضافی ہے جو درجِ ذیل ہے ۔

ہر گام مرے دشت میں اک تازہ جہاں ہے — یہ نقشِ قدم کم نہیں کچھ ساغرِ جم سے

38

مشتاق سب ہیں بدر سے افزوں ہلال کے
دنیا میں قدر داں نہیں صاحب کمال کے

مجنوں گیا جو مرقدِ لیلیٰ میں پھنس گیا
جالی نہیں مزار کی حلقے ہیں جال کے

عالم نہ اپنی آہ میں ہو گرد باد کا ؟
تودے ہمارے دل میں ہیں گردِ ملال کے

تارے سیاہ ہوتے ہیں تشبیہ کے لئے
مضمون ڈھونڈتا ہوں اگر تیرے خال کے

مرنا قبول پر مجھے دنیا نہیں قبول
غمزے اٹھیں گے مجھ سے نہ اس پیر زال کے

ہمت اگر نہیں فلکِ دوں کو کیا ہے غم ؟
یاں لب ہی آشنا نہیں حرفِ سوال کے

آنسو ٹپک پڑا جو کوئی بزمِ یار میں
1 دریا بہے مرے عرقِ انفعال کے

گلشن میں مجھ کو دھیان جو صحرا کا آگیا
نرگس کے پھول بن گئے دیدے غزال کے

چھپتا ہوں جاکے کنجِ لحد میں شبِ فراق
تارے مجھے ڈراتے ہیں آنکھیں نکال کے

فرقت میں ہم کو مرنے بھی دیتا نہیں فلک
تا یوں وصال پائیں نہ طالب وصال کے

آگے تری بہار کے یہ رنگِ گل اڑا
ہیں دامنِ نسیم میں تودے کلال کے

کیا بارِ زلف ہے کمرِ یار پر وبال
ایذا اٹھائی کس نے نہ موذی کو پال کے ؟

بے سایہ ضد سے چرخ نے اس کو کیا وہیں
ٹھہرا ہوں ایک دم میں/ تلے جس نہال کے

ڈر تھا اثر کا اُس کو سو وہ بھی نکل گیا
نادم ہوا ہوں منہ سے میں نالہ نکال کے

ملتی ہے خاک سے کوئی دم میں ہماری خاک
یہ بھی وصال ہے جو گئے دن وصال کے

آرام کیا کہ جس سے ہو تکلیف اور کو
2 پھینکوں کبھی نہ پاؤں سے کانٹا نکال کے

ناسخ اٹھیں گے حشر میں وہ لوگ سرخ رُو
دنیا میں جو محب ہیں پیمبر کی آل کے

---

1 ـ مطبوعہ ـ ب = دریا بھی ---- میرے --- ہوئے ---- = اولؔ = دریا بہے ----

2 ـ " ـ ب = پھینکو ---------

اول میں اس غزل کا 1 شعر ، نمبر 12 اضافی ہے جو درجِ ذیل ہے ـ

عاشق وہ میری آنکھ مچولا کرے قیاس
ہم مبتلا ہیں اس صنم خورد سال کے

بجا ہے گو وصال اغیار کو ہے مجھ کو ہجراں ہے
کہ دنیا کافروں کو باغ ہے مومن کو زنداں ہے

مرے محبوب کے ہے گرد جو دانا و ناداں ہے
زمانہ اُس کا ہالہ ہے وہ ایسا ماہِ تاباں ہے 1

کیا ہے دو جہاں سے مجھ کو آزاد اک اشارے میں
نگہ تیری پئے قطعِ تعلق تیغِ برّاں ہے

یدِ بیضا سے کیا تشبیہ دوں اُس کے کفِ پاکو ؟
جو اُس کا نقشِ پا ہے پنجۂ خورشیدِ تاباں ہے

کیا کرتے ہیں خونِ آرزو کنجِ قناعت میں
ہمارے پاس جائے گنجِ زر گنجِ شہیداں ہے

چمکتی ہے جو ریت اکثر نشاں ہے مہ جبینوں کا
جسے ہم روندتے پھرتے ہیں یہ سب خاکِ انساں ہے

شبِ فرقت میں کرتا ہوں نظر جس دم ستاروں پر
کسی کی گور پر میں جانتا ہوں یہ چراغاں ہے

جنوں نے کر دیا فارغ مجھے بندِ علائق سے
نہ وہ زنجیرِ داماں ہے نہ وہ طوقِ گریباں ہے

گستہ ہوتی ہے ظالم عنانِ اختیارِ دل
مگر تیرے سمندِ ناز کو پھر عزمِ جولاں ہے

لگا ایک وار پورا ہے جگہ غیرت کی او قاتل!
تری تلوار پر میرا دہانِ زخم خنداں ہے

میسّر ہو اگر عشرت تجھے جان احتلام اُس کو
جہاں میں پائے گر ایذا سمجھ خوابِ پریشاں ہے

عجب کیا جان پائیں مچھلیاں گر اُس کی بالی کی ؟
پسینہ اُس کے رخساروں کا رشکِ آبِ حیواں ہے

اُٹھے جاتے ہیں روشن دل پیا پے یوں زمانے سے
ہوا چلتی ہے گویا تند اور اُس میں چراغاں ہے

فرشتوں نے درِ جنت جو کھولا گور میں تو کیا
کہ مجھ کو بعد مُردن بھی خیالِ کوئے جاناں ہے

سبک دوش عنائت کی دمِ شمشیرِ قاتل نے
نہ تن پر بارِ سر ہے اب نہ سر پر بارِ ساماں ہے

ہوا ہر حلقۂ زنجیر ناسخ حلقۂ ماتم
مگر زنداں سے تجھ کو ان دنوں عزمِ بیاباں ہے

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ مطلع ۔ ا = -------- ۔ گردے میں ------

مندرجہ بالا غزل اوّل میں 19 اشعار پر مشتمل ہے ۔ اوّل میں اس غزل کے 3 شعر ، نمبر 3 ، 12 ، 17 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں ۔

کھلا ہوں اس قدر اُس کی لطافت کے تصور میں
کہ مثلِ روح جسمِ ناتواں نظروں سے پنہاں ہے

عیاں ------------------
------------ ------- چراغاں ہے 1

ہر اک کم ظرف سمجھا جامِ جم جامِ گدائی کو
جو مانندِ ہوا ہے زعم میں اپنے سلیماں ہے

1 ۔ ا = ناخوانا

1 ۔ ب = ناخوانا

فرقتِ ساقی میں خُم تنــوّرِ طوفاں خیز ہے — کشتیٔ مے کیا سفینہ عمر کا لبریز ہــــے
تیری نوکِ خارِ غم دیکھیں تو کیس تیز ہے ؟ — تو سنِ عمرِ رواں کو حاجتِ مہمیز ہــــے 1
وحشتِ دل بے طرح اسہال شور انگیز ہــــے — وحشیو! نو روز ہے یا روزِ رستا خیــز ہــــے ؟
نغمہ و مے محفلِ عشرت میں ہے ساقی ہمیس — اشک خوں آلور اور افغان درد آمیز ہــــے
ہو تجھے جس چیز کی خواہش دلا! وہ ہے مضر — جو کہ مُستسقی ہے پانی سے اُسے پرہیز ہے 2
کیوں تقاضا کر رہا ہے اس قدر دیدار کا ؟ — کیا یدِ بیضا کفرِ موسیٰ میں دست آویز ہے ؟ 3
کیا عجب عنبر اگر بن جائے سارا مومِ شمع — آج محفل میں کسی کی زلف عنبر بیز ہــــے
دستِ رد سے دم بہ دم لیتے ہیں کارِ تیغ ہم — اپنا قتلِ آرزو میں نام اب چنگیز ہــــے
وصل کی شب کے برابر صبح کا دیکھا شفق — ہم عناں میداں میں گلگوں سے مگر شبدیز ہے
بادۂ عشرت سے خالی زیست بھر ساغر رہا — آج کیوں کر جام میری عمر کا لبریز ہــــے ؟
رسم الٹی دیکھنا دیوانہ میں جس پر ہوا — وہ پری اب عازمِ صحرائے وحشت خیز ہــــے
کوہ کن کو فی الحقیقت اپنے سر سے کام تھا — کوہ پر تیشہ لگا دیکھا کہ کیسا تیز ہے ؟
کون ہے اُس طفل کی فرقت میں جس کو غم نہیں — سودے والوں کی صدا اک آہِ درد آمیز ہے
رونے میں آیا جو یاد اس طفل کا رونا مجھے — چشمِ تر میں ہے جو طفلِ اشک طوفاں خیز ہے 3
جب سے ہے وہ طفل غائب ہو گیا سودا مجھے — یاد اُن منت کے طوقوں کی جنوں انگیز ہــــے
غیر تجھ پر پھوڑتے ہیں سر عبث فرہاد ساں — تو اگر شیریں ہے تو ناسخ ترا پرویز ہــــے

---

1 ۔اوّل ۔ مطلع ۲ ۔ ۱ = ----- اے خارِ غم -----
2 ۔ ۔ ۱ = --------------- مضر ہے
3 ۔ ۔ ۱ = ---- کیوں تقاضا اس قدر ہے مجھ کو یاں دیدار کا

مندرجہ بالا غزل کا مطلع اوّل میں نہیں ہے ۔ مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 15 بھی نہیں ہے ۔ اوّل میں اس غزل کا شعر نمبر 12 اضافی ہے ۔ اوّل میں اس غزل/ کے اشعار کی تعداد 14 ہے ۔ اضافی شعر درجِ ذیل ہے ۔

بادۂ عشرت سے خالی زیست بھر ساغر رہا — آج کیوں کر جام میری عمر کا لبریــــز ہــــے ؟

ایسی ہم آماج گاہِ تیرِ مژگاں ہو گئے — رونگٹوں کی جا بدن پر سارے پیکاں ہو گئے 1

جب ہوا سے بال زلفوں کے پریشاں ہو گئے — مثل سُنبل تار تار اکثر گریباں ہو گئے 2

باغ میں گلبن میں گل دستے ہزاروں کے تمام — خاک میں کیا کیا ہی گل رخسار پنہاں ہو گئے 3

دل میں جب لایا تصور اُس کو تب کہنے لگا — مثل یوسف ہم اسیرِ کنجِ زنداں ہو گئے

گلشنِ عالم میں ہوں وہ عندلیبِ نغمہ سنج — زاغ جس کے زمزمے سن کر خوش الحاں ہو گئے

اُس پری نے دی نشانی ہم کو جو انگشتری — ایسے آئے باؤ میں گویا سلیماں ہو گئے 4

یہ اسیری میں پھنسایا ناتوانی نے ہمیں — رفتہ رفتہ حلقۂ زنجیرِ زنداں ہو گئے 5

وصل کی شب پھٹ گیا جس دم گریبانِ سحر — پیرہن میں یاں گریباں ہی گریباں ہو گئے

رشکِ کوئے یار سے دنیا میں جتنے باغ تھے — گلشنِ شداد ساں نظروں سے پنہاں ہو گئے

دیکھی اُس گل کوں قبا کی باغ میں جس دم بہار — پھاڑ کر کپڑے ہزاروں غنچے عریاں ہو گئے

(باقی غزل اگلے صفحے پر)

---

1 - مطبوعہ - مطلع - ا = ------- رونگٹوں ------ - (مخطوطے میں سہو کتابت سے "روگٹوں" بجائے "رونگٹوں" ہے)

2 - اوّل - ب = جب -----------------

3 - مطبوعہ - ا = ------- گل میں ----- = اوّل = ---- ہزاروں ------

4 - اوّل - ب = ایسے یاد میں -----------

5 - - شعر 5 اور 6 کے مصرع ہائے اولیٰ آپس میں بدل گئے ہیں -

(گزشتہ صفحے کی باقی غزل)

چلتے چلتے کر گیا اعجاز زور اے خوش خرام — جس قدر تھے نقشِ پا کبکِ خراماں ہو گئے
گلشنِ خسارِ جاناں سے ہوئی رخصت بہار — صورتِ برگِ خزاں عاشق پریشاں ہو گئے
ارمغانِ داغِ سودا لے چلی سوئے وطن — دو دن اِس وحشت سرا میں ہم بھی مہماں ہوگئے
جتنے ہیں داغِ جنوں ہیں سکۂ شاہانِ حُسن — کشورِ دل میں رواں کس کس کے فرماں ہو گئے ؟ 6
جس جگہ تھے قصرو منظر بن گئیں گوریں تمام — شہر جو آباد تھے شہرِ خموشاں ہو گئے
شانہ کرتے غیر کو دیکھا تو یہ نفرت ہوئی — گیسوئے پیچیدہ مجھ کو مارِ پیچاں ہو گئے
رات دن رہتی ہے ناسخ! ہم کو از خود رفتگی — آہ جب سے عاشقِ رفتارِ جاناں ہو گئے

---

6 ـ اوّل ـ ۱ = ------- رشکؔ -------

* مندرجہ بالا غزل 20 اشعار پر مشتمل ہے ـ اوّل میں اس غزل میں 4 شعر، نمبر 7، 9، 14، 18، اضافی ہیں ـ اوّل میں مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 4 نہیں ہے ـ اضافی اشعار درجِ ذیل ہیں ـ

حسنِ عالم سوز اس/کا شعلہ زن ہے باغ میں — جتنے تھے مرغِ خوش الحان مرغِ بریاں ہو گئے
رات جو چمکا چمن میں شعلۂ رخسارِ یار — جتنے تھے سروِ چمن سروِ چراغاں ہو گئے
اس قدر وحشت پرستی ہے مرے ویرانے پر — رخنۂ دیوار سب چشمِ غزالاں ہو گئے
کرتی ہے بے یار کارِ تیغ ہر موجِ نسیم — سب گلِ خنداں چمن میں آج خنداں ہوگئے

جاں کنی بھی سیکھی ہے اے کوہ کن! اُستاد سے   یہ صدا آتی ہے ہر دم تیشۂ فرہاد سے 1

دردِ سر مجھ کو بھی ہے پوچھے کوئی فرہاد سے   تو نے یہ تیشہ لیا ہے مول کس حداد سے ؟

پڑ گیا ہے اُس کے ابرو کا مرے اشکوں میں عکس   آگے تلواریں بجھا کہہ دے کوئی حداد سے 2

بندگی میں سرو حاضر/ ہو تو کیا کہتا ہے وہ ؟   منع ہے خدمت کا لینا بندۂ آزاد سے

جس طرح سے ہے محبت فاختہ کو سرو کی   طوق والے طفل کو الفت ہے مجھ آزاد سے

جو ہر ذاتی بشر کا ہے جسے کہتے ہیں عشق   سیکھتا ہے کون فنِ عاشقی اُستاد سے

جن کی آنکھیں میں نہیں وہ دیکھتے حیران ہوں   وہ صنم پنہاں نہیں ہے گورِ مادر زاد سے

وہ سہی قد شا نہ بنواتا ہے اس کی چوب کا   اس لئے رکھتی ہے الفت فاختہ شمشاد سے

بادشاہی کیجئے چل کر کسی ویرانے میں   چاہیے الفت گدا کو کوچۂ آباد سے 3

تہلکہ ہے جان کو ہر آن زیرِ آسماں   جلد نکلا چاہیے اس قصرِ بے بنیاد سے

دن کو گو روزہ رکھیں گے مے پئیں گے رات کو   ہم نہ باہر ہوں گے اے پیرِ مغاں ارشاد سے

مے سے جب محروم رکھا ہم نے بن کر محتسب   کھود ڈالا خانۂ خمار کو بنیاد سے

کان میں اے سرو آویزے زمرد کے نہیں   دانۂ انگور یہ پیدا ہوئے شمشاد سے

عشق کے مقتل میں یا رب! ہم تو ہوں بے سر پڑے   پوچھتا جاتا ہو ہر کوئی گنہ جلاد سے

رشکِ گل زارِ مصلا پڑھئے اک رنگیں غزل   آئے ہیں حافظ کنارِ آب رکن آباد سے

---

1 ـ مطبوعہ ـ مطلع ـ ب = ------ تھی ـ ------

2 ـ اوّل ـ ب = ------ دو ------------- --

3 ـ مطبوعہ ـ ب = ------ کو ---------- مخطوطے میں سہو کاتب سے ـ "کو" کتابت سے رہ گیا ہے ـ

بے ستوں پر جا کر ٹکر کیوں نہ لیں فرہاد سے ؟   سیکھے ہیں ہم دونوں یہ فن ایک ہی استاد سے 1
طائرِ رنگِ حنا ہاتھوں سے اڑ سکتا نہیں   چھوٹ آئے مرغِ دل کس طرح اُس صیاد سے؟
کوئی ہے غلطاں لہو میں ہم دمِ جاناں کوئی   خنجر و آئینہ ہیں ہر چند اک فولاد سے
اغنیا کو ہے یہاں حسرت فقیروں کو ہے عیش   باغ کے مزدور ہی اچھے رہے شدّاد سے
تھا ازل سے مجھ کو تا وقتِ ولادت خوابِ عیش   کھل گئیں آنکھیں مری شورِ مبارک باد سے
کوہکن بھی ہو گیا تیری محبت میں فقیر   ہے مشابہ زخمِ تیشہ قشقہ آزاد سے 2
چہرہ ہو جاتا ہے میرا اُس کے آنے ہی بحال   انس ہے رنگِ پریدہ کو بھی اُس صیاد سے
شوق پتھر کھانے کا ایسا ہے مجھ دیوانے کو   چھٹیاں لڑکوں کو دلواتا ہوں روز اُستاد سے
حلقۂ گیسو جو ہیں مانندِ طوقِ فاختہ   بال سلجھائے ہیں شائد شانۂ شمشاد سے 3
کوہ کو ٹکڑے کیا ہے میرے سر کے واسطے   انس مجھ وحشی کو ہے اس ہی لئے فرہاد سے 4
دیکھنا ہمت کہ ساتھ اُس کے بہادی جوئے خوں   تھی طلب شیریں کو جوئے شیر کی فرہاد سے 5
سبزۂ نارُستۂ خط کی رعائت چاہیے   تیرے رُخ کو دوں مثال آئنہ فولاد سے
دیکھ تاثیرِ تعین کیا ہی ہے آپس میں جنگ   تیغ و چار آئینہ دونوں گو ہیں اک فولاد سے
سنتے ہی آپس میں ٹکرانے لگے سر ہر صنم   کیا بھلا ناقوس کو نسبت مری فریاد سے ؟
بیٹھنے دے کون پاس اپنے کہ ناسخ دشت میں   گرد بادوں کو ہے رم مجھ خانماں برباد سے

---

1 ۔ اوّل ۔ مطلع ۔ ا = ------- کیوں نہ ٹکر جاکے -----
2 ۔ " ۔ ا = ---- ہے تیری الفت ---------------
3 ۔ " ۔ ب = ------ اُلجھائے ----------------
4 ۔ تصحیح قیاسی ۔ ب = سہو کاتب سے " اتنے لیے " بجائے " اس ہی لیے "
5 ۔ اوّل ۔ ا = ---------- بہائی ہے ----------

سبز آئینہ نہیں عکسِ خطِ صیّاد سے
نکلی ہے طوطی مقرر بیضۂ فولاد سے

1 ہے یقین اے سرو! تیرے عشق میں شمشاد بھی
تیشہ مانگے اپنے سر کے واسطے فرہاد سے

زاد ہائے سخت دل خوں ریز ہوتے ہیں دلا!
نکلے کیا جزُ تیغ و خنجر بیضۂ فولا سے

زیست بھر مجھ کو رہا خوں ریز محبوبوں سے کام
روزِ مولد نال کٹوائی ہے کیا جلاد سے ؟

2 منتیں ہم وحشیوں کی بڑھتی ہیں روزِ وفات
طوق ہر سال اور پہنائے کہو حدّاد سے

صحنِ گلشن میں ترے آتے ہی اے رشکِ بہار
حشر برپا ہے شکستِ رنگ کی فریاد سے

ہے یہ سفاکی کی جانب یار کا مائل مزاج
شمع کے سر کو بھی کٹوانے لگا جلاد سے

3 آپ پیدا ہوتے ہیں سودائے سامانِ ازل
طوقِ قمری کوئی بنواتا نہیں حدّاد سے

4 دشت میں ماندہ پڑا ہو گا کہیں سائے کے ساتھ
بڑھ گیا آگے ہزاروں کوس میں ہم زاد سے

اے سہی قد! چشمِ تر کو کر نہ قدموں سے جدا
آبِ جو ہر باغ میں ہے متصل شمشاد سے

مچھلیاں ہیں شست میں دستِ حنائی میں اسیر
کب ہے ماہی گیر کو نسبت مرے صیاد سے ؟

کعبہ ہے سنسان مے خانے میں مستوں کا خروش
کون ویرانے کو جائے خانۂ آباد سے ؟

(باقی غزل اگلے صفحے پر)

---

1 - ا - تصحیح قیاسی = سہو کاتب سے "سے" بجائے "بھی"

2 - اوّل - ا = -------- رہی ---------

3 - 〃 - ا ------ سامانِ سودائے ----

4 - 〃 - ا = -------------- بیچ

(گزشتہ صفحے کی باقی غزل)

اے سہی قد! تجھ پہ ہر خوش قد کا ہے صد چاک دل
ہوگیا ثابت یہ مجھ کو شانۂ شمشاد سے 5

مدح سنجِ قامتِ جاناں ہے سر پر فاختہ
سروِ موزوں ہے مشا بہ بانوئے آزاد سے

گرچہ اے زاہد! خدا کو دل سے میں بھولا نہیں
ایک دم فرصت نہیں لیکن بتوں کی یاد سے 6

خوں میں غلطاں گلُ نظر آتے ہیں ہے یار اے نسیم!
کیا قلم کروائے تھے گلُ بن کسی جلاد سے؟

ہاتھ میرے یار کی زنجیرِ در سے باندھ دیں
اور زنجیریں نہ بنوائیں عبث حداد سے

ربع مسکوں ہو مسخر دو میں ہو گر اتفاق
خلق تابع ہو رکھے جو رابطہ ہم زاد سے

آہنِ شمشیر کی بیڑی گھڑ میرے لئے
عاشقِ ابرو ہوں میں کہہ دے کوئی حدّاد سے

نظمِ شیریں ہے دلوں میں نقشِ شیریں سنگ میں
ہے قلم اپنا زیادہ تیشۂ فرہاد سے

جھاڑتا ہے ہر سہی قد گیسوؤں سے تیری راہ
نقشِ پا تیرا نہیں کم شانۂ شمشاد سے

گر قفس میں پھنس گئی بُلبُل کو اِس کا غم نہیں
ہے یہی صدمہ کہ چھُوٹی پنجۂ صیاد سے 7

قامتِ جاناں کے آگے کچھ اُسے رتبہ نہیں
جانور ہے فاختہ جو عشق ہے شمشاد سے

آج مجھ شوریدہ سر کی جانِ شیریں جائے گی
کوہ تڑُوائے ہیں اس نے تیشۂ فرہاد سے 8

عکسِ جوہر خط نہ بن جائے کہیں رخسار میں
رابطہ اتنا نہ کر آئینہ فولاد سے

پھرتے پھرتے سب اتُر آیا ہے تلووں میں لہو
خارِ صحرا میں زیادہ نشترِ فصّاد سے؟ 9

ضعف سے ہے طائرِ دل طائرِ رنگِ حنا
کب یکایک چھوٹتا ہے پنجۂ صیاد سے؟ 0

تاب سننے کی نہیں بہرِ خدا خاموش ہو
ٹکڑے ہوتے ہیں جگر ناسخ تری فریاد سے 1

---

5 ۔ اوّل ۔ ب = تجھ کو یہ ثابت --------

6 ۔ ؎ ۔ ا = ---- ناسخ -------

۔ ؎ ۔ ب = مجھ کو فرصت بھی نہیں لیکن خدا کی یاد سے

7 ۔ ؎ ۔ ا = ... گیا ....

8 ۔ ؎ ۔ ا = ... جائیں ....

9 ۔ ؎ ۔ ا = ... سے .....

10 ۔ ؎ ۔ ا = یہ مرغ ....

11 ۔ ؎ ۔ مقطع ا = ... رہ

فراق میں ہے دمِ تیغ موجِ آب مجھے
ہے گردِ لشکرِ غم جوشِ ماہتاب مجھے

جو مے فروش نے زرلے کے دی شراب مجھے
عوض میں ذرے کے بخشا ہے آفتاب مجھے

ملا ہے وہ بتِ محجوب بے حجاب مجھے
عجب ہے آئی نظر برق بے حجاب مجھے 1

پیا جو جام بھی اشک بن کے ساری شراب
بغیر یار ہو کیا نشۂ شراب مجھے

دم انتظار میں نکلا تب آیا ہائے جواب
جواب نامہ ہوا نامے کا جواب مجھے

جوان دل ہے تو پیری نہیں ہے مانعِ عیش
سفیدی بالوں کی ہے جوشِ ماہتاب مجھے 2

تڑپ تڑپ کے موا پیاس سے لبِ دریا
نظر جو آگئی چیں جبینِ آب مجھے

میں جس کے غم میں جلوں ہو وہ بے مزہ مجھ سے
کیا ہے بخت نے کیا سوختہ کباب مجھے

خوشی جہان کو ہے میری اشک باری سے
کیا ہے بخت نے ہم طالعِ سحاب مجھے

بچے گی جان مری روز ہجر میں کیوں کر ؟
دکھا رہا ہے فلک تیغِ آفتاب مجھے

بہا جو اشک کا سیلاب آنکھیں پھوٹ گئیں
ملے تھے کیا عوض آنکھوں کے دو حباب مجھے ؟

جنوں سے ملتے ہیں کتنے ہی خانۂ زنجیر ؟
کیا ہے عشق نے گو خانماں خراب مجھے ؟

درود پڑھنے لگا ہوں جو یک بہ یک ناسخ !
کسی پسینے کا یاد آگیا گلاب مجھے

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ مطلع ۔ ا = ---- اے ---- سحاب ۔ = اوّل = سحاب ------

2 ۔ مطبوعہ ۔ ب = -------کی ---مخطوطے میں سہو کاتب سے " سے " بجائے " کی " ۔

* اوّل میں مندرجہ بالا غزل 15 اشعار پر مشتمل ہے ۔ اوّل میں اس غزل کے 2 شعر ، نمبر 10 ، 13 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں ۔

یہی ہے فکر شب و روز کوئے جاناں میں
بہانہ دیں کہیں یہ دیدۂ پُرآب مجھے

خیال میں کوئی ایسا نہیں فراق نصیب
وصال کا کبھی آیا نظر نہ خواب مجھے

وصل کی دولت ملی جذبِ دلِ بے تاب سے
کیمیا ہم نے بنائی ہے مگر سیماب سے

دن کو رات اُس نے کیا ہے گیسوئے پُرتاب سے
رات کو دن کر دیا ہے روئے عالم تاب سے

اُسترا اس کے ذقن پر جب پھرا ثابت ہوا
دور ہو جاتے ہیں تنکے حلقۂ گرداب سے

بے حقیقت کو بلا سے کب ہے دنیا میں گزند ؟
عکس تنکے کا بھی بہ سکتا نہیں سیلاب سے

ہے مسرت راحتِ دنیا سے غفلت کے سبب
کون خوش ہوتا ہے بیداری میں عیشِ خواب سے ؟ 1

آسماں کے پاس ساماں عیب پوشی کا نہیں
کب کسی کا سَتر ہوگا چادرِ ماہتاب سے ؟

آگے اُفتادوں کے پاتے ہیں کوئی سرکش فروغ
سرد ہو جائے نہ کیوں بازارِ آتش آب سے ؟

پڑتی ہے عکسِ رخِ جاناں کی ہی تشبیہ تام
چوکھٹے کو ہالے سے آئینے کو مہتاب سے

غیر سے لگوائی مہندی اُس نے ہاتھوں میں جو رات
پنجۂ مژگاں کو ہم نے بھی رنگا خوں ناب سے

مدتیں گزریں کہ رکھتا ہوں فراقِ یار میں
دن کو پروانے کی صحبت رات کو سرخاب سے

ہونٹ تیرے دیکھ کر مجھ کو ہوا جوشِ جنوں
کرتے ہیں کیوں کر طبیب اصلاحِ خوں عناب سے ؟

کھائے ہیں ایسے تری محرابِ ابرو کے فریب
بھاگتے ہیں دور ہم مسجد کی بھی محراب سے

خاکِ کوئے یار ہے ناسخ! مرے تن پر لباس
کام کیا مجھ کو حریر و اطلس و کمخاب سے ؟

---

1 ۔ اوّل ۔ ب = ---------- بیداری سے -------

مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 3 اوّل میں نہیں ہے ۔ اوّل میں یہ غزل 14 اشعار پر مشتمل ہے ۔ اوّل میں اس غزل میں 2 شعر ، نمبر 8 ، 12 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں ۔

نالۂ دل ہے خراشِ ناخنِ غم سے بلند
ساز کی آواز نکلے جس طرح مضراب سے

مضطرب ہے آبِ تیغِ یار میں یوں اپنے ہاتھ
ہوتی ہیں بیتاب جیسے مچھلیاں دور آب سے

دلا! فصلِ بہاری ہے جنوں زا رُبعِ مسکوں ہے
گلستانِ جہاں میں جو شجر ہے بیدِ مجنوں ہے

سمجھتا ہوں میں شاخِ گل کو وہ شمشادِ گل گوں ہے
صبا دیتی ہے جنبش جانتا ہوں رقص موزوں ہے

کرے کیا خال پر رغبت محوِ چشم ہے گوں ہے ؟
کہ آبِ زندگانی ہے شراب اور زہر افیوں ہے 1

بنیں گے بدرِ ماہِ نو نشانِ نعل تو سن کے
اگر اے شہ سوار! ایسا ہی حُسنِ روز افزوں ہے

جہاں موذی ہیں دنیا میں مسخر زر سے ہوتے ہیں
کہ نقشِ زر خزانے میں برائے مار افسوں ہے

برابر جانتے ہیں خشک و تر کے جزو و کُل کو ہم
جو ذرّہ ہے وہ ہاموں ہے جو قطرہ ہے وہ جیحوں ہے 2

یہ جزرنگیں مزاجی زندہ دل ہونا نہیں ممکن
کہ رنگِ زندگانی ہے / بدن میں جب تلک خوں ہے

خدا نے زر کیا پیدا اُڑا دینے کو دنیا میں
زمیں میں جس کو پنہاں کرتے ہیں وہ گنجِ قاروں ہے

نہ ہو ادنیٰ کو تا حسرت کبھی اعلیٰ کے رتبے کی
زمیں آرام سے ہے رات دن گردش میں گردوں ہے

کیا ہے اِس قدر لاغر فراقِ یار نے مجھ کو
کہ کہتے ہیں مری ہم دم نہ لیلیٰ ہے نہ مجنوں ہے

(باقی غزل اگلے صفحے پر)

---

1 ۔مطبوعہ ۔ مطلع 3 ۔ ب = ----- آب ----- مخطوطے میں سہو کتابت سے "اب" بجائے "آب"

2 ۔ ″ ۔ 1 = مطبوعہ میں املا "جیہوں"

(گزشتہ صفحے کی باقی غزل)

کسی محبوب کو کیا ہے مرے محبوب سے نسبت ؟ | کہ رشکِ خالِ مشکیں ہے جو اُس کی زلف کی جوں ہے
اندھیرا سا اندھیرا چھا رہا ہے آگے آنکھوں کے | شبِ تاریک میں مجھ کو خیالِ زلفِ شب گوں ہے
نظر آتا ہے مجھ کو غیرتِ شمشاد کیوں شجرہ | رباعی میں مگر موزوں کوئی قامت کا مضموں ہے
سخاوت کو بدل ایسا کیا امساک سے سب نے | کہ ہر ساغر میں جائے بادۂ گل رنگ افیوں ہے 1
سیہ مستوں کی ہے رفتار میری کلک میں ناسخ | دمِ فکرِ سخن مجھ کو خیالِ چشمِ مے گوں ہے

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ------- امساک سے بدل ایسا کیا ---

* مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 5 اول میں نہیں ہے ۔مندرجہ بالا غزل اوّل میں 19 اشعار پر مشتمل ہے ۔ اوّل میں اس غزل میں 5 شعر ، نمبر 4 ، 9 ، 12 ، 17 ، 18 اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں ۔

تو وہ لیلیٰ ہے ظالم ہر پری رُو تیرا مجنوں ہے | تیرے آگے جو ہے شمشاد قامت بیدِ مجنوں ہے
نہیں چلتی دلا ! حکمت کسی کی عشق کے آگے | جو دیوانہ ارسطو ہے تو سودائی فلاطوں ہے
کیا قاتل نے مجھ کو قتل کس رنگیں ادائی سے | جو میرا زخمِ پرخوں ہے وہ گویا روئے گلگوں ہے
نظر کرتا ہوں تیرے جسم و خط و خال پر جس دم | سمجھتا ہوں میں ساقی بادہ ہی سنہری افیوں ہے
بہت اشعار میں بندھتے ہیں تارِ کاکلِ تاباں | مری جادو بیانی ان دنوں گویا کہ افسوں ہے

مرے محمل نشیں کے آگے لیلیٰ کا جو مفتوں ہے
وہ مجنوں ہے وہ مجنوں ہے وہ مجنوں ہے وہ مجنوں ہے

علی بند اُس پری رُو کی سپر میں آج گل گوں ہے
نہیں معلوم کس بیچارے پر اب عزمِ شب خوں ہے

تو وہ لیلیٰ ہے ظالم ہر پری رُو تیرا مجنوں ہے
ترے آگے جو ہے شمشاد قامت بیدِ مجنوں ہے

ترے قد کا نہائت طبع کو مرغوب مضموں ہے
مرے دیوان میں ہے جو الف اک سروِ موزوں ہے

رکھوں آغوش میں مانند ساحل کیوں نہ عالم کو
حباب و موج ہیں سب دوست دشمن یار جیحوں ہے

بظاہر سب مساوی ہیں مگر ہے فرق باطن میں
نہ ہر سینے میں حکمت ہے نہ ہر خُم میں فلاطُوں ہے

بلندی میں مثالِ آسماں گر قصر تھا تو کیا ؟
اجل کے ہاتھ سے زیرِ زمیں آخر فریدوں ہے

سیہ کاری ہی حاصل ہے سیہ کاروں سے ملنے میں
معین وسمہ بالوں کے سیہ کرنے میں صابُوں ہے

بہارِ حسنِ جاناں نے کیا یہ رنگ گلشن کا
کہ جائے برگ گل ہر غنچے میں اک قطرۂ خون ہے

کھُلے گر فصد تیری خون ہو جائے زمانے کا
تُو وہ لیلیٰ ہے ظالم ایک عالم تیرا مجنوں ہے

کبھی ہنسنے میں بھی کھلتے نہیں جو اے پری پیکر!
ترے دانتوں کو میں سمجھا ہوں سلکِ دُرِ مکنوں ہے

ہوئے سیلِ فنا سے قصرِ عالی بے نشاں لاکھوں
تری عبرت کو منعم! ایک باقی طاقِ گردوں ہے

قناعت ایسی حاصل ہے تری دولت جنوں! مجھ کو
چمکتی ہے جو ریگِ دشت گویا گنجِ قاروں ہے

نہ کیوں کر روتے روتے لال ہو جائیں مری آنکھیں؟
شبِ فرقت میں اے ناسخ! خیالِ روئے گل گوں ہے

---

* مندرجہ بالا غزل کا مطلع اوّل میں نہیں ہے - مندرجہ بالا غزل کے 2 شعر 3، 10، بھی اوّل میں نہیں ہیں - اوّل میں اس غزل میں 3 شعر، مطلع اور نمبر 8، 10، اضافی ہیں جو بالترتیب درج ذیل ہیں

------ مضموں ہے ------------
------روئے شیریں ------------

لگایا ساغرِ مے منہ سے کس مے کش نے گلشن میں؟
کہ ہر گل جوشِ حسرت سے برنگِ ساغر خوں ہے

سفید اُس آفتِ دوراں نے جو موباف ڈالا ہے
برنگِ شاخِ شبوان دنوں گیسوئے شب گوں ہے

1 - ا - ناخوانا

م - ب - ناخوانا

تو سنِ عمر رواں ایسا ہی گر چالاک ہے — گرد ساں برباد اک دن میری مشت خاک ہے 1

شغل رونے کا نہ چھوٹا مجھ سے بعد از مرگ بھی — ابر ساں دوشِ ہوا پر قطرہ افشاں خاک ہے

آئینے کو دوست رکھتے ہیں جہاں کے خوب و زشت — دل ہوا جب صاف بس عالم سے جھگڑا پاک ہے

یادِ ساقی میں ہوئے ہیں دانۂ زنجیر اشک — سائباں مژگانِ تر کا داربستِ تاک ہے

یوں نکالی حسرتِ دل صید گاہِ عشق میں — چنگلِ شاہیں کو میں سمجھا یہی فتراک ہے

آگ سے جب تک نہ سینکیں ہو کماں کیوں کر درست — حُسنِ ابرو کے لئے وہ روئے آتش ناک ہے

دستِ صانع بھی مرے حق میں ہوا دستِ جنوں — تن برنگِ غنچۂ بیش از پیرہن صد چاک ہے

شست و شو کو آبِ شبنم چاہیے تا آفتاب — کون ہے موجود جو آلودگی سے پاک ہے ؟

جس قدر رتبہ زیادہ اتنی ہی سر گشتگی — ایک صورت پر ازل سے گردشِ افلاک ہے

ساکنِ دل تُو ہوا آنکھوں کو ترساتا ہے کیوں ؟ — جس قدر دل صاف ہے ویسی نگہ بھی پاک ہے

جلد پاتے ہیں رہائی قیدیِ زندانِ عشق — یار میں میرے بڑی خوبی ہے جو سفاک ہے

داغ دل کے اب وہ شعلے ہیں کہ جن کے سامنے — پنجۂ خورشید اک مشتِ خس و خاشاک ہے

حُسنِ یار آلودگی سے پاک ہے تو کیا خطر ؟ — ہے گواہ اشک رواں اپنی نگہ بھی پاک ہے

وسعتِ مشرب جو ہے رندو گنہ ہے کیا ضرور — دامنِ دریا ہزار آلودگی میں پاک ہے 2

یہ نہ ہوتا تو زمینِ شعر ہی ہوتی نہ خلق — اس لئے ناسخ جو مداحِ شہِ لولاک ہے

---

1 ۔ اوّل ۔ مطلع ۔ ا = --------- اپنی -----

2 ۔ مطبوعہ ۔ ب = -------- سے -----

مندرجہ بالا غزل اوّل میں 14 اشعار پر مشتمل ہے ۔مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 10 اوّل میں نہیں ہے ۔ مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 14 اول کی اسی قافیہ و ردیف کی غزل نمبر 2 (گلشنِ عالم میں کیا دستِ جنوں چالاک ہے) میں شامل ہے ۔ اوّل میں اس غزل کا 1 شعر ، نمبر 11 ، اضافی ہے جو درجِ ذیل ہے ۔

دیکھ کر محرابِ ابرو کو ----------- — یاں حریمِ دل میں ساکن وہ بتِ بے باک ہے 1

1 ۔ 1 ۔ ناخوانا

گلشنِ عالم میں کیا دستِ جنوں چالاک ہے
جیبِ گل سے تا گریبانِ سحر صد چاک ہے

اسفل و اعلیٰ جو ہیں مل جائیں گے سب خاک میں
آسماں اس رتبۂ عالی پہ زیرِ خاک ہے

پست تر کرنے کو گردوں سب کو کرتا ہے بلند
اشک کا آنکھوں میں آنا دل سے بہرِ خاک ہے

دیتے ہیں تشبیہ ان دونوں میں سوبے ہوش ہیں
مے تو ہے ناپاک چشمِ مستِ جاناں پاک ہے

پاک ہو کیوں کر نہ اپنی چشمِ گریاں کی نگاہ؟
آب جس پر سے گزر جاتا ہے وہ شے پاک ہے

آج یہ مجھ پر کھلے ہیں معنیِ والسا بحات
ہر ستارہ میرے بحرِ اشک میں پیراک ہے

سانپ جیسے کینچلی ڈالے وہ یوں عریاں ہوا
جو حسیں ہے جسم پر اُس کے عبث پوشاک ہے

جلتے ہیں سودائی میری گرمیِ بازار سے
شعلۂ آتش ہوں میں عالم خس و خاشاک ہے

روح ہے ہر جسم میں مشتاقِ اخبارِ اجل
اس لئے یہ آمد و رفتِ نفس کی ڈاک ہے 1

خصیہ مالی اغنیا کی ہے عبث اے اہلِ حرص
نقد سے خالی ہمیشہ کسیۂ دلاک ہے

قتل کرنے کو تو آخر گھر سے باہر آئے گا
ہے دلا امید کی جا یار اگر سفاک ہے

ڈر کے مارے صبح کا دیوِ سفید آتا نہیں
کس قدر صورت شبِ فرقت کی دہشت ناک ہے ؟

مطلعِ روشن اب ایسا ہے کہ جس کے رشک سے
پنجۂ خورشید سے جیبِ سحر صد چاک ہے

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ب = ۔۔۔۔۔۔۔ ڈاک ۔۔۔ مخطوطے میں سہو کاتب سے "داک" بجائے "ڈاک"

* مطبوعہ میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 15 ہے ۔ دو اشعار اضافی ہیں
مطبوعہ میں شعر نمبر 4 اور شعر نمبر 13 اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں ۔

حُسن ہو کیسا ہی پر رہتا ہے بالا دست عشق
ہے زلیخا کو جنوں اور جیبِ یوسف چاک ہے

مثلِ نکہت جسم اس کا ہے لطافت سے نہاں
غم نہیں ٹکڑے بر نکرِ گل اگر پوشاک ہے

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(پچھلی غزل کا بقیہ حاشیہ)

مندرجہ بالا غزل اول میں 15 اشعار پر مشتمل ہے ۔مندرجہ بالا غزل کے 3 شعر ، 11 تا 13 اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی تیسری غزل میں شامل ہیں ۔ اوّل کے اس غزل کے 4 شعر، نمبر 5، 13، 14، 15 ، اضافی ہیں ۔ مطبوعہ کے مندرجہ بالا اضافی اشعار میں سے پہلا شعر ، ع ۔حسن ہو -------

اوّل کی اسی غزل کا اضافی شعر ، نمبر 5 ہے جب کہ مطبوعہ کا مندرجہ بالا دوسرا اضافی شعر اوّل کی اسی قافیہ و ردیف کی تیسری غزل میں اضافی شعر ، نمبر 3 ، ہے ۔ اوّل کا اس غزل کا مقطع جو اضافی ہے مطبوعہ میں موجود ہے اور اسی قافیہ و ردیف کی اگلی غزل کو مطبوعہ میں دو غزلوں میں تقسیم کرتا ہے ۔

رہ دلا اک دم عرق آلودہ زلفوں میں نہ جا — دانت کالے کے ہوئے جب دور پھر کیا باک ہے ؟

چشم ہے بے ہوشیِ عشاق کو گر جامِ مے — سبزۂ خط سبزی ہے خال سیاہ تریاک ہے

اور کون اس بحر میں ناسخ ہلائے دست و پا ؟ — فکر یاں غواص ہے طبعِ رواں تیراک ہے

دشتِ وحشت میں نہ میرے جسم پر پوشاک ہے / داغ سر پر پاؤں میں خار اور بدن پر خاک ہے 1
خواہشِ نظارہ کو ضعفِ بصر کا باک ہے / رات دن آنکھوں کے آگے روئے آتش ناک ہے 2
خوار ہے نکلا جو کوئی صحبتِ ہم جنس سے / جب تلک دریا سے قطرہ مشتمل ہے پاک ہے 3
فاش اخفا میں ہوا جاتا ہے اپنا رازِ عشق / زخم سے بدتر ہے ہنسنا دل اگو غم ناک ہے
سینکڑوں نخچیر آتے ہیں جلو میں خود بخود / اے شکار افگن! تجھے کیا حاجتِ فتراک ہے ؟
کھینچتا ہوں جوشِ گریہ میں اگر میں آہِ سرد / ہنس کے کہتا ہے ہوا برسات کی نم ناک ہے
ختم ہے شیریں دہانی تجھ پر اے شیریں دہن! / نیشکر سے بھی فزوں شیریں تری مسواک ہے 4
بھاگتے ہیں پاؤں میں چبھ چبھ کے یاں سے خار بھی / کیا مرا صحرا معاذ اللہ وحشت ناک ہے
پیرہن کی نوجوانی میں اڑی تھیں دھجیاں / جسمِ گل میں یہ ہوی اتری ہوئی پوشاک ہے 5
ہے عیاں جلوہ خدا کا ان بتانِ ہند میں / سوجھے کیا زاہد! تجھے آنکھوں کے آگے ناک ہے ؟
کیا چٹک کر جا پڑا ہے دُور مانندِ سپند / یہ زُحل گردوں پہ خالِ روئے آتش ناک ہے
ہے زمرّد کے یہ آویزوں سے مجھ پر آشکار / کان میں بالا نہیں ہے داربست تاک ہے
اے سراپا نور نخلِ وادیِ ایمن ہے تُو / بولتا ہے پر جہاں تیرے دہن میں شاک ہے
ہو رہا ہے اک جہاں تیرا شکار اے شہسوار! / صید کیا صیاد بھی یاں بستۂ فتراک ہے
ہے بجا گر خط غبارِ روئے آتش ناک ہے / آگ میں پڑ جائے جو شے ایک دم میں خاک ہے
دست رس اُس کی بدولت تا بتِ سفاک ہے / کیسۂ زر سے زیادہ کیسۂ دلاک ہے
ہجر میں کیا باغ جاؤں دل مرا غم ناک ہے؟ / خاک میں کُل جسم کیا ہر استخواں بھی خاک ہے 6
گو بدلتا ہے لباس اپنا تُو دن میں کتنی بار / گُل کی اترے گی جو تیری آخری پوشاک ہے
عشق اُس کی جامہ زیبی کا ہے کچھ سودا نہیں / مثلِ گل یاں جیب بے دستِ جنوں صد چاک ہے

(باقی غزل اگلے صفحے پر)

1 - اوّل - مطلع - ا = ----- میسر ہم کو یہ -----
2 - " - ا = ------------ کا ہے خطر -----
3 - " - ب = -------- تک
4 - " - ب = -------- پوشاک
5 - " - و = ------ بھی --------------
6 - " - ب = گل نظر میں شعلۂ گلبن ------ خاشاک ہے

(پچھلے صفحے کی غزل کا بقیہ)

آگے افتادوں کے عالی منزلت ہوتے ہیں پست	دیکھ ہر پانی کے نیچے گنبدِ افلاک ہے 1
عالمِ بالا سے ہم بد مست پاتے ہیں جو رزق	اپنے آگے آسماں اک داربست تاک ہے
تیرے آگے رنگِ گلشن ہو گیا ایسا سفید	جیبِ ہر گل مثلِ جیبِ صبحِ صادق چاک ہے
موئے مژگاں ہوگئے پانی میں رہنے سے سفید	انتہا رونے کی کچھ اے دیدۂ نم ناک! ہے ؟
نرگس و زنبق سے پوچھو رنگِ عارض بوئے زلف	اے گل و سنبل! کہ اُس (کی) آنکھ اُس کی ناک ہے 2
گو بہ ظاہر خاک کے پتلے ہیں سب یک ساں مگر	کوئی ہے اکسیر اِن میں اور کوئی خاک ہے
ہے یہی حسرت کہ پہنچوں اُڑ کے کوئے یار میں	بعد مُردن خاک میں بھی مجھ کو راحت خاک ہے
ہوں سوارِ توسنِ معنی زمینِ شعر میں	صیدِ مضموں جو ہے ناسخ بستۂ فتراک ہے

۱۔ ۔ مطبوعہ ۔ ب = ------------- بر

۲۔ اول ۔ ۱ ۔ ۰۰۰۰۰۰زنبق (سے) پوچھو۰۰۰۰۰

* مطبوعہ میں یہ غزل دو غزلوں میں تقسیم کی گئی ہے دونوں غزلوں کے اشعار پہلی غزل کے شعرِ اول سے دوسری غزل کے مقطع تک ایک ہی تسلسل اور ترتیب سے ہیں ۔ سوائے پہلی غزل کے مقطعے کے جو دراصل اس مسلسل غزل کو دو غزلوں میں تقسیم کرنے کے لئے شامل کیا گیا ہے ۔ مطبوعہ کا یہ اضافی مقطع درج ذیل ہے ۔

اور کون اس بحر میں ناسخ ہلائے دست و پا	فکر یاں غواص ہے طبع رواں پیراک ہے

* اوّل میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 33 ہے ۔ اوّل کی اس غزل کے 3 شعر پچھلی غزل میں شامل ہیں جس کی نشان دہی پیچھے کی جاچکی ہے ۔ اوّل میں اس غزل کے 3 شعر، نمبر 3، 6، 16، اضافی ہیں ۔ اضافی شعر نمبر 3 پچھلی غزل کے حاشیے میں مطبوعہ کے اضافی شعر کے طور پر درج ہے ۔ اوّل کی اس غزل کے باقی 2 اضافی شعر درجِ ذیل ہیں ۔

جس کو دیدارِ خدا چشمِ یقیں سے ہو حصول	اے صنم! تیرے کمر کی دید میں وہ تاک ہے
آج تیری چشم ہے اور کسیۂ دلاک ہے	خاک میں ہر جسم کیا ہر استخواں بھی خاک ہے

کسی نے تیرِ دُزدیدہ نگہ سے دل کو مارا ہے — لہو روتی ہیں آنکھیں رازِ پنہاں آشکارا ہے
بسر کی عمر مثلِ شمعِ ماتم بزمِ ماتم میں — چراغِ گور شائد اپنے طالع کا ستارا ہے
زمانے میں لگا دی آگ (اک) کافر بھبھوکے نے — جہاں ہے تودۂ بارود گویا وہ شرارہ ہے 1
نظر میں ساتھ ابرو کے ہے خال (اک) زیر ابرو بھی — قماشِ پردہ ہائے چشم گویا چاند تارا ہے 2
نکل آؤں ابھی باہر گزر ہوگا حسینوں کا — لحد پارے کی ہے کان اور میری خاک پارہ ہے
گلوں کا اور میرا فصلِ گل میں ایک عالم ہے — چھُبے ہیں خار پاؤں میں گریباں پارہ پارہ ہے
تو وہ گُل ہے کہ گزرا باغ میں جس جس خیاباں سے — تو آوازِ شکستِ رنگ سے گُل نے پکارا ہے
وہ اپنے گھر میں ہے خوشبو سے سب کلیاں مہکتی ہیں — نہاں ہے رنگِ گل اور نکہتِ گل آشکارا ہے
خدا کا اب کوئی طالب نہیں ساری خدائی میں — بتواہر کوئی بندے کی طرح بندہ تمہارا ہے
نظر آنے لگی ہے چشمِ عزرائیل جو مجھ کو — الہٰی کیا یہی صبحِ شبِ فرقت کا تارا ہے ؟
یہ مضمونِ غم و شادی و مرگ و زیست ہے لاشے — جہاں وہ بیت ہے جس میں سرا سر استعارا ہے
دلا اب پنجۂ مژگاں میں دے تسبیح اشکوں کی — ارادہ کوئے جاناں کا ہے منظور استخارا ہے ؟

(باقی غزل اگلے صفحے پر)

---

1 ـ مطبوعہ ـ ا = ---------- اک ------- مخطوطے کا مصرع بے وزن ہے ـ سہو کاتب سے "اک" رہ گیا ہے ـ

2 ـ م ـ ا = ---------- اک -------- بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے "اک" رہ گیا ہے ـ

(گزشتہ صفحے کی باقی غزل)

گیاہِ دشت کو رکھتا ہے مجنوں سبزاشکوں سے سمجھتا ہے کہ یہ جمازۂ لیلیٰ کا چارہ ہے
کمر تیری وہ ہے جس نے کمر توڑی حسینوں کی تری آنکھوں کے آگے اے صنم! آہو چکارا ہے 1
اثر رکھتا ہے سایہ کیا ہی اُس زلفِ معنبر کا بجائے خاک کوئے یار میں عنبر ہی سارا ہے
مرا یہ رنگِ فق یہ بے خودی یہ چشمِ تر اُس کو شبِ مہتاب ہے مستی ہے دریا کا کنارا ہے
ہمارے حکم سے یہ تخم ریزی ہے مضامیں کی کہ ناسخ ہر زمینِ شعر میں اپنا اجارہ ہے 2

---

1 - مطبوعہ - ا = ———— ہے چیتوں کی اوّل = ا = ہے وہ —— ہے چیتے کی
اوّل = ب = اے پری

2 - مطبوعہ — مقطع - ا = ---------- زیری --- مطبوعہا - میں سہو کاتب سے " زیری " بجائے "ریزی"

" - اوّل - مقطع - ب = -------- پر ------

* مطبوعہ میں اس غزل میں شعر نمبر 5 اور 6 اضافی ہیں - اس طرح اس غزل میں دو اشعار دونوں غزلوں کی کل تعداد سے زائد ہیں - مطبوعہ کا اضافی شعر نمبر 5 اول کا اضافی شعر نمبر 6 اور مطبوعہ کا اضافی شعر نمبر 6 اول کا اضافی شعر نمبر 7 ہے -

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 20 اشعار پر مشتمل ہے - مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 15 اوّل میں نہیں ہے - اوّل میں اس غزل کے 4 شعر ، نمبر 2 ، 6، 7، 19 اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں -

جسے کہیں ہیں بجلی، تری آنکھوں کا اشارا ہے اجل کہتے ہیں جس کو تری صورت کا نظارہ ہے
* ہمیں اے نخل بندِ باغِ عالم موسمِ گل میں دکھاتا ساغرِ گل بادہ خواری کا شارہ ہے
* نظر آتی ہے جرمِ آفتاب افلاک سے جیسے شراب اس تن نازک سے یوں آشکارا ہے
مرے ہوتے یہ کیا تھا مسکرانا غیر کے آگے کہ اس موجِ تبسم نے تو خنجر مجھ کو مارا ہے

فرقت ہوئی جو صبح کو اک رشکِ ماہ سے
غرباَل آفتاب ہوا تیرِ آہ سے

اب تک جو اُس کی ہیں وہی وعدہ خلافیاں
آگاہ کیا نہیں مرے حالِ تباہ سے؟

عاشق کو رنج ہو تو ہو معشوق کو بھی رنج
یوسف گرا کنویں میں زلیخا کی چاہ سے

آئی طواف میں تری چشمِ سیہ جو یاد
بسمل ہوئے غزالِ حرم تیرِ آہ سے 1

کیا پیروانِ شرع کو مرشد کی احتیاج
کچھ کم نہیں نشانِ قدم خضرِ راہ سے

یہ خود نمائیاں ہیں کہ معجز نمائیاں
روشن ہے چشمِ کور تری گردِ راہ سے

مشرق سے کانپتا نہیں نکلا یہ بے سبب
خورشید ڈر گیا مرے روزِ سیاہ سے

صبحِ شبِ فراق کو بھولی افق کی راہ
یہ تیرگی ہے اخترِ بختِ سیاہ سے

فرقت کی مے کشی میں جو ساقی گزک نہیں
لے لیں گے لختِ دل کوئی ہم سیخِ آہ سے

حجام خطِ یار بناتے ہی مر گیا
عارض کا سبزہ کم نہیں مردم گیاہ سے

پھبتی جو چشمِ یار ہوئی اس کی احتیاج
نسبت ہے کوہِ سرمہ کو کیا برگِ کاہ سے ؟

موذی اگر ہے گوشہ نشیں کچھ نہیں خطر
ایذا ہے راہ رو کو فقط خارِ راہ سے 2

کر جنگ سے گریز کرے کوئی بادشاہ
تاجِ خروس خوب ہے اُس کی کلاہ سے

ہر روز روزِ ہجر ہے ہر شب شبِ فراق
نفرت ہوئی یہاں کے سفید و سیاہ سے

آتا ہے یاد ہجر میں رہ رہ کے روئے یار
دن رات مجھ کو رنج ہے خورشید و ماہ سے

ناسخ حضورِ شاہِ زمن حشر تک رہیں
بندے ہزاروں حشمت و اقبال و جاہ سے

---

1 ۔ اوّل ۔ ب = ------ ہوا ------

2 ۔ مطبوعہ ۔ ا = -------- خطر نہیں = اوّل ۔ خطر نہیں

مندرجہ بالا غزل اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی 2 غزلوں کے منتخب اشعار پر مشتمل ہے ۔ اوّل میں اس قافیہ و ردیف کی پہلی غزل ع فرقت ہوئی جو صبح کو اک رشکِ ماہ سے ، 14 اشعار پر مشتمل ہے ، دوسری غزل ع : عازم ادھر ہوں شاہِ محبت کی راہ سے ، 21 اشعار پر مشتمل ہے مندرجہ بالا غزل میں 4 شعر 12 تا 15 اوّل کی اس قافیہ و ردیف کی متذکرہ بالا غزل نمبر 2 سے شامل کیے گئے ہیں ۔ اول میں اس غزل کے 2 شعر ، نمبر 2 ، 7 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں ۔

ہے عشق اُس صنم کو جو تیرِ نگاہ سے
آہو نکل چلے ہیں حرم کی پناہ سے

کر ظلم مجھ پہ شوق سے میں بے زبان ہوں
ہوتا ہے ظالموں کو حذر داد خواہ سے

مہر آنکھیں سینکتا ہے جو اُس رشک ماہ سے — تارِ شعاع کم نہیں تارِ نگاہ سے

اے رُوسیاہ رقیب تُو ڈر میری آہ سے — بجلی کو لاگ ہوتی ہے رنگِ سیاہ سے

ہم آدمی ہیں وصل میسر نہیں کبھی — ہوتا ہے غم نظارۂ مردم گیاہ سے

1 اعضا تمام گُھل گئے ہیں غم ہے اِس قدر — مثلِ حبّاب سر ہے ہمارا کلاہ سے

دو دن جو باغ میں وہ سہی قد نہیں گیا — شمشاد لاغری میں ہیں برگِ گیاہ سے

اعلٰی جو ہیں وہ کب ہوئے ادنٰی سے مُلتجی ؟ — سیراب کیا ہو ابر بھلا آبِ چاہ سے

عزلت گزیں ہو تا رہے تجھ سے زمانہ صاف — اٹھتی ہے رہروؤں کے سبب گرد راہ سے

روتا ہے میرے غم میں جو وہ آج زار زار — چشمِ سیاہ کم نہیں ابرِ سیاہ سے

سبزہ ہے گردِ عارضِ گُلگوں تو عیب کیا ؟ — گُل دستے باندھے جاتے ہیں اکثر گیاہ سے

میری طرح جو پہنی ہے زنجیر پاؤں میں — کیا عشق چاند کو بھی ہے تیری کلاہ سے

آنکھیں حسینوں کی لگی ہیں خطِ یار پر — ہوتا ہے آہوؤں کو تعلق گیاہ سے

مجھ ناتواں سے حُسن دو بالا ہے یار کا — دونا فروغ آگ کا ہوتا ہے کاہ سے

(باقی غزل اگلے صفحے پر)

---

1 ـ مطبوعہ ـ ا = ---------- سے --------

ـ ″ ـ ″ ـ ب = -------------------- ہے

(گزشتہ صفحے کی باقی غزل)

1 ہر ایک اپنی آنکھوں میں دے مجھ کو اب جگہ   سرمہ کیا ہے یار نے برقِ نگا ہ سے

2 کب آؤں گا نظر نہ ملے گی جو تیری آنکھ ؟   میں ناتواں اسیر ہوں تارِ نگاہ سے

کہتے ہیں جس کو عشق وہ پَرتو ہے حُسن کا   ہالے کا ہے وجود فقط نورِ ماہ سے

3 روشن ہے اُس میں عارضِ تاباں تو اِس میں داغ   کیا کم شبِ فراق ہے زلفِ سیاہ سے ؟

تر دامنی ہے آبِ خجالت سے زاہدا   ناسخ کو انفعال ہے اپنے گناہ سے

---

1 - مطبوعہ - ا = ---------------- کیا -----

2 - 〃 - ب = -------------- اسیر --- مخطوطے میں سہو کاتب سے "سیر" بجائے "اسـ

3 - اوّل - ا = ----- گلگوں --------------

4 - 〃 - ب = ---------- روزِ سیاہ ------

مندرجہ بالا غزل اوّل میں 21 اشعار پر مشتمل ہے - اوّل میں اس غزل کے 2 شعر مطلع اور نمبر 4 ، اضافی ہیں - مندرجہ بالا غزل کے 2 شعر نمبر 8، 10 ، اوّل میں نہیں ہیں -اوّل کے اس غزل کے اضافی اشعار درجِ ذیل ہیں -

عازم ادہر ہوں شاہِ محبت کی راہ سے   کب ملکِ دل ہویں ہیں مسخر سپاہ سے

اُس کو مثال دے نہ ، کوئی چشم ماہ سے   نفرت ہے چشم کور کو جرمِ سیاہ سے

محب کو فرقت کی اسیری سے رہائی ہوتی — کاش عیسیٰ کے عوض موت ہی آئی ہوتی
1 گر نہ ہو شمع تو معدوم میں پروانے بھی — تو نہ ہوتا تو صنم کب یہ خدائی ہوتی ؟
غیر سے کرتے ہو ابرو کے اشارے ہم دم — کبھی تلوار تو مجھ پر بھی لگائی ہوتی
2 اِس کی ہر دم کی نصیحت سے میں تنگ آیا ہوں — کاش ناصح سے بھی آنکھ اُس نے لڑائی ہوتی
ہوں وہ غم دوست کہ سب اپنے ہی دل میں بھرتا — غمِ عالم کی اگر اس میں سمائی ہوتی
3 خط کے آغاز میں تُو مجھ سے ہوا صاف تو کیا — لطف تب تھا کہ صفائی میں صفائی ہوتی
4 ابرِ رحمت سے تو محروم رہی کشت مری — کوئی بجلی ہی فلک تو نے گرائی ہوتی
دھوئی کیوں اشک کے طوفان سے لوحِ محفوظ ؟ — سر نوشت اپنی ہی ناسخ نے مٹائی ہوتی

---

1 ـ اوّل ـ ا = ---- فرقت [کی] اسیری ------

2 ـ " ـ ا = ------------------ ہر دم

3 ـ " ـ ا = ------ تو مجھ سے ہے گـــر

3 ـ " ـ ب = ---- تب مزا تھا ------------

4 ـ " ـ ا = ------------ اپنی ------

اول میں مندرجہ بالا غزل 10 اشعار پر مشتمل ہے - مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 4 نہیں ہے - اوّل میں اس غزل کے 3 شعر ، نمبر 2 ، 5 ، 9 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں -

عاشقی (کا) جو مزا ہے تو یہی فرقت ہے — لطف کیا تھا نہ اگر اُس سے جدائی ہوتی
اُس کے دن رات کے جھگڑے سے (میں) تنگ آیا ہوں — کاش صبح سے ہی آنکھ اُس نے لڑائی ہوتی
دشتِ پُرّ خار میں منہدی کی ہوس بھی نکلی — کب ہمارے کفِ پا ورنہ حنائی ہوتی

زندگی بھر ہم نہ کوئے گل رخاں سے اٹھ سکے
کیا عجب لاشہ بھی اپنا گر نہ یاں سے اٹھ سکے ؟

لادوں اس کی پشت پر اپنا اگو بارِ گناہ
ہے یقیں ہر گز نہ گاوِ آسماں سے اُٹھ سکے 1

آنے جانے والے لاکھوں ٹھوکریں مارا کیئے
پھر نہ ہم مانندِ سنگ اِس آستاں سے اُٹھ سکے 2

رعب اے صیّاد ایسا تیرے نخچیروں کا ہے
ہو اگر رستم نہ چلہ بھی کماں سے اُٹھ سکے 3

کوئے جاناں سے اٹھاؤں کس طرح اغیار کو؟
جب نہ دل آیا ہوا مجھ ناتواں سے اٹھ سکے

مصر کو جذبِ زلیخا کھینچے لاتا ہے اُسے
اور جانب کو قدم کیا کارواں سے اُٹھ سکے ؟

گر لکھوں ناسخ! نہ حال اپنے غمِ جاں سوز کا
شمع ساں شعلہ نہ خامے کی زباں سے اُٹھ سکے

---

1 ـ اوّل ـ ب = کیا تعجب گر نہ ----------------

2 ـ ا = --------------- مارے -----

3 ـ ا = ----------- ایسا ہے ترے نخچیروں کا

* مندرجہ بالا غزل اوّل میں 11 اشعار پر مشتمل ہے ـ اوّل میں اس غزل کے 4 شعر ، نمبر 2، 4، 7، 8، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں ـ

رات دن باتیں رقیبوں کی اُٹھاوں کس طرح ؟
تارِ جاناں بھی نہ جب مجھ ناتواں سے اٹھ سکے

ہے تحمل اس بلا کا عاشقانِ راز کا گھسو
ورنہ صدمہ عشق کا کس پہلواں سے اُٹھ سکے

پاس کیوں طوقِ کمر ہونے سے ہاتھوں کو نہ ہو ؟
جب نہ تارِ زلف اُس نازک میاں سے اٹھ سکے

اُس کی آمد میں ہوئے ہیں خود یہ مثلِ نقش پا
جو نہ ہم تعظیم کی خاطر مکاں سے اٹھ سکے

خوں چکاں دل کی حکائت ہے بیاں کیا کیجیئے؟ تیغ ساں ہے خوں سے آلودہ زباں کیا کیجئے ؟ 1

منہ ہے زرد ہونٹ ہیں سرخ اور ہے دم ہونٹوں پر حالتِ دل ہے عیاں اس کو بیاں کیا کیجئے ؟ 2

ہو سکے یادِ الٰہی نہ اگر اے زاہدا ! شغل پھر اور بہ جز یادِ بتاں کیا کیجئے ؟ 3

وصلِ محبوب میسر نہ جوانی میں ہوا ہوئے پیری میں اگر بخت جواں کیا کیجئے ؟

ناصحا! چاک کے کرنے میں ہمیں رکھ معذور وہ ہے ماہ اور ہے گریبانِ کتاں کیا کیجئے ؟ 4

خونِ بسمل کی بھی اِس باغ میں ہے قدر ہے نہر کوچۂ یار میں اشکوں کو رواں کیا کیجئے ؟

سلکِ گوہر سخن اپنا ہے و لیکن ناسخ ! دہنِ یار کی مانند نہاں کیا کیجئے ؟

---

1 ۔ اوّل ۔ مطلع ۔ ا = ---------- اپنی ہے ------

، ۔ ؍ ۔ مطلع ۔ ب = شمع ساں -------------

2 ۔ مطبوعہ ۔ ا = -------- اشک ------ = اوّل = اشک ------ لبوں ------

3 ۔ اوّل ۔ ب = ---- کچھ اور پھر -----------

4 ۔ ؍ ۔ ب = ---------- گریباں ہے ------

مندرجہ بالا غزل اوّل میں 9 اشعار پر مشتمل ہے ۔ اوّل میں اس غزل کے 2 شعر ، نمبر 4 ، 8 ، اضافی ہیں جو بالترتیب درجِ ذیل ہیں ۔

ہجر میں جائیے کیا لے کے سمومِ دمِ سرد فصلِ گل کو چمنستاں میں حیراں کیا کیجئے؟

پردۂ گوشِ صنم گل سے بھی ہے نازک تر عندلیبوں کی طرح شور و فغاں کیا کیجئے؟

کیا سیاہی اور سرخی لالہ وار آنکھوں میں ہے
چشمِ بد دُور آج اے ساقی! بہار آنکھوں میں ہے

کیوں سفیدی اور سیاہی لالہ وار آنکھوں میں ہے ؟
عکس افگن کیا یہ زلف و روئے یار آنکھوں میں ہے ؟ 1

کر کے وعدہ شب کے آنے کا نہیں آیا جو یار
بے قراری دل میں ہے اور انتظار آنکھوں میں ہے

جامِ مے خنداں جو بے ساقی نظر آیا مجھے
جوش پر کیا گریۂ بے اختیار آنکھوں میں ہے

کر دیا بسمل اُسے جس سے ہوا قاتل دو چار
یہ نگہ ہے یا کہ تیغِ آبدار آنکھوں میں ہے

دل میں اُس آتش کے پرکالے نے نا ئد کھر کیا
آج ہے جو پارۂ دل شعلہ بار آنکھوں میں ہے

آج جو وہ پھول سا چہرہ نظر آیا نہیں
نوکِ مژگاں کی خلش مانندِ خار آنکھوں میں ہے

قطرہ رشکِ چاہ کنعاں ہے خیالِ یار میں
طفلِ اشک اب یوسفِ رنگیں عذار آنکھوں میں ہے

بے سبب پیری میں غافل! کم نظر آتا نہیں
توسنِ عمرِ رواں کا یہ غبار آنکھوں میں ہے

آتے ہیں ٹکڑے دلِ پُرداغ کے اشکوں کے ساتھ
فرقتِ رشکِ چمن ہے لالہ زار آنکھوں میں ہے

کوئے جاناں کا تصور باندھ کر روتا ہوں میں
صحنِ گلشن دل میں ہے اور آبشار آنکھوں میں ہے

ہوگئی طاقت یہ ساقط تیرے نظارے بغیر
ان دنوں تارِ نگہ بھی مجھ کو بار آنکھوں میں ہے

ظاہراً انکار ہے باطن میں ہوں لبریزِ عشق
دل ہے مخمورِ مےِ گل گوں خمار آنکھوں میں ہے

گھر سے تُو نکلے تو باہر یہ بھی نکلے اے پری!
دیر سے اپنی نگہ امیدوار آنکھوں میں ہے

مثلِ درباں بیٹھی ہے اپنی نظر بیرونِ در
کس قدر ظالم ہجومِ انتظار آنکھوں میں ہے

ٹکڑے ٹکڑے ہو اگر عاشق نہیں آتا قرار
لختِ دل جو ہے وہ ناسخ بے قرار آنکھوں میں ہے

---

1 ـ مطبوعہ ـ مطلع 2 ـ 1 = ---------------- آشکار ---------

آئینہ دیکھے تمنا ہو جسے دیدار کی
پتلیوں کے بدلے آنکھوں میں ہے صورت یار کی 1

صفحۂ ہستی میں صورت ہی نہیں اغیار کی
ہر مرقع میں ہیں تصویریں بس اپنے یار کی

اس قدر پتلی کمر ہے اُس پری رخسار کی
کہتے ہیں پھبتی سب اُس پر میرے جسمِ زار کی 2

جا بجا تعریف لکھی ہے خطِ دل دار کی
چاہیے جدول مرے دیوان کو زنگار کی

ہیں جو سالک جانتے ہیں اپنے دشمن کو بھی دوست
آبلوں کو فائدہ کرتی ہی کاوش خار کی

کرتے ہو تعمیر اوروں کے لئے قصر و رواق
غافلو! تم کو ملی قسمت مگر معمار کی

ہجر میں منہ سے لگاتے ہی ہوا صدمہ مجھے
ہیں لبِ فنجان مے یا باڑھ ہے تلوار کی؟

طُور پر موسیٰ نے جس کا نام رکھا صاعقہ
ایک چنگاری ہے تیری آتشِ رخسار کی

پھلجھڑی کی طرح خط اپنا شرر افشاں ہوا
گر کبھی لکھی حقیقت آہِ آتش بار کی

بوئے زلفِ یار لائی ہے جو گلشن میں نسیم
ہو گئی تاثیر غنچوں میں دہانِ مار کی

چہرہ اُس گل کا چمک جاتا ہے جس دم باغ میں
بند ہو جاتی ہیں آنکھیں نرگسِ بیمار کی

لے تصور میں صبا بوسہ تو مرجھائے وہ گل
برگِ گل کو تاب ہے بلبل تری منقار کی

دیکھنے آیا مرا جوشِ جنوں وہ خود فروش
آتشِ سودا سے گرمی ہے یہاں بازار کی

باغ میں بے یار فوارے ہوئے آتش فشاں
ہے ہزاروں میں روش منقارِ موسیقار کی

آبلوں کو دیکھ کر عبرت کرو اے ظالمو!
اشکِ خونیں روتی ہیں آنکھیں غریب آزار کی

(باقی غزل اگلے صفحے پر)

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ مطلع 1 ۔ ب = ----------------صورت------

2 ۔ ب ۔ کہتے (کستے ؟)

(گزشتہ صفحے کی باقی غزل)

پیکرِ نازک کو کافی ہے مرا تارِ نگاہ — اُس بتِ کافر کو کچھ حاجت نہیں زُنار کی

شوقِ مے نے کر دیا اس درجہ مجھ کو بے حواس — محتسب سے راہ پوچھی خانۂ خمّار کی

تیرے آگے خشک ہو جاتے ہیں کیا میرے ہی ہونٹ؟ — دیکھ او ناوک فگن! خشکی لبِ سوفار کی

بے سبب توڑا نہیں خُم محتسب نے ساقیا! — روح شائد تشنۂ مے تھی کسی مے خوار کی

1 تیر سی لگتی ہے دل میں اُس لبِ گل گوں کی یاد — جب نظر آ جاتی ہے سرخی لبِ سوفار کی

چھید لاکھوں ناوکِ غم سے مرے دل میں نہیں — ہیں یہ تصویریں کسی کے روزنِ دیوار کی

0 وصل کی شب چاندنی دیوار سے جانے نہ پائے — منتیں کرتا ہوں ہر خارِ سرِ دیوار کی

اے جنوں! صحرا نوردی نے کیا زور انقلاب — پاؤں میں بند ہوائیں مجھ سے دھجیاں دستار کی

2 چاندنی شبہائے فرقت میں کہاں مانندِ صبح؟ — فکر کیا ہے ہمدم ہوا میرے تنِ افکار کی ؟

عندلیبِ روحِ ناسخ اُڑ کے پہنچی خُلد میں — ہو پرِ پرواز الفت جعفرِ طیّار کی

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ب = ---------- شرخی -------

2 ۔ " ۔ ب = ---------- ہم دموں ------

* مخطوطے میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 25 ہے ۔ مطبوعہ کے مقابلے میں ایک شعر زائد ہے
شعر نمبر 22 غیر مطبوعہ ہے ۔

ہے محبت سب کو اُس کے ابروئے خم دار کی
مسند میں کیا آبرو باقی رہی تلوار کی ؟

منحنی کرتی ہے الفت ابروے خم دار کی
آدمی کیا جب کہ جھک جائے کمر تلوار کی ؟

اُسترا پھرنے سے روے یار پر ہے دورِ خط
چال اِس کمبخت نے سیکھی ہے کیا پرکار کی ؟

بند ہو جائے درِ توبہ تو زاہد! غم نہیں
ہو قیامت بند اگر دیکھوں دکاں خمّار کی

جو کہ ہیں جاں بخش اُن کا حافظِ جاں ہے خدا
دے مسیحا کو جو ایذا کیا ہے طاقت دار کی ؟

کر سبو بائے وضو پر ایک مستانہ نگاہ
مسجدِ جامع بھی ہو ساقی دکاں خمار کی

نقدِ جاں دیتے ہیں اُس یوسف کو لاکھوں مُشتری
راہ بھی دیکھی نہیں ہر چند ابھی بازار کی

نشۂ مے کا گماں کرنے لگا وہ بد گماں
دیکھ کر سرخی ہمارے دیدۂ خوں بار کی

[illegible] بھی میرا منتظر ہے یار کا میری طرح
روزنِ در میں ہے صورت دیدۂ بیدار کی

سوزن اکثر جس طرح ہوتی نہیں رشتے سے گم
1 پاسباں زنجیرِ پا ہے میرے جسمِ زار کی

کہتے ہو ہم خواب میں آتے جو تُو سوتا کبھی
خوب کی برباد محنت دیدۂ خوں بار کی

پانی بھر آتا ہے قاتل یاں دہانِ زخم میں
میان لے لیتا ہے جب منہ میں زباں تلوار کی

باغِ عالم میں کہاں ہے کوئی مجھ سا رحم دل ؟
روز کرتا ہوں عیادت نرگسِ بیمار کی ؟

داغِ سر ہیں جوشِ سودا میں بہ رنگِ گل مجھے
مثلِ گلبن پاؤں کو کب ہے شکایت خار کی ؟

وہ خدا کا دوست ہے اور دوست ہے اُس کا خدا
کیوں نہ ہو ناسخ محبت حیدرِ کرار کی ؟

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ---------- تم ----------

* مطبوعہ میں شعر نمبر 4 اور 6 کی ترتیب مخطوطے کے برعکس ہے ۔ مطبوعہ میں شعر نمبر 15 اضافی ہے ۔ مطبوعہ میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 17 ہے ۔ اضافی شعر حسب ذیل ہے ۔

بزم میں ہے عالمِ آب آ نا اے واعظ! اِدھر
منہدم ہوگی عمارت گنبدِ دستار کی

ہوئی محفل کی محفل قتل تیغِ نازِ قاتل سے — مشابہ شمعِ سوزاں ہو گئی حلقومِ بسمل سے
محبت زیست بھر مجھ کو تھی اک زہرہ شمائل سے — مرے لاشے کو دنیا غسل آبِ چاہِ بابل سے
زیادہ بارِ الفت اٹھ سکا کب ناتواں دل سے ؟ — محبت مجھ کو کافی ہے ترے رخسار کے تل سے
مگر لیلیٰ کو مجنوں کر دیا تیری محبت نے — کہ آوازِ جرس ملتی ہے آوازِ سلاسل سے
نہیں موقوف کچھ جرأت تنومندی و طاقت پر — تمام اعضائے تن کو کیا ہے نسبت مضغۂ دل سے ؟
پئے تسکینِ دل تصویرِ شیریں جس پہ کھودی تھی — بناتے کوہکن کی لوحِ تربت بس اُسی سل سے
کسی دن پاؤں اپنے دھوئے تھے اُس نے لبِ دریا — حباب آ آ کے اب تک سر پٹک جاتے ہیں ساحل سے
تری آواز کیا انسان ہی کو قتل کرتی ہے ؟ — کہ شہنا بھی نہیں ہے کم گلوئے مرغِ بسمل سے
وہ بحرِ حُسن مجھ ثابت قدم سے کیوں گریزاں ہے — نکل سکتا ہے کب آبِ رواں آغوشِ ساحل سے ؟
جہاں میں خشک و تر جو ہے ترا مشتاق رہتا ہے — نمایاں صورتِ آغوش ہے گرداب و ساحل سے
سمجھ کر سہل توڑا تو نے میرے شیشۂ مے کو — غضب اے محتسب! ہوگا شکستِ شیشۂ دل سے
چراغِ آفتاب ایسا نظر آتا ہے جو روشن — ملا ہے کیا اسے روغن ترے رخسار کے تل سے؟ 1
گریز ایسے خدا سے کیوں ہے بندوں کو میں حیراں ہوں؟ — رعیت کو محبت ہوتی ہے سلطانِ عادل سے 2
جو آنکھیں سوئیں تو دل خواب میں محبوب کو دیکھے — نہیں ہوشیار وہ ہر گز جسے نفرت ہے غافل سے
نہ چھوڑو ساتھ سے اے رُو سفیدو! رُو سیاہوں کو — ضرورِ کافور کو پہنچے کرے دوری جو فلفل سے
گلابی کامری کا ہے تو ہم ہر مجبر کو — لہو میرا نہیں جو چھوٹتا شمشیرِ قاتل سے
کمالِ عشق میں آنکھوں کے آگے یار ہے ہر دم — نہاں ہوتا نہیں خورشید دم بھر ماہِ کامل سے
وہیں اطفال مارے پتھروں کے ٹکڑے کرتے ہیں — کھلونے گو کبھی بنتے ہیں مجھ دیوانے کی گل سے
سرہانے کی کھڑکی سے آتی ہے بانگِ جرس ہردم — مسہری کم نہیں اے اہلِ غفلت کچھ بھی محمل سے
روش قُل کے پیالے کی ہے جامِ مے کی گردش میں — مجھے فرقت میں کیا ہو اُنس مے خواروں کی محفل سے؟
کہاں یہ بولتا اُترا بدن کے ساتھ مدفن میں — نہیں آوازِ زنگِ کارواں کو کام منزل سے
جو ہے ممدوح اُس کا بس وہی ممدوح ہے اس کا — نہیں ناسخ ذرا رتبے میں کم سحبانِ وائل سے

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ۱ = ------------ آیا ----------
2 ۔ ۔ // ۔۱ = ------------ اپنے ---- ----

ہوا میں لوٹتے ہیں خاک پر گل آج بسمل سے
صدا ہر دم یہ آتی ہے درائے نالۂ دل سے
پئے تحصیلِ زر زاہد خدا کا ذکر کرتا ہے
مری آغوش سے وہ بحر خوبی کیوں گریزاں ہے؟
سراپا وہ پری پیکر دلا! پتلا ہے جادو کا
نصیحت سے منجم شاعروں کو کہتے ہیں اکثر
یہ ہیں اشعارِ شور انگیز اک مطرب کی الفت میں
درِ خمار اگر ہے بند مے خوار و! ادھر آؤ
فلک پر چاند کو مجنوں نے جب دیکھا تو یہ سمجھا

گلستاں قتل کا میداں ہے تیغِ نازِ قاتل سے
نکل جائے گی اک دن لیلیٰ جاں تن کے محمل سے
گنا کرتا ہے یہ گویا درم عقدِ انامل سے
کوئی دریا نہیں کرتا کنارا اپنے ساحل سے
خمیر اس کی ہوئی کیا خاکِ آبِ چاہِ بابل سے ؟
زحل ہے نحس دو نسبت نہ روئے یار کے تل سے
کہ اوراق اپنے دیواں کے مشابہ ہیں جلاجل سے
بھرے ہیں جام آنکھوں کے شرابِ شیشۂ دل سے
کہ لیلیٰ جھانکتی ہے منہ نکالے اپنے محمل سے

یہاں قل کا پیالہ ہے وہاں مے کی پیالی ہے
مرا محبوبِ مے کش کیا ہی رندولا ابالی ہے 1

عجب انداز سے ساقی ہتھیلی پر پیالی ہے
کفِ رنگیں نہیں لعلِ بدخشاں کی یہ تھالی ہے

مصیبت سی مصیبت عاشقی نے مجھ پہ ڈالی ہے
دلا! جو مرثیے کی بیت ہے وہ شعرِ حالی ہے 2

دلِ پُرخوں ہے شیشہ چشمِ تر ہم کو پیالی ہے
بھرے ہیں خُم اگر کیا کام اپنا ہاتھ خالی ہے ؟

کہوں کیا کیسی اے فیاض! ہمت تیری عالی ہے؟
فلک تیرے گدا کے ہاتھ کا جامِ سفالی ہے ؟

ترے فیضِ قدم سے بے خزاں گلزار قالی ہے
بدن کے قرب سے جاں دار تصویرِ نہالی ہے

شبِ تاریکِ مدفن ایک دن پیش آنے والی ہے
دلِ ناداں فراقِ یار کی کیا رات کالی ہے ؟

کہاں ساقی کی کوئی بات کیفیت سے خالی ہے؟
کہ تلخی میں شراب اُس کے لبِ مے گوں کی گالی ہے

بہ رنگِ تیر دل میں لگتی ہے جو تیری گالی ہے
لبِ سو فارسی قاتل! ترے ہونٹوں کی لالی ہے

قدم کیا رکھ سکوں محفل میں ایسا رعب ہے اُس کا؟
کہ میری جان کو شیرِ ژیاں ہر شیرِ قالی ہے 3

نہیں عورات میں بھی جان مردوں کی طرح تجھ پر
جو ہے جالی کی کرتی اے صنم! روضے کی جالی ہے

زمین پر لوٹتا ہوں میں، اُسے آرام بستر پر
شبِ فرقت میں بہتر مجھ سے تصویرِ نہالی ہے

نہ ہوگا مے کشی میں بھی عروجِ نشّہ بے ساقی
نہیں گردن پہ سر، شیشے پہ یہ خالی پیالی ہے 4

نہ پائی ریشِ قاضی تو لیا عمامۂ مفتی
مزاجِ رانِ مے فروشوں کا بھی کیا ہی لا ابالی ہے 5

کمال انسان نے پیدا کیا جو گاؤ زوری میں
تفاخر کیا زمیں ایک گاؤ نے سر پر اٹھالی ہے

(باقی غزل اگلے صفحے پر)

---

1 ـ مطبوعہ ـ مطلع 1 ـ ب = ---------- رندِ لا اُبالی ------

2 ـ " ـ مطلع 3 ـ ب = ---------- خالی -------

3 ـ " ـ ب ـ = ------------ پر --------

4 ـ " ـ ب ـ = ------------ گردوں -------

5 ـ " ـ ب = -------------- لا ابالی ---مخطوطے میں سہوِ کاتب سے " لاوبالی " بجائے " لا اُبالی " ـ

(گزشتہ صفحے کی باقی غزل)

گراں گوش اے پری گر تو ہے تو اِس کا تعجب کیا
کہ ترے گوشِ نازک کو گراں سونے کی بالی ہے

چراغِ روئے جاناں آج روشن ہے جو تربت پر
تو بس قندیل کی جالی مرے روضے کی جالی ہے

بلا گرداں شمعِ عارضِ جاناں ہیں سیّارے
فلک بزمِ جہاں میں مثلِ فانوسِ خیالی ہے

شبیہ اُس کی کھنچے کیا جو کمر نظروں سے پنہاں ہو ؟
جو موئے کا کلِ پیچاں ہے تصویر خیالی ہے

جو کیفیت بھری ہے تیری آنکھوں میں کہاں اس میں ؟
کہ نرگس کی کٹوری ساقیا! اک جامِ خالی ہے

دکھاتے ہیں وہ جامِ چشم کیفیت زمانے کی
اُس کی مے کشی سے آسماں مینائے خالی ہے

چمن دولت سرا کا صحن ہے رنگیں خرامی سے
ترے جاروب کش کی ٹوکری پھولوں کی ڈالی ہے

جو اُس کا نام لیتا ہے وہ بن جاتا ہے دیوانہ
کہیں اب اُس پری کے نام کو عامل جلالی ہے

قفس میں کیوں پڑی دم توڑتی ہے آج اے بُلبُل!
چمن میں کیا کسی نے کوئی ڈالی توڑ ڈالی ہے ؟

رہا ذی عزتوں کا مزرعِ امّید لا حاصل
دلا! جُز آبرو ریزی جہاں میں خشک سالی ہے

نہ کیوں رو رو کے کھینچوں سرد آہیں ہجرِ ساقی میں؟
ہوائے بادہ خواری ہے ہوائے برشگالی ہے

ہزاروں قامتِ بالا کے مضموں کیوں نہ ہوں موزوں ؟
رسا تا عالمِ بالا ہماری طبعِ عالی ہے

زرِ گل ہے گداز اے شعلہ خُو! یہ تیرے پرتو سے
کہ جو گل ہے چمن میں ایک سونے کی کٹھالی ہے

چمن میں جوشِ رنگِ گل، یہاں ہے جوشِ خوں ناسخ!
جلال[1] اپنا زیادہ کیوں نہ ہو ماہِ جلالی ہے؟

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ مقطع ۔ ب = ---------- سے ۔

ہے داغِ جنوں سے بدنِ زار میں گرمی — یاں آتشِ گل سے ہوئی ہے خار میں گرمی

کس درجہ ہے ظالم تری رفتار میں گرمی؟ — ہے حشر کے میدان سی بازار میں گرمی

کیا بند ہوا مدفنِ تاریک میں ہو گی — کچھ بھی نہیں گرما کی شب تار میں گرمی

ہیں داغ مرے سر کے جنوں! مشتعل ایسے — خُورشید کی مانند ہے دستار میں گرمی

ہیں قطرۂ شبنم لبِ گل برگ پہ تبخاں — کس حُسن کی آتش سے ہے گلزار میں گرمی

ہر عضو دہکتا ہے پڑا آتشِ غم سے — ہے تپ سے زیاد اپنے تنِ زار میں گرمی

ہر دم یہی کہتا ہے مرے جلتے ہیں تلوے — ہے رنگِ حنا سے کفکرِ یار میں گرمی

ہے آگ میں اسپند یہ آنکھوں میں نہیں تل — ایسی ہے مرے دیدۂ بیدار میں گرمی

پتھر میں شرر ہیں مرے دل میں ہے تپِ عشق — داغوں سے کہاں لالۂ کہسار میں گرمی

سب زخم مرے جلتے ہیں شعلے کی طرح سے — بجلی کی طرح ہے تری تلوار میں گرمی

اے شعلہ صفت! روزنِ مجمر کی طرح سے — رہتی ہے ترے روزنِ دیوار میں گرمی

کیوں سوزشِ غم ہے دلِ صد چاک میں اتنی — کم ہوتی ہے ایوانِ ہوادار میں گرمی

بل کھانے سے ہر زلف میں عالم ہے دھویں کا — شعلے کی طرح ہے ترے رخسار میں گرمی

بجلی کی طرح کیوں نہ چمک جائے ہوا پر؟ — کیسی ہے ترے توسنِ راہوار میں گرمی ؟

جاتی ہے اک آہِ شرر بار فلک کو — ہے میرے ہی دم سے کرۂ نار میں گرمی

مداح کی جل جائے زباں شمع کی مانند — ہے سر سے قدم تک یہ مرے یار میں گرمی

ہر بات میں ہونٹوں سے نکلتا ہے دمِ سرد — یاد آتی ہے جس دم تری گفتار میں گرمی

ساقی کی جدائی میں ہوئی آتشِ مے سے — دوزخ کی طرح خانہ خَمار میں گرمی

کس برقِ جہاں سوز کے موزوں ہوئے اوصاف؟ — ناسخ! نہ ہو کیوں کر مرے اشعار میں گرمی؟

---

* مطبوعہ کے مقابلے میں مطلعوں کی ترتیب مخطوطے میں مختلف ہے ۔ مطبوعہ میں شعر نمبر 9 اور 10 اضافی ہیں جو حسب ذیل ہیں ۔

گل جلنے لگے دیدِ چمن کو جو وہ آیا — آفت ہے غضب ہے نگہِ یار میں گرمی

زرد آنکھیں ہوئیں صاف خلل ہے یرقاں کا — پیدا یہ ہوئی نرگسِ بیمار میں گرمی

سودا ہے مجھ کو عشقِ خطِ سبز رنگ سے — ممکن نہیں کہ عقل نہ زائل ہو بنگ سے
خوشبو یہ ہے ترے دہنِ غنچہ رنگ سے — شرمندہ ہے گلاب کا نیچہ تغنگ سے
ہوشیاروں کی نہ صلح سے خوش ہو اگر ہے ہوش — نسبت نہیں دلا!اسے مستوں کی جنگ سے
لکھ لکھ کے حال اُس کے محل پر گرائیے — قاصد نہیں دلا کوئی بہتر پتنگ سے
1 توڑے جو پاؤں تو بھی جہاں میں پھرے حریص — بیٹھا گیا نہ کونے میں تیمور لنگ سے
ہم خواب تُو ہوا نہ کبھی مجھ سے ایک شب — یاروں نے آج مجھ کو اُتارا پلنگ سے
ہر امر میں خیال ہے مجھ کو مآل کا — ایذا ہے صلحِ یار سے راحت ہے جنگ سے
گوشِ رقیب تیرِ حسد کا نشانہ ہو — کر آج میرے کان میں باتیں تغنک سے
گُل کر دیا چراغ ہماری حیات کا — بتّی اُڑائی تو نے نگہ کے خدنگ سے
ہوتی ہیں اور عشق میں رسوائیاں مری — ثابت ہوا ہے مجھ کو اجل کے درنگ سے
گزرے جو باغ میں وہ سوارِ سمندِ ناز — گل گوں بھی آگے بڑھ نہ سکے گُل کے رنگ سے
2 ہو جائے پیشِ یار مصور ورق سفید — تصویر گر کھنچے مرے چہرے کے رنگ سے
پہنچوں میں ناتواں ہو اگر کوئے یار تک — سوراخِ مورُ کم نہیں مجھ کو سرنگ سے
بادِ بہار سی ترے گل گوں کی چال ہے — ٹھوکر کے ساتھ پھول نکلتے ہیں سنگ سے
پیکِ اجل سے بھاگ کے بچنا محال ہے — ناسخ! حصول کچھ نہیں مشقِ شلنگ سے

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا = توڑیں ------------------

2 ۔ " ۔ ا = ——— ---------- خصور -- ------

* مطبوعہ میں اس غزل کے اشعار کی تعداد 16 ہے ۔

مطبوعہ میں شعر نمبر 13 اضافی ہے ۔ جو درج ذیل ہے ۔

*

تصویر میں بنے لبِ شیریں تو کوہ کن — کھنے لگا نکالنے ہیں یا قوت سنگ سے

رباعيات

ہے یارِ دل منحرفِ دیر و حـــرم   اللہ کو کر رہا ہے ثابت جو صنم
کیوں کر نہ ہو دل میں نقش اُس کی صورت؟   جس کا نہ مٹے سنگ سے بھی نقشِ قدم

تھی حد سے فزوں شجاعتِ پیغمبر   ہے حجتِ قاطع اُس پہ تیغِ حیــدر
کیا کاٹ ہو اُس کی تیغ کی ہم سے بیاں   جس کی اُنگلی سے ہو گیا شق قمــر

شبیر کے دوپہر میں اصحابِ قلیل   پہنچے سَرِ سلسبیل ہو ہو کے قتیل
ی راہ عدم کی سب نے ہو کر سیراب   رکھی تھی قضا نے آبِ آہن کی سبیل

---

* رباعیات اور مخمس مطبوعہ میں شامل نہیں ۔

کرتی ہے فزوں قدرِ بشر خاموشی
ہر عیب کو کرتی ہے ہنر خاموشی
ہو مردمِ چشم ساں سراپا بینا
انساں سے ہو سکے اگر خاموشی

رخسار کے چاند سے زیادہ ہے چمک
اور سبزۂ خط کے گرد اُس کی ہے لہک
صاحبِ نظر اُس کو دیکھ کر کہتے ہیں
یہ کھیت کیا ہے چاندنی نے بے شک

ہے اب کے مُخِلِ صومِ ہجرِ جاناں
ہر دم مجھے کھاتا ہے غمِ زہرِ چکاں
کیا دیکھوں ہلالِ رمضاں تیغ کے ساتھ
ہے تیغ مرے جی کو ہلالِ رمضاں

اب کے رمضاں میں جو بے ہوش آتا ہوں
جائے سحری خونِ جگر کھاتا ہوں
بے یار جو افطار کا وقت آتا ہے
بھر آتے ہیں اشک آنکھوں میں پی جاتا ہوں

جب سے رمضاں کا نظر آیا ہے ہلال
ہے آٹھ پہر ابروے جاناں کا خیال
افطار کا ہوش بے خودی میں ہے کسے؟
رکھتا ہوں فراقِ یار میں صومِ وصال

س قصــر کے اوصاف بیاں میں کیا آئیں — جس سے کہ رواقِ چشمِ خوباں شرمائیں

یں نقش و نگار اُس کی چھت ایســـے — مانی دیکھے تو چھت کو آنکھیں لگ جائیں

ھے سخت حرام زادہ گھڑیالی شاہ — صد شکر کیا خدا نے منہ اس کا سیاہ

گھڑیال بجاتا تھا یہ ضد سے ہر دم — جس رات مرے گھر میں وہ تھا غیرتِ ماہ

مخمسات

آیا نظارهٔ گرداب سے رونا مجھ کو　　　لہریں پانی کی ہوئیں سلسلهٔ پا مجھ کو
مارا ہر ایک تلاطم نے طمانچہ مجھ کو　　　یار کا دھیان نہانے میں جو آیا مجھ کو
کھا گیا دیوِ سفیدِ کفِ دریا مجھ کو

صبح سے پہلے مری چاک گریبانی ہے　　　نہیں نکلا شفق اشک آنکھوں میں رُمانی ہے
نالے یاں لب پہ ہمیں چپ بلبلِ بُستانی ہے　　　عیدِ قرباں کی ہے شب صبح کو قربانی ہے
وصل میں ہے سحرِ ہجر کا دھڑکا مجھ کو 1

---

1 - اوّل - اس مخمس کا پانچواں مصرع اوّل میں ع " لال کاغذ پہ جو خط یار نے لکھا مجھ کو"
ہے جو مخطوطے/ تیسرے مخمس کا پانچواں مصرع ہے۔ میں　　　تیسرا مخمس اوّل میں نہیں ہے -

قاصد اُس کو نہیں مجھ سے محبت اصلا　　قتل نامہ ہے مرا نامہ نہیں تو نے دیا
زرد ہو جائے نہ کیوں دیکھ کے چہرہ میرا؟　　ہوتی ہے اس سے مرے خوں کی علامت پیدا
لال کاغذ پہ جو خط یار نے لکھا مجھ کو

دیکھی سرخی جو شفق کی تو ہوئی اُمّید　　سمجھے تھے بخت سیہ وصل کو عیشِ جاوید
رنگِ روٗ زرد ہوا جب نظر آیا خورشید　　کر دیئے ہائے بس اس غم نے مرے بال سفید
وصل کی شب نظر آیا جو سفیدا مجھ کو

کیا دکھایا ہے ہنر عشق نے رفتہ رفتہ　　کیا کیا حسن اثر عشق نے رفتہ رفتہ ؟
خاک کو کر دیا زر عشق نے رفتہ رفتہ　　گرچہ پروانہ ہوں پر عشق نے رفتہ رفتہ
شمع کی طرح جلایا ہے سراپا مجھ کو

ہے محبت کا جو حق، تجھ سے محبت ہے مجھے　　یاد تیری فقط تابہ قیامت ہے مجھے
دم نہیں جسم میں تجھ سے وہی حالت ہے مجھے　　مرگئے پھر بھی ترے ملنے کی حسرت ہے مجھے
گور ہے صورتِ آغوشِ تمنا مجھ کو

---

1 گلشنِ حسن سے جب بوئے وفا آتی ہے — بُلبُلِ عشق [کو] اُس وقت حیا آتی ہے
یاد رہ رہ کے یہی بیت دلا!آتی ہے — کہتے ہیں مرقدِ لیلٰی سے صدا آتی ہے
قیس نے چھوڑ دیا ہائے اکیلا مجھ کو

گرم ہو کر وہ بہم سونا ہوا افسانہ — بدلے سونے کے ہے اب خوابِ عدم کا آنا
ہے جنازہ یہ پلنگ اور لحد کا شانہ — شکلِ دوزخ ہے ترے ہجر میں آتش خانہ
رنج دیتا ہے بہت موسمِ سرما مجھ کو

میں نے گھر اُس پہ لٹایا وہ ہوا غیر پہ غش — میں ہوا خلق میں رُسوا وہ ہوا غیر پہ غش
میں ہوا جان سے شیدا وہ ہوا غیر پہ غش — میں نے جو ں جوں اُسے چاہا وہ ہوا غیر پہ غش
عشق نے زور دکھایا ہے تماشہ مجھ کو

---

1 ۔ اوّل ۔ ب ۔ کو...... = بنیادی مخطوطے میں لفظ "کو" سہو کاتب سے کتابت ہونے سے رہ گیا ہے ۔

میں ہوں بد اور ترے نزدیک ہے بہتر ہر شے — کبھی منہال لے بوسے تو کبھی ساغرِ مے
دیکھے آئنہ چھوے شانہ لٹیں ہے درپے — تیرا تکیہ ہے بھلا مجھ سے کہ منہ لگتا ہے
تو تو تکیے کے برابر بھی نہ سمجھا مجھ کو

زندہ جب تک میں رہا جان رہی تجھ پہ فدا — مثلِ سایہ تری دیوار کے میں گرد رہا
دہیان کعبے کا بھی آیا نہ ترے در کے سوا — نزع میں بھی ترے کوچے کا تصور نہ گیا
گرچہ آیا درِ فردوس نظر وا مجھ کو

نالہ ساں کام نہ تھا داغِ جگر سے اصلا — نکہت و گل کی روش وصل ہی رہتا تھا صدا
مثل شبنم نہ کبھی اشک فشاں ہوتا تھا — خاک اڑاتا ہوں جو ہر کوچے میں مانندِ صبا
فرقتِ غیرتِ گلشن میں ہوا کیا مجھ کو

عشق میرا اسے باور نہیں آتا کیا خوب ؟ — میں جو گریاں ہوں تو آئے اُسے ہنسنا کیا خوب ؟ 1
بے قراری ہو مجھے سمجھے وہ ٹھٹھا کیا خوب ؟ — میں مروں یار پہ ہو اُس کو اچنبھا کیا خوب ؟
اپنے جینے پہ ہے واللہ اچنبھا مجھ کو

کرتے ہیں روز فزوں حرمتِ ناسخ اعجاز — رکھتے ہیں مدِ نظر شفقتِ ناسخ اعجاز 2
سب کہتے ہیں پئے عزتِ ناسخ اعجاز — میرا استاد جو ہے حضرتِ ناسخ اعجاز
کیوں نہ رتبہ ملے تکمیل سخن کا مجھ کو

---

1 ۔ اول ۔ ب = ہوں = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے " ہو " بجائے " ہوں "

2 ۔ نواب اصغر علی خان اعجاز

* اول میں بھی مخمسات کی تعداد 14 ہے ۔بنیادی مخطوطے کا مخمس نمبر 3 اول میں نہیں ہے ۔
اول کا مخمس نمبر 1 ، اضافی ہے جو درجِ ذیل ہے ۔

اس جگہ سخت تعجب ہے خدایا مجھ کو — عالم الغیب زمانہ نظر آیا مجھ کو
فکر نے قلزمِ حیرت میں گرایا مجھ کو — جادو ان نرگسی آنکھوں نے کیا تھا مجھ کو
سیانے نے صدقۂ نرگس ہے بتایا مجھ کو

قطعاتِ تاریخ

تاریخ ولادت دختر ...... *

للّٰہ الحمد کہ بہ شگفت امروز — گلِ دبستانِ جنابِ زہرا
بہ مہین پور وزیرِ اعظم — دخترے پاک خداکرد عطا
گفت تاریخِ ولادت ہاتف — "مثلِ مریم بہ جہاں شد پیدا"

سنہ 1242ھ

تاریخ مسجد مولوی دلدار علی مجتہد **

دلبرِ زہرا و دلدار علی — کامل اندر اجتہاد و اتقا 1
ساخت چوں مسجد شدہ تاریخ آں — "مسجدِ اقصیٰ ثانی شد بنا"

سنہ 1227ھ

---

1 - مطبوعہ - ب = ... اجتہاد ....
سہو کاتب سے "جہاد" بجائے "اجتہاد"

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

** قطعے کا عنوان مخطوطے میں نہیں - یہ عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -

تاریخ غسل صحت مصنف [ناسخ] *

بسر کن عمر ناسخ چست و چالاک نصیبِ دشمنانت باد سُستی

نوشتم سالِ تاریخِ شفایت الٰہی باد دائم تندرستی

سنہ 1232ھ

تاریخِ کد خدائی مرزائی بیک **

کد خدا شد چو بروزِ مسعود پاک دین و دل و پاکیزہ سرشت 1

سالِ تاریخِ عروسی ناسخ کد خدا شد مرزایم بسنوشت

سنہ 1231ھ

---

1 - مطبوعہ - ب = ... دل پاکیزہ ....

* عنوان مخطوطے میں نہیں - یہ عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -

** = مخطوطے میں عنوان نہیں یہ عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -
مرزا محمد مرزائی بیک - ان مرزائی صاحب سے ناسخ کو تعلقِ خاطر تھا - احوال کے لئے دیکھئے - قیصر التواریخ ، خوش معرکہ زیبا و دیگر -

تاریخِ تولد فرزندِ ارجمند مرزائی بیگ *

شد امروز مولود مرزا محمد   بہ کن طول عمرش عطا یا الہیٰ[1]

پئے سالِ مولودِ او گفت ناسخ   بہ ثروت بود د ایما [یا] الہیٰ[1]   1

سنہ 1233 ھ

تاریخِ تعمیرِ مکان مرزا محمد مرزائی بیگ **

ساخت مرزائے عزیز القدرم   چوں پئے مسکنِ خود کاشانہ

سالِ تاریخِ بنائش ناسخ   زد رقم " ہست ہمایوں خانہ "

سنہ 1233 ھ

---

1 ـ مطبوعہ ـ ا = ... ناسخ ـ مخطوطے میں سہو کاتب سے " سخ " بجائے " ناسخ "

" ـ " ـ ب = ... یا ـ مخطوطے میں سہو کتابت سے لفظ " یا " رہ گیا ہے ـ

* ـ مخطوطے میں عنوان نہیں ـ یہ عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے ـ

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ـ

تاریخِ تولد فرزند مرزا محمد مرزائی بیگ *

زمیلادِ مرزا محمّد دلم　　به شادی و عیش و طرب شد قرین

خرد گفت تاریخِ مولودِ او　　الہٰی مبارک بود بختِ ایـــــں

سنه 1233 ھ

تاریخ تعمیر مکان ...... **

به ایامِ مبارک کرد تعمیر　　چه دولت خانۂ مسعود مرزا

نوشتم سالِ تاریخ بنائش　　"ہمایوں باشد ایں تعمیر آلہا"

سنه 1237 ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

آمد میرزائی صاحب از لکھنو *

دلا میرزائے من از لکھنؤ — نمودہ بہ سوئے بریلی سفر
جدائی میاں من و آں جناب — شدہ ہجدہم پنج شنبہ صفر
جدائیِ او ہم گوارا نہ بود — ولے برد باخود سہ سالہ پسر
کہ بودے مرا روز و شب درکنار — زنظارہ اش بود نورِ نظر
گریزاں غمِ دین و دنیا زمن — شدی تابیک پاس شب از سحر
رخ از زلف بود اخترِ ذوذنب — کفِ پائے اُو بلکہ شمس و قمر
بہ گہوارہ کردی سخن چوں مسیح — بآدم بہ وادی حیاتِ دگر
مرا کار باگریہ ہے اُو چو اوست — چو فریادِ اُو ہست شورم بسر
بروں آورد دم بہ دم طفل اشک — برائے تسلی من چشمِ تر
کنَد تیغِ غم بندِ بندم جدا — باں نیشکر دوست چوں نیشکو
دلم کِشتِ پرّخوں بورنگِ انار — چُو انگورِ یک آبلہ شد جگر
الہیٰ زآفات محفوظ باد — بحقِ دو فرزندِ خیر البشر
جواں گردد آں دلرّبا بلکہ پیر — بعز و بہ جاہ و بہ شان و بفر
بود مالکِ فوج و کوش و علم — بود صاحبِ علم و فضل و ہنر
پئے سالِ تاریخِ کوچِ سعید — بہ گفتا خرد یا الہی ظفر

سنہ 1237 ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخِ ختنہ *

اُمیدم ہست کز فضل تو باشد — خدایا ختنۂ مہدی ہمایوں 1

رقم کردیم ناسخ سالِ تاریخ — کہ بادا ختنۂ مہدی ہمایوں

سنہ 1234ء

تاریخ غسل صحت ..... **

الہیٰ تا صدوسی سال ہر روز — دو چنداں شوکت و شاں تو بادا

شود ملکِ جہاں زیرِ نگینت — رواں چوں باد فرماں تو بادا

حشم بادت دو چند از خیلِ انجم — زکیواں برتر ایواں تو بادا

بہ ماند تا بجا ایں قوتِ نطق — زبانِ ما ثنا خوانِ تو بادا

ہمیشہ سبز کِشت آرزویم — زفیضِ ابرِ احساں تو بادا

سرِ آنکس کہ گردد از تو سرکش — تہِ شمشیرِ بڑّانِ تو بادا

رقم کردید سالِ غسلِ صحت — مبارک صحت جاں تو بادا

سنہ 1229ھ

---

1 مطبوعہ ـ ا = ... تو .... مخطوطے میں سہو کاتب سے " لو " بجائے " تو "

* ـ عنوان مخطوطے میں نہیں ـ عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے ـ

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ـ

تاریخ تولد پسر سیّد *

پسرے داد حق بہ سیّد ما | خرمی را سزد کہ عام بود
نامِ آبا باد شود روشن | فخرِ اجدادِ نیک نام بود
یک صد و بست سال عیش کند | صاحبِ جاہ و احتشام بود
حق نگہ بانش از ہمہ آفات | بحقِ سید انام بود
گفت تاریخِ مولدش ناسخ | چو پدر ذاکرِ امام بود

سنہ 1230ھ

تاریخ ختنہ **

سپہر قدر مرشد زادہ کامد | جبینش مطلعِ انوارِ شاہی
فلک جا ہے کہ زد اقبال و دولت | بنا مش سکۂ عالم پناہی
نہاں در سینہ اش اسرارِ حکمت | عیاں در جبہ اش صاحب کلا ہی
مختن گشت و بانگِ تہنیت خاست | ز اوجِ ماہِ تاباں تابہ ما ہی
جہاں یک بزم عشرت شد سراسر | بہ دیں دعویٰ دہد عالم گوا ہی
شگفتن ہائے خاطر راغماں شد | نفس ہا چوں نسیمِ صبح گا ہی
پئے تاریخ ایں شادی رقم شد | ہمایوں باد ختنہ یا الہی

سنہ 1231ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخ ولادت پسر علی *

سیّدِ عالی ہمم والا نژاد
عارفِ حق سالکِ راہِ سداد

نور شمع دودمانِ مصطفےٰ
نو بہار بوستان مرتضےٰ

دوست دار عزت خیر الانام
مرثیہ خوانِ امام تشنہ کام

ہست اندر خلق او بے مثال
خوش لقا و خوش مقال و خوش خصال

ہست آں ممدوح ہم نامِ علی
شد بہر کس ذات پاکش منجلی

خالق اُو را داد فرزندے دگر
بر سپہرِ منزلت بادا قمر

شد معیّن از پئے آں نورِ عین
اسمِ جد سید ظہیر الدین حُسین

پیر باشد یا رب ایں طفلِ سعید
باد بہر والدش پور رشید

دولتِ اقبال اُو زایندہ باد
اخترِ اجلال اُو تابندہ باد

علم نافع باد در تحصیلِ اُو
باد لازم برجہاں تفضیلِ اُو

گفت ناسخ سالِ مولودش جناں
"تاصد و سی سال باشد درجہاں "

سنہ 1231ھ

تاریخ دستخط بہ سلسلہ میرزا صاحب **

مژدہ باد اے میر زائے صاحبِ علم و حیا
شد با قبال خدائے ماہ و ماہی دستخط

سال تاریخ سعید ایں نوید با امید
زد رقم ناسخ " ہمایوں باد الٰہی دستخط "

سنہ 1238ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخِ تولد فرزند مرزائی بیگ *

کرد خالق عطا بمرزائم | پور خوشتر به شہر ذیحجه
سالِ تاریخ این فرح ناسخ | شد محرر "بشہرِ ذیحجه"

سنه 1233 ھ

تاریخِ تولد فرزندِ ارجمند مرزا آسماں قدر **

چومرزا آسماں قدر آسماں قدر | زخالق یافت پورِ ماه طلعت 1
پئے سالِ ولادت طبعِ ناسخ | به گفته "کوکبِ برجِ شرافت"

سنه 1234 ھ

تاریخ بسلسله میرزا فخرالدین ***

للّٰه الحمد و الثنأ و التسلیم | فرمود عطا بمیرزا پور مہین
ہم سال مبارک وہم اسم مسعود | ناسخ بنوشت "میرزا فخرالدین"

سنه 1233 ھ

---

1 ـ مطبوعه 1 ـ ا =جو .... ـ مخطوطے میں سہو کاتب سے " جو "به جائے"چو"

* ـ عنوان مخطوطے میں نہیں ـ عنوان مطبوعه سے ماخوذ ہے ـ

** ـمخطوطے میں عنوان نہیں ـیهعنوان مطبوعه سے ماخوذ ہے ـ

*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ـ

تاریخ شفایابی ...... *

چوں شفا شافیِ مطلق بخشید
می شود دور کنوں ضعفِ بدن
سالِ تاریخِ شفائیش ناسخ
زد رقم "رفت تب نوبۂ من"

سنہ 1235ھ

تاریخ فتح .... **

اے آصفِ دہر اے حاتم عصر
این فتحِ افغاں باشد مبارک
گردید سالِ فتحِ ہمایوں
"فتح نمایاں باشد مبارک"

سنہ 1210ھ سنہ 1212ھ

تاریخ سفر غنی .... ***

غنی شوّال کی جو پانچویں کو
ہوا کشمیر کا عازم یکایک
ہوئی تاریخ ناسخ اس سفر کی
سفر کشمیر کا ہووئے مبارک

سنہ 1241ھ

تاریخ خسوف شدن ماہ ****

از خسوف ایں شب چہار دہم
در نظر ہائے شد شب تیرہ
سالِ تاریخ خامۂ ناسخ
زد رقم وائے شد شب تیرہ

سنہ 1238ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
**** عنوان مخطوطے میں نہیں - یہ عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -

تاریخ امام باڑہ *

چوں ساخت امام بارۂ عالی شاں
از مالِ حلالِ صاحبِ جُود و کرم

سالِ تاریخ ایں مقامِ تعظیم
دل گفت کہ روضۂ امامِ عالم

سنہ 1234ھ

تاریخ ضریح **

چوں ساخت ضریحِ اقدسِ پاک
خالی زر یا غلام حیدر

بہر سالش ز کلکِ ناسخ
گردید رقم ضریحِ اطہر

سنہ 1233ھ

تاریخ شربت ***

زہے چاہے لطیفے بحرِ فیض
کہ آبش شربتِ قند و نباتست

پئے تاریخ خضرِ فکرِ ناسخ
بہ گفتہ چشمۂ آبِ حیاتست

سنہ 1230ھ

تاریخ خسوف ماہ ****

پناہے زیں خسوف ماہ یا رب
کہ مردم را گماں حشر گردید

بگو ناسخ برائے سالِ تاریخ
ہویدا ایں نشاں حشر گردید

سنہ 1234ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
**** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخِ کدخدائی خوابه وزیر صاحب *

لله الحمد کد خدا گردید — مونسِ دلپذیر من امروز
گفت سالِ عروسیش ناسخ — شده نوشه وزیر من امروز

سنه 1237ھ

تاریخ صحت شدن فقیر محمد خان گویا **

چون خانِ ذی حشم گویا تخلص — بهارِ گلشنِ خُلق و مروت
پلنگ عرصهٔ پر هول و هیجا — نهنگِ بحر خونخوارِ شجاعت
مزاجش رابهر حال اعتدالست — ولی از حد گزشت اندر سخاوت
با افضالِ خدا غسلِ شفا یافت — دلِ پرّ داغِ ما شد باغِ عشرت
خرد تاریخِ غسلِ صحتش گفت — الٰہا خانِ ما بادا بصحت

سنه 1237ھ

---

* مخطوطے میں عنوان نہیں - عنوان مطبوعه سے ماخوذ ہے -

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخ فتح آصف الدولہ بہادر *

چوں وزیر ابنِ وزیر ابنِ وزیر — صاحبِ عدل و سخا و شمشیر
آصف الدولہ بہادر لقبش — ہست سلطانئی ایران و حبش
عازمِ کشتنِ افغاں گردید — فوجِ اوسیلِ بیاباں گردید
ہست چوں ریگ شمارِ فوجش — کرۂ ارض غبارِ فوجش
بس کہ اسپش تہِ ران چالاکست — اسپ پیشش فلک الا فلاکست
جانب غرب چو خورشید ز شرق — برسرِ فوجِ عدو رفت آں برق
فوجِ دشمن چو صف آرا گردید — ہدفِ توپ نصارا گردید
شد سرِ لشکرِ افغان محبوس — لشکرش گشت گریزاں مایوس
آصفِ عہد زبس شد خرسند — ہریکے گفت با آوازِ بلند
فتح نواب مبارک باشد — جبسِ سرتاب مبارک باشد
چوں ازاں معرکہ بافتح و ظفر — داخل شہر شدآں نیک سیر
خویشتن راہمہ تزئین کردند — بام و در را ہمہ رنگین کردند
لکھنؤ روضۂ رضواں گردید — کوچہایش چمنستاں گردید
سال تاریخ چنیں گشت رقم — "ہست ایں قطعۂ گلزار ارم"

سنہ 1239ھ

تاریخِ خطاب مہر نواب محسن الدولہ بہادر **

پیش نواب محسن الدولہ — پیرِ گردوں مطیع فرماں باد
برسرِ آسمانِ حشمت و جاہ — آفتابِ شکوہِ تاباں باد
خلشِ خارِ چشمِ اعدائیش — محفلش غیرتِ گلستاں باد 1
یا الٰہی بحقِ صاحب عصر — دم بدم عمرِ او دو چنداں باد
سالِ مہر خطابِ او ناسخ — زد رقم "خاتمِ سلیماں باد"

سنہ 1239ھ

---

1 ـ مطبوعہ ـ ا = ... خارِ چشم .... مخطوطے میں سہو کاتب سے "خار و چشم"

** ـ عنوان مخطوطے میں نہیں ـ یہ عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے ـ

تاریخ تولد فرزند ارجمند نواب محسن الدوله بہادر *

محسن الدوله بہادر ذی کرم — صاحبِ اقبال و اجلال و حشم
از خدا فرزندِ گُل اندام یافت — کامراں در خلق بود و کام یافت
عمرِ اُو یارب صدوسی سال باد — چوں سکندر صاحبِ اقبال باد
محفلش از خرمی شد بوستاں — ہم چُوگل کشتند خنداں دوستاں
بہرِ تاریخش چه دُرناسخ بسفت — نوگلِ بستانِ سلطانیست گفت 1

سنه 1239ھ

1 ـ مطبوعه ـ ا = ... تاریخ ....

* ـ عنوان مخطوطے میں نہیں ـ عنوان مطبوعه سے ماخوذ ہے ـ

تاریخ جلوس نواب سعادت علی خان بہادر **

خداوندا یمین الدوله در دہر — حکومت راں صد وسی سال باشد 2
خرد سالِ جلوسِ مسندش گفت — "به جاه وحشمت و اقبال باشـــد"

سنه 1231ھ

2 = مطبوعه ـ ب = ... حکومت را ....

** = عنوان مخطوطے میں نہیں ـ عنوان مطبوعه سے ماخوذ ہے ـ

تاریخ تولد ***

ہم چُو آبا ے کرام خویش و اجداد عظام — واجب التوقیر خواجه بادشاهِ مابود
طبعِ ناسخ بہرِ سالِ مولدِ مسعود اُو — گفت الہٰی پیر خواجه بادشاهِ مابود

سنه 1239ھ

"تاریخ فصد" فقیر محمّد خاں صاحب بہادر دام اقبالہ *

خدا یا خانِ ما با دا بعزت
میانِ بند گانِ باد شاہی
رقم گردید ناسخ سالِ فصد ش
بہ خاں صاحب مبارک فصد الہی

سنہ 1237ھ

فقیر محمد خان بہادر

یافتی از وزیر ہند "کری"
اے امیر جرّی بہ ساعتِ نیک
کلکِ ناسخ نوشت تاریخش
شد عطائے کری بہ ساعت نیک

سنہ 1237ھ

تاریخ تعمیر مکان مصنف **

بنا چوں کرد ناسخ کنجِ قصرے
کہ بر روئے زمیں خُلدِ برنیست
سروش مصرعِ سالِ بنا گفت
مبارک ایں مکاں بہر مکینست

سنہ 1222ھ

تاریخ فتح **

زہے فتحے کہ اندر خواب گاہے
نہ بہرام فلک دیدہ چنیں فتح
زبانِ تیغِ کلکم گفت تاریخ
بنام عسکری گردیدایں فتح

سنہ 1240ھ

---

* واوین میں "تاریخ فصد" اضافہ از مرتب

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخ کد خدائی محمد رضا *

بمرزا محمّد رضا کد خدا — ہمایوں کند کد خدائی خدا
کند زوّد اولادِ صالح عطا — عنایش مبدل شود از غنا
ترقیِ جاہش شب و روز باد — شب قدرِ شب، روز نو روز باد
بہر جنگ باشد ظفر یاب اُو — چو خورشید باشد جہاں تاب اُو
دلا سالِ حاصل یکایک شده — به کوچشن شادی مبارک شده

سنه 1240ھ

تاریخ سال توبۂ مصنف **

چوں نفسِ نبی مصدرِ ما شد — برنفس شدیم غالب امروز
ناسخ گفتیم سالِ توبه — یا رب شده ایم تائب امروز

سنه 1240ھ

تاریخ جلوس میمنت مانوس غازی الدین حیدر بادشاه غازی

تخت خود شاه زمن بعد از قرا یوسف گرفت — زوُد از ایں جا تابا ایراں حکم وے نافذ بود
یا امیرالمومنین شاهِ نجف شیرِ خدا — برسرِ فغفور و خاقاں حکمِ وے نافذ بود
برہمه روئے زمیں بہرِ رسولِ ہاشمی — ہم چُو خورشیدِ درخشاں حکم وے نافذ بود
چوں سکندر دائما در ہفت اَقلیمِ جہاں — زیرچترِ ہفت ایواں حکم وے نافذ بـــود
سالِ تاریخِ جلوسِ میمنت مانوس اوُست — یا الٰہی چوں سلیماں حکم وے نافذ بود

سنه 1234ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخ جلوس میمنت مانوس ابو المظفر معزالدین حیدر شاہِ زمن بادشاہ غازی *

به حمد اللّٰہ که با اقبال و دولت — به تختِ زر جلوس شاہ گردید
زمین و آسماں یک بزمِ عیش است — زمانی خرمی تا ماہ گردید
مبارک باد اے آفاقِ عالم — طلوعِ آفتاب جاہ گردید
ندا آئد به گوشم زُود یا رب — که شه امروز شاہنشاہ گردید 1
پئے سالِ ہمایوں جلوسش — به کو ناسنج که ظل اللّٰہ گردید

سنه 1234ھ

---

1 ۔ ب = تصیحِ قیاسی ۔ . . . . . "شه "به جائے "شاہ"

* ۔مخطوطے میں عنوان نہیں ۔ عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے ۔

تاریخ سال جلوس شاہ زمن غازی الدین حیدر **

سر شاہانِ عہد شاہ زمن — شیر میداں رزم قلعه شکن
غازیٔ دین حیدر ستش نام — حامیٔ دیں احمدؐ است مدام
تاجِ اوہم چو مہر رخشاں است — تختِ اوَ چوں فلک درخشاں است
معدلت گستر است چوں کسریٰ — نتواں رنجه کرد کس کس را
چوں به اورنگِ سلطنت به نشست — پنجهٔ ظلم و جور رابه شکست
تا ابد باد بادشاہیِ اوَ — آید ایں راست کجکلا ہے اوَ
فکر سال جلوس به نمودم — از زمیں تا سپہر پیمودم
زہرو بینات به شمردم — سوئے مطلوب خویش بے بردم
اندریں سلک نظم دُرِ سُفتم — "خلد اللّٰہ ملکه" گفـــتم

سنه 1234ھ

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

تاریخ ایجاد خیمۂ غازی الدین حیدر *

از قدم جناب شاہ زمن | یافت توقیر خیمہ بے مثل
بہر سال مبارکش ناسخ | کرد تحریر " خیمہ بے مثل "

سنہ 1237 ھ

تاریخ تعمیر مسجد بہ حکم شاہ زمن غازی الدین حیدر **

چہ مسجد شد بنا اللہ اکبر | بہ حکمِ حضرتِ ظلِ الہی[1]
بہ ناسخ گفت ہاتف سالِ تاریخ | "بنا شد مسجدِ پُرنور شاہی "

سنہ 1238 ھ

تاریخ تعمیر موتی محل غازی الدین حیدر ***

اے بادشاہ غازی اے تاجدار عادل | حکم تو کرد تعمیر موتی محل مبارک
از روئے بینات وہم زبر سالِ تاریخ | ناسخ نمود تحریر " موتی محل مبارک "

سنہ 1191 ھ

تاریخ جلوس نمودن شاہ زمن برتختِ مرصع و وزیر اعظم شدن معتمد الدولہ بہادر ****

چوں شاہِ زمن صاحبِ جوُد و انصاف | شد بر سرِ اورنگِ مرصعّ جالس
گردید وزیر اعظمش ضیغم جنگ | کوہست بمضمار فراست فارس
از نصفتِ شاہ شد قوی ہر مظلوم | وز جوُدِ وزیر شد غنی ہر مفلس
ساز و قدمِ شاہ خذف را یا قوت | وز خاکِ در وزیر زر گردد مس
تاریخِ سعید کرد ناسخ تحریر | شہ اسکندر وزیر ارسطا طالس

سنہ 1234 ھ

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ب = ... است ....

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

**** مطبوعہ ۔مخطوطے میں عنوان نہیں ۔ عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے ۔

تاریخ تعمیر قصر *

شاه زمن خدیو جہاں سایہ خدا
قصرے جہاں نمائے بنا کردچوں سما

از روئے بینات و زبر سالِ سعدآں
ہاتف بہ گفت باد مبارک جہاں نما

سنه 1238ھ

تاریخ تعمیر قصر **

به حکم حضرت شاه زمن تعمیر شد قصرے
که مانندش نه دیده ہیچ کس ازماه تاماہی

زقصرے لاجوردی از برائے سال تعمیرش
ندا آمد ہمایوں باد این قصرِ شہنشاہی

سنه 1241ھ

تاریخ تعمیر قصر ***

حضرتِ شاهِ زمن ظلِ آله
بادشاهِ عدل گستر دیں پناه

باد ہم چوں خضر عمرش جاوداں
چوں سلیماں حکم راند درجہاں

شد به حکم محکمش قصرے بنا
گوخجالت قصر گردوں شد دوتا

قصرِ کے باشد به رفعت این چنیں
شد نزولِ عرشِ اعظم بر زمیں

درعمارت آبِ حیواں ریختند
آہک از پرویزنِ خور بیختند

ہست آہک از گہر جائے صدف
خشت ہا برلعل ہا دارد شرف

شمس ہا چوں شمس می دارد ضیا
بلکه باشد شمس از خجالت سہا

ہم چو بابِ باغِ رضواں ہر دراست
ہر نشیماں ہم چو رضواں برادر است

سال تاریخِ ہمایوں راست راست
گفت ناسخ شاه جمله قصر ہاست

سنه 1241ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخ مبارک باد *

کامراں بارِ دگر گردیدے
بخت و اقبالِ ترا بندہ بود

گفت تاریخ مبارک ناسخ
کوکب جاہ درخشندہ بـــود

سنہ 1232ھ

تاریخ صحت نوان دستور اعظم **

خداوند نواب دستور اعظم
کندعیش صد سال باتندرستی

خرد گفت سال ہمایوں صحت
الہی بود دایما تندرستی

سنہ 1238ھ

تاریخ خلعت ***

یافتی خلعتِ نیابت را
روز افزوں شواد جاہ و جلال

بہر نذرِ جناب تو ناسخ
گفت تاریخِ خلعت اقبال

سنہ 1234ھ

تاریخ غسل صحت ****

شکرِ آں شافیِ کہ دریک دم
نورِ چشمِ مرا شفا بخشید

سالِ غسلِ شفائے آں مسعود
ہاتفی گفت باد غسل سعید

سنہ 1241ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

**** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخ بلائے ناگہانی بر مصنف *

صد شکر میں بچ گیا بلا سے — یارو! یہ مقامِ تہنیت ہے
تاریخِ بلائے ناگہانی — ہاتف نے کہی کہ خیریّت ہے

سنہ 1235ھ

تاریخ عبور گنگا **

گَنگ است ایں یا محیط عالم — جز آب بہ ہیچ سُو نہ بینم
تاریخ عبور خویش از گَنگ — ناسخ بنوشت بحرِ اعظم

سنہ 1221ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخ ترتیب کتاب دل کش *

خان عالی نسب و پاک نژاد — صاحب سیف و سنان و ده و داد
تیغش آن برق که خون بار انست — دستش آن ابر که دُر افشانست
ذات او عقل مجسم آمد — رائے او صائب و مُحکم آمد
نور قلبش ز علوم نافع — مهر جرائت ز جبینش ساطع
باطنش زهد و تنعم ظاهر — دامنش از کُل دنیا طاهر
دست همت بزر آلود ازان — که بجُز زَر نبود جُود عیان
ورنه او کے سر دنیا دارد — روئے دل جانب عقبیٰ دارد
عدل او شرع پیمبر باشد — خویش و بے گانه برابر باشد
سیم و زر بخشد و منت ننهد — مزد بے رنج مشقت به دهد
دست او وقف جهاد اصغر — دل او محو جهاد اکبر
فدوی خاص وزیر اعظم — خاص اخلاص وزیر اعظم
سرور لشکر اهل اسلام — روح در پیکر اهل اسلام
چشم او هست حیا آلوده — دل او هست وفا آموده
وعده اش صادق و عهدش واثق — زین حشم هست زیاده لائق
نظم او وزن فصاحت دارد — نثر او سجع بلاغت دارد
میچکد عشق ز هر مصرع او — نور صد مهر بهر مطلع او
قصه عشق همه دیوانش — داستان دل او دستانش
دفتر نظم مرتب فرمود — گلشن نظم مرتب فرمود
سال اتمام و سین ترتیبش — گفت دل هست کتاب دل کش

سنه 1242ھ

---

* عنوان همارا دیا هوا هے (فقیر محمد خان گویا ؟)

تاریخ کشتن بوزنه *

الہٰی خطا کردم و ظلم کردم
به کشتم دو بوزینه ایوا بیکدم

به بخش و به بخشائے برحالِ زارم
امیدم برائد من امیدوارم

نظر برسیه کاریِ من مفرما
نظر بر تبه کاریِ من مفرما

عنائت به کن زوُد توفیقِ خیرم
به کعبه رسا ن و به کن ہمدم دیرم

بتِ خود پرستی من زوُد بشکن
خمِ جوشِ مستیِ من زوُد بشکن

بشُو زابِ الطافِ روئے سیاہم
به چشمِ ترحم نگر برگنا ہم

ز کردار بد نیک شرمنده گشتم
به جیبِ مصیبت سر افگنده گشتم

به روح جناب شفیعِ قیامت
به روح اریکه نشینِ امامت

مجیبِ دعا شو کنون مضطرم من
تو غفارِ ہستی و مستغفرم من

دلم گفت تاریخ با آه و یارب
به کن خوں بوزینگاں عفو یا رب

سنه 1242 ھ

تاریخ تدفین **

جہاں تیرہ گردید مانندِ گور
چوشد دفن سلطانِ عالی جناب

رقم کشتِ تاریخ ایں واقعه
نہاں شدبه زیر زمین آفتاب

سنه 1241ھ

تاریخِ وفات نواب آصف الدوله ***

الہٰی آصف الدوله بہادر
بحقِ نائب تو باد مغفور

نوشتم سالِ تاریخِ وفا تش
بود با حیدرِ کرار محشور

سنه 1212ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

*** مخطوطے میں عنوان نہیں - یه عنوان مطبوعه سے ماخوذ ہے -

تاریخ وفات نواب سعادت علی خان بہادر *

افسوس که نواب یمین الدوله | ازملکِ فنارفت بحکمِ تقدیر
برسینه و سر دستِ زناں می رفتند | پیشِ تابوت آز چه برنا وچه پیر 1
با ناله و گریه برلبِ ہرکس بود | نواب وزیر ہائے نواب وزیر
از معدلتش بہم بسر می کردند | زاغ و ملخ و گرگ و بُز و روبه و شیر
تاریخِ وفاتِ اوُ نوشتم ناسخ | افسوس وزیر بود آصف تدبیر

سنه 1229ھ

---

1 ـ مطبوعه ـ ب = ... اوُ ...... برباد ......

* ـ مخطوطے میں عنوان نہیں - یه عنوان مطبوعه سے ماخوذ ہے -

تاریخ تدفین **

رفت از روئے زمین زیرِ زمیں | آصف رشکِ سلیماں صد حیف
گفت تاریخِ وفاتش ناسخ | مرده ایں حاتم دوراں صدُ حیف

سنه 1212ھ

تاریخِ وفات مرزا رفیع تخلص سودا ***

از وحشت آباد دنیا | رفت به خُلد رفیع السودا 2
گفتم سالِ وفاتش ناسخ | شاعرِ ہندوستاں واویلا

سنه 1195ھ

---

2 ـ مطبوعه ـ ب = ... سودا

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

*** عنوان مخطوطے میں نہیں - یه عنوان مطبوعه سے ماخوذ ہے -

تاریخ وفات خواجه حسن ثابت تخلص سوداگر *

خواجه حسن چوں یافت وفات | کشت ز غمش مارا جاں سوز
ناسخ سالِ وفاتش گفت | "خواجه حسن مرده اِمروز"

سنه 1236ھ

---

* عنوان مخطوطے میں نہیں - عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -

تاریخ وفات استاد الاساتذہ مولوی مخدوم مرحوم **

سید مخدوم از جہاں رفت | گفتند بزرگ و خرد صد حیف
تاریخِ وفات گفت ناسخ | "مخدومِ زمانه مُرد صد حیف"

سنه 1229ھ

** عنوان مخطوطے میں نہیں - عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -

تاریخ وفات والد ***

ز دنیا والد کرد رحلت | قرار و صبر من ہمراہ خود برد
نوشتم سالِ تاریخ وفاتش | "بشعبان پنج شنبه ہفتم" مرد

سنه 1216ھ

*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخ وفات مولوی انوار الحق *

زیں جہاں رفت مولوی انوار — بہرِ گل گشتِ روضۂ رضواں
سالِ تاریخِ رحلتش ناسخ — گفت دل "بوَد آخر شعباں"

سنہ 1236ھ

تاریخ وفات عبدالروف **

رفت از دار الفنا عبدالروف — حامیش یادا علیِ ہاشمی
گفت ناسخ مصرع سالِ وفات — حشر باشد با نبی ہاشمی

سنہ 1236ھ

تاریخِ وفات نواب امیر الدولہ بہادر نائب آصف الدولہ بہادر *

زیں جہاں نواب حیدر بیگ خاں — عازمِ ملکِ عدم گردید ہائے
1 سالِ تاریخِ وفاتش پیر عقل — گفت "رحلت کرد امیر الدولہ ہائے"

سنہ 1205ھ

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ب = ... وائے

* مخطوطے میں عنوان نہیں ۔ عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے ۔

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

تاریخ وفات خواجہ حسین *

گفت بے اختیار صد افسوس! | ہر کہ بہ شنید موتِ خواجہ حسین
سالِ تاریخِ موتِ آو ناسخ ! | ہاتفے گفت "فوت خواجہ حسین"

سنہ 1229ھ

پسر مرزا جعفر علی فصیح

1 زکلکتہ بہ جنت رفت کاظم | قرار و صبر و تابم بُرد اے وائے!
چنیں سالِ وفاتش کلکِ ناسخ | رقم بہ نمود کاظم مُرد اے وائے!

سنہ 1233ھ

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ب = ... ماہم ....
مطبوعہ میں عنوان فوت پسر مرزا جعفر فصیح دیا گیا ہے ۔

تاریخِ وفات جناب میر محمّد تقی تخلص میر **

شد ز جہاں میر محمدؐ تقی | داغ زہے مہری اہلِ جہاں
ناسخ تاریخ وفاتش نوشت | واویلا مُرد شہِ شاعـــران

سنہ 1225ھ

---

* مخطوطے میں عنوان نہیں ۔ عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے ۔

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

نواب سعادت علی خاں

بست وسوم رجب سه شنبه — سوئے جنت شتافت نواب

تاریخِ وفات گشت مرقوم — صد حیف وفات یافت نواب

سنه 1229ھ

تاریخِ وفات محمدؐ غنی سوداگر *

بس که برسر زدم از مرگ غنی — نیل گون شدکفِ دست از صدمه

گفت تاریخِ وفاتش ناسخ ! — کمر مابشکست از صدمه

سنه 1230ھ

---

* مخطوطے میں عنوان نہیں - عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -

نواب سعادت علی خاں

چوں جناب وزیر ابنِ وزیر — زیں جہاں رفت بہر سیر بہشت

بہرِ سالِ وفاتِ اُو ناسخ — آه شد لکھنؤ خراب نوشت

سنه 1229ھ

تاریخ وفات حیدر علی از دق *

حیدر علیِ ماتفِ خوش فکر و بلیغ — درعہد شباب مُرد از دق ہیہات

ناسخ بہ کمال غم نمودم چوں فکر — ہاتف زجہاں برفت شد سال وفات

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

۱- نسخہ لکھنؤ یونیورسٹی میں یہ قطعہ کسی قدر مختلف ہے جو بہ حوالہ مقالات حیدری (صفحہ ۲۲۷/درج ذی

چوں محمد غنی زد نیا رفت — نتیجہ غم مرا افسرد گلو

سال تاریخ وفاتش ناسخ — کمر ما شکست از صدمہ

تاریخِ وفات انور علی بیگ استاد محسن الدولہ بہادر *

انور علی از فیل بیفتاد و بمرد
ہرکس کہ شنید گفت پیہم افسوس

تاریخِ وفاتِ او نوشتم ناسخ
افسو سر اے مفتمِ محرم افسوس

سنہ 1238ھ

---

* مخطوطے میں عنوان نہیں - عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -

تاریخ موت صابر بخش **

شد مسجد امام باڑہ بت خانہ خراب
از فقداں تو وائے اے صابر بخش 1

تاریخِ وفاتِ آں عزیزِ ہر دل
دل گفت کہ ہائے ہائے اے صابر بخش 2

سنہ 1238ھ

---

1 = مطبوعہ - ب = ... فقد —— .... مطبوعہ میں جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے -

2 = مطبوعہ - ا = ... دل ہا

* عنوان مخطوطے میں نہیں - عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -

تاریخ وفات مولوی نورالحق ***

علامۂ عصر مولوی نور الحق
جاں رابہ اجل سپرد ہیہات اے وائے

تاریخِ وفاتِ او نمودم مرقوم
نورالانور مُرد ہیہات اے وائے

سنہ 1238ھ

*** = مخطوطے میں عنوان نہیں - عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -

تاریخِ وفات مولوی مخدوم *

زیں جہاں رفت مولوی مخدوم عامل و عالمِ حدیثِ نبی
بہرِ سالِ وفاتِ آں مرحوم گفت دل خادمِ حدیثِ نبی

سنہ 1229ھ

تاریخ وفات مفتی غلام حضرت **

مردہ مفتی غلام حضرت افسوس کو بوَد بہ شہرِ لکھنؤ حاکمِ شرع
سالِ تاریخِ رحلتِ آں مرحوم فرمود خرد کہ بوَد اوَ خادمِ شرع

سنہ 1234ھ

تاریخ وفات میر یعقوب عباس تخلص ***

افسوس افسوس میر یعقوب افسوس از مردَن خود مرا رسانید آلام
تاریخِ وفاتِ اوَ نوشتم ناسخ "عیاش بفردوس کند عیش مدام" 1

سنہ 1272ھ

---

1 - مطبوعہ ا - ا = ... یارب
- ب = عباس...............

* مخطوطے میں عنوان نہیں - یہ عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -
** مخطوطے میں عنوان نہیں - عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -
*** مخطوطے میں عنوان نہیں - عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -

تاریخ وفات آصف الدولہ *

کرد ہند از وفاتِ خویش خراب — وائے افسوس آصف الدولہ
گشت سالِ وفات آں جم جاہ — ہائے افسوس آصف الدولہ

سنہ 1212ھ

* مخطوطے میں عنوان نہیں یہ عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے۔

تاریخِ وفات برادرِ بزرگوار جناب سید علی اوسط **

ز دنیا سیّد علی مناقب — بہ جنت بہرِ پا بوسِ علی رفت
نوشتم سالِ تاریخِ وفاتش — صد افسوس از جہاں سیّد علی رفت

سنہ 1234ھ

** = مخطوطے میں عنوان نہیں - عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -

تاریخ وفات مرشدِ دوراں مجتہدِ کربلائے شاہِ شہیداں **

حیف بود آں کہ خضرِ راہِ نجات — راہی کشورِ بقا گردید
شد سیہ خانہ عالم و ہر سو — حشر درماتمش بپا گردید
در عزایش وظیفۂ عالم — نوحہ و نالہ و بُکا گردید
چہ غم است ایں کہ قبلۂ عالم — بانیِ مجلسِ عزاؔ گردید
چون بہ مسجد نہ رفت بہرِ نماز — طاق از بارِ غم دو تا گردید
مہرۂ سجدہ شد کفِ افسوس — سجہ چوں سلکِ اشک ہا گردید
شدَ رخ صبر ہا خراشیدہ — جامۂ ضبط ہا قبا گردید
کرد یک عمر اجتہاد و ولے — نہ بہ یک حرف اوَخطا گردید
ہست سید علیش اسمِ شریف — از سمک شہرہ تا سما گردید
دستِ ماتم کشش است بر سرِ دل — سینہ ہا تعزیہ سرا گردید
ناخدائے سفینۂ ایماں — غرقۂ لجۂ فنا گردید
گفت سالِ وفاتِ اوُ ناسخ — جسمِ وے خاکِ کربلا گردید

سنہ 1231ھ

1 - مطبوعہ - ا = ... بدی

*** = مخطوطے میں عنوان نہیں - عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -

فرزند مرزا کاظم علی خاں صاحب *

رفت چوں مرزا محمّد باقر آہ | بست و دو سالہ بہ فردوسِ بریں
گفت ناسخ سالِ تاریخِ وفات | "حشر بادا با امام المتقین"

سنہ 1232ھ

---

* مطبوعہ تاریخِ وفاتِ فرزندِ قبلتی و کعبتی مرزا کاظم علی خان

مرزا مہر علی بیگ صاحب خوش نویس *

چو مرزائے ذی قدر صنّاعِ دوراں | زنا سوت شد سوئے لاہوت صد حیف
پئے سالِ تاریخِ ایں رنج ناسخ | بہ گفتہ خرد رنگِ یاقوت صد حیف

سنہ 1229ھ

---

* مطبوعہ تاریخِ وفات مرزا محمد علی بیگ کاملِ خطِ نسخ و نستعلیق

تاریخِ وفات مرزا حسین ولد مرزا حسن کہ نوجواں کشتہ شد *

1 ہشت سالہ زجہاں رحلت کرد | سوخت داغِ غمِ جاں کاہ حسین
سالِ تاریخ خرد گفت کہ ہائے | ہست ایں ماتمِ جاں کاہ حسین

سنہ 1231ھ

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا = بست ....

* مخطوطے میں عنوان نہیں۔ عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے ۔

تاریخِ وفات مرزا مغل بیگ *

چوں مـــرزا مغل بیگ اے وائے مرد ناگاہ | دل گفت صبرو تابم برد اُستادم افسوس
مصراعِ سالِ فوتش ناسخ رقم نمودم | "افسوس وائے ویلا مرد اوستادم افسوس"

سنہ 1234ھ

* = مخطوطے میں عنوان نہیں - عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -

تاریخِ مردن کنور حسون سنگھ پروانہ راجہ بینی بہادر **

از مُردنِ پروانۂ جاں سوختہ | شمعِ بزمِ اہلِ سخن ہائے بمرد
تاریخ چنیں رقم نمودم ناسخ | " پروانہ بمرد و شمع ہم وائے بمرد "

سنہ 1234ھ

* = مخطوطے میں عنوان نہیں - عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -

** = مطبوعہ میں تاریخ سنہ 1248ھ دی گئی ہے -

تاریخ وفات بیگم ***

شد ز دنیا بیگمِ مریم صفات | یا شفیع المذنبین مغفور باد
از حسابِ بنیات و زبر سال | گفت دل با فاطمہ محشور باد

سنہ 1234ھ

تاریخ وفات مرزا ****

افسوس صد افسوس کہ مرزائے جواں مرد | بیمار شدہ پانزدہم ماہِ محرم
چوں وقتِ عشا مرد شدہ سال وفاتش | صیدحیف شب شانزدہم ماہِ محرم

سنہ 1235ھ

*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

**** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخ وفات مرزا مغل بیگ *

رفت از جہانِ فانی چوں مـرزا مغل بیگ   گفتند خلقِ عالم اے وائے رستمِ وقت
چوں بود رستم وقت از بہرِ سالِ تاریخ   ناسخ رقم نمودم اے وائے رستمِ وقت

سنہ 1234ھ

---

* مخطوطے میں عنوان نہیں - عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -

تاریخ وفات نجابت علی شاہ مجذوب **

نجابت علی شاہ ازیں دار رفت   دلا صاحبِ حال مجذوب مُرد
شمارے اگر زبرو ہم بیّنات   بگوئے پئے سال "مجذوب مُرد"

سنہ 1235ھ

---

* ۔ مخطوطے میں عنوان نہیں - عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے -
مطبوعہ میں تاریخ وفات کے اعداد سنہ 1234ھ درج ہیں -

تاریخ وفات خواجہ باقی ***

چوں کہ ثلث از جمادی الاولیٰ ماند   شد فنا خواجہ باقی دل سوز
گفت سالِ وفاتِ او ناسخ   "خواجہ باقی بمرد آہ امروز"

سنہ 1234ھ

---

* ۔ مخطوطے میں عنوان نہیں - عنوان مطبوعہ سے اخذ شدہ ہے -

* ۔ مخطوطے میں اس قطعہ کی تاریخ درج نہیں - مطبوعہ میں 1234ھ / 1235ھ (سنہ 1818ع) دی گئی ہے -

تاریخِ وفات مرزا قتیل *

شاعرِ محجز بیاں مرزا قتیل رفت ازیں عالم سوئے باغِ بہشت

کلک ناسخ سالِ تاریخِ وفات سعدی شیرازی ثانی نوشت

سنہ 1233ھ

تاریخ وفات نجابت علی شاہ **

جوں نجابت شاہ زیں عالم گزشت جذب وکشف خوش رابا خوش بُرد

سالِ تاریخ و فاتش پیر عقل گفت قطبِ لکھنؤ اِمروز مسُرد

سنہ 1235ھ

تاریخ وفات ***

ہر کس کہ کند صبر بمرگِ اولاد بروے صلواۃ بہشت و رحمت ز آلہ

تاریخِ وفاتِ اُو نوشتم ناسخ لختِ دلِ والدین اے واویلاہ

سنہ 1235ھ

پسر مرزا جعفر علی فصیح

خفتہ درپہلوِ پدر ناگاہ شد فنا وائے مرزا کاظم

سالِ تاریخِ ایں غمِ جاں کاہ گفت دل ہائے مرزا کاظم

سنہ 1235ھ

---

* مخطوطے میں عنوان نہیں ۔ عنوان مطبوعہ سے ماخوذ ہے ۔

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

تاریخ وفات یوسف *

یوسف در خواب شد حیف بہ کلکتہ گم — غیرتِ مہتاب شد حیف بہ کلکتہ گم

مصرع سالِ وفات خامہ ناسخ نہ کاشت — گوہرِ نایاب شد حیف بہ کلکتہ گم

سنہ 1234ھ

مرزا ببر علی زوآر

ناگاہ جنابِ سیدِ ذی اخلاق — بہ نمود ازیں جہاں سفر صد افسوس

تاریخِ وفاتِ او نوشتم ناسخ — بست و دوم ماہ صفر صد افسوس

سنہ 1235ھ

نواب حیدر بیگ خاں بہادر

چوں امیر الدولہ عالی نژاد — سوئے جنت شد زباغِ ایں جہاں

ناسخ معجز بیاں سالِ وفات — گفت صد افسوس حیدر بیگ خاں

زوجہ مرزا محمّد امان فقیہ **

دریغا کہ مرزا محمّد اماں — بصد غم ندیم است بے فاطمہ

شدہ سالِ ایں غم چوگفت آں غمیں — حسینم یتیمیست بے فاطمہ

سنہ 1235ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

** مطبوعہ میں کوئی عنوان درج نہیں۔

مرزا حسین علی محنت *

دلا تلمیذِ من محنت تخلص ‏ ‏ ‏ ‏ زدنیا کرد رحلت وائے افسوس
نوشتم سالِ تاریخِ رحلتش ‏ ‏ ‏ ‏ که شد برباد محنت وائے افسوس

سنه 1235ھ

تاریخِ مرگ سه احباب **

خبرِ مرگِ سه هم دم به رسید ‏ ‏ ‏ ‏ بر فلک چوں نه رود افغانم
سالِ ایں هر سه مصیبت یک جا ‏ ‏ ‏ ‏ گفت ناسخ سه غم و یک جانم

سنه 1235ھ

تاریخِ وفات میر تراب علی ***

میر تراب علی در مسقط ‏ ‏ ‏ ‏ جاں به خدایش به سپردائے وائے
ناسخ سالِ وفاتش گفتم ‏ ‏ ‏ ‏ میر تراب علی مُرد اے وائے

سنه 1235ھ

تاریخِ وفات میر گھسیٹا ****

جب میر گھسیٹا مر گئے ہائے ‏ ‏ ‏ ‏ ہر ایک نے اپنے منه کو پیٹا
ہاتف نے کہی یه اُس کی تاریخ ‏ ‏ ‏ ‏ افسوس که موت نے گھسیٹا

سنه 1234ھ

---

* تاریخِ وفات مرزا حسین علی محنت

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

*** عنوان مطبوعه سے ماخوذ ہے -

**** عنوان مطبوعه سے ماخوذ ہے -

مرزا حسن رضا خان بہادر

زیں جہاں سرفراز دولہ گزشت
عالمے مبتلائے غم کردید

سال تاریخ رحلتش ناسخ
"رستم داستاں" رقم کردید

سنہ 1216ھ

تاریخ مرزا مغل سبقت *

دلا مرزا مغل سبقت صد افسوس
ز دنیا سوئے جنت کرد رحلت

نوشتم سالِ تاریخ رحیلش
کہ مُرد افسوس ہے افسوس سبقت

سنہ 1235ھ

تاریخِ وفات حسین الدین خان **

سحر یاز دہم بود ومہ ذیقعدہ
کہ بمرد آہ صد افسوس حسین الدیں خاں

مصرع سال وفاتش بنوشتم ناسخ
وا ویلاہ صد افسوس حسین الدیں خاں

سنہ 1234ھ

تاریخِ وفات محمد غنی ***

چوں محمّد غنی ز دنیا رفت
پنجۂ غم مرا فشرد گلو

سالِ تاریخِ فوت اَو گفتم
رفت اے وائے قوتِ بازو

سنہ 1230ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخِ وفات تحسین علی خاں *

جہاں را بہ فقدان تحسین علی خاں شدہ بر زباں ہائے نواب ناظر

چورفتیم در فکرِ سالِ وفاتش بہ گفتا خرد وائے نواب ناظــــر

سنہ 1237ھ

مرزا خرم بخت بہادر

زہے شہزادہ گردوں سریری کہ فرقش یاب تاج سلطنت بود

نوشتم سالِ تاریخِ وفاتــش دُرِ نایاب تاج سلطنت بـــود

سنہ 1232ھ

تاریخِ وفاتِ قاسم علی خان **

نشاں نہ ماند از امیرانِ سابق چو رفت از جہاں ہائے قاسم علی خاں

دلا از پئے سالِ تاریخِ نوتش بہ نو مرد اے وائے قاسم علی خاں

سنہ 1234ھ

حکیم آغا محمد باقر صاحب***

حکیم آغا محمد باقر اِمروز بہ رفت از دارِ فانی وائے افسوس

نوشتم سالِ تاریخِ وفاتش نصیرالدین ثانی وائے افسوس

سنہ 1230ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

*** مخطوطے میں عنوان صرف " حکیم آغا صاحب " ہے ۔

تاریخِ وفات میر دلدار علی مجتہد العصر *

اے وائے جناب میر دلدار علی
در باغِ جہاں بود درختِ پُر بار

رویش چه گلی بود که پژمردنِ آں
نمود گلستان جہاں را پُرخار

از سرو قدت پست قد سروِ چمن
وز نکہت مُو خونِ جگر مشک تتار

در محفلِ خود دادِ فصاحت می داد
چوں بلبل نغمه سنج اندر گل زار

بہر قطعِ دلائل فوجِ عدو
باتیغ زباں خود نمودی بے کار

تصنیف نمود چُوں عماد الاسلام
شد محکم اساسِ دینِ احمد بسیار

ابنِ عربی کاشته جزجز به سقر
از بیم شہابِ ثاقب صاعقه بار

حاضر به درش پیل سواراں بودند
لیکن نه شده گاه سرِموے بار

از مدتِ ده سال ہمیں جالس بود
دآ خفتاں ہمیشه می داد ازار

تاریخِ وفاتِ اُونوشتم ناسخ
دی آه بمرد مقتدائے ابرار

سنه 1235ھ

تاریخِ وفات دختر شیخ محمّد علی عرف شیخ مداری بکا تخلص

دوست دارم بمرگ دختر خویش
آه می گفت ہائے دختر ہائے

سالِ تاریخ ایں غمِ جل کاه
ہاتفے گفت وائے دختر وائے

سنه 1238ھ

تاریخِ وفات انبیا خاں **

جواں از رنجِ فالج در گزشته
صد افسوس انبیاء خاں وائے افسوس

رقم زد کلک تاریخِ وفاتش
صد افسوس انبیاء خاں وائے افسوس

سنه 1239

---

* بنیادی مخطوطے میں عنوان صرف "مجتہد العصر" ہے۔

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخِ وفات میر عسکری خاں دوش *

زیں جہاں میر عسکری خاں دوش — وائے ہیہات نوجواں رفتہ
گفت سالِ وفاتِ او ناسخ — ہائے ہیہات نوجواں رفتہ
سنہ 1239ھ

تاریخِ وفات آغا توکل **

شدہ قتل اِمروز آغا توکل — مع پور و پورِ پسر وا دریغا
پئے سالِ تاریخ درگوشِ ناسخ — خرد گفت اے وائے افسوس
سنہ 1237ھ

تاریخِ وفات مولوی عبدالعزیز مجتہد العصر ***

شد ز دنیا مولوی عبدالعزیز — ہائے فخرالدین رازی بود ہائے
گفت ناسخ سالِ تاریخِ وفات — وائے فخرالدین رازی بود وائے
سنہ 1239ھ

تاریخِ وفات شاہ صاحب

شاہ صاحب چو گزشتند موالی گفتند — کاشفِ معنی قرآن و احادیث اے وائے
سالِ تاریخِ وفاتش بنوشتم ناسخ — حیف اے عالمِ قرآن و احادیث اے وائے
سنہ 1239ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
*** مخطوطے میں عنوان صرف " مجتہد العصر " ہے -

تاریخِ وفات مولوی صاحب *

گشت از مرگ مولوی صاحب
ظفرِ سُنیاں شکست اے وائے

درغمِ اُوچناں زدند به سنگ
که سرِ سُنیّاں شکست اے وائے

ماتمِ اَو ہموار نشترِ غم
ببرِ سُنیّاں شکست اے وائے

بچه ریزند خونِ رافضیاں
خنجرِ سنیاں شکست اے وائے

مصرعِ سالِ رحلتش گفتم
کمرِ سنیاں شکست اے وائے

سنه 1239ھ

تاریخِ وفات میر افضل علی **

میر افضل علی افضل زجہاں
نیر برج سپہر ایماں

صاحب کوس و لوا و لشکر
داشت اندر جلو خویش ظفر

بود چوں طالبِ دیدارِ علی
زیں جہاں رفت به دربار علی

منزلش جنت ماوا به نمود
عیش درسایه طوبیٰ به نمود

قلبِ اَو محو عبادت می بود
دستِ اُو صرفِ سخاوت می بود

بود اَو عاشقِ اولادِ علی
به دلش داشت غمِ آلِ نبی

گشت تاریخ وفاتش مشہور
بادشاہِ شہیداں محشُور

سنه 1240ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخِ وفات عثمان خان

باشما محشور در روزِ جزا | یا ابوبکر و عمر عثمان بود
سال مرگش کلکِ ناسخ زد رقم | با ابوبکر و عمر عثمان بود

سنه 1223ھ

تاریخِ وفات میر ابو الحسن *

زیں جہاں میر ابوالحسن ناگاہ | بست وہشتم نمود عزمِ جناں
بود روزِ وفات شاہِ رسل | کہ ز دنیا گزشت با ایماں
راکب کشتی نجات شدہ | سابح بحرِ رحمتِ رحماں
سیّد و متقی و مومن بود | باد محشور باشہ مرداں
بہر سالِ وفاتِ آں مرحوم | گفت دل ہائے آخر شعباں

سنه 1240ھ

تاریخِ وفات میر ابوالحسن **

شد فنا میرابوالحسن اے وائے | دا داغِ غمش بمن اے وائے
ماہ شعباں شبِ دو شنبہ بود | کہ زقصرِ بہشت اُو آسود
بود چوں ہائے بیست و ہشتم | سال شد وائے بیست و ہشتم

سنه 1240ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخِ وفات غریب اللہ شاہ *

اِمرَوز ز بمَرد آں غریب اللہ شاہ
کوداشت چو خوئے خود سراپائے غریب
سال فقداں آں عجیب الخلقت
ناسخ تحریر کرد اے وائے غــریب
سنہ 1240ھ

تاریخِ وفات مرزا قتیل

بود مرزا قتیـل صد افسوس
مونسِ غم گسار و صاحبِ ما
سال فوتش بہ نعشِ اُو ناسخ
گفت خوابیدہ است صاحبِ ما
سنہ 1233ھ

تاریخِ وفات اخوند محمدؐ رضا صاحب **

محمدؐ رضا عزمِ فردوس بہ نمود
برائے قدم بوسی شاہ مرداں
بہ زہد و ورع بود مقداد عہدش
بہ ایقاں و عرفاں و ایماں چو سلماں
دل و سینہ و چشم ہا و دماغش
کنوز رموزِ احادیث و قرآں
الٰہی بخدام خیر البریــۃ
کند عیشِ جاوید در باغِ رضواں
دلا سالِ تاریخ فوتِ جنابش
بگو وائے ویلا ابا ذرِّ دوراں
سنہ 1229ھ

سال تاریخِ وفات ***

دفن گردیدہ بہ صحنِ مسجد تعمیر خویش
چوں الٰہی جاں کہ بودش بہ زبانِ اہلِ بیت
سالِ تاریخِ وفاتش وقتِ تایژ دُعا
گفت دل گردد الٰہی حشر اُو با اہلِ بیــت
سنہ 1240ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
** مخطوطے میں عنوان صرف " اخوند محمد رضا صاحب " ہے -
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

والد ماجد فقیر محمدؒ خان بہادر

زیں جہاں شد بلند خاں امروز ذرہ تا آفتاب خویش رسید
سالِ تاریخِ رحلتش ناسخ " نورِ اللہ مضجعہ " گردید

سنہ 1240ھ

خوشدامن خواجہ وزیر

زیں جہاں رفت مومنہ امروز بہر گلگشت بوستانِ بہشت
سالِ تاریخ خامہ ناسخ ہائے خوش دامن وزیر نوشت

سنہ 1240ھ

تاریخِ وفات شاہ چھڑا صاحب

ہر کسے امروز دارد بر زبان آہ وا ویلا چھڑا مجذوب مرد
از برائے سالِ تاریخِ وفات ہاتف گفتا چھڑا مجذوب مرد

سنہ 1240ھ

تاریخِ وفات شاہ غلام علی *

مظہر راسجادہ نشیں بود شاہِ غلامِ علی
سال وفاتش شد مرقوم واویلاہ غلام علی

سنہ 1240ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخ اخراجِ عدو *

شد اخراجِ عدو اللہ امروز	دلا ایں مژدہ از ہر کس شنفتم
پئے تاریخِ اخراجش بہر کس	شد اخراجِ عدوئے مابہ گفتم

سنہ 1240ھ

تاریخِ وفات مرزا قتیل **

آرام قرار و صبر و تابم	ہیہات قتیل برد اے وائے
تاریخِ وفاتِ اُو نوشتم	ہیہات قتیل مرّد اے وائے

سنہ 1233ھ

تاریخ وفاتِ عیشی ***

خواب از چشم و قرار از دل و ہوش از سرما	زیں جہاں سوئے عدم آہ بخود عیشی برد
نیمہ ماہ چو شد سالِ وفاتش گردید	حیف ماہ صفر و پانز دہم عیشی مُرد

سنہ 1240ھ

تاریخِ وفاتِ شیخ رحیم اللہ ****

دی شنیدم کہ شد از دارِ فنا	بہ عدم شیخ رحیم اللہ ہائے
سالِ تاریخِ وفاتش ناسخ	زد رقم شیخ رحیم اللہ ہائے

سنہ 1240ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

**** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخِ وفات قاسم *

حیف صد افسوس صد افسوس حیف — از قضا نا اه قاسم کشته شد
بہر سال ایں عزائے جاں گزا — گفت ناسخ " آہ قاسم کُشتہ شد "
سنہ 1236ھ

تاریخِ وفات میر حسین **

آہ از دردِ جگر دریک دم — رفت ازیں دار فنا میر حسین
گفت تاریخِ وفاتش ماتف — باد یا رب بہ رسول الثقلین
سنہ 1239ھ

تاریخِ وفات سید علی حسین آزاد خان ***

شد رہا از بندِ جسم آزاد خاں — چوں ملک بست آشیاں اندر جناں
سال پرواز حمام روحِ اُوست — باد محشر بائشفیعِ عاصیاں
سنہ 1239ھ

تاریخِ وفات بلند خان ****

چوں رفت بلند خاں ز دنیا — در خلدِ بریں نمود ماوا
سال تاریخِ رحلتِ اُو — ناسخ نبوشت عزه اے واہ
سنہ 1240ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔
**** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخِ وفاتِ بلند خان *

شد ز دنیا بلُند خاں به رجب | ہائے افسوس سربلند سخی
گفت سالِ وفاتِ اوَ ناسخ | وائے افسوس سر بلند سخی

سنه 1240ھ

تاریخِ وفات بلند خان **

فردوس میں غزه رجب کو لا ریب | پہنچا ہے بلند خاں به دینِ اکمل
تاریخ وفات کی میں نے لکھی | ہے آخر روز جمعه یوم اوّل

سنه 1240ھ

تاریخِ وفات ***

درعہدِ شباب لائق اندر دہلی | شد عازم آں عالم ازیں عالم وائے
تاریخ وفاتِ اوَ رقم زد ناسـخ | افسوس افسوس مُرد شاگردم وائے

سنه 1240ھ

تاریخِ وفاتِ میر سید احمد ****

پنج شنبه بست و پنجم از جمادی اے نخست | میر سیّد احمد از دنیا شده سوئے بہشت
کلک ناسخ سال تاریخ وفات آں بزرگ | "کوچ بنمود از مسافر خانه دنیا " نوشت

سنه 1241ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
**** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخِ وفات *

اوّل ز جہاں گزشت جوں مہ دختر | شد بعد ازیں ہلاک جوں مہر پسر
تاریخِ غم نخست شد داغِ جگر | تاریخ غم دگر شدہ داغ دگر

سنہ 1229ھ

تاریخِ وفات خواجہ حسن سوداگر **

مرد خواجہ حسن سوداگر | چاک کردیم گریبان "جو کفن"
گفت تاریخ وفاتش ناسخ | "مُرد خواجہ حسن تائب من"

سنہ 1230ھ

تاریخِ وفات میر اسماعیل

بود چوں پیر و آئمہ دیں | بہ جہاں رفت میر اسماعیل
فکر سال وفات یافت کہ "ہمائے | از جہاں رفت میر اسماعیل"

سنہ 1225ء

تاریخِ وفات ***

کبھی نہ دیدۂ گردوں نے بھی جسے دیکھا | گئی وہ صاحبِ عصمت زمیں کے پردے میں
تھی بس کہ صاحبِ عفت ہوا یہ سال وفات | "یہاں ہے صاحبِ عفت زمیں کے پردے میں"

سنہ 1225ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخِ وفات *

به غمِ طفلِ شیر خواره شده
ہمدمم آه و ناله و شیون
گفت سالِ وفاتِ اُو ناسخ
آفت تازه آمده برمن
سنه 1236ھ

تاریخِ وفات میر بدر الدین **

عالمی در دیدهٔ من شد سیاه
چوں به جنت میر بدر الدین به رفت
شد ہمیں از خامهٔ ناسخ رقم
سالِ رحلت میر بدر الدین به رفت
سنه 1233ھ

تاریخِ وفات عبدالروف ***

تو ہستی روف اَوست عبدالرؤف
برائے علی یا الہی به بخش
شده سال تاریخ فوتش رقم
برائے نبی یا الہی به بخش
سنه 1236ھ

تاریخِ وفات روشن محمدؐ ****

شیخ دی دانش محمدؐ روشن آه
عازم ملکِ عدم شدزیں سرائے
گفت ناسخ مصرع سالِ وفات
شہر شوال و شبِ آدینه ہائے
سنه 1236ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
**** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخِ وفات حمایت اللّٰہ خان *

زیں دارِ فنا حمایت اللّٰہ خاں رفت — شد یاد شباب وجود و خلقش جاں کاہ
تاریخِ وفات آں مہذب ناسخ — گو واویلا حمائت اللّٰہ خاں آہ

سنہ 1236ھ

تاریخِ وفات حضرت بیگم صاحبہ **

زہے حضرت بیگم ما کہ ہر دم — دہد خلق برعفتِ اُو گواہی
رقم کرد ناسخ سنین وفاتش — "بمحشر بود باخدیجہ الٰہی"

سنہ 1233ھ

تاریخِ وفات ***

خوں می شود ز دیدہ رواں وا مصیبتا — سر میزند ز سینہ فغاں وا مصیبتا
مہر سپہر عزت و قدر و جلال شد — امروز زیر خاک نہاں وامصیبتا
اقلیدس زماں و ارسطوئے عہد رفت — زیں کہنہ عالم گوراں وا مصیبتا
درعین فصلِ گل بہ گلستاں عشرتم — ناگہ وزید بادِ خزاں وا مصیبتا
بہ گزشت از جہاں و بہ دل ہا گزاشت داغ — جان جہاں و حیدر زماں وا مصیبتا
از حکمت وبدیع و بیاں و اصول وفقہ — بے اُو نماند ہیچ نشاں وا مصیبتا
ناسخ نمود سالِ وفاتش چنیں رقم — شد گنج چند علم نہاں وا مصیبتا

سنہ 1230ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخِ وفاتِ مرزا محمد علی *

ہائے مرزا محمدؐعلی وائے	روئے چوں ماہ خود بخود نہفت
سال تاریخ ایں الم ناسخ	"حیف ہیہات و اُثبُور" بگُفت

سنہ 1234ھ

تاریخِ وفات **

مُرد چوں آں ماہر و ہر کس بہ گفت	ماہِ کامل منخسف گردید ہائے
گفت ناسخ سالِ تاریخِ وفات	ماہِ کامل منخسف گردید ہائے

سنہ 1222ھ

تاریخِ وفات ***

در کفن پنہاں چوشد آں جسمِ نور	خاک افشاند برسر شیخ و شاب
سال تاریخ کفن پوشیدنش	گفت دل ہست آفتابے درسحاب

سنہ 1234ھ

تاریخِ وفات ****

بہ گفت آفریں باد حشرم خدایا	بحقِ پیمبر بہ شاہِ شہیداں
تو ہم ناسخ از بہر سالِ وفاتش	بہ گو باد محشر بہ شاہ شہیداں

سنہ 1233ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
**** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخِ وفات میر نوروز علی *

میر نو روز علی یافت وفات زیں جہاں شدبہ جناں عہدِ شباب
گفت تاریخ وفاتش ہاتف حیف رفتہ زجہاں عہدِ شباب

سنہ 1233ھ

تاریخِ وفات میرزا مغل **

مرزا مغل کہ بود دلا استادِ ما امروز رفت سوئے جناں وا مصیبتا
کردیم بہر سال وفاتش چنیں رقم شد میرزائے ما ز جہاں وا مصیبتا

سنہ 1234ھ

تاریخِ وفات مرزا قتیل ***

صبح مرزا قتیل از دنیا عزم جنت نمود وا ویلاہ
سال تاریخ رحلتش ناسخ گفت استاد بود وا ویلاہ

سنہ 1234ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخِ وفات میر مہدی پسر میر دلدار علی *

گیا کیا نوجواں دارِ فنا سے | عدم کو میر مہدی وا دریغا
شہ ملک سخا و حلم و دانش | مہ اوجِ حیا و زہد و تقویٰ
بھرا تھا حق نے ایسا نور معنی | کہ سینہ ہو گیا تھا طور سینا
تولا تھا فقط ایمان و دیں سے | بدل دنیائے دوں سے تھا بہتر
جو معقولات میں تھا وہ یگانہ | تو منقولات میں بھی تھا وہ یکتا
کتابیں سینے میں تھیں مثلِ امواج | تبحرؔ اس کو تھا مانند دریا
وہ دُرِ شاہوارِ بحرِ تحقیق | پسر تھا میر دلدار علی کا
بقائے حق تھی اُس کے دل پہ ثابت | فنا تھیں اُس کے آگے ساری اشیا
رضینا بالقضا تھی اس کی تقریر | نہ تھی غیر از رضائے حق تمنا
دلیل اس پر ہے مرگِ نوجوانی | خدا نے پاک دنیا سے اٹھایا
کہی ناسخ نے اُس کے غم کی تاریخ | ہوا غائب جہاں سے مہدی اے وا

سنہ 1231ھ

تاریخِ وفات مرزا محمد قتیل **

زیں جہاں رفت بہ فردوس قتیل | بود کوٗ پشت و پناہ شعرا
سال تاریخ وفاتش ناسخ | زد رقم شاہنشاہِ شعـرا

سنہ 1233ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

تاریخِ وفات مرزا محمد قتیل *

رفت مرزا قتیل از دنیا
جگرم سوخت خاطرم افسرد

کلک ناسخ نوشت تاریخش
شاہ شاعران ہند بمرد

سنہ 1233ھ

تاریخِ وفات مرزا محمد قتیل **

وا دریغا کرد رحلت زیں جہاں مرزا قتیل
صاحبِ طبع بلند و شاعرِ معجز بیاں

بود یکتا عالمِ علمِ عروض و قافیہ
داشت علم ہم ریاضی ہم بدیع وہم بیاں

بانظامی بود در نظمِ لطیفش ہم کلام
بود باسعدی بہ نثرِ آبدارش ہم زُباں

می دہم اُورا اگر ترجیح بر حاتم بجاست
بود با دست و زُباں حاجت روائے مردماں

کرد ناسخ سالِ تاریخِ وفاتِ اُو رقم
طوطئی ہندوستاں کردید طوبی آشیاں

سنہ 1233ھ

تاریخِ وفات مرزا محمد قتیل ***

عزمِ جنت کرد چوں مرزا قتیل
شد خزاں دربوستانِ شاعری

گفت ناسخ سالِ تاریخش کہ ہائے
آفتابِ آسمانِ شاعری

سنہ 1233ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخِ وفات مرزا محمد قتیل *

تیره جوں گور شد از مرگ قتیل — دہر در چشم من اے وا ویلا
سال تاریخِ وفاتش گفتم — شمع بزم سخن اے وا ویلا
سنہ 1233ھ

تاریخِ وفات فخرالاسلام **

فخر الاسلام زیں جہاں رفت — در ظاہر گشت نیکش انجام
سال تاریخ رحلتِ اُو — گفتم صد حیف فخر الاسلام
سنہ 1235ھ

تاریخِ وفات میر اکبر علی ***

ز دنیا ہائے میر اکبر علی رفت — بود اُو را پیمبر شافعِ حشر
نوشتم سال تاریخِ وفاتش — "الٰہی باد اکبر شافع حشر"
سنہ 1235ھ

تاریخِ وفات مفتی صاحب ****

مفتی زماں غلام حضرت امروز — از باغ جہاں شود سوئے جنت اے وائے
تاریخ وفاتِ اُو نوشتم ناسخ — مُردند افسوس حیف مفتی صاحب
سنہ 1234ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
**** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخِ وفات قل احمد *

نبود چوں نہ مغموم و محزوں دلم — کہ ناگاہ قل احمد افسوس رفت
خرد گفت تاریخ فوتش چنیں — ز دنیا قل احمد صد افسوس رفت

سنہ 1236ھ

تاریخِ وفات آفریں علی خان **

میاں آفریں صاحب عزو جاہ — بہ گلزارِ فردوس شدزیں جہاں
خرسال تاریخ ایں واقعہ — بہ گفتا بجاں آفریں داد جاں

سنہ 1233ھ

تاریخِ وفات میاں آفریں علی خاں ***

از رحلت آفریں علی خاں اے وائے — شد حشر دریں جہاں بپا از ماتم
تاریخ وفاتِ او نوشتم ناسخ — شد دفن بہ مقتل امام عالم

سنہ 1233ھ

تاریخِ وفات نواب قاسم علی خان بہادر

بسر دابہ کربلا رفت از مسند — پئے خواب قاسم علی خاں بہادر
چنیں سالِ فوتش رقم کرد ناسخ — کہ نواب قاسم علی خاں بہادر

سنہ 1234ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخِ وفات قدوۃ الامرا *

به عدم صبرو طاقتِ دلِ ما
برد افسوس قدوۃ الامرا

گفت سالِ وفاتِ اوؔ ناسخ
" مردُ افسوس قدوۃ الا مرا "

سنه 1234ھ

تاریخِ وفات میر دلدار علی **

میر دلدار علی سلطان ملک اجتہاد
نیک سیرت پاک طینت تمکین دین پناه

شد نہاں در مغرب مرقد چوآں خورشید دیں
روز روشن چوں شبِ مرقد به چشم شد سیاه

شارع شرعِ متیں و حامیِ دینِ مبیں
نورچشمِ مصطفیٰ لختِ دلِ شیرِ آله

داشت با انوار فیضش دہر را روشن مدام
در جوانی بود چوں خورشید و در پیری چوں ماه

اعتمادے نیست بر قولِ احبا پیشِ خلق
بر صلاح و زُہد اُو مستند اعدام گواه

بود باہرکس مساوی خلق اُو بے بیش و کم
پیش او بودبند یکساں اہل فقر و اہلِ جاه

مثلِ اُوکس دافع شرعدو انشا اللّٰه
دین احمد را بنا شد ہم چو اُوکس خیر خواه

بے گماں عیسیٰ نفس بودی پئے احیائے دیں
میر ساندی بر صراط المستقیم آں خضرِ راه

از برائے صید مرغانِ معانیِ بلند
دام گستر دی بروئے صفحه از تارِ نگاه

کافراں از خود اگر آرند ایماں دور نیست
جہدِ اُو نه گزاشته در حق و باطل اشتباه

سالِ تاریخِ وفات آں جناب مستطاب
گفت دل اے مقتدائے شیعیانِ حیدر آه

سنه 1235ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخِ وفات میر دلدار علی *

اے مجتہدِ زمانہ افسوس — کردی ز سرائے دہر رحلت
شد در غم تو صحف سیہ پوش — گردید نقاط اشکِ حسرت
از گم شدنت جہاں شدہ تار — اے سید آفتابِ طلعت
اشکم شد لعل گوں بہ ہجرت — اے گوہرِ معدنِ رسالت
شد باغِ جہاں بہ دیدہ ام خار — اے گلبنِ گلشنِ سیادت
بے راہنما شدم صد افسوس — اے خضر بہ وادیِ ہدائت
در ہند چو کعبہ و مدنیہ — کردی تو نماز با جماعت
کشتند زفیض صحبتت خلق — آگاہ ز واجب در سنت
گردید نہ گوں نشانِ اعدا — رائت افراشت تاکہ رائت
تاریخِ وفات فکرِ ناسخ — گفت آہ مروج شریعت

سنہ 1235ھ

ایضاً تاریخِ وفات مجتہد العصر میر دلدار علی **

افسوس جناب میر دلدار علی — از باد خزاں مدت چوں گل پژمرد
در دہر کسے نیست کہ در ماتم نیست — گریاں شد ہر بزرگ و نالاں ہر خرد
جیب صبرم غمش بیکدست درید — قلب صد پارہ ام بیکدست فشرد
از رفتن او رفت ز دل ہا آرام — فقد انش جان عالم را آزرد
چوں شمع کہ گریاں بود سوزاں ہم — از اشک نہ آتش درونم افسرد
رو ہا ہجرش آناخنِ حسرت داد — سرہا غم او بہ دست ماتم بسرد
بے صبرو قرار و تاب و بے آرام — صبر و تاب و قرار و آرام ببرد
ناسخ بہ نوشت سالِ تاریخ وفات — دل دار رسول ہاشمی ہائے بمرد

سنہ 235ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
** مخطوطے میں عنوان " ایضاً تاریخ وفات مجتہد العصر " ہے -

تاریخِ وفات میر دلدار علی *

از رفتن خود جانبِ فردوس دلم
داده غمِ جاں کاه صد افسوس محقق

در فکر چو رفتم پئے تاریخ وفاتش
دل گفت کہ "رفت آه صد افسوس محقق"

سنه 1235ھ

تاریخ وفات جراءت **

چو در حُبِ امیرالمومنین رفت
شده خُلدِ بریں ما وائے جرأت

برائے سالِ تاریخ وفاتش
رقم زد کلک "جرأت وائے جرأت"

سنه 1225ھ

تاریخ وفات غلام قلندر خان ***

بروز جمعه داخل شد به فردوس
به بخش و عیش مائل شد به فردوس

ربیع الثانی و بست و یکم بود
که از دنیا قلندر کوچ به نمود

شده سالِ وفاتِ اُو محرر
"بایمان رفت از دنیا قلندر"

سنه 1241ھ

تاریخِ وفات طالب علی خان عیشی ****

آه طالب علی عیشی رفت
ناگہاں زیں سرائے رنج و محن

مرضش ہیضه وبائے بود
که ازاں رفت جان اُو از تن

بود اے وائے طبع موزونش
بلبل نغمه سنج باغِ سخن

از بہارِ کلامِ رنگینش
می شدی بزم شعرِ رشکِ چمن

گفت سالِ وفاتِ اُو ناسخ
ہائے افسوس اے سخنور من

سنه 1240ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
**** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخِ وفات خواجه حسن *

شنیدم که خواجه حسن در گزشت | دلم در غرایش شده نعره زن
خرد سالِ تاریخِ فوتش به گفت | صد افسوس افسوس خواجه حسن

سنه 1241ھ

تاریخِ وفات خواجه حسن **

رفت خواجه حسن ز دنیا حیف | ہائے افسوس وائے ویلا حیف
گفت سالِ وفاتِ اُو ناسخ | ہائے اے روز عیدِاضحیٰ حیف

سنه 1241ھ

تاریخِ وفات شیخ کاظم علی قدوائی قیس ***

در باغِ وسیع خلد رفته | زیں مجمعِ تنگ ناگہاں قیس
ایں مصرعِ سالِ رحلتِ اُو ناسخ | وحشت کرده ازیں جہاں قیس

سنه 1240 ھ

تاریخِ وفات مرزا محمد رفیع سودا * ***

مضمون تازه جستن شعرِ لطیف گفتن | با خویش برد اے وا مرزا رفیع سودا
تاریخ رحلتِ اُو گفتم به تربتِ اُو | اِمروز مُرد اے وا مرزا رفیع سودا

سنه 1195ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔
**** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

تاریخِ وفات طالب علی خان عیشی *

ازیں وادیِ پُر خطر رفت ناکه — به گلگشت جناب طالب علی خاں
دلا از پئے سالِ تاریخِ فوتش — به گوہائے ہیہات طالب علی خاں

سنه 1240ھ

تاریخِ وفات بچهٔ چہار ساله **

شد جہاں بہر والدین سیاه — گشت پنہاں چو بور رشکِ قمر
سینه ہاریش گشت و خون دل ہا — خشک لب ہا و چشم ہا شد تر
رفت صبر و قرار و طاقت و ہوش — سوئے ملک عدم بآں دلبر
کن عطا صبر یا رب از الطاف — به دل و مادر و به جانِ پدر
زود نعم البدل عنائت کن — که شود مرہمے بریش جگر
طول ده عمر والد نیش راه — بہر روحِ محمدؐ و حیدر
سال تاریخ ایں غم جاں کاه — گفت دل رفت چار ساله پسر

سنه 1242ھ

تاریخِ وفات مرزا علی نقی خان ***

در عین نو جوانی از مرگِ ناگہانی — به گزشت زیں جہاں ہائے مرزا علی نقی خاں
ناسخ! بگو به حسرت تاریخِ ایں مصیبت — "اے وائے، وائے اے وائے مرزا علی نقی خاں"

سنه 1242ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -
*** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخِ وفات سید محمد علی شاہ *

زہے قبر سید محمدؐ علی شاہ
که حوض صحن جنت بنا شد چنیں جا

پئے سالِ تاریخِ دفنِ جنابش
خرد گفت ناسخ بہشتست ایں جا

سنہ 1242ھ

تاریخِ وفات مخدومہ **

در قصرِ بہشت یا رب ایں مخدومہ
مسرور بود بہ زینب و با کلثوم

تاریخ وفات کلک ناسخ نبوشت
"محشور بود بزینب و با کلثوم"

سنہ 1242ھ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

** عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

مطبوعہ اور اول

(نسخہ مانچسٹر) کی

مشترک اضافی غزلیں

بہ رنگ گل مجھے چاہیے گریباں چاک ؟ کہ مثل غنچہ ہزاروں ہیں دل میں پنہاں چاک ۱

تصور اس دل صد چاک میں ہے اس مہ کا ہوا ہے جس کے اشارے سے ماہ تاباں چاک

ہر اک لالۂ صحرا ہے تیرا داغ اے دل ! ہر اک گل ہے چمن میں ترا گریباں چاک

تو ایسا ماہ تھا ہے کہ تیرے سامنے ہو کتاں کی طرح گریبان ماہ کنعاں چاک ۲

یہی دعا ہے خدا سے کہ ہوں بیابان مرگ نہ میرے غم سے ہو پیراہن عزیزاں چاک ۳

جو زیست چاہے کرے مال سے تہی پہلو صدف کے سینے کو کرتے ہیں دیکھ نادان چاک

نہیں ہے جادہ میں وحشی پھنسا جو زنداں میں مرے فراق میں ہے سینۂ بیاباں چاک ۴

کیا کلال قضا نے خمیر خاک تبیاں یہ مہر و ماہ پیالے ہیں چرخ گرداں چاک

لکھوں میں دشت جنوں کا اگر کوئی مضموں یقیں ہے ناسخ ! ابھی ہو تمام دیواں چاک ۵

۱۔ اول ۔ مطلع ۔ ب ۔ ..... کل ......

۲۔ " ۔ ب ۔ ..... شکستے .....

۳۔ " ۔ ا ۔ .... مر (مطبوعہ اصل متن اول کے مطابق ہے ۔ اغلاط نامے میں "مرگ" ہے)

۴۔ " ۔ ب ۔ .... گریباں ....

۴۔ " ۔ ا ۔ .... جادہ (میں) وحشی .....

۵۔ " ۔ ا ۔ .... مطلب ۔

۶۔ " ۔ ب ۔ تو ہووے ناسخ ابھی فرد فرد .....

کوئی پروانہ ہے یا میرا دلِ مشتاق ہے
شمع ہے فانوس میں یا پائنچے میں سباق ہے

زلف کے مضموں سراسر ہیں مرے دیوان میں
تارِ سنبل رشتۂ شیرازۂ اوراق ہے

وادیِ وحشت میں ہیں اپنے ہی یہ جوش و خروش
طاقتِ جنبش کہاں اُس میں کہ مجنوں قاق ہے

ایک جا ہے حسن میں عاشق کی مرگ و زندگی
زلفِ مشکیں ناگ ہے خالِ سیہ تریاق ہے

گل ہے غنچے میں نہاں بُو سے معطر ہیں دماغ
پردۂ دل میں ہی لیکن شہرۂ آفاق ہے

ایک سی آئیں نظر مسجد کی محرابیں ہزار
اے صنم! لیکن تری محرابِ ابرو طاق ہے

کہتے ہیں سب ہی جنوں جو ایسی جُپکی لگ گئی
یاں خیالِ یار میں دن رات استغراق ہے

سجدے کرتے ہیں ہزاروں عابد و زاہد مدام
تیرے ابرو سے جو مسجد کا مشابہ طاق ہے

دور ہوں لیکن مفصل ہے عیاں سب حالِ یار
یہ تصور کشف ہے اعجاز ہی اشراق ہے 1

ہوتی ہے ہر دم شرر بار آتشِ رنگِ حنا
یہ تری دستک نہیں مطرب پسر چقماق ہے

جان دی ہے جس نے تجھ کو نان بھی دے گا وہی
جو ترا خلاق ہے ناسخ وہی رزاق ہے 2

اوّل ـ ب = ... اغراق .....

اوّل ـ مقطع ـ ب = ... اخلاق ..... .

* اوّل میں یہ غزل 15 اشعار پر مشتمل ہے ـ اس غزل کے اول میں 4 شعر ، نمبر 4 ، 6 ، 13 ، 14 اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں ـ

کس کو باور ہو کیوں اُس کی جو ہیں کج خلقیاں
ایک عالم سے وہ کافر بر سرِ اخلاق ہے

توڑتے ہیں کوہ ہم اپنے سرِ شوریدہ سے
کوہ کن تیشہ لگانے میں اگر مشتاق ہے

گرم صحبت ہے سمندر اور آتش کی طرح
ایک دم بے یار مجھ کو زندگانی شاق ہے

کیا تنزل میں ترقی ہے کمالِ عشق سے
حلقۂ عشاق ہے 1

1 ـ ناخوانا

زار انتظار خط نے کیا اس قدر مجھے — پہچانتا نہیں ہے مرا نامہ بر مجھے
شاخوں کی طرح سائے کو رکھتا ہے دوش پر — گر دیکھتا ہے دھوپ میں کوئی شجر مجھے
ہوں وہ غم میں کہ لب نہ ہنسی سے ہوں آشنا — دیوارِ قہقہہ بھی جو آئے نظر مجھے
دل میں بتوں کے سوزِ محبت نے گھر کیا — گویا ہے دخل سنگ میں مثلِ شرر مجھے 1
میں سر پٹک پٹک کے مروں یعنی اس جگہ — دکھلا دیا قضا نے تیرا سنگِ در مجھے
کعبے میں جاکے بیٹھ رہوں گا میں دیکھنا — تو دَیر سے نکالے گا اے بت اگر مجھے
ممکن نہیں سوائے خدا علمِ غیب ہو — کیوں کر صنم تری نظر آئے کمر مجھے 2
مر جاؤں پیش تر میں الٰہی وصال سے — فرقت میں زیست کی ہو تمنا اگر مجھے 3
صندل کی جستجو ہے عبث فائدہ ہے کیا ؟ — اک دردِ سر میں اور جو ہو دردِ سر مجھے
تھی امر کے مانند میں جو جھڑی اور فندقیں — کیا شاخِ خشک میں نظر آئے ثمر مجھے
روشن دلوں سے رکھتے ہیں نفرت سیاہ کار — مگر وہ جیسے وصل کی شب ہے سحر مجھے
تیرے سنہرے رنگ پہ مجھ کو جو ہے جنوں — اطفال کرتے ہیں ہدف خشتِ زر مجھے
ناسخ بہ رنگِ نکہتِ گل ہے سفر مرا — مرکب ہوا ہے دوشِ نسیمِ سحر مجھے

---

1 ۔ اوّل = ا = ... سے ....
2 ۔ اوّل ۔ب = ... نظر تری ....
3 ۔ اوّل ۔ب = ... ہووے ..... (کی)

* اوّل میں مندرجہ بالا غزل 15 اشعار پر مشتمل ہے ۔ اول میں اس غزل کے 8 شعر ، نمبر 3 ، 4 ، 5 ، 9 ، 11 ، 12 ، 14 اور 15 اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں ۔

اک عمر سے ہوں باد یہ پیمائے بے خودی — مدت ہوئی ہے کچھ نہیں اپنی خبر مجھے
جب مثلِ سوز شمع دل آیا زبان پر — محفل میں کر دیا وہیں خجلت نے تر مجھے
کرتا ہوں جب میں اپنے تنِ زار پر نگاہ — آتی ہے یاد یار کی پتلی کمر مجھے
کس نے کیا ہے عزمِ سفر آج شہر سے ؟ — در پیش ہو گیا جو عدم کا سفر مجھے
سنتے ہی شور ان کی درنت وہ بھر گیا — اے آہ تو نے خوب دکھایا اثر مجھے
اے نخل بندِ باغِ جہاں وہ شجر ہوں میں — جو میری شاخ ہے وہ ہوئی ہے تبر مجھے
اک عمر گرچہ عافیت اندیشیاں رہیں — لیکن مآل کی نہ ہوئی کچھ خبر مجھے
سرگشتہ کر نہ دیں وہ کہیں میرے دوست کو — پھر اپنے دشمنوں سے یہی ہے خطر مجھے

چہرہ ہوا ہے غیرتِ گل آفتاب سے
خوش بُو میں ہے زیادہ پسینہ گلاب سے

اُس روئے آتشیں نے دیا ہے یہ داغِ دل
روشن ہوا چراغ مرا آفتاب سے

ہم بوسہ مانگتے ہیں وہ کچھ بولتے نہیں
محروم ہے سوال ہمارا جواب سے

دم میں تمام دامنِ صحرا محیط ہو
سر کی جو آستیں ابھی چشمِ پُر آب سے

جینا فراق کا نہیں ہر گز حساب میں
مدت ہوئی کہ مر چکے ہیں ہم حساب سے

دریائے حسن گر وہ پری رُو نہیں دلا !
پھر کیوں یہ سینے پر ہیں عیاں دو حبّاب سے

خط ہے جو گردِ عارضِ جاناں عجب نہیں
کیوں کر نہ نکلیں خطِ شعاع آفتاب سے ؟

کب تک غبارِ جسم سے آلودہ میں رہوں ؟
کرتا ہوں غسل خنجرِ قاتل کی آب سے

کیا جائے بل کمر جو نزاکت سے ...ر نہیں
رشتے کی طرح ہوگی توی پیچ و تاب سے

کرتے تھے سیرِ مصحفِ رخ زلف میں پھنسے
دشتِ خطا میں جا پڑے راہِ صواب سے

اس حال سے شفاعت ناسخ ہو حشر میں
امید ہے جنابِ رسالت مآب سے

---

* اول میں مندرجہ بالا غزل 18 اشعار پر مشتمل ہے - اول میں اس غزل کے 7 شعر ، نمبر 6، 8، 10، 13، 14، 15، 17 اضافی ہیں جو درج ذیل ہیں -

بحرِ فنا ہے جوشش طوفاں سے موج خیز
......فلک ہیں اپنی نظر میں حُباب سے 1

سمجھو کوئی حقیر نہ مجھ خاکسار کو
نسبت ہے مجھ کو خاکِ درِ بو تراب سے

کنجِ لحد میں بھی نہیں فارغ میں ایک دم
مانندِ مرغِ قبلہ نما اضطراب سے

ہیں بعد رات کے کوئی دم اخترانِ صبح
پہنچا قریبِ مرگ جو گزرا شباب سے

محوِ نظارہ ہیں کبھی گہ وقتِ انتظار
محروم وصل و ہجر میں آنکھیں ہیں خواب سے

خم سے نہ نکلے پر لی بس اب میرے شوق میں
ظاہر ہے ساقیا تہی جوشِ شراب سے 2

عالم کا سینہ علم سے مجلد بنی کتاب
جاہل کو فائدہ نہیں جمع کتاب سے 3

1 - ب - ناخوانا
2 - ا - کذا
2 - ب - کذا
3 - ا - کذا

سو کروں سینے کو تا داغ نمایاں ہووے
ایسے خورشید سے صبحِ شبِ ہجراں ہووے 1

راز کا چاہیے عاشق کو چھپانا ایسا
دل میں ہو ذکرِ صنم ہاتھ میں قرآں ہووے

گر کوئی لعلِ لبِ یار کی تعریف لکھے
نام اُس کا وہیں یاقوت رقم خواں ہووے

کعبے سے قبلہ نما کا نہیں پھرتا کبھی منہ
کاش اس مرغ کی تقلید میں انساں ہووے

کیوں نہ دیواروں سے ٹکراتی پھرے سر کو نسیم
اس روش سے جو تُو گلشن میں خراماں ہووے

مرغ رو گل کی روش تب ہوں میں دیوانوں میں
پاؤں میں خار چبھیں چاک گریباں ہووے

کب سے یہ دل میں تمنا ہے کہ تُو قتل کرے
ہاتھ میں میرے ترا گوشۂ داماں ہووے

آمدِ مہدی و عیسیٰ ہے قریب اے ناسخ
کہہ دے اب قومِ نصاریٰ کو مسلماں ہووے 2

---

1 ۔ اول ۔ مطلع ۔ ب = اس .... صحبت ......

2 ۔اول ۔ مقطع ۔ ب = کہہ دو ....

* اول میں مندرجہ بالا غزل 16 اشعار پر مبنی ہے ۔اول میں اس غزل کے 8 اشعار ، نمبر 5، 6 ، 9 ، ، 10
11 ، 13 ، 14 ، 15 ، اضافی ہیں ۔ جو درج ذیل ہیں ۔

جورِ اخواں سے کہیں چھوٹوں ـــ
اب ـــــــــــــــ چہ کنعاں ہووے 1

ہوں میں وہ کشتہ بے جرم تری آنکھوں کا
سرمہ داں میل سے انگشت بہ دنداں ہووے

ایسے ہم نغمہ سرا ہیں کہ اگر پائیں وفات
استخواں زاغ اُٹھائے تو خوش الحاں ہووے

کیوں تقاضا کروں نہ مے کا میں مستانہ
دلِ مضطر یونہی تسکین کسی عنواں ہووے

سمجھیں ہم قلعۂ فولاد نقاہت کے سبب
گر حیات اپنے لیے خانۂ زنداں ہووے

میرے حق میں ملک الموت بھی عیسیٰ بن جائے
گر دمِ جاں کَنَنی آمدِ جاناں ہووے

آج لیلیٰ کی سواری بھی عدم کو تیار
قیس اب مرثیہ خواں جائے حدی خواں ہووے

عاشقِ روئے لیالی ہوں میں دیوانہ مزاج
سنگ زن کیوں نہ ہر ایک طفلِ دبستاں ہووے

1 ۔ ا = ناخوانا

* ۔ ب = ناخوانا

جو ترے سامنے آ جائے وہ شیدا ہووے
تجھ کو خورشید اگر دیکھے تو حُربہ ہووے

کچھ تصرف سے نہیں پیر مغاں کے یہ بعید
تاک اگر دانۂ تسبیح سے پیدا ہووے

متوجہ ہے سوئے اہلِ زمیں تو سنِ ناز
ورنہ پامال ابھی عالمِ بالا ہووے 1

پوست کی طرح نہ چھوٹے ترے تن سے تو شک
میری تصویر اگر صورتِ دیبا ہووے

تیغِ قاتل سے تمنا ہے یہ زخموں کی مجھے
کہ ہر اک جزوِ بدن لاتیجزا ہووے

مے کشی کیا کروں بے یار کہ زخموں سے ابھی جائے
ہے یقیں ساغرِ مے منبعِ دریا ہووے 2

یہ نزاکت ہے جو لک/صبا کا لطمہ
گلِ رخسار ابھی اُس کا گلِ رعنا ہووے

سرکٹا کر جو پسِ تو سن قاتل دوڑوں
قتل گہ خلق کو اک جائے تماشہ ہووے

دھیان ارسالِ خطِ شوق کا آئے جو مجھے
ہے یہ قسمت کہ کبوتر وہیں عنقا ہووے 3

تو وہ بت ہے جو تجھے ایک نظر دکھلا دوں
پیر ترسا ابھی ناقوسِ کلیسا ہووے

دیر جوں جوں کہ لگاتی ہے اجل ڈرتا ہوں
مار کر مجھ کو نہ قاتل کہیں رسوا ہووے

ہو اگر سحر بیاں دشمنِ افعی سیرت
قلم اپنا بھی عصائے کفِ موسیٰ ہووے

ہے مرا جوشِ جنوں جن سے زیادہ ناسخ
میرے سائے کو جو دیکھے اُسے سودا ہووے

---

1 ۔ اوّل ۔ ا = ... (ہے) ......

2 ۔ اوّل ۔ ا = ... اشکوں

2 ۔ اوّل ۔ ب = ... منبع کا ...

3 ۔ اوّل ۔ ب = تو وہ ہے ....

* اوّل میں مندرجہ بالا غزل 15 اشعار پر مبنی ہے ۔ اوّل میں اس غزل میں 2 شعر، نمبر 8 اور 14 اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں ۔

پھینکیں یوسف سے برادر کو کنویں میں کیوں کر
گر نہ .... جذب زلیخا ہووے 1

نام مشہور زمانے میں ہے جن کا شاعر
عہد میں میرے اگر صورتِ عنقا ہووے

1 ۔ ب ۔ ناخوانا

چشم جاناں اور ہے چشم غزالاں اور ہے
وضعِ انساں اور ہے ترکیبِ حیواں اور ہے 1

گرکتاں اُس سے پھٹے اس سے جلے ہو چاک چاک
ماہِ تاباں اور ہے رخسارِ تاباں اور ہے

سیرِ مقتل مت سمجھ گلگشت اے نازک مزاج!
باغِ دبستاں اور ہے کنجِ شہیداں اور ہے

یہ میسر ہے وہ دیکھیں ہو میسّر یا نہ ہو
کوئے جاناں اور ہے گلزارِ رضواں اور ہے

ایک یوسف واں گرا تھا یاں گرے دل ہائے خلق
چاہِ کنعاں اور ہے چاہِ زنخ داں اور ہے

برق اس پر ہنستی ہے روتا ہے اس پر اک جہاں
ابرِ باراں اور ہے یہ چشمِ گریاں اور ہے

خاک جنت میں لگے تا بعد مُردن دل مرا
نارِ غلماں اور ہے اندازِ انساں اور ہے

اس میں ہے داغِ فراق اے صبح اُس میں آفتاب
یہ گریباں اور ہے تیرا گریباں اور ہے

دل سے ہے کاوش اُسے تلووں سے ہے اُس کو خلش
خارِ مژگاں اور ہے خارِ مغیلاں اور ہے

جانور اُس پر ہے عاشق اور یہ عاشق آدمی
سروِ دبستاں اور ہے سروِ خراماں اور ہے 2

ہوتے ہیں خون اُس کے دیکھے سے تو اِس کی ضرب سے
جسمِ عریاں اور ہے شمشیرِ عریاں اور ہے 3

گرچہ دونوں خاک پر غلطاں ہیں لیکن فرق ہے
سنبلستاں اور ہے زلفِ پریشاں اور ہے

ناتراشیدہ ہے وہ اور یہ ہے سانچے میں ڈھلا
شاخِ مرجاں اور ہے دستِ حسیناں اور ہے

باعثِ ایماں ہے وہ غارتِ گرِ ایماں ہے یہ
نظمِ قرآں اور ہے رخسارِ جاناں اور ہے 4

فرق ہے شاہ و گدا میں قولِ شاعر سے بھی
شیرِ قالیں اور ہے شیرِ نیستاں اور ہے

---

1 ۔ اوّل ۔ مطلع ۔ب ۔ .... رخسارِ حیواں .....

2 ۔ اوّل ۔ب = ... چراغاں ....

3 ۔ اوّل ۔ ا = ... حرب ....

3 ۔ اوّل ۔ ب = ... چشم ....

4 ۔ اوّل ۔ ب = تسبیح ....

* اوّل میں مندرجہ بالا غزل 14 اشعار پر مبنی ہے ۔ مطبوعہ میں مندرجہ بالا غزل 15 اشعار پر مبنی ہے ۔
اس غزل کا شعر نمبر 2 مطبوعہ کا اضافی شعر ہے ۔

غیر نے آکے چھڑایا درِ جاناں مجھ سے دیو نے چھین لیا تختِ سلیماں مجھ سے

مجھ میں اور اس میں ہے اب آتش و سیماب کا ربط گرم جوشی کروں جتنی ہو گریزاں مجھ سے

ہوں وہ عریاں کہ کبھی چھو نہ گیا مجھ کو لباس ہوں وہ کانٹا کہ نہ الجھا کبھی داماں مجھ سے

بے خودی میں شبِ غم اپنے گریباں کے عوض پھٹ گیا صبحِ قیامت کا گریباں مجھ سے

میری قسمت کی وطن میں یہ سیہ بختی ہے تیرگی مانگتی ہے شامِ غریباں مجھ سے

گرچہ ہوں مور ولے رتبۂ بربادی میں اڑ کے جائے گا کہاں تختِ سلیماں مجھ سے ؟

لاکھ ہو گردشِ ایام یہ حاضر ہے مدام انس رکھتی ہے نہائت شبِ ہجراں مجھ سے

خانہ ویراں مجھے کہتا تھا ہر اک اے ناسخ اب تو آباد ہوا خانۂ زنداں مجھ سے

---

* یہ غزل اوّل میں بھی ہے - اوّل اور مطبوعہ میں اس غزل کا متن اور اشعار کی تعداد یکساں ہے -

و غزل ہے اُس میں مضمونِ دلِ مایوس ہے
جو ورق ہے مرے دیوان کا کفِ افسوس ہے

نتی دونوں کُچوں کی شمع ساں محبوس ہے
جو کٹوری تیری انگیا کی ہے اک فانوس ہے

ں جو ہے وہ تیرے داغِ عشق سے مانوس ہے
شاخِ گلبن میں جو ہے گویا پرِ طاؤس ہے 1

ستکِ مطرب ترے غم میں کفِ افسوس ہے
داغِ حسرت سے بطرِ مے عورتِ طاؤس ہے

جھ کو اپنے گوشۂ دل میں ہے اُس گلشن کی سیر
آسمانِ نیل گوں بھی جس میں اک طاؤس ہے

س قدر میں نے ملے دستِ حنائی کرکے یاد
خون سے فرقت میں رنگیں ہر کفِ افسوس ہے

یر پر تعویز اُس کے نقشِ پا کا چاہیے
بعد مرنے کے بھی ہم کو حسرتِ پابوس ہے

س مرے دل میں جگہ تیری ہے خالی اے صنم
سینہ ہے آتش کدہ / مرا ناقوس ہے 2
(ناله)

یا کروں شکوہ کہ روزن دیکھ کر دیوار کا
جانتا ہوں میں لگائے کان یہ جاسوس ہے 3

ام مے ہوتا نہیں لب ریز غیر از جامِ عمر
آسماں میری نظر میں شیشۂ معکوس ہے 4

رش سے تا عرش روشن ہے مرا حالِ تباہ
شمع ہوں میں سوزِ غم سے آسماں فانوس ہے

س کی بازی گاہ کا ہو یہ تنِ خاکی غبار
یا الٰہی مرغِ جاں جس طفل کا مانوس ہے 5

خاک ہو جاتے ہیں دونوں خاک میں ملنے کے ساتھ
چار دن کوئی گدا ہے کوئی کیکاؤس ہے 6

ننو نے جیسے کیا ہے کفر و دیں میں اتحاد
اپنی مسجد میں موذن کے عوض ناقوس ہے

چھوڑ دے میرا گریباں تانہ رسوا ہو کوئی
دستِ وحشت یہ کسی کا پردۂ ناموس ہے

ے صبا لے جا وہاں نالہ مری زنجیر کا
دل مرا منت کے طوقوں میں جہاں محبوس ہے

وصل کا وعدہ کریں گے صبح صاحب تو وفا
ہر شبِ فرقت میں بندہ زیست سے مایوس ہے

وصل کو لکھا ہے ناسخ دردِ عاشق کی دوا
دل ہمارا قابلِ تشخیصِ جالینوس ہے

---

1 ـ اوّل ـ ا = ... مایوس ....

2 ـ اوّل ـ ا = ... میرے دل میں اک ..

3 ـ اوّل ـ ب = ... کا ......

4 ـ اوّل ـ ب = ... تیری ....

5 ـ اوّل ـ ب = ... سے ....

6 ـ اوّل ـ ا = ... سب کوئی .....

* اوّل میں مندرجہ بالا غزل 17 اشعار پر مبنی ہے ـ مندرجہ بالا غزل کا شعر نمبر 7 اوّل میں نہیں ہے ـ

...ر یارِ جانی ہے بادہ ارغوانی ہے   شغلِ شعر خوانی ہے عالمِ جوانی ہے

...ک زرد سے ہمدم ہوئے عشق سے محروم   روتے ہیں لہو ہر دم چہرہ ارغوانی ہے

...ر سے گلستاں ہے مطربِ غزل خواں ہے   مستِ بادہ جاناں ہے لطفِ زندگانی ہے

...ال کس پری رو کی وقتِ فکر یاد آئی   آج کچھ بہت اپنی طبع میں روانی ہے

...ہ سے گر لگے مینا آبِ خضر ہو پینا   پی کے ایک دم جینا عمر جاودانی ہے

...ینہ بہ دوراں ہے اس میں عکسِ جاناں ہے   آپ اپنا حیراں ہے آپ اپنا ثانی ہے

...نہ/ نوٹ پٹتا گر تو وہ آتے میرے گھر   سینہ نہیں ہے یہ مجھ پر قہرِ آسمانی ہے

...نے والے روتے ہیں ایسی نیند سوتے ہیں   اُن پہ نوحے ہوتے ہیں اپنی وہ کہانی ہے

...ر ہو گیا ہے گھر نالہ شورشِ محشر   عین موت ہے دلبر اپنی زندگانی ہے

...ینچی ہے شبیہ اپنی اُس نے ناک جا آپ ہی   مُوقلم ہے زلف اُس کی ہاتھ اُس کا مانی ہے

...واب میں وہ آنے کا کیوں نہ اب کرے وعدہ ؟   یعنی کب جدائی میں مجھ کو نیند آتی ہے

...لِ وادیِ ایمن کو دے بیدِ مجنوں کو   تیرے رنگ میں لیلیٰ بانگِ لن ترانی ہے

...تاب کا کہنا ہے شراب کو زیبا   کس لیے کہ شیشے کا رنگ آسمانی ہے

...رِ خضر تک ناسخ ہے ثبات ہم کو بھی   جوہرِ سخن میں یاں آبِ زندگانی ہے

اوّل میں مندرجہ بالا غزل 20 اشعار پر مبنی ہے - اوّل میں اس غزل کے 6 شعر نمبر 2، 8، 9، 11، 14، 17، اضافی ہیں جو درجِ ذیل ہیں -

...جر میں مجھے جینا عین سخت جانی ہے   انتظار یار کو ناحق دم کی پاسبانی ہے

...تحاں کا احساں ہے نام کو مرے سر پر   اپنی تیغ قاتل کو آج آزمانی ہے

...لسلہ ہر اک مصرع ہے ہمارے دیواں کا   قید ...... بندش میں دشت معانی ہے 1

...ر اُدھر ہوا رخصت دم نے کی ادھر رحلت   کہتے ہیں جسے فرقت مرگِ ناگہانی ہے

...سبب نہیں ہنستا آج خود بخود اپنا   شاید اُس کی چوٹی کا رنگ زعفرانی ہے

...ب سے تجھ پہ غش میں ہم ہوش تک نہیں ہمدم   جس کو کہتے ہیں سب غم ایک یار جانی ہے

1 ـ ب = ناخوانا

اول(نسخہ مانچسٹر)

کی اضافی غزلیں

عالم کے آگے یار مرا منفعل ہوا
مر کر غمِ فراق میں میں کیا خجل ہوا

دریا کا نام چشم ہوا میرے جیوے پر
دوزخ کا نام سینۂ سوزاں میں دل ہوا

غنچہ ہو التجاب کی مانند شرم سے
جس پھول سے چمن میں وہ گل متصل ہوا 1

دیکھا جو غور سے تو سہی ہے ایک ہے
نافہ میں مشک نام ہوا رخ پہ تل ہوا 2

کیا چین سے ہم اس کے تصور میں محو تھے
کنجِ لحد میں شورِ قیامت مخل ہوا

ہو روشنی چراغ کی روغن سے جس طرح
مرہم سے اور داغِ جنوں مشتعل ہوا

ثابت قدم ہم اپنی وفا پر جو ہیں سو ہیں
ناسخ ہزار بار وہ پیماں گسل ہوا

---

1 ـ ا ـ ناخوانا
2 ـ ا ـ اول میں املا "سہی" ہے -
یہ غزل اول (نسخۂ مانچسٹر) میں ہے -
* یہ غزل بنیادی اور مطبوعہ کے مقابلے میں اضافی اور غیر مطبوعہ ہے -

رنگ میں شوخ ہے ایسا بدنِ سرخ ترا / حسن یہ سرسبز نہیں پیرہنِ سرخ ترا

سبز ہوتا نہیں جب سرخ ہوا سیب ولے / خط سے ہے سبز یہ سیبِ ذقنِ سرخ ترا

ہو گیا قہر مری جان کو نظارۂ گل / آ گیا یاد چمن میں بدنِ سرخ ترا

ہو ہمیشہ ترے کوچے میں شہیدوں کی بہار / رہے سرسبز الٰہی چمنِ سرخ ترا

بوئے گل پیرہنِ گل میں یہ پنہاں ہے وہ ماہ / تن نازک ہے نہ پیرہنِ سرخ ترا

ایک بوسے کے تصور میں یہ ہوتا ہے کبود / نہیں محتاج مسی کا دہنِ سرخ ترا

گور میں ہے جو لہو زخموں سے جاری ناسخ / حشر کو دے گا شہادت کفنِ سرخ ترا

یہ غزل اول (نسخہ مانچسٹر) میں ہے -

* یہ غزل بنیادی اور مطبوعہ کے مقابلے میں اضافی اور غیر مطبوعہ ہے -

جو پری تھا عشق نے آپ اُس کو دیوانہ کیا — آہ شمع طور کے شعلے کو پروانہ کیا

ہو گیا عاشق وہ میرے عشق کی تاثیر سے — جذبۂ مجنوں نے لیلٰی کو بھی دیوانہ کیا

آج تک عالم ہے جس کی نرگسِ مے گوں سے مست — اس کو . . . . . بادۂ الفت نے مستانہ کیا 1

جس کے قابوں میں ہے اب تک سینکڑوں کا نقدِ دل — مثلِ گنج اِن روزوں مسکن سے ویرانہ کیا

آہ کیا جی ان دنوں اس کا لگے عاشق کے پاس — گریہ وآہ فغاں سے اس نے یارانہ کیا

ہو گیا اک بار وہ بت نا آشنا سے آشنا — یعنی جس پر آپ کو عالم سے بے گانہ کیا ؟

ہو پریشاں تیری خاطر کی طرح ہی اور ہائے — دل کو چاکوں سے کسی کی زلف کا شانہ کیا

ہو گیا ہے مبتلا ایسا کسی کی چاہ میں — محو یوسف کا دلِ عالم سے افسانہ کیا

ہر گلی میں خاک اڑاتے پھرتے ہیں ناسخ وہ اب — سالہا جن کی گلی میں خاک میں چھانا کیا

---

1 ـ ب = ناخوانا

یہ غزل اوّل (نسخۂ مانچسٹر) میں ہے ۔

* یہ غزل بنیادی اور مطبوعہ کے مقابلے میں اضافی اور غیر مطبوعہ ہے ۔

تیرے کوچے میں سینے ..... ہمیں گویا   دلِ نالانِ عشاق اے صنم ناقوس ہمیں گویا 1

تیری فردوسِ محفل میں گزر ہوتا نہیں ہے اَن کا   تنِ پُر داغ سے عاشق تیرے طاوس ہمیں گویا

نحوست سے نہ دنیا میں کوئی خالی نظر آیا   ستارے سب کے سب افلاک پر منحوس ہمیں گویا

شگفت غنچۂ تصویر جو ممکن نہیں صاحب   تمہارے عاشقوں کے یہ دل مایوس ہمیں گــــویا

تجسس کرتے ہمیں اُن کا جو آکر مرے سینے میں   ستم گر یہ ترے ناوک نہیں جاسوس ہمیں گویا

نہیں ہے ان سے تا آخر نشاں مضمونِ شادی کا   ورق سب میرے دیواں کے کفِ افسوس ہمیں گویا

نہیں ہے ضعف کا یہ حکم جو باہر قدم رکھیں   ہم اپنے خانۂ ویراں میں اب محبوس ہمیں گویا

لحد سے جاتی ہے آواز دو دو کوس نالوں کی   پھونکے غم میں اپنے استخواں ناقوس ہمیں گویا

نہ چھوٹا سوزِ غم مجھ ناتواں سے بعد مُردن بھی   کفن میں استخوانِ شمع پہ فانوس ہمیں گویا

لغات ایسے ہمیں جن سے صاف ... حیراں ہمیں   تیرے دیواں ناسخ نسخۂ خاموش ہمیں گــــویا 2

---

1 ۔ ا ۔ ناخوانا

2 ۔ ا ۔ ناخوانا

یہ غزل اول (نسخۂ مانچسٹر) میں ہے -

* یہ غزل بنیادی اور مطبوعہ کے مقابلے میں اضافی اور غیر مطبوعہ ہے -

ری روؤں کی الفت میں میں دیوانہ ہوا — پھر یہ دلِ مشوقِ تصوّر سے پری خانہ ہوا
ننا ہے کل رہے سن کر ہمارا حالِ دل — دشمنِ خوابِ احبا اپنا افسانہ ہوا 1
ص حبا کر غیر بھائے حسن کے بازار سے — نقدِ دل جنسِ محبت کا جو بیعانہ ہوا
اب و آتش رنگ کی نرمی سے ہونٹوں پر مرے — جو بڑا تبخالہ ہو انگور کا دانہ ہوا
وہاں
کوئی ہے عاشق کہیں معشوق دنیا میں نہیں — شمع ہے جس جا / موجود پروانہ ہوا 2
عاشقی کرتے ہی بس ٹوٹی ہے مجھ پر بے کسی — آشنا پھر کون تھا جب دل ہی بیگانہ ہوا
غیر کی مجلس میں شغل مے کشی ہے اس کو آج — آج میری عمر کا لب ریز پیمانہ ہوا
طوف کرنے میں جو آیا یاد دورِ جام مے — خم ہوا زمزم تو مجھ کو کعبہ مے خانہ ہوا
آس کی زلفِ عنبر افشاں تک تو ہوتا دست رس — وائے قسمت ہا تھ ہی اپنا نہ کیوں شانہ ہوا
لگ گئی تصویر تیری ہر در و دیوار پر — گھر جو تیرے دور میں تھا وہ صنم خانہ ہوا
ان دنوں سنتے ہیں ناسخ کو ہوا سودائے عشق — جو کہ تھا فرزانۂ عالم وہ دیوانہ ہوا

---

1 ـ ب = ناخوانا
2 ـ ب = ناخوانا

یہ غزل اول (نسخۂ مانچسٹر) میں ہے -

* یہ غزل بنیادی اور مطبوعہ کے مقابلے میں اضافی اور غیر مطبوعہ ہے -

جو بوسہ لینے میں کل مجھ سے وہ شیریں دہن بگڑا
لگا کہنے بہت تیرا ہے ان روزوں چلن بگڑا

غرور اُس بت کی کرتے تھے بہت دعویٰ صباحت کا
مزا ہے جو ترا اے شمع کافوری بدن بگڑا

ہوا ہے خلق میں حرجا بہت بیہودہ گوئی کا
ترا کیا نیل کا بد ماٹ اے چرخِ کہن بگڑا

میں عاشق زلف کا ہوں مشک اے جراح رکھا تھا
ترے مرہم سے دیکھ آخر مرا ہر زخمِ تن بگڑا

نہیں کہتا تھا نہ بیٹھا کر رقیبوں کی تو صحبت میں
مزاج آخر یہ تیرا مجھ سے اے پیماں شکن بگڑا

جو مجھ کو جذب دل لایا تو اپنی موت آ پہنچی
ہمارا حمل کے سارا ہائے اے گل! پیرہن بگڑا

بسر جا کر کروں کا آہو انِ دشتِ غربت میں
تمہارا طور مجھ وحشی سے اے اہلِ وطن بگڑا

ہوئے گل زرد سنبل مو پریشاں سرو خم گشتہ
ترے جاتے ہی اے رشکِ چمن رنگِ چمن بگڑا

نائی کوہ پر تصویر شیریں کی تسلی کو
ترا نقشہ نظر آتا ہے پر اے کوہ کن بگڑا

خریداری ہے عالم میں نسیمِ زلفِ جاناں کی
ہمارا اب سودا ترا اے نافۂ مشکِ ختن بگڑا

مزا یاد آ گیا ہے کس لبِ شیریں کے بوسے کا؟
تمہارا ذائقہ جو آج اے کام و دہن بگڑا

بگڑ جاتا ہے سیبِ پختہ گردش روز رکھتے ہیں
تماشا ہے کہ برسوں میں نہ وہ سیبِ ذقن بگڑا

وہی نالوں کی رنگت ہے وہی آنکھوں کی گردش ہے
ہوا آغازِ خط لیکن نہ وہ نازک بدن بگڑا

یہ خطِ مصحفِ رخ یک قلم کیا خوب لکھا ہے
نہ کوئی کاتبِ قدرت سے حرف اے سیم تن بگڑا

بتایا مے کشوں نے رات ایسا جوشِ مستی میں
کہ شب عمامۂ زاہد میانِ انجمن بگڑا

بنایا تھا ہدف مجھ کو گرایا غیر کو تو نے
ترا کچھ ہاتھ ان روزوں ہے اے ناوک فگن بگڑا

رقیب اپنا دم سک ہے نہ کیوں سر مارے ایسے
ہزاروں بار کو اس بے حیا کا بانکپن بگڑا

ہوش زخموں کے لٹنے سے ہماری زیب اے قاتل
نہ شق ہونے سے جیسے روئے گل ہائے چمن بگڑا

بتوں پر مر گیا ہوں میں بتوں کے نام لکھنے ہی
کفن دو اور مجھ کو میرا فرسودہ کفن بگڑا

نہیں ممکن غرور شبنم سے رنگِ جامۂ گل کو
پہننے سے کبھی اُس کا نہ رنگِ پیرہن بگڑا

غزل کہوائی ہے مجھ سے یہ جبراً ایک صاحب نے
سخن میرا تصور اصلاً جو اندازِ سخن بگڑا

---

* یہ غزل اول (نسخۂ مانچسٹر) میں ہے - بنیادی اور مطبوعہ میں نہیں ہے - یہ غزل غیر مطبوعہ ہے -

ـیرِ میدانِ عدم کو جو مرا دل دوڑا
یاد بن کر میں پسِ توسنِ قاتل دوڑا

ـر کو صرصر نے کہا مجھ سے بھی کیا جلد ہے تُو
نیر جب دشتِ جنوں میں میرے شامل دوڑا

اؤ گردابِ بلا سے نہ لنانے میں نسے
ہاتھ پھیلا کر مرے واسطے ساحل دوڑا

ـیں پیغام ہی کہتا ہے سو اللہ رے شوق
ساتھ قاصد کے گیا تھا کئی منزل دوڑا

ـارِ رہ ہے ترے کوچے کے سوا ہر جادہ
اپنے جاسوس نہ سمجھے میرے قاتل دوڑا

جو
ـ گیا دمیان / قاتل کی ہم آغوشی کا
ہاتھ پھیلا کے لینے کو میں بسمل دوڑا

ـابر سان گرد جو اٹھی فرسِ قاتل کی
ہرن کی مانند میں پابندِ سلاسل دوڑا

ـمعِ رُو جو نظر آیا مجھے اس محفل میں
مثلِ پروانۂ جاں باز مرا دل دوڑا

ـہو گیا چاک گریباں یہ اُن سے نہ کہیں
دستِ مجنوں طرفِ دامنِ محمل دوڑا

ـدل ذرا اس کی نظر سے تو اٹھانے کے لیے
چھوڑ کر عرش کو ہر عرش کا حامل دوڑا

ـتو جو محفل سے اُٹھا رات ترے پیچھے ہی
چھوڑ کر شمع کو پروانۂ محفل دوڑا

ـفصلِ گل آنے نہیں پائی ابھی گلشن میں
لے کے صیاد چھری سوئے عنادل دوڑا

ـ دستجو جو کہ ہمیں ہے وہی ہے اُس کو تلاش
رات بھر ساتھ ہمارے مہِ کامل دوڑا

ـکام آیا ہی جنوں کیا ہی کہ آج اے ناسخ
سنگ اندازی کو وہ حور شمائل دوڑا

یہ غزل اول (نسخۂ مانچسٹر) میں ہے -

مندرجہ بالا غزل بنیادی اور مطبوعہ کے مقابلے میں اضافی اور غیر مطبوعہ ہے -

خواب میں تو نے جو منہ اپنا دکھانا چھوڑا — خواب ہی نے مری آنکھوں میں اب آنا چھوڑا

تجھ سے انصاف تو کر جھٹ نہ سکا ایک رقیب — ہم نے کیوں کر تری الفت میں زمانہ چھوڑا

کیا خبر تھی کہ تری غیر کے دل میں ہے جگہ — رات ہم نے نہ ترا کوئی ٹھکانہ چھوڑا

نام اک مسنے کا تھا اس میں سو قاتل نے — دہنِ زخم سے بھی ہم کو ہنسانا چھوڑا

ضد یہ عاشق سے ہے اس کو کہ بہانہ ہے پتنگ — اپنی محفل میں چراغ اس نے جلانا چھوڑا

اس قدر اس میں نہیں خلق کے بہتان کا ہے — کہ تصور میں بھی پاس اس کو بٹھانا چھوڑا

حرفِ مطلب جو نکلنے میں کچھ اُن میں ناسخ — اس اشعار کا بھی ہم نے ٹھہرانا چھوڑا 1

---

1 ـ ا ـ کذا ـ ایسے (؟)

* یہ غزل اول (نسخۂ مانچسٹر) میں ہے ـ یہ غزل مطبوعہ اور بنیادی میں نہیں ہے ـ

یہ غزل غیر مطبوعہ ہے ـ

کر سکے کیا وصف کوئی اُس کے حسنِ پاک کا ۔۔۔ جس کی تہ پاک ہیں، ہے درک غیر ادراک کا

شانِ عریانی نشانِ عدل دنیا میں ہے ۔۔۔ یہ نہیں محتاج سارے جسم میں پوشاک کا

کعبے کے بھی توڑنے میں کچھ نہیں خطرہ جسے ۔۔۔ خانۂ دل ہے گذرگاہ اُس بتِ بے باک کا

اس قدر نازک ہے وہ بدمست ہو جاوے وہیں ۔۔۔ باغ میں اُس پر اگر پڑ جائے سایہ تاک کا

بیٹھ کر شامِ فرقت سے پھاڑے پیرہن ۔۔۔ گر سحر سن پائے نالہ مجھ گریباں چاک کا

ہو گئیں اس میں تمنائیں مری لاکھوں شہید ۔۔۔ دل مرا شاید بنا ہے کربلا کی خاک کا

کر دیا رتبے میں اپنے سرکشی میں آپ سے ۔۔۔ خاکساری کیوں نہیں کرتا یہ پُتلا خاک کا

بھیج دے دھونے کے بدلے تو جو خوشبو سار پاس ۔۔۔ عطر وہ کھینچے تری اُتری ہوئی پوشاک کا

جز خجالت صحبتِ ممسک سے کچھ حاصل نہیں ۔۔۔ سرنگوں کرتا ہے انساں کو اترنا تاک کا

سر شور مجھ دل جلے کی خاک کا اختر بنا ۔۔۔ پر ہیولے میں ہے انساں کو اثر تریاک کا

بو کر گل ہو یاسمیں، ہے جسم نازک اُس سے بھی ۔۔۔ ہو اگر گلبرگ تر کیسہ ترے … دلاک کا

کیا جفائے چرخ سے ہم سینہ افگاروں کو کام ۔۔۔ کب عقیق کندہ کو باقی ہے غم حکاک کا

کیا عجب دیواں مرا جل جائے یا غرقاب ہو ۔۔۔ سب بیاں ہے سوزِ آہ اور دیدۂ نمناک کا

ذبح ہو کر بھی رہا میں توسنِ قاتل کے ساتھ ۔۔۔ میں نے کام اپنے تڑپنے سے لیا فتراک کا

کام میرا ناامیدی نے کیا ناسخ تمام ۔۔۔ دھیان میرے قتل پر آیا نہ اُس سفاک کا

یہ غزل اول (نسخہ مانچسٹر) میں ہے ۔

* یہ غزل بنیادی اور مطبوعہ کے مقابلے میں اضافی اور غیر مطبوعہ ہے ۔

چراغِ زیست مرا جب تلک کہ روشن تھا
فتیلہ نالۂ دل تھا تو اشک اُس کا روغن تھا

نظر پڑا جو مجھے ایک کودکِ دہقاں
بسانِ ماہ وہ کافر میان خرمن تھا

گلہ نہیں ہے خرابی کا کچھ کہ مثل حباب
طفیل سیلِ بلا اپنا خانۂ تن تھا

رہی نہیں مجھے اب دوستی حسینوں سے
گئے وہ دن کہ مرا اک جہان دشمن تھا

نہ کیوں لطیف کو ہوتی کثیف سے نفرت
کہ روح کو تنِ خاکی غبارِ دامن تھا

فراغ غم ہی ہوا جب سے دل بتوں نے لیا
.... جو تھا مجھ کو ... تھا

جو موج ریگ تھی سنبل کو کر دیا ہے سرو
نشاں تھے پاؤں کے گل مجھ کو دشت گلشن تھا

خبر ہوئی نہ شبِ یارِ ہجر کی مجھ کو
تمام رات خیالِ عذارِ روشن تھا

میں ادبِ حسن سے کس طرح جھانکتا اُس کو
کہ چشمِ شیر تھی دیوار میں جو روزن تھا

جھپک دکھاتے ہی وہ شہسوار جب کہ چلا
ہماری پیکرِ خاکی غبارِ توسن تھا

وہ آشنا ہو ترا جو کہ غیر ہو سب سے
میں شیخ دیر میں تھا کعبے میں برہمن تھا

میں نعرہ زن تھا فقط اور تھے سب ہی خنداں
میں عندلیب تھا شاید زمانہ گلشن تھا

ہوا ہوں موم ترے عکسِ رخ سے آئینہ
وہ یا کبھی کفِ داور میں وہ آہن تھا

فنا ہے خضر کو لیکن مجھے نہیں ناسخ
زیادہ آبِ بقا سے بھی آبِ آہن تھا

-

1 ـ ب ـ ناخوانا

یہ غزل اول (نسخۂ مانچسٹر) میں ہے -

* یہ غزل بنیادی اور مطبوعہ کے مقابلے میں اضافی اور غیر مطبوعہ ہے -

تذکرہ ہے جام اجل میں میری مے نوشی کا
ہے مری مرگ سے عالم مری بے ہوشی کا

کعبہ تھا دل ہی ہمارا سو ہوا ہے مردہ
یہی باعث تو ہے کعبے کی سیہ پوشی کا

گفتگو میری سمجھتا نہیں تم میں کوئی
وہ سمجھتے ہیں باعث مری خاموشی کا

. . . . . . - تیری سبک دوشی کا
یاں افتادہ ہے اک مری سبک دوشی کا [1]

شاکی اس کا ہوں تو کہتا ہے، ہے نسیاں کا ذکر
یاد ہے اس کو یہ انداز فراموشی کا

دہن ایک وہم ہے، باطل ہے گمانِ خفگی
شکوہ بے جا ہے دلا! یار کی خاموشی کا

برملا راز نہاں ہوتے، یہ اب اے ناسخ!
جام سے مقصد صراحی کو ہے سرگوشی کا

---

* یہ غزل اول کی اضافی غزل ہے۔

۱۔ ناخوانا۔

ساتھ ملنے کا بھی اب مجھ کو گلہ جاتا رہا
کیا نسیم بوئے گل کا قافلہ جاتا رہا

سنبلِ جنت ہوئی لیلیٰ کی زلفِ عنبریں
قیس کی دیوانگی کا سلسلہ جاتا رہا

قابلِ نظارۂ جاں بازیٔ عاشق ہے تُو
عشق کا مجھ کو گردن کیا حوصلہ جاتا رہا

چند روز آگے نظر آیا نہ مجھ کو اے پری
وہ جنونِ عشق کا اب ولولہ جاتا رہا

تھا جو ناسخ فرق صبح و شام میں دن رات کا
اس نے منہ پر زلف چھوڑی فاصلہ جاتا رہا

---

* یہ غزل اوا، کی اضافی غزل ہے -

مر کے جب زندہ ترا عاشق جاں باز ہوا
سامنے تیرے مقرر منکر اعجاز ہوا

شاخ طوبیٰ کا نشیمن جو اسے یاد آیا
مرغِ روح قفس مائلِ پرواز ہوا

عشق میں گر ہوئے پامال جہاں اہل نیاز
اس کی رفتار کے ۰۰۰ یک بہ یک ناز ہوا ۱

باغ زنداں کو سمجھتا ہے مرا بلبلِ روح
قفسِ تن میں جو یوں زمزمہ پرواز ہوا

عشق کرتے ہی سمجھے موت کا آیا پیغام
شکر صد شکر کہ افسانہ مرا راز ہوا

ترکِ ظاہر سے درِ دولتِ باطن پایا
آنکھ جب بند ہوئی دیدۂ دل باز ہوا

تھا جو صیادِ فلک فکرِ گرفتاری میں
لیک ناسخ نہ اسیرِ قفسِ آز ہوا

---

* یہ غزل اول کی اضافی غزل ہے۔

۱۔ ب ۔ نا خوانا ۔

مجھ (سے) سیکھا ہے مگر طرزِ گریز اے یار! خواب — میری آنکھوں کے حضور آتا نہیں زنہار خواب

کر دیا کیسا خراب اس گھر کو سیلِ اشک نے — کیوں مری آنکھوں میں آنے سے نہ رکھے عار خواب

بسترِ گل پر بھی یاں بے یار نیند آتی نہیں — گرچہ کہتے ہیں کہ آتا ہے بہ روئے دار خواب

کیوں نہ آئے کوئے جاناں میں سگِ جاناں پہ رشک — چین سے کرتا ہے زیرِ سائہ دیوار خواب

غفلت میں جو ہیں نہ کیوں کر ان کو غفلت ہو عزیز — باعثِ صحت ہے بہرِ مردمِ بیمار خواب

چشمِ باطن میں تماشا ہے جہاں بے ...... ہے — فی الحقیقت دیکھتے ہیں دیدۂ بیدار خواب ۱

کم جنازے سے نہیں شب ہائے فرقت میں پلنگ — موت سے بھی مجھ کو بد تر ہے کہیں بے یار خواب

خواب میں کیا ہو حمائل گردنِ جاناں میں ہاتھ — ہو رہا ہے بختِ خفتہ کے گلے کا ہار خواب

چشمِ ظاہر گر ہے روشن چشمِ باطن کور ہے — یہ نہیں ممکن کبھی دیکھے کوئی بیمار خواب

.... خالی میں ہے غفلت کی دلیل — محفلِ اہلِ عزا میں پائے کیوں کر بار خواب

خواب میں ہے .... — موت کی اب فکر کرنا سخ نہیں درکار خواب

---

* یہ غزل اول کی اضافی غزل ہے ۔

۱ ۔ ا ۔ نا خوانا ۔

۲ ۔ ا ۔ نا خوانا ۔

۳ ۔ ا ۔ نا خوانا ۔

کہہ رہا ہے ایک جاہل میرے دیواں کا جواب
بو مسیلم نے کہا جس طرح قرآں کا جواب

کیا کلام اللہ سے نسبت ہے اس ناپاک کو
چاہیے فرعون کو دے اپنے ہاماں کا جواب ۱

.... دیکھنا اے ہمصفیران چمن !
دے یہ زاغِ مزلہ مرغِ گلستاں کا جواب ۲

عقل سے معذور ہے حاسد ، جو ہوتی کچھ بھی عقل
کیوں بنا شداد ، کرتا باغ رضواں کا جواب

کیوں ہے اے حاسد تجھے میرے جوانوں کا خیال ؟
کب کوئی غیرت دیتا تھا سلیماں کا جواب

اس چمن سے ہم صفیر و ادب اٹھاو آشیاں
چغد یاں دیتے ہیں مرغان خوش‌الحاں کا جواب

ہے مگر روباہ اپنی زندگانی سے خفا
دیتے ہیں جو نعرہ شیر نیستاں کا جواب

حق ہے حق ہی ، باطل ہے باطل پیش ارباب عزیز
کافر اپنے زعم میں دے گو مسلماں کا جواب

.... کا .... تمام
ناسخ اب تحریر کر مکتوب ہاماں کا جواب ۳

---

۱ ۔ نسخہ بنارس اور خوش معرکہ زیبا میں "کلیم اللہ" ہے ۔
۲۔ ا ۔ نا خوانا ۔
۳۔ ا ۔ نا خوانا۔
* یہ غزل اول کی اضافی غزل ہے ۔

ہم نے کیا پایا ہے ساقی سخت منحوس حباب !
جامِ خالی ہے جو مثلِ جامِ معکوسِ حباب

ناتوانی کے سبب باہر نکلنا ہو محال
گر کریں بالفرض پنجۂ وحشی کو محبوسِ حباب

اس بتِ کافر کو سب کہتے ہیں جو دریائے حسن
چاہیے زنارِ موج آب و ناقوسِ حباب

عشقِ غارت گر کو کیا ہو میری بربادی کا غم
لطمۂ دریا کو کب ہوتا ہے افسوسِ حباب

کب گریز اہلِ فنا کو ہے بلائے دہر سے
ہے ازل سے مسکنِ سیلاب فانوسِ حباب

بحر ہے ہر بحر جنت ہر ورق دیوان کا
راندہ ہے مضمونِ یار موج و طاوسِ حباب

بحرِ غم میں کوئی ساعت کا میں اب مہمان ہوں
ہے برابر میری جان اور جان مایوسِ حباب

آگے سیلِ اشک کے نوبت یہ دریا کی ہوئی
ہیں نیلگوں موجوں کے جھنڈے واژگوں کوسِ حباب

شمعِ رخسارِ صنم کا عکس پڑ جائے اگر
جمع ہوں پروانے لاکھوں گرد فانوسِ حباب

مکر کھل جاتا ہے جلد اہلِ ہوا کا دہر میں
کیا رہے اک دم سے افزوں ولے سالوسِ حباب

عکس اس شمعِ تجلی کا جو پانی میں پڑے
شعلہ داہر موج ہو جل جائے فانوسِ حباب

بختِ واژوں سے ہے ناسخ کو جہاں میں بے نصیب
جیسے جرم .... خالیِ جامِ معکوسِ حباب

---

* یہ اول کی اضافی غزل ہے -

تیرے کوچے میں کھڑا رہتا ہوں یوں اے یار چپ
رات دن جس شکل سے ہو صورتِ دیوار چپ

کارواں شہرِ خاموشی کا ہے زیرِ جسد تک
اس لئے رہتے ہیں اے قاتل! لبِ سوفار چپ

قیمت اس شیریں زبانی سے بیاں یوسف نے کی
ہو گیا حیرت سے سارا مصر کا بازار چپ

فاش ہوتے ہیں کمالِ عشق میں اسرارِ عشق
جوشِ مے میں بھی نہیں ۰۰۰ کہ ہوں بے خار چپ ١

ہیں یہ بت واللہ بے دردان کو کس کا ہے خیال
سمجھتے ہیں ، مر گئے ، ہو جائے اگر بیمار چپ

تیرے کوچے میں جو کرتا ہوں فغاں معذور ہوں
کس طرح گلزار میں ہو بلبلِ گلزار چپ

ہے قیامت صحبتِ اربابِ غفلت کا اثر
پاس ہوتا ہے جو کئی ، رہتے ہیں بیدار چپ

خواب میں بھی یار کے سونے کا اگر آیا خیال
بول اٹھا پاسِ ادب ہاں اے لبِ سوفار چپ

روندنے والے نہ ہرگز درد سے ہوں نعرہ زن
صبر سے گر پائمالی میں نہ ہو ہر خار چپ

خوش کلامی اس کی ہو جس بزم میں حیرت فزا
ہوں وہیں انسان کی مثل روزنِ دیوار چپ

کیوں نہیں دیتا کسی کو تو جواب اے سنگ دل
سن کے جب آواز کو رہتے نہیں کوہسار چپ

لال ہوتی ہیں زبانیں ناسخ اپنی سانس سے
بغض سے دشمن نہیں ہیں سن کے یہ اشعار چپ

---

* یہ اول کی اضافی غزل ہے۔

١۔ ب۔ نا خوانا۔

ایسی تپِ غم سے دلِ نالاں میں لگی آگ
جب نالہ کیا عالمِ امکاں میں لگی آگ

یہ سوزشِ غم ہے پسِ مردن کہ میں نے
جب سانس بھری روضۂ رضواں میں لگی آگ

ساتھ اشک کے آنے لگے لختِ دلِ سوزاں
دیکھو کبھی کہ خس خانۂ مژگاں میں لگی آگ

ہے صبحِ شبِ وصل ہوئے گرمِ فغاں ہم
سمجھو نہ شفق گنبدِ گردوں میں لگی آگ

یہ آتشِ رنگِ لبِ جاناں نے جلایا
اخگر ہوئے یاقوت بدخشاں میں لگی آگ

پہلو کی جلی ہڈیاں، نالاں جو ہوا دل
یا شیر کے نالوں سے نیستاں میں لگی آگ

تیرے لبِ جاں بخش ہوئے پان سے جب سرخ
عالم نے کہا چشمۂ حیواں میں لگی آگ

آیا جو نظر ہجر میں جب رنگ گلوں کا
سمجھا ہوں یہی صحنِ گلستاں میں لگی آگ

دریا میں لگا دھونے جو تُو دستِ حنائی
مشعل کی طرح پنجۂ مرجاں میں لگی آگ

بدنام ہوئی آہِ شرر بار ہماری
ناسخ جو کبھی کوچۂ جاناں میں لگی آگ

---

* یہ اول کی اضافی غزل ہے۔

کیوں ہو شبِ وصال نہ فرقت کی شب سے کم
کیا خط نے آکے اس کو.............دیا
جس دن سے کوہ کن کی سنی اس نے سر گزشت
ہے یہ مرض بھی کچھ ملک الموت کے قریب
ساقی لگا دے منہ سے جو دینا ہو جام سے
سب سے زیادہ عشق میں کامل ہوں میں اگر
زلفوں میں اسی طرح ہے رخ اُس سروِ مہر کا
سمجھوں زیادہ اس کو میں دونوں جہان سے
کرتا ہوں مغبچوں کے بے بیں میکدوں کی سیر

عیش و طرب جہاں میں ہے رنج و تعب سے کم
تا حسن کا غرور اسے آئے اب سے کم ۱
کرتا ہے مجھ پہ خود وہ سفاک تب سے کم
سمجھی ہے جان اس غم فرقت کی شب سے کم
رکھتے ہیں ربط ہاتھ ہمارے طلب سے کم
ہے قدر میرے یار کی..........سب سے کم ۲
جس طرح روزِ فصلِ زمستاں ہو سب سے کم
پاؤں جو اس گلی میں جگہ دو وجب سے کم
ناسخ میں ربط رکھتا ہوں بنت العنب سے کم

---

*یہ اول کی اضافی غزل ہے -

۱- ا- نا خوانا -

۲- ب- نا خوانا -

عشق نے پھر دل کو دی ہے بےقراری ان دنوں ‏ ‏ ‏ پھر ہے مجھ کو شغلِ آہ و زاری ان دنوں

تیری باتیں اے ستم گر ! قتل کرتی ہیں مجھے ‏ ‏ ‏ ہے بہت تیغِ زباں پر آبداری ان دنوں

عشق کے آزار میں ایسا ہوا ہوں ناتواں ‏ ‏ ‏ زندگی اپنی مجھے لگتی ہے بھاری ان دنوں

کب پہنچ سکتا ہے ہم سے ناتوانوں کا غبار ‏ ‏ ‏ تیز جاتی ہے بہت ان کی سواری ان دنوں

اپنے در سے وہ اٹھاتا ہے میں اٹھ سکتا نہیں ‏ ‏ ‏ کر رہی ہے ناتوانی دوست داری ان دنوں

کھینچیں ہیں شعروں میں تیری چشمِ جادو کی شبیہہ ‏ ‏ ‏ دیکھ میرے کلک کی جادو نگاری ان دنوں

آئینے میں شبہ ہو جاتا ہے اپنی شکل پر ‏ ‏ ‏ اس قدر تغیر ہے حالت ہماری ان دنوں

سنا جاتا ہے جی اپنا قفس میں مت کہو ‏ ‏ ‏ چل رہی ہے باغ میں بادِ بہاری ان دنوں

دیکھ کر ناسخ شرابِ عشق کی بد مستیاں ‏ ‏ ‏ بھاگتی ہے دور ہم سے ہوشیاری ان دنوں

---

* یہ اول کی اضافی غزل ہے۔

ظلم سے ظلم ہوں تو بھی ان کو ادا سمجھتے ہیں　　اہلِ وفا جفا کو بھی عین وفا سمجھتے ہیں

ہیں جو توکل آشنا رکھتے ہیں اس قدر غنا　　افسرِ بادشاہ کو جامِ گدا سمجھتے ہیں

مائلِ قتلِ عاشقاں کیوں نہ ہوں ان کی شوخیاں　　خون کو جو بہرِ دست و پا رنگِ حنا سمجھتے ہیں

تیرے بغیر اے صنم! باغ میں کیا رکھیں قدم　　موج نسیم گل کو ہم تیغ قضا سمجھتے ہیں

زمزمے عندلیب کے سچ ہے وہ کیا سمجھتے ہیں　　چند فغاں کناں کو نغمہ سرا سمجھتے ہیں

رتبہ بندہ خدا خاک ہوا اس کے سامنے　　خسرو سے لیے کیے تابہ خوک جو کہ خدا سمجھتے ہیں

ناسخِ نکتہ سنج کیا .... کا ہے گلہ　　ہیں جو سخن سے آشنا رتبہ ترا سمجھتے ہیں ۱

---

* یہ اول کی اضافی غزل ہے۔

۱۔ ا ۔ نا خوانا ۔

ضعف ایسا رنجِ فرقت سے ہمارا تن میں ہے
جان ہے تن میں وہ یا مردہ کوئی مدفن میں ہے

یہی ہے میرا مقولہ جان جب تک تن میں ہے
آرزو بر آئے یا رب جو دلِ دشمن میں ہے

حال عالم کا عیاں ہوتا ہے اپنے حال سے
فی الحقیقت جو ہے دانے میں وہی خرمن میں ہے

دل اسیرِ زلف ہے سینہ غمِ فرقت سے دل
دام میں بلبل گرفتار آشیاں گلشن میں ہے

جب تلک آنکھوں میں بینائی ہے دیکھوں گا تجھے
جان میں تجھ کو کہوں گا جان جب تک تن میں ہے

صحبتِ اہلِ خرد سے پھٹ گیا ہے دل مرا
کیوں جنوں درکار مجھ کو چاکِ پیرا ہن میں ہے

بوئے خوں آتی ہے سیرِ مادرِ ایام سے
پرورش کا طور عزرائیل کے دامن میں ہے

خانۂ دل ہے تجلی گاہِ جاناں اے کلیم!
وادیِ ... میں ہے جو وادیِ ایمن میں ہے ا

ہے ادھر تکلیف بے جا تجھ کو اے برقِ بلا
جائے دانہ تودۂ آتش مرے خرمن میں ہے

ہے تماشا گاہِ عالم میرے داغوں کی بہار
سینے پر اشکِ رواں، آبِ رواں گلشن میں ہے

کیوں کر اس پر میں اٹھاؤں منت و احسانِ خلق
بار سر کی ہے کہاں طاقت مری گردن میں ہے

ہوتی ہے بدلی سے ظاہر جیسے بجلی کی چمک
اس طرح سونے کی زنجیر اس کے پیراہن میں ہے

یوں تسلی دل کو دیتے ہیں تری فرقت میں ہم
گر نہیں وہ طفل طفلِ اشک تو دامن میں ہے

پڑتی ہے پوشاک پر کب حسن بینوں کی نگاہ
فرق کیا آنکھوں میں پھر اور دیدۂ سوزن میں ہے

دوڑتی ہے یوں رقیبِ سنگ دل پر اپنی تیغ
رابطہ جس طرح مقناطیس اور آہن میں ہے

فوجِ غم سے کیا گرفتاری میں ایمن ہو گیا
دامِ گیسو میں نہیں دل مرا جوشن میں ہے

پردہ ہائے چشم میں پردہ دری مجنوں کی ہے
وہ پری پیکر دلِ صد چاک کی چلمن میں ہے

پڑھتے ہوں گے فاتحہ ناسخ محبانِ وطن
ہم نجف میں ہیں نجانے کون واں مدفن میں ہے

---

* یہ اول کی اضافی غزل ہے۔

ا۔ ب۔ نا خوانا۔

سو قصوں سے بہتر ہے کہانی مرے دل کی
سن اس کو تو اے جان زبانی مرے دل کی

ہر نالے میں یاں ٹکڑے جگر ہوتا ہے بلبل
آساں نہیں طرز اُڑانی مرے دل کی

ہوتی ہے شہید اک نہ اک روز تمنا
موقوف ہو کیا مرثیہ خوانی مرے دل کی

پیری میں بھی ملتا ہے جو کمسن کوئی محبوؔ
کرتی ہے وہیں عود جوانی مرے دل کی

تقسیم کیے پارۂ دل بزمِ بُتاں میں
ہر ایک ہے پاس نشانی مرے دل کی

مانندِ ترنج اس پہ چھری پھیری ہے غم نے
ہے کچھ خبر یوسفِ ثانی ! میرے دل کی

اک بات میں ہو جائے مسخر وہ پری رُو
سنتا ہی نہیں سحر بیانی مرے دل کی

ہے ابر تو کیا چاہیے فلک کو بھی جلا دے
بجلی میں کہاں شعلہ فشانی مرے دل کی

زلفوں میں کیا قید نہ ابرو سے کیا قتل
تو نے تو کوئی بات نہ مانی مرے دل کی

یہ بارِ غمِ عشق سمایا ہے کہ ناسخ
کہسار سے افزوں ہے گرانی مرے دل کی

یہ اول کی اضافی غزل ہے -

چل سوئے چمن ساقی سرما یہ گلابی ہے
ایمائے قدح نوشی غنچے کی گلابی ہے

اے ابرِ شرور رحمت کیا سنتِ بساراں ہے
ان روزوں میں گردوں پر جو موج ہے آبی ہے

اے عاقبت اندیشو کیا قصر بناتے ہو؟
آغازِ عمارت کا انجام خرابی ہے

ہے کون جویاں اگر دو دن کو نہیں بھٹکا
مے خانۂ عالم میں جو ہے سو شرابی ہے

کیا شاعر شیطانی فکر اپنی کریں عالی
ہر مصرع گرم اپنا اک تیرِ شہابی ہے

لختِ دل سوزاں ہیں سیخ مژہ پر ہر دم
ہر دیدۂ تر گویا دکانِ کبابی ہے

ہیں دیدۂ گریاں کے مضمون تمام اس میں
دیوان مرا گویا دیوانِ سحابی ہے

مدت سے کتب خانہ ہے محو طبعیت سے
دن رات تصور میں وہ روئے کتابی ہے

بالے میں سکونت ہے دن رات جو اے ناسخ!
یہ مردمِ دیدہ بھی کیا مردم آبی ہے

یہ اول کی اضافی غزل ہے۔

کرکے کشتہ دیتے ہیں جی شوخ ترسائی مجھے
امتِ عیسیٰ دکھاتی ہے مسیحائی مجھے

آگیا جب سے نظر وہ شوخ ہر جائی مجھے
کو بہ کو در در لیے پھرتی ہے رسوائی مجھے

کام عاشق کو کسی کی فتح بینی سے نہیں
حسن ۰۰۰۰۰۰ دی ہے بینائی مجھے ۱

جو رسہتا ہوں بتوں کے ناتوانی کے سبب
دل اٹھا لوں اس قدر کب ہے توانائی مجھے

جس طرح آتا ہے پیری میں جوانی کا خیال
وصل کی شب یاد روزِ ہجر میں آئی مجھے

کتنے اک اک نام پر گور میں مردے ہیں دفن
بعد مردن بھی ہوئی دشوار تنہائی مجھے

مثلِ ساغر بزمِ عالم میں کب خنداں ہوا
کس لئے دیتا ہے گردشِ چرخِ مینائی مجھے

بات کی میں نے تو بولا ۰۰۰۰۰۰ خموش
قتل کرتی ہے ستم گر! تیری ہرزائی مجھے ۲

عین دانائی ہے ناسخ عشق میں دیوانگی
اب سودائی ہیں جو کہتے ہیں سودائی مجھے

---

* یہ اول کی اضافی غزل ہے۔

۱۔ ب۔ ناخوانا۔

۲۔ ا۔ ناخوانا۔

غم نہیں دشمن اگر میرا سوارِ فیل ہے
ایسے ہیں رو پوش لوگ آئینہ انصاف سے
میں کس کو کیا سمجھتا ہوں میرا ہے وہ امیر
یہاں تصور میں جو وہ دیدہ ۰۰۰۰۰۰۰
شاہ ملک عشق ہوں صحرائے ۰۰۰۰۰۰۰۰
میں مسلماں تو ہے نصرانی ۰۰۰۰۰۰۰ اتفاق
دل ہے بیت اللہ میرا حافظ اس کا ہے خدا
سارے عالم سے نرالا باوا آدم ہے ترا
کر سکے گا کیا کسی کا رزق تو کم یا زیاد
مال میں سمجھا نہ تیری مالداری کو اگر
کس سے ۰۰۰ کا اب قصد اے ناسخ کریں

کافی اس کے واسطے اک ریزۂ سجیل ہے
نار میں رشک پری ہیں ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ ۱
جس کے نوبت خانے میں فرمائے اسرافیل ہے
غم نہیں دشمن اگر میرا سوار فیل ہے ۲
۰۰۰ ہے بگولا خیز داغ جنوں اکامل ہے ۳
تابع قرآن ہوں میں تو تابع انجیل ہے ۲
غم نہیں اے ابرہہ گر تو سوارِ فیل ہے
دل میں تیری قابلیت سے خجل قابیل ہے
اس کی تو تقسیم میں بے دخل میکائیل ہے
اس میں ہے توقیر میری اور تری تذلیل ہے
مرشد اپنا ہے وہی جو مرشدِ جبرئیل ہے ۵

---

* یہ اول کی اضافی غزل ہے۔

۱۔ ب ۔ نا خوانا ۔

۲۔ ا ۔ نا خوانا ۔

۳ ۔ ا ۔ نا خوانا ۔

" ب ۔ نا خوانا۔

۴۔ ا ۔ نا خوانا۔

۵۔ مقطع ا۔ ناخوانا۔

مطبوعہ دیوانِ اول کے

متفرق اشعار

متفرق اشعار

سر کے بدلے شوق سے سر لیجیئے عشاق کا
گنجفے کے طور سے برہم زمانہ ہو گیا

لوحِ محفوظ اک نگینہ ہے علی کے نام کا
عرش کہتے ہیں جسے زینہ ہے اُس کے بام کا

رجعتِ خورشید اور شق قمر سے ہے عیاں
ہے نبی مالکِ لیالی کا علی ایام کا

سنبلِ شب گوں کی جا دیکھی شب فراق
ہو گیا میں دل کے پھنستے ہی گرفتارِ فراق ؕل

وصل میں بھی ہائے جس دل کو نہ ہوتا تھا قرار
اے فلک تو نے کیا اس کو گرفتارِ فراق

مطبوعہ دیوانِ اول کے

اضافی قطعات

تاریخ نہر

نہرِ عسلِ جنان و انہارِ لبن — اس حوضِ لطیف کی ہیں طالب راغب
اب آبِ عبادات میں داخل ہے یہ حوض — توصیف اس کی ہے مومنوں پر واجب
یہ چشمۂ فیض اُسی سے جاری ہے حوشاہ — ہے چشمۂ فیض کرد گار واہب
کوثر میں اور اِس میں اتنا ہے فرق — حاضر ہے یہ حوض اور وہ ہے غائب
اس مصرعِ تاریخ میں اغراق نہیں — ہے نہرِ جناں یہ حوضِ پاک و طیّب

1253

تاریخ سڑک

خسروِ ہند ابو الفتح معین الدین است — رشکِ شاہان جہاں بادشاہِ ہندوستاں
تعزیہ دار، جگر بندِ جنابِ زہرا — حامیٔ شرعِ نبی عاشقِ شاہِ مرداں
سالکِ راہِ یقیں خضرِ رہِ دینِ مبیں — پیرو چار دہ معصوم قبولِ یزداں
پست خورشید جہاں تاب بزر افشانی — دستِ دربارِ جنابش چوں سحابِ نیساں
چوں سڑک ساخت بنا مصرعِ تاریخ بگفت — ہست ایں نوع سڑک جادۂ راہِ ایماں

1253

ایضاً

جنابِ محمد علی بادشاہ — کہ باشد ہمہ عالم او را مطیع
بحکمش چہ تحفہ سڑک شد درست — کہ از کہکشانست قدرش رفیع
کند سلطنت تا صد و بست سال — بعونِ خدائے بصیر و سمیع
رسولِ خدا در دو عالم بود — برائے جنابش معین و شفیع
خرد مصرعِ سالِ تاریخ گفت — برآمد رہِ مستقیم و وسیع

1253

تاریخ جشنِ بادشاه عالی جاه محمد علی شاه

حضرت بادشاه شاهنشاه	حامیِ دین و هست ظلِ آله
آسمانِ جهان سلطانی	نیّرِ طارمِ جهان بانی
دستِ پُر نور او زر افشان است	لبِ جاں بخش گوهر افشاں است
نخلِ قدِ سهی ثمر بار است	تیغِ او برعدو شرور بار است
کیفیتِ شاه چوں ابو الفتح است	بر جنود عدو ورا فتح است
لقبش می سزد معین الدین	هست بے شک معینِ دینِ مبین
او نو شیروانِ عادل هست	بادشاهِ کریمِ بادل هست
حامیِ او محمد است و علی	که محمد علی است اسمِ جلی
صد و سی سال حکمراں بادا	حکمِ او در همه جهاں بادا
تندرستی بود سراپایش	چست و چالاک باد اعضایش
هر دمِ آب باد آبِ بقا	باد اکسیر لقمه هائے غدا
یا الهی بحقِ آلِ رسول	کن با لطاف هر دعا مقبول
سالِ تاریخِ جشنِ سعد جلوس	که جلوس است میمنت مانوس
هست این مصرع اے خدائے کریم	باد فرماں روا بهفت اقلیم

1253

تاریخ تولدّ

حکومت بنو شیروانِ زماں	زمه تا بماهی مبارک بود
بہ مرزا محمد تقی خاں پسر	بفضلِ الهی مبارک بود
نشاط و طرب هائے جشنِ چهٹی	به ایوانِ شاهی مبارک بود
نبیره خداوندِ اقبال و جاه	بعالم پناهی مبارک بود
خرد سالِ مسعودِ مولود گفت	بظلِ الهی مبارک بود

1253

تاریخ تولد

چوں عظیم الشان جلیل الشاں پسر	یافت از الطافِ خلاقِ انام
یک جہاں زین جشنِ عشرت خانہ است	خرمی شد عام اندر خاص و عام
درتہ التاج شہنشاہِ زماں	زیبِ او رنگِ شہِ عالی مقام
یا الہی تا صد و سی سال باد	در حضورِ خسروِ ذی الاحترام
صاحبِ اقبال علم و فضل باد	پادشہ راضی بود از وے مدام
حامیِ او حضرتِ شیرِ خدا ست	ناصرِ او حضرتِ خیر الانام
مصرعِ تاریخِ مولودِ سعید	آفتابِ جاہ، اوجِ احتشام

1253

تاریخ عطائے خلعت ہا

جنابِ ابو الفتح نو شیرواں	خدیوِ زماں، پادشاہِ جہاں
مددگارِ او سیدِ انبیا است	نگہدارِ او سرورِ اوصیا است
کفِ جودِ او گوہر افشاں سحاب	رخِ روشنش غیرتِ آفتاب
جہاں کرد آباد از عدل و داد	بنائے جفا و ستم شد بہ باد
گدا را غنی می کند بے سوال	کند خار را ز آبیاری نہال
بخود از سوابق سبق بردہ است	دلِ حاتمِ طائی افسردہ است
حکومت کند تا صد و بست سال	زیادہ شود عز و جاہ و جلال
تن و جانِ او باد یارب صحیح	بود عمرِ او ہمچو خضر و مسیح
گدا خلعتِ فاخرہ یافتہ	بدستار پشمینہ زر بافتہ
زبس عزتِ خویش انگاشتہ	عَلَم از تفاخر برا فراشتہ
شدہ سالِ انعامِ خلعت چناں	سلامت انو شیروانِ زماں

1253

قطعہ دعائیہ

ظلِ سبحان غیرتِ نوشیرواں
پادشاہِ بادشاہانِ جہاں

حسن میں یوسف ہے سلطانِ جمیل
خوانِ نعمت عام مانندِ خلیل

ہے سواری کا ہوا دار اس طرح
باد پر تختِ سلیماں جس طرح

مثلِ رستم ہیں پیادے بے حساب
راکبِ افراس سب افراسیاب

ہے عمارت میں عیاں اوجِ فلک
پاسبانی کے لئے فوجِ ملک

ہے سواری میں عجب شان و شکوہ
فیل سب محمود ہیں مانندِ کوہ

ابرِ رحمت ہے سواری کا غبار
ہر طرف بارانِ زر ہے بار بار

فاخرہ خلعت عطا کرتا ہے روز
توڑے بے منت عطا کرتا ہے روز

فیضِ شہ ہے موسمِ گل کی مثال
کر دیا ہے باغِ عالم کو نہال

غیرتِ برجِ حمل ہے تختِ شاہ
نیرِ اعظم ہے نجمِ بختِ شاہ

یہ ابو الفتح معین الدین لقب
ہو صد وسی سال باعیش و طرب

ہند کو آباد اُس نے کر دیا
غم زدوں کو شاد اس نے کر دیا

روز مظلوموں کو یہ دیتا ہے داد
ہر کسی کے دل کی بر آئے مراد

اس کو ہو دیدار امامِ عصر کا
ہو سپہ سالار امامِ عصر کا

اس کا جو بد خواہ ہے دجال ہے
لشکرِ قہار کا پامال ہے

اِس کا حامی ہے محمد مصطفےٰ
اِس کا ناصر ہے علیِ مرتضےٰ

یار ہے اس کا حسن یاور حسین
حضرتِ خیرالنسا کے نورِ عین

چتر اس کا سایہ فضلِ خدا
شہپرِ جبریل ہے جائے ہما

تا ابد یہ بادشہ ہے تندرست
تا ابد یہ کج کلا ہے تندرست

تـــاریخ ســـالگـــره شـــاه

صد و سی جشن گـره سال مـبارک باشد — چتر و اورنگ بـا اقبال مـبارک باشد

خسرو ہند ابو الفتح معین الدیـــن را — پادشاہی صد وسی سال مبارک باشد

گلِ امید بدامانِ مقـــــدس بـــادا — سبزۀ گلشنِ آمال مبارک بـــــاشد

به نشاط وطرف و عیش و حسرت ہـــر روز — ہست چوں غــره شوال مبارک باشد

صحت و عافیت و قوتِ جاں ، زور بـــد ن — باہمه خوبی احـوال مبارک بـــاشد

تاجِ زریں بسـرِ پاک ہمایـــــوں بادا — شد بد اندیشِ تو پامال مبارک باشد

1255

مـــبارک بـــاد

عیـد الضحلی به شهنشـاه مبارک باشد — بلکه صدعید به ہر ماه مبارک باشـــد

مددِ احمدِ مختـا ر ہمایـــوں بـــادا — التفاتِ اسد الله مـــبارک باشـــد

صد وسی سال باقبال و بدولت یـــارب — حشمت و مرتبه و جاه مبارک باشـــد

قوتِ روح لطیف و بدنِ پاک لطیــــــف — بجهان بانی دلخواه مـبارک باشـد

فیل و اورنگ و ہوا دار د سواری سعیـــد — اے شهِ ہند بهر راه مبارک باشـــد

بر مرادِ تو بود سیـرِ ہمه سیـــــارات — روز خورشید شود ماه مبارک باشـــد

تهـنیت

به شهنشاهِ زماں تاج ورِ کشورِ ہندوستاں — رشکِ دارا و فریدوں و جم اسکندرِ ہند

ہفت سیاره به فرمانِ تو با ہفت فـــلک — ہفت اقلیم به حکمت بود اے داورِ ہند

حالتِ ہند تبه بود به جورِ ظـــــلمت — لله الحمد که شد معدلتت یاورِ ہنـــد

سر اعدائے تو پامالِ سپاه تو بـــــود — تا ابد باد تهِ پائے مبارک سرِ ہنـــد

کهکشانست نشانِ تو فلک نقاره — کثرتِ ثابت و سیار ہمـــه لشکر ہنـــد

سکہ برسیم و زرِ مہر و مہ ای شاہ بزن	اے فدائے قدم تو ہمہ سیم و زرِ ہند
ہست عالم بدم رشکِ مسیحت زندہ	روح خاک قدم تست پئے پیکرِ ہند
زجنودِ تو سوار اختر تزکستانست	ہست آوازِ غلاماں درت اختر ہند
صحت و عافیت و سلطنتِ تو باشد	تا زمانے کہ بود زیرِ فلک کشورِ ہند
ہست لعلِ شہِ ما افسرِ شاہانِ دگر	حالیا کشورِ دیگر نبود ہمسرِ ہند
تاجِ پُر نور سرِ پاکِ معین الدین است	بہ شعاع و نصیباً بادشہ خاورِ ہند

تہنیت

جشنِ شاہی صدوسی سال مبارک باشد	کج کلاہی صدوسی سال مبارک باشد
تخت و دیہیم ابو الفتح معین الدین را	یا الٰہی صدوسی سال مبارک باشد
چتر تا دور فلک باد بلا گردانش	پادشاہی صدوسی سال مبارک باشد
حکمِ او شرعِ نبی کرد مروج بہ جہاں	دیں پناہی صدوسی سال مبارک باشد
داورے دادگری تا ابد باد سعید	باج خواہی صدوسی سال مبارک باشد
صدوسی جشنِ جلوسِ شہ ما از ما ہے	تا بہ ماہے صدوسی سال مبارک باشد
زندہ است از اثرِ فیض نگاہش عالم	خوش نگاہی صدوسی سال مبارک باشد

قطعۂ دعائیہ

یہ بادشاہ تو شیروانِ عادل ہے	یہ آفتابِ درخشاں یہ ماہِ کامل ہے
اسی لئے تو رسولِ کریم بھی ظل تھے	کہ بس حبیبِ خدا کا یہ بادشاہ ظل ہے
جہاں نواز جہاں دار ہے یہ تخت نشیں	یہ تاجدار کریم و رحیم و باذل ہے
گل عذار شہنشاہ کی سدا ہو بہار	اب اس چمن میں یہی نغمۂ عنادل ہے
یہی ہے قبلۂ ایمان یہی ہے کعبۂ بہار	اسی کے فیض سے آباد کعبۂ دل ہے
یہ بادشاہ صدوسی سال تندرست رہے	کہ نظمِ کشورِ دنیا و دین میں کامل ہے
ہمیشہ تا چہ زمزم رہے یہ قبلۂ فیض	خدا سے بس یہی کعبہ بھی آج سائل ہے
دعا وہ اس کے لئے مانگتا ہے کعبے میں	جو سوئے پنج تن پاک دل سے مائل ہے
لسبانِ دنپہ قرباں بحقِ ابراہیم	اسی کی تیغ سے اس کا حسود بسمل ہے

تاریخ ضریح

عرشِ بریں سے بھی کہیں اعلیٰ مقام ہے — یہ روضۂ حسین علیہ السلام ہے
یا رب یہ ہے ضریحِ مقدس کہ قصرِ نور — ہے یہ امام باڑہ کہ بیت الحرام ہے
اوجِ امام باڑہ ہے مانندِ آسماں — اُس میں ضریح غیرت ماہ تمام ہے
غم میں امام باڑہ سیہ پوش ہوگیا — یہ جائے اشک باریِ خیر الانام ہے
رونا تمام کعبہ پرستوں کو چاہیے — روتا یہاں خلیل ہے یہ وہ مقام ہے
زمزمِ غمِ حسین میں رہتا ہے چشم تر — پُر آب چشمِ چشمۂ کوثر مدام ہے
بانی ہے اس ضریحِ مقدس کا وہ جناب — جو تاجدارِ ہند شہ خاص وعام ہے
نوشیروان عدل ابو الفتح فتحیاب — دریائے فیض و ابرِ کرم لا کلام ہے
دیدار امامِ عصر کا اس کو نصیب ہو — مومن جو ہے یہ ورد اُسے صبح و شام ہے
تاریخ اس ضریح کی مطلوب جب ہوئی — بولے ملک ضریح قبول امام ہے

1253ھ

مدح

ورائے ابو الفتح سلطان غازی — فدائے ابو الفتح سلطان غازی
ذکائے ابو الفتح سلطان غازی — وکائے ابو الفبح سلطان غازی
رجائے ابو الفتح سلطان غازی — خدائے ابو الفتح سلطان غازی
بود ہم چو ادریس و خضرو مسیحا — بقائے ابو الفتح سلطان غازی
ز روزِ ازل مرغِ سدرہ نشیمن — ہمائے ابو الفتح سلطان غازی
بہ از ماہِ تاباں و مہر درخشاں — لقائے ابو الفتح سلطان غازی
خدا ساخت اکلیل و چتر داریکہ — برائے ابو الفتح سلطان غازی
قبول سمیع الدعا باد رائم — دعائے ابو الفتح سلطان غازی
بہ از قیصرِ روم و خاقانِ چین است — گدائے ابو الفتح سلطان غازی
سر سرکشانِ زمان باد یارب — بپائے ابو الفتح سلطان غازی

چو حمدِ خدا تو اماں زبا نـــم　　ثنائے ابو الفتح ســـلطان غـــازی

شبِ تیرهٔ ہند گرد است روشـــن　　ضیائے ابو الفتح سلطان غـــازی

پسندیدهٔ اہلِ بیتِ رســـالت　　ولائے ابو الفتح سلطان غـــازی

بروز و غارایت فـــتـــح آیـــت　　لوائے ابو الفتح سلطان غـــازی

بود جزو اعضـــائے اقدس ہمیشه　　غزائے ابو الفتح سلطان غـــازی

الهی بود در اثرِ آبِ حیـــوان　　دوائے ابو الفتح سلطان غـــازی

دہد درتنِ سامعان جانِ تـــازه　　صدائے ابو الفتح سلطان غـــازی

فلک باکواکب شب و روز جویـــد　　رضائے ابو الفتح سلطان غـــازی

رد امان امیدِ سائل فزو نـــســـت　　عطائے ابو الفتح سلطان غـــازی

به لطفِ جناب قوی بادا قـــوی　　قوائے الو الفتح سلطان غـــازی

کند فقرهٔ فقـــر محو از دفاتـــر　　سخائے ابو الفتح سلطان غـــازی

نشد پادشاه به ایں عدل و بخشش　　سوائے ابو الفتح سلطان غـــازی

لسبانِ خلیل است پر خوانِ نعمـــت　　صلائے ابو الفتح سلطان غـــازی

نصیبِ سرِ حاسداں باد یـــارب　　بلائے ابو الفتح سلطان غـــازی

تــاریخ کد خدائی میــر زائی بیگ

چوگر دید مرزائی من کد خـدا مبالید جسم دلم گشت شاد
دلا سالِ تاریخ جشنش بگــو که این کد خدائی همایون‌شواد

تــاریخ مخلع شدن حسین علی خان بهادر

چون جناب امیر ابنِ امیـــــر یافت وقتِ سعید خلعت سعـــد
بهرِ تاریخ بانگ هاتفِ غیـــب دوش ناسخ شنید خلعت سعد

تاریخ کد خدائی فرزندِ ارجمند حسین علی خان بهادر

به مرزا محمد تقی خان الهـــی مبارک بود شادیِ کد خدائی
همیشه بود والدِ ماجدش شـــاد فزون حشمت و جاه و اقبال اوباد
احباش باشند خرم الهـــی دلِ دشمنان باد پُرغم الهـــی
جهان را زفیضش بود کامیـــابی کند دستِ گوهر نشانش سحابی
به تحریرِ اخلاق او خامه فرســود به تقریرِ جودش زبان عجــز بنمود
بروں از قیاس است زهد و صلاحش رود در عبادات شام و صباحش
به کن سالِ تاریخِ او ناسخ انشا عطا ساز فــرزند صالح خــدایا

تاریخ مجروح شدن دست نقیر محمد خان بهادر

سرِ دستِ خان ذی شان چورسید زخمی از تیغ به عیادتِ وی آمد گلِ بوستـان‌ایجاد
چه گلی که ذر به بخشد به که ومهٔ زمانـه دُرِ بی بها جو شنبم بد مدم دهٔ و داد
چه گلی به عدل و دادی که بباغ آفرینش ستمی که عند لیبی نه رسد زدستِ صیاد
گل بوستانِ احمد که به نکهت مدیحش شدهٔ برگِ گل زبانم چه کنم زیادهٔ انشاد
سر خود نجیب بردم چو بهٔ فکرِ سالِ صحت دل من بگفت ناسخ اثر قدم شفاباد

1235ھ

تـــاریخِ غســلِ صحت مصنف

معاذ الله رد اء نزلۂ حـــار
به روئے بستر افتادم یکایک

چنیں سالِ شفا گفتم الہی
شود صحت ہمایوں و مبارک

تاریخ تشکـــر

لله الحمد که ماندم محفوظ
سر زتیغ و قدم از بندِ بلا

سالِ ایں رد بلا اے ناسخ
گشت مرقوم کنم شکر خدا

1235ھ

تاریخ فتح یافتن نواب آصف الدوله بهادر

مژده اے ناسخ که با اقبال و جاه
بر عدو نواب آصف فتح یافت

از پئے تاریخِ ایں فتحِ مبیـــــں
ہاں بگو نواب آصف فتح یافت

1209ھ

تاریخ تولد فرزند جناب حافظ وارث علی

یافت چوں مخدو منا وارث عـــلی
پور خوش اقبال از فضل اله

گفت تاریخ تولد ہاتفـــــــــے
روز جمعه بستم شـــوال ماه

1226ھ

تـــاریخ مسجـــد

بهرِ سالِ بنائے ایں مسجـــــــد
فکر کردند جمله اہلِ زمیـــں

کز سر آسماں ندا آمـــــــــد
سجدگاهِ محد ثینِ است ایں

1226ھ

تــــــاریخ

ہمایوں خلعت از شاہِ زمن یافت | جناب باشکوہ وحشمت وجود
برائے سالِ تاریخِ مـــــبارک | نو شتم باد ایں تشریف مسعود

1238ھ

تاریخِ وفات شاہ عــالم

ختم شد سلطنتِ حضرت تیمور امروز | کرد ملک عدم آباد شہ کشورِ ہند
سالِ تاریخ پئے رحلتِ شاہ عــــالم | گفت د ل زیر زمیں باد شہ کشورِ ہند

1231ھ

تاریخِ وفاتِ والدِ مصنف

والدِ من زیں جہاں رحلت نمــود | یا الہ العالمیں مغفود بـــــاد
کشت ناسخ سالِ تاریخِ وفـــات | با رسولِ ہاشمی محشـــور باد

1216ھ

تاریخِ وفات قلند ر بخش جراءت تخلص

جب میاں جراءت کا باغِ د ہـــر سے | گلشنِ فردوس کو جانا ہـــوا
مصرعِ تاریخ ناسخ نے لـــــکھا | ہائے ہندوستاں کا شاعر موا

1225ھ

تاریخ شہـــر بدریِ قمـــر

ماہ چہارم یازد ہـــم | خوار قمـــر شد ہائے افسوس
گفتم سالِ اخـــــراجش | شہر بدر شد ہائے افسوس

1238ھ

تاریخ وفات مجتہد کربلائے معلّیٰ

چوں ز جہاں حضرت سید علی — آه سوئے جنت ماوا برفت
قافلۂ طاقت واشک و فغاں — از بدن و چشم و دلِ ما برفت
ناسخ تاریخِ وفاتش نوشت — رہبر دین آه زدنیا برفت

1231ھ

تاریخِ وفات والده مقیم بیگ

رفت از دنیا سوئے فردوس آں عفت مآب — باوزیر سایۂ آل عبا روزِ جزا
سالِ تاریخِ وفاتش ہاتفِ غیبی سحر — گفت الٰہی باد باخیر النسا روزِ جزا

1232ھ

تاریخِ وفات شیخ احمد سوداگر

ماه ذی قعده بست و چہارم — بخدا جان به سپرد احمد بخش
گفت تاریخِ وفاتش ناسخ — آه اے وائے بمرد احمد بخش

1225ھ

تاریخ وفات میرزا گدا علی مرثیہ گو

رفت چوں میرزا گدائے علی — زیں جہاں سوے سید الشہدا
سالِ تاریخ گفت دل اے وائے — مرثیہ گوئے سید الشہدا

1233ھ

دیوانِ سوم

۳۱-۱۲-۹۱

فہرست

(الف)

فہرست

رباعیات

قطعات

دیوانِ سوم کے متفرق اشعار (بنیادی مخطوطہ)

دیوان چہارم (فارسی)

ختم شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج دنیا میں امامِ انس و جاں پیدا ہوا — یعنی ابنِ عمِ شاہِ مرسلاں پیدا ہوا
روز میلادِ علی کہتے تھے جن و انس وطیر — صاحبِ خاتم سلیمانِ زماں پیدا ہوا
دیکھ کر حیدر کی سطوت کہتی تھی بنتِ اسد — کیا پسر پیدا ہوا شیرِ ژیاں پیدا ہوا
بعد محبوبِ الٰہی کی امامت تیس سال — بادشاہِ ملک و دیں صاحبِ قرآں پیدا ہوا
پیش تر کعبہ ہی تھا ، قبلہ بھی تجھ کو کردیا — اے حرم! تجھ میں جو فخرِ مرسلاں پیدا ہوا
کیں محمدؐ سے وہ تقریریں کہ عیسیٰ دنگ تھا — پہلوئے مادر سے جب وہ خوش بیاں پیدا ہوا
طائرِ سدرہ بھی ہے جس پر بہ رنگِ فاختہ — گلشنِ عالم میں وہ سروِ رواں پیدا ہوا 1
ہے وجودِ مرتضیٰ [سے] زیست موجودات کی — پیکرِ کونین میں مانندِ جاں پیدا ہوا 2
سارے عالم کو حلاوت زندگانی کی ملی — جب کہ وہ شیریں زباں شیریں دہاں پیدا ہوا
جو علی کی بات ہے بے شک ہے قرآن و حدیث — یہ خدا و مصطفیٰ کا ہم زباں پیدا ہوا
سب سے اول ہے وجودِ مصطفیٰ و مرتضیٰ — پیش تر کعبے سے سنگِ آستاں پیدا ہوا
کیا بیاں ہو رفعتِ قصرِ جلالِ مرتضیٰ؟ — عرشِ اعظم بھی برائے سائباں پیدا ہوا
ہاتفِ غیبی پکارا جب علی پیدا ہوئے — آج یہ اللہ کا سرِ نہاں پیدا ہوا
وصفِ گل کے واسطے ہے زمزمہ خواں عندلیب — مدحتِ حیدر کو ناسخ خوش بیاں پیدا ہوا

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ---------- تھا --------

2 ۔ " ۔ ا = -------- سے ----- = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے لفظ " سے " کتابت ہونے سے رہ گیا ہے ۔

* مندرجہ بالا منقبت مطبوعہ میں دیوانِ دوم میں شروع شامل ہے (مطبوعہ کا صفحہ 57 کا حاشیہ

آج مولد ہے جنابِ حیدرِ کرار کا — ہوگیا بازو زبردست احمدِ مختار کا
کیا بھلا عیسٰی کو نسبت حیدرِ کرار سے؟ — یہ معالج ہے نفاق و شرک کے آزار کا
سب سے قبل اے قاتلِ کفار تُو پیدا ہوا — جوہرِ اول بھی ہے جوہر تری تلوار کا
چاہِ کنعاں سے مہِ کنعاں کو دی تونے نجات — راستہ تونے بتایا مصر کے بازار کا
میرِ سامانِ خدا ہے یا امیرالمومنین — تُو ہی قاسم ہے جناں کا توہی قاسم نار کا
تو گلِ بے خار گلزارِ جناں ہے یا علیؑ — دخل تیرے باغ میں کو ہوگیا ہے خار کا
نامِ حیدر کلک نے لکھا تو اب جائے صریر — زمزمہ ہے عندلیبِ قدس کی منقار کا
جس طرح بنتی ہے تیرے قرب سے سرکہ شراب — ہو برابر متقی کے مرتبہ سے خوار کا
ہرکسی کا تُوہی ہے دارین میں مشکل کشا — کس طرح صدمہ مسیحا کو پہنچتا دار کا؟ 1
قلعۂ ہستی اکھاڑا دم میں خیبر کی طرح — کیا ہی زور آور ہے پنجہ ضیغمِ جُو خوار کا! 2
حشر کے میدان میں جز بیشۂ شیرِ خدا — ہے شجر اصلاً نہ سایہ ہے کہیں دیوار کا
ہے قبائے چرخِ اطلس چست جسمِ پاک پر — کہکشاں بھی ایک شعلہ ہے تری دستار کا
تونے جب چاہا کہ اچھا ہو کسی کا داغِ غم — ریزۂ مینا بھی مرہم بن گیا زنگار کا
ہر کسی کا حال ہے وضعِ مصاحب سے عیاں — دال حیدر کی تواضع پر ہے خم تلوار کا

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ 1 ۔ بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے " سرکشی " بجائے " ہرکسی "
2 ۔ " ۔ 1 ۔ .. .. .قم ....

ہو مبارک کہ ہوئے حیدرِ صفدر پیدا ‏ ‏ ‏ شہرِ علمِ ازلی کا یہ ہوا در پیدا

بت پرستوں کی کمر ٹوٹ گئی اس غم سے ‏ ‏ ‏ کہ ہوا قوتِ بازوئے پیمبر پیدا

ایک کا ماہ تولد ہے ربیع الاول ‏ ‏ ‏ دوسرا آج ہوا شافعِ محشر پیدا

جس نے موسٰی کو بتائی ہے رہِ آبِ حیات ‏ ‏ ‏ مژدہ ! اے خضر! ہوا آج وہ رہبر پیدا

مولدِ احمد و حیدر میں ہوا فرق یہاں ‏ ‏ ‏ پیش ازیں ورنہ ہوئے دونوں برابر پیدا

نہ فلک اِن کو سمجھنا کہ برائے حیدر ‏ ‏ ‏ سات زینوں کا کیا حق نے یہ منبر پیدا

عہدہ حیدر سے ملے مروحۂ جنبانی کا ‏ ‏ ‏ ہوئے جبریل کے اِس واسطے شہپر پیدا

کیوں نہ بشاش ہو محبوبِ خدا حد سے زیادہ؟ ‏ ‏ ‏ کہ ہوا آج برابر کا برادر پیدا

ایک آن دونوں کو کہتے ہیں موحد ہیں ہم ‏ ‏ ‏ نورِ واحد سے ہوئے دونوں برادر پیدا 1

تھے نہ باطن میں جدا دونوں مگر ظاہر میں ‏ ‏ ‏ ادباً بعدِ محمدؐ ہوئے حیدرؑ پیدا

کیا بھلا رجعتِ خورشید ہو دشوار اسے ؟ ‏ ‏ ‏ جس کے ہاتھوں سے ہوا گنبدِ خضرا پیدا

اسد اللہ ہے خورشید تو ایسا خورشید ‏ ‏ ‏ کیئے ذروں کی طرح جس نے سب اختر پیدا

کشتیِ نوح کو طوفان میں جس نے تھاما ‏ ‏ ‏ بحرِ وحدت میں ہوا ہے وہ شناور پیدا 2

نیک کم ، بد ہیں بہت ایک ہی مذہب ہے، دوست ‏ ‏ ‏ اور دشمن ہوئے حیدر کے بہتر پیدا

جس سے تابندہ خدا کا ہے جواہر خانہ ‏ ‏ ‏ سنگِ کعبہ سے ہوا آج وہ گوہر پیدا

کردیا بحرِ عدم میں کرمِ خالق نے ‏ ‏ ‏ کشتیِ عالمِ ایجاد کا لنگر پیدا

روزِ میلادِ علیؓ کہتے تھے مشرق میں بشر ‏ ‏ ‏ آج مغرب سے ہوا خسروِ خاور پیدا

نہیں ممکن، ہو کوئی مثلِ علیؓ پر ناسخ ! ‏ ‏ ‏ گیارہ فرزند ہوئے اُس کے برابر پیدا

---

1 ـ مطبوعہ ـ ا = -------- اُن -------

2 ـ " ـ ا = ----- ---- تھابنا

ہو مبارک نائبِ آلِ عبا پیدا ہوا
مہدیِ ہادیِ امامِ ماسوا پیدا ہوا

زورقِ آلِ نبی کے واسطے لنگر بنا
بحرِ توحیدِ خدا کا آشنا پیدا ہوا

تھا اُسی کا نور جو سجدہ فرشتوں نے کیا
ابتدا و انتہا کا پیشوا پیدا ہوا

خضر و الیاس و مسیحا بھی کریں گے اقتدا
آج وہ لطفِ خدا سے مقتدا پیدا ہوا

سنتے ہیں مردہ جو ہیں زندہ کرے گا ایک دن
وہ امامِ آخری معجز نما پیدا ہوا

غرقِ احساں دشمنوں کو بھی کرے گا وہ کریم
جدِ امجد کی طرح بحرِ عطا پیدا ہوا

اول و آخر کی نسبت ہوگئے صادق یہاں
صورتاً معناً شبیہِ مصطفیٰ پیدا ہوا

یہ حدوثِ ظاہری کیا ، ہے وہ باطن میں قدیم
کس طرح کہیے بھلا نورِ خدا پیدا ہوا؟

ابر میں خورشیدِ تاباں روشنی عالم میں ہے
وہ ہے پنہاں نُور اُس کا جا بہ جا پیدا ہوا

اب لیا جاتا ہے جورِ کربلا کا انتقام
نورِ چشمِ بادشاہِ کربلا پیدا ہوا

پائے طولِ زندگی خضرؑ اِن کی خدمت کے لیے
اِس لیے ظلمات میں آبِ بقا پیدا ہوا

اب رہا باقی نہ طوفانِ حوادث کا خطر
کشتیِ ارض و سما کا ناخدا پیدا ہوا

اِس کے نانا ہیں جو احمد بادشاہِ مشرقین
جبرئیل اُن کے لیے جائے ہما پیدا ہوا

پڑھتی ہیں حوریں ترنم میں یہ مصرع دم بہ دم
آج محبوبِ خدا کا دل رُبا پیدا ہوا

تھی غرض خالق کو ترکیبِ عناصر سے یہی
لطفِ آب و آتش و خاک و ہوا پیدا ہوا

دیدۂ دل جن کے روشن نورِ ایماں سے ہوئے
سچ ہے ان کے واسطے یہ حق نما پیدا ہوا

نازنینِ مصطفیٰ مسند نشینِ مرتضیٰ
بادشاہِ انبیا و اولیا پیدا ہوا

قلعہ گردوں کو بھی چاہے اٹھاکر پھینک دے
وہ جگر بندِ شہِ خیبر کشا پیدا ہوا

دیکھ کر اس کو کریں گے لوگ رجعت کا گماں
یوں کہیں گے معجزے سے مصطفیٰ پیدا ہوا

اے شہِ کون و مکاں اے بادشاہِ انس و جاں
تیرے در کے واسطے ناسخ گدا پیدا ہوا

واعظا حُبِ ذہب تیرا جو مذہوب ہوگیا — عیب کیا شربِ شراب اپنا بھی مشرب ہوگیا

جلوہ فرما بام پر وہ ماہ جس شب ہوگیا — بدر ایسا گھٹ گیا دم میں کہ کوکب ہوگیا

وصف جو موزوں کئے اس کے سنہرے رنگ کے — خود بہ خود ہر صفحہٴ دیواں مذہب ہوگیا

مے کبابوں میں نمک،کھائیں ڈبو کر کیوں نہ ہم؟ — بادہٴ گل رنگ اے زاہد! حلال اب ہوگیا

وصل کی شب ہوچکی عالم ہے نظروں میں سیاہ — صبح کا پھٹ کر گریباں دامنِ شب ہوگیا

فصلِ گل آئی ہوا بھی بن گئی ساقی! شراب — مے کدے میں ہر خمِ خالی لبا لب ہوگیا

کوکبِ خالِ ذقن کی روشنی کوسوں میں ہے — آپ کا چاہِ ذقن بھی چاہِ نخشب ہوگیا

دم بہ دم آواز قلقل کی نہ کیوں آیا کرے؟ — ہوگئی مے روح ساقی شیشہ قالب ہوگیا

میں جو عاشق تربیت سے اور ہوتے ہیں خراب — باعثِ دیوانگی مجنوں کو مکتب ہوگیا

پھر کسی محبوبِ معنی فہم سے الفت ہوئی — پھر نیا دیوان ناسخ کا مرتب ہوگیا

---

1 ـ مطبوعہ ـ مطلع ـ ا = ------ حسبِ ----------

2 ـ " ـ ب = ------- مے ----------

قمر ہے کیا تیرے آگے محاق میں آیا؟   کہ آفتاب بھی تو احتراق میں آیا

جو دم بھر اور نہ آتا تو ہوتے ہم بے دم   پیام بر تو بڑے اشتیاق میں آیا

نظر کی چشمِ ملائک نے کیا ہی حسرت سے   ترا جو پاؤں رکابِ بـــراق میں آیا

نہ ساقِ عرش ہے ایسی نہ ہے ید بیضا   کہاں سے نور یہ کافر کی ساق میں آیا ؟

ہزاروں داغ مرے آفتاب سے چمکے   نہ فرق ظلمتِ روزِ فـــراق میں آیا

1 ملی فراق میں کیسی ہی نعمتِ عظمیٰ   مزا نہ خاک ہمارے مراق میں آیا

2 سیاہ آہوں سے تھا پھرکئی سفیدی سی   وہ رشکِ ماہ جو میری رواق میں آیا

کہا یہ ہم نے کہ آئی ہے آگ منقل میں   ترے بغیر جو کھانا طباق میں آیا

تمہاری آنکھ کی پتلی نہیں تو ابرو   صنم یہ چین سے کعبے کے طاق میں آیا

شبِ سیاہ نہ دیکھی نہ میں نے روزِ سیاہ   کبھی نہ ہوش تمہارے فراق میں آیا

اجی! یہ عرشِ معلیٰ کے گوشوارے کا   گہر کہاں سے تمہارے بلاق میں آیا ؟

فروغِ نیّرِ بطحا سے اے مہِ کنعاں!   خلل کمال ترے طمطـراق میں آیا

---

1 ـ مطبوعہ ـ ب = ---------- مذاق ---------

2 ـ " ـ ا = ---------- گیا ---------

انسان کو انسان سے کینہ نہیں اچھا
جس سینے میں کینہ ہو وہ سینہ نہیں اچھا

گرمی میں نکلتے ہو مہک جاتی ہیں گلیاں
کیوں عطر سے اے جان! پسینہ نہیں اچھا ؟

ہے نقش ترا نام پری رو مرے دل پر
ہے نام تو اچھا یہ نگینہ نہیں اچھا

آنکھیں تو ملاتے ہو مگر دل نہیں ملتا
ساغر تو بہت خوب ہے مینا نہیں اچھا

کیا! اگلا مہینہ اجی! ہوجائے ابھی وصل
شوال سے خالی کا مہینہ نہیں اچھا!

آنکھیں ہی بلا لاتی ہیں انسان پر اکثر
اندھے ہی یہاں اچھے ہیں بینا نہیں اچھا

خونِ جگر اچھا کہ ہمیشہ ہے میسر
ساقی! مئے گل رنگ کا پینا نہیں اچھا

رخسارِ طلائی نے نکالا ہے عبث خط
سونا ہے سگند اور یہ مینا نہیں اچھا

آواز یہ آتی ہے لبِ آبِ بقا سے
مرنا ہے یہاں خوب، ہے جینا نہیں اچھا

پہنچا ہے کوئی اوجِ حقیقت کو کب اِس سے؟
واعظ ترے منبر کا یہ زینہ نہیں اچھا

ہو سیر جو منظور دلا! بحرِ جہاں کی
جز کشتیِ درویش سفینہ نہیں اچھا

ہے ہند بھلا کیا کہ ترے رہنے کو ناسخ!
مکہ نہیں اچھا کہ مدینہ نہیں اچھا

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا ------ میں ------

گھر مرا فرقت میں سُونا ہوگیا
کنجِ مدفن کا نمونہ ہوگیا

قبر اگر پکی بنی مُردے کو کیا؟
استخواں ہر ایک چونا ہوگیا

آگے تھی امیدِ وصل اب بیمِ ہجر
غم ترے آنے سے دونا ہوگیا

ہے جو عاشق تیرے ابرو پر ملال
آگے تھا تیغ اب وہ ادنیٰ ہوگیا

کیا سنہرا رنگ ہے جو عکس سے؟
آئینے پر صاف کونا ہوگیا

جل کے موتی تیرے دانتوں کے حضور
سیپ کی مانند چونا ہوگیا

ناتوانی سے ہمارے جیتے جی
خانۂ زنجیر سونا ہوگیا

آگ! داغوں سے ہمارا جسم عریاں ہوگیا — اے جنوں! ہر دانۂ زنجیر بریاں ہوگیا
ایک دن وہ چاند کا ٹکڑا جو عریاں ہوگیا — عکس میرا صاف داغِ مہرِ تاباں ہوگیا
حسن بیں ہوں قبح پر پڑتی نہیں ہرگز نگاہ — مارِ پیچاں بھی نظر میں زلفِ پیچاں ہوگیا
داغِ سر پر مرہمِ کافور کا پھاہا نہیں — یہ تو جیبِ صبح میں خورشید پنہاں ہوگیا
جذب میرا لے اڑا جو رات کو تیرا پلنگ — اے پری رو! صاف اورنگِ سلیماں ہوگیا
گل ہوئے جب زرد تیرے روئے رنگیں کے حضور — خار گل بن میں جو تھا خارِ مغیلاں ہوگیا
دی لبِ ساقی نے جو نسبت مئے گل رنگ کو — رشک سے دنیا میں غائب آبِ حیواں ہوگیا 1
پانی پانی رشکِ دنداں سے ستارے ہوگئے — آسماں اے ماہ تاباں! ابرِ باراں ہوگیا
ایسے ہم گم راہ تھے جو بعد مرگ اپنا غبار — سرمہ بہرِ دیدۂ غولِ بیاباں ہوگیا
کس قدر! آشفتہ خاطر ہوں خیالِ زلف میں — جاگنا بھی اِن دنوں خوابِ پریشاں ہوگیا
تو جو نکلا میرے گھر سے ہوگیا سودا مجھے — چاکِ در بھی صاف اب چاکِ گریباں ہوگیا
بدر تھا یا ماہِ نو تھا اے شبِ کوتاہِ وصل! — بس اِدھر دیکھا اُدھر نظروں سے پنہاں ہوگیا
کرکے جب گل گشت آئے قاتل! تُو اپنے گھر چلا — ہر گلِ خنداں چمن میں زخمِ خنداں ہوگیا 2
اے پری! ہوں اس قدر لاغر فلک کو اڑ چلا — باد کا جھونکا مجھے تختِ سلیماں ہوگیا
وہ چلا جب میرے گھر سے میں ہی کیا رونے لگا؟ — چھید جو دیوار میں تھا چشمِ گریاں ہوگیا
تیرے تلوے اوروں کے منہ سے سوا شفاف ہیں — آئینہ بھی ان کے آگے صاف جھانواں ہوگیا
ایسے! ظالم تیرے گیسو ہیں کہ اِن کے خوف سے — سایہ بھی مارِ سیہ بن کر گریزاں ہوگیا

---

1 - مطبوعہ - ا = --------- سے ---------

2 - " - ا = --------- او ---------

جوانی آگئی خط بھی ہوا رخسار پر پیدا　　مگر اب تک نہیں ہوتا ترا موئے کمر پیدا

کوئی مضموں ہوتا ہے طبیعت سے اگر پیدا　　یہ ہوتی ہے خوشی مجھ کو ہوا گویا پسر پیدا

نہیں تیرے لب و دنداں خدا نے اپنی قدرت سے　　کئے ہیں کوہ و دریا واہ! کیا! لعل و گہر پیدا

کہاں پرواز کی، اے ہم صفیرو میں نے گلشن میں ؟　　قفس میں بس پھڑکنے کو ہوئے ہیں بال و پر پیدا

نہ باطل خشک زاہد ہیں نہ عاطل رند دامن تر　　خدا نے اپنی حکمت سے کیا ہے خشک و تر پیدا

زمرد کی انگوٹھی کب ہے انگشتِ حنائی میں ؟　　ہوا ہے اے پری رو! شاخِ مرجاں سے ثمر پیدا

1 نہ مارے ہول کے اب قبر میں بھی چین آئے گا　　سنا ہے خلق ہوگی حشر میں بارِ دگر پیدا

2 فراقِ یار میں وحشت ہے اپنے گھر سے کیا! مجھ کو　　نکل جاؤں اگر ہو گنبدِ بے در میں در پیدا

فلک پر مہرو مہ کی طرح رہتا ہے داغ ان کا　　کیا جن غافلوں نے گردشوں سے سیم و زر پیدا

کروں میں اے جنوں! ہے یار کب تک چاک پیراہن؟　　کہیں ہو دامنِ شب سے گریبانِ سحر پیدا

3 بلا کے پیچھے پیچھے ہے دلا حفظِ الٰہی بھی　　کہ جیسے تیغ ماہِ نو سے ہوتی ہے سپر پیدا

تو ایسا سروِ سیم اندام ہے جو لوگ کہتے ہیں　　ہوا ہے باغِ عالم میں یہ چاندی کا شجر پیدا

4 شبِ فرقت نے آگ ایسی لگادی میرے اعضا میں　　عرق کے بدلے ہوتے ہیں مساموں سے شرر پیدا

5 ملے ہیں مجھ کو مضموں آپ کی شیریں ادائی کے　　زمینِ شعر سے کرتا ہوں میں اب نیشکر پیدا

(باقی غزل اگلے صفحے پر)

---

1 ـ مطبوعہ ـ ا = ------------آوے ------

2 ـ " ـ ب = ------------ کا ------

3 ـ " ـ ا = ------------ فضل ------

4 ـ " ـ ا = ------ لگائی ------------

5 ـ " ـ ب = عجب کیا ہے زمین شعر سے ہو ----

(گزشتہ صفحے کی بقیہ غزل)

خدا سے اِن بتوں کو بھی یہی نسبت ہے آو زاہد! ضیائے شمس سے ہو جس طرح نورِ قمر پیدا

طلسمِ خندۂ دنداں نمائے یار کو دیکھو ہوئی ہے حقۂ یاقوت سے سلکِ گہر پیدا

کبھی تیرے سوا میں نے نہ دیکھا ہے نہ دیکھوں گا ہوئی تیرے ہی نظارے کو بس میری نظر پیدا

کفِ گل مشتِ غنچہ شاہدِ اعجاز ہیں دونوں جنوں! بادِ بہاری خاک سے کرتی ہے زر پیدا

رہے صندل مبارک تیری پیشانی کو او کافر! یہاں پتھر ہوئے بہرِ علاجِ دردِ سر پیدا

تمام آبائے علوی تک بھی ہیں اولاد آے ناسخ! علی روح القدس سے بھی ہوئے ہیں پیش تر پیدا

---

1 - مطبوعہ - ۱ = ---------- اے ------

2 - " - ۱ = ---------- تو ------

3 - " - ۱ = ---------------- دونو

4 - " - مقطع - ۱ = ------------میں ---

* یہ غزل مطبوعہ میں دیوان دوم میں شروع میں شامل ہے -

کیا ہی! خوشبو ہے وہ گل جو باغ میں کل ہوگیا — جس شجر کے پاس سے گزرا وہ صندل ہوگیا
تیرے دونوں معجزے میں ایک اے نورِ خدا! — سایہ تیرا رتبۂ اعلیٰ سے بادل ہوگیا
اس پری کو کیا ہو مشعلچی کی حاجت رقص میں؟ — آتشِ رنگِ حنا سے ہاتھ مشعل ہوگیا
کوڑے نالوں کے لگاتا ہوں قدم اٹھتا نہیں — کیا ہی! شب دیزِ شبِ فرقت بھی اڑیل ہوگیا
کیا غرور اتنی عمارت پر کہ اکثر غافلو!؟ — شہر کل آباد دیکھا آج جنگل ہوگیا
ہنس دیا تونے تو گویا تیرے دانتوں سے صنم! — عقدۂ مشکل دہانِ تنگ کا حل ہوگیا
اس قدر دوڑا تری زلفوں کے چھونے کو صنم! — ہاتھ میرا آج شانے کی طرح شل ہوگیا
تو جو آیا بام پر دو چاند آتے ہیں نظر — ہر ستارہ اب یہ کہتا ہے میں احول ہوگیا
نازکی سے تاب جاڑے میں دوشالے کی کہاں؟ — پڑگیا سایہ جو اس پر بھاری کمل ہوگیا
وہ ترا سیبِ زنخداں ہے کہ جس کے سامنے — سیبِ یوسف ذائقے میں صاف حنظل ہوگیا
سوئے کعبہ تیرے عاشق سجدہ کرتے ہیں کوئی ؟ — تیرے ابرو کی طرف قبلہ محول ہوگیا
عندلیبوں کو بھی مشکل ہوگیا پہچاننا — رنگِ گل کیا تیرے دورے میں مبدل ہوگیا ؟
ہجرِ جاناں میں نہیں ظلمت سے کم نورِ سحر — دیدۂ سیارہ و ثابت میں کاجل ہوگیا

---

1 ـ مطبوعہ ـ ب = ---------- طرح ------

2 ـ " ـ ب = ---- سیارہ و ثابت ------ -- = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے
" و " کتابت ہونے سے رہ گیا ہے -

زاہدا! حاجت روا ہوجا کسی محتاج کا
کل نہ تو ناکام ہوگا کام کرلے آج کا

جن کی ہمت ہے بلند، ان کو تعجب کچھ نہیں
پست فطرت جوکہ ہے قائل ہو کیا معراج کا؟

ایک یہ شق القمر کیا وہ صنم چاہے اگر؟
اس کے گیسو کے لیے بن جائے شانہ عاج کا

کر رہا ہے انتظامِ ملکِ دل سلطانِ عشق
ہوگیا ہے حکم عقل و ہوش کے اخراج کا

تجھ سے کیا نسبت کہ ہیں خطِ شعاعی جائے تیر
صاف ہے خورشید میں نقشہ ترے آماج کا

کوئی دمِ فرصت جسے مل جائے سمجھے مغتنم
رہ گیا بس جس نے رکھا کام کل پہ آج کا

ملک و دریا رہ گئے اکثر ہوئے دونوں فنا
ایک سا عالم نظر آیا حباب و تاج کا

چشمِ تر سے عشقِ ابرو میں چلے آتے ہیں اشک
قافلہ گویا سمندر میں رواں ہے حاج کا

دل تو ہے وحدت سرا داغِ محبت ہے چراغ
چاہیے اس کو فتیلہ پنبہ' حلاج کا

رات کو ہوتی ہے جیسے ماہِ یک ہفتہ کی سیر
یوں نظر آیا تری زلفوں میں شانہ عاج کا

مل گیا ہے عشق کا آزار قسمت سے مجھے
ہوں جو عیسیٰ بھی ارادہ ہو نہ استعلاج کا

استرے سے کردیئے ابروئے جاناں کیا درست
مرتبہ حاصل ہوا حجام کو حجاج کا

تیرے دانتوں کو جو دیکھا ہوگئے ہیرے سفید
زرد اے کانِ ملاحت! رنگ ہے پکھراج کا

بند کر راہِ قضا غافل! یہ کیا کرتا ہے حکم
گرد خیمہ ہو طلایہ رات دن افواج کا

ناسخ! اس بحرِ لطافت کے جو ہیں مداح ہم
عالم اپنی طبع میں ہے قلزمِ امواج کا

---

1 ـ مطبوعہ ـ مقطع ـ ب = ------- کا ------ مواج

صبحِ فرقت نے دکھایا روپ سارا شام کا — آفتابِ صبح کو سمجھا میں تارا شام کا
رات بھی دن ہے ہمیشہ پرتوئے رخسار سے — آسکے تیری گلی میں کب ہے یارا شام کا؟
کیا درازی حد سے گزری ہے شبِ فرقت کی آج؟ — صبح کے بدلے ہوا جلوہ دوبارہ شام کا
بُندا بالے میں نہیں تعویز بالوں میں نہیں — وہ ستارا صبح کا ہے یہ ستارا شام کا
ہے شبِ وصل اے فلک! ڈرتا ہوں تیری دوڑ سے — صبح کا تارا نہ ہوجائے یہ تارا شام کا
عکس ڈالا زلف کا آئینہ رخسار میں — صبح کے قرطاس پر نقشہ اتارا شام کا
دے جو تیرے پیارے پیارے رو و گیسو سے مثال — منہ ہے پیارا صبح کا گیسو ہے پیرا شام کا
وصل کی شب ہے مے خانے میں جوش نور ہے — ہے چراغِ شام سے شرمندہ تارا شام کا
صبح تک بچنا نہیں ممکن شبِ فرقت میں آج — میرے زخموں سے بھرا ہے مشک سارا شام کا
ہوں جگر کوں اشک،آپہنچی شبِ تارِ فراق — میری جانب یہ شفق سے ہے اشارہ شام کا
کیا فروغِ حسن ہے ہوتا ہے دھوکا صبح کا — سامنا جس روز ہوتا ہے تمہارا شام کا
صبح جب دیکھی کفن کا دھیان مجھ کو آگیا — گور یاد آئی کیا جس دم نظارا شام کا
دیر کی آنے میں تم نے میں تڑپ کر مر رہا — صبحِ محشر پر گیا وعدہ تمہارا شام کا
تیری دوری سے اب اے صبحِ امیدِ عاشقاں! — ہوگیا ہے ایک سا نقشہ ہمارا شام کا
تیری زلفوں کو اگر دیکھے تو زلفوں کی طرح — ہو گریباں اے پری رو! پارہ پارہ شام کا
تیس دن رکھتا ہے دن دنیا میں وہ خورشید رو — عالمِ امکاں میں کیا ہو اب گزارا شام کا ؟
ناسخ! آغازِ شبِ فرقت میں یہ تارے نہیں — میری خوں ریزی کو لشکر ہے صف آرا شام کا

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ------- بالے ---------- = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے " بالوں
بجائے " بالے "

2 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ------- یہ سیہ ----------

3 ۔ " ۔ ب = ---------- میں ----------

4 ۔ " ۔ ب = ------- ہے ----- یہ -----

5 ۔ " ۔ ا = ------------------- گیا۔

جلد ہو مست یہی کر رہی ہے شور گھٹا
آگ برسے تو نہیں جائے عجب، فرقت میں
کوڑے بجلی کے نہ کیوں رعد لگائے پیہم؟
جس طرح باغ میں بارش ہے یوں ہی جنگل میں
دم بہ خود صورِ قیامت ہو جو نالاں ہوں میں
دھوئے واں بال ہوا یاں دل پر داغ کو وجد
ناتوانی ہوئی دن رات کے غم کھانے سے
خم سے برسات میں اِس درجہ ہوا جوشِ شراب
لازم اس مینہ کی سواری میں گھٹا ٹوپ بھی ہے

ساقیا! دیر نہ کر دیکھ تو! ہے زور گھٹا
ہے یہ دودِ دلِ سوزاں، نہیں گھنگھور گھٹا
مے کشو! چادرِ مہتاب کی ہے چسور گھٹا
نظر آتا نہیں کچھ ہوگئی ہے کور گھٹا
پر یہ چپ رہتی نہیں ہے بڑی منہ زور گھٹا
رقص کرتے ہیں اگر دیکھتے ہیں مور گھٹا
جس قدر بھوک بڑھی اور مرا زور گھٹا
ہوئی بادۂ گل کوں میں شرابور گھٹا
نہ بھگودے تری سکھپال کا سب توڑ گھٹا

---

1 ـ مطبوعہ ـ ب = -------- یہ دور ---------- = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے لفظ "یہ" کتابت ہونے سے رہ گیا ہے ـ

2 ـ " ـ ب = -------------- مرا ------

3 ـ " ـ ا = ------- مہ -------------

۴ ـ ب = --------------- توڑ ----

عالمِ بالا بھی تجھ پر مبتلا ہوجائے گا
رفتہ رفتہ اُو سہی ! بالا بلا ہوجائے گا

دھوپ تو کیا چاندنی پڑجائے گی تجھ پر اگر
گورا گورا جسم نازک سانولا ہوجائے گا

ذبح کرنے کو اگر تم مستعد ہوجاؤ گے
جو مرا جزو بدن ہے وہ گلا ہوجائے گا

تو لگائے گا جو قاتل ! سرمہٴ دنبالہ دار
تیری شمشیرِ نگہ کو پر تلا ہوجائے گا

تو وہ یوسف ہے کہ تجھ پر کیا بشر دیوانے ہیں
گرگ دیکھے گا تو کتنا باولا ہوجائے گا

رات دن غافل! بدوں سے بھی کیا کر نیکیاں
کیا برا ہے اس میں کچھ تیرا بھلا ہوجائے گا ؟

موتیا کا ہار کردے گا پسینہ آپ کا
یہ معطر موتیوں کا پسر تلا ہوجائے گا

ہے یوں ہی ترکِ ہوا ہم کو اگر او فلسفی!
ثابت اپنے عالمِ دل میں خلا ہوجائے گا

گرمیٴ رخسار سے بیمار ہوگی چشمِ یار
دھوپ کی شدت سے آہو کا ہلا ہوجائے گا

وصل کی شب ہوچکی بس میری خاطر تا کجا؟
تنگ مرغانِ سحر کا حوصلہ ہوجائے گا

بیڑیاں حداد! پہناتے ہیں میرے پاؤں میں
کوئی دم دستِ جنوں کو مشغلہ ہوجائے گا

ہے سیہ خانہ ہمارا سُست بنیاد اس قدر
شمع رکھے گی قدم تو زلزلہ ہوجائے گا

کیسی تخفیف اے طبیبو! فصل گل آنے تو دو؟
پھر وہی میرے جنوں کا ولولہ ہوجائے گا

فکر کر اپنی ہی ناسخ کا نہ غم کھا واعظا!
شافع اس کا بادشاہِ کربلا ہوجائے گا

جھومتی آتی ہے متوالی گھٹا — ہے سیہ مست آج کی کالی گھٹا
روتے روتے اشک آنکھوں میں نہیں — ایسی برسی ہوگئی خالی گھٹا
روئی ایسا دیکھ کر مجنوں کو خشک — برقعِ لیلٰی کی ہے جالی گھٹا 1
ہے کشو ! کب رعد کی آواز ہے؟ — محتسب کو دیتی ہےگالی گھٹا
ہیں فلک پیما ہمارے طفلِ اشک — ہوگئی ہے وقفِ پامالی گھٹا
وصل کی شب ہوچکی احسان کر — اک گھڑی گنتے ہیں گھڑیالی گھٹا ؟
اشترائے ہے کی رغبت دیتی ہے — ہے کشو! کرتی ہے دلالی گھٹا
روزِ ناسخ کا تو نقشہ ہوچکا — اب شفق کی بھی دکھا لالی گھٹا

---

1 ـ مطبوعہ ـ ب = ------- لیلٰی ---------- = بنیادی میں سہو کاتب سے " لیکی " بجائے " لیـ

زہر گیسو کا بہت ہے اور تھوڑا سانپ کا
تیری کنگھی نے صنم! ہر دانت توڑا سانپ کا

ایک سے کوئی اگر بچ جائے کاٹے دوسرا
دونوں گیسو دونوں گالوں پر ہیں جوڑا سانپ کا

کب نہا دھو کر نچوڑے ہیں یہ اسنے سر کے بال؟
زہر سارا اے پری! تونے نچوڑا سانپ کا

شاخِ صندل ہے اگر نازک کلائی آپ کی
جان عاشق کو اثر رکھتا ہے توڑا سانپ کا

دفن بانبی میں ہوا میں ناتواں مرنے کے بعد
عاشقِ کاکل جو تھا پیچھا نہ چھوڑا سانپ کا

دونوں زلفیں یار کی زیرِ زمیں آتی ہیں یاد
بھیج دے بہرِ عذاب اللہ! جوڑا سانپ کا

ہے بجا یہ دونوں زلفوں کا مقام ابرو کے پاس
پیش ازیں کعبے میں بھی تھا ایک جوڑا سانپ کا

غیر کو ہے مضحکہ مجھ کو جو ہے سودائے زلف
مثلِ ضحاک اس کے شانوں میں ہو پھوڑا سانپ کا

دیکھ کر چوٹی کو ایڑی تک جو بل کھانے لگا
سنگ پائے یار سے سر میں نے پھوڑا سانپ کا

اس پری کے گیسوؤں کے عشق میں بیمار ہوں
چاہیے میری دوا میں زہر تھوڑا سانپ کا

زلف کا سودا جو ہے جنگل کی یوں کرتا ہوں سیر
اژدہے کی ہے سواری اور کوڑا سانپ کا

یاسمن سے گالوں پر چاروں کے چاروں مست ہیں
آنکھیں ہیں بھنورے کا جوڑا ، زلفیں جوڑا سانپ کا

ہوگیا رنجور تیری زلفِ پیچاں دیکھ کر
زہر کا چھالا بنا ہے ایک پھوڑا سانپ کا

کیا کوئی موذی ہے تیرے سامنے اے شہ سوار!؟
رخشِ رستم کی طرح قاتل ہے گھوڑا سانپ کا

بولے وہ مل دَل کے میرے دل کو اپنی زلف میں
خوش ہوا اے ناسخ! پھپھولا ہم نے توڑا سانپ کا

---

1 ـ مطبوعہ ـ ب = ---------- گالوں ---------- = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے
" کاگوں پر " بجائے " گالوں پر "

2 ـ " ـ ب = ---- گیسو -------------

3 ـ " ـ ب = ------------- توڑا ------

4 ـ " ـ مقطع ـ ب = --------------- پھوڑا

مل کے مِسّی رتبہ دانتوں کا بہت کم کردیا
کیا غضب تم نے کیا ہیروں کو نیلم کردیا ؟

کیا! سنہری اُس کی رنگت ہے کہ سونا کردیا
سامنے جب آگئے دینار درہم کردیا

کوئی کیا جانے کھلاڑی! کھیلتے ہو کیسے تم ؟
بارہا اس گنجفے کو تم نے برہم کردیا

زیست بے نظارہ یارب! ایک دم ممکن نہیں
اس پری رو کے بدن کو جانِ آدم کردیا

بارہا اس مے کشِ خودبیں نے میرے سامنے
آئینے کو تو سکندر جام کو جم کردیا

گردنِ ساقی کے آگے بارہا محفل میں رات
گردنِ مینائے مے کو شرم نے خم کردیا

مے پرستو! اپنے ساقی کا تصرف دیکھنا
میر کو رستم کیا ممسک کو حاتم کردیا

سرنگوں سارے سخی ہیں اے سلیمانِ زماں
تیری بخشش نے تو حاتم کو بھی خاتم کردیا

ہے تواضع کیا ہی! باکیفیت کہ اپنی بزم میں
جب کوئی آیا سر مینائے مے خم کردیا

معجزے سے میں جیا پر راست کہیے یا مسیح!
نام کس کا لے کے مجھ پر آپ نے دم کردیا؟

سامنے آیا وہ گل جو مجھ کو روتا دیکھ کر
لختِ دل کو پھول اور اشکوں کو شبنم کردیا

کیا فراقِ یار کو آتے ہیں طورِ انقلاب
جب خوشی آئی مرے دل میں اسے غم کردیا

کیسی ہنسنے کی جگہ ہوتی ہے رو دیتا ہوں میں
ہجر میں گل کو بھی گویا میں نے شبنم کردیا

ماہِ کنعاں چاہِ کنعاں آبِ خجلت سے ہوا
چشمہٗ خورشید کو بھی تونے شبنم کردیا

رات گھٹتی ہے تو بڑھتا ہے فروغِ آفتاب
حسنِ رخ چمکا جو اس نے زلف کو کم کردیا

یہ دلِ نالاں جو ہے مانندِ شانہ چاک چاک
مثلِ زلف اس نے مزاجِ یار برہم کردیا

شبہ مالک کا فرشتوں کو ہوا رضواں پہ جو
میں نے جو نالوں سے جنت کو جہنم کردیا

زخم دل کے بھر گئے ابروئے قاتل دیکھ کر
بخت نے میرے لیے خنجر کو مرہم کردیا

کھانے کی حاجت نہیں پیتا ہوں میں جب سے شراب
مے فروشوں نے خمِ مے کو بھی زم زم کردیا

ہاتھ تیرا ہے جو اے ساقی! بہ رنگِ شاخِ گل
جامِ مے کو کردیا گل مے کو شبنم کردیا

---

1 - مطبوعہ - ا = ----- -- اِس ------------
2 - " - ا = ------------------- جہاں
" - " - ب = ------------ خاتم ------
3 - " - ا = ---------کیفیت اپنی ------

پیکرِ محبوب میں نقشہ ہے سارا صبح کا
چہرہ' تاباں نظر آتا ہے تارا صبح کا

بام پر وہ ماہ کرتا ہے نظـارا صبح کا
آج بارے خوب چمکا ہے ستارا صبح کا

ہو بھڑک جتنی زیادہ جلد ہے اتنا زوال
سب ستاروں سے ہے روشن تر ستارا صبح کا

داغ ہے خورشید بوزے پیرہن رنگت سفید
صاف مجھ میں عشق نے نقشہ اتارا صبح کا

سب گریباں اپنے اپنے پھاڑیں اُس خورشید پر
ہے یہی چاکِ گریباں سے اشارہ صبح کا

وصل کی شب ہوچکی داغِ کہن تازہ ہوئے
میری مرہم میں پڑے کافور سارا صبح کا

ہے شبِ فرقت نہ تم اے جان! آتے ہو نہ صبح
ہوگیا ہے ایک سا غمزہ تمہارا صبح کا

یہ غزل وہ ہے کہ لفظِ صبح میں ہے نورِ صبح
ہوگیا ہے صبح کا نقطہ ستارا صبح کا

دور ہے صبحِ شبِ فرقت شبِ فرقت دراز
غیر خورشید قیامت کب ہے تارا صبح کا ؟

زندگی کرتی ہے کوتاہی شبِ فرقت دراز
حشر پر موقوف رکھتا ہوں نظارا صبح کا

وصل کا خط رات اٹھا کر ہو چلا جب میں سفید
بولے ہوتا ہے سفیدا آشکارا صبح کا

ہوں ناک ایسی شبِ تارِ جدائی ہے کہ بس
ہوسکے باہر افق سے کب ہے تارا صبح کا ؟

لے کے تیغِ آفتاب آئی ہمارے قتل کو
ظلم ناسخ! ہوگیا ہے آشکارا صبح کا

یہ غزل مطبوعہ میں دیوانِ دوم میں شروع   میں شامل ہے -

* مطبوعہ میں یہ غزل 14 اشعار پر مشتمل ہے - اضافی شعر درج ذیل ہے -

ہوگئی آخر شبِ فرقت میں ساری زندگی
عہدِ پیری میں کیا میں نے نظارا صبح کا

رات آئی تری فرقت میں جو اے پیارا! گھٹا — میری آنکھوں کی طرح ہوگئی خوں بار گھٹا
چاہیے پانی کے بدلے ہو شرر بار گھٹا — دودِ آہِ دلِ سوزاں ہے دھواں دھار گھٹا
روئے روشن ہے وہی ہوگئی گو زلف دراز — بڑھ گئی رات مگر دن نہیں زنہار گھٹا
جائے شبنم یہ بہے اشک مری حالت پر — بن گئی ہے تری فرقت کی شبِ تار گھٹا
ہجر میں بجلی کی تلوار دکھاتی ہے مجھے — آج مانند فلک ہوگئی خوں خوار گھٹا
جانبِ رحمتِ حق دھیان ہے بس رندوں کو — شاد ہوجاتے ہیں کیا دیکھ کر مے خوار گھٹا
ہوش بد مستوں کے چلتے ہیں پئے استقبال — جاتی ہے جب طرف خانۂ خمار گھٹا
اے پری رو! ہے ترے کان کی بجلی بجلی — نظر آتے ہیں ترے گیسوئے خم دار گھٹا
بیٹھ کر سایۂ دیوار میں رویا ہوں جو میں — بن گیا آج ترا سایۂ دیوار گھٹا
چپکے چپکے ہمیں رو رو کے بہانے ہیں سیل — تب برستی ہے جو چلاتی ہے سو بار گھٹا
کل گھٹا دیکھ کے فرقت میں جو میں رونے لگا — ہوئی اڑ بھاگنے کے واسطے طیار گھٹا
قابلِ رحمتِ حق کوئی مقلد کب ہے؟ — کیا بھلا گلشنِ تصویر کو درکار گھٹا ؟
دے گھٹا سے نہ مرے دیدۂ تر کو نسبت — آبرو میری نہ ہم چشموں میں اے پیارا! گھٹا
اپنی زلف اس نے چھپالی جو میں گریاں پہنچا — جیسے چھپ جاتی ہیں جب دیکھتے ہیں مار گھٹا

---

1 - مطبوعہ - ا = -------- دھیان ہے بس ----- = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے لفظ "ہے" کتابت ہونے سے رہ گیا ہے -

2 - " - ب = --------- ابروئے --------- -

3 - " - ا = --------- رویا --------- = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے "ر
بجائے "رویا" -

4 - " - ا = -------------------- اشک

5 - " - ب = ہوئی ---------------- = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے "ہو
بجائے "ہوئی"

6 - " - ا = ---- - کو -------- نہ -----

آنسوؤں میں ہے یہ نقشہ اپنے جسمِ زار کا / بن گیا ہے صاف ڈورا موتیوں کے ہار کا

ہے مناسب کیا ہی! کج ہونا تری رفتار کا / پاؤں میں جوتا بھی ہے اے جان! ٹیڑھے تار کا

گھر سے باہر میرے رشکِ ماہ کو آنے تو دو / چاندنی پر شبہ ہوگا سایۂ دیوار کا

قیس کوئی مانتا ہے رعبِ آواز جرس / سننے والا ہے مری زنجیر کی جھنکار کا

مثلِ یوسف سینکڑوں شیریں دہن ہیں جو فروش / قند والوں میں ہے عالم مصر کے بازار کا

جوہری بازار کا تو نام ہے کنجِ دہن / کوچۂ گیسو لقب ہے مشک کے بازار کا

تیری مسجد میں بھٹک کر آرہے ہم مے پرست / زاہدا! رستہ بتا دے خانۂ خمار کا

خاکساروں کو نہ دے ایذا کہ ظالم! ایک ہے / ہاتھ اٹھانا پاؤں سے پامال کرنا خار کا

برگِ گل کو دیکھ کر کہتے ہیں ہم اے عندلیب! / یہ پپوٹا ہے ہمارے دیدۂ خوں بار کا

سنگِ اسود داغِ سودا چاہِ زم زم چشمِ تر / کعبہ عاشق ہے مقرر ابروئے خم دار کا

زخمِ دامن دار کا خلعت کیا مجھ کو عطا / میرے سر پر چاہیے طرّہ تری تلوار کا

یہ مثل سچ ہے جو جاگے کا سو پائے گا دلا! / بختِ بیدار آشنا ہے دیدۂ بیدار کا

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ مطلع 2 ۔ ب = ------ اے جان جوتا بھی ہے -------

رفتار میں اورنگِ سلیماں ہے یہ گھوڑا — پر سیرت و خصلت میں تو انساں ہے یہ گھوڑا

سلطانِ جہاں کی یہ سواری کا اثر ہے — ہے ابلقِ ایام بدن، جاں ہے یہ گھوڑا

چمکاتے ہی جاتا ہے زمیں سے جو فلک پر — سب کہتے ہیں خورشیدِ درخشاں ہے یہ گھوڑا

ہے جلوہ نما شاہِ جہاں چاند کی مانند — رتبے میں فلک سے بھی دو چنداں ہے یہ گھوڑا

گردن یہ بلند اس کی ہے گلشن میں جو گزرا — قمری نے کہا سروِ خراماں ہے یہ گھوڑا

جو حکم کیا شاہِ جہاں نے وہیں سمجھا — انساں کی مانند سخن داں ہے یہ گھوڑا

فیروزہ جو ہے نام مبارک یہ بجا ہے — لاریب نگِ مہرِ سلیماں ہے یہ گھوڑا

آتا ہے پسینہ جو اسے آبِ بقا ہے — حیواں ہے تو چشمۂ حیواں ہے یہ گھوڑا

ایسا ہے بدن صاف کہ لوٹا جو زمیں پر — سب کہنے لگے گوہرِ غلطاں ہے یہ گھوڑا

کہیے جو اسے برقِ تجلی تو بجا ہے — نعلوں سے ہمیشہ شرر افشاں ہے یہ گھوڑا

یہ دامنۂ زیں نہیں شہپر ہیں پری کے — مانندِ پری صاف نمایاں ہے یہ گھوڑا

برچھے ہیں اگر اِس کے جلو میں تو بجا ہے — کچھ شبہ نہیں شیر نیستاں ہے یہ گھوڑا

تابع ہے یوں ہی رخشِ فلک شاہِ جہاں کا — جس طرح سدا تابعِ فرماں ہے یہ گھوڑا

ہے شاہِ جہاں کی نظرِ لطف جو اس پر — آفاق میں سب گھوڑوں کا سلطاں ہے یہ گھوڑا

رکھتا ہے قدم فخر سے اب چرخِ بریں پر — سلطانِ زماں کے جو تہ راں ہے یہ گھوڑا

کافی ہے فقط ظلِ الٰہی کا اشارا — ناسخ کی طرح تابعِ فرماں ہے یہ گھوڑا

---

1 ـ مطبوعہ ـ مطلع ـ ب = ------- خلقت ----------

2 ـ " ـ ا = -------- تماشائے ------------

3 ـ " ـ ا = --------------- تو --------

4 ـ " ـ ب = -------- جہاں ----------

هجر میں لاغر بدن حد سے زیادہ ہوگیا
جو شلوکہ تھا ہمارا سو لبادہ ہوگیا

کرتے ہیں سالک ترقی سے تنزل اختیار
جب کہ منزل میں سوار آیا پیادہ ہوگیا

بتی اس کے میل کی بتی اگر کی بن گئی
ریزہ ریزہ میل صندل کا برادہ ہوگیا

قبر پر وہ آئے ہم زندہ ہوئے اے فلسفی!
دیکھنا. معدوم کا کیوں کر اعادہ ہوگیا ؟

ہوگئی زر کی جگہ دل میں خرابہ ہوگیا
پیشتر جس جا خزانہ تھا خرابہ ہوگیا

ماہِ کامل تیرے منہ دھونے کو ہے سیلابچہ
آفتاب اے ماہ تابان! آفتابہ ہوگیا

کیا ہو ہم روؤں کے آگے شیشہ گردوں کی قدر؟
گر گیا نظروں سے جب، خالی قرابہ ہوگیا

وہ چمک ہے تیرے ماتھے میں کہ سونے میں نہیں
جو قصابا تھا تمامی کا قصابہ ہوگیا

ایک جانب گومتی ہے ایک جانب نہرِ اشک
لکھنؤ بھی میرے رونے سے دوآبہ ہوگیا

اُس بھبوکے کی نگاہِ گرم ہے تیرِ شہاب
چہرہ گیسو سے ستارا ذو ذوابہ ہوگیا

مقابل آپ کی آنکھوں سے آہو ہو نہیں سکتا
انہی کے آگے جادوگر سے جادو ہو نہیں سکتا

بنا گو سجدہ گاہِ اہلِ ایماں طاق کعبے کا
مگر حاصل مقام طاقِ ابرو ہو نہیں سکتا

مری آنکھوں سے کیا نسبت کہ قطرہ ابرِ نیساں کا
دُرِ نایاب ہوسکتا ہے آنسو ہو نہیں سکتا

گدائے کوچہ کیا درویش صحرا گرد کسے آگے؟
کوئی کتا کبھی وحشت سے آہو ہو نہیں سکتا

کمال اے ماہِ کامل! تونے کو پیدا1 کیا لیکن
ہلالِ عید ہوسکتا ہے ابرو ہو نہیں سکتا

لہو سارے بدن کا کردیا ہے خشک فرقت میں
مگر اے آہ! تجھ سے خشک آنسو ہو نہیں سکتا

کرے جو استفاضہ اُس کو استعداد لازم ہے
کہ برگِ شاخ گلبنِ گل سے خوش بو ہو نہیں سکتا

نزاکت شاخِ گل میں ہے کہاں اُس گل کے ہاتھوں سی؟
کوئی گل برگ بھی تعویذِ بازو ہو نہیں سکتا

ہے اُس آتش کے پرکالے سے فرقت اب کے جاڑوں میں
سوائے داغِ حسرت گرم پہلو ہو نہیں سکتا

جو او پہلو نشیں! تو کر گیا پہلو تہی مجھ سے
جدا پہلو سے دم بھر دردِ پہلو ہو نہیں سکتا

ہوا جو خود نما اس باغ میں جلدی فنا ہوگا
قیامِ رنگِ گل تا ہستیِ بو ہو نہیں سکتا

---

1 - مطبوعہ - مطلع - ۱ = ------------- کی ----------

2 - " - ۱ = ------------------------- نے   بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب

سے " میں " بجائے " نے "

3 - " - ۱ = ------------ اس -------------

4 - " - ۱ = ------------------ سے -------کی

ہوئے جوان سے بوڑھے، گرے ہمارے دانت — کبھی ہنسے نہ کہ ہم دیکھتے تمہارے دانت
نکال دیں ترے ہنستے ہی کیوں نہ تارے دانت؟ — خدا نے عرش سے یہ نور کے اُتارے دانت
دلائی یاد مجھے تونے قامتِ محبوب — کریں ترے لیے اے سرو! تیز آرے دانت
عذار و زلف ہو کامل و شبِ مہ تاب — تری زبان تو ہے ماہِ نو، ستارے دانت
بہ رنگ برگِ گل و شبنم اب دکھا مجھ کو — یہ پیاری پیاری زبان اور پیارے پیارے دانت
کسے ہے اکل سے مطلب سوائے شربِ شراب؟ — نہیں ہے غم مجھے ساقی! کریں جو سارے دانت
ملال کا ہے گمان آفتاب میں سب کو — عذارِ صاف سے جو ہیں عیاں تمہارے دانت
تمہارے کاکلِ پیچاں میں دیکھ کر شانہ — ہوئے ہیں مارِ سیہ کے بھی کند بارے دانت
رہے گلوری مبارک تمہارے دانتوں کو — بنے ہیں ہونٹ چبانے کو بس ہمارے دانت
دلا! کمال وفادار ہے سگِ قاتل — ہوا میں قتل تو لاشے کو خوب مارے دانت
نکالیے دُرِ مقصود کیوں کر اے ناسخ!؟ — فلک نہنگ ہے بحرِ فنا میں تارے دانت

---

1 ـ مطبوعہ ـ ا = ---------------------- دل دار
2 ـ " ـ ب = -------------- اور یہ پیارے ------
3 ـ " ـ مقطع ـ ب = ------------ جہاں --------

* مطبوعہ میں یہ غزل 9 اشعار پر مشتمل ہے ـ مطلع اور شعر نمبر 7 مطبوعہ میں کم ہے ـ دونوں اشعار غیر مطبوعہ ہیں ـ

ہے نگاہ و ابرو و مژگان و چشمِ یار کج
فوج کج مجھ سے نہ ہو کیوں کر کہ ہے سردار کج؟

خیریت چاہیے تو سیدھی چال چل او مال مست
کرتے ہیں نشے میں چلتے ہیں اگر مے خوار کج

کیا ہی! منہ کرتا ہے ٹیڑھا دیکھتا ہے جب مجھے
کردے یارب! روئے دشمن لقوے کا آزار کج

کج ادائی یار کی مجھ کو گوارا ہے دلا!
بر غضب یہ ہے کہ اب رہنے لگے اغیار کج

وہ گئے دن جو ہمیشہ مجھ سے سیدھی آنکھ تھی
جب نہ تب میں اب تو پاتا ہوں نگاہِ یار کج

پھر گئے بندے تو برگشتہ نہ ہو کیوں کر خدا؟
دیکھی مسجد خانہ ہائے خلق سے سوبار کج

راستی کا نام بھی اس شہر میں سنتے نہیں
کیوں نہ ہوں سب لکھنو کے کوچہ و بازار کج ؟

ہے کجی میں مردمِ کج طبع بھی کتے کی دُم
راست اِن کو کیجئے سوبار ہوں سو بار کج

بھوں میں کیوں بل ڈالتے ہو جان! مجھ کو دیکھکر؟
کیا رہے قیمت جو ہوجائے کوئی تلوار کج؟

پڑ گئی گلشن میں جو اے گل! تری ٹیڑھی نگاہ
ہوگئی ہر ایک شاخِ نرگسِ بیمار کج

ہے مساوی اہلِ دنیا کی کجی و راستی
راست ہیں ہم سے اگر دو چار تو دوچار کج

تانے ہے دن رات سر چنگِ حوادث آسماں
سر پھرا ہے سرکشو! رکھتے ہو کیوں دستار کج؟

سرو تک بستان عالم [میں] نہ پائے راستی
کیا اچنبھا ہے ہوئی مجھ سے جو اور اشجار کج ؟

ظاہر و باطن میں یوں ہے یاں کجی و راستی
راست ہے اندر سے گھر باہر سے ہے دیوار کج

سیکھی تیری زلف کے سائے کی چال اے خوش خرام!
کالے ناگوں کی نہ کیوں کر ایسی ہو رفتار کج؟

دامنِ نظارہ ناسخ! الجھ کر چھٹ چکا
گرد چشمِ نرگسی کے ہیں مژہ کے خار کج

---

1 مطبوعہ - ا = ----------- مجھ کو اے جاں ----

2 - " - ا = ----------- عالم میں ------- = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے لفظ "میں" کتابت ہونے سے رہ گیا ہے -

3 - " - ا = ----------- یہاں یوں ہے ------

مشک لے آئی ہے شائد بیچ کر کافور صبح — آج فرقت میں بہ رنگِ شام ہے بے نور صبح

چہرۂ ساقی چمکتا ہے بہ رنگِ آفتاب — بادۂ گل گوں شفق ہے، ساغرِ بلور صبح

آگیا جو مے کشو! مجھ کو صبوحی کا خیال — بن گیا مینائے مے ہر دانۂ انگور صبح

ہجر میں ہے آج میری جان کو دیو سفید — وصل میں گل گورے گورے تھے بہ رنگِ حور صبح

وقت بے وقت آگیا ہے بیش تر وہ آفتاب — ہوگئی ہے بارہا شامِ شبِ دیجور صبح

نیشِ عقرب سے زیادہ رات بھر پہنچی گزند — بند کردے اختروں کے خانۂ زنبور صبح

کہتے ہیں مردے کسی کی حسرتِ دیدار میں — کر شبِ تار لحد کو اے صدائے صور صبح

بھاگتا ہے مرہمِ کافور میرے داغ سے — جس طرح خورشید نکلا ہوگئی کافور صبح

میری آہوں میں کہاں ٹھہرا چراغِ آفتاب؟ — ہے شبِ فرقت سیاہ آنے میں ہے معذور صبح

دیکھ اے موسیٰ! تجلی روز اس محبوب کی — طور کا شعلہ ہے خورشیدِ درخشاں طور صبح

ہجر میں ظاہر سب آثار قیامت ہوگئے — پردۂ شب میں رہے گی تابہ کے مستور صبح؟

تیری الفت میں سراپا ہے سفید اے آفتاب! — دم کی ہے مہمان ایسی ہوگئی رنجور صبح

وہ بلا ہے یہ شبِ فرقت کہ مارے ہول کے — جادۂ مشرق سے کوسوں بھاگتی ہے دور صبح

شہرۂ شامِ شبِ فرقت بھی ہرگز کم نہیں — گرچہ ہے عالم میں روزِ حشر کی مشہور صبح

مرغِ زرینِ فلک انڈے سے بھی نکلا نہیں — یہ شبِ فرقت ہے اے ناسخ! ابھی ہے دور صبح

---

1 ـ مطبوعہ ـ ا = ---------- اور ----------

2 ـ " ـ ا = -------ناسخ -------- -- سے — مطبوعہ میں یہ مقطع ہے

3 ـ " ـ ا = ------- فرقت میں بھی -------

4 ـ " ـ مقطع ـ ب = ---------- ناداں ------ مطبوعہ میں یہ مقطع نہیں عام شعر ہے ـ

پھر بہار آئی نکلیئے گھر سے دامن جھاڑ کر
سوئے صحرا اے جنوں! چلیئے گریباں پھاڑ کر

آگے اس خورشیدِ تاباں کے جو ہوتا ہے خجل
ماہِ تاباں ابر سے کہتا ہے جلدی آڑ کر

انتظارِ سرو قامت میں درختوں کی طرح
میں کھڑا رہتا ہوں پھروں پاؤں اپنے گاڑ کر

چھوٹنے پر ہیں ہمارے نالہ٭ سوزاں کے بان
پیلِ گردوں بھاگ نکلے کا ابھی چنگھاڑ کر

جسمِ خاکی کو یہیں چھوڑیں عدم کی راہ لیں
اب وطن کو چلیئے گردِ دشتِ غربت جھاڑ کر

روٹھ کر ہم سے چلا ہے گھر کو وہ گل گوں قبا
کھینچئے دامن گریبانِ صبوری پھاڑ کر

اپنے گڑنے کی نہیں تم کو خبر اے غافلو!
ہوگئی جمعیت خاطر ، خزانہ گاڑ کر ؟

لے گیا صحرا کی جانب واں انہیں شوقِ شکار
2 شیرِ غم پیچھے پڑا یاں کیا ہی! پنجے جھاڑ کر

میرے داغوں کے برابر جب نہ نکلا آفتاب
صبح کیا نادم ہوئی اپنا گریباں پھاڑ کر

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ مطلع ۔ ب = ------------- صحرا ----------

2 ۔ " ۔ ا = ---------------- اُسے ---------

خاموش ایک دم نہیں رہتا دہانِ گور　　　گویا ہمارا لاشہ ہوا ہے زبانِ گور

مے خانے سے ملائکِ نقالہ لے نہ جائیں　　　مرجاؤں میں تو لوگ رہیں پاسبانِ گور

خادم جو تھے بنے وہ فرشتے عذاب کے　　　گھر ہوگیا ہے ہجر میں مجھ کو بسانِ گور

بد تر ہے مزبلے سے بھی دیکھیں جو کھول کر　　　ظاہر میں معبدے سے بھی بہتر ہے شانِ گور 1

ہے صحنِ خانہ عرصۂ محشر نگاہ میں　　　تہہ خانے پر ہے ہجر میں مجھ کو گمانِ گور

تا روزِ حشر جاکے نکلتا نہیں کوئی　　　دنیا میں بس پسند ہے مجھ کو مکانِ گور

کھانے پکا پکا کے دلاتے ہیں فاتحے　　　مردہ غذائے کرم ہوا درمیانِ گور 2

مُردوں کے نام سے بھی کوئی آشنا نہیں　　　کیا فائدہ رہا ہے جو ہمیشہ نشانِ گور ؟

گل خن بنا دیا مجھے ناسخ کے داغ نے　　　سن لو زبانِ حال سے یہ ہے بیانِ گور

---

1 ـ مطبوعہ ـ ا = ------------ مزبلہ ------------

2 ـ " ـ ب = ------------ مور ------------

سر ہے بار اے محتسب! مانندِ مینا دوش پر
ہے بہ رنگ جوشِ مے اپنا لہو بھی جوش پر

ہے جدا وہ ماہ ہم سے داغِ سوزاں ہمکنار
ہالۂ خورشید کا عالم ہے اب آغوش پر

ہے شبِ مہ تاب یا روزِ سیہ میں آفتاب
پھبتیاں سوجھیں یہ اس محبوب کمل پوش پر

ہوگئی کنجی ہمیں موجِ نسیمِ نو بہار
تھا بہ رنگِ غنچہ قفل اپنے لبِ خاموش پر

نیش مژگانِ سیہ سے فصد میری کھول دے
تیری چشمِ شرم گیں پر ہے یہ سودا جوش پر

ہے یہ روزوں کا سبب نفرت ہے اکل و شرب سے
کیا!حسد زاہد کو ہے رندوں کی نوشا نوش پر

مجھ سیہ رو کے جنازے کو اٹھاتے ہیں وہ آج
سایۂ کاکل جنھیں بارِ گراں ہو دوش پر

وہ دل پر خوں ہے اپنا سنتے ہیں جب اس کی آہ
پڑتی ہیں چھینٹیں لہو کی پردہ ہائے گوش پر

مر گیا گھل گھل کے ناسخ! آدمی کیا دیکھیے
لے گئے آخر ملک اس کا جنازہ دوش پر

عشق کو ترک کیا دل تو ہے غم ناک ہنوز　　اشک دامن میں گریبان میں ہیں چاک ہنوز

ہوگئے خاک مگر چین نہیں خاک ہنوز　　طلبِ دوست میں ہے خاک بہ سر خاک ہنوز

ہوگئی وحشتِ دل جھاڑ کے پنجے تیار　　گرچہ ہے دور مرے جسم سے پوشاک ہنوز

شاخِ گل بن گئی غنچے بھی لگے گل بھی کھلے　　نہ لگی تھی لبِ گلِ رنگ سے مسواک ہنوز

چل جنوں! وادیٔ وحشت کی طرف   بلکہ صحرائے قیامت کی طرف

گرم بازاریٔ کثرت سے ہیں تنگ   بھاگئے کوچۂ وحدت کی طرف 1

خلل انداز ہو کیوں کر ابلیس؟   ہے خدا آپ کی امت کی طرف

رنج دیتی ہے محبت سے بھی خلق   دل جو مائل ہیں عداوت کی طرف 2

سیل رو رو کے رواں کرتے ہیں   میرے روضے کی عمارت کی طرف

مرگیا ہوں میں اسی خواہش میں   کبھی آؤ میری تربت کی طرف

کان کب سنتے ہیں طوبا کا ذکر؟   آنکھ ہے سروس قامت کی طرف

قلقلِ شیشہ سنے کیا زاہد؟   کان ہیں شورِ قیامت کی طرف

حسن کب ان کو نظر آتا ہے؟   آنکھ جن کی ہے قباحت کی طرف

گرم جوشی کرے دوزخ جو دلا!   منہ نہ کرنا کبھی جنت کی طرف

قہر کیا اس سے زیادہ ہوگی   دیکھ ناسخ! شبِ فرقت کی طرف 3

---

1 ـ مطبوعہ ـ ا = ------ ہے کثرت سے ------------

2 ـ " ـ ب ـ = -------- ہے ---------

3 ـ " ـ مقطع ـ ا = --------- سوا --------- تار

طورِ موسیٰ ذرۂ صحرائے عشق — نوح و طوفاں قطرۂ دریائے عشق — 1

بے ستونِ آسماں بھی توڑیئے — ہو تمہیں فرہاد گر ایمائے عشق — 2

گرم بازاری تجلی کی ہوئی — جب کہ موسیٰ کو ہوا سودائے عشق — 3

ہے تکلف تیری بے پروائیاں — حسن کو کیوں کر نہیں پروائے عشق ؟

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ مطلع ۔ ا = طور و موسیٰ ------------

2 ۔ " ۔ ب = ... ہمیں .... اگر ....

3 ۔ " ۔ ب = ------- ہوا -------- = بنیادی میں سہو کاتب سے " ہو " بجائے " ہ

فصلِ گل آئی ہوا پھر جوش پر سودائے دل ‌ ‌ موج مے ہو ساقیا! زنجیر بھر پائے دل

جتنے اے سروِ سہی بالا! ترے ہاتھ آئے دل ‌ ‌ باغِ عالم میں صنوبر نے کب اتنے پائے دل

ہیں کواکب کے ستارے کہکشاں کی ہے بُنت ‌ ‌ چرخِ اطلس ہے سحابِ دامنِ صحرائے دل 1

ہجرِ ساقی میں مرے آنسو نہیں اے مے کشو! ‌ ‌ صاف جامِ چشم میں ہے بادۂ مینائے دل

عمر ہے کوتاہ کیا طے ہوسکے راہ دراز؟ ‌ ‌ کوچۂ گیسو سے اب پہلو میں کیوں کر آئے دل ؟

کب ہوا میری نظر بازی سے عالم مطلع؟ ‌ ‌ نو فلک ہیں پردہ ہائے دیدۂ بینائے دل

ابتدا و انتہائے موج ازل ہے اور ابد ‌ ‌ کیا بتاؤں میں نشانِ ساحل دریائے دل؟ 2

ہے جو دل اِس میں گزر رہتا ہے اُس محبوب کا ‌ ‌ اِس لیے ہر ایک کی آغوش میں ہے جائے دل

تھا اُدھر برگِ خزاں کا شور اِدھر زنجیر کا ‌ ‌ جوشِ گل سے پیش تر ہے جوش پر سودائے دل

ڈر ہے جل جائے نہ تنگی سے کہیں فانوسِ عرش ‌ ‌ ہوگئی بالیدہ کیا! شمعِ قد بالائے دل 3

کرتے ہیں بے ہودہ مجھ پر خود پرستی کا گماں ‌ ‌ دل مرا شیدا ہے تیرا کیوں نہ ہوں شیدائے دل؟ 4

دل اگر وہ سرو مانگے تو صنوبر کی طرح ‌ ‌ جزو جُز اپنے سراپا کا وہیں بن جائے دل

دورِیِ صیّاد میں مانندِ مرغانِ قفس ‌ ‌ سینۂ صد چاک میں ہر دم نہ کیوں چلائے دل؟

منکرانِ آسماں کے قول کو کردے درست ‌ ‌ رفتہ رفتہ ایک دن آہِ فلک فرسائے دل 5

یاد آیا مجھ کو مجنوں آپ مجنوں ہوگیا ‌ ‌ دامنِ صحرا سے بھڑکی آتشِ سودائے دل

---

1 ـ مطبوعہ ـ ب = ---------- سجاف ---------- = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے " صحا
بجائے " سحاب "

2 ـ " ـ ا = ------------ موجِ ازل ہے ---

3 ـ " ـ ا = ---------- جاوے ----------

4 ـ " ـ ب = ------------ ہوں --- = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے " ہو "
بجائے " ہوں "

5 ـ " ـ ا = ---------------- کردے کی راست

* مطبوعہ میں یہ غزل 14 اشعار پر مشتمل ہے ـ مطبوعہ میں شعر نمبر 2 کم ہے ـ یہ شعر غیر مطبوعہ ہے ـ

غم سے دل پر خوں ہے قطرہ دیدۂ تر میں نہیں
بادۂ گل رنگ شیشے میں ہے ساغر میں نہیں

جو چمک تیرے بدن میں ہے وہ زیور میں نہیں
جو صفائی کان کی لو میں ہے گوہر میں نہیں

زلف تو کیا تیری کنگھی کے ہیں دندانے بھی قہر
زہر ایسا اے پری! دندانِ اژدر میں نہیں

دل جو ٹوٹا آہِ آتش ناک پیدا ہوگئی
چوٹ کی سوزش ہے ورنہ آگ پتھر میں نہیں

طائرِ مضموں ملا کرتے ہیں بے شہ بازِ فکر
میرے آگے طاقتِ پرواز شہ پر میں نہیں

نالۂ عشاق سے خالی ہے کب زنجیرِ در؟
کب نگاہیں اس پری کے روزنِ در میں نہیں ؟

جی میں آتا ہے یہ مصرع سکۂ زر کیجئے
یار کے نالوں میں جو رنگت ہے وہ زر میں نہیں

خانۂ تن سے ہماری روح چنبت ہوگئی
تابہ دروازہ پہنچ کر جب سنا گھر میں نہیں

کیوں نہ بیہم بے کلی سے کروٹیں بدلا کروں؟
جائے گل کس رات کانٹے میرے بستر میں نہیں؟

ہم کہاں رکھتے نہیں اے محتسب! پنہاں شراب؟
شیشۂ دل میں نہیں یا کاسۂ سر میں نہیں [1]

شیشۂ گردوں سے لوں گا اپنی قسمت کی شراب
غم نہیں ساقی اگر مینا و ساغر میں نہیں

طفل یہ رو رو کے کہتے ہیں زبانِ حال سے
جو عدم میں چین تھا دامانِ مادر میں نہیں

---

1 - مطبوعہ - ب = ------- نہیں یا کاسۂ----------- = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے لفظ " یا " کتابت ہونے سے رہ گیا ہے -

* مطبوعہ میں یہ غزل 11 اشعار پر مشتمل ہے - شعر نمبر 11 کم ہے - یہ شعر غیر مطبوعہ ہے -

تو وہ باطن ہے کہ جلباب میں تجھ پر لاکھوں | تو وہ ظاہر ہے کہ بے تاب میں مظہر لاکھوں

ہوں وہ کافر کہ زمانے کے صنم میں مرغوب | ہوں وہ مجنوں کہ مجھے چاہیں پتھر لاکھوں 1

نورِ عرفاں جو نہ ہو جہل کی ظلمت میں نہاں | ایک ہی تجھ کو نظر آئیں یہ مظہر لاکھوں

خاک سے سبزہ نکلتا ہے جو مانندِ زباں | ہوگئے زیرِ زمیں خاک سخن ور لاکھوں

کیا ہے آو قاتلِ عالم! ترے آگے تلوار؟ | تجھ میں تو اور بھی جز قتل میں جوہر لاکھوں 2

خاک ہوجاتے ہیں جیسے سمن و گل ہر سال | ہوگئے خاک گل اندام و سمن بر لاکھوں

دن کو بس ایک ہی خورشید نظر آتا ہے | رات کو جلوہ نما ہوتے ہیں اختر لاکھوں

اعتمادِ سر و سامانِ شہی خاک نہیں | ہوگئے خاک برابر سرِ افسر لاکھوں

آدمی کیا! کہ سنو مجھ سے فرشتوں کا حال | جل گئے شعلۂ ادراک سے شہ پر لاکھوں

آنکھیں ہم رندوں کی اشکوں سے ہیں پُر بھرِ شراب | ایک شیشہ نہیں لب ریز ہیں ساغر لاکھوں

تو ہے محبوبِ خدا صدقے ہو تجھ پر ناسخ | امتیں کیا! ترے تابع ہیں پیمبر لاکھوں

---

1 ۔ تصحیح قیاسی ۔ ب = مخطوطے میں "چاہیے " ہے ۔ ہمارے خیال میں " چاہیں "

2 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ---------- اے ----------

* اشعار کی ترتیب کس قدر مختلف ہے ۔

ہیں یاد وہ بے مثال آنکھیں — کیا ہیں تری او غزال! آنکھیں؟ 1

ہے اہلِ نظر سے بغض تجھ کو — نادر کی طرح نکال آنکھیں

نشے کے نہیں یہ لال ڈورے — ہیں طائرِ دل کو جال آنکھیں

دیکھا آنکھوں کو میں نے کس دن؟ — مجھ پر نہ عبث نکال آنکھیں

کیا کیا مجھ کو نہ دن دکھائے — اب ہوگئی ہیں وبال آنکھیں 2

کس کا نشہ نہیں جو ساقی!؟ — رونے سے ہیں میری لال آنکھیں

رفتار میں نعلِ کفش کی طرح — کرتا ہے وہ پائمال آنکھیں

سر تا پا شرم وہ پری ہے — لیکن ہیں بڑی چھنال آنکھیں

بوٹا سا قد ترا جو دیکھا — نرگس کی ہوئیں نہال آنکھیں 3

رویا نہیں ہجر میں جو میں آج — جلتی ہیں مری کمال آنکھیں

آیا تاثیرِ گریہ سے یار — ناسخ! اب پونچھ ڈال آنکھیں

---

1 - مطبوعہ - مطلع - ا = ------- یاد وہ -------- = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب "یا وہ" بجائے "یاد"

2 - " - ا = ---------- نہ مجھ کو -------

3 - " - ا = --- قد جو تیرا -------------

دُر فشاں ہونٹ ہیں تقریر اِسے کہتے ہیں
1 دُر فشاں کلک ہے تحریر اِسے کہتے ہیں

بھولے اللہ کو تقصیر اِسے کہتے ہیں
بت پر اب مرتے ہیں تعزیر اِسے کہتے ہیں

ڈھیر جو ہے میری ٹوٹی ہوئی زنجیروں کا
خرمن دانۂ زنجیر اِسے کہتے ہیں

مل گیا سونے کے گھنوں سے سنہرا جوڑا
2 رنگ کہتے نہیں اکسیر اِسے کہتے ہیں

محتسب کو جو ہوا پیرِ مغاں کا انکار
جو جواں مرد ہیں ہے پیر اِسے کہتے ہیں

شکلِ زنجیر ترے پاؤں میں الجھی ہے جو زلف
3 وحشتِ عشق کی تاثیر اِسے کہتے ہیں

چلے جاتے ہیں جو کعبے کو گدھوں پر زاہد!
4 مذہبِ عشق میں تشہیر اِسے کہتے ہیں

خرمنِ دانۂ زنجیر ہے زنداں میں معاش
5 کشورِ عشق میں جاگیر اِسے کہتے ہیں

نگہ یار کو برچھی نہیں کہتے ہیں فقط
تیر اِسے کہتے ہیں شمشیر اِسے کہتے ہیں

عہدِ پیری میں ہے میرا قد خمِ گشتہ کماں
یہ نہیں عصرِ رواں تیر اِسے کہتے ہیں

دم بہ دم کیا ہی مری عمر گھٹی جاتی ہے
دم نہیں کہتے ہیں شمشیر اِسے کہتے ہیں

صبح کے طور سے دوڑا وہ گریباں پھاڑے
اثرِ نالۂ شب گیر اِسے کہتے ہیں

تھا جو بوٹا سا ترا قد سو ہوا سروِ سہی
بارشِ اشک کی تاثیر اِسے کہتے ہیں

کیوں نہ حاجی کریں محرابِ حرم کو سجدے؟
ابروئے یار کی تصویر اِسے کہتے ہیں

وصف جو مصحفِ رخ کے مرے دیوان میں ہیں
6 لوگ قرآن کی تفسیر اِسے کہتے ہیں

وصل پیری میں ہوا مجھ کو جو شیریں لب سے
لوگ ناسخ! شکر و شیر اِسے کہتے ہیں

---

1 ـ مطبوعہ ـ مطلع ـ ب = زر ------------

2 ـ " ـ ا = ------- گھنے ------

3 ـ " ـ ا = ------------ ہے زلف ـ = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے لفظ " جو "
کتابت ہونے سے رہ گیا ہے ـ

4 ـ " ـ ا = ------------ گدھے ------

" ـ " ـ ب = ------------ کی ----------

5 ـ " ـ ا = ---------- زنجیر ------------ = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے " نج
بجائے " زنجیر ـ

6 ـ " ـ ا = ------------------- دیوان ---- بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے
" دان " بجائے " دیوان "

* مطبوعہ میں مطلعِ اولیٰ مطلعِ ثانی ہے ـ

خاک ہے او سخت جاں! آخر ترا تن خاک میں
خاک ہوجاتا ہے رہتا ہے جو آہن خاک میں 1

تین عنصر کرتے ہیں اپنے مراکز کو رجوع
خاک کا بعد از فنا ہوتا ہے مدفن خاک میں

باعث بغض و عداوت زندگانی ہے فقط
ایک سے ہوجائیں گے شیخ و برہمن خاک میں

قصہ شکر و شکائت بس یہیں تک ہے دلا!
ایک دن مل جائیں گے سب دوست دشمن خاک میں

ایسے طالع میں کروں جو ایک دانے پر نگاہ
گنج قاروں کی طرح دبنس جائے خرمن خاک میں 2

پرتوا پڑجائے تیرا خفتگانِ خاک پر
چونٹیاں اس واسطے کرتی ہیں روزن خاک میں

میری تربت پاؤں کیوں کر چوم لے اے شہ سوار!
پاؤں لگنے بھی نہیں دیتا ہے توسن خاک میں 3

چادرِ مہ تاب کی مانند جوشِ نور سے
اُس پری کا لوٹتا جاتا ہے دامن خاک میں 4

کی جو اس سروِ رواں نے باغ میں گردن کشی
دھنس گئے سروِ گلستاں تابہ گردن خاک میں

خاک اڑتی ہے اگر گھر میں تو کچھ پروا نہیں
ایک دن مل جائے گا یہ خانہ تن خاک میں

کرتے ہیں آئینہ ساز آئینہ روشن خاک سے
مل گئے ہیں جو ہزاروں روئے روشن خاک میں

کرگئے ہیں سینکڑوں شیریں ادا شیریں کلام
جا بہ جا ہوں چیونٹیوں کے کیوں نہ روزن خاک میں؟

میں وہ سوزاں ہوں نکیریں آکے پروانے بنے
ہڈیاں میری ہوئی ہیں شمعِ روشن خاک میں

مل کے مسّی تو جو کلی پھینکتا ہے اے صنم!
قطرے ہوجاتے ہیں بالکل تخمِ سوسن خاک میں

---

1 - مطبوعہ - مطلع - ا = ------------ اک دن -------

" - " - ب = ------------ دب کے -------

2 - " - ا = ------------ گر ------------

3 - " - ب = -------------- ہی ------------

4 - " - ا = ------------------------- ہے

شتی ہے آج سرعت میں ہوا سے کم نہیں
نوح اگر ساقی نہیں تو نا خدا سے کم نہیں

ستے میں ہر ہر قدم پر دانہ ہائے آبلہ
اے جنوں! گردش ہماری آسیہ سے کم نہیں

یک میں دریا کی لہریں دور کیا! نزدیک کیا!
جو یہاں نا آشنا ہے آشنا سے کم نہیں

کیا اُڑا آتا ہوں تیری بادِ پا کے ساتھ ساتھ !
آج خاک و آب و آتش بھی ہوا سے کم نہیں

زیست بھر ڈھونڈا کہیں ملتا نہیں تیرا سراغ
بت ہے پر پوشیدہ رہنے میں خدا سے کم نہیں

ساتھ تیرا چھوڑ دے گا راہ میں رہ جائے گا
اے مسافر! جسم تیرا نقشِ پا سے کم نہیں

دردِ دیں جو ہے ترے دل میں ابھی ہوتا ہے دور
بادۂ گل رنگ اے زاہد! دوا سے کم نہیں 1

قالبِ بے روح تھا مینا سو گویا ہوگیا
آتشِ مے ساقیا! آبِ بقا سے کم نہیں

بزمِ عشرت میں ہیں طبلے غافلو! طبلِ رحیل
یہ منجیروں کی صدا بانگِ درا سے کم نہیں

دوستو! لانا نہ شیرینی ہماری قبر پر
خوانِ گردوں میں ستاروں کے بتاشے کم نہیں

کیا! بہ رنگِ بید تھرانے لگے شمشاد و سرو
باغ میں وہ سرو قد بادِ صبا سے کم نہیں

میرے مرنے سے کفِ افسوس گل گوں ہوگئے
ان کو خالی ہاتھ ملنا بھی حنا سے کم نہیں 2

تونے کی گل گشت سارا باغ تجھ پر بس گیا
پھول پتہ پنکھڑی بوٹا حنا سے کم نہیں

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ------------ ہوتا ----- = بنیادی مخطوطے میں " رهتا " بجائے " ہوتا "

2 ۔ " ۔ ب = ---------- بھی ملنا --------

تلخ باتیں آپ کی شیریں سخن سے کم نہیں
چینِ پیشانی بھی زلفوں کی شکن سے کم نہیں

کیسی! گرمی ہو ، برہنہ شرم سے ہوتے نہیں
پیرہن بھی آپ کو جزوِ بدن سے کم نہیں

تو حسین ایسا ہے تجھ پر مرتے ہیں سارے حسین
ماہِ کنعاں کو بھی پیراہن کفن سے کم نہیں

ہے شبِ فرقت نظر آنے لگے سامانِ موت
چادرِ مہ تاب بھی مجھ کو کفن سے کم نہیں

بعد مرنے کے بھی عشقِ زلفِ پیچاں ساتھ ہے
بال بال اِس کا مجھے رگ ہائے تن سے کم نہیں

جائے نرگس چشمِ آہو جائے لالہ چشمِ غول
اے جنوں! جنگل تجھے صحنِ چمن سے کم نہیں

یک قلم ہوتے ہیں موزوں ہجر میں مضمونِ غم
جو ہماری بیت ہے بیت الحزن سے کم نہیں

گرچہ غربت ہے تصور میں مگر ہم دم ہیں پاس
میری تنہائی بھی مجھ کو انجمن سے کم نہیں

ابر تو کیا! کوئی بوسہ بھی دیا جاتا نہیں
دل تُرا تنگی [میں] کچھ تیرے دہن سے کم نہیں 1

دونوں پتھر پوجتے ہیں تجھ سے کچھ نسبت نہیں
کعبہ بت خانے سے، حاجی برہمن سے کم نہیں

لے چلا ہوں میں عدم کو بارِ غم بارِ گناہ
روح بھی میری گرانی میں بدن سے کم نہیں

ذبح کرتی ہے، گلا کاٹے فراقِ یار میں
زخمہ زن مطرب مجھے شمشیر زن سے کم نہیں

جو ہوا دنیا میں پیدا فی الحقیقت مر گیا
آدمی کو جامہٴ ہستی کفن سے کم نہیں

اس چمن میں ہے بہ رنگِ گل بقائے آفتاب
بے ثباتی میں ستارے یاسمن سے کم نہیں

جنبشِ مژگاں نہیں گویا ہے جنبش میں زباں
ہر اشارا تیری آنکھوں کا سخن سے کم نہیں

نام ور ہوتے ہی ہوجاتے ہیں اکثر بے نشاں
مُہر کُن کہتے ہیں جس کو گورکن سے کم نہیں

اڑ گئی رنگت ترا جوڑا بسنتی دیکھ کر
پھول گیندے کے چمن میں نسترن سے کم نہیں

جی لڑا دیتا ہے کیسی ہوں زمینیں سنگلاخ
خامہ تیشہ ہے تو ناسخ کوہ کن سے کم نہیں 2

---

1 ـ مطبوعہ ـ ب = -------- تنگی میں کچھ ---------- بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے لفظ " میں " کتابت ہونے سے رہ گیا ہے ۔

2 ـ " ـ مقطع ـ ا = ---------- ہو ---- زمینِ -----

* مطبوعہ میں یہ غزل 17 اشعار پر مشتمل ہے ۔ مطبوعہ میں شعر نمبر 17 کم ہے ۔ یہ شعر غیر مطبوعہ ہے ۔

نہیں پروا اگر وہ روزنِ در بند کرتے ہیں
تصور کےلیے ہم دیدۂ تر بند کرتے ہیں

دلا! ہر چند ساحر منہ کو اکثر بند کرتے ہیں
مرا رونا بھلا دیکھوں تو کیوں کر بند کرتے ہیں ؟

اسیری کا جو وقت آیا کہا رو رو کے یوسف نے
مجھے اب کنجِ زنداں میں برادر بند کرتے ہیں

درازی عمر کی ہے ہر کسی کی خاکساری سے
نہیں بجھتے جو خاکستر سے اخگر بند کرتے ہیں

تجھے اے ماہ! دیکھا، خاک پھر خورشید کو دیکھیں
ہمیشہ صبحِ دم آنکھ اپنی اختر بند کرتے ہیں

سنا ہے کربلا کا حال رندو! ہیں غضب واعظ !
مئے گل گوں تو کیا پانی یہ کافر بند کرتے ہیں

نہ کر پرواز ابھی اے طائرِ جاں! ایک دم رہ جا
وہ باہر آنے پر ہیں اب کبوتر بند کرتے ہیں

یہاں صیادو! ایسا رشتۂ نازک خیالی ہے
ہزاروں طائرِ مضموں کو ہم پَر بند کرتے ہیں

وہ رشکِ حور جب رخسارِ تاباں کھول دیتا ہے
ملائک اپنی آنکھیں چندھیا کر بند کرتے ہیں

مرے چاکِ گریباں سے جنوں! جو تنگ آئے ہیں
دکانیں چوک کے سارے رفوگر بند کرتے ہیں

اسی صندوق میں کل ان کے لاشے بند ہونے ہیں
یہ غافل آج کیوں بے فائدہ زر بند کرتے ہیں ؟

تعجب کیا کوئی ادنیٰ اگر غالب ہو اعلیٰ پر
پیادے بھی شہِ شطرنج کا گھر بند کرتے ہیں

نہ دم مارو! اگر غواصِ دریائے محبت ہو
کہ غواصی میں دم اپنا شناور بند کرتے ہیں

بہت کر کرکے گرمی غیر سے وہ سوخت دیتا ہے
جبھی وا سوخت کے موزوں ہم اکثر بند کرتے ہیں

اُڑا لے جائے گا شوقِ چمن تکیئے کے تکیئے کو
عبث صیاد تکئے میں مرے پَر بند کرتے ہیں

تری قاتل بھووں پر چھوٹتی ہیں کیا مری نبضیں!
کہ خنجر غش میں آکر چشمِ جوہر بند کرتے ہیں

---

1 - مطبوعہ - ا = ---------- صیاد ----------

* مطلع ثانی مطبوعہ میں مطلع اولیٰ ہے -

دل تو کیا، کرتے ہیں اشک اپنے اثر پتھر میں
ہر شرارے کو ہے بجھنے کا خطر پتھر میں

دل وہ پتھر سے ہے کہ جس میں نہ ہو اُس کی جگہ
آج تک جس کے قدم کا ہے اثر پتھر میں

دامنِ کوہ سے اُڑ اُڑ کے اِدھر آتے ہیں
شائد اے جذبِ جنوں! نکلے ہیں پر پتھر میں

وسعت آباد جہاں ہے یہ شبِ ہجر میں تنگ
کہ ستارے نہیں گویا ہیں شرر پتھر میں

بہرِ جُو کوہ کنی تونے عبث کی فرہاد !
کردیے نصب نہ کیوں دیدۂ تر پتھر میں ؟

اثر ایسا ہے مری آہ میں، تم کیا ہو بتو ؟
کہ شرارے ہوں ابھی خونِ جگر پتھر میں

یار کو چھوڑ دیا پر نہ سہا رشکِ رقیب
فرق باقی نہ رہا کچھ بھی جگر پتھر میں

تفرقہ اصل سے ہے سب کو سبب آفت کا
پہنچے شیشے کو نہ پتھر سے ضرر پتھر میں

غیر کے آگے نہ ہو، ہاں مرے کہنے کو!
اے صنم! کرتی ہے تاثیر نظر پتھر میں

کوہ کن محو ہوا نقشِ وجودِ شیریں
فائدہ کیا رہی تصویر اگر پتھر میں ؟

حاسد کو ایک دم نہیں صحت جہان میں — رنجِ حسد میے جان ہے جب تک کہ جان میں 1
آئی بہار تشنہ مے ہوں پلا دے بھول — اے مے فروش! پڑگئے کانٹے زبان میں
یہ تنگ و تار ہجر میں تھا رات گھر مرا — جو شمع میلِ سرمہ ہوئی سرمہ دان میں
آئی شبِ فراق چبا جائے کا مجھے — تارے بنے ہیں دانت فلک کے دہان میں

---

1 ۔ مطبوعہ ۔مطلع ۔ ا = ---------- صحت ---- = بنیادی مخطوطے میں سہوِ کاتب سے "صحبت " بجائے " صحت "

ہو کسی کو مجھ سے کینہ پر مجھے کینہ نہیں　　صاف ہے آئنہ بے زنگ یہ سینہ نہیں

جب سے دیکھی تیری صورت نقش ہے آنکھوں بھر　　دل ہمارا بن گیا تصویرِ آئینہ نہیں

ہو رہے ہیں پردہ ہائے چشم ہی گویا حجاب　　دیکھنے کو آنکھیں ہیں لیکن کوئی بینا نہیں 1

دل گیا پہلو سے اب رو رو کے آنکھیں کھوئیے　　جام میں کس کو بھلا درکار جب مینا نہیں ؟

چاہیے ہر درد میں پرہیز، ہوں بیمارِ ہجر　　بادۂ گل رنگ اے ساقی! مجھے پینا نہیں

ہے شراب آبِ بقا تو کیا کروں اے مے کشو!　　فرقتِ ساقی میں مرنا ہے مجھے جینا نہیں

فرقتِ ساقی میں خود میں نے حوالے کردیا　　شیشۂ مے محتسب نے مے کشو! چھینا نہیں

کیا! سرِ شوریدہ میں ہے سنگِ طفلاں درد ہے　　اِن دنوں شائد جنوں! ہفتے میں آدینہ نہیں

غیر روح اپنے بدن کی ہے رسائی ممتنع　　بامِ جاناں کا بہ رنگِ آسماں زینہ نہیں

داغِ سودا چمکے سینے پر بہ رنگِ آفتاب　　مجھ کو چاکِ جیب مانندِ سحر سینا نہیں

کیا ترے سونے کی بجلی نے گرائیں بجلیاں　　طور ہے یہ اے پری پیکر! مرا سینہ نہیں

کب دوشالہ چاہیے دستِ جنوں کے واسطے؟　　کیا یہ موئے جسم عریاں میں جو پشمینہ نہیں

حسن ہو کندن سے گالوں کا جو نکلے خطِ سبز　　لطف کیا اے جان! جب تک سونے پر مینا نہیں ؟

ہوں میں وہ شاعر کہ میری فکر ہے روح القدس　　کیا ہے میرا دل جو مضمونوں کا گنجینہ نہیں ؟

کودتا پھرتا ہے ہر سو محفلِ محبوب میں　　غیر اے ناسخ! بھلا کیا ہے جو بوزینہ نہیں ؟

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ 1 = ---------- پردہ ہائے ---------- بنیادی مخطوطے میں سہوِ کاتب سے
" پرد " بجائے " پردہ "

ہے ہجر میں ماہ روئے دشمن   ہے شام و بگاہ روئے دشمن
بہزاد جو سرخ بھی بنائے   ہوجائے سیاہ روئے دشمن
پوشیدہ جو دوست ہے نظر سے   ہے پیشِ نگاہ روئے دشمن
ہو دوست جو روسیہ تو بہتر   ہر چند ہو ماہ روئے دشمن
آیا ہے عذاب بادہ خوارو !   ہے قہرِ آلہ روئے دشمن
اے دوست! جدھر کو میں نے دیکھا   آیا نظر آہ روئے دشمن
بدنام ہے آسمان ناحق   ہے روزِ سیاہ روئے دشمن
ہو کیوں نہ سیاہ دست ناسخ؟   کرتا ہے سیاہ روئے دشمن

نہیں عکس آئینے میں، ہے مقرر آگ پانی میں
طلسمِ حسن ہے بھڑکے نہ کیوں کر آگ پانی میں ؟

نہیں ہے بادۂ گل رنگ یہ، خمار نے رندو!
دکھایا شعبدہ تازہ ملا کر آگ پانی میں

نہ ہوگی گرم صحبت سرکشوں کی خاکساروں سے
سلامت رہ نہیں سکتی ہے دم بھر آگ پانی میں

پسینہ اُس کے روئے آتشیں پر جائے حیرت ہے
که اپنے حال پر رہتی [ہے] کیوں کر آگ پانی میں 1

اڑائے خاک کو کیوں کر ہوا تیری حکومت میں
نہیں بجھتی ہے اب اے عدل گستر! آگ پانی میں

جو دھوئے تم نے کل اپنے حنائی ہاتھ دریا میں
تعجب سے یہ چلائے شناور آگ! پانی میں 2

جلایا مجھ کو نالوں نے ڈبویا مجھ کو رونے نے
عداوت ہی نظر آئی سراسر آگ پانی میں

---

1 - مطبوعہ - ا = ---------- رہتی ہے کیوں کر ----- = بنیادی مخطوطے میں سہوِ کاتب سے لفظ "ہے" کتابت ہونے سے رہ گیا ہے -

2 - " - ب = تو کیا گھبرا کے ----------------------

گورے گورے گال تیرے دیکھ کر سیم آب ہو — آب ہو کر جوشِ بے تابی سے پھر سیماب ہو

ہوں وہ گریاں جو نہ دم بھر اشک کا سیلاب ہو — چشمِ تر بے تاب مثلِ ماہیِ بے آب ہو

تو نہ ہو جس رات ساقی! بزمِ مے بے تاب ہو — ہر بطِ مے بادۂ گل رنگ سے سرخ آب ہو 1

تیرے جلوے سے جو یوں ہر سیم بر بے تاب ہو — کیوں نہ ہر چاہِ زنخ داں بھی چہ سیماب ہو ؟

رقص کو تیار جب وہ غیرتِ مہ تاب ہو — چاہِ بابل کی طرح زہرہ کا زہرہ آب ہو

کان سے اپنے اتارے تو جو اے دریائے حسن! — بالے کی ہر ایک مچھلی ماہیِ بے آب ہو

بر شگال ہجرِ ساقی میں اگر نالہ کروں — رعد کا زہرہ بہ رنگِ ابرِ باراں آب ہو

بے قراری کا ہوں پتلا مثلِ موج اے بحرِ حسن! — کیوں نہ ہر بازو کی مچھلی ماہیِ بے آب ہو ؟

تم سہی ہوشیار ہم غافل سہی پر زاہدو! — سمجھیے بیداری جو تم ایسا نہ ہو[وہ]خواب ہو 2

جوش میرے آنسوؤں کا دیکھ لے دریا اگر — کان میں حلقہ غلامی کا دہن گرداب ہو

سرکشی تیری ہے کیا زاہد! کہ اُس بت کے حضور؟ — تیری مسجد کا منارا ہو کے خم محراب ہو

میں بھی کعبے میں یہی اللہ سے مانگوں دعا — میری طاعت کو اُسی دروازے کی محراب ہو

واعظوں سے ملتے ہیں ہم رند مشرب اس طرح — جس طرح آمیختہ باہم شراب و آب ہو

میں تو اپنی مے کشی کا ساقیا! دیوانہ ہوں — فصد اگر میری کھلے جاری شرابِ ناب ہو

تیرے کوچے کا ہوں عاشق یہ تمنا ہے مجھے — روزنِ دیوار جائے دیدۂ بے خواب ہو

---

1 - مطبوعہ - ا = --------- - ہے ---------- = بنیادی میں " میں "

2 - " - ا = ------------ اے -------

* - " - ب = ---------- ہو وہ خواب --- بنیادی مخطوطے میں کتابت کی غلطی
لفظ " وہ " کتابت سے رہ گیا ہے -

* مطبوعہ میں یہ غزل 14 اشعار پر مشتمل ہے - مطبوعہ میں شعر نمبر 14 کم ہے - یہ شعر غیر مطبوعہ
پہلے 5 اشعار کی ترتیب مختلف ہے - مطلع مطبوعہ میں شعر نمبر 3 ہے اور شعر نمبر 4 مطبوعہ میں
مطلع ہے -

اے پری! مکھڑا ملا ہے کیا ہی پیارا چاند کو
رات میں نے تیرے دھوکے میں پکارا چاند کو

پنجہ اس کا کیوں نہ پھیرے پنجۂ خورشید کو؟
دو کرے جب ایک انگلی کا اشارا چاند کو

دل سے دھیان اُس چاند کے مکھڑے کا جاسکتا نہیں
مثلِ گردوں ہم نے شیشے میں اتارا چاند کو

جلوۂ رخسارِ تاباں سے وہ رشکِ مہر و ماہ
چاند سورج کو بنا دیتا ہے تارا چاند کو

رات کوٹھے پر فرشتوں کو جو تو آیا نظر
بامِ گردوں سے وہیں نیچے اتارا چاند کو

تیرے گھر پر آ کے پہنچا منزلِ مقصود کو
اب کہاں قطعِ منازل کا ہے یارا چاند کو ؟

وصل کی شب آتے ہی کیا جلد غائب ہوگئے؟
سمجھے ہم اک اپنے نالے کا شرارا چاند کو

جب چھپا لیتے ہو تم آئینۂ رخسار کو
جوشِ بے تابی بنا دیتا ہے پارا چاند کو

گو شبِ مہ تاب ہے لیکن کہاں ہے چاندنی؟
کردیا ہے ہجر نے گویا ستارا چاند کو

چاندنی دابی بغل میں اور چنبت ہوگیا
رات جو آیا نظر جلوہ تمہارا چاند کو 1

تیرے ناخن کے برابر ہو سکیں کیا ماہ رو ؟
حسن میں کرتا ہے مدھم یہ ستارا چاند کو 2

تین دن اے چرخِ مسک! جب گزر جاتے ہیں صاف
تب کہیں ملتا ہے روٹی کا کنارا چاند کو

چودھویں بھی رات ہوتی ہے تو بنتا ہے ہلال
تم اگر ابرو سے کرتے ہو اشارا چاند کو

تا قیامت منہ کرے ہرگز نہ سوئے آفتاب
ہو جو ممکن اے پری! تیرا نظارا چاند کو

جب شبِ فرقت میں اے ناسخ! نظر آیا مجھے
میں نے جھنجھلا کر خدنگِ آہ مارا چاند کو

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ 1 = ------------ جنت --------------

2 ۔ " ۔ " = --------------- ہوسکے--------

چنپا کے پھول میں ہے نہ گل کی کلی میں بُو — جیسی ترے بدن کی ہے چنپا کلی میں بُو 1
کیا! نسبت اس کے کاکلِ مشکیں سے نساگ کو — موبان سی کہاں ہے بھلا کینچلی میں بُو؟
گزرے تھے بال کھولے ہوئے آپ ایک دن — اب تک ہے مثلِ کوچہ٭ کاکل گلی میں بُو
کپڑے تمھارے میلے کس نے جو رکھ دیئے — صندل سی آج ہوگئی ہے سندلی میں بُو
ہے لطفِ خندہ روئی میں کیا دل گرفتگی — پھولوں میں جس قدر ہے کہاں وہ کلی میں بُو ؟
کیا درد سر کہ جائیں جو سر بھی عجب نہیں — ایسی ہے تیرے پیرہن صندلی میں بو 2
اے رشک گل ! نہ عطر لگانے سے ہو کبھی — جو ہے ترے لعاب دہن سے ڈلی میں بو

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ مطلع ۔ ب = ---------- تری کلی ----------

2 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ------------ جائے ------------

قمریاں کہتی ہیں باہم دیکھ کر بالائے سرو　　اُس سہی بالا سے آتی ہے بلا بالائے سرو
اُو بھبھوکے! تیری قامت کی جو پرچھائیں پسڑے　　باغ میں مانندِ نخلِ طور ابھی جل جائے سرو
اُو سہی قامت! اگرے گل گشت تیرے ساتھ ساتھ　　گلشنِ عالم میں ہوجائیں اگر دو پائے سرو
آگے اُس خوش قد کے کرتے ہیں اگر پرواز ہوش　　مانگ لے قمری سے شہ پر باغ سے اڑجائے سرو
وہ سہی قامت ہے تُو گھر کو چلے جو باغ سے　　سائے کی مانند تیرے ساتھ دوڑا آئے سرو 1
قمریاں کہتی پھریں کوکو چمن میں ہر طرف　　ہو یہ کاہیدہ ترے آگے کہ کم ہوجائے سرو
وہ سہی قد مرغِ دل کی قدر کیوں کرتا نہیں؟　　باغ میں دیکھی ہیں اکثر قمریاں بالائے سرو
فصلِ گل میں ہے نہیں دیتا نہ دے او مے فروش!　　ساغرِ گل میں بھروں گا بادۂ مینائے سرو 2
عقل اگر ہوتی تو ہوتیں اُس سہی قد پر نثار　　جانور ہیں اِس لیے ہیں قمریاں شیدائے سرو
لوٹتا ہوں پاؤں پر مانندِ سایہ باغ میں　　تیرے آگے پست ہوتا ہے قدِ بالائے سرو
طنز سے تُو قہقہہ مارے جو او سروِ رواں!　　شکلِ فوارہ لبِ جُو اشک ابھی برسائے سرو
آگیا رونا مجھے باز آئے گھر جانے سے آپ　　بن گئی ہے آبِ جُو زنجیر بھرِ پائے سرو
وہ سہی قد یاد آتا ہے تو کیا! روتا ہوں میں　　کیوں نہ ہو ہر باغ میں ہے آب جُو بر جائے سرو؟
قد وہ بوٹا سا نہیں بڑھتا تو اور ہی حسن ہے　　بس مجھے گل بن ہے کافی ہے نہیں پروائے سرو
کس قدر کھویا گیا ہے تیری قامت دیکھ کر؟　　قمریوں کو بھی نظر آتی ہے خالی جائے سرو 3

(باقی غزل اگلے صفحے پر)

1 - مطبوعہ - ا = ---------- سے ---------- کو
2 - " - ا = -------------------- گل فروش
3 - " - ا = ---------- تیرا ----------

(گزشتہ صفحے کی بقیہ غزل)

قمریوں کے آشیانے میں کیا چھپنے کا قصد
کیا ہی اُس سروِ رواں کو دیکھ کر گھبرائے سرو [1]

پہنچے دل تک شکل قدِ یار یہ ممکن نہیں
طولِ قد سے آپ کو گر عرش تک پہنچائے سرو

آج اُس سروِ رواں کو قصد ہے گل گشت کا
قمریاں کہتی پھریں گی جائے کو کو ہائے! سرو

گر پڑا جو تیرے قدموں پر میں گریاں کیا ہوا؟
آپ جُو گلشن میں ہر دم چومتی ہے پائے سرو

باغِ عالم میں بھلا موزوں نہ کیوں مشہو ہو؟
مدتوں ناسخ کے اشکوں کا جو پانی پائے سرو

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ۱ = ---------- آشیانوں ----------

* مطبوعہ میں یہ غزل 21 اشعار پر مبنی ہے ۔ مطبوعہ میں شعر نمبر 2 اضافی ہے ۔ جو درج ذیل ہے ۔

وہ سہی قد باغ کو جائے تو لنگڑاتا ہوا
بہرِ استقبال تا دروازہ دوڑا آئے سرو

تونے مہجور کردیا ہم کو — سخت رنجور کردیا ہم کو
آپ چلتے ہیں غیر کو نہیں رنج — غم نے کافور کردیا ہم کو
اپنی برقِ نگاہ سے تم نے — شجرِ طور کردیا ہم کو
دل بنا عاشقی میں خود مختار — اور مجبور کردیا ہم کو
ایسی تعریف کی کہ اے زاہد! — عاشقِ حور کردیا ہم کو
غم نہیں محتسب جو توڑا خُم — نشہ نے چور کردیا ہم کو
جس قدر ہم سے تم ہوئے نزدیک — اس قدر دور کردیا ہم کو
انجمِ داغ و تیرہ بختی نے — شبِ دیجور کردیا ہم کو
کبھی بارِ غمِ فراق اٹھا — تونے مزدور کردیا ہم کو
الفتِ ظاہری سے او مغرور! — تونے مغرور کردیا ہم کو
ہوئے دارین میں عدو مخذول — حق نے منصور کردیا ہم کو
تو ہے عریاں تو دستِ وحشت نے — اے پری! عور کردیا ہم کو
خوب یارب! دکھا دیا بتِ چیں — آج فغفور کردیا ہم کو
ہوگیا مے سے نشۂ عرفاں — نار نے نور کردیا ہم کو
تھے تو مقہور ہونے کے لائق — بارے مغفور کردیا ہم کو

ہجر میں ہوگیا جہان سیاہ
ہے زمین اور آسمان سیاہ 1

روشنی کے عوض دھواں پھیلا
شمع سے ہوگیا مکان سیاہ

تیری تیغِ ادا سے گل ہوئے قتل
کپڑے رنگوائیں باغبان سیاہ

تابشِ آفتابِ عارض سے
آہو چشم کیا ہیں جان سیاہ

اِن دنوں موئے زلف کی مانند
ہوگیا ہوں میں ناتوان سیاہ

ساتھ اشکوں کے دودِ آہ نہیں
ہیں مری فوج کے نشان سیاہ 2

لال کردوں شراب کھنچوا کر
تیرے انگور باغبان سیاہ

مے کشو! دودِ آتشِ مے سے
ہے یہ خمار کی دکان سیاہ 3

مژہ چشمِ مست دیکھی ہے کیا؟
کی ہے آہو نے جو زبان سیاہ

قشقہ سیندور کا بھووں میں نہیں
تیر تو سرخ ہے کمان سیاہ

کیا نصیبوں میں ہے سیہ روئی؟
کرے واعظ کے منہ کو پان سیاہ 4

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ مطلع ۔ ا = ہوگیا ہجر میں ----------

2 ۔ " ۔ ا = --------- دود و آہ --------

3 ۔ " ۔ ب = --------- دکان ----------- = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب
سے " کان " بجائے " دکان "

4 ۔ " ۔ مقطع ۔ ب = --------- پان ----- --- بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے
" مال " بجائے " پان " ۔

دیکھتا ہے کبھی اے رشک پری! آئینہ
تیغ ابرو ہے، جبیں ہے سپری آئینہ

عکسِ عارض سے ہوئی تیری پھری آئینہ
اے پھکیت! اس کو کہیں اب سپری آئینہ

ہوگیا کیا صف مژگاں کے مقابل تنہا
کچھ زیادہ ہے سکندر سے جری آئینہ

کیا ہی اے حور! تجھے دیکھ کر حیران ہوئے
بن گئے شہپرِ پروازِ پری آئینہ

کردیا جوہر ذاتی کو اسی نقص نے عیب
عیب پوشی کے ہنر سے ہے بری آئینہ

باغ میں غش جو ہوئی دیکھ کے چال اُس گل کی
نہر ہے بہرِ نسیمِ سحری آئینہ

عکسِ جوہر کو بناتا ہے خطِ عارضِ یار
کیا ہی کرتا ہے یہ بے داد گری آئینہ

اپنی صورت سے بھی نفرت ہے مجھے، غیر تو کیا!
میرے آگے نہ کرے جلوہ گری آئینہ

آئینہ دیدۂ گریاں بنے جوہر پتلی
دیکھ لے جو مری آنکھوں کی تری آئینہ

اُس پری چہرہ نے دیکھا ہے مگر منہ اپنا
آج آتا ہے نظر مجھ کو پری آئینہ

کرتے ہیں اہلِ صفا اپنے مربّی کا نام
دے سکندر کو نہ کیوں نام وری آئینہ

اپنی صورت کو نہ دیکھو کہ نہ ہوجائے جنوں
ہو نہ جائے سببِ جامہ دری آئینہ

وہ جو خودبیں ہے یہ ہر شکل پہنچنا اس تک
کرسکے گا نہ مگر نامہ بری آئینہ [1]

ہے حسینوں کو ہمارا ہی دلِ صاف پسند
ہند سے اب ہو حلب کا سفری آئینہ

سینکڑوں سامنے آجائیں نہ تو جان ہیں کون؟
کیا ہی رکھتا ہے دلا! بے خبری آئینہ

تیرے نظارے سے ہوجاتی ہے کیا خاطر جمع
چھوڑ دیتا ہے پریشاں نظری آئینہ

پائے نزدیکیِ محبوب سے عزت ناسخ!
دور کروائے جو زنگِ جگری آئینہ

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا = --------- یہ ----- تو پہنچا -------

پھرتا ہے کُو بہ کُو وہ صنم بوالہوس کے ساتھ
شکر بھی اڑتی پھرتی ہے ہر سو مگس کے ساتھ

نالہ ہے جس طرح سے ہمیشہ جرس کے ساتھ
فریاد میری پھرتی ہے فریادرس کے ساتھ

ہیں دانہ ہائے سبحہ کی مانند زاہدا !
دانے ترے نصیب کے تارِ نفس کے ساتھ

تو بھی غضب ہے تفرقہ انداز اے اجل !
دم بھر میں چھوٹ جاتے ہیں سو سو برس کے ساتھ

قصدِ سلوک ہے تو نکل بندِ جسم سے
اے گردِ کارواں! ہو صدائے جرس کے ساتھ

قسمت ہے دستِ موج میں دریائے فیض سے
موتی بھی بہہ رہے ہیں یہاں خار و خس کے ساتھ

جب سے چرا کے کوئی مرے دل کو لے گیا
رہتی ہے رات بھر مجھے گردش عسس کے ساتھ

---

1 ـ مطبوعہ ـ ا = --------------- چشم -------

2 ـ " ـ ا = ----------دل کو میرے کوئی -----

ہوں وہ سوزاں شعلہ بھاگے دور میری خاک سے
اپنے دامن کو سمیٹے طور میری خاک سے

ہے یوں ہی نفرت جو او مغرور! میری خاک سے
خاک بھی تیری اڑے گی دور میری خاک سے

گور میں دو دن جو اس گورے بدن کی یاد میں
موج زن ہو چشمۂ کافور میری خاک سے

کیا مری تربت اثر میں تودۂ بارود ہے
بھاگتا ہے کیوں وہ برقِ نور میری خاک سے ؟

مے کشو! تھا صاف دل ایسا کہ مرجانے کے بعد
بن رہے ہیں شیشۂ بلور میری خاک سے

بد نصیب ایسا ہوں میں دیکھے نہ روئے ناں کبھی
کوئی بنوائے اگر تنور میری خاک سے

مرگیا لیکن وہی رنگیں مزاجی ہے ابھی
غازہ بنتا ہے برائے حور میری خاک سے

بیش تر حلاج سے مجھ پر کھلے اسرارِ حق
تھا وجودِ پنبۂ منصور میری خاک سے

ناتواں ایسا ہوں برسوں میں نہ ساعت ہو تمام
شیشۂ ساعت جو ہو معمور میری خاک سے

ہے یقیں بنوائے سرکہ بختِ بد جائے شراب
ہوں جو پیدا خوشۂ انگور میری خاک سے

تو جو اے خورشید رو! آیا تو اب جائے بخار
حشر تک ہوگا صعودِ نور میری خاک سے

خواب میں بھی جس طرف گزرا قدم کے ساتھ ہے
وہ پری رو ہوگیا مجبور میری خاک سے

چونٹیوں کے چھید تربت میں نظر آتے نہیں
میرے دل کے ہیں عیاں ناسور میری خاک سے

کیا ہی! سرعت سے اڑا جاتا ہے کوئے یار کو
ہم رہی میں ہے ہوا معذور میری خاک سے

وہ سیہ دل ہوں کہ چلتی ہے جو دن کو بھی ہوا
ہوتی ہے پیدا شبِ دیجور میری خاک سے

پر نسیمِ کوئے جاناں رات کو آئے اگر
منتشر ہو صبح کا کافور میری خاک سے

زندگی بھر نیشِ غم ناسخ! مجھے چبھتے رہے
اب بنیں گے خانۂ زنبور میری خاک سے

اب بدل کر قافیہ ایک اور پڑھتا ہوں غزل
پر ردیف اس میں بھی ہے منظور میری خاک سے

پاؤں تیرا بھر گیا ہے پیرا میری خاک سے
کشتۂ حسرت ہوئی اکسیر میری خاک سے

ہوں وہ دیوانہ کہ بوئیں گے مزارع کوئی تخم
ہوں گے پیدا دانۂ زنجیر میری خاک سے

ایک مشتِ خاک کا بھی تجھ سے شرمندہ نہ ہوں
ہو مرا گھر اے فلک! تعمیر میری خاک سے

نقشِ پائے یار آغوشِ تصور میں لیا
بعد مرنے کے ہوئی تقصیر میری خاک سے

جلتے ہیں حاسد ہزاروں شانِ تربت دیکھ کر
ہو رہی ہے آگ کی تاثیر میری خاک سے

اے مصور! اور رنگوں کی نہیں کچھ احتیاج
خاک ہوں بس کھینچیو! تصویر میری خاک سے

وہ نہ آئے گا عبث مثلِ گیاہِ خار دار
نکلے ہیں سو دستِ دامن گیر میری خاک سے

خوب تجھ کو دیکھتا تھا میرے مرجانے کے بعد
چشمِ دشمن کو ملی تعزیر میری خاک سے

حوریں جنت کی کبھی آتی ہیں دنیا کے حسیں!
کب ہے بہتر سرمۂ تسخیر میری خاک سے ؟

ہے یہ حسرت قبر پر آیا نہ وہ شیریں ادا
کی رواں اشکوں نے جوئے شیر میری خاک سے

مجھ کو پا بوسی کی حسرت خاک پر رکھتا ہے پاؤں
کم ترے نزدیک ہے توقیر میری خاک سے

آئی آندھی بھی مگر پہنچی نہ کوئے یار تک
ہوئی برگشتہ کیا تقدیر میری خاک سے

زور سے اغیار روئے اس قدر گل ہوگئی
خاک اب اٹھنے کی ہو تدبیر میری خاک سے

کیوں نہ اے ناسخ! میں رہتا زیست بھر پامالِ خلق
کچھ ازل سے کم نہیں تقدیر میری خاک سے 1

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ مقطع ۔ ا = --------------- رات دن -------

* مطبوعہ میں یہ غزل 15 اشعار پر مشتمل ہے ۔ مطبوعہ کا شعر نمبر 6 اضافی ہے جو درج ذیل ہے ۔

کھینچنی ہو اس پری رو کی اگر تجھ کو شبیہہ
ہو مصور ! گردۂ تصویر میری خاک سے

پاؤں تیرا بھر گیا ہے ہیرا! میری خاک سے
کشتۂ حسرت ہوئی اکسیر میری خاک سے

ہوں وہ دیوانہ کہ بوئیں گے مزارع کوئی تخم
ہوں گے پیدا دانۂ زنجیر میری خاک سے

ایک مشتِ خاک کا بھی تجھ سے شرمندہ نہ ہوں
ہو مرا گھر اے فلک! تعمیر میری خاک سے

نقشِ پائے یار آغوشِ تصور میں لیا
بعد مرنے کے ہوئی تقصیر میری خاک سے

جلتے ہیں حاسد ہزاروں شانِ تربت دیکھ کر
ہو رہی ہے آگ کی تاثیر میری خاک سے

اے مصورا! اور رنگوں کی نہیں کچھ احتیاج
خاک ہوں بس کھینچیو! تصویر میری خاک سے

وہ نہ آئے گا عبث مثلِ گیاہِ خار دار
نکلے ہیں ہو دستِ دامن گیر میری خاک سے

خوب تجھ کو دیکھتا تھا میرے مرجانے کے بعد
چشمِ دشمن کو ملی تعزیر میری خاک سے

حوریں جنت کی کھچی آتی ہیں دنیا کے حسیں!
کب ہے بہتر سرمۂ تسخیر میری خاک سے ؟

ہے یہ حسرت قبر پر آیا نہ وہ شیریں ادا
کی رواں اشکوں نے جوئے شیر میری خاک سے

مجھ کو پا بوسی کی حسرت خاک پر رکھتا ہے پاؤں
کم ترے نزدیک ہے توقیر میری خاک سے

آئی آندھی بھی مگر پہنچی نہ کوئے یار تک
ہوئی برگشتہ کیا تقدیر میری خاک سے

زور سے اغیار روئے اس قدر گل ہوگئی
خاک اب اڑنے کی ہو تدبیر میری خاک سے

کیوں نہ اے ناسخ! میں رہتا زیست بھر پامالِ خلق
کچھ ازل سے کم نہیں تقدیر میری خاک سے 1

---

1 - مطبوعہ - مقطع - 1 = -------------- رات دن -------

* مطبوعہ میں یہ غزل 15 اشعار پر مشتمل ہے - مطبوعہ کا شعر نمبر 6 اضافی ہے جو درج ذیل ہے -

کھینچتی ہو اُس پری رو کی اگر تجھ کو شبیہہ
ہو مصور ! گردۂ تصویر میری خاک سے

خاک میں مل جائیے ایسا اکھاڑا چاہیے
کرکے کشتی دیوِ ہستی کو پچھاڑا چاہیے

وہ سہی قد کرکے ورزش خوب زوروں پر چڑھا
کہہ رہا ہے سرو کو جڑ سے اکھاڑا چاہیے

کیوں نہ روئیں بیٹھ کر ہم قصرِ جاناں کے تلے؟
دیدۂ تر اپنے دریا میں گڑاڑا چاہیے

اور تختوں کی ہماری قبر میں حاجت نہیں
خانۂ محبوب کا کوئی کواڑا چاہیے

ہے شبِ مہ تابِ فرقت میں تقاضائے جنوں
چادرِ مہ تاب کو بھی آج پھاڑا چاہیے

انتہائی لاغری سے جب نظر آیا نہ میں
ہنس کے وہ کہنے لگے بستر کو جھاڑا چاہیے

کرچکی ہے تیری رفتار ایک عالم کو خراب
شہرِ خاموشاں کو بھی چل کر اجاڑا چاہیے

منہ بنائے کیوں ہے قاتل! پاس ہے تیغِ نگاہ؟
باغ میں ہنستے ہیں گل تو منہ بگاڑا چاہیے

کوئی سیدھی بات صاحب کے نظر آتی نہیں
آپ کی پوشاک کو کپڑا بھی آڑا چاہیے

تنگ اس وحشت کدے میں ہوں میں اے جوشِ جنوں!
عرش کے سقفِ محدب کو لتاڑا چاہیے

آنسوؤں سے ہجر میں برسات رکھی سال بھر
مجھ کو گرمی چاہیے ہر گز نہ جاڑا چاہیے

آج اُس محبوب کے دل کو مسخر کیجیے
عرشِ اعظم پر نشانِ نالہ گاڑا چاہیے

مرگیا ہوں حسرتِ نظارۂ ابرو میں میں
عین کعبے میں مرے لاشے کو گاڑا چاہیے

محتسب کو ہوگیا آسیب جو توڑا ہے خم
جوتیوں سے ہے کشو! جن آج جھاڑا چاہیے

جلد رنگ اے دیدۂ خوں بار اب تارِ نگاہ
ہے محرم اُس پری پیکر کو نساڑا چاہیے

لڑتی ہے پریوں سے کشتی پہلوانِ عشق ہوں
مجھ کو ناسخ! راجہ اندر کا اکھاڑا چاہیے

---

1 ـ مطبوعہ 1 ـ 1 = کوئی ------------ = بنیادی مخطوطے میں سہوِ کاتب سے " کو " بجائے

2 ـ " ـ ب = ---------- لو ----------

3 ـ " ـ ب = ہم کو ------------------

4 ـ " ـ مقطع ـ ا ـ کرنی ------------------

ہ ـ " ـ " ـ ب = ہم کو ------------ -----

جدا ہوگی نہ مرے پاؤں سے زنجیر لوہے کی
جنوں! کب ہے یہ مقناطیس میں تسخیر لوہے کی

قریب آئے ہیں دن کیا میرے زنجیریں پہننے کے؟
جنوں! حداد کرتے پھرتے ہیں تدبیر لوہے کی

بچے اے غافلو! سیلِ حوادث سے نہیں ممکن
کرو بالفرض اگر دولت سرا تعمیر لوہے کی

مجھے ٹھوکر نہ مارے چومے قبضہ تیغ کا قاتل
میری تقدیر کیا دیکھو ہے کیا! تقدیر لوہے کی

وہ دیوانہ ہوں سر سے پاؤں تک ڈوبا ہوں لوہے میں
بنانی چاہیے مانی مری تصویر لوہے کی

نگہ میری ہے ایسی تیز پہنچے تیری خلوت میں
حویلی ہو اگر بالفرض والتقدیر لوہے کی

نہ کیوں کر وہ پری بھاگے کہ میں زنجیر پہنے ہوں؟
گریزاں ہوتے ہیں جن یہ بھی ہے تاثیر لوہے کی

ابد تک ذوالفقارِ حیدری سے دین روشن ہے
زحلِ منحوس نے پائی کہاں تنویر لوہے کی ؟

اثر درکار ہے تو جا پہنچ عرشِ معلیٰ تک
نہیں سقفِ فلک اے نالۂ شب گیر! لوہے کی

ہر اک اعلیٰ ہے اپنے حفظ میں محتاج ادنیٰ کا
درِ گنجینۂ زر میں لگے زنجیر لوہے کی

صفائی ظاہری سے کوئی باطن صاف ہوتا ہے؟
ملمع سے تو صورت ہوتی ہے تغییر لوہے کی

برش کب تیغِ ابرو کی ملی تیغِ مہِ نو کو؟
کہاں شمشیر چاندی کی کہاں شمشیر لوہے کی ؟

جنوں اپنا زبردست اُس کے آگے کیا ہیں زنجیریں ؟
خطا اس میں لوہاروں کی نہ کچھ تقصیر لوہے کی

کروں تحریر ناسخ ! توڑ اس کے تیرِ مژگاں کا
جو ہو نوکِ قلم مانندِ نوکِ تیر لوہے کی

---

1 = مطبوعہ ـ ا = ----- ہے میری ---------------- پاؤں -----

2 " ـ ب = ---------------- بھی یہ -----------

* مطبوعہ میں یہ غزل 15 اشعار پر مبنی ہے ـ مطبوعہ کا مطلع اضافی ہے ـ جو درج ذیل ہے ـ

نظر آئی ضریحِ تربتِ شبیر لوہے کی
زیادہ سیم و زر سے ہوگئی توقیر لوہے کی

حویلی ہوگئی لنکا کی طرح اے یار! سونے کی
ترے پرتو سے ہوتی ہے گلی دیوار سونے کی

مرے جوشِ جنوں کی بھی خبر کر دو لوہاروں کو
ہوئی زنجیر اس کے واسطے تیار سونے کی

تو وہ سونے کا پتلا ہے اگر بیٹھے کوئی مکھیؔ
وہیں ہو سونا مکھی کی طرح اے یار! سونے کی

کہاں کا زر برے وقت اہلِ جو ہر کام آتے ہیں؟
کوئی زردار بنواتا نہیں تلوار سونے کی

بہار آئی حسینوں کو بھی سودا ہوگیا تجھ پر
بنائیں جلد زرگسو بیڑیاں دو چار سونے کی

بڑی ضد ان دنوں واعظ سے ہے مجھ رند مشرب کو
پیا ہے مے کشی کو چاہیے خمار سونے کی

خوشی سے اپنے سر کٹوائیں جو جو زر کے عاشق ہیں
کوئی زردار بنوائے اگر تلوار سونے کی

موا ہے حسرتِ زر میں مہوس کیا مناسب ہو!
اگر لگوائیں اینٹیں قبر میں دو چار سونے کی

زرِ گل کے تصور میں ہوئی ہے اِس قدر نالاں
کہ بلّبل کی قفس میں ہوگئی منقار سونے کی

حریصوں کو موئے پر بھی تعلق زر سے رہتا ہے
ہیں ان کے روضوں کو بھی کنڈیاں درکار سونے کی

اجل کے آتے ہی سونا پڑا ہے خاک میں غافل!
بس ایک دم میں سنہری ہوگئی بے کار سونے کی

نہیں تلوار کی حاجت جو دشمن ہو اُسے زر دے
زیادہ ہوتی ہے لوہے سے اے دل! مار سونے کی

یہ نرماہٹ یہ رنگت سننے میں آئی نہیں ناسخ!
تنِ محبوب میں حالت ہے دست افشار سونے کی

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ 1 = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عاشقِ زر ہیں

2 ۔ " ۔ مقطع ۔1 = ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہے کہاں سونے میں اے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جو پہنی تونے زنجیر اے بتِ بے پیرا چاندی کی
ہوئی وحشت سے گھس کر میری بھی زنجیر چاندی کی

سفید آگے ترے چاند اور سورج زرد ہے ظالم !
وہی اکسیر سونے کی وہی اکسیر چاندی کی

بڑھانے سے الٰہی ہو سفید اس کے سیہ کاکل
جو ہے زنجیر لوہے کی وہ ہو زنجیر چاندی کی

بہت اُس سیم تن کی مدح کے مضمون سوجھے ہیں
مجھے درکار ہیں لوحیں پئے تحریر چاندی کی

رکابیں بن کے پہنچی ہیں تمہارے پائے نازک تک
ذرا اے شہ سوارو! دیکھنا تدبیر چاندی کی

مناسب جب نہ کوئی تجھ سا دیکھا اے بتِ سیمیں!
تو ناچاری سے بنوائی تری تصویر چاندی کی

تصور ہو بتِ سیمیں بدن کا بھی نمازوں میں
ہوا واجب کوئی مسجد کروں تعمیر چاندی کی

برابر تیرے زیور سیم و زر کے قتل کرتے ہیں
جو ہے تاثیر سونے کی وہی تاثیر چاندی کی

فلک ساتوں بھی ہیں خوں ریز مثلِ مہر و ماہِ نو
سپر سونے کی تجھ کو چاہیے شمشیر چاندی کی

فلک ہر شب یہ کانی چارپائی کیا دکھاتا ہے
پلنگڑی تیری اعلیٰ ہے کہیں بے پیرا چاندی کی

تمہارے گورے پنڈے کے برابر آپ کو سمجھے
نہ کیوں مبروص ہو ثابت، ہوئی تقصیر چاندی کی؟

عیاں ہے مہر و مہ کا فرق تجھ میں اور یوسف میں
بھلا سونے کے آگے خاک ہے توقیر چاندی کی

ازل سے ہم ہیں دیوانے ہمیں ہے کام لوہے سے
چلے گا مکر سونے کا نہ یاں تزویر چاندی کی

کہاں اُس گورے پنڈے کی ہے مجھ میں نرمی و خوشبو
زبانِ حال سے ہر دم یہ ہے تقریر چاندی کی

کسی سیمیں بدن کا دیکھنے والا ہوں اے ناسخ!
کروں کیوں کر نہ میں ہر بات میں تقریر چاندی کی؟

---

1 - مطبوعہ - ب = وہ ہے ---------- وہ ہے ----------

2 - " - ب = ----- -- لوہے ------ وہ ہے ----------

3 - " - ا = -------- ساتو -----ہے-----------

4 - " - مقطع - ب = ------------- تحقیر ---------

میری تربت پر کبھی تو پاؤں رکھ دے ناز سے
جی میں ہے پڑھواؤں کلمہ منکرِ اعجاز سے

خندہ زن مانند گل ہوں رنگ کی پرواز سے
باغِ عالم میں ہو کون آگاہ میرے راز سے؟

راگ نکلے گا نہ مطرب پردہ ہائے ساز سے
شرم آتی ہے مرے محبوب کی آواز سے

جب کوئی مطرب بجاتا ہے مرے اشعار کسم
ساز کے جلتے ہیں پردے شعلہٗ آواز سے

خط نکلتے ہی چلی رخسارِ جاناں کی بہار
ہوگیا انجام گل کا سبزے کے آغاز سے

پنجہٗ محبوب مہندی سے یدِ بیضا نہیں
پانچ حصے کردیا خورشید کو اعجاز سے

مار ڈالا ہے تری انگیا کی چڑیا نے صنم
مرغ کو دل کم نہ تھی کنجشک بھی شہ باز سے

قد و قامت پر نہیں موقوف جرأت جنگ میں
نیزہ بازی کچھ نہیں چلتی ہے تیر انداز سے

آگے آنکھوں کے جو پھر جاتے ہو چلاتا ہوں میں
پہلے بجلی کوندتی ہے رعد کی آواز سے

سمجھوں گا سیٹی ، صدائے صورِ اسرافیل کو
ہے قیامت مجھ کو الفت اُس کبوتر باز سے

ہے بہ رنگِ طائرِ تصویر تیرے ہاتھ میں
طائرِ رنگِ حنا واقف نہیں پرواز سے

طرفہ عاشق ہوں مرا معشوق کیا جانے ہے کون؟
اور تو کیا خود نہیں واقف میں اپنے راز سے

روند ڈالا خوب تونے عالمِ بالا کو آج
1 چرخِ اطلس کم نہیں ہے فرشِ پا انداز سے

باغ میں آمد ہے اُس گل کی ابھی آیا نہیں
اُڑ چلے گل برگ پہلے رنگ کی پرواز سے

زاہدا! بے فائدہ میری سیہ کاری نہیں
علم مملو ہیں کتابوں میں مرکب ساز سے

کھینچتے ہیں جذبِ دل سے ہم بھی اُس محبوب کو
2 رجعتِ شمس اپنے مولا نے جو کی اعجاز سے

کیا رقیبِ رو سیہ ہے چیز ناسخ کے حضور؟
دب گئی آواز خر کی شیر کی آواز سے

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ب = ---------- کچھ ----------

2 ۔ " ۔ ب = ---------- خورشید ----------

* مطبوعہ میں یہ غزل 16 اشعار پر مشتمل ہے ۔ بنیادی مخطوطے کا شعر نمبر 3 مطبوعہ میں کم ہے ۔ یہ شعر غیر مطبوعہ ہے ۔

آج کچھ اندازِ بسمل اضطرابِ دل میں ہے　　قبضۂ شمشیر شائد قبضۂ قاتل میں ہے
کیا اثر ہے اے پری! تیرے گلِ رخسار کا؟　　سب تلوں میں تیل ہے پر عطر اس کے تِل میں ہے
تجھ سے کیا نسبت بھلا شیریں کو اے شیریں ادا!؟　　تو دلوں میں ہے منقش نقشِ شیریں سل میں ہے
کیا فقط طالع بشر کے عشق کردیتا ہے پست؟　　چرخ سے مسکن فرشتوں کا چہِ بابل میں ہے
فصلِ گل کا دیتی ہے مژدہ صبا واقف نہیں　　کیا! یہ رنگِ غنچۂ لالہ ہمارے دل میں ہے
کم نہیں دریا سے نظروں میں ہمارا سیلِ اشک　　میرے دامن میں بھی ہے جو دامنِ ساحل میں ہے
کی ہے یارانِ عدم کو حالِ دل کی اطلاع　　نامہ اپنا شاہ بالِ طائرِ بسمل میں ہے
خیرِ جاری ختم ہے اے مے کشو! خمار پر　　موجزن دریائے مے ہر کشتیِ سائل میں ہے
اے پری! تونے تو لیلیٰ کو بھی مجنوں کردیا　　نغمۂ سازِ جرس اب پردۂ محمل میں ہے
ہے تجھ میں اے پری رو! کچھ ہے مجھ دیوانے میں　　یاں بھی ہے صنع ازل سے جو مہِ کامل میں ہے
ہوچکا آخر سفر جب آپ سے باہر ہوئے　　وصل اُس جانِ جہاں کا پہلی ہی منزل میں ہے
کوئی جز معشوق عاشق کے تصور میں نہیں　　ہو اگر مجنوں تو پھر لیلیٰ ہی ہر محمل میں ہے
خالِ جاناں کے تصور میں غضب روتا ہوں میں　　جائے روغن کیا سمندر چشمِ ترکے تل میں ہے؟
تل کے بدلے میری آنکھوں میں ہیں رخساروں کے خال　　آپ کی چشمِ سیہ جائے سویدا دل میں ہے
قافلے پھرتے ہیں معشوقوں کے پیرامونِ یار　　جائے لیلیٰ ان دنوں مجنوں ہی ہر محمل میں ہے
اب غزل ایک اور پڑھیے بزم میں ناسخ! مگر　　کسرۂ توجیہ فتحے سے بدلیئے دل میں ہے

آیا نہیں وہ ماہ مہینے گزر گئے ۔۔۔ رویا میں اس قدر کے سفینے گزر گئے
بیہم جو اُس نے کی صفِ عشاق پر نگاہ ۔۔۔ بیٹھوں سے تیر توڑ کے سینے گزر گئے
رندوں کی ایک سی ہے شبِ عیش حشر تک ۔۔۔ زاہد! ترے ہزار مہینے گزر گئے
ہے حشر سے زیادہ جَلوخانہ آپ کا ۔۔۔ مجرائیوں کے سر سے پسینے گزر گئے 1
وہ یارِ ہم پیالہ وہ ساقی وہ سن کہاں؟ ۔۔۔ سب اپنی مے کشی کے قرینے گزر گئے 2
شائد جناب قبر سے دوڑائیں گے سرنگ ۔۔۔ کیا! بے نشان کرکے دفینے گزر گئے
دیکھا ہے رات نشہ میں یہ خواب مے کشو! ۔۔۔ ہم دیر سے پہنچ کے مدینے گزر گئے
کیا کیا ہمارے دیدۂ گریاں نے دید کی ۔۔۔ اس بحر سے ہزاروں سفینے گزر گئے 3
پوچھا جو رو کے یار نے ناسخ کے حال کو ۔۔۔ ہنس کر کہا رقیبِ شقی نے گزر گئے

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ------------ زیاد ---------------
2 ۔ " ۔ ا = ------------------ مے ---------
3 ۔ " ۔ ب = ----------- ہزار ---------------

یہ میں کب کہتا ہوں دروازہ ستم کر کھول دے؟
مجھ کو کافی ہے جو کوئی روزنِ در کھول دے

فرقتِ گل میں ہمارا توڑ کر تارِ نفس
مرغِ جاں کے آج صیادِ قضا پر کھول دے

ہے شرابِ ارغوانی ساقیا! گویا کہ بس
میری شمشیرِ زباں کے جلد جوہر کھول دے

تو ہے ایسا چاند کا ٹکڑا کہ تیری دید کو
آنکھ اپنی دن کو بھی ہر ایک اختر کھول دے

روتے روتے میں ہوں غش میں اور وہ آکر کہے
پونچھ آنسو جلد اپنے! دیدۂ تر کھول دے

اے فلک! میں جان دوں گا آئی یاد ابروئے یار
بس! کمر سے ماہِ نو کا مجھ کو خنجر کھول دے

شاعرِ شیریں زباں کچھ اور کرتے ہیں کماں
بات کر منہ سے دہانِ تنگ شکر کھول دے

چاہتا ہوں چودھویں رات آج کی ہو چاند رات
شام ہے بندِ نقاب اے ماہِ پیکر! کھول دے

باندھے ہیں فاقے سے میں نے پتھر اپنے پیٹ پر
خود غرض کا ہے تقاضا لعل و گوہر کھول دے

سب کریں تیری ستائش خود ستائی ہے عبث
بند کر منہ کو دہانِ کیسۂ زر کھول دے

کیا تماشا ہے کہ رستہ بند ہوتا ہے ابھی
ایک دم بازار میں روئے منور کھول دے 1

جاؤں دنیا سے ترے جانے سے پہلے اے صنم!
ہے یہی میرا کفن ڈولی کی چادر کھول دے

وصل کا دن ہوچکا ان کا نہیں جاتا حجاب
آو کبوتر باز! جوڑی کے کبوتر کھول دے 2

منتِ رضواں کرے کیا ناسخ اے بابِ علوم!؟
بابِ جنت کو بہ رنگِ بابِ خیبر کھول دے

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ---------------- ابھی = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے " بھی " بجا " ابھی "

2 ۔ " ۔ ب = اے ----------------------

سب زمینیں ہیں نئی بیتیں ہیں اے یار! نئی
روز یہاں ریختے کی اٹھتی ہے دیوار نئی

پھر نئے سر سے ہوا جوشِ جنوں آئی بہار
پھر مرے پاؤں کو زنجیریں ہیں درکار نئی

ماہِ نو کیا ہے بھلا ابروئے قاتل کے حضور؟
کیوں فلک ہم کو دکھاتا ہے یہ تلوار نئی ؟

سر برہنہ ہیں جو یہ رند نہ بھڑنا ان سے
کہنہ ہوجائے گی زاہد! تری دستار نئی

او کماں دار! مجھے تیروں کے سوفاروں سے
دم بہ دم پھرِ فغاں ملتی ہے منقار نئی

موت آتی ہے جنوں! غم نہیں عریانی کا
ہوگی پوشاک مرے واسطے تیار نئی

کہکشاں ہے نہ ثوابت ہیں نہ سیار نہ صبح
نظر آتی ہے جدائی میں شبِ تار نئی

کبھی لیلیٰ کبھی شیریں کبھی عذرا سلمیٰ
تیری خدمت میں ہے روز ایک پرستار نئی

خوش رہو تم کو اگر قدر پرانوں کی نہیں
ڈھونڈ لیں گے اجی! ہم بھی کوئی سرکار نئی

دل کو اُس زلفِ چلیپا میں جو لٹکا دیکھا
نظر آیا مجھے منصور نیا دار نئی

گل! ترے دامِ محبت میں ہیں یوں تازہ اسیر
جس طرح دام میں بلبل ہو گرفتار نئی

بول چال ایسی کسی کی بھی نہیں دنیا میں
تیری گفتار نئی ہے تری رفتار نئی

کب جوانی میں ہے پیری میں جو کیفیت ہے؟
مے کہنہ کے برابر نہیں زنہار نئی

رہتی ہے حسن پرستوں کے گلے میں زنجیر
کفر ان کا ہے نیا اور ہے زُنار نئی

اپنے آغازِ محبت کا خیال آتا ہے
دیکھتا ہوں کوئی بلبل جو گرفتار نئی

جب بگولہ کوئی اٹھا تو میں وحشی سمجھا
میرے رہنے کو حویلی ہوئی تیار نئی

پوچھیئے اِن سے کفن کو بھی بدل سکتے گا
روز پوشاک پہنتے ہیں جو سردار نئی

نہیں ممکن کہ نئی ساری غزل ہو ناسخ!
باتیں دو چار پرانی ہیں تو دو چار نئی

سب زمینیں ہیں نئی بیتیں ہیں اے یارا نئی
روز یہاں ریختے کی اٹھتی ہے دیوار نئی

پھر نئے سر سے ہوا جوشِ جنوں آئی بہار
پھر مرے پاؤں کو زنجیریں ہیں درکار نئی

ماہِ نو کیا ہے بھلا ابروئے قاتل کے حضور؟
کیوں فلک ہم کو دکھاتا ہے یہ تلوار نئی ؟

سر برہنہ ہیں جو یہ رند نہ بھڑنا ان سے
کہنہ ہوجائے گی زاہد! تری دستار نئی

او کماں دار! مجھے تیروں کے سوفاروں سے
دم بہ دم پھرِ فغاں ملتی ہے منقار نئی

موت آتی ہے جنوں! غم نہیں عریانی کا
ہوگی پوشاک مرے واسطے تیار نئی

کہکشاں ہے نہ ثوابت ہیں نہ سیار نہ صبح
نظر آتی ہے جدائی میں شبِ تار نئی

کبھی لیلیٰ کبھی شیریں کبھی عذرا سلمیٰ
تیری خدمت میں ہے روز ایک پرستار نئی

خوش رہو تم کو اگر قدر پرانوں کی نہیں
ڈھونڈ لیں گے اجی! ہم بھی کوئی سرکار نئی

دل کو اُس زلفِ چلیپا میں جو لٹکا دیکھا
نظر آیا مجھے منصور نیا دار نئی

گل! ترے دامِ محبت میں ہیں یوں تازہ اسیر
جس طرح دام میں بلبل ہو گرفتار نئی

بول چال ایسی کسی کی بھی نہیں دنیا میں
تیری گفتار نئی ہے تری رفتار نئی

کب جوانی میں ہے پیری میں جو کیفیت ہے؟
مۓ کہنہ کے برابر نہیں زنہار نئی

رہتی ہے حسن پرستوں کے گلے میں زنجیر
کفر ان کا ہے نیا اور ہے زُنار نئی

اپنے آغازِ محبت کا خیال آتا ہے
دیکھتا ہوں کوئی بلبل جو گرفتار نئی

جب بگولہ کوئی اٹھا تو میں وحشی سمجھا
میرے رہنے کو حویلی ہوئی تیار نئی

پوچھیئے اِن سے کفن کو بھی بدل سکتے گا
روز پوشاک پہنتے ہیں جو سردار نئی

نہیں ممکن کہ نئی ساری غزل ہو ناسخ!
باتیں دو چار پرانی ہیں تو دو چار نئی

سب زمینیں ہیں نئی بیتیں ہیں اے یارا نئی
روز یہاں ریختے کی اٹھتی ہے دیوار نئی

پھر نئے سر سے ہوا جوشِ جنوں آئی بہار
پھر مرے پاؤں کو زنجیریں ہیں درکار نئی

ماہِ نو کیا ہے بھلا ابروئے قاتل کے حضور؟
کیوں فلک ہم کو دکھاتا ہے یہ تلوار نئی ؟

سر برہنہ ہیں جو یہ رند نہ بھڑنا ان سے
کہنہ ہوجائے گی زاہد! تری دستار نئی

او کماں دار! مجھے تیروں کے سوفاروں سے
دم بہ دم بھرِ فغاں ملتی ہے منقار نئی

موت آتی ہے جنوں! غم نہیں عریانی کا
ہوگی پوشاک مرے واسطے تیار نئی

کہکشاں ہے نہ ثوابت ہیں نہ سیار نہ صبح
نظر آتی ہے جدائی میں شبِ تار نئی

کبھی لیلیٰ کبھی شیریں کبھی عذرا سلمیٰ
تیری خدمت میں ہے روز ایک ہر ستار نئی

خوش رہو تم کو اگر قدر پرانوں کی نہیں
ڈھونڈ لیں گے اجی! ہم بھی کوئی سرکار نئی

دل کو اُس زلفِ چلیپا میں جو لٹکا دیکھا
نظر آیا مجھے منصور نیا دار نئی

گل! ترے دامِ محبت میں ہیں یوں تازہ اسیر
جس طرح دام میں بلبل ہو گرفتار نئی

بول چال ایسی کسی کی بھی نہیں دنیا میں
تیری گفتار نئی ہے تری رفتار نئی

کب جوانی میں ہے پیری میں جو کیفیت ہے؟
مۓ کہنہ کے برابر نہیں زنہار نئی

رہتی ہے حسن پرستوں کے گلے میں زنجیر
کفر ان کا ہے نیا اور ہے زُنار نئی

اپنے آغازِ محبت کا خیال آتا ہے
دیکھتا ہوں کوئی بلبل جو گرفتار نئی

جب بگولہ کوئی اٹھا تو میں وحشی سمجھا
میرے رہنے کو حویلی ہوئی تیار نئی

پوچھیئے اِن سے کفن کو بھی بدل سکئے گا
روز پوشاک پہنتے ہیں جو سردار نئی

نہیں ممکن کہ نئی ساری غزل ہو ناسخ!
باتیں دو چار پرانی ہیں تو دو چار نئی

پاک آبِ تیغِ حیدر سے بساط خاک ہے
نیزہ' والا ہی چوبِ خیمہ' افلاک ہے 1

فیضِ دُل دُل سے سمندِ طبع یاں چالاک ہے
آج ہے جو صیدِ مضموں بستہ' فتراک ہے

بن گیا ہے قبہ' عرشِ معلٰی ہر کلس
کیا ہی! اُس نورِ خدا کا شعلۂ ادراک ہے

برسے لعنت دشمنانِ مرتضٰی کی خاک پر
ہر برس بارانِ رحمت کا وہاں امساک ہے

عرش پروازی میں مانندِ براقِ مصطفٰی
یا امیرالمومنیں دُل دُل ترا چالاک ہے

ساقیِ کوثر ہوئے ہیں آج پیدا زاہدا!
بانگِ نوشا نوش ہے جو رند ہے بے باک ہے 2

شور ہے ہر سو میانِ صید گاہِ ممکنات
دشمنِ شیرِ خدا جو ہے سگِ ناپاک ہے

آج کوئی عندلیبوں کے سوا نالاں نہیں
گلشنِ عالم میں بس پیراہنِ گل چاک ہے

مرتضٰی عرش بریں سے آئے بالائے زمیں
عرش کے سقفِ محدب پر دماغ خاک ہے

ہے کماں ہے برق خاطفِ ذوالفقارِ حیدری
لشکرِ اعدائے دیں گویا خس و خاشاک ہے

شاہِ مرداں سے نہیں مخفی کوئی رازِ جہاں
ہیں ملک ہرکارے اُن کے ہر طرف کوڈاک ہے

بادشاہانِ جہاں سب نذر دیتے ہیں اُسے
وہ وزیرِ بادشاہِ کشورِ لولاک ہے

عالمِ ارواح سے ناسخ! قدم کے ساتھ ہوں
روح پائے بادشاہِ اولیا کی خاک ہے

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ مطلع 1 ۔ ب = ---------- بھی ----------

2 ۔ " ۔ 1 = -------------- ہوئیں --------------

* مطبوعہ میں مطلعِ ثانی مطلعِ اولٰی ہے ۔

تو چاند ہے سایہ چاندنی ہے
کوسوں تک بلکہ روشنی ہے

ہے یادِ صف مژہ جو دل میں
گویا پلٹن کی چھاونی ہے

مارا ابرو سے سینکڑوں کو
قاتل تلوار کا دھنی ہے

کافر خطِ استوا بدن پر
تیری سونے کی کردھنی ہے

عاشق میں جو سوزنِ مژہ کے
اپنی چپکن بھی سوزنی ہے

دیکھا جسے ہوگیا وہ عاشق
تیری آنکھوں میں موہنی ہے

کیوں کر پی جاؤں دیکھ اے ضبط!؟
جو اشک ہے ہیرے کی کنی ہے

اے ماہ! میرے کفن کسے لائق
تیری محفل کی چاندنی ہے

وہ ماہ ہے تُو کہ چاندنی سی
تیرے گھوڑے کی کردھنی ہے

جلتے ہیں داغِ یاس دل میں
ہر شب اس گھر میں روشنی ہے

اس پردہ نشیں سے کیا ہے نسبت؟
زہرہ تو ایک کنچنی ہے

پھبتی یہ نئی ہے ماہِ نو پر
گویا ترے جوتے کی انی ہے

سورج تو بنا سنہری اُڑ کے
سورج کی کرن کرن نبی ہے

ناسخ! جو فقیر ہوں نہیں غم
میرا اللہ تو غنی ہے

ابرِ مژگاں ہے جدائی میں ہوا برسات کی   اپنی ٹھنڈی سانس ہے گویا ہوا برسات کی 1

دردمندِ عشق ہوں کب ہے ہوا برسات کی؟   درد کو کردیتی ہے دونا ہوا برسات کی

قبل بارش روتے روتے کور ہوجاؤں کہیں   ہجر میں صورت نہ دیکھوں اے خدا برسات کی

کہتے ہیں رو رو کے مفلس مجھ کو روتا دیکھ کر   خانہ ویرانی کو کیا کم تھی بلا برسات کی؟

رعد قلقل موجِ مے بجلی کفِ مے ہے سحاب   مے کشوں کو کب ہے حاجت ساقیا! برسات کی ؟

باغ و مے ابر و غنا مہ تاب و نہر و وصلِ دوست   ایک دل ہے اور حسرت ہے برابر سات کی

تیرے آگے ابر میں پنجہ چھپالے آفتاب   اے پری! کیا رنگ دیتی ہے حنا برسات کی

---

1 ـ مطبوعہ ـ مطلع 1 ـ 1 = ---------------- کھتا -------

ب ھنسنے لگے دانت تمھارے نکل آئے — تاروں سے سوا اشک ھمارے نکل آئے
ں ماہ کی فرقت میں جو تارے نکل آئے — سر کا جو شفق صاف ستارے نکل آئے
ے کی نظر آگئیں کلیاں گلِ تر میں — ھنسنے میں جو کل دانت تمھارے نکل آئے 1
یتا ھے کہاں ساتھ برے وقت میں کوئی؟ — پتھر کو لگی چوٹ شرارے نکل آئے

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ 1 = بیلے ------------ بنیادی مخطوطے میں سھو کاتب سے " بیگے " بجائے " بیلے

* مطبوعہ میں مطلعوں کے مصرع ھائے ثانی آپس میں بدلے ھوئے ھیں ۔ مطبوعہ میں مطلعوں کی صورت درج ذ
ھے ۔ بنیادی مخطوطے کا مطلع مطبوعہ میں مطلع ثانی ھے ۔

جب ھنسنے لگے دانت تمھارے نکل آئے — سرکا جو شفق صاف ستارے نکل آئے
آس ماہ کی فرقت میں جو تارے نکل آئے — تاروں سے سوا اشک ھمارے نکل آئے

کوچہ محبوب کے نزدیک ہم گاڑے گئے ۔۔۔ قصرِ جنت کیوں ہمارے واسطے جھاڑے گئے ؟

کیا مناسب ہوگئے ہیں قبر میں مارِ عذاب ۔۔۔ اہلِ دولت بھی خزانوں کی طرح گاڑے گئے

خاک پھل پایا نہ ہم نے گو درختوں کی طرح ۔۔۔ زندگی بھر کوئے جاناں میں قدم گاڑے گئے

دھجیاں کچھ اڑگئیں ہے چوبہ گردوں بنا ۔۔۔ اپنے کپڑے کس قدر وحشت میں ہم پھاڑے گئے

---

1 ـ مطبوعہ ـ ا =---------- ہوگئیں --------

نہ تری گات بری ہے نہ تری بات بری
نظر آئی نہ مجھے تیری کوئی بات بری

گرچہ اے جان! نہیں تیری کوئی بات بری
پر مری بات نہ مانی، ہے یہی بات بری

چاہیے ہے کہ نہ ہو میری بری بات بری
آپ تو جانتے ہیں میری بھلی بات بری

چوم لوں کیوں نہ بھلا تجھ سے لپٹ کر ہر دم؟
واہ کیا منہ ہے کہ نکلی نہ کبھی بات بری

بات کی غیر سے تونے میری کیا بات رہی؟
ہوگئی تجھ سے یہ اے رشکِ پری! بات بری

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ----- یہ ---------- = بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے " بر " بجائے " بری "

کچھ بھی اے دل! چھپا نہیں تجھ سے   ناز ہے وہ خفا نہیں تجھ سے
تُو کسی سے نہیں ہے بیگانہ   پر کوئی آشنا نہیں تجھ سے
لگ گیا داغ بس غلامی کا   ورنہ یوسف برا نہیں تجھ سے
گلہ اپنا ہے با وفا کیوں ہو؟   شکوہ اے بے وفا! نہیں تجھ سے

کیا کروں باغ سے آئے جو صبا کے جھونکے ؟ — چاہیے میں اُسی کوچے کی ہوا کے جھونکے
خوابِ راحت کے تصرف سے نہیں اونگھتے ہم — آرہے ہیں یہ ہمیں خوابِ فنا کے جھونکے [1]
کوہِ تمکیں بھی اڑے پھرتے ہیں مثلِ پرکاہ — جلنے لگتے ہیں جہاں بادِ ہوا کے جھونکے
ٹھنڈی ٹھنڈی مری سانسیں ہی مجھے کافی ہیں — ہجر میں ہیں یہ عبث سرد ہوا کے جھونکے
ہم فقیر ایسے ہیں اے شاہ! کہ جاڑا جو لگا — بھاڑ میں تاپنے کو بالِ ہما کے جھونکے
رات دن کیا ہی! جلاتے ہو رقیبو! مجھ کو — کہیں دوزخ میں خدا تم کے بُلا کے جھونکے
خاک مجھ کشتہ کاکل کی جو برباد ہوئی — ہوگئے عالیہ سا بادِ صبا کے جھونکے

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ------------- نہ اونگھیں گے ہم

* مطبوعہ میں شعر نمبر 2 کا مصرع ثانی مطلع کا مصرع ثانی ہے ۔ مطبوعہ میں مطلع اور شعر نمبر 2 کو
صورت درج ذیل ہے۔

کیا کروں باغ سے آئے جو صبا کے جھونکے؟ — آرہے ہیں یہ ہمیں خوابِ فنا کے جھونکے
خوابِ راحت کے تصرف سے نہ اونگھیں گے ہم — چاہیے ہیں اُسی کوچہ کی ہوا کے جھونکے

ہے شبِ ہجر جو اے ماہ جبیں! تھوڑی سی — ہے مرے جسم میں بھی جانِ حزیں تھوڑی سی 1

سمجھے ہم ابرِ سیہ سے نکل آیا تارا — کھل گئی بالوں سے جو تیری جبیں تھوڑی سی

وسعت آباد جہاں تنگ ہوا زیرِ فلک — چاہیے مجھ کو جگہ زیرِ زمیں تھوڑی سی

کیا! لبا لب ہے ترے تنگِ دہن میں شکر — دیجیو ہم کو بھی اے طفلِ حسین! تھوڑی سی

تیرے ہی نام کی اے جان! ہے بس گنجائش — وسعتِ دل بھی ہے مانندِ نگیں تھوڑی سی

کیا پہنچ ہے تری دہلیز تک اے ماہِ حسیں! — چاند کی روز جو گھستی ہے جبیں تھوڑی سی 2

سنگِ اسود کی طرح سب رخ زاہد! ہو سیاہ — کیا جو سجدوں سے ہوئی تیرہ جبیں تھوڑی سی

میں تو کرتا ہوں بہت سی تری خاطر داری — میری خاطر بھی تو ہو او بتِ چیں! تھوڑی سی

غرہ ماہِ مبارک ہے یہ دیں داروں کا — پی شراب آج تو اے دشمنِ دیں! تھوڑی سی

کوئے جاناں میں نہ رونا کہیں اے دیدہ تر! — آبرو رکھتے ہیں ہم خاک نشیں تھوڑی سی

کی احبا نے عنائت سے بہت سی تعریف — آج ناسخ نے یہ بیتیں جو کہیں تھوڑی سی

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ مطلع ۔ ا = ------- وصل -------- -

2 ۔ " ۔ ا = ----------- جبیں ------

٭ ۔ " ۔ ب = --------- گھستی -------- بنیادی میں سہو کاتب سے " گھشتی " بجا " گھستی "

* مطبوعہ میں یہ غزل صرف 9 اشعار پر مشتمل ہے ۔ بنیادی مخطوطے کا شعر نمبر 10 اور مقطع مطبوعہ میں کم ہیں ۔

رباعیات

و

قطعات

رباعیات

میں نے جو سنا ذکرِ عزازیل حسود
یعنی نہ جھکا پیشِ صفی جز معبود
سمجھا کہ نہ کام آئی توحید فقط
مردود ہے منکرِ نبی وہ مردود

ہیں امتِ احمد میں تہتر مذہب
ان میں سے چنیں میں کوئی کیوں کر مذہب
مذہب کوئی ایسا نہیں جس کو یار ب
باطل نہیں کہتے ہیں اکہتر مذہب

قطعات

مینہ بھی ہے ساغرِ شراب بھی ہے
ابر ہے اور آفتاب بھی ہے ۱
دیکھو مستو! طلسمِ بادہ فروش
آگ بھی ہے شرابِ آب بھی ہے

ہیں حسین اور بھی پر تجھ میں ہے کیا بات نئی
دھج نئی وضع نئی گات نئی بات نئی
خطِ نورستہ نہ قرآن کو کر دے منسوخ
لوحِ محفوظ سے اتری ہیں (یہ) آیات نئی ۲

۱۔ بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے "سراغر" بجائے "ساغرِ"
۲۔ مطبوعہ ب ۔ ۰۰۰۰۰ ہے یہ ۰۰۰۰ بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے لفظ "یہ" کتابت ہونے سے رہ گیا ہے۔

دیوانِ سوم کے متفرق اشعار

(بنیادی مخطوطہ)

سرکاؤ ! زمزمے کوئی پیمانہ چاہیے　　کعبے کو کیا کروں مجھے مے خانہ چاہیے؟ ۱
اے عندلیب! شوق سے رہ آشنائے گل　　مجھ کو چمن سے سبزۂ بیگانہ چاہیے ۲

باغ میں آج جو اس گل کی سواری آئی　　شور بلبل نے کیا باد بہاری آئی!

میرے رونے سے مشابہ ہے جھڑی ساون کی　　اس محبوب سے کیا آنکھ لڑی ساون کی؟

کمال اے غیرتِ گل! ہے تری نازک کمر پتلی!　　رگِ گل بھی نہیں باغِ جہاں میں اس‌قدر پتلی
کہیں دیکھی ہے شائد آب داری تیرے دانتوں کی　　کہ مارے شرم کے ہے پانی سی آبِ گہر پتلی ۳

اے جان! تری زلف گرہ گیر نہیں ہے　　یوسف ہے مگر قابلِ زنجیر نہیں ہے
دن رات سے رہتی ہے جدا صبح ہمیشہ　　غلطی کی سزاوار پیر نہیں ہے
ہو صوف کی جا زلفِ مسلسل کا کوئی بال　　دروازۂ دل چاک ہے زنجیر نہیں ہے

۱۔ مطبوعہ ۔ ب ۔ .... بت ....
۲۔ " ۔ ا ۔ .... شوخ تو ....
۳۔ " ۔ ب ۔ .... پانی سے ہے ....

جب چوک سے تمہاری سواری نکل گئی   حسرت ہوئی کہ جان ہماری نکل گئی

ہجر میں بارہ مہینے اپنی ایک اوقات ہے   گو کبھی جاڑا ، کبھی گرمی ، کبھی برسات ہے

بنا ہے قبۂ قبرِ امام سونے کا   ہر ایک شے سے ہے اعلی مقام سونے کا
سنہری ایسی ہے رنگت گیا لب دریا   تو ہو گیا وہی پانی تمام سونے کا ۱
کبھی کہیں ہے کبھی مثلِ آفتاب کہیں   نہیں ہے ایک جگہ پر قیام سونے کا

خط نے کیا ! روئے گندم گون جاناں کر دیا   خوشۂ گندم کے نقشے کو نمایاں کر دیا
ناز میں دونوں جدا ہیں وضع میں دونوں جدا   حسن تیرا دونوں آنکھوں نے دو چنداں کر دیا

اعلی وہ ہے جو چھوڑ کے دنیا نکل گیا   سقفِ فلک کو توڑ کے عیسی نکل گیا

تب سے جلتا تھا بدن میرا ہوا اے یار ! سرد   کس قدر تاثیر میں ہے شربت دیدار سرد ؟

خوابِ غفلت میں جو آتی ہے نفس کی آواز   ناقہ ہے روحِ رواں ، ہے یہ جرس کی آواز

مر گیا میں جو مجھے اس نے سنائی آواز   تن میں جان آئی جونہی کان میں آئی آواز

۱۔ مطبوعہ ۔ ا ۔ ..... ایسی ہے رنگت .... بنیادی مخطوطے میں کتابت کی غلطی ہے ۔ لفظ "ہے" کتابت سے رہ گیا ہے ۔

دیوانِ چہارم

در مدح معتمد الدولہ بہادر *

آقائی جہاں معتمدالدولہ بہادر — فیاضِ زماں معتمد الدولہ بہادر

بر دشمنِ روبہ صفتش باد ظفر یاب — چون شیرِ ژیاں معتمدالدولہ بہادر

پیر صد و سی سالہ بود بارِ خدایا — بابختِ جواں معتمدالدولہ بہادر

جان بخشی عیسیٰ بہ نماید دمِ گفتار — اعجاز بیاں معتمدالدولہ بہادر

از بخشش و از عدلِ ضعیفانِ جہاں را — شد تاب و تواں معتمدالدولہ بہادر

چون ابر مطیر است ز دریا دلی خویش — برگشت جہاں معتمدالدولہ بہادر

زر برکفِ ہر شخص چو گل در نظر آید — زر داد چناں معتمدالدولہ بہادر

در دیدۂ عالم چو سلیمان بسریر است — بر اسپِ دواں معتمدالدولہ بہادر

بہرام گریزد چو بمیدان بنماید — باتیر و کماں معتمدالدولہ بہادر

مریخ چو رنگِ رخ خود می پرد از چرخ — گیرد چوسناں معتمدالدولہ بہادر

چون خسرو خاور بفلک در نظر آمد — بر پیل دماں معتمدالدولہ بہادر

دارد ہمہ اعدائے جہاں را تہ یک تیغ — چون کاہکشاں معتمدالدولہ بہادر

بادا بہ جہاں تابہ جہاں ناصر اسلام — باکوس و نشاں معتمدالدولہ بہادر

از روزِ ازل یافت پے مصلحتِ خلق — عقلِ ہمہ داں معتمدالدولہ بہادر

ہمچون جدِ امجد بہ درد کلۂ اژدر — با زورِ نیاں معتمدالدولہ بہادر

در خلق دگر جود و دلیری جدِ خویش — بہ نمود عیاں معتمدالدولہ بہادر

میداشت گدا ہرچہ تمنا بہ دلِ خویش — داد است ہماں معتمدالدولہ بہادر

جود و کرمِ خویش بہ کس وا نہ نماید — ہمچوں دگراں معتمدالدولہ بہادر

در عیش و مسرت شب و روزش گذرند — با شوکت و شاں معتمدالدولہ بہادر

ناسخ بجز ایں نام دگر نام نہ داند — شد ورد زباں معتمدالدولہ بہادر

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

در مدح نواب معلیٰ القاب مدارالمهام عمدة الامرا یار وفا دار سپه سالار وزیر اعظم دستورِ معظم معتمدالدوله مختار الملک نواب سید محمد خان بهادر ضیغم جنگ

چونطقِ عیسیِ مریم کلامِ ضیغم جنگ — چو موجِ چشمهٔ حیواں خرامِ ضیغم جنگ

چو آفتابِ جهان تاب و ابرِ عالم گیر — به خشک و تر به رسد فیضِ عامِ ضیغم جنگ

به شنگ و کیونریمان و رستم پهلاد — رمند چون رمه از رعبِ نامِ ضیغم جنگ

چوکوه قاف و سپهر برین و انجم باد — وقار و مرتبه و احتشامِ ضیغم جنگ

بصید گاهِ جهان صید هر مراد که هست — مدام باد الهی بدامِ ضیغم جنگ

چو توسنے که بود خوش لجام و خوش رفتار — بو اد ابلقِ ایام رامِ ضیغم جنگ

کند رو حصّه چو مولود تو اماں به مصاف — رسد به فرق عدو گر حسامِ ضیغم جنگ

به زیرِ چرخِ مقوس عدوے بد طنیت — چو توده باد نشاں سهامِ ضیغم جنگ

به طاق کاهکشان برمیانِ جاں لبسته — فلک یکی زغلاماں غلامِ ضیغم جنگ

همیشه تاکه به گردوں نست ضیغمِ گردوں — بود طلوعِ کواکب به کامِ ضیغم جنگ

دلا مزارِ دلِ مرده میشود زنده — بیک اشاره معجز نظامِ ضیغم جنگ

فلک بگیرد دستارِ خویش را به دو دست — کند نگاه اگر سوئے بامِ ضیغم جنگ

مزبر بیشهٔ یزداں علی ولی اللّٰه — معین و ناصر وجد و امامِ ضیغم جنگ

سرِ عدو بروغا هم چو ژاله می بارد — زتیغِ برق وشِ بے نیامِ ضیغم جنگ

عدوے خیره که آغاز سر کشی به نمود — خبر نه داشت مگر ز انتقامِ ضیغم جنگ

میانِ باغِ جهاں چون خضر بسر سبزے — بواند تا به قیامت قیامِ ضیغم جنگ

سرِ حسود شود پائمال در هر کام — ته سُمِ فرسِ خوش لجامِ ضیغم جنگ

چه بن گرید به ایواں و قصرِ عالیِ او — که ارفع است ز گردوں مقامِ ضیغم جنگ

نمود سیر و غنی اهلِ حرصِ عالم را — صلائے عام و عطاے مدامِ ضیغم جنگ

زکینهٔ سگِ دنیا ترا چه غم ناسخ — همیشه وردِ زباں دار نامِ ضیغم جنگ

فی المدحِ نواب فلک جناب وزیرِ اعظم دستورِ معظم معتمدالدوله مختارالملک ضیغم جنگ

نو روز مبارک بود اے آصف دوراں
در خضر تو خاتمِ انگشتِ سلیماں

شیرین ثمرِ باغِ شہِ یثرب و بطحا
تاباں گہرِ افسرِ سلطانِ خراساں

واجب شده بر اہلِ جہاں با تو مودّت
گو منکرِ آں تاکنم اثبات ز قرآں ۱

آن ضیغمِ پورِ اسد اللّٰه تو ہستی
روباه شود پیشِ تو ہر شیرِ نیستاں

در عہدِ تو خلق ست به جمعیتِ خاطر
در خواب نه آید به نظر خوابِ پریشاں

جودی پے کشتیِ جہاں سنگِ درِ تست
غم نیست به خدّام تو از شورشِ طوفاں

چوں آئینه گردید سکندر ہمه حیرت
کز عکسِ تو آئینه شود چشمهٔ حیواں

ابرِ کرمت شد مترشح چو بر احباب
اعدائے تو گشتند غریقِ یمِ احساں

در باغ اگر گرد ز دامن به فشانی
غنچهٔ گلِ خورشید بر آرد ز گریباں

آن چشمهٔ فیضے تو که ہر دانه شود کشت
در خرمنِ خود گر به برد نامِ تو دہقاں

عالی به شکوه یست عماراتِ معلّٰی
قندیلِ فلک ہست به آویز ز ایواں

کوتاه شود پیشِ کفِ کنجِ فشانت
چون دامنِ صحرا بود از وسعتِ داماں

احباب تو منصور چو آدم به دو عالم
اعدائے تو مخزول به دارین چو شیطاں

سر سبز کند مزرعِ امیدِ زمانه
دستِ کرم و جودِ تو چوں ابرِ بہاراں

گر کوه بود پیکرِ دشمن زندش برق
شمشیرِ تو در رزم شود چوں شرر افشاں

چوں دود گریز در تہنیت کره ارض
در معرکه رزم دہی اسپ چو جولاں

چوں خانهٔ چشم است اگر نا لکے تو
چوں نورِ نظر ہست سرایائے تو دوراں

چوں مور بود دشمنِ بدخواهِ تو پامال
پیلِ تو ہوا ہودجِ تو تختِ سلیماں

اے صاحبِ اقبال بفرمانِ تو باشد
ایں پیلِ فلک بستهٔ زنجیر چو پیلاں

خورشید اگر پرچمِ رایاتِ معلات
نقارهٔ ار نوبتِ تو گنبدِ گرداں

پائینده بود قصرِ تو چون طارمِ نیلے
بنیادِ عدوئے تو حبابِ لبِ عماں

ناسخ نه نہد تا به ابد پا به درِ غیر
این ست طمع در دلش اے حاتمِ دوراں

ا۔ ا۔ قرآن کی آیت "مودّة فی القربیٰ (الخ)" کی طرف اشاره ہے۔

در تہنیتِ عیدِ رمضان *

جشنِ عیدِ رمضان ست مبارک باشد | حشمت و شوکت و شان ست مبارک باشد
اے خداوندِ سلیمان حشم آصفِ تدبیر | بزمِ رقصِ پریان ست مبارک باشد
از رگِ گردنِ بدخواہِ تو سوے جگرش | آبِ تیغِ تو روان ست مبارک باشد
دشمنِ ابرہہ کردار تو چون مور امروز | کُشتۂ پیلِ دمان است مبارک باشد
آن مہِ اوجِ سخائے کہ دلِ دشمنِ دوں | چاک مانندِ کتان ست مبارک باشد
نیست این گردِ سوارے کہ عدو خاک شدہ | پیشِ اسپِ تو دوان ست مبارک باشد
ناصرِ معتمد الدولہ وزیر اعظم | صاحبِ عصر و زمان است مبارک باشد
حلقہ ہا ہالۂ ماہ است بگوشِ گردوں | بندۂ حکمِ جہان است مبارک باشد
فتح بر شکرِ اعدا ست ہمایوں بادا | حشم و کوس و نشان است مبارک باشد
ہر دم افزونیِ جاہت چوبہ بیند ناسخ | روز و شب دردِ زبان است مبارک باشد

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ کامیابی بارِ دگر

کامران بارِ دگر گردیدی | بخت و اقبال ترا بندہ بود
گفت تاریخ مبارک ناسخ | "کوکبِ جاہ درخشندہ بود"

عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ تہنیت بہ حضور نواب معتمدالدولہ *

شب و روزِ نوابِ دستورِ اعظم | بما ناد شادان و فرحاں الہی
بہ اوجِ سپہر شکوہ و امارت | بود شمسِ اقبالِ تاباں الہی
بحقِ ائمہ کہ معصوم ہستند | شود جاہ اکنوں دو چنداں الہی
غلامانِ او ہر درش حاضر آیند | شود دشمنِ او گریزاں الہی
ہزاراں حسودند و او ہست تنہا | حمایت کند شاہِ مرداں الہی
بود دولت و حشمت و جاہ او را | جنودِ ملایک نگہباں الہی
پئے تہنیت سالِ تاریخ گفتم | "کہ باشد عدویت پشیماں الہی"

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخِ تولدِ صاحبزادۂ بلند اقبال اعتماد الدولہ سید باقر علی خان بہادر دام اقبالہ

خدا داد فرزند رشکِ چمن　　به یارِ وفادارِ شاهِ زمن
وزیر الممالک مدار المهام　　زہے سرو گلزار خیرالانام 1
کفِ همتِ او بود زر فشان　　لبِ او به گفتار گوهر فشان
خدا جاه و اقبال افزوں کند　　نشاطِ تولد همایوں کند
سروشِ خرد گفت سالِ سعید　　" گلِ بوستانِ وزارت دمید "

---

1 ۔ ب ۔ مخطوطے میں سہو کاتب سے " سہے " بجائے " زہے " ۔

تاریخِ خطاب " نوشہ " *

خلیفه الله عدل گستر خطاب والا عطا چو فرمود　　برنگ گل هما شگفته روشد زشادمانی جنابِ نوشه
دلِ خداوندِ نعمت خود به نذرِ نظمِ لطیفِ خوش کن　　برائے تاریخِ سعد ناسخ بگو " مبارک خطاب نوشه

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

تاریخ ولادتِ پسر *

باد مسعود اے وزیرِ اعظمِ شاهِ زمن　　یافتی فرزندِ خوش طالع به طلعت آفتاب
سالِ تاریخ تولد از سپهر چارمین　　هاتفے گفتا به گردونِ سیادت آفتاب

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے

تاریخ ولادت پسر *

به ممدوحِ ذی قدر فیاضِ دوراں　　خدا داد فرزند بادا سلامت
پے سالِ مولودِ مسعود ناسخ　　بگفتا " بود صاحب جاه و ثروت "

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

تاریخ ولادتِ فرزند *

اے رشکِ حاتمِ دستورِ اعظم
فرزندِ ثالث بادا ہمایوں
تاریخِ مولد بہ نوشت ناسخ
دلبندِ ثالث بادا ہمایوں

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ ولادتِ فرزند *

این تازہ نہالِ چمنِ پنج تن است
این زنیتِ آغوشِ خداوندِ من ست
تاریخ ولادتش نوشتم ناسخ
" این جان و دلِ وزیرِ شاہِ زمن ست "

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ انہدام بتکدہا کہ در لکھنو حسب ارشاد حضور والا گشت

آباد کرد معتمدالدولہ ملکِ دین
کز حکمِ اوست خوار صنمِ تبکدہ خراب
ناسخ برائے سالِ خرابیِ تبکدہ
کِلک خیال کرد رقم تبکدہ خراب

تاریخ تعمیر "دولت خانہ" *

دید ہر کس کہ این عمارت را
عیش گاہِ جنابِ والا گفت
سالِ تاریخِ سعدِ آن ناسخ
" دولتِ خانۂ معلاً گفت "

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ سال سعد دوجشن *

بہ شاہِ کشیر اے وزیرِ کبیر
باقبالِ شاہی مبارک شود
دوبار از پئے سالِ سعدِ دوجشن
بہ گفتم الہی مبارک شود

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ ولادت پسر *

الٰہی بود مولد پورِ مسعود
بحقِ علی شاہِ مرداں ہمایوں
بگو سالِ تاریخِ ایں جشنِ ناسخ
برج اسد شمسِ تابان ہمایوں

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ ولادت پسر *

یا رب این پورِ وزیرِ اعظم
صاحبِ دولت و حشمت بادا
سالِ مولودِ سعیدش گفتم
صد و سی سال بہ عشرت بادا

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ ولادت پسر *

باد این پسرِ حضرتِ دستورِ معظم
در باغِ جہاں گلبنِ بے خارِ پیمبر
تاریخِ مبارک پئے میلادِ شریفش
دل گفت کہ سرو است بہ گلزارِ پیمبر

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ ختنۂ سید علی خان *

نشاطِ ختنۂ سیّد علی خان
بہ آقائے جہان مسعود بادا
ز دستِ جود سیم و زر فشاند
بہ فیاضِ زمان مسعود بادا
شدہ از وا شدِ دلہا ہمہ بزم
بزنگِ بوستان مسعود بادا
ز رعبِ صیحہ کوس شکوہش
عدو شد بے نشاں مسعود بادا
برائے سالِ تاریخِ ہمایوں
بگو ناسخ "ختاں مسعود بادا"

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ مولودِ مسعود جناب دخترِ نواب احتشام الدوله بهادر دام اقباله

یا الهی به خدیجه به جنابِ زهرا — به حقِ آسیه و هاجر و بهرِ سارا
بهرِ مریم به حق زینب و امِ کلثوم — بهر حضرات امامان ولی و معصوم
باد عمرِ صد و سی سال به این مولوده — بود از بهرِ جدِ امجدِ خود مسعوده
هر دم افزون حشم و ثروتِ جدش باشد — لشکرِ غیب پئے نصرتِ جدش باشد
بهرِ تاریخِ ولادت چه گهر هاسفتم — شد هویدا گهرِ بحرِ سیادت گفتم

تاریخ تعمیر قصر وزیر *

یا الهی به حقِ عرشِ عظیم — بهرِ رکن و مقامِ ابراهیم
بهرِ محرابِ مسجدِ اقصیٰ — به عماراتِ جنتِ الماویٰ 1
این محل زیرِ سقفِ مینا رنگ — باد مسعود بهرِ ضیغم جنگ
درِ آن مرجعِ جهان بادا — آسمان هم چو سائبان بادا
خامه سالِ بنا بیانگِ صریر — گفت هست این مکانِ عیشِ وزیر

---

1 ـ ب ـ بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے قافیہ " ماوا "
* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

تاریخ تعمیر قصر وزیر اعظم *

مدام این قصرِ محفوظ از حوادث — چو هفت ایوان ارزق فام بادا
سعادت از به درِ دیوار بارد — هما را آشیان بربام بادا 1
طلوعِ آفتاب و ماهِ اقبال — ز هر در هر سحر هر شام بادا
وزیرِ اعظمِ شاهِ زمن را — مئے عیش و طرب درجام بادا
سروشے گفت تاریخِ بنایش — که جائے عشرت و آرام بادا

---

1 ـ ا ـ بنیادی مخطوطے میں سہو کاتب سے " دد " بجائے " در "
* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

تاریخ

مخالفِ تو شدن اے وزیرِ اعظمِ ہند | بود نشانِ ضلال و دلیل بی علمی
براے جدِّ بزرگت نبی بہ حکمِ خدا | بگفت " حربک حربی و سلمک سلمی " 1

1 ۔ ب ۔ حدیث نبوی کا حوالہ ہے ۔

تاریخ سال گرہ *

ہزار سالگرہ سعد باد اے نواب | ز کارِ خلق کشودی تو صد ہزار گرہ
چو خضر عمرِ عزیزت کند دراز خدا | بود بہ رشتۂ سالِ تو بے شمار گرہ

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

تاریخ اطاعتِ عیسائیاں *

عیسائیان اطاعتِ امرت بجا کنند | عیسیٰ[1] مطیعِ جدِ توہست اے وزیرِ ہند 1
رفعت سزد رواقِ شکوہِ ترا کہ عرش | قصرِ رفیعِ جدِ توہست اے وزیرِ ہند

1 ۔ ب ۔ بنیادی مخطوطے میں املا " عیسا "
* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

تاریخِ چاہ

چشمۂ فیضِ وزیرِ اعظم | خلفِ تیغ زن ہیر علم
چاہِ بے مثل عمارت فرمود | درِ گنجینہ بہ مصرف بہ کشود
چاہِ روشن نہ نماید ویشان | ماہِ کنعاں ست بہ چاہِ کنعان
آب در دلو چور خشان گردد | دلو چون مہرِ درخشاں گردد
سالِ تاریخ زہاتف پرسید | چشمۂ زمزمِ ثانی گردیــــد

تاریخ تعمیر قصر معلی *

چه تعمیر گردید قصرِ معلّی | که زیبد به دربانی آں جا ملایک
پئے سالِ تاریخ ایں قصر ناسخ | بگو ہست قصرِ وزیر الممالک

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ بنائے قصر *

بہرِ سیّد اسد علی خاں باد | یا رب ایں قصرِ سعد بل اسعد
گفت سالِ بنائے آں ناسخ | ہست ایں قصر ہمچو برجِ اسعد

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ دعوتِ انگریزاں *

الٰہی به حقِ امام زمانه | که در انتظارش مسیح ست حیراں
شود چون خضر عمرِ دستور اعظم | که ہر جرعه آبش بود آبِ حیواں
به برجِ سپہرِ وزارت ہمیشه | بود نیّرِ جاه و اقبالِ تاباں
محبّانِ او فارغ البال باشند | بسر باد عمرِ حسودش به زنداں
شود شمسۂ قصرِ او شمس آسا | رسد بامِ ایوانِ او تا به کیواں
چو آصف بود صاحبِ اسمِ اعظم | نشاند به خاتم نگینِ سلیماں
عداوت به او داشتن کفر باشد | محبت به او داشتن باشد ایماں
بود ہمچو بلبل نواسنج ناسخ | که دربارِ او ہست ہم چون گلستاں
بتاریخ یک سال یعناً فزوں شد | مبارک شود دعوتِ انگریزاں

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ تعمیرِ قصر معلی *

چه تعمیر گردید قصرِ معلّی
که زیبد به دربانی آں جا ملایک

پئے سالِ تاریخ ایں قصر ناسخ
بگو ہست قصرِ وزیر الممالک

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ بنائے قصر *

بہرِ سیّد اسد علی خاں باد
یا رب ایں قصرِ سعد بل اسعد

گفت سالِ بنائے آں ناسخ
ہست ایں قصر ہمچو برجِ اسعد

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ دعوتِ انگریزاں *

الٰہی به حقِ امامِ زمانه
که در انتظارش مسیح ست حیراں

شود چون خضر عمرِ دستور اعظم
که ہر جرعه آبش بود آبِ حیواں

به برجِ سپہرِ وزارت ہمیشه
بود نیّرِ جاه و اقبالِ تاباں

محبّانِ او فارغ البال باشند
بسر باد عمرِ حسودش به زنداں

شود شمسۂ قصرِ او شمس آسا
رسد بامِ ایوانِ او تا به کیواں

چو آصف بود صاحبِ اسمِ اعظم
نشاند به خاتم نگینِ سلیماں

عداوت به او داشتن کفر باشد
محبت به او داشتن باشد ایماں

بود ہمچو بلبل نواسنج ناسخ
که دربارِ او ہست ہم چون گلستاں

بتاریخ یک سال یمناً فزوں شد
مبارک شود دعوتِ انگریزاں

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ کد خدائیِ دلبند *

به نواب دستورِ شاهِ زمن　　گلِ تازهٔ گلشنِ پنج تن
کف جودِ او گوهرِ افشاں سحاب　　دلِ روشنش غیرتِ آفتاب
چو بامِ فلک رفعتِ بامِ اوست　　چو انجم همه خیلِ خدامِ اوست
گلے هست خلقش به هندوستاں　　که هندوستاں شد از و بوستاں
به باغِ جهاں کو سخے این قدر　　بهر دست چون گل نها داست زر
بود کد خدائی دلبندِ سعد　　بود آلِ اولادِ فرزندِ سعد
زهے کد خدائیِ فرزندِ او　　که چوں گل بهر رو دهد خنده رو
فزوں شد ز اعدائے پشمینه صرف　　ز احصا بروں گشت گنجینه صرف
بگو تختهایے گلِ کاغذین　　روان در جلو هست خلدِ برین
بهر پنج شاخه چناں است نور　　که زیباست گویم گر اشجارِ طور
طلسماتِ آتش همه با دلیل　　حضورِ نظر گلستانِ خلیل
چوشد هر ستاره بسوئے فلک　　فزوں شد کواکب بروئے فلک
شررها چو بر حسب ازاں گل دمید　　دگر دود برخاست سنبل دمید
چراغان فروزنده چوں اختراں　　شد از نور هر راسته کهکشاں
بسا تختهائے پری طلعتاں　　چو اندر رکابِ سلیمان دواں
هزاراں چو زهره به رقص آمدند　　هزاراں چو مه ساز عشرت ز دند
سلیمان و بلقیس یکجا شدند　　دو گوهر بیک عقد زیبا شدند
ز حوران و غلماں رسول مجید　　صدائے مبارک مبارک شنید

---

* عنوان همارا دیا هوا هے -

تاریخِ شادیِ نواب سیّد علی خا ن بہادر دام اقبالہ

آلہی عروسے سعیدِ ابد　　بہ نواب سیّد علی خاں بود
چنین سال از دل نہ منفک بود　　عروسی و شادی مبارک بود
بگو سالِ تاریخِ ثانی دلا　　ہمہ عمر باشند درجشن ہا

تاریخِ تعمیر شدنِ کاروان سرا بحکم خداوند نعمت دام حشمتہ‌در شہر لکھنو

تعمیر شد بہ حکمِ وزیرِ شہِ زمن　　مانندِ باغ رونقِ ایں کارواں سرا
چون غنچہ سر بہ جیب چو بردم برائے سال　　رضواں زخلد داد ندا کارواں سرا

تاریخ تعمیر سرا *

دستور شہ زمن بنا کرد　　بہرِ عزبا سرائے عشرت
تاریخ مبارک بنایش　　ہاتف گفتا " سرائے عشرت "

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ ثالث تعمیر سرا

نواب وزیر این سرائے محکم　　از بحرِ مسافراں بنا فرمود است
سالِ تاریخِ ایں بنائے عالی　　دل گفت این کارواں سرا مسعود است

عنوان تاریخِ تعمیر سرا " ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ کد خدائی پسر *

للّٰہ الحمد کد خدا گردید　　پورِ سردارِ قدر دان امشب
ہمچو کوکب فروغ ہر شمع ست　　بزم گردید آسمان امشب
بہ مقامِ نشاط رقصید ند　　غیرتِ زہرا[1] لولیان امشب
جشنِ طویِ پسر مبارک باد　　مست مردم بہر زباں امشب
سالِ تاریخِ سعد ناسخ گفت　　" اہلِ بیستند شادمان امشب "

1 ۔ ب ۔ بنیادی مخطوطے میں املا " زہرہ " ۔
* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے ۔

تاریخِ دعوتِ بادشاه کیوان جاه شاهِ زمن غازی الدین حیدر فرموده بوونند

چون وزیرِ کبیر ضیغم جنگ — حامیِ چترو افسرو اورنگ
کد خدائی نورِ چشمِ نمود — گوئے سبقت ز سابقاں بر بود
گاه تا ایں زماں به هندستاں — کد خدائی نه دیده اندچناں
بعد ازیں کرد آن عمیم المن — دعوتِ بادشاهِ شاهِ زمن
هردو چوں آصف و سلیمانند — دردریائے جود و احسانند
مهرِ اقبالِ شاں درخشاں باد — خیلِ اعدائے شاں پریشاں باد
سالِ تاریخِ سعد شد تحریر — " دعوتِ بادشاه کرد وزیر "

در تهنیتِ عید

عیدِ مسعود به نواب مبارک باشد — گلِ عشرت شده شاداب مبارک باشد
فتح برلشکرِ اشرار همایوں باشد — شد بریده سرِ اشرار همایوں باشد
حشمت و دولت واقبال مبارک بادا — ثروت و شوکت و اجلال مبارک بادا
کشورِ هند همه زیرِ نگینت بادا — لشکرِ غیب مدد گار و معینت بادا
در کفِ گوهر مقصود بود اے نواب — هرچه خواهی همه موجود بود اے نواب
زرفشاں دستِ مبارک صدوسی سال بود — سینهٔ دشمنت از تیرِ تو غربال شود
لکهنو از قدمت باز گلستان گردد — هر گل وخار همه تابعِ فرمان گردد
شاد ازیں جشن شود خاطرِ افسردهٔ من — بشگفد بارِدگر غنچهٔ پژمردهٔ من
باز پُر نور شود منظرِ دولت پوره — خلق سایند جبین بر درِ دولت پوره
نور بخش از قدمت نور فشان گردد باز — نور افشاں به دمت نور فشان گردد باز
حکم وفوج وعلم وکوس مبارک باشد — گشت بد خواهِ تو منکوس مبارک باشد

تاریخِ عنایتِ خلعت و پالکی هودج و فیل

خلعت و پالکی و هودج و فیل
باد شه داد همایوں باشد
گفت تاریخِ مبارک ناسخ
هر دم اقبالِ تو افزوں باشد

تاریخِ شفا

وزیرِ اعظمِ دوراں یافت شفا
به عزو جاه و حشمت باد آلها
نوشتم سالِ تاریخِ شفایش
سلامت با کرامت باد آلها

تاریخِ جشنِ رنگباری

نوابِ وزیرِ اعظمِ هند
زیبد گویم چو رستمِ هند
فرزندِ کُهنیش که خداشد
فرقش تهِ سایهٔ خدا شد
گلرنگ شده به رنگ بازی
هر رنگ به یافت سر فزای
دربار تمام گشت گلزار
در چشمِ عدو خلید صد خار
سالِ تاریخ کلکِ فکرت
تحریر " نمود رنگِ عشرت "

تاریخِ باغ

دایم بود مبارک بهرِ وزیرِ اعظم
با جاه روز افزوں ایں باغ یا الهی
تاریخِ ایں گلستاں کر دم طلب ز رضواں
گفتا بود همایوں ایں باغ یا الهی

تاریخِ باغ

یا رب ایں باغ مبارک باشد
بهرِ نوابِ وزیرِ اعظم
سالِ تاریخِ بنائے ایں باغ
گفت رضوانِ ارم " باغِ ارم "

تاریخ باغ

یا آله العالمین در باغِ پیر و مرشدم
غنچهٔ بشگفته بر آرد نهالِ آرزو

سبز و خرّم شد چو باغِ بے خزاں تاریخِ آں
ہاتفے گفتا " ثمر آرد نہالِ آرزو "

عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

در تہنیت عیدِ غدیر
بہ حضور وزیر اعظم معتمدالدولہ *

زہے مبارک و مسعود روزِ عیدِ غدیر
کہ یافت تختِ خلافت امیرِ کلِ امیر

وزیرِ شاہِ رسل بادشاہِ جن و بشر
امامِ اول و شیرِ خدا و خیبر گیر

بحق او صد و سی سال جشن فرماید
خدیوِ کشورِ ہندوستاں وزیرِ کبیر

جنابِ معتمدالدولہ حاکمِ باذل
امیرِ صاحبِ تدبیر و صاحبِ شمشیر

خمیدہ باد بہ پشیش سپہر ہمچو کماں
دلِ عدوئے شکوہش بود نشانۂ تیر

شود بہ صفحۂ کاغذ زخود زر افشانی
چو زر فشانیِ دستِ کرم کنم تحریر

ہر آں چہ در دلِ او بہ گردد ہماں باشد
ہمیشہ باد بہ تقدیر ہم عناں تدبیر

شدہ و جوبِ مودت بہ ذاتِ اقدسِ او
ازیں معاملہ معلوست مصحف و تفسیر

شود بصحنِ چمن گل فشاں دمِ رفتار
بود بہ بزمِ طرب درفشاں دمِ تقریر

کسے کہ حاسد او ہست خانہ ویراں باد
عدوئے او کند آباد خانۂ زنجیر

مطالبِ دلِ پُر نور او برآید زود
دعائے ناسخِ شوریدہ سرکند تاثیر

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

سالگرہ وزیر اعظم *

بود برائے جنابِ وزیرِ اعظمِ ہند
بہ عز و جاہ مبارک ہزار سالگرہ

چو عقد ہائے نجومِ فلک برشتۂ عمر
شود بہ فضلِ خدا بے شمار سالگرہ

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تہنیتِ عیدالاضحی
به حضور وزیر اعظم معتمدالدوله *

عیدِ اضحیٰ ست به نواب مبارک باشد
ذبح شد دشمنِ سرتاب مبارک باشد

چون غلامانِ وفادار حضورت اقبال
کرد تسلیم به آداب مبارک باشد

شکر صد شکر که از آتشِ قهرت اکنون
زهرهٔ حاسد شد آب مبارک باشد

خلعتِ فاخره از لطفِ خدامی پوشی
می رسد برلبِ احباب مبارک باشد

باد ماهی و مراتب بتو ای دریا دل
شد عدو ماهیِ بی آب مبارک باشد

سر اعدائے سیه کار تو غلطید به خون
زیرِ شمشیرِ سیه تاب مبارک باشد

در حرم بہرِ تو ای کعبهٔ مقصود امروز
آید آواز ز محراب مبارک باشد

ای گلِ باغِ نبی شد چمنِ اولادت
تازه و خرم و شاداب مبارک باشد

کوکبِ طالعِ سعد تو درخشید اکنون
همچو خورشیدِ جهان تاب مبارک باشد

گلِ اقبال خداوندِ وزیرِ اعظم
ز آبِ حیوان شده سیراب مبارک باشد

دَورِ دَور پسر ساقیِ کوثر ابدیست
ناسخا دورِ مئے ناب مبارک باشد

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

مدح و دعا در حضور نواب وزیر اعظم معتمد الدوله *

نیّرِ جاه درخشان شود ان شاء الله
یک جهان تابعِ فرمان شود ان شاء الله

بند گانِ تو همه عمر دوباره یابند
موجزن چشمهٔ حیوان شود ان شاء الله

در گلستانِ شکوه و حشم و اقبالت
جلوهٔ فصلِ بهاران شود ان شاء الله

حاسدِ کور ز خورشیدِ جلالِ نواب
صورتِ شپره پنهان شود ان شاء الله

سرخ از خونِ سرِ دشمنت ای سبطِ رسول
ذوالفقارِ شهِ مردان شود ان شاء الله

حامی و ناصرِ نوابِ وزیرِ اعظم
مصحفِ ناطق و قرآن شود ان شاء الله

حالیا فوجِ عفاریت گریزاں گردد
عملِ آصفِ دوران شود ان شاء الله

دشمنِ جاهِ تو میرد به سحابِ حرماں
قلزمِ جود تو جو شان شود ان شاء الله

زود از ریزشِ سجیل چو اصحاب الفیل
فوجِ اشرار پریشان شود ان شاء الله

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

مشکلِ خلق کشائی ز بہ نانِ کرمت
زود ہر مشکلت آسان شود ان شاء اللہ

می شود جاہ و وقارِ تو ز سابق افزوں
دشمن از کردہ پشیمان شود ان شاء اللہ

پیل بانے کہ عداوت بہ جنابت دارد
پا بہ زنجیر چو پیلان شود ان شاء اللہ

این ندا می رسد از ہاتفِ غیبی ہر دم
مددِ شاہِ خراسان شود ان شاء اللہ

اے یم جود و سحابِ کرم از افضالت
عالمے غرقۂ احسان شود ان شاء اللہ

شمسہ قصرِ رفیعِ تو بہ نور افشانی
ازمہ و مہر دو چندان شود ان شاء اللہ

ناسخِ بادیہ پیمائے مصایب اکنون
بہ حضورِ تو غزل خواں شود ان شاء اللہ

تاریخ جشن بسم اللہ *

بود این جشنِ بسم اللہ مبارک
وزیر اعظمِ ہندوستاں را

برنگِ شاخِ گل ہر دست پر زر
گلستاں کرد فیضِ او جہاں را

زبانِ تیغ آں فرزندِ حیدر
بنوشد جملہ خونِ دشمناں را

کند در لکھنو فرماں روائی
نماید نصفتِ نو شیرواں را

زند برکوسِ گردوں چوبِ دستش
بر افرازد نشانِ کہکشاں را

بہ میدانِ وسیعِ اوجِ اقبال
دہد جولان سمندِ آسماں را

قدم از سینۂ اعدا گزارد
چو بہ گزارد خدنگِ بے اماں را

منوّر نُور بخش از مقدش باد
خجل ساز و خیابانش جناں را

بہارِ بوستانِ نُور افشاں
نہ بیند تا ابد روئے خزاں را

صد و سی سال باشد جاہ و حشمت
وزیرِ اعظمِ ہندوستاں را

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ جلوسِ غازی الدین حیدر *

جلوسِ حیدرِ دلدل سوار است — بہار است و بہار است و بہار است
جہان از بادِ مشک افشاں نو روز — تتار است و تتار است و تتار است
بدہ ساقی شرابِ ارغوانی — خمار است و خمار است و خمار است
بحمد اللہ عروسِ مقصدِ دل — دو چار است و دو چار است و دو چار است
ز خارِ غم دلِ اعدائے نواب — فگار است و فگار است و فگار است
بہ باغِ دہر در عہدش تہی دست — چنار است و چنار است و چنار است
بدامِ او ہمائے اوجِ اقبال — شکار است و شکار است و شکار است
بہ لب ہائے عدوئے عجل سیرت — خوار است و خوار است و خوار است
بہ ضیغم جنگ دارد ہر کہ کینہ — حمار است و حمار است و حمار است
سراپائے وزیرِ اعظمِ ہند — وقار است و وقار است و وقار است
برائے دشمنِ نوابؔ ہر گل — شرار است و شرار است و شرار است
پئے امن و اماں حفظِ الٰہی — حصار است و حصار است و حصار است
طلوعِ شمس اقبال است کولیل — نہار است و نہار است و نہار است
ز اعدایش دلِ اہلِ صفا را — غبار است و غبار است و غبار است
سرِ ناسخ بپائے چاکرانش — نثار است و نثار است و نثار است

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ سال گرہ نواب وزیر اعظم *

می وزد بادِ بہار اے مے کشاں | شد بروں از گلشنِ عالم خزاں
بادۂ گلرنگ در ساغر کنند | ہمچو چشم دشمناں لب ترکنند
خارِ غم رفت و گلِ شادی شگفت | مرغِ خوش الحاں مبارک باد
کرد خرّم قلبِ ہر برنا و پیر | مولدِ پور مہیں پورِ وزیر
آں وزیرِ اعظمِ ہندوستاں | صاحبِ اقبال و عدل و امتناں
کزکفِ ہمت شود گوہر فشاں | ہمچو حاتم ہر گدایش زر فشاں
زیرِ ظلِ لطفِ خالق جائے اوست | مامن از فضلِ خدا ماوائے اوست
حامیِ او حیدرِ دلدل سوار | برسرِ اعداش افتد ذوالفقار
در دلِ او ہرچہ باشد زود باد | در کفِ او گوہرِ مقصود باد
جان نثارانش ہمہ شاداں شوند | خادمانش خانہ آباداں شوند
حشمتش بادا فزوں از بیشتر | باد ثروت بیشتر از بیشتر
یا الٰہی شوکتش پایندہ باد | یا الٰہی بخت او فرخندہ باد
ناسخِ معجز بیاں بر آستاں | بانشاط و عیش باشد مدح خواں
ہست سالِ مولدِ عالی جناب | صبحِ طالع شد برآمد آفتاب

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ سال گرہ نواب وزیر اعظم *

اے خداوندِ جہاں صاحبِ جود و انصاف | ثروت و حشمت و اقبال مبارک باشد
این گرہ سال تو اے عقدہ کشائے عالم | با حکومت صد و سی سال مبارک باشد 1
"شد ز سجیل ابابیل کعصف ماکول" | ابرہہ خادمِ ادبار مبارک باشد
بر سرِاوجِ سپہرِ کرمِ عز و جلال | اشعۂ نیرّ اقبال مبارک باشد ۹
ذوالفقارِ اسد اللہ رسیدہ است کنوں | بر سرِ دشمنِ بد حال مبارک باشد
حضرتِ مہدی و عیسیٰ چومعین تو شوند | مضمحل شد خرِ دجال مبارک باشد
می رسد بہرِ قدمبوسِ تو ان شاء اللہ | ناسخِ خوشدلِ خوش حال مبارک باشد

---

1 ۔ ب = سہو کاتب سے لفظ " سال " کتابت ہونے سے رہ گیا ہے۔

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تہنیت عید رمضان *

یا الٰہی بہ احمدؐ و حیدرؑ — از برائے شبیر و ہم شبیر

چرخ گردد بہ کامِ ضیغم جنگ — باد اعلیٰ مقامِ ضیغم جنگ

آبِ رفتہ بہ جوئے باز آید — بر درش خلق بانیاز آید

بہ سحابِ عطائے او ہی آلان — باد سر سبز باغِ ہندستان

محبس دشمنش جہنم باد — فدویش ہر کہ ہست خرّم باد

زینتِ مسندِ وزارتِ اوست — قابلِ حشمت و امارتِ اوست

یافت چون جد او خلافتِ خویش — یابد او ہم دگر وزارتِ خویش

فتح بر دشمنِ غبی یابد — کمک از مرتضیٰ علی یابد

صد و سی سال حکمراں باشد — تا جہان ست در جہاں باشد

آفتابِ شہامت و اقبال — باد طالع ز اوجِ جاہ و جلال

عیدِ ماہِ صیام باد سعید — لعن بر دشمنانِ او چو یزید

ہست کمتر ز فدویاں ناسخ — جان نثار است و مدح خواں ناسخ

---

* عنوان ہمارا دیا ہے

تہنیتِ عیدِ غدیر بہ حضور معتمد الدولہ *

نوّابِ فلک مرتبہ خورشید ضمیر است — چون روئے درخشندہ او رائے منیر است

دستورِ زمن معتمدالدولہ بہادر — لاریب خدیو است و وزیر است و امیر است

تحقیق ز مرغانِ گلستاں بہ نمودم — درکسوتِ گل گردِ سمندِ تو عبیر است

از ہمتِ والائے تو گویم چہ مجالم — ہمچوں عتبہ بر درِ تو چرخ اثیر است

ہر فارسِ مضمار و غا را سرو گردن — در سلسلۂ بالِ سمندِ تو اسیر است

اے تابہ کجا گوہرِ سیراب فشانی — دامانِ گدا از کفِ تو ابرِ مطیر است

غم نیست ز برگشتن ابنائے زمانہ — اللہ بہر حال ترا یار و نصیر است

مخصوص تو ایں منصبِ والا ازلی ہست — سلطانِ مبین راجدِ پاکِ تو وزیر است

از بارِ غم قد چو کمان است خمیدہ — لیکن ہمہ آہم پئے بد خواہِ تو تیر است

گر دشمنِ دیں نقضِ مواثیق نمودہ — اللہ سمیع است و علیم است و بصیر است

چون حیدر کرار رسیدی بحقِ خویش — مسعود و مبارک بتو ایں عیدِ غدیر است

نوّاب کند تا صد و سی سال امارت — ناسخ بہ زبانِ قلم ایں بانگِ صریر است

---

* عنوان ہمارا دیا ہے

تاریخ ولادت پسر معتمد الدوله بہادر *

به جنابِ مه اوج و اقبال آفتابِ شرفِ برجِ جلال
داد خلاق جگر بندِ سعید شد ازین شوربه ذیقعدهِ عید
چه سعید است شبِ شانز دهم که شده جلوهٔ شاهِ انجم
گشت چوں روزِ عطارد مولود باد ذی علم و ادب آں محمود
صد و سی سال حیاتش باشد همه محمود صفاتش باشد
والدنیش به سلامت باشند صاحب دولت و حشمت باشند
جاهِ نواب دو چندان بادا روئے پاکش گلِ خنداں بادا
دشمنانش همه برباد شوند دوستانش همه آباد شوند
سالِ این مولد فرحت آثار گفت دل باد سعادت آثار

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ تہنیت جشن نو روز بہمہ حضور وزیر اعظم *

خداوندم خداوندِ جہان است وزیرِ اعظمِ شاهِ جهان است
عدوئے او رود زیرِ زمین زود شب و روز آرزوئے آسمان است
ترقی باد او را هم چو یوسف مزید عزتش شایانِ شان است
همایونش عماری باد و هودج کنون پامال پیل آن پیل بان است
زہے نوابِ فیاضِ زمانه که دستش همچو بحرِ بیکران است
بہار آمد برائے دوستانش همیشه بهرِ اعدایش خزاں است
مبارک جشنِ نوروز همایون با امدادِ امیرِ مومنان است
صد و سی سال اقبال و شکوهش به فضل الله با امن و امان است
بعون ایزدی صیدِ مرادم پئے تیرِ دعائے من نشان است
عروجِ سفلهٔ نا اهل لاریب سرگنبد بسان گرد گان است
خداوندا زمکرِ دشمنِ دیں سرِ ناسخ جدا از آستان است

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تہنیت عید شوال در حضور وزیر اعظم *

عیدِ شوال مبارک باشد — جاه و اقبال مبارک باشد
بہرِ نوابِ وزیرِ اعظم — اوج و اجلال مبارک باشد
خلعت و پالکی و تیغ و سپر — مع اقبال مبارک باشد
علم و کوس ہمایوں بادا — فوجِ خیّال مبارک باشد
سرِ اعدائے تو اے سبطِ رسول — گشت پامال مبارک باشد
بر سرِ پاکِ تو افکند ہما — سایۂ بال مبارک باشد
دلِ اعدائے تو از تیرِ قضا — گشت غربال مبارک باشد
حشمت و ثروت و عز و شوکت — جملہ فی الحال مبارک باشد
عافیت ہا مع آل و اولاد — صد و سی سال مبارک باشد
حامیت احمدِ مُرسل گردید — باہمہ آل مبارک باشد
ہست حکم تو رواں بیش از بیش — زدہ ام فال مبارک باشد
ہست ایں وردِ زبانِ ناسخ — عیدِ شوال مبارک باشد

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تہنیت عید الاضحیٰ

اے خداوندِ نعمتِ عالم — عیداضحیٰ ترا ہمایوں باد
بہرِ عرفات و حج و کعبہ و نحر — ہمچو بر حلقِ دشمن و خوں باد
داد حق خاتمِ سلیمانت — زیرِ حکمِ تو ربع مسکوں باد
یا الٰہی بہ رغمِ مدعیاں — عمر و جاہِ تو روز افزوں باد
زیرِ بارِ گرانِ مالِ حرام — سرِ بدخواہ ہمچو قاروں باد
رویت اے ابنِ ساقیِ کوثر — از شرابِ نشاط گلگوں باد
از فروغِ ستارہ ہائے جلش — پیل خاص تو رشک گردون باد
از بہارِ ریاضِ حشمتِ تو — رنگِ اعدا دگر دگرگوں باد
حامی و ناصرِ تو در ہر حال — فضل و لطفِ خدائے بے چوں باد
بہ گفت مست چوں شراب از جام — خندہ ہا از لبِ تو بیروں باد
باز مانند بندگانِ ناسخ — بر درِ دولت ہمایوں باد

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے

تاریخ ولادت *

چون ہژدہم رجبِ دو شنبہ
شد مولد مہ لقائے رضوی

تاریخِ سعید مولدِ او
دل گفت کہ مطفائے رضوی

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ ولادت *

این گل گلشنِ سیادت باد
صاحبِ جاہ و حشمت و اجلال

در برِ والدین وجدنیش
خندہ رو باد تا صد و سی سال

ثمر آرزو دہد یارب
بہ خیابانِ دہر ہمچو نہال

سحر و شام بر سرش باشد
سایۂ لطفِ ایزد متعال

سالِ مسعود خامۂ ناسخ
کرد تحریر ثروت و اقبال

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ فتح وزیر اعظم بر دشمنان *

بادا بہ خداوند وزیرِ اعظم
این ہرسہ ظفرِ سعد کہ بودہ مقصود

اول آں قلبتان کہ افتاد و بمرو
ثانیِ رہِ طہر متحلل پیمود

ثالث کہ سقیم ہست دہم ضال ومضل
یعنی آں جان بہ لب سقیمِ مردود

گشتند ہلاک این ثلاثہ صد شکر
از ضربتِ ذوالفقارِ شیرِ معبود

کلکِ ناسخ برائے سالِ تاریخ
بہ نوشت کہ ہرسہ فتح باشد مسعود

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

دعائیے کامیابی برائے کامیابی معتمد الدولہ بہادر *

وزیرِ اعظمِ ہندوستاں ارسطو عقل — بود مثابہِ آصف بہ منزلت یارب
بہ کان پور جو نزہت زلکھنو فرمود — کند بہ دولت و حشمت مراجعت یارب
دُریگانہِ بحرِ سخا و حلم و کرم — کشد بہ نظمِ لآلی سلطنت یا رب
دگر ز دہر کند محورسم ظلم و ستم — دہد بہ ملکِ جہاں داد معدلت یا رب
کمینہ بندہ خدامِ آں خداوندم — نظر کند بہ من از چشمِ مرحمت یا رب
تباہ باد عدویش سقیم ضال خصوص — ہمیں کنم شب و روز از تو مسئلت یارب
برائے سالِ سعیدِ معاودت ناسخ — نوشت باد بہ عجلت معاودت یا رب

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ قیام معتمد الدولہ در بنگلہ *

اے خداوندِ وزیرِ اعظم — گلِ بستانِ امامِ عالم
یاورت حیدرِ صفدر باشد — کامگارِ تو پیمبر باشد
صاحبِ عصر معینت بادا — اسمِ اعظم بہ نگنیت بادا
تابعت عالمِ امکاں باشد — ہرچہ خواہد دل تو آن باشد
ذوالفقار و سرِ اعدائے تو باد — تاج بر فرقِ احبائے تو باد
دشمنت دشمنِ محبوبِ خدا ست — از تنش سر چو ابوجہل جدا است
بنگلہ باد مبارک یا رب — باشدت عود یکایک یارب
لکھنو از تو شود باز چمن — ایں زمستان گذرانی بہ وطن
دولت و قدر تو کسے سر تابد — جاہ و اقبال تا بندہ بود
گر ز حکمِ تو کسے سر تابد — دستِ او شیرِ خدا بر تابد
ہست مدحت بہ زبانِ ناسخ — باد قربانِ تو جانِ ناسخ

---

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخِ ملاقات گورنر به کانپور

باحشمت و اقبالِ خداوند مظفر — فرمود ملاقات به نواب گورنر
باهم چونشستند دو سردارِ معظم — بودند بیک برج دو خورشیدِ منوّر
این ظاهرِ حال است که معروض نمودم — اکنون کنم از باطنِ این راز محرر
از چرخِ چهارم بگذشت است مسیحا — تصویرِ علی هست سرِ عرش مصوّر
عیسیٰ چو مشرّف شود از بیعتِ مہدی — مہدی شرف اندوز شد از بیعتِ حیدر
باشیرِ خدا معتمدالدوله بہادر — برلشکرِ روباه عدوباد مظفر
این روئے زمیں زود بود زیر نگینش — فرمان بود ش ہمچو سلیمان و سکندر

تاریخ سالِ جلوسِ شاه زمن *

الہی به فضلِ تو شاهِ زمن — کند عیش ہا دائیم از سلطنت
بگو سالِ جشنِ جلوشس دلا — مبارک شود سکه کز سلطنت

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخِ کشتی "سفینۂ نوح" *

چون جنابِ خدیوِ شاهِ زمن — کرد پیدا دگر سفینۂ نوح
بعد چندیں ہزار سال شده — زیبِ دریا دگر سفینۂ نوح
چشم ہرکس که فتاد به گفت — شد مہیّا دگر سفینۂ نوح
بہرِ الزامِ منکراں گردید — لجه پیما دگر سفینۂ نوح
سالِ تاریخِ آں بگو ناسخ — گشت زیبا دگر سفینۂ نوح

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے۔

تاریخ تعمیر موتی محل *

ای بادشاہِ غازی ای تاجدارِ عادل
حکمِ تو کرد تعمیر موتی محل مبارک

از روئے بینّات وہم زمبر سالِ تاریخ
ناسخ نمود تحریر موتی محل مبارک

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخ تعمیر قصر *

بہ حکم حضرتِ ظلِ الہی
بنا گردید قصرِ بادشاہی

سروشِ غیب تاریخش یکایک
بگفتا قصر بے مثل و مبارک

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے -

تاریخ وفات شاہ زمن *

از وفاتِ جنابِ شاہِ زمن
گوئیا عالمے ہلاک شدہ

دہر گردید بہر ما دوزخ
بہ بہشت آں جناب پاک شدہ

دیدہ ہاگشت در غمش پُر خون
سینہ ہا آہِ درد ناک شدہ

گشت پر خار دامنِ عشرت
جیبِ صبر و قرار چاک شدہ

گشت تاریخِ مصرعِ سعدی
اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

* عنوان ہمارا دیا ہوا ہے

تاریخ وفات شاه زمن *

بادشاهِ کریم شاهِ زمن
زین جهان رفت سوئے جنت حیف

بست و هشتم ربیعِ اول بود
که نمود آن جناب رحلت حیف

شبِ شنبه وفات یافت دریغ
روزِ شنبه شده به تربت حیف

اندرین غم ز دل همی آید
دم به دم برلبِ رعیت حیف

روزِ فقدانِ آصف الدوله
دفن شدجسم با طهارت حیف

درِ دریائے سلطنت افسوس
گوهرِ معدنِ وزارت حیف

کرد فرمانروائے روئے زمین
به زمین لحد قناعت حیف

نیّرِ برجِ جُود واویلا
ماهِ اوجِ علو همت حیف

به غمت زرد خد رخم چوں زر
ای گلِ گلشنِ سخاوت حیف

می طپم همچو مرغِ قبله نما
بے تو اے صاحبِ عبادت حیف

آه و احسر تاه واویلا
وا دریغاه وا مصیبت حیف

شارع شرعِ مصطفٰے هیهات
ماحیِ کفر و فسق و بدعت حیف

گشت تاریخِ این مصیبت عام
وائے نوشیرواں عدالت حیف

* عنوان همارا دیا هوا هے -

تاریخ وفات شاه‌زمن *

ازین دارِ فنا شاهِ زمن رفت
زمانه منصرف شد وائے ویلا

دلا از بهرِ تاریخِ وفاتش
بگو مه منخسف شد وائے ویلا

* عنوان همارا دیا هوا هے-

تاریخ وفات شاه‌زمن

ظلِ آله شاهِ زمن زیں جهاں گذشت
ویراں شد این جهانِ کهن وا مصیبتا

آن گل ازین چمن چو به سیر بهشت رفت
گویند بلبلانِ چمن وا مصیبتا

بر سر چساں نه خاک فشانم که شد به خاک
آن تن که بود رشکِ چمن وا مصیبتا

شاهے که بود راست بروِ خلعتِ شهی
پیچیده شد میانِ کفن وا مصیبتا

ناسخ نوشت مصرعِ سالِ وفات او
صد حیف حیف شاهِ زمن وا مصیبتا

* عنوان همارا دیا هوا هے-

تاریخ وفات شاہ زمن *

زینتِ تخت و تاجِ شاہ زمن — تکیه زد بر سریرِ خلدِ برین
سالِ تاریخِ عیسوی ناسخ — کرد تحریر وائے تخت نشین

تاریخ وفات شاہ زمن *

حضرتِ شاہِ زمن ظلِ آله — زین جہاں ماہِ سوم شد ہائے حیف
شد بقولِ بعض تاریخِ وفات — وائے جمعه بست و ہفتم وائے حیف

تاریخ وفات شاہ زمن *

چو شاہِ زمن زین جہاں کرد رحلت — چو ناسخ به گویند و نالند مردم
پئے سالِ تاریخِ این حزن اے دل — بگو حیفِ ماہِ سوم بست و ہفتم

تاریخ وفات شاہ زمن *

شد بست و ہشتم ربیع الاول — زین دارِ کہن سوئے جنان شاہِ زمن
تاریخِ وفاتِ آن جنابِ مغفور — رفته اے وائے ازین جہاں شاہِ زمن

تاریخ وفات شاہ زمن *

رفت آہ ظلِ سبحاں سوئے ریاضِ رضواں — گوید تمام عالم صد حیف ظلِ سبحاں
بہرِ سنینِ فوت آن بادشاہِ عادل — ناسخ رقم نمودم صد حیف ظلِ سبحاں

---

* مندرجه بالا تمام عنوانات ہمارے دیے ہوئے ہیں -

مثنویات

معراج نامه

معراج نامہ

قمر

ہیں اُسی کے نوؔر سے سارے نجوم
سب ہوئے پیدا اُسی کے نور سے
سب ہوئے پیدا برائے مصطفیٰ
معتقد اُس کا سراپا پاک ہے
شافعِ روزِ قیامت ہے یہی
جس کسی سے مصطفیٰ راضی ہوا
جس سے ختم الانبیا ناراض ہے
ہے یہی مضمونِ قرآن و حدیث
ماہ تاب اُس کے اشارے سے گرا
ہے وہ شاہِ کشورِ کون و مکاں
کیا لکھوں نعتِ امیر انبیا
ہوتے ہیں جو نیک اوقات امتی
یہ دلِ مردہ کو زندہ کرتے ہیں
بے شک و شبہ کراماتِ ولی
کہ کس پیمبر نے یہ پایا مرتبہ ؟
قاف سے تا قاف اُس کا دین ہے
ہو ترقی حشر تک اس دین کو
ایسی امت کس پیمبر کو ملی ؟

1 بحرو برجن و بشر

ہیں اُسی کے نوؔر سے سارے علوم
ہے وہی ساطع ملک سی حوؔر سے
جان و دل سے ہیں فدائے مصطفیٰ
جو ہوا منکر وہی ناپاک ہے
2 صاحبِ تاجِ شفاعت ہے یہی
ہے خدا شاہد خدا راضی ہوا
خالقِ ارض و سما ناراض ہے
3 جس کو اس میں شبہ ہو وہ ہے خبیث
آفتاب اُس کے اشارے سے پھرا
اس کے تابع ہیں زمین و آسماں
اُس کی اُمت ہے نظیرِ انبیا
کرتے ہیں احیائے اموات امتی
نفسِ سرکش کو یہ بندہ کرتے ہیں
ہیں دلیلِ دعویٰ پیغمبری
کب سکندر نے یہ پایا مرتبہ ؟
آئینہ سا صاف اُس کا دین ہے
مرتبہ ایسا ملا کس دین کو ؟
ایسی نعمت کس پیمبر کو ملی ؟

1 ـ ا = ناخوانا
" ـ ب = ناخوانا
2 ـ سہ ماہی اردو ـ ا = ... وہی
" " ـ ب = ... وہی
3 ـ " " ـ ب = ... شبہ

درمدح صحابۂ کرام گوید

1

ہیں جو اصحابِ جنابِ مصطفیٰ[1] — باخدا و باوفا باصفا
ہے عظیمت ان کی واجب خلق پر — ہے فضیلت ان کی واجب خلق پر
خاص ان اصحاب میں ہیں چار یار — خاص ان احباب میں ہیں چار یار
پہلے ہیں صدیقِ اکبر یارِ غار — جاں نثارِ نائبِ پرور دگار
دوسرے فاروقِ اعظم پاک دیں — شانِ قہر رحمتِ اللعالمیں
تیسرے عثمان ذوالنورین ہیں — باحیا عثمانِ ذوالنورین ہیں
چار میں حیدر امام الاولیا — ابنِ عم محبوبِ خیرالانبیا
غور سے دیکھو تو چاروں ایک ہیں — غور سے دیکھو تو چاروں نیک ہیں
ہے امامِ مشرق و مغرب حسن — نائبِ ابنِ ابی طالب حسن
نائب اس کا ہے حسینِ تشنہ کام — صابر و شاکر امام ابنِ امام
آسماں جب تک ہے بالائے زمیں — رحمۃ اللّٰہ علیہم اجمعین

تمہید دربیانِ معراج شریف

اے گروہ عاشقانِ مصطفیٰ[1] — عاشقانِ صادقانِ مصطفیٰ[1]
دیکھنا کیا معجزہ معراج ہے — معجزہ کیا معجزوں کا تاج ہے
روضۃ الاحباب میں مرقوم ہے — ہیں جو صاحب علم انہیں معلوم ہے
وہ نبوت کا برس تھا بارہواں — جب ہوا معراجِ شاہِ انس و جاں
ہے ربیع الاول اکثر کا کلام — متفق ہیں بلکہ اس پر خاص و عام
بیشتر آپس میں گو ہے اختلاف — اکثر اس پر ہیں یہی لکھا ہے صاف

1 ۔ب ۔ سہہ ماہی اردو ۔ ب = ۔۔۔۔۔ باصفا (مخطوطہ ناقص ہے ۔

در ذکرِ معراج شریف گوید

راوی اس کا صیفِ معبود ہے
اور عبداللہ بن مسعود ہے

ہے ابی ابن کعب ---- بوسعید
1 ہے حذیفہ بن یمان مردِ سعید

مالک ہیں صَعصَعَہ جابرِ انس
بوہریرہ اُمِ ہانی نکتہ اس

اور عبداللہ بن عباس ہے
جو کہ بنِ عمِ خیرالناس ہے

راویٔ معراج بیس اصحاب ہیں
صاحبِ معراج کے احباب ہیں

نظم کرتا ہوں روایاتِ صحیح
عرض کرتا ہوں حکایاتِ صحیح

مکے میں ساکن تھے محبوبِ خدا
ہوگئے ناگاہ مطلوبِ خدا

اُمِ ہانی کے محل میں ایک شب
تھے مصلے پر شہنشاہِ عرب

خوابِ راحت کا تہیّہ تھا انُہیں
استراحت کا تہیّہ تھا انُہیں

سقفِ خانہ ہوگئی شق ناگہاں
جبرئیل آئے نظر باعزوّ شاں

ساتھ اُن کے تھے ملک پنجہ ہزار
تھے مسبّح ان میں اکثر باوقار

یوں کہا جبرئیل نے میکال سے
آبِ زم زم طشت میں لا دے مجھے

تا کروں خیرالبشر کے دل کو پاک
سینہ سے لے تا شکم کر دوں میں چاک

پانی منگوایا جو میکائیل سے
لگ کے بیٹھے مصطفیٰ جبرئیل سے

کر دیا شق سینہ اُس کا ناف تک
سینہ اُس کا خوب دھویا ناف تک

تین طشتوں سے بہت کی شُست و شُو
تھے جو غِل خوب کی اُن کی شست و شو

پہلو سے پھر دل لیا جبرئیل نے
مثلِ سینہ شق کیا جبرئیل نے

ایک آیا بعد ازیں طشتِ طلا
حکمت و ایمان سے پُر وہ طشت تھا

حکمت و ایمان کو دل میں بھر دیا
2 پہلوئے اقدس میں ------ کو بھر دیا

جانتے ہیں خوب جو ہیں پاک دل
تھا رسول ہاشمی کا پاک دیں

------ سے وہ بے شک پاک تھا
3 پاک ازل سے صاحبِ لولاک تھا

تھا بشر لیکن خدا کا نُور تھا
تھے عناصر پر سراپا نُور تھا

تھا وہ دل پُر ---- اس کو غل سے کیا
4 کام غِل کو اُس ---- دل سے کیا

ذرہ ہے خورشید بھی اُس نور کا
ہے شرارہ ایک شعلہ طور کا

1 ا - ناقص
2 ب - ناقص
3 ب - ناقص

وصولِ یدبیضا بہ موسیٰ علیہ السلام بہ واسطۂ خاتم الانبیا افضل البشر محمد مصطفیٰ علیہ السلام

چھو لیا موسیٰ نے پائے مصطفیٰ — اس لئے حاصل یدِ بیضا ہوا
بس خدا اقدم ہے اُس کے نور سے — اور سب عالم ہے اس کے نور سے
ہے وہ بے شک رحمۃ للعالمین — غل کسی سے اُس کے سینے میں نہیں
حُب للّٰہ بغض للّٰہ ہے اُسے — کام اُس کو کیا ہے حب و بغض سے
دوست تو کیا دشمنوں کا دوست تھا — کیا تھے دشمن اُس کا مولا دوست تھا
وہ کسی دشمن کا بھی دشمن نہ تھا — بلکہ تھا سب دشمنوں کا رہ نما
چاہتا تھا سب کے سب مغفور ہوں — قربِ حق پائیں بتوں سے دور ہوں

معانی دفع غِل بہ طرزِ دیگر

پھر بیاں جو ذکر دفعِ غل ہوا — اور مذکورِ شگافِ دل ہوا ؟
اس عبارت کے معانی اور ہیں — وہ سمجھتے ہیں جو صاحب غور ہیں
عالمِ علوی اثر رکھتا ہے اور — عالم سِفلی اثر رکھتا ہے اور
عالمِ علوی منوّر ہے کمال — عالمِ سفلی مکدّر ہے کمال
جا نہیں سکتی کدورت تا فلک — آدمی کیا پہنچیں مانندِ ملک
1 .... سے زیادہ وہ لطیف — اُن کی نسبت میں ملائک بھی کثیف
2 عالم سفلی میں شاہِ بحرو بر — ہوگئے تھے کچھ مکدّر ....
گفتگوئیں رہتی تھیں اسرار سے — معرکے تھے قومِ ناہنجار سے
رہتی تھی، نافہموں سے جو قیل و قال — خاطرِ اقدس پر آتا تھا ملال
کہتے تھے حضرت خدا کو جانو ایک — سو کہے کوئی نہ ہر گز مانو ایک

1 - ا - ناقص
2 - ب - ناقص

حمق سے کہتے تھے سن کر رُو سیاہ
تین سو ساٹھ اپنے ہے شک میں اله

ہے نیا ہر روز ایک اپنا خدا
کیا کریں لے کر ترا تنہا خدا

ہوتے تھے شائد مکدّر اس لئے
ورنہ وہ ہوتے مکدّر کس لئے ؟

وہم انساں کا جہاں مدخل نہیں
اتنے غِل کا ہے وہاں مدّخَل نہیں

اس سے جب فارغ ہوا روح الا میں
نکلے کعبے سے شفیع المذنبیں

در وصفِ براق گوئد

کی صفا و مروہ کی جانب نظر
جلوہ گر دیکھا برق پر

کیا براقِ باصفا بُراق تھا
عرشِ اعظم کا وہی ہم ساق تھا

خورد اشتر سے قد و قامت میں تھا
تَو بڑا خر سے قدو قامت میں تھا

تھا بشر سا روئے زیبائے براق
مثلِ پائے اسپ تھے پائے براق

کان اُس کے تھے بہ رنگِ گوشِ فیل
اڑ چلیں دیکھے سے جن کے ہوشِ فیل

سینۂ اشتر کی صورت سینہ تھا
سینہ کیا کہیے کہ صاف آئینہ تھا

گردن اشتر کی ہے گردن نظیر
دُم بھی تھی مانندِ دُنبالِ بصیر

پاؤں چاروں تھے بسانِ پائے گاؤ
سمُ تھے چاروں .... ؟ 1

سینہ تھا یاقوتِ احمر بے گماں
پیٹھ تھی رخشندہ گوہر بے گماں

پرِ پرواز دو بالائے راں
دونوں ساقیں اُن پروں سے تھیں نہاں

تھا درخشاں پیٹھ پر زینِ بہشت
جس کے جلوے سے ہو تزینِ بہشت

سُرعت ایسی تھی کہ ناَمدّہِ نگاہ
اک قدم میں قطع کرتا تھا وہ راہ

1 ۔ ب ۔ ناقص

در بیانِ اذنِ سواری گوید

عرض یوں کرنے لگا روح الا میں — ہو سوار اس پر اب اے سلطانِ دیں
مرکب ابراہیم کا ہے یہ براق — طرفہ مخلوقِ خدا ہے یہ براق
آئے تھے کعبے میں جو اکثر خلیل — ہوتے تھے بے شک سوار اس پر خلیل
تھام لی جبریل نے اُس دم رکاب — تا سوار اُس پر ہو وہ عالی جناب
جلد میکائیل نے تھامی عناں — مثلِ خدامِ شفیعِ اِنس و جاں

دربیانِ خیرگی براق

جب پیمبر نے یہ چاہا ہوں سوار — ہوگئی مرکب سے تندی ایک بار
یعنی اک مدت سواری دی نہ تھی — تھا نہ وہ مرکب کسی کا جزُ نبی
اس سے یوں روح الا میں کہنے لگا — اے براق آتی نہیں تجھ کو حیا
ہو چکے ہیں سب نبی تجھ پر سوار — بے گماں تھے نائبِ پروردگار
پر یہ سب کا سرور و سردار ہے — سب وہ لشکر ہیں تو یہ سالار ہے
خوف سے کانپا وہیں تھر تھر براق — آبِ خجلت سے ہوا سب تر براق
وہیں منقادِ پیمبر ہو گیا — خاک سے جھک کر برابر ہو گیا
احمد مختار ہو بیٹھے سوار — چار جانب تھے ملائک بے شمار
حمدِ خالق.........تھے قدم — خوب اُس کے تیز پائے تھے قدم 1
.........جب ذرا خیرالبشر — اُٹھے لگتا تھا وہیں وہ تیز تر 2

1 اخوانا

2 ناخوانا

دربیان رسیدن مسجد اقصیٰ¹

۔۔۔۔۔۔تا مسجدِ اقصیٰ¹ گئے / سب ملائک بھی جلو میں آ گئے

تھے ملک مُجرے کو حاضر جوق جوق / کرتے تھے تسلیم اور اظہارِ شوق

پھر استقبال آئے تھے تمام / عرض کی سب نے کہ یا خیرالانام

بالیقیں اوّل ہو تم آخر ہو تم / بے گماں اموات کے حاشر ہو تم

سن کے حضرت نے کہا جبریل سے / یہ تحیّۃ سب نے کیسی دی مجھے ؟ 1

عرض کی جبرئیل/ نے اے پیشوا / اوّلِ شافع ہے تو روزِ جزا

انبیا اوّل ہیں سب آخر ہو تم / روزِ محشر خلق کے حاشر ہو تم

اُترے مرکب سے شہِ دنیا و دیں / خم ہوئے تسلیم کو سب مُرسلیں

خاص جو حلقۂ درِ مسجد کا تھا / باندھتے تھے جس میں مرکب انبیا

اُس میں بس جبریل نے باندھا براق / تھا براق خاص باسازو براق

عرض کی جبریل نے پڑھیے نماز / اقتدا سے انبیا ہوں سرفراز

کیں ملائک نے صفوف آراستہ / کیں رسولوں نے صفیں پیراستہ

کی امامت احمدِ مختار نے / کیں ادا دو رکعتیں ابرار نے

جب ہوا فارغ گروہِ انبیا / سب لگے کرنے ادا حمدِ خدا

یوں بیاں کرنے لگے اوّل خلیل / مجھ کو خالق نے دیا رتبہ جلیل

مجھ کو۔۔۔۔۔۔ کیا ہے سرفراز / ملک و حشمت سے کیا ہے سرفراز

حق نے اُمت مجھ اکیلے کو کہا / اپنے بندوں کا بنایا۔۔۔۔ وجاں

آتشِ نمرود سے بخشی نجات / ہر بلا میں پائی قدموں کو ثبات

۔۔۔۔موسیٰ¹ بعد تحمیدِ خدا / مجھ کو خالق نے کلیم اپنا کیا

مجھ سے فرعون شقیِ ہالک ہوا / میں سب اُس کے ملک کا مالک ہوا

میری ساری قوم نے پائی نجات / راہِ ایماں میں ملا پائے ثبات

بعض ان میں رہبرِ مردم ہوئے / لطفِ حق سے سرورِ مردم ہوئے

پھر کہا داوُد نے بعد از ثنا / ہو نہیں سکتا ادا شکرِ خدا

مجھ کو مالک نے دیا ملکِ عظیم / میرے قبضے میں کیا ملکِ عظیم

1 ۔ سہ ماہی اردو = ب = تحیّت

2 ۔ ا ۔ ناقص

لطف سے مجھ کو دیا علمِ زبورؔ
میرے تابع کر دیئے کوہ و طور

تھے مُسبح سب پرندے میرے ساتھ
لوہے کو دیتے تھے نرمی میرے ہاتھ

پائی میں نے حکمت و فضل الخطاب
مشکل اُس کی نعمتوں کا ہے حساب

پھر سلیماں نے کہا بعد از سپاس
نعمتیں دی ہیں خدا نے بے قیاس

تھے مری تسخیر میں لاکھوں ہی دیو
محو تھے تعمیر میں لاکھوں ہی دیو

حوضِ کاسی کرتے تھے یہ سب درست
کام میں دم بھر نہیں ہوتے تھے سُست

کرتے تھے تیار دیگیں استوار
دیگ پائی تھی نہائت پائدار

کی خدا نے تابع فرماں ہَواً
حکم میں ہے صورتِ دیواں ہَواً

کی ہے تعلیمِ زبانِ طائراں
کی ہے تفہیم زبانِ طائراں

کر دیا مجھ کو عطا مُلکِ عظیم
کس کو بعد ایسا ملا ملکِ عظیم

ملک میرا اس قدر طیّب کیا
ہو حساب اُس کا نہیں ممکن ذرا

ہوگئی ہے .... مسیح
کر چکا جب حمد بولا وہ فصیح 1

---- مجھ کو خالق نے کیا
صاحبِ انجیل بھی مجھ کو کیا 2

----مثل عیسیٰ کی آدم کی مثال
حکمتیں دیں مجھ کو اور ان کا کمال 3

----کی میں نے بنائے جانور
دم کیا جس دم چلائے جانور 4

.....برص کو دی میں نے شفا
بارہا مُردوں کو زندہ کر دیا 5

امن اعدا سے مجھے ایسا دیا
چرخ چارم پر مجھے بیٹھا دیا

----شیطاں سے مجھے بخشی نجات
اور میری مان لی---- پائے نجات 6

ہو سکا غالب نہ شیطانِ رجیم
ہر جگہ شامل رہا لطفِ رحیم

کر چکے جب سب نبی حمد و ثنا
کہہ چکے احسان و اعطائے خدا

احمدِ مُرسل ہوئے گوہر فشاں
حمدِ خالق یوں لگے کرنے بیاں

حمد کے لائق ہے وہ ربِ غفور
بے نظیر و بے وزیر و بے مشور

جس نے شاہِ ملکِ دیں مجھ کو کیا
رحمۃ للعالمین مجھ کو کیا

1 _ ا = ناقص
2 _ ا = ناقص
3 _ ا = ناقص
4 _ ا = ناقص
5 _ ا = ناقص
6 _ ا = ناقص

کر دیا مجھ کو سعیدوں کا بشیر
کر دیا مجھ کو غیدوں کا نذیر

سارے عالم پر کیا مجھ کو رسول
ہو گیا فرقان کا مجھ پر نزول

اُس میں سا ری امتوں کا ہے بیاں
ساری اشیاء کا ہے حال اُس میں عیاں

میری اُمت کا کیا خیرالامم
کیا خطاب اُن کو دیا خیر الا مم

اُس نے مجھ کو فاتح و خاتم کیا
اُس نے مجھ کو سیدِ عالم کیا

انبیاء سے یوں لگے کہنے خلیل
مرتبے میں تم سے احمد ہے جلیل

دربیان بردن جبرئیل بموضع صخرا

لے لیا جبرئیل نے پھر ناگہاں
1 ہاتھ میں دستِ شفیعِ انس و جاں

موضع صخرا پر ان کو لے گیا
2 تھی وہاں سیڑھی زمیں سے -----

دیکھ کر حسن و جمالِ نرد باں
کہتے ہیں یوں بادشاہِ مرسلاں

میں نے ایسی نرد باں دیکھی نہ تھی
گاہ زیرِ آسماں دیکھی نہ تھی

بس اُسی پر آتے جاتے ہیں ملک
ہے وہ گویا زینۂ بامِ فلک

ایک تو یا قوت کا تھا عارضہ
تو زمرد دوسرا تھا عارضہ

ایک زر کا ایک پایہ سیم کا
لعل و دُر سے تھا مرصع جابجا

تھا وہاں حاضر براقِ راہوار
احمدِ مرسل ہوئے اس پر سوار

1 ـ ا -

2 ـ ب - ناقص

در بیان رفتن احمد مرسل بر آسمانِ اوّل

ہے روایت یہ بھی اے اہلِ یقین
لے گئے شہپال پر روح الامین

جب محمد چرخِ اوّل تک گئے
پہنچے اوپر راہِ باب الحفظ سے

ہے موکل جو کہ اسماعیل نام
ہے ہمیشہ بابِ حفظ اُس کا مقام

اس کے تابع ہیں ملک بارہ ہزار
ہے وہ دربانِ فلک لیل و نہار

ساتھ تھے جو جبرئیل خوش سیر
کی نِدا از بہرِ استفتاحِ در

بولا اسماعیل دی کس نے ندا
وہ بتا دے نام کی جس نے ندا

بولے یوں جبرئیل میں ہوں جبرئیل
کھول اسماعیل میں ہوں جبریل

بولا اسماعیل ہے یہ کون ساتھ
جلد کہہ جبریل ہے یہ کون ساتھ

سُن کے فرمانے لگے روح الامین
ہیں جناب رحمۃ للعالمین

بولا وہ اللہ کا محبوب ہے
آج کیا اللہ کا مطلوب ہے

ہو گئی ہے تیری------بلی ^ا
1 بولا اسماعیل آئیں مرحبا

باب آسمان---------
2 اوٹھ گیا جو تھا حجابِ آسمان

دربیانِ ملاقاتِ آدم صفی بر چرخِ اوّل با احمدِ مرسل

ایک شخص آیا نظر عالی وقار
واجب التّعظیم صاحب اقتدار

عرض کی روح الامیں نے یا نبیؐ
آپ کا یہ باپ ہے آدم صفی

یا محمدؐ کیجئے اس کو سلام
آپ کو شایاں ہے اس کا احترام

.....حضرت نے سلام اُن کو کیا
3 اور آدم نے جواب اُس کا دیا

بعد ازیں آدم نے حضرت سے کہا
مرحبا بالابن صالح مرحبا

1 _ ا = ناقص
2 _ ا = ناخوانا
3 _ ا = ناقص

در بیانِ رسیدن بر چرخِ دویم

پہنچے جب چرخِ دویم پر مصطفےؐ
چرخِ اوّل کا ہوا سب ماجرا

جس فلک پر جاتے تھے خیرالبشر
کرتے تھے جبرئیل استفتاحِ در

دربیانِ ملاقاتِ احمدِؐ مرسل با یحییٰؑ و عیسیٰ بر چرخِ دویم

ایک اُن دونوں میں تھے یحییٰ نبی
دوسرے تھے حضرتِ عیسیٰ نبی

دونوں باہم بھائی خالہ زاد تھے
دیکھ کر حضرت کو دل میں شاد تھے

روح نے کی عرض یا خیرالانامؐ
کیجئے یحییٰ و عیسیٰ کو سلام

جب سلام اُن کو محمدؐ نے کیا
تب جواب اُن دونوں نے اُس کا دیا

......دونوں مثلِ آدم مرحبا
بس اخی الصالح کا ہی فرق تھا

در بیانِ رسیدن احمدِؐ مرسل بر چرخِ سوم

جلوہ گر چرخِ سوم پر جب ہوئے
یوسف صدیق تب ظاہر ہوئے

حُسن دیکھا ماہِ انور سے زیاد
1 بلکہ تھا وہ شاہ خاور سے زیادہ

پر حضورِ حُسنِ محبوبِ خدا
ماند حسنِ یوسفِ صدیق تھا

تھا محمدؐ حق تعالیٰ کا حبیب
اور یوسف تھا زلیخا کا حبیب

جو زلیخا و خدا میں فرق ہے
یوسف و خبیر الوریٰ میں فرق ہے

---

1 ـ ب ـ یہاں مخطوطہ ناقص ہے ـ اضافہ قیاسی ہے ـ

دربیانِ رسیدن احمدؐ مرسل بر چرخِ چہارم

چوتھے طارم پر گئے خیرالبشرؐ   آگئی ادریس کی صورت نظر
خوب سے ادریس نے تعظیم کی   احمدؐ مختار کی تکریم کی

دربیانِ رسیدن احمدؐ مرسل بر چرخِ پنجم

پہنچے محبوبِ الٰہ العالمین   جب ہوئے آسمانِ پنجمیں
حضرت ہارون واں آئے نظر   خوش ہوئے آپس میں دونوں دیکھ کر
ہوگئی باہم ادا رسمِ سلام   جانبِ بالا چلے خیرالانامؐ

دربیانِ رسیدن احمدؐ مرسل بر چرخِ ششم

شاہؐ والا کو نظر آیا کلیم   یعنی ہے چرخِ ششم پر وہ مقیم
شاہ والاؐ نے کیا اُن کو سلام   جھک کے موسیٰ نے کیا اُن کو سلام
بولے موسیٰ مرحبا صد مرحبا   اے رسولِؐ ہاشمی خیرالوریٰ
ہو کے رخصت جب چلے خیرالوریٰ ؐ   حضرتِ موسیٰ لگے کرنے بکا
یوں لگے فرمانے سلطانِ عربؐ   کیا ہے موسیٰ تیرے رونے کا سبب
1 بولے موسیٰ ہوگیا غبطہ مجھے   اس سبب سے آگیا رونا مجھے
اے محمدؐ اس لئے روتا ہوں میں   اس لئے اندوہ گیں ہوتا ہوں میں
2 ہو گئی ہے تیری ...... بعد   خوب پائی تو نے عزت میرے بعد
3 ....   تیری اُمت میری امت سے زیاد

1 ـ مخطوطے میں املا غبطا ـ
2 ـ 1 ـ ناخوانا
3 ـ 1 ـ ناخوانا

روایت دیگر درباب موسیٰ و احمدؐ مرسل

اس طرح سے ہے روایت اور بھی   کہتے تھے چلا کے یوں موسیٰ نبی
تو نے خوب اکرام احمدؐ کا کیا   سب سے تو نے افضل و اعلیٰ کیا
یوں محمدؐ نے کہا جبریل سے   ہے عجب موسیٰ کی قال و قیل سے
کر رہا ہے کس کی جانب یہ خطاب؟   کر رہا ہے کس کے اوپر یہ عتاب ؟
روح بولا یہ ہے غبطہٗ آپؐ پر   غُل مچاتے ہیں ، ہوئی ہیں چشم تر
یہ بلند آواز ہے اللہ پر   ظاہر اُس کا راز ہے اللہ پر
بولے حضرتؐ یوں خدا سے ہے کلام   یہ تو بندوں کو ادب کا ہے مقام
تب محمدؐ سے کہا جبریل نے   ہے خدا آگاہ اس کی خلق سے

دربیانِ رسیدن احمدؐ مرسل بر چرخِ ہفتم

چرخ ہفتم پر گئے محبوبؐ رب   پایا دیدار خلیلِ اللہ تب
شاہِ یعقوب نے کیا جد کو سلام   پھر کیا جد نے محمدؐ کو سلام
مرحبا پھر ابن صالح کو کہا   اعتراف ان کی نبوت کا کیا
پھر یہ ابراہیم نے گفتار کی   کام کی تھی بات سو اظہار کی
اپنی اُمت سے کہو خیرالبشر   باغِ دنیا میں لگائیں وہ شجر
ہے زمینِ گلشنِ جنت وسیع   خوب ہوتے ہیں درخت اس میں رفیع
خاک جنت کی نہایت پاک ہے   تخم ریزی کے لئے کیا خاک ہے
سُن کے فرمانے لگے خیرالوریٰؐ   کس طرح بوئیں درخت -------- 1
یوں خلیل اللہ نے حضرتؐ سے کہا   ورد رکھیں بیشتر لاحول کا

1 ـ ب = ناخوانا

رسیدن احمد مرسل تا سدرہ

تابہ سدرہ پہنچے پھر خیرالانام — تھا درختِ سایہ دار و سبز فام
میوہ تھا مقدار میں مثلِ سبو — مشک و عنبر کی چلی آتی تھی بُو
برگ سب مانندِ گوش فیل ہیں — ساکن اُس کے وسط میں جبریل ہیں
ہے شجر کا حاشیہ نورِ خدا — جلوہ ہر ہر شاخ میں ہے شمع کا
مثلِ پروانہ ملائک بے شمار — گردِ سدرہ پھرتے ہیں لیل و نہار
کوئی ہرگز ان فرشتوں کا عدد — کر نہیں سکتا بجز ذاتِ احد
چار جوئیں زیرِ سدرہ تھیں رواں — دو عیاں وہ جوئیں تھیں دو تھیں نہاں
جاتی ہیں جنت میں دو جوئیں نہاں — ہیں فرات و نیل دو جوئیں عیاں
اُن سے اور انہار کا ہے انعاب — نہر شیر نے تغیئر نہر آب
ہیں رواں اور اُن سے انہار شراب — شاد ہوں جس سے طلبگارِ شراب
اور اُن سے ہے رواں جوئے عَسل — عطر سے بھی ہے سوا بوئے عَسل

روایت دیگر چرخِ ہفتم

چرخِ ہفتم پر گئے روح الامیں — آگے آگے رحمۃ للعالمیں
ایک نہر با صفا آئی نظر — غیرتِ آبِ بقا آئی نظر
تھے کئی جس میں کنارِ آب جو — خوب ان سے تھی بہارِ آب جو
تھا زبرجد کا کوئی خیمہ بلند — چرخِ نیلی سے زیادہ تھا بلند
تھا لبِ جو مجمعِ مرغانِ سیر — دیکھا ہر سُو مجمعِ مرغانِ سیر
بولے محبوبِ الٰہ العالمین — کون ہے یہ نہر اے روح الامین
بول اٹھے روح الامیں کوثر یہ ہے — اے شہِ دنیا و دیں کوثر یہ ہے
آپؐ مالک اس کے ہیں یا مصطفیؐ — حق تعالیٰ[1] نے کیا ہے یہ عطا
.... سرد پانی جیسے برف — سیم و زر کے ہیں کنارے ہر طرف

1 ـ 1 = ناخوانا

سارے جوہر بہتے ہیں پانی کے ساتھ　　لعل و گوہر بہتے ہیں پانی کے ساتھ
یوں نظر آیا کبھی پانی سفید　　ہے زیادہ دودھ سے پانی سفید
ظرف اک اُس جو کے ظرفوں سے لیا　　احمدؐ مختار نے پانی پیا
تھا زیادہ شہد سے شیریں وہ آب　　اور خوشبوئی میں رشکِ مشکِ ناب

ذکر نہرِ رحمت و نہر کوثر

وہ شجر ہے چشمۂ نہر سبیل　　بیخ سے نکلی ہے نہر سلسبیل
نکلی ہیں دو نہریں اُس سے اور بھی　　نہر رحمت نہر کوثر ہے وہی

1 ### در ذکر بیت المعمور

بیتِ معمور آئے حضرتؐ کو نظر　　آسمانِ ہفتمیں پر وہ ہے گھر
2 ......مجازی ہے وہ بیت اور سے　　پھینکیں سنگ اُس سے تو کعبے پر گرے
روز اُس گھر کے بحکم کرد گار　　ہوتے ہیں زائر ملک ستّر ہزار
جو زیارت کرکے جائے گا ملک　　پھر نہ آئے گا کبھی وہ حشر تک

1 - سہ ماہی اردو - .... معمور

2 - ا - ناقص

در بیان حاضر آوردن ظروفِ شیرد شراب و شہد

پھر فرشتے لے کے آئے تین ظرف — سامنے حضرتؐ کے لائے تین ظرف
ایک میں شیر ایک میں پُر تھی شراب — تیسری میں تھا لبالب شہدِ تاب
تینوں پر رکھے ہوئے سر پوش تھے — حضرتِ خیرالبشرؐ خاموش تھے
عرض کی جبریل نے لو یا رسولؐ — تحفہ آیا ہے کرو اس کو قبول
پی لیا ختم الرسلؐ نے ایک ظرف — یعنی پُر تھا شہد سے وہ ایک ظرف
نوشِ جاں حضرتؐ نے فرمایا اُسے — پھر ادب سے عرض کی جبریل نے
اور بھی ہے ظرف اس کو لیجئے — اس میں جو شے ہے اِسے بھی پیجئے
دوسرا جو ظرف حضرؐ نے لیا — شیر خالص اُس میں جو پُر تھا پیا
عرض کی جبریل نے حاضر ہے اور — بولے حضرتؐ اب نہیں پینے کا طور
دو ہی ظرفوں میں ہوا ہوں سیر میں — اب نہ ہوں گا گرسنہ تا دیر میں
عرض کی روح الامیں نے یا نبیؐ — آپؐ کو اللہ نے توفیق دی
پھر کیا الحمد للہ الذی — جس نے اے حضرتؐ ہدایت تم کو کی
یا نبی لیتے جو تم ظرفِ شراب — امتِ مرحومہ ہو جاتی خراب

در ذکر رسیدن احمدؐ مرسل تا بہ پردہ

روح نے پھر عرض کی آگے چلو — بولے حضرتؐ تم اخی آگے چلو ؟
عرض کی جبریل نے آگے ہو تم — جز خدا ہر ایک سے آگے ہو تم
تم کو اکرم حق تعالیٰ نے کیا — تم کو اعظم حق تعالیٰ نے کیا
مجھ سے تم اعلیٰ ہو رتبے میں کہیں — مجھ سے تم آگے چلو یا شاہِ دیں
آگے آگے نائبِ ربّ جلیل — پیچھے پیچھے تھے مودب جبرئیل 1
تا بہ سدرہ ساتھ آیا جبریل — پردے کو/جنبش میں لایا جبریل
یہ صدا اندر سے آئی کون ہے ؟ — کس نے جنبش پردے کو دی کون ہے ؟

1 ـ ا ـ ناقص (اضافہ قیاسی ہے)

روح بولا میں ہوں میں روح الامین
ساتھ ہیں محبوب رب العالمین

پردے کے اندر فرشتہ جو کہ تھا
کی دوبار اللّٰہ اکبر کی صدا

پردے کے اندر سے پھر آئی ندا
راست گو ہے یہ ملک بندہ مرا

میں بڑا ہوں میں بڑا ہوں ہے گماں
کچھ نہیں پنہاں یہ سب پر ہے عیاں

اُس ملک نے پھر تشہد کو پڑھا
پردے کے اندر سے یوں آئی صدا

یہ ملک بندہ نہیں کہتا فضول
کر دیا میں نے محمدؐ کو رسول

بندہ سچا ہے مرا میں ہوں خدا
اور کوئی ہے نہیں میرے سوا

پردے کے اندر ملک پنہاں جو تھا
پڑھ دیا اُس نے تشہد دوسرا

جو ملک پردے کے اندر تھا کھڑا
ہاتھ پردے سے دیا اُس نے بڑھا

پردے کے اندر نبی کو لے لیا
تھا جہاں جبریل باہر رہ گیا

در ذکر گذاشتن جبرئیل احمدؐ مرسل را

بولے حضرت یا اخی اس وقت میں
تم نے چھوڑا ہے اکیلا کیوں ہمیں؟

بولے یوں جبریل یا جبرئیل یا خیرالانام
واسطے میرے معین ہے مقام

کوئی اپنی حد سے بڑھ سکتا نہیں
نیچے سے اوپر کو چڑھ سکتا نہیں

اپنی حد سے کچھ جو آگے آؤں میں
ہے تامل بس وہیں جل جاؤں میں

ساتھ حضرتؐ کے یہاں تک آگیا
ورنہ بس سدرہ ہے میرا منتہا

حضرتؐ آگے کو ہوئے تنہا رواں
1 ساتھ تھا لطف ---------- کارواں

ملتے تھے جو نور و ظلمت کے حجاب
2 قطع کرتی جاتی تھی ----------

راستے میں جو ملے سّتر حجاب
قطع حضرات نے کئے ستر حجاب

رہ گیا رفتار سے اُس جا براق
اپنی حد تک جبکہ جا پہنچا براق

1 ـ ب ـ ناقص

2 ـ ب ـ ناقص

در ذکر سوار رشدن احمدؐ مرسل بر رفرف

سبز رفرف ہو گیا تب آشکار   احمدؐ مرسل ہوئے اس پر سوا
کس سے ہو تعریف رفرف کی بیان؟   کس سے ہو توصیف رفرف کی بیان؟
نور ایسا ماہِ رخشاں میں کہاں؟   وہ ضیا مہر درخشاں میں کہاں؟

در ذکر رسیدن احمدؐ مرسل تابہ عرش

صاحبِ معراج پہنچے .ائے عرش   دولت پابوش کو تا پائے عرش
عرش پر جاکر ہوئے مسند نشین   خسرو ہر آسمان و ہر زمیں
اذن فرمایا خدا نے کتنی بار   یعنی ہو نزدیک اے عالی وقار
اس سے ہوتی تھی تعلی آپ کی   اس سے ہوتی تھی ترقی آپ کی
جب ہزار اذن کہا اللہ نے   مرتبہ اعلیٰ کیا اللہ نے

در ذکر رسیدن احمدؐ مرسل تا مقام دنیٰ فتدلیٰ

پہنچے جب اوجِ دنیٰ کو مصطفےؐ   مرتبہ حاصل تدلیٰ کا ہوا
قاب قوسین اور ادا دنیٰ ہوا   بہر محبوب و محب خلوت سرا
صاحبو قرب معانی یہ نہیں   ہے خدا شاہد معانی یہ نہیں
ہے منزہ اِس صفت سے ذوالجلال   عقل کیا حیران ہیں وہم و خیال
پر ملی حضرت کو قربِ منزلت   ہو گیا حاصل عُلوِ مرتبت
------ سے پایا یہ حضرتؐ نے مقام   ہے گواہ اس پر تدلیٰ کا کلام 1
آپ فرمایا ہے اُسجد و اقترب   یعنی اک آیت ہے اُسجد و اقترب

1 ـ 1 ـ ناقص

صاف فرماتا ہے خالق کا حبیب
عبدِ ساجد ہوتے ہیں رب سے قریب

قرب پر قرب اور بھی حاصل ہوئے
ہیں وہ مخفی جو کہ سر حاصل ہوئے

اُس جگہ پہنچے کہ حیرت ہے تمام
بس اُسی کو کہیئے حیرت کا مقام

تھا نہ تن کو اس جگہ پر ہوش پا
پاؤں اپنی ذات سے واقف نہ تھا

ذات کو بھی تھی نہ کچھ دل کی خبر
دل نہ یہ آگاہ تھا جی ہے کدھر

روح بھی ناواقف اپنے سر سے تھی
محو اُس جا روح و اعضا تھے سبھی

کیں نمازیں پانچوں فرض اللہ نے
یعنی افضل ہیں یہ ہر اعمال سے

اُمت احمدؐ کی ٹھہری مغفرت
عفو غیر از شرک ہے ہر معصیت

اِس قدر تھا لطف و اکرامِ خدا
خوش ہوئے خیرالوریؐ نامِ خدا

درمیانِ شانہ ہائے مصطفیؐ
ہاتھ اپنا جب خدا نے رکھ دیا

پرسیدن فاطمہؓ احوالِ معراج از احمد مرسل

حضرتِ زہرا نے پوچھا ایک بار
کہیئے مجھ سے اے حبیبِ کردگار

کیا ہوا معراج میں حکمِ خدا
سن کے بولے بادشاہِ انبیاؐء

ہے کلامِ خالقِ سبعِ شداد
میں ہوں بے شک ضامنِ رزقِ عباد

بندہ کو لیکن وثوق، اِس پر نہیں
[1] میں جو کہتا ہوں یقین اس پر نہیں

بہرِ اعدا خلق دوزخ کو کیا
ہے ازل سے وہ میرے اعدا کی جا

کرتے ہیں میرے عدو بھی کوششیں
تا ہوں داخل روزِ محشر نار میں

کرتے ہیں طاعت یہ میرے غیر کی
راہ لیتے ہیں حرم سے دیر کی

رزق میں نے جس کی قسمت کا کیا
اور کو ملتا نہیں اُس کے سوا

عزت و ذلت تو میرے ہاتھ ہے
بندہ میرا کیوں بتوں کے ساتھ ہے ؟

ہیں یہ میرے غیر سے امیدوار
ڈر ہے میرے غیر کا لیل و نہار

نعمتیں کرتا ہوں میں ان کو عطا
شکر کرتے ہیں یہ میرے غیر کا

1 ۔ ب ۔ ناقص (اضافہ قیاسی ہے)

باغ فردوس انبیاء پر ہے حرام — تاکہ داخل ہو نہ لیں خیرالانام
ہے مقدم امتِ خیرالبشرؐ — خلد میں بعد امتوں کا ہے گزر
تیری امت اے رسولؐ ہاشمی — میری طاعت کرتی ہے عصیان بھی
طاعت ان کی میری ہے عینِ رضا — اور ان کی معصیت میری قضا
کرتے ہیں میری رضا میں جو قصور — نقص جو طاعت میں پاتا ہے صدور
ہے مجھے مقبول سب میں ہوں کریم — ہے صحیح اس کی عبادت نا سقیم
پائے گا مری قضا سے جو ظہور — ہوں رحیم اس کی ہے آمرزش ضرور

ختم شد

مولد شريف

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ہے وہی بس قابل حمد و ثنا
جس کی ہے نہ ابتدا نہ انتہا

وہم اس راہ میں قدم فرسودہ ہے
اور پائے فہم خواب آلودہ ہے

درک و عقل و ذہن میں یاں نارسا
ادعا عرفاں کا ہے محض افترا

حمد کیا لکھوں طبیعت دنگ ہے
خامہ میدان ثنا میں لنگ ہے

کس سے اس کی قدرتوں کا ہو حساب
جس کے دریا کا فلک ہے اک حباب

اپنی قدرت سے وہی آگاہ ہے
اس کا یا نائب رسولؐ اللّٰہ ہے

نعت نبی معظم صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم

احمد مختار شاہ مرسلاں
ہادیٔ کل شمع راہِ مرسلاں

آسمانِ عالمِ پیغمبری
آفتابِ آسمانِ سروری

ہیں ثنا خواں اُس کے سارے انبیاء
بلکہ ہے مداح ذاتِ کبریا

کوئی پیغمبر نہیں ایسا ہوا
وہ بھی ہے بے مثل مانندِ خدا

ہوں رقم اس کے نہ مجھ سے معجزات
تا قیامت ہو اگر طولِ حیات

تھا سراپا اس کا معجز اس قدر
ایک انگلی سے کیا شق القمر

ہے وہ شہ اس کے وزیرانِ قوی
ہیں ابوبکر و عمر ، عثماں ، علی

ہیں جو اس کی آل میں بارہ امام
سب کے سب لاریب ہیں خیرالانام

جتنے ہیں اصحاب با صدق و یقین
رحمۃ اللّٰہ علیہم اجمعین

تمہید میلاد شریف حضرتِ سرورِ انبیا علیہ الصلواۃ والثنا

غور سے اس کو سنو اے خاص و عام
ہے بیانِ مولدِ خیرالانام

گرچہ ہیں احسانِ خالق بے شمار
ہے ہر اک ذی عقل پر یہ آشکار

بے زباں کو بھی نہیں انکار ہے
سو زبان حال سے اقرار ہے

تھا تولد صاحبِ لولاک کا
. . . . . . احسانوں پہ غالب ہو گیا 1

. . . . روشن ہو گیا
. . . . تھا گلشن ہو گیا 2

اس جہاں میں تھا ہدایت کے لئے
اس جہاں میں ہے شفاعت کے لئے

1 ـ ب ـ ناقص
2 ـ ا ـ ناقص
" ـ ـ ناقص

گرچہ سب کے بعد وہ پیدا ہوا
ہے مگر سب انبیاء کا پیشوا

سب نبی انجم ہیں یہ ہے آفتاب
سب کو اُس کے نور سے تھا اکتساب

کہتے تھے سب انبیاے محترم
کاش ہوتے امتِ احمدؐ میں ہم

آرزو بر آئی روح اللہ کی
مہدیِ ہادی کا ہوگا مقتدی

ہے جو خیرالانبیاء وہ باکرم
کیوں نہ اُمت اُس کی ہو خیرالامم

حاصلِ ایجادِ عالم ہے وہی
باعث تکریمِ آدم ہے وہی

کس سے اس کے رخ کو دیں تشبیہ ہم؟
جس کا انور مہ سے ہو نقشِ قدم

وہ شہنشاہِ سما و ارض ہے
طاعت اُس کی انس و جن پر فرض ہے

بیانِ ظہورِ نورِ رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

جب سپرد آدم کو نور اُس کا ہوا
سب ملائک نے اُسے سجدہ کیا

بعد ازیں کرتا رہا نور انتقال
آیا تا عبداللہ وہ نیکو خصال

حضرتِ آدم سے عبداللہ تک
پاک تھی صلب و رحم لاریب و شک

آمنہ پر جب ہوا فضلِ خدا
نور عبداللہ سے اُس کو ملا

زوج زوجہ دونوں تھے وہ نیک ذات
ہے خبر الطَیِبُونَ لِلطَیبات

بت ہوئے سب بتکدوں میں سرنگوں
ہو گئے تختِ سلاطیں واژگوں

جتنے شیطاں تھے ہوئے ناچار وہ
شیطنت سے ہوگئے بے کار وہ

حکم خالق کا فرشتوں کو ہوا
پھینک دو دریا میں تخت ابلیس کا

پھر کیا چالیس دن اُس پر عذاب
چھٹ کے بھاگا بعد ازیں با اضطراب

ہے جو کوہ بوقبیس ایک اس جگہ
اس کے اوپر جاکے با حال تبہ

وہ لعیں شدت سے چلانے لگا
سُن کے غُل واں ہر کوئی آنے لگا

ہو گیا اک دم میں واں اجماع خلق
خلق سے کہنے لگا وہ اہلِ زرق

وائے تم پر اے گروہِ بے نصیب
ہے محمدؐ کا تولد اب قریب

لات و عزیٰ کی پرستش ہو چکی
ہوئے گا لاریب وہ تم پر نبیؐ

ہیں صنم جتنے انہیں تڑوائے گا
جانب توحید تم کو لائے گا

اے زہے تاثیرِ ختم المرسلیںؐ — ہو گئے کاہن تمام اندوہ گیں
کاہن و جن میں ہوئے حائل حجاب — سب کہانت کے ہوئے مسدود باب
چرخ سے آئی اُس شب یہ ندا — ہے قریں عہدِ ظہورِ مصطفےٰؐ
مبتلائے قحط تھے سارے قریش — اس بلا میں تھا منغض ان کا عیش
نورِ احمدؐ نے جو کی اُن کی مدد — ہو گئیں ساری بلائیں ان سے رد
ہو گئے سارے مزارع بار ور — جتنے نخل خشک تھے لائے ثمر
رفع ہر دل سے ہوا رنجِ معاش — پایا گوہر ، کی خذف کی گر تلاش
اس برس جو سب ہوئے بے احتیاج — نام رکھا سال فتح و ابتہاج
آمنہ کو خواب میں آئی ندا — ہے رحم میں تیرے ختم الانبیاء
نام رکھ اس کا محمدؐ تو ضرور — بے شک و بے شبہ ہے حق کا وہ نور
چار پائے اہلِ بطحا کے تمام — یوں فصاحت سے لگے کرنے کلام
مولدِ ختم الرسل نزدیک ہے — باغِ دیں کی فصلِ گل نزدیک ہے
جس قدر تھے بحر و بر کے جانور — سب فصاحت سے یہ دیتے تھے خبر
جب کہ گزرے دو مہینے حمل کے — ان دنوں یثرب میں عبداللہ تھے
ہوگئے واں آخر ایامِ حیات — پائی عبداللہ نے یثرب میں وفات
حمل کی جب ہوچکی مدت تمام — آیا وقتِ مولدِ خیرالانامؐ
خرم و شاداں ہوئے حور و ملک — خانۂ شادی ہوا قصرِ فلک
خاک کا پہنچا دماغ افلاک پر — پاؤں یعنی رکھیں گے خیر البشرؐ
الغرض آ پہنچی جب مولد کی شب — آئیں مریم آسیہ عالی نسب
ساتھ تھا دونوں کے اک انبوہ حور — سب کے چہروں سے عیاں جوشِ سرور
جنت الماویٰ سے یہ نازل ہوئیں — آمنہ کے گھر میں سب داخل ہوئیں
گھر میں عبدالمطلب اُس دم نہ تھے — طوف میں مشغول تھے وہ کعبہ کے
جب ہوا اُس نورِ ایزد کا ظہور — ہو گئے دونوں جہاں لبریزِ نور
تھا جو خارستاں ، گلستاں ہو گیا — بلکہ رشکِ باغِ رضواں ہوگیا

ہو گیا نوع دگر رنگِ جہاں
بن گیا یاقوت ہر سنگِ جہاں

آفتاب ایمان کا تاباں ہوا
کفر مثلِ شپرہ پنہاں ہوا

کرتے تھے رغبت جو احمق کفر کی
اڑ گئے ایک دست رونق کفر کی

ساتھ حضرت کے ہوا پیدا یہ نور
سب نے روم و شام کے دیکھے قصور

جب ہوا مولودِ ختم الانبیاء
سجدہ کی خاطر زمیں پر سر رکھا

پھر اٹھائی انگلی سوئے آسماں
کر چکا سجدہ جو وہ جانِ جہاں

لا إله پڑھ کے إلا الله پڑھا
بعد ازیں اِنی رسول الله پڑھا

آمنہ سے یہ روایت ہے صحیح
جب ہوا پیدا وہ سلطانِ فصیح

اُس گھڑی اک ابر کا ٹکڑا اُٹھا
وہ محمدؐ کو اُٹھا کر لے گیا

یوں سنی میں نے منادی کی ندا
گرد عالم کے پھراؤ جابجا

اُس کو ختم المرسلیں تا جانے خلق
اسم و وصف و شکل سے پہچانے خلق

اُس کو بخشی صفوتِ آدمؑ صفی
اور رقت نوحؑ کی اس کو ملی

خلّت ابراہیمؑ کی بخشی اُسے
دی لسان شیریں تر اسمٰعیلؑ سے

حُسن یوسفؑ سے فزوں اُس کو ملا
اور دیا بُشرٰی اُسے یعقوبؑ کا

دی اُسے آوازِ خوش داؤدؑ کی
اور شدت اُس کو موسٰیؑ کی ملی

صبرِ یعقوبؑ اُس کو بخشا یک قلم
زُہدِ یحییٰؑ اور عیسٰیؑ کا کرم

ہو گیا نظروں سے پھر غائب سحاب
آیا اپنے بُرج میں وہ آفتاب

دم میں کر آیا وہ سیرِ جہاں
ہے سریع السیر ماہ ایسا کہاں

پہنچی عبدالمطلب کو جب خبر
آیا وہ شاداں و خنداں اپنے گھر

کی جو اُس خورشید تاباں پر نظر
رہ گیا محو ، اُس کی صورت دیکھ کر

مثلِ دل گودی میں اُس کو لے لیا
کعبے میں بہرِ تیمن لے گیا

شکرِ خالق واں کئے جاکر ادا
اور کی حق میں محمدؐ کے دعا

تھا بری ہر عیب سے وہ پاک ذات
سر سے پا تک تھا ظہورِ معجزات

نے یہاں ختنہ ہوا ، نہ کاٹی ناف
آیا دنیا میں سب آلائش سے صاف

ہے یہ قولِ عالمانِ معتبر — ہو جو ذکرِ مولدِ خیرالبشرؐ
چاہئیے مومن کو تعظیماً قیام — قابلِ تعظیم سمجھیں یہ کلام

بیان صدورِ معجزات قربِ زمانِ ولادت ختم الرسالت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

ذاتِ معجز کی ولادت کے قریب — معجزے کتنے ہوئے ظاہر عجیب
تا نبوت کا ہو دعویٰ با دلیل — ہو دمِ انکار پھر منکر ذلیل
استراقِ سمع کو شیطاں تمام — جانبِ افلاک جاتے تھے مدام
کرتے تھے دنیا میں پھر اُس کا بیاں — سن کے گمراہ ہوتے تھے اہلِ جہاں
ہوگیا موقوف سب اُن کا صعود — تھا مضر ہم کو زبس اُن کا صعود
جب چلے اوپر ہوا ، ان پر عذاب — چرخ سے پڑنے لگے تیرِ شہاب
بُجھ گئی آتش ہزاروں سال کی — جس کی کرتے تھے پرستش آتشی
تھا مدائن میں جو کسریٰ کا محل — آگیا بنیاد میں اُس کی خلل
اور چودہ اُس محل کے کنگورے — ہیبتِ ایماں کے صدمے سے گرے
آئے نزدیک اخترانِ آسماں — خاک پر گرنے کا تھا سب کو گماں
آنکھ ہر اک کی ہوئی حیرت گزیں — ہوگئی روشن حرم کی سب زمیں
خشک سب دریاچۂ ساوہ ہوا — اور صحرائی سماوہ میں بہا
تھا جہاں دریا ہوا واں سے نہاں — واں ہوا جاری نہ تھا جس جانشاں
اس شب ابراہیم کی جاگہ پہ آ — شکرِ حق کا کعبہ نے سجدہ کیا
معجزے حضرت کے ہیں بے انتہا — لکھ سکے ان کو قلم ، مقدور کیا

بیانِ معجزاتِ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

بہرِ رفع احتیاجِ مومناں — انگلیوں سے کر دیئے چشمے رواں
تھا یہ حکم نافذِ خیر الا نام — سنگریزے بھی لگے کرنے کلام
تھا اَشق ایسا فراقِ مصطفےٰؐ — اوستن حَنّانہ چلّانے لگا
اک اشارے میں کیا شق القمر — اسکے فرماں سے لگا چلنے شجر
ایک دن بہرِ نمازِ مرتضیٰ — ردِ شمس اس ذاتِ معجز نے کیا

ایک اُس کا معجزہ معراج ہے — کچھ بیاں کا وہ نہیں محتاج ہے
جانتے ہیں غرب سے لے تابہ شرق — قلزم حیرت میں سب مفکر ہیں غرق
جبکہ آدم ایک مشتِ خاک تھا — حمدِ خالق میں یہ نورِ پاک تھا
جب نہ عزرائیل تھے نہ جبریل — تھا تب احمدؐ اپنے خالق کا خلیل
ترک اولیٰ جب کہ آدم سے ہوا — دانۂ گندم کو یعنی کھا گیا
نورِ احمدؐ ہی ہوا اس کا شفیع — ہے ہمارا روزِ حشر ایسا شفیع

بیانِ رضاعت و اصدارِ خرق عادات آنحضرت صلعم

آمنہ کا دودھ کتنے دن پیا — بعد یہ عہدہ ثویبہ کو ملا
یہ ثویبہ تھی کنیز بو لہب — بو لہب کو یہ خبر دی اس نے جب
یعنی ختم المرسلیں پیدا ہوا — ہو کے شاد آزاد اس کو کر دیا
پھر شرف حاصل حلیمہ کو ہوا — دودھ یعنی اس نے حضرت کو دیا
لے گئی حضرت کو اپنی قوم میں — رد ہوئیں اس قوم کی سب آفتیں
تھی عرب میں خشک سالی اُن دنوں — قحط سے تھی تنگ حالی اُن دنوں
یمنِ حضرت سے ہوئے سب کامیاب — رحمتیں نازل ہوئیں جائے عذاب
تھا ہر اک پیر و جواں کو یہ یقیں — ہے یہ سب تاثیرِ ختم المرسلیں
تھی اسی سن سے عدالت دل پذیر — راست پستاں کا فقط پیتے تھے شیر
دیتے تھے پستان چپ چھوڑ اس لئے — ہے برادر جو رضاعی وہ پیئے
بول و غائط مثلِ طفلِ شیر خوار — کپڑوں میں کرتے نہ تھے وہ با وقار
رات دن میں اک معین وقت تھا — کرتے تھے وہ اس وقت حاجت قضا
سترِ عورت کا نہایت تھا خیال — باحیا اُس سن میں تھا وہ باکمال
کشفِ عورت سے جو رونے لگتے تھے — ستر کر دیتا تھا کوئی غیب سے
باتیں کرتا تھا سدا ماہ فلک — مہد جنباں اس کے رہتے تھے ملک
روز اتنا بڑھتے تھے خیر البشرؐ — ماہ میں بڑھتے ہیں لڑکے جس قدر
جبکہ پورے دو مہینے کے ہوئے — گھٹیوں ہمراہ لڑکوں کے چلے

جب سہ ماہہ احمدِ مرسل ہوا
ہوگیا وہ اپنے پاؤں سے کھڑا

ہوگیا جب انقضائے چار ماہ
تھام کر دیوار کو چلتے تھے راہ

پنج ماہہ جب ہوئے خیرالبشر
قدرتِ کامل ملی رفتار پر

جب ہوئے گویا بتائیدِ الٰہ
پہلے کی تکبیر و تحمیدِ الٰہ

جب ہوا نہ ماہہ وہ رشکِ مسیح
سب سے کرتا تھا سخنہائے فصیح

قول اس پر ہے ثقہ راوی سے یوں
پیتے تھے شیر حلیمہ جن دنوں

یہ ملائک کو ہوا فرمانِ حق
سینہ حضرت کا کرو تم جاکے شق

قلب سے خارج سویدا کو کیا
نورِ حکمت سے سب اُس کو بھر دیا

چار سالہ جب ہوا وہ نیک ذات
پائی حضرت آمنہ نے تب وفات

بیانِ شفقتِ عبدالمطلب نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آمنہ کے بعد عبدالمطلب
تھے کفیل اُس ذاتِ اطہر کے محب

تھی یہ عبدالمطلب کی گفتگو
بارہا اہلِ عرب کے رو برو

ہے خدا کا دوست یہ میرا پسر
جانتا ہوں اس کو میں خیرالبشر ص

دوست اِس کے ہوئیں گے با اقتدار
اور سب اعدا رہیں گے خوار زار

عظمت اِس کی خلق میں مشہور ہے
جو مقر اِس کا ہے وہ مغفور ہے

تھا کلامِ حق جو تھا اُس کا بیاں
حرفِ باطل سے تھی پاک اُس کی زباں

قول حق قرآن ہے اس پر گواہ
تھا کلام اس کا نہ خبر حکم الٰہ

حق نے محفوظ اس کو عصیاں سے رکھا
پاک شرک و جاہلیت سے رہا

اس قدر طفلی میں اس کو صبر تھا
گر غذا پائی نہ وقتِ انتہا

سب سے رکھی اشتہا اپنی نہاں
کی شکایت سے نہ آلودہ زباں

جاکے تھوڑا آبِ زم زم پی لیا
اِس طرح کی رفع اپنی اشتہا

بیانِ محبت و تربیتِ ابو طالب بہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پائی عبدالمطلب نے جب وفات
تھا ابوطالب جو عم با صفات

پرورش کا عہدہ پھر اُس کو ملا
تربیت کے حق کیے سارے ادا

رکھتے تھے سب اپنے بیٹوں سے عزیز
بلکہ اپنی جان سے رکھتے عزیز

تھی اُنھیں حضرت سے الفت بے قیاس
رات دن رکھتے تھے اُن کو اپنے پاس

اہلِ بطحا ان دنوں تھے تنگ عیش
جاں بلب تھے اُن دنوں سارے قریش

کی ابوطالب نے با صدق و صفا
سرورِ دیں کے وسیلے سے دُعا

حق نے کی فوراً دعا اُن کی قبول
ہوگیا بارانِ رحمت کا نزول

بیانِ روانگیِ ابوطالب طرفِ شام و معیت آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

شام کی جانب ابوطالب چلے
مال کچھ لے کر تجارت کے لئے

سن میں تھے بارہ برس کے مصطفیٰؐ
ساتھ ابوطالب نے اُن کو لے لیا

شہر بصرہ میں گیا جب کارواں
تھا بحیرہ نام اک راہب وہاں

وہ محبرِ احمدِؐ مختار تھا
مدتوں سے طالبِ دیدار تھا

اِس لئے اُس نے کیا تھا واں مقام
لائیں گے تشریف یاں خیرالانام

بس کہ عالم تھا وہ اپنے دین کا
منکشف اُس پر یہ سب تھا ماجرا

مصطفےؐ کو دیکھ کر وہ باخبر
بولا بے شک ہے یہی خیرالبشرؐ

پھر ابو طالب سے یہ اُس نے کہا
ہے زبس قوم یہود اہلِ جفا

ڈر ہے کچھ ایذا نہ وہ حضرت کو دیں
کعبہ کی جانب کرو رخصت انہیں

داخلِ مکہ ہوئے خیر الانامؐ
پھر کیا تیرہ برس اُس جا مقام

بیان تشریف فرما ہونا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ وعلیہ و آل وسلم کا بہ عزمِ تجارت جانبِ شام خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کا مال لے کر

بعد ازیں نکلے تجارت کے لئے
مکے سے مالِ خدیجہ لے چلے

جاکے بیچا سوق بصرہ میں وہ مال
نفع واں حاصل ہوا اُن کو کمال

واں جو نسطورا تھا راہب ان دنوں
دیکھ حضرت کو لگا کہنے وہ یوں

ہے یہی لاریب ختم المرسلینؐ
ناسخِ ادیان ہوگا اِس کا دیں

مَیسرا جو تھا خدیجہ کا غلام
وہ گیا تھا ہمرہِ خیرالانامؐ

دیکھے حضرت سے خوارق بے شمار
سب خدیجہ سے کئے عرض ایکبار

بیانِ مناکحت آنحضرت صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم با خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا

جبکہ یہ ثابت خدیجہؓ پر ہوا — مصطفیٰؐ بے شک ہے ختم الانبیاء
یہ نظر آئی خدیجہؓ کو صلاح — ہو کسی طور اب محمدؐ سے نکاح
دین و دنیا میں فضیلت ہو مری — سامنے خالق کے عزت ہو مری
اہلِ بیتِ احمدؐ مرسل ہوں میں — مریم و حوا سے بھی افضل ہوں میں
جبکہ بھیجا یہ خدیجہؓ نے پیام — سنکے راضی ہو گئے خیرالانام
کی ابو طالب کو حضرت نے خبر — تھا حقیقت میں وہ عم جائے پدر
اُن کو بھی آئی نظر اِس میں صلاح — احمدؐ مختار کا باندھا نکاح

بیانِ تفصیلِ اولاد آنحضرت صلی اللہ وعلیہ وآلہٖ وسلم

ہے خبر اس حضرتِ مخدومہ سے — چار دختر دو پسر پیدا ہوئے
طیب و طاہر ہیں وہ دونوں پسر — آسمانِ قدر کے شمس و قمر
بیٹیاں زینب، رقیہ نیک ذات — اُمِ کلثوم اطہر و نیکو صفات
چوتھی بیٹی حضرتِ خیرالنساء — اس کے مرتبے سے ہو آگہ کوئی کیا
عالمہ ہم فاضلہ ہم عابدہ — ساجدہ ہم طاہرہ ہم زاہدہ
بے گماں ہے ذات اُس کی بے مثال — دیجئے اُس ذات کو کس سے مثال؟
ماریہ قبطیہ تھی جو نیک ذات — اس سے ابراہیم تھے عالی صفات
لکھتے ہیں راوی صحیح اخبار کے — تھی نہ اولاد ان کی اور ازواج سے

بیانِ آغازِ زمانِ نبوت آنحضرت صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم

عہد جب پہنچا نبوت کا قریب — دیکھتا تھا خواب میں جو کچھ عجیب
خواب سے اٹھتا تھا جب خیرالبشر — سب وہ آتا تھا حضورِ چشم سر
خوش بہت آنے لگی خلوت انہیں — طاعتِ حق سے نہ تھی فرصت اُنہیں
کرتے تھے غارِ حرا میں وہ قیام — تھا عبادت کے سوا کوئی نہ کام
جس طرف جاتے تھے وہ خیرالانامؐ — کہتے تھے سنگ و شجر اُن پر سلام

بیانِ حال بعثتِ نبی و شیوعِ دینِ محمدی صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم

سالِ اوّل جبکہ بعثت کا ہوا — سورہ اترا اُن پہ اقرا باسم کا
امر دعوائے نبوت کا ہوا — حکم تبلیغِ رسالت کا ہوا
تھی نبوت سے خدیجہ باخبر — سب نسا سے لائی ایماں پیشتر
پہلے سب مردوں میں با صدق و صفا — دین کا صدیق نے حصہ لیا
حق نے ایماں میں جو سبقت دی اُنہیں — اِس لئے پہلے خلافت دی اُنہیں
دعوتِ حضرت ابھی تک تھی نہاں — تا اذیت دیں نہ قومِ مشرکاں
آیۂ فاصدع جب پایا نزول — دعوتِ ظاہر لگے کرنے رسول
منع کرتے تھے نہ ہرگز مشرکیں — گرچہ اپنے دل میں تھے اندوہ گیں
جب بتوں کو بد لگے کہنے نبیؐ — مشرکیں ملعوں لگے کرنے بدی
ہر طرح سے رنج پہنچانے لگے — اہلِ دیں جوروں سے گھبرانے لگے
حامیِ حضرت، ابو طالب ہوئے — رکھتے تھے محفوظ سب آفات سے
کرتے تھے ہر آن حضرت کی مدد — پاتی تھی ہرگز نہ قابو قومِ بد
تنگ آیا جب گروہِ مومناں — جانب حبشہ کیا اُن کو رواں
جعفرِ طیار ساتھ اُن کے چلے — لے کے سب کو حبشہ میں داخل ہوئے
سالِ پنجم جب کہ بعثت کا ہوا — لایا ایماں حمزہ عمِ مصطفےٰؐ
سال دسواں جب کہ بعثت کا ہوا — دارِ فانی سے ابو طالب اُٹھا
جب اُٹھا دنیا سے وہ حامیِ دیں — ہوگئے حضرتؐ کمال اندوہ گیں
ایک مونس تھا سو وہ بھی اُٹھ گیا — ہوگئے بے یار و یاور مصطفےٰؐ
ہوگئے شاداں و فرحاں سب قریش — دل میں تھے ان کے بھرے جو کین و طیش
ظلم افزوں دم بدم کرنے لگے — شوق سے جور و ستم کرنے لگے
تھا اُنہیں آگے ابو طالب کا ڈر — اب لگے کرنے جفائیں بے خطر
ہر طرح سے دل کو جب پہنچا قلق — جانبِ طائف گیا محبوبِ حق
تھے جو اشراف ثقیف ان میں گئے — دعوتِ اسلام فرمانے لگے

ان کو سب اشراف نے راغب کیا — تا کریں حضرتؐ پہ وہ جور وجفا
دعوتِ حضرت نہ کی ہرگز قبول — تھے ارازل ان میں جو ازبس فضول
تنگ آئے حضرتؐ ان کے جور سے — مکے کو ناچار طائف سے چلے
بطن نخلہ میں جو تھے خیرالبشرؐ — لایا ایماں لشکر جن آن کر

بیان معراج آن حضرت صلی اللہ وعلیہ و آلہ وسلم

یاں سے ہے اب ماجرا معراج کا — بارہواں جب سال بعثت کا ہوا
عرش سے روح الامیں لائے براق — تا چلیں حضرت سوئے عالی رواق
یوں کیا جبریل نے آکر بیاں — حق نے ہے تجھ کو بلایا میہماں
چل کے کر نظارۂ انوارِ حق — دل کو کر گنجینۂ اسرارِ حق
منتظر سب انبیاء ہیں باندھے صف — تا ملے تیری زیارت سے شرف
دست بستہ سب ملک استادہ ہیں — تیری خدمت کے لئے آمادہ ہیں
عازمِ گردوں ہو مثلِ آفتاب — عالمِ علوی کو بھی کر فیض یاب
حوریں تیرے نور سے پاویں جمال — ہووئے جنت تیرے قدموں سے نہال
کی ہے گر خالق اعلیٰ قدرِ عرش — اور بھی اب ہو دوبالا قدرِ عرش
یہ براقِ گرم رو ہے رشکِ برق — غرب سے اک دم میں پہنچے تابہ شرق
ہے خطا کہیئے اگر برق و ہوا — راہ طے کرنے میں ہے تیرِ قضا
جب ہوئے ختم الرسل اُس پر سوار — بیتِ مقدس کو گیا وہ راہ وار
ہوسکے کب اُس کی سُرعت کا بیاں — ہے محال ایزد کی قدرت کا بیاں
کی ادا واں ہادیِ دیں نے نماز — مقتدی سب انبیا تھے بانیاز
جبکہ سجدے میں گیا وہ ارجمند — بیتِ مقدس کا ہوا رتبہ دو چند
پھر گیا اُس جا سے عزمِ لامکاں — تھا براقِ برق پیکر زیرِ راں
تیز جاتا تھا نگہ سے بھی براق — تازیانہ تھا وفورِ اشتیاق
چرخِ اول پر ہوا جس دم گزر — نورِ احمدؐ سے ہوا فائز قمر
جب گئے چرخِ دوم پر مصطفےٰؐ — بندگی کا خط عطارد نے لکھا
جلوہ گر چرخِ سوم پر جب ہوئے — رقصِ خوش حال کیا ناہید نے

چرخِ چارم پر گئے جب وہ جناب
ذرہ ساں تھا ان کے آگے آفتاب

چرخِ پنجم پر ہوا مریخ خم
بہرِ تسلیمِ شجاعِ با کرم

پہنچے ایوانِ ششم پر جب نبیؐ
تھی خریدہ اک کنیزک مشتری

چرخِ ہفتم پر جو پہنچے مصطفےٰؐ
پست ان کے سامنے کیواں ہوا

پہنچے کرسی پر جو ختم المرسلینؐ
حرفِ مطلب ہو گیا کُرسی نشیں

سر ثوابت کے ہوئے مجرے کو خم
سب اطاعت پر ہوئے ثابت قدم

لے چلا کرسی سے آگے اشتیاق
رہ گیا جبریل واں تھا نبے براق

منزلِ مقصود پر داخل ہوا
کوئی کیا جانے جو واں حاصل ہوا؟

کون ہے واں واقفِ اسرارِ غیب
جو کوئی ہو کاشفِ اسرارِ غیب

تھا دیں محرم جسے ہمدم کیا
تھا وہی ہمدم جسے محرم کیا

گنگ ہے اس جا زباں تقریر سے
جلتی ہے نوکِ قلم تحریر سے

گفتگو اس جا ہے کارِ بو الفضول
کون جانے رازِ اللہ و رسولؐ

پر ہوا خالق سے اپنے ہم کلام
سب برائے مطلبِ خیرالانام

فرض اُس دن سے ہوئی سب پر نماز
اِس سعادت سے ہوئے ہم سرفراز

کیفیت ایمان لانے بعض اہلِ مدینہ کی

گیارھواں جب سال بعثت کا ہوا
پھر حج یثرب سے آیا قافلہ

لائے ایماں اُن میں سے چھ آدمی
بعد اپنی قوم کو ترغیب کی

دوسرے سال آئے پھر حج کے لئے
بارہ انصار اور بھی مومن ہوئے

تیسرے سال آئے پھر وہ ارجمند
دین میں داخل ہوئے ہفتاد و چند

اہلِ مکہ آئے تھے جو دین میں
جانبِ یثرب کیا رخصت انہیں

لیک صدیقؓ و علیِ مرتضیٰؓ
مکے میں حاضر تھے پیشِ مصطفےٰؐ

اہلِ مکہ نے جو پائی یہ خبر
لائے ایماں اہلِ یثرب اِس قدر

اور جتنے جمع تھے واں مسلمیں
ہوگئے راہی سوئے یثرب زمیں

مستعد شر پر ہوئے اشرار سب
قتلِ حضرتؐ پر ہوئے تیار سب

بیانِ ہجرت آں حضرت صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف

دی خبر آکر وہیں جبریل نے — اپنے فرشِ خواب سے حضرت اوٹھے

تھے علی جو ہم برادر ہم بستر — ان کو حضرت نے لٹایا فرش پر

لیٹے بستر پر علیِ مرتضیٰ رض — جان کو صدقے کیا بر مصطفےٰ ص

قتلِ حضرت پر جو تھے ملعوں مُصر — تھے کھڑے در پر سحر کے منتظر

یعنی جب ہو منتشر نورِ سحر — مار لیں خیرالبشر ص کو کود کر

باہر آیا گھر سے جب وہ نورِ پاک — پھینک دی اشرار پر ایک مشتِ خاک

خاک کے پڑتے ہی نابینا ہوئے — خانۂ صدیق کو حضرت چلے

واں سے پھر صدیق کو ہمراہ لیئے — غار کو حضرت ص روانہ ہو گئے

غار میں صدیق ہی ہمراہ تھا — تیسرا دونوں کے ساتھ اللہ تھا

حکمِ خالق سے دہانِ غار پر — ہوگیا پیدا مغیلاں کا شجر

عنکبوتوں کے معاً جالے لگے — اور واں انڈے کبوتر نے دیئے

کی حمایت حق نے اُن کی اِس قدر — شرِ اعدا سے رہے وہ بے خطر

تیسری شب غار سے باہر ہوئے — اونٹ پر چڑھ کر مدینے کو چلے

تھا سراقہ جو طرفدارِ قریش — تھا زبس حضرت سے اس کو کین و طیش

مکّے سے نکلا تھا بہرِ جستجو — قتلِ حضرت کی تھی اُس کو آرزو

راہِ یثرب میں وہ حضرت کو ملا — قصد اُس نے جانبِ حضرت کیا

کی وہیں اُس نورِ حق نے بد دعا — قہرِ حق سے وہ زمیں میں دھنس چلا

پیشِ حضرت جو ہوا وہ ملتجی — تہلکے سے پھر نجات اُس کو ملی

جانبِ مکہ ہوا واں سے رواں — قوم میں جاکر کیا یہ سب بیاں

پہنچے یثرب میں جو ختم المرسلیں — تھی ربیع الاولیں کی بارھویں

سن کے یہ مژدہ ہوئے سب شادماں — نکلے استقبال کو پیر و جواں

آسماں سے ہے معزز وہ زمیں — پاؤں رکھیں جس پہ ختم المرسلیں

چند روز اُترے قبا میں مصطفےٰ ص — مسجد پاکیزہ کی اس جا بنا

تین دن کے بعد امیرالمومنین — نکلے بطحا سے سوئے یثرب زمیں
مشرکوں کی تھی امانت جس قدر — کی حوالے اُن کے ، نکلے بے خطر
تھے قبا میں منتظر جو مصطفےٰ ص — آ ملے ان سے علیِ مرتضےٰ ؑ
دونوں بھائی اِس جگہ شامل ہوئے — روزِ جمعہ شہر میں داخل ہوئے
دس برس ساکن مدینہ میں ہوئے — بے عدد مومن مدینہ میں ہوئے
ہے محال اس دس برس کا سب بیاں — مختصر ہے اس میں گنجائش کہاں؟
مختصر میں ہے بیانِ مختصر — کچھ تو سامع تاکہ ہوویں بہرہ ور

بیانِ سالِ اوّل ہجرتِ نبی صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم

سالِ اوّل میں ہوا حکمِ اذاں — اور بنائی مسجدِ جنت نشاں

بیانِ سالِ دوم ہجرتِ نبی صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم

دوسرے سال آیا فرمانِ خدا — قبلۂ طاعات کعبہ کو کیا
اور باندھا عقدِ زہرا و علیؓ — دونوں میں بے شک دل و جانِ علیؓ
فتح پائی بدر میں ماہِ صیام — ہوگیا بوجہل ملعوں بھی تمام

بیانِ سالِ سوم ہجرتِ نبی صلی اللہ وعلیہ و آلہ وسلم

تیسرا جب سال ہجرت کا ہوا — وقت حمزہ کی شہادت کا ہوا
کیا لکھوں جنگِ اُحد کا ماجرا؟ — مجلسِ شادی میں غم کا ذکر کیا
تھا جو اک ملعون اُبی نابکار — یکہ نازانِ عرب میں نامدار
جنگ میں رکھتا نہ تھا ثانی شقی — تھا نبی کا دشمنِ جانی شقی
آیا محبوبِ خدا کے رُوبرو — ہوگیا تیغِ قضا کے رُو بہ رو
ایک ہی ضربت میں بے دم ہوگیا — اِس قدر بھاگا جہنم کو گیا
نصف رمضانِ معظم جب ہوا — آئے دنیا میں امامِ مجتبیٰ ؑ
یعنی ابنِ اوّلِ مولا علیؓ — ہادیِ ثانی حسن ، سبطِ نبی ص

بیانِ سالِ چہارم ہجرتِ نبی صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم

سالِ چہارم میں جو تھے قوم نضیر — اپنے قلعے میں ہوئے وہ جائے گیر

لشکرِ اسلام نے گھیرا اُنھیں — حرفِ حق بہتیرا سمجھایا اُنھیں
پس کیا ایماں نہ ہرگز اختیار — جی بچا کر کر گئے واں سے فرار
ماہِ شعباں میں امام رہنما — نورِ چشم مصطفےٰ ص و مرتضیٰ
..... ثالث حسین ابنِ علی — جانِ زہرا راحت روح نبیؐ 1
آئے دنیا میں امامت کے لئے — دعوئے حق کی شہادت کے لئے

بیانِ سالِ پنجم ہجرتِ نبی صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم

سالِ پنجم جبکہ ہجرت کا ہوا — جنگِ خندق کا ہوا پھر ماجرا
حضرتِ سلمانِ فارس نے کہا — گر ہو خندق گردِ لشکر ہے بجا
لشکرِ اعدا ہے یعنی بے شمار — دشمن نہ آویں تا وہ وقتِ کار زار
خوش ہوئے اس بات سے خیرالانام — گردِ لشکر بن گئی خندق تمام
کی عطا مشکل کشا کو ذوالفقار — آیا میداں میں وہ شیرِ کار زار
لشکرِ اعدا کو دی آخر شکست — بھاگے بطرالات کو سب بت پرست
تھی جو قوم مصطلق واں زشت کام — صولتِ اسلام سے بھاگے تمام

بیانِ سالِ ششم ہجرتِ نبی صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم

جب ہوا سالِ ششم حضرت چلے — بہر عمرہ تا حدیبیہ چلے
لشکرِ اعدا ہوا واں سدِراہ — تا نہ جاویں کعبے کو وہ دیں پناہ
کی وہاں بیعت تمام اصحاب نے — کہتے ہیں سب بیعتِ رضواں اسے
سب مسلمانوں سے حق راضی ہوا — اجر کا قرآں میں وعدہ کیا
کی عطا دنیا میں ہر نعمت انھیں — روزِ محشر بخشے گا جنت اُنھیں
اُن کی حرمت سے ہوں ہم بھی سرفراز — نعمتِ کونین پاویں بے حساب
صلح کی حضرتؐ نے اُن کفار سے — صلح نامہ واں لکھا کرار نے
جب رسول اللہ حضرتؐ کو لکھا — کافروں کا اِس سے جی برہم ہوا
سیدِ عالم یہ فرمانے لگا — کاٹ دو اِس حرف کو یا مرتضیٰ
میں نے اب حکمِ خدا سے صلح کی — ہوتے ہیں اِس حکم سے برہم شقی

1 - ا = ناقص

یوں لگے کہنے وہ شیرِ ذوالجلال
ہے صدور اِس امر کا مجھ سے محال

کام ہے میرا فقط اظہارِ حق
غیر ممکن مجھ سے ہے اسرارِ حق

ہوگیا ختم الرسل سے معجزا
محو اپنے ہاتھ سے اُس کو کیا

بیانِ غزوۂ خیبر

سالِ ہفتم کا محرم جب ہوا
جنگِ خیبر پر ہوا حکمِ خدا

ہے دراز اِس کی نہایت داستاں
جانتے ہیں اِس کو سب خورد و کلاں

فتح خیبر جب نہ کوئی کرسکا
تب کو ختم المرسلیں نے یہ کہا

صبح کو دوں گا اِسے اپنا علم
ہر بلا میں جو رہے ثابت قدم

حق ہے اِس کا دوست وہ حق کا ہے دوست
میں ہوں اُس کا دوست وہ میرا ہے دوست

رات بھر سب کو رہا یہ اضطراب
دیکھئے کون اِس سے کل ہو بہرہ یاب

مرتضیٰ لشکر کے ساتھ آئے نہ تھے
تھے بہت رنجور درد چشم سے

بھائی کی فرقت ہوئی جب ناگوار
دل ہوا شوقِ لقا میں بے قرار

دونوں میں نسبت تھی جم و روح کی
بے گماں الفت تھی جسم و روح کی

پس اِسی حالت میں لشکر کو چلے
صبحِ دم خیر البشر سے آملے

تھا زبس ختم الرسل کو انتظار
شاہِ مرداں جب ہوئے اُن سے دوچار

جسم و جاں دونوں ہوئے واں ہم بغل
ہوگئی صحت گیا سارا خلل

دوست کا دیدار جب حاصل ہوا
درد تھا آنکھوں میں سو زائل ہوا

ہے شفا عاشق کو رخ محبوب کا
عشق تھا واں یوسف و یعقوب کا

شاہِ مرداں کو علَم اپنا دیا
حصن خیبر کی طرف رخصت کیا

لکھ نہیں سکتا مفصل ماجرا
مختصر میں مجھ کو ڈر ہے طول کا

ہے یہ قولِ راویانِ معتبر
بابِ خیبر تھا گرانبار اس قدر

کرتے تھے ہفتاد تن ہمت اگر
تب کہیں جنبش میں آتا تھا وہ در

آگیا جب قہر پر شیرِ خدا
ہاتھ میں جائے سپر اُس کو لیا

لشکرِ اعدا کو دی دم میں شکست
بن گئے حیرت سے بت سب بت پرست

فتح مکے کو کیا ماہِ صیام
خوش ہوئے اِس فتح سے خیرالانامؐ
فتح کی شوال میں جنگ حنین
آئے پھر طائف پہ شاہِ مُشرقَین
کعبے میں جاکر کیا عمرہ ادا
پھر مدینے میں ہوئے رونق فزا
حضرتِ ابراہیم واں پیدا ہوئے
خوش نہایت حضرتِ اعلیٰ ہوئے

بیانِ مباہلہ

سال دسواں جب ہوا اے مومناں
چند شخص آئے بنی نجراں سے واں
پہنچا حضرتؐ کو یہ حکمِ ذوالجلال
کر بنی نجراں سے تو اب ابتہال
آشکارا تاکہ ہو صدق و دروغ
کذب کو ہرگز نہ ہووے گا فروغ
حیدر و زہرا و شبیر و شبر
ہیں جو یہ تیرے دل و جان و جگر
ساتھ لے تو ان کو وقت ابتہال
ہیں یہ چاروں مقبلانِ ذوالجلال
جب کہے تو لعن، یہ آمیں کہیں
فرق ہو جائے گا صدق و کذب میں
ہے دعا ہر آن میں ان کی قبول
نادنوں پر قہر کا ہو گا نزول
لے گئے چاروں کو جب خیرالبشرؐ
ڈر گئے ان کو نصارا دیکھ کر
اٹھ گیا دل سے خیالِ ابتہال
دل میں آیا خوفِ قہرِ لا یزال
عجز وہ کرنے لگے پیشِ رسول
لاکھ منت سے کیا جزیہ قبول
پھر گئے اپنے وطن کو منفعل
ہوں یونہی اسلام سے کافر خجل
اِس برس میں کہتے ہیں اکثر ثقات
حضرتِ ابراہیمؓ نے پائی وفات

بیانِ حجۃ الوداع

آخرِ ذیقعدہ میں خیرالانامؐ
بہرِ حج نکلے سوئے بیت الحرام
چودھویں کو حج سے جو فارغ ہوئے
کعبے سے حضرتؐ مدینے کو چلے
ہے غدیر خم جو اک موضع کا نام
دوپہر کو اُترے واں خیرالانام
ساتھ حضرتؐ کے جو واں منبر نہ تھا
کتنے پالانِ شتر کو رکھ دیا
لے کے حیدر کو چڑھے ختم الرسلؐ
اہلِ ایماں گرد استادہ تھے کل
یہ کہا مولیٰ ہوں میں جس شخص کا
اُس کا مولیٰ ہے علیِ مرتضیٰ

پھر یہ فرمایا کہ اے رب جلیل — دشمنِ حیدر کو تو رکھیو ذلیل
مرتضیٰ کی جو کرے کوئی مدد — یا الٰہی کیجیو اُس کی مدد
اپنے خیمے میں گئے جب مرتضیٰ — واں مبارک باد کو ہر اک گیا
کہتے بخٍ بخٍ واں آئے عمرؓ — سب سے افزوں تو ہوئے شاداں عمرؓ
کیا فضیلت ہے کہ فرماوے نبیؐ — تو ہے مجھ سے میں ہوں تجھ سے یاعلی
ہیں یہ معنی دونوں یعنی ایک ہیں — دو ہیں صورت میں ، معنی ایک ہیں

بیان حلیہ شریف آن حضرت صلی اللہ وعلیہ و آلہ وسلم

ہے محال اُس کی تجلی کا بیاں — طور کا شعلہ ہو گر جائے زباں
یوسف اُس خورشید کا تھا پرتوا — موسیٰ اس کے حسن پر بے خود ہوا
تھا یوں اُس کے آگے نورِ آفتاب — شمع ہو جیسے حضورِ آفتاب
قد جو عالی قدر تھا سروِ سہی — تھا درازی اور پستی سے بری
سب سے تھا معنی میں وہ سروِ بزرگ — اس لیے صورت میں بھی تھا سروِ بزرگ
موئے دل کش تھے سبط نہ جعد تھے — تھے معطر تو نسیم خلد سے
تھے درازی میں وہ گوشِ پاک تک — گاہ آ جاتے تھے دوشِ پاک تک
چہرے میں کچھ بدر ساں تدویر تھی — ہر فزوں خورشید سے تنویر تھی
چہرۂ مرآتِ حق سرخ و سفید — تھی شفق آلودہ وہ صبحِ اُمید
تھا صباحت سے بدن رشکِ سمن — نقرۂ خالص کا گویا تھا بدن
تھی کشادہ وہ جبینِ با صفا — اُس کے آگے ماہ تھا مثلِ سُہا
ابروئے خمدار تھے مثلِ کماں — تھا دمِ قہر اس میں تیرِ بے اماں
روئے اطہر جنّتِ اصحابِ دیں — طاقِ ابرو کعبۂ اہلِ یقیں
سرمہ گیں تھیں ساری مژگانِ دراز — خنجرِ دستِ قضا ، دشمن گداز
چشم ، لبریز حیا و سرمہ گیں — نرگسِ شہلائے فردوسِ بریں
خوشۂ پروین تھی بینی بلند — بلکہ پرویں سے فراواں چار چند
کس دوں تشبیہ اُن رخسار کو؟ — مہر و مہ و تیرہ ہو جن کے رُو برو

تھے نہ وہ پر گوش نہ چنداں نزار
جلوہ گر تھا ان سے نورِ کردگار

تھا مزاج اسلوب سے اُس کا دہن
تھی تجلی طور کی وقتِ سخن

غیرتِ دُرِّ یمن دندانِ صاف
دُر کو اِس تشبیہ سے ہے جائے لاف

تھے محاسن گرد روئے پاک پر
جس طرح سے ہالہ ہو گردِ قمر

لحیۂ نورانی بر روئے جناب
غیرتِ خطِ شعاعِ آفتاب

شمع ساں تھی گردنِ سیمیں دراز
شعلہ ساں تھا چہرۂ ماہِ حجاز

دونوں شانوں میں بخوبی بُعد تھا
سینہ پھیلا تھا بحد حسن و صفا

تھا نہایت سینۂ بے کینہ صاف
تا شکم تھا صورتِ آئینہ صاف

سیلے کا خط سینے سے تھا تابہ ناف
اس کی شرحِ حُسن کو رکھیئے معاف

پشت پر مشکل شکم تھا اک نہ مُو
شمع کی مانند یکساں پشت و رُو

شانوں میں مہر نبوت تھی عیاں
غیرتِ مہر سلیماں بے گماں

جملہ تن تھا چشم وہ ذاتِ نکو
دیکھتا تھا پیچھے مثلِ رو برو

دن کو دیتا تھا دکھائی جس قدر
وہ شبِ تیرہ میں آتا تھا نظر

اُس نظر میں تھی نہ ہرگز خیرگی
تھی برابر روشنی و تیرگی

کیا کروں اس کے سراپا کا بیاں؟
ہر زباں آور کی ہے قاصر زباں

ہے میرے اِس قول پر شاہد خدا
دوسرا ایسا نہیں پیدا ہوا

کیوں نہ ہو لاریب ہے محبوبِ رب؟
مثلِ رب بے عیب ہے محبوبِ رب

ہیں طفیلی جس کے یہ شمس و قمر
کہیئے ہوگا حسن اس کا کس قدر

کوئی عطر اُس کے پسینے سا نہیں
یاں خجل ہے نکہتِ نورِ بریں

جسطرف ہوتا تھا حضرت کا گزر
کوچے ہوتے تھے معطر سر بسر

کہتے تھے اپنے گھروں میں خاص و عام
جاتے ہیں اس راہ سے خیرالانام ﷺ

جسم چھو لیتا تھا گر ان کا کوئی
کتنے دن ہاتھوں سے خوشبو آتی تھی

تھی علیلوں کی دوا آبِ دہن
بلکہ تھا آبِ تھا ، آبِ دہن

عقل کا اس کے نہ پوچھو کچھ بیاں
عقل کل اک طفلِ مکتب ہے جہاں

تھے نہ وہ پر گوش نہ چنداں نزار
جلوہ گر تھا ان سے نورِ کرد گار

تھا مزاج اسلوب سے اُس کا دہن
تھی تجلی طور کی وقتِ سخن

غیرتِ دُرِ یمن دندانِ صاف
دُر کو اِس تشبیہ سے ہے جائے لاف

تھے محاسن گرد روئے پاک پر
جس طرح سے ہالہ ہو گردِ قمر

لحیۂ نورانی پر روئے جناب
غیرتِ خطِ شعاعِ آفتاب

شمع ساں تھی گردنِ سیمیں دراز
شعلہ ساں تھا چہرۂ ماہِ حجاز

دونوں شانوں میں بخوبی بُعد تھا
سینہ پہنا تھا بصد حسن و صفا

تھا نہایت سینۂ بے کینہ صاف
تا شکم تھا صورتِ آئینہ صاف

سیلے کا خط سینے سے تھا تابہ ناف
اس کی شرحِ حُسن کو رکھیئے معاف

پشت پر مشکل شکم تھا اک نہ مُو
شمع کی مانند یکساں پشت و رُو

شانوں میں مہر نبوت تھی عیاں
غیرتِ مہر سلیماں بے گماں

جملہ تن تھا چشم وہ ذاتِ نکو
دیکھتا تھا پیچھے مثلِ رو برو

دن کو دیتا تھا دکھائی جس قدر
وہ شبِ تیرہ میں آتا تھا نظر

اُس نظر میں تھی نہ ہر گز خیرگی
تھی برابر روشنی و تیرگی

کیا کروں اس کے سراپا کا بیاں؟
ہر زباں آور کی ہے قاصر زباں

ہے میرے اِس قول پر شاہد خدا
دوسرا ایسا نہیں پیدا ہوا

کیوں نہ ہو لاریب ہے محبوبِ رب؟
مثلِ رب بے عیب ہے محبوبِ رب

ہیں طفیلی جس کے یہ شمس و قمر
کہیئے ہوگا حسن اس کا کس قدر

کوئی عطر اُس کے پسینے سا نہیں
یاں خجل ہے نکہتِ نورِ بریں

جسطرف ہوتا تھا حضرت کا گزر
کوچے ہوتے تھے معطر سر بسر

کہتے تھے اپنے گھروں میں خاص و عام
جاتے ہیں اس راہ سے خیرالانام ﷺ

جسم چھو لیتا تھا گر ان کا کوئی
کتنے دن ہاتھوں سے خوشبو آتی تھی

تھی علیلوں کی دوا آبِ دہن
بلکہ تھا آبِ تھا ، آبِ دہن

عقل کا اس کے نہ پوچھو کچھ بیاں
عقل کل اک طفلِ مکتب ہے جہاں

شرح ہے اُس کی شجاعت کی محال
روزِ میداں تھا وہ قہرِ ذوالجلال

تھا علی جو اُس کا شاگردِ رشید
کانپتا تھا اُس سے عالم مثلِ بید

تھا نبیؐ خورشید ، حیدر تھا قمر
تھا علی فیضِ نبیؐ سے بہرہ ور

کوئی ہو خیرالبشرؐ سا کیا مجال؟
ہے جہاں میں حیدرِ ثانی محال

ہے دلیلِ دعویٰ صادق قوی
سُن کلامِ لافتا الاّ علی

تھے تکلف سے بری خیرالانام
نوش کرتے تھے جو پاتے تھے طعام

رد نہ کرتے تھے کبھی حضرتؐ سوال
تھا فدا راہِ خدا میں جان و مال

لیتے تھے ہرگز نہ حضرتؐ انتقام
اور خشونت سے نہ کرتے تھے کلام

لیک حدِ شرع میں معذور تھے
قتلِ اہلِ کفر پر مامور تھے

اہلِ عسرت کو نہ گنتے تھے حقیر
تھی تواضع ذاتِ اقدس میں کثیر

کرتے تھے اکثر وہ اپنے گھر کے کام
رکھتے تھے محبت غریبوں سے مدام

دودھ دوہتے تھے وہ اپنے ہاتھ سے
بیشتر نعلین و خرقہ سیتے تھے

شوق کچھ بالا نشینی سے نہ تھا
بیٹھ جاتے تھے جہاں پاتے تھے جا

حکم کرتے تھے یہی اصحاب کو
کرتے تھے تعلیم الواالباب کو

جبکہ بیمار اہلِ ایماں ہوتے تھے
جاتے تھے ان کی عیادت کے لئے

ساتھ جاتے تھے جنازوں کے مدام
کرتے تھے روح و جسد و شاد کام

اُس مرض کے سامنے صحت ہے کیا
آئیں پرسش کو جو ختم الانبیاء

ساتھ جب ہوئے جنازے کے نبیؐ
مرگ وہ بے شک ہے رشکِ زندگی

سائل آتا تھا جو کوئی با اُمید
کرتے تھے ہرگز نہ اس کو ناامید

پاس اگر موجود کچھ ہوتا نہ تھا
قول معروف اُس سے کرتے تھے ادا

کرتے تھے دل جوئی اس کی اس قدر
دینے سے ہوتا تھا سائل شاد تر

جانتے تھے عیش و راحت فقر کو
دوست رکھتے تھے نہایت فقر کو

گرسنہ ہوتے تھے جب شاہِ امم
باندھتے تھے سنگ بالائے شکم

حکم خالق کا یہ حضرتؐ کو ہوا
ہیں خزائن جو زمیں میں جابجا

لے اگر دولت تجھے درکار ہے
شوق سے کر صرف، تو مختار ہے

کوہ مکے میں جو ہے پیش نظر
تو اگر چاہے تو اس کو کر دوں زر

تجھ کو گر منظور ہے میری رضا
مجھ کو بھی منظور ہے تیری رضا

پر نہ حضرتؐ نے کیا یہ اختیار
عرض کی اے خالقِ لیل و نہار!

جس طرح اب ہوں یونہی شاداں ہوں میں
شکر بھی تیرا بجا لاتا ہوں میں

ایک دن پاتا نہیں گر میں طعام
تجھ سے کرتا ہوں تضرع کے کلام

دوسرے دن سیر ہو جاتا ہوں میں
شکر بھی تیرا بجا لاتا ہوں میں

شکر بھی کرتا ہوں تیرا، صبر بھی
شکر بھی دل کش ہے، میرا صبر بھی

پندِ دلبند

سرور کون و مکاں بے شک ہے وہ
قاسم نار و جناں بے شک ہے وہ

جس سے وہ راضی ہے، ناجی ہے وہی
جس سے ناراضی ہے ناری ہے وہی

جو مطیع اس کا ہے پاوے گا نجات
جو پھرا اس سے ہے، رد کائنات

صدق سے اس پر جو ایماں لائے گا
حشر میں فردوس کو وہ جائے گا

جبکہ ہر گرگ و غزال و سوس مار
حکمِ حق سے یہ کہے بے اختیار

ہے یہی لاریب ختم المرسلیں
بادشاہِ کشورِ دنیا و دیں

کب وہ انساں ہے؟ جسے انکار ہے
مثلِ شیطاں ہے جسے انکار ہے

اے مسلمانو! کرو شکرِ خدا
کیسے ہادی کا تمھیں پیرو کیا

راہ ہے جس کی صراطِ مستقیم
نعمتیں دنیا میں، عقبیٰ میں نعیم

پس اُسی کے تابعِ فرماں رہو
جان و دل سے اُس پہ تم قرباں رہو

سب تمھارے جرم وہ بخشائے گا
ساتھ اپنے خلد میں لے جائے گا

دے گیا ہے تم کو قرآنِ مبین
تا کرے گمراہ نہ شیطانِ لعین

چاہیے تم کو، کرو اِس پر عمل
کر سکے شیطاں نہ ایماں میں خلل

کر گیا ہے یہ وصیت آخری
سُن لو اِس کو اے محبانِ علی

چھوڑتا ہوں تم میں دو گنجِ گراں
ایک پر ہے ایک افضل بے گماں

ہے وہ قرآں اور میری آلِ پاک
ان کے باعث سے نہ تم ہو گے ہلاک

چاہتے ہو گر مآل نیک تم
صدق سے دونوں کو سمجھو ایک تم

گر ہر اک موئے بدن ہووے زباں
ہو نہ احسانِ پیمبرؐ کا بیاں

روزِ محشر چاہیے شاداں رہو
مومنوں سے برسرِ احساں رہو

بیانِ عظمتِ آنحضرت صلی اللہ وعلیہ و آلہ وسلم

گوشِ دل سے اب سنو اے خاص و عام
شیخ شمس الدین محمدؐ کا کلام

ہے یہ اخبارِ روایت معتبر
بولہب جو خواب میں آیا نظر

پوچھا اہلِ خواب نے اُس سے مآل
یوں بیاں کرنے لگا اپنا وہ حال

ہوں جہنم میں گرفتارِ عذاب
فی الحقیقت ہوں سزاوارِ عذاب

لیک روزِ مولدِ خیرالانام
ہوتی ہے تخفیف ہفتہ میں مدام

چوستا ہوں اپنی میں دو انگلیاں
آبِ شیریں ان سے ہوتا ہے رواں

اجر ملتا ہے مجھے اک فعل کا
یعنی جب مجھ سے ثوبیہ نے کہا

آج ختم المرسلیں پیدا ہوئے
سرورِ دنیا و دیں پیدا ہوئے

سن کے یہ مژدہ بہت میں خوش ہوا
مژدہ میں آزاد اس کو کر دیا

دل میں سوچو اے گروہِ اہل دیں!
بولہب تھا دشمنِ دیں بالیقیں

اِس خوشی کا اُس کو ملتا ہے ثواب
ہوتی ہے دوزخ میں تخفیفِ عذاب

اہل ایماں ہوں گے شاد اِس روز گر
اجر پاویں گے خدا سے کس قدر

ہوچکی یہ داستانِ مختصر
مغفرت کو ہے کفایت اِس قدر

بھیجئے اس دم درُود اے خاص و عام
بہرِ روحِ حضرتِ خیرالانامؐ

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً
عَلٰی نَبِیِّکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمْ

مُناجات بہ درگاہِ قاضی الحاجات

یا الٰہی! حشر میں خیرالوریٰ کا ساتھ ہو
رحمتِ عالم جنابِ مصطفےٰؐ کا ساتھ ہو

یا الٰہی ہے یہی دن رات میری التجا
روزِ محشر شافعِ روزِ جزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب قریبِ نیزہ آوئے آفتاب
اُس سزا وارِ خطابِ والضحیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی! حشر میں نیچے لوائے حمد کے
سید السادات فخرِ انبیاء کا ساتھ ہو

یا الٰہی! پل کے اوپر بھی بہ ہنگام گزر
دست گیرِ بے کساں اُس پیشوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی! جب عمل میزان میں تلنے لگیں
سید الثقلین ختمِ الانبیاء کا ساتھ ہو

یا الٰہی! جب قیامت میں صفیں بدھنے لگیں
اہل بیتِ مجتبیٰ ، آلِ عبا کا ساتھ ہو

یا الٰہی! شغل نعت مصطفائی میں رہوں
جسم و جاں میں جب تلک میرے وفا کا ساتھ ہو

بعد مرنے کے یہی کافی کی ہے یا رب! دعا
دفترِ اشعارِ نعتِ مصطفاؐ کا ساتھ ہو

شهادت نامه آلِ نبی

شہادت نامہ آلِ نبی صلعم

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

پس از حمد خدا و نعت مختار — صریرِ خامہ ہے آوِ شرر بار
شہادت نامہ ہے آلِ نبی کا — مصیبت نامہ ہے آلِ نبی کا
اگر ہے اشتیاقِ باغِ رضواں — کرو مانندِ بلبل آہ و افغاں
جو ہو درکار جامِ آبِ کوثر — کرو مانندِ کوثر دیدۂ تر
اگر چاہو بچو نارِ سقر سے — تو کھینچو نالۂ سوزاں جگر سے
ہوا ٹکڑے تمہارا شہزادہ — ہوئے اس پر ستم حد سے زیادہ
برس بھر ہنس چکے ہو آج رو لو — گناہوں سے سیاہ چہرے ہیں دھو لو
نہیں رونا یہ بے شک ہے عبادت — شفیع المذنبیں کی ہے یہ سنت
ہوا مزبوح ، جس دم ابنِ حیدر — نشانِ فاطمہ ، جانِ پیمبرؐ
جو اُمِ سلمہ اُم المومنیں ہے — بلا شک کعبۂ اربابِ دیں ہے
کسی دن خواب میں اُس نے یہ دیکھا — کہ ہے روئے نبی پر رنج پیدا
چلے آتے ہیں محزوں خاک بہ سر — غبار آلودہ ہے ریشِ مطہر
ہوئیں حیراں نظر آیا جو یہ حال — لگیں کرنے وہ استفسار احوال
کہا حضرت نے یہ اُس با وفا سے — چلا آتا ہوں میں اب کربلا سے
مرے آگے ہوا مجروح شبیر — مرے آگے ہوا مذبوح شبیر
کرو انصاف اپنے دل میں صاحب — اطاعت ہے نبی کی تم پہ واجب
پڑے خیرالبشر کے خاک سر پر — نہ امت گردِ غم سے ہو مکدر
مری گفتار پر گر شک ہو جی میں — تو دیکھو تم صحیحِ ترمذی میں
نہ خوش ہو غافلو! ماتم سرا میں — رہو سبطِ پیمبر کی عزا میں
فلک روتے ہیں اُس کے غم میں خوں ناب — ملک حیراں پڑے پھرتے ہیں بے تاب
ہوا سبطِ پیمبرؐ آج مذبوح — لہو میں آج ڈوبی کشتیِ نوح
ہوئے ہیں قتل گویا مصطفےٰؐ آج — ہوئے ہیں ذبح گویا مرتضےٰ آج

ہوا برزے بسر خیرالنسا کا
ہوا ٹکڑے جگر خیرالنسا کا

کرے شبیر جس دم کربلا میں
تزلزل پڑگیا عرشِ خدا میں

وہ راکب تھا نبیؐ تھا اُس کا مرکوب
وہ یوسف تھا نبیؐ تھا اُس کا یعقوب

کوئی ممکن نہیں اُس کے برابر
ولیکن ہے حَسن اُس کا برادر

رکھے گا حُب جو شبیر و شبر سے
محبت ہے اسے خیرالبشر سے

جسے اُن دونوں سے کچھ ہے عداوت
ہے گویا منکرِ وحیِ رسالت

دلوں میں جن کے حب فاطمہ ہے
بخیر اُن مومنوں کا خاتمہ ہے

وہ بے شک پارۂ خیرالبشرؐ ہے
نبیؐ کی جان ہے ، دل ہے ، جگر ہے

اذیت جس نے دی خیرالنساء کو
اذیت اُس نے دی خیرالوریٰ کو

اذیت جس نے دی خیرالوریٰ کو
اذیت اس نے دی گویا خدا کو

ہوا ہر عاقل و جاہل پہ ظاہر
خدا کو جس نے ایزادی ، وہ کافر

علی بے شک امامِ اولیں ہے
صراطِ مستقیم اور اہلِ دیں ہے

اطاعت اس کی واجب خلق پر ہے
محمد کی طرح خیرالبشر ہے

وہ بے شک قاسم ناز جناں ہے
خدا کے بیشہ میں شیر ژیاں ہے

نہیں ایسا ہوا ہے کوئی زاہد
نہیں ایسا ہوا ہے کوئی عابد

کرے گا جب خدا برپا قیامت
تلے گی جن و انساں کی عبادت

گراں ہووے گی سب سے ضرب حیدر
لگائی تھی جو ابن عبدہٗ پر

محمد مہدی جو اُس کا پسر ہے
امامِ آخرِ اثنا عشر ہے

کرے گا اُس کی روح اللہ بیعت
زہے عزہ و شکوہ و شان و شوکت

بیان کب تک کروں چاروں کے اوصاف
کہ اوصاف ان کے ہیں قرآن میں صاف

نہیں وہ آیتیں محتاجِ تاویل
اُنہیں کی شان میں لایا ہے جبریل

حدیثوں کی کتابیں جو ہیں مشہور
مناقب سے ہیں ان چاروں کی معمور

الٰہی! دے مجھے اُن کی محبت
بحقِ شافعِ روزِ قیامت

رہے ان کی محبت تابہ محشر
بحقِ حضرتِ صدیقِ اکبر

کروں میں زندگی بھر اُن کا ماتم
بحقِ حضرتِ فاروق اعظم

رہوں اس غم میں میں نالاں و گریاں
بحقِ جامعِ آیاتِ قرآں

رہوں اُن کی محبت میں میں صادق
بحقِ حرمتِ قرآنِ ناطق

اٹھے دنیا سے جب خیرالبشرؐ ہائے!
ہوئے یکساں سیہ شام و سحر ہائے!

گریبانِ صبوری ہوگئے چاک
اڑانے لگے سب اہلِ دیں خاک

سیہ خانہ ہوا ایوان گردوں
دلِ عالم ہوا مثلِ شفق خوں

ہوا ماہِ عرب نظروں سے پنہاں
سیہ دن ہوگیا شب سے دو چنداں

ہر اک سُو ہو رہا تھا وا دریغا
سمک سے تا سما تھا وا دریغا

کرو انصاف کیا ہووے کی حالت
اٹھے ہوں گے جہاں سے جب کہ حضرتؐ

ہوئی مدت ولے ہے آج تک غم
جو مومن ہیں انہیں ہر دم ہے ماتم

بیانِ غم میں اب قاصر زباں ہے
کہ درپیش اور یعنی داستاں ہے

ہوئی دنیا سے جب حضرتؐ کی رحلت
جناب فاطمہ کی تھی یہ حالت

کسی کروٹ نہ تھا آرام حاصل
تڑپنا تھا بسانِ مرغِ بسمل

رہی وہ زیست بھر نالاں و گریاں
ہوا تھا سوزِ غم سے سینہ بریاں

نہ کاٹا ایک دم اُس نے خوشی سے
رہی بے زار ہر دم زندگی سے

ملائک آتے تھے بہرِ تسلی
ولے ہوتی نہ تھی ہرگز تشفی

عیاں نالوں میں تھا شورِ قیامت
مدینہ والے کرتے تھے شکایت

گئی دنیا سے محزوں بعد شش ماہ
پدر کے سامنے با نالہ و آہ

نشانی بھی گئی جب مصطفیٰؐ کی
گئی طاقت علیِ مرتضیٰؑ کی

غمِ ختمِ رسل میں تھا جگر داغ
دیا اِس حادثے نے داغ پر داغ

ہوا شیرِ خدا جینے سے بے زار
کہ تھا وہ ایک گل اور سینکڑوں خار

جو مونس تھے گئے وہ سب جناں کو
اکیلا کرگئے شاہِ زماں کو

نہ یاور تھا کوئی اُس کا نہ غمخوار
جہاں خوں خوار تھا اور ایک وہ زار

کہا تھا مصطفیٰؐ نے مرتضیٰؑ سے
کہ میرے بعد تجھ پر ظلم ہوں گے

کریں ہر چند تجھ پر اشقیا جبر ولیکن کیجیو تم یا علی صبر
رہا وہ مخبرِ صادق کا محکوم رہا ہر ظلم میں صابر وہ مظلوم
نہ باز آئے ستم سے لیکن اعدا نمازِ صبح کے سجدے میں مارا
علی مثلِ سر خیرالورٰی تھا علی کے سر کو کیا کہیے کہ کیا تھا
رکھا جس نے قدم دوشِ نبیؐ پر چلی ظالم کی تلوار اُس ولی پر
ہوئے سینے خُنک اعدائے دیں کے ہوئے قربان وہ روئے زمیں کے
علی کی مدح سے مملو ہے قرآں علی تھا مثلِ قرآں آپ فرقاں
علی کا نام ہے قرآنِ ناطق علی تھا دفترِ اخبارِ صادق
علی تھا عالمِ علمِ لَدُنّی علی تھا کاشفِ سرِسلونی
نبیؐ موسیٰ علیؓ تھا اُس کا ہاروں ہوا منکر جو اِس سے ہے وہ قاروں
محمدؐ شہرِ علمِ کبریا تھا تو اُس کا دَر علیِؓ بے ریا تھا
علی تھا بابِ خطہ بے شک و ریب گواہ اِس قول کا ہے عالم الغیب
خدا کے آگے جو قدرِ نبیؐ تھی نبی کے آگے وہ قدرِ علی تھی
کیا تھا گو خدا نے اُس کو حاکم وہ مخدومِ جہاں تھا سب کا خادم
سلیمانِ زماں گو وہ ولی تھا ولے چیونٹی کو بھی پہونچی نہ ایذا
رعیّت کے کیا کرتا تھا سب کام غریبوں کو بہت تھا اس سے آرام
ہوا اپنی امامت پر نہ مغرور رہا خدمت میں حاضر مثلِ مزدور
رہے دنیا میں جس دن تک پیمبرؐ یہی تاکید تھی اصحابِ دیں پر
کہ میری آل سے رکھنا محبت نبوت مجھ کو ہے اِن کو امامت
ہوئے جب بے پدر شبیر و شبر ستم کرنے لگے اُن پر ستم گو
جہاں مصروف تھا اُن کی جفا پر چھری تھی تیز آلِ مصطفٰےؐ پر
دغا سے زہر پلوایا حسن کو زمرد گوں کیا لعلِ یمن کو

ہوا ماتم کدہ سارا مدینہ
ہوا آتش کدہ ہر ایک سینہ

حسَن کا ہوگیا جس دم جگر چاک
ہوا غم سے دلِ خیرالبشر چاک

ہوئے مغموم سب سکانِ جنت
ہوا ماتم سرا بستانِ جنت

بہا آنکھوں سے مثل نہر خوناب
تپاں تھے موج کی مانند بے تاب

ملے ہر اہلِ جنت کو گلِ داغ
ہوا ہر ایک سینہ غیرتِ باغ

ہوئے علما کے دل صد چاک چوں گل
پریشاں ہوئے خنداں مثلِ سنبل

ہوئے سب انبیاء مل کر اعزدار
ہوئے سب اوصیا غم سے دل افگار

ہوئی آراستہ جب محفلِ غم
دلِ زہرا تھا جائے شمع ماتم

لگے کرنے ملائک آہ و افغاں
ہوا روح الامیں جب مرثیہ خواں

تنِ تنہا رہے اعدا میں شبیر
شہادت میں رہے دنیا میں شبیر

ہجومِ درد تھا اور جان غمناک
وفورِ اشک تھا اور چشم نمناک

کبھی با نالہ جان کاہ جا کر
یہ کہتا تھا مزارِ مصطفیٰ پر

بس اب فرقت کی طاقت ہوئی طاق
ہوئی جورِ شقی سے زندگی شاق

خدا اب مجھ کو دنیا سے اٹھالے
بلا ! اے خلق کے بخشانے والے!

عدو کب تک کریں گے ظلم رانی
وبالِ جاں ہوئی ہے زندگانی

کبھی وہ طالبِ دیدارِ مادر
بہ حسرت روضۂ مادر پہ جاکر

یہ کہتا تھا تو اے مادر! کہاں ہے ؟
ترا شبیر تجھ بن خستہ جاں ہے

رہی تھی چھ مہینے تجھ پہ آفت
ہوئے برسوں کہ مجھ پر ہے مصیبت

ستاتی ہے جہاں کی بے وفائی
جلاتا ہے جگر داغِ جدائی

یونہی دن رات تھا شبیر مغموم
اٹھاتا تھا ستم اعدا کے معصوم

" ذکرِ حکومتِ ابو سفیان "

رواں تھا ابنِ بو سفیاں کا فرماں
فزوں حد سے تھا اس کا ساز و ساماں

عرب سے تا عجم زیرِ نگیں تھا
غرض دو خسرو روئے زمیں تھا

ہوا تھا کثرتِ سن سے بہت پیر
یہی ٹھہرائی اُس دانا نے تدبیر

کہ اک دن دہر سے کرنی ہے رحلت
کسی صورت رہے گھر میں ریاست

جہاں ہے آج اپنا تابعِ حکم
کوئی ہرگز نہیں ہے مانعِ حکم

مدد کو پاس ہیں افواجِ جرار
اطاعت کا زمانے کو ہے اقرار

نہ جاوے گھر سے یہ دنیائے جیفہ
پسر کو جیتے جی کیجے خلیفہ

کسے ہے طاقتِ انکارِ بیعت
کرے گا اک جہاں اقرارِ بیعت

جو تھے اس کے رفیقانِ سیہ رو
پسند آئی یہی تدبیر ان کو

کیئے اک روز جمع سارے شامی
کہا اُن سے مری ہے اب تمامی

بھروسہ کچھ نہیں ہے زندگی کا
لگا ہے دغدغہ آلِ نبیؐ کا

خلافت بعد میرے پائیں گے وہ
بہت ایذا تمہیں پہنچائیں گے وہ

عوض لیں گے وہ تم سے مرتضیٰ کا
جتا دیں گے وہ رشتہ مصطفیٰ کا

کرو تدبیر اے مردانِ دیندار!
خلیفہ ہو یزیدِ نیک کردار

نہایت یہ جواں ہے نیک اخلاق
کرے گا تم پہ یہ الطاف و اشفاق

یہ ہوگا اِس قدر احباب پرور
کہ تم مجھ کو بھلا دو گے مقرر

کسی کو ہوتی گر اس پسر فضیلت
مقرر اُس کو میں دیتا خلافت

ولے ایسا نہیں کوئی جہاں میں
تکلف کچھ نہیں میرے بیاں میں

خوش آئی شامیوں کو اس کی تقریر
کسی نے بھی نہ کی بیعت میں تاخیر

خلافت دی یزیدِ روسیہ کو
امامت دی پلیدِ روسیہ کو

تمام اپنی قلمرو میں خبر کی
کہ سب بیعت کریں میرے پسر کی

تمام آفاق نے کی اُس کی بیعت
دلوں سے کی قبول اُس کی اطاعت

حسین ابنِ علی نے پر نہ مانا
ہوا وہ ایک سُو اک سُو زمانا

چڑھا فوجِ گراں سے حاکمِ شام
مدینے میں ہوا داخل وہ ناکام

حسین ابن علی کو کی نصیحت
کہ تم میرے پسر کی کرلو بیعت

رکھے گا پاس تم کو وہ بہ اعزاز
کرے گا تم کو منصب سے سر افراز

نہ مانو گے اگر تم ہوگے برباد
علی کا ماجرا ہے تم کو سب یاد

کہا ہرچند اس نے سخت اور سست
رہا ابن علی انکار پر چست

کہا اس نے نہ مانا پر نہ مانا
ہوا منظور اپنا سر کٹانا

جہاں سے ابن بو سفیاں جو اٹھا
مکان اس کا جو تھا اس میں وہ پہنچا

علی سے کی بہتر بار گو جنگ
نبیؐ کا تھا وہ آخر یار یک رنگ

سب اصحاب نبی ہیں مثل انجم
پھرا جو ان سے راہ راست کی گم

یہ ہے لازم کہ اس جا رہیے ساکت
قدم راہ ادب میں رکھئے ثابت

ذکر ولید بن عتبہ حاکم مدینہ منور

ولید عتبہ تھا یثرب میں والی
پہ سینہ اس کا تھا ایماں سے خالی

مرا جب ابن بو سفیاں تو ناما
یزیدِ روسیہ نے اُس کو بھیجا

یہ اس نامے میں تھا مضمون مرقوم
کہ ہووئے حاکمِ یثرب کو معلوم

زمانہ کرچکا ہے میری بیعت
ولیکن چار شخصوں کو ہے نفرت

اُنہیں میں ہے حسین ابنِ حیدر
کرو بیعت طلب اُن کو بلا کر

مری بیعت سے گر ان کو ابا ہے
کرو تفتیش ارادہ اُس کا کیا ہے؟

اگر کر لیں مری بیعت تو بہتر
وگرنہ بھیجو اُن کا کاٹ کر سر

ولید عتبہ نے اک شخص بھیجا
کہ جا سبطِ پیمبر کو بلا لا

عبادت کرتے تھے مسجد میں شبیر
کہا اُس شخص نے جاکر بہ توقیر

چلو یا سیدِ ابرارِ عالم
بلایا ہے تمہیں حاکم نے اِس دم

ضرور اِس وقت ہے حضرت سے کچھ کار
نہایت منتظر ہے سارا دربار

کہا حضرت نے چل ہوتا ہوں حاضر
بلایا جس لیے ہے میں ہوں ماہر

گئے دولت سرا میں ابنِ حیدر
عصا لے کر نبیؐ کا نکلے باہر

ہوئے ہمرہ جو حاضر تھے موالی
گیا عالم کا والی پیشِ والی

بٹھایا اُن کو حاکم نے بہ توقیر
پڑھا مضمونِ نامہ پیشِ شبیر

کہا شبیر نے کل آئیں گے ہم
تمام اشراف ہوں گے جمع باہم

کریں گے اُن کے آگے گفتگو ہم
کریں گے حق کو ظاہر مو بمو ہم

عیاں ہوجائے گا حق اور باطل
بہ ہوش آجائیں کے جتنے ہیں غافل

ہوئی یہ گفتگو حاکم کو مقبول
کہ شہ سے ہے یہی تقریر معقول

یہاں تشریف کل لے آئیے گا
جو فرمانا ہے وہ فرمائیے گا

سنی مرواں نے جو حاکم کی گفتار
لگا کہنے غضب سے وہ سیہ کار

گیا گر آج یاں سے ابنِ حیدر
نہ پھر ہاتھ آئے گا یہ زندگی بھر

یہ لازم ہے ابھی زنداں میں کر قید
نہ ان کے عہد پر جانا یہ ہیں کید

کریں گے قید میں بیعت مقرر
وگرنہ کاٹ لیں گے ان کا ہم سر

پدر کی طرح یہ بھی ہے دغا باز
عبث تو کر رہا ہے ان کا اعزاز

سنی جب ابنِ حیدر نے یہ گفتار
ہوئے ظاہر غضب کے رخ پہ آثار

کہا مرواں سے اے ملعون بے پیر
خدا سے ڈر یہ کیا کرتا ہے تقریر

جگر ہوں میں محمدؐ مصطفیٰ کا
پسر ہوں میں علیؑ مرتضیٰ کا

ہوا ہوں خلق میں بہرِ امامت
جہاں پر فرض ہے میری اطاعت

میں سید ہوں جوانانِ جناں کا
میں حاکم ہوں زمین و آسماں کا

میں عزت میں ہوں قرآں کے برابر
نہیں کوئی جہاں میں مجھ سے بہتر

اگر ہو مجھ سے لڑنے کی تمھیں تاب
بہا دوں گا ابھی میں خوں کے سیلاب

اٹھاوے گا تو کیوں کر ہم پہ شمشیر؟
کہ تو ہے مثلِ روباہ اور ہم شیر

تری سب گفتگو ہے ہم سے بے جا
ہے ہم کو ننگ تم سے بات کرنا

جو ملعوں میرے ہووئے گا مقابل
جہنم میں کروں گا اُس کو واصل

پدر بھی تھا مرا معصوم میں بھی
پدر بھی تھا مرا مظلوم میں بھی

کیا حق نے مبرّا ہر خطا سے
خطا ہوتی نہیں ہم اوصیا سے

کہا معصوم کو تونے دغا باز
سزا تجھ کو ملے اے بندۂ آز

ندامت سے ہوا مرواں خاموش
سنی جس نے یہ تقریر اڑ گئے ہوش

غرض حضرت گئے دولت سرا میں
ہوئے مشغول یاد کبریا میں

ولید عتبہ نے جو سب یہ گزرا
یزید روسیہ کو لکھ کے بھیجا

ہوا بس دیکھتے ہی وہ غضب ناک
مثالِ مے بہ جوش آیا وہ ناپاک

ولید عتبہ کو یہ حکم لکھا
کہ اوروں سے نہیں کچھ بغض اتنا

ولے سبطِ نبیؐ کا کاٹ کر سر
شتاب اب میری جانب کو رواں کر

یہی ہے مجھ کو والد سے نصیحت
دمِ آخر یہی کی تھی وصیت

بنی ہاشم سے تو رہیو نہ غافل
کہ یہ آلِ امیّہ کے ہیں قاتل

بنے جس طرح ان کو قتل کیجو
تڑپنے کی انہیں فرصت نہ دیجو

کرو انصاف اے یارانِ دنیدار
سنی تم نے یہ اُس ظالم کی گفتار

جو ہووے فاطمہ زہرا کا دلبر
پیمبر کا کلیجہ ، جانِ حیدر

سیہ رو ہوویں اُس کے دشمنِ جاں
کریں سر کاٹنے کا اُس کے ساماں

اگر ہوتے پیمبر یا کہ حیدر
ستم کرسکتے کب اس پر ستمگر؟

تھی الفت اس قدر خیرالبشرؐ کو
کیا اس پر فدا اپنے پسر کو

اگر اس وقت میں ہوتے پیمبرؐ
کٹاتے اس کے بدلے اپنا وہ سر

ولید عتبہ نے پوشیدہ نامہ
حسین ابنِ علی کے پاس بھیجا

جو وہ نامہ پڑھا سبطِ نبی نے
کیا مایوس امیدِ زندگی نے

گئے گریاں مزارِ مصطفے پسر
کہا رو رو کے اے نانا دعا کر

ہوئی ہے دشمنِ جاں ساری امت
نہیں یاد اِن کو کچھ تیری وصیت

مری ایذا کے اوپر مستعد ہیں
مرا سر کاٹنے پر سب بجد ہیں

یہ کہتے تھے کہ طاری ہوگیا خواب
لگا یہ دیکھنے رویا میں بے تاب

کہ روضے میں ہوئے داخل پیمبرؐ
ملائک کا لیے ہمراہ لشکر

لگایا سینے سے شبیر کا سر
کئی بار اس کے چومے دیدۂ تر

یہ رو رو کر لگے فرمانے حضرتؐ
مجھے معلوم ہے سب تیری حالت

بہت تجھ پر ستم ہوتے رہے ہیں
نہایت مجھ کو غم ہوتے رہے ہیں

جہاں میں پہنچی ہے گر تجھ کو ایذا
خدا رتبہ کرے گا تیرا اعلیٰ

تمام اب ہوتی ہے تیری مصیبت
قریب آئے ہیں ایامِ شہادت

لڑے گا تو ہزاروں اشقیا میں
کریں گے قتل تجھ کو کربلا میں

کریں گے ظلم سے مجروح تجھ کو
کریں گے تشنہ لب مذبوح تجھ کو

تو ہوگا پیاس کی شدت سے بےتاب
مگر دیں گے نہ وہ اک قطرۂ آب

کٹیں گے سب ترے خویش و برادر
نہ چھوڑیں گے جہاں میں نامِ حیدر

حرم کے رہنے والے صید ہوں گے
زن و فرزند تیرے قید ہوں گے

کہا اِس سے بھی میں اے وائے قسمت
نہیں ایذا سے رہنے کی ہے طاقت

رہوں گا جاکے گر بیت الحرم میں
مروں گا آپ کی دوری کے غم میں

ولے ہاں جورِ اعدا سے بچوں گا
ستم گاروں کی ایذا سے بچوں گا

نہیں ہے حکم خوں ریزی کا اِس جا
نہ مجھ کو کرسکیں گے قتل اعدا

حرم ، جائے پناہِ بے کساں ہے
خدا کے حکم سے جائے اماں ہے

اسی تقریر میں بس آگیا خواب
ہوا دیدار سے جو خوش وہ بے تاب

پیمبر نے کہا اے میرے فرزند!
مرے دل میری جاں میرے جگر بند

نہیں باقی اب ایامِ جدائی
شہادت تیری بس نزدیک آئی

پھنسا دیں گے تجھے اعدا بلا میں
کریں گے ذبح پیاسا کربلا میں

تیرے حلقوم پر پھیریں گے خنجر
رکھیں گے نوکِ نیزے پر ترا سر

تمام اہل حرم ہوئیں گے محبوس
ستم سے سر برہنہ ہوں گے ناموس

بچے گا مردوں میں سجاد بیمار
کریں گے اہلِ شام اس کو گرفتار

ہوا رخصت غرض شبیر مظلوم
ہوئی اپنی شہادت اس کو معلوم

شب جمعہ تھی اور شعبان کی چوتھی
کہ رہ اس پیشوا نے لی حرم کی

ہوا کعبے میں داخل وہ سر افراز
تمام اشراف پیش آئے بہ اعزاز

ہوئے اہلِ حرم خوش بے نہایت
ہوئی گویا پیمبر کی زیارت

ہوئے حاضر تمام احباب اخیار
لگا ابنِ علی کا رہنے دربار

امیرِ کعبہ تھا تب سعد منحوس
ہوا اپنی حکومت سے وہ مایوس

ڈرا وہ صولتِ سبطِ نبی سے
توسل اس کو تھا یعنی شقی سے

ہوا اجماع عالم سے ہراساں
مدینے کو گیا کعبے سے پنہاں

جو عالم سبطِ پیغمبر کا دیکھا
یزید روسیہ کو سب وہ لکھا

خبر یہ اہلِ کوفہ کو جو پہنچی
یہی تدبیر نزدیک ان کے ٹھہری

کہ ہم سب دوست دارانِ علی ہیں
بجاں خدمت گزارانِ علی ہیں

پسر اس کا ہے اب بے یار و یاور
گرفتارِ مصیبت ہے سراسر

ہوا ہے بے وطن جورِ شقی سے
ہوا ہے تنگ اپنی زندگی سے

نہیں ممکن کسی طور اس کو آرام
ستاتا ہے نہایت حاکمِ شام

ہوا ہے خلق جو بہرِ امامت
طلب کرتا ہے ظالم اس سے بیعت

ہوا ہے ظالم اُس کا دشمنِ جاں
ہوا ہے تنگ اسے صحرائے امکاں

نبی کو پہنچی کعبے میں اذیت
نظر آیا نہ چارہ غیر ہجرت

مدینہ میں ملے اس کو مددگار
ہوئے خدمت میں حاضر سارے انصار

کیا زیر و زبر اعدائے دیں کو
تصرف میں کیا روئے زمیں کو

کیا مال و منال اعدا کا غارت
لگے اصحاب رہنے با فراغت

اگر ختم النبیں ، تھا پیمبر
امام الطالمیں ہے ابنِ حیدر

عیاں ہیں خلق پر ان کے مناقب
اطاعت ان کی بھی ہے ہم پر واجب

محب ان کا محب مرتضٰی ہے
عدو ان کا عدوئے مصطفٰی ہے

بہت پہنچی جو اعدا سے اذیت
مدینے سے اب اس نے کی ہے ہجرت

مدد اب ان کی ہم سب پر ہے لازم
کریں مثلِ پیمبر ان کو حاکم

دل و جاں سے کریں اس کی اطاعت
لڑیں جس سے کریں اس کی رفاقت

جہاں آباد عدل و داد سے ہو
ستم رو عالمِ ایجاد سے ہو

نمایاں ہو پیمبر کی عداوت
عیاں ہو شیر یزداں کی شجاعت

رواں ہو غرب سے تا شرق فرماں
رہے باقی نہ نام ظلم و طغیاں

غرض جتنے کہ کوفے میں تھے غم خوار
کیا اک اک نے آپس میں یہ اقرار

کہ پھر جاویں اگر اس عہد سے ہم
تو ہوں کافر سزا وارِ جہنم

کیا انکار گویا مصطفیٰؐ کا
نہ مانا حکم گویا مرتضیٰؑ کا

لکھا آپس میں سب نے عہد نامہ
کیا شبیر کی جانب روانہ

کیا ظاہر نہایت شوقِ دیدار
دل و جاں سے کیا بیعت کا اقرار

لکھا عرضی میں یا سبطِ پیمبرؐ !
اذیت میں ہیں ہم یارانِ حیدر

پھنسے ہیں حاکمِ ظالم کے بس میں
رہیں گے کب تک اس حاکم کے بس میں؟

ہوا جس ملک کا حاکم شرابی
رعیت پر نہ کیوں آوے خرابی؟

نہایت فاسق و فاجر ہے حاکم
بہ شدت غاصب و غادر ہے حاکم

ہوئے ہیں تنگ ہم جور و ستم سے
گھلا کرتے ہیں ہم دن رات غم سے

نکالی ہے خلاف اس نے شریعت
پیمبر کی نہیں کرتا اطاعت

نبی کی آل پر کرتا ہے یہ طعن
ترے افعال پر کرتا ہے یہ طعن

ستاتا ہے محبانِ علی کو
نہایت ہم سے ہے بغض اِس شقی کو

اگر تشریف یاں لے آئیے گا
بجا لاویں گے جو فرمائیے گا

کریں گے مال و زر تم پر تصدق
کہاں کا مال و زر؟ ہے سر تصدق

کریں گے شہر سے حاکم کو باہر
بہم پہنچائیں گے جرار لشکر

ترے اعدا سے ہوں گے عازمِ جنگ
کریں گے آلِ بوسفیاں کو ہم تنگ

جسے اس امر میں انکار ہوگا
زمانے میں ذلیل و خوار ہوگا

بزورِ تیغ اُسے قائل کریں گے
نہ مانے گا تو پھر گھائل کریں گے

اِدھر کو جلد ارادہ کیجیے آپ
خلاصی بندِ غم سے دیجیے آپ

وگرنہ ہم ضلالت میں ہیں معذور
بجا لائے ہیں کوشش تا بمقدور

نہ لاویں گے اگر تشریف حضرت
تو بس ہم کرچکے اتمام حجت

نہ ہم ماخوذ ہوں گے روزِ محشر
کریں گے کو معاصی زندگی بھر

غرض لکھے یونہیں نامے بہ تکرار
کیے اپنے عقیدے خوب اظہار

ہوئے حاضر جو نامے پیشِ شبیر
جواب اِس کا کیا ہرگز نہ تحریر

بہت دن نامہ پر کعبے میں ٹھہرے
نہ کچھ اُن سے کہا ابنِ علی نے

ہوئے مایوس وہ کوفے کو رخصت　　بیاں جاجا کے کی جو گزری حالت
بہت سے لائے سرداروں کے مکتوب　　سو حاصل نہ لیکن ان کا مطلوب
کیا شبیر نے جس درجہ انکار　　ہوا ان کوفیوں کو اور اصرار
تقاضے سے ہوئے ناچار شبیر　　نظر آئی یہی حضرت کو تدبیر
بہ ایں مضموں کیا فرمان مرقوم　　ہوئی حالت مجھے سب ان کی معلوم
بہت تم میرے مشتاق لقا ہو　　محبِ مصطفیٰ اور مرتضیٰ ہو
زبس دل میں تمہارے دردِ دیں ہے　　نہایت پاس خیرالمرسلیں ہے
ہوئی ثابت مری تم پر امامت　　نبیؐ کی تم کو یاد آئی وصیت
اگر تم قول پر اپنے ہو صادق　　جزائے خیر دے گا تم کو خالق
ملے گا رتبہ اصحابِ نبیؐ کا　　نہایت شاد ہوگا دل علی کا
تمہاری گفتگو میں گر دغا ہے　　تو بے شک منتقم ذاتِ خدا ہے
نہیں اب مجھ کو عذر آگے خدا کے　　بڑے صدمے اٹھائے کربلا کے
مرا مسلم ہے عم زادہ برادر　　سمجھتا ہوں اسے جی کے برابر
چلا ہے یاں سے اب کوفے کی جانب　　سمجھنا بے تکلف میرا نائب
کرے گا سب حقیقت واں کی معلوم　　عیاں ہوجائیں گے احوال مکتوم
جو اس کی عقل میں ٹھہرے گی تدبیر　　مری خاطر کرے گا اس کو تحریر
کروں گا اس کے لکھنے کو یقیں میں　　بلاوے گا تو آؤں گا وہیں میں
معظم ہے زبس میرا برادر　　سمجھنا تم اسے میرے برابر
نہ ہوئے رنج کچھ غربت میں اس کو　　پھنسا دینا نہ تم آفت میں اس کو
کریں طاغی اگر طغیاں اس پر　　فدا کرنا تم اپنی جان اس پر
غرض مسلم ہوئے کوفے میں داخل　　حزیں تھا فرقتِ شبیر میں دل
تھی ہر حالت میں اس کو یادِ شبیر　　بہت یاد آتی تھی اولادِ شبیر
پسر ہر چند دو اس کے تھے ہمراہ　　فراقِ اکبر و اصغر تھا جانکاہ
ہوئے سب اہلِ کوفہ آکے حاضر　　نہایت کی محبت اپنی ظاہر

لگے سب کرنے مسلم کی ضیافت
ہزاروں نے بدل کی آکے بیعت

بجا لائے جو حقِ بندگی تھا
ہر اک واں شائقِ ابن علی تھا

یہی کہتے تھے سب مسلم سے ہر دم
شہِ مظلوم کے مشتاق ہیں ہم

کرو تحریر جلد اب ان کو مکتوب
ادھر تا اُس کے آنے کا ہو مطلوب

ہمیں اُن کی غلامی کا ہے دعویٰ
فدا ہوں اُن کے اُوپر ہے تمنا

وہ بے شک دو جہاں کا پیشوا ہے
بجائے مصطفیٰ و مرتضیٰ ہے

لکھا شبیر کو مسلم نے مکتوب
کہ آثار آتے ہیں مجکو نظر خوب

ہوئے تابع ہزاروں مردِ میدان
فدا کرتے ہیں تیرے نام پر جان

سمجھتے ہیں اطاعت تیری واجب
بہت رغبت ہے ان کو تیری جانب

اگر منظور میری مشورت ہے
ادھر تشریف لانا مصلحت ہے

یہی مجھ کو نظر آتی ہے تدبیر
نہیں معلوم آگے حالِ تقدیر

بظاہر ہیں سب اہلِ کوفہ محکوم
خدا کو حال باطن کا ہے معلوم

خبر پہنچی یزیدِ روسیہ کو
سوئے کوفہ کیا رخصت سپہ کو

کریں تا مسلمِ مظلوم کو قتل
اور اُس بے کس کے دو معصوم کو قتل

عبید اللہ تھا بصرے کا حاکم
وہ ملعون تھا نہایت سخت ظالم

یزید روسیہ نے اس کو لکھا
کہ جلد اپنے تئیں کوفے کو پہنچا

تعین بصرے میں کر اپنا نائب
روانہ آپ ہو مسلم کی جانب

کر اس کے قتل میں شائستہ تدبیر
نہ ہو کچھ پہنچنے میں واں کے تاخیر

ہیں اُس کے دو پسر جو غیرتِ گل
انہیں بھی قتل کرنا بے تامل

جو کوفہ میں کرے اُس کی رفاقت
کر اُس کو غرق دریائے شہادت

گیا بصرے میں جو سلمانِ دیگر
کہ وہ بیچارہ تھا مولائے شبیر

دیا تھا خط اُسے ابنِ علی نے
کہ جا کر مردمِ بصرہ کو دیوے

کیا اُس بندۂ شبیر کو قتل
کیا اُس مردِ بے تقصیر کو قتل

کی اہلِ بصرہ پر ظالم نے تہدید
ڈرے اُس بے حیا سے سب صنادید

گیا کوفے میں بعد اُس کے وہ ظالم
ہوا آمادہ بہرِ قتلِ مسلم

چڑھا وہ زشت رو بالائے منبر
گئے مسجد میں اہلِ کوفہ یکسر

بہت ظالم نے اُن سب کو ڈرایا
پڑھا نامہ یزیدِ روسیہ کا

ہوئے اشراف کوفے کے ہراساں
کہ جی دینا نہیں ہونا ہے آساں

بھلایا حبِ اولاد علیؓ کو
غنیمت سمجھے اپنی زندگی کو

ہدایت سے ہوئے برگشتہ کوفی
ضلالت میں ہوئے برگشتہ کوفی

رہا غربت میں مسلم بے مددگار
نظر آیا ہر اک غم خوار خوں خوار

چھپا وہ ہانیؓ عروہ کے گھر میں
تجسس تھا ولے ہر در گزر میں

چھپائے سے نہیں چھپتا کبھی ماہ
ہوا آخر عبید اللہ آگاہ

عبید اللہ نے ہانی کو مارا
کہ وہ صد سالہ جنت کو سدھارا

ہوا مسلم کا جو مومن طرفدار
نہ اعدا سے بچا وہ آخر کار

پیا مسلم نے بھی جامِ شہادت
دکھا دی اپنی اعدا کو شجاعت

بہت پہنچے لعین سوئے جہنم
صفیں کردیں ستم گاروں کی برہم

نہ غم تھا اُس ولی کو اپنے جی کا
تصور تھا حسین ابنِ علیؓ کا

یہی تھا تادمِ آخر زباں پر
نہ آوے اِس طرف کو ابنِ حیدرؓ

جو میری جان پر گزرا سو گزرا
نہ ایذا پائے لیکن جانِ زہرؓا

مجھے گر لاکھ جانیں ہوں میسر
فدا کردوں میں سبطِ مصطفیٰؐ پر

بیاں کی بعد ازاں خالق کی قدرت
کیا اظہارِ اقرارِ نبوت

کہا جس دم امام ابنِ علیؓ کو
بہ شدت آئی رقت اُس ولی کو

لگا رو رو کے فرمانے وہ مظلوم
رہے شاداں وہ معصوم ابنِ معصوم

فدا اُن پر دل و جانِ حزیں ہو
تصدق نام پر یہ کشوریں ہو

خدایا مجھ کو ہے اُس سے تولا
اور اُس کے دشمنوں سے ہے تبرا

مجھے تو کیجئو ساتھ اُس کے محشور
رہے میری شفاعت اُس کو منظور

کٹایا میں نے اُس کے عشق میں سر
وصال اُس کا ہو جنت میں میسر

اسی گفتار میں جنت کو پہنچا — وہ پیاسا قلزم رحمت کو پہنچا
پسر مسلم کے واں تھے پیش قاضی — خدا و مصطفیٰ ہوں ان سے راضی
وہ قاضی تھا نہایت صاحب ایماں — رکھا تھا دونوں کو مثلِ دل و جاں
تجس تھا عبید اللہ کو ان کا — تھی ان کے قتل کی ان کو تمنا
ہوئی کوفے میں ہر جانب منادی — کہ اپنے گھر میں جس نے ان کو جا دی
خبر کردے اسی میں خیریت ہے — نہیں مرنے کی اس کو تہنیت ہے
کریں دربار میں دونوں کو حاضر — جو اسرار نہاں ہو کردیں ظاہر
حوالے کردے دونوں کو خوشی سے — وگرنہ ہاتھ دھووے زندگی سے
ہوئے وہ دونوں بچے قتل آخر — اور ان تینوں کے پہنچے شام کو سر
کرو انصاف ہیں وہ بھی مسلماں — جو ہوں آل نبیؐ کے دشمن جاں
کرے واجب خدا جن کی اطاعت — لعیں ان سے کریں ایسی عداوت
سنو حال اب شہید کربلا کا — دل زہرا و جان مصطفیٰ کا
مہیا اب کرو سامان گریہ — کہ ہے یہ ماجرا شایان گریہ
ہوا اس غم سے احمد کا جگر چاک — ہوئے سب انبیاء گریاں و غمناک
لب دریا ہوا شبیر پیاسا — بہاؤ چشم سے اشکوں کے دریا
کیا تھا نامہ جو مسلم نے مرقوم — ہوا شبیر کو حال اس سے معلوم
ہوئے پھر سفر تیار شبیر — موافق ہوگئی تدبیر تقدیر
ہوئے سب اہل بطحیٰ سن کے دلگیر — پسند آئی کسی کو یہ نہ تدبیر
گئے خورد و کلاں شبیر کے پاس — تھے ان میں اہل عترت ابن عباس
کہا حضرت سے اس صاحب خرد نے — نہ کوفہ کی طرف جاؤ حرم سے
نہ قابو پائیں گے اشرار اس جا — رہو گے چین سے اے شاہ والا
نہیں ہے کوفیوں کا عہد محکم — کہ ان کے حال سے آگاہ ہیں ہم
دغا ان سب نے کی شیر خدا سے — کیا غارت حسن کو بھی دغا سے
نہ باور کیجئے گا ان کے اقرار — بہت میں جانتا ہوں ان کے اطوار

رواں جب شام سے ہووے گا لشکر
کریں گے یہ دغا تم سے مقرر

کہا شبیر نے یا ابنِ عباس
کسی وقت آئیے گا کل مرے پاس

جواب اس امر کا دوں گا میں تم کو
جو ہونا ہے سنا دوں گا میں تم کو

ہوئے جب ابنِ عباس آکے حاضر
کیا سبطِ نبی نے ان پہ ظاہر

کہ اب جانا ہوا میرا مقرر
یہی ہے مرضیِ خلاقِ اکبر

جو دیکھی میں نے شب قرآں میں فال
نظر آیا سفر دنیا سے اس سال

جو مصحف میں دکھایا ہے خدا نے
خبر دی تھی یہی خیرالوریٰ نے

ہماری زندگانی ہوچکی اب
عدو کی ظلم رانی ہوچکی اب

گھسوں گا لشکرِ اہلِ جفا میں
کٹاؤں گا سر اپنا کربلا میں

ملوں گا جاکے اب خیرالوریٰ سے
کہوں گا شرحِ غم خیرالنساء سے

قدم بوسی کروں گا مرتضیٰ کی
سناؤں گا مصیبت کربلا کی

ملوں گا سیدِ مظلوم سے میں
ملوں گا محسنِ مغموم سے میں

سہوں کب تک تب و تابِ جدائی؟
نہیں ہے مجھ کو اب تابِ جدائی

لگے سن کر یہ کہنے ابنِ عباس
کہ ان باتوں سے دل پر چھاگئی یاس

یقیں مجھ کو ہوا حضرت کا جانا
ہوا ثابت تمہارا سر کٹانا

مقرر آج کل اعدا کا خنجر
چلے گا بوسہ گاہِ مصطفیٰ پر

نبی کا خانداں برباد ہوگا
علی کا خانماں برباد ہوگا

مری اک عرض ہے یا ابنِ حیدر
قبول اس کو کرو سن کر مقرر

اگر جاتے ہو تم کوفہ کی جانب
تو ہوں ہمراہ جتنے ہوں مصاحب

ولے اہلِ حرم کو چھوڑ جاؤ
نہ ان کو قیدِ ظالم میں پھنساؤ

ستم جاکر سہو سب کربلا میں
نہیں لیکن یہ مرضی خدا میں

لگے کہنے یہ سن کر ابنِ حیدر
کہا جو کچھ کہا تم نے یہ بہتر

ولے تدبیر کیا ہے پیشِ تقدیر
نہ لے جاوے انہیں کس طرح شبیر؟

انہیں لٹنا ہے جاکر کربلا میں
انہیں پھنسنا ہے زندانِ بلا میں

کریں گے بے روا اَشرار اِن کو
کہیں گے ناسزا غدار ان کو
کریں گے ننگے سر اونٹوں پہ اسوار
پھنسیں گے جاکے یہ زنداں میں ناچار

روانگی حضرت امام علیہ السلام بہ سوئے کربلا

میں ہوں اس امر میں مجبور یا عم
گزر جاوے گا سب مطلق نہیں غم
یہی حق میں ہمارے مصلحت ہے
اِسی میں کچھ ہماری خیریت ہے
لگے رونے یہ سن کر اہلِ بطحا
قیامت ہوگئی شیون سے برپا
ہوئے کعبے سے رخصت وہ شہنشاہ
چلے سب اہلِ بیت پاک ہمراہ
مصمم ہوگیا عزمِ شہادت
کیا اعلان دعوئِ امامت
نہ رکھتا سر جو زیرِ تیغِ قاتل
جدا ہوتا نہ ہرگز حق و باطل
عداوت ہوگئی اعدا کی ظاہر
ہوا روشن جو تھا مکنونِ خاطر
غرض کرتا ہوا قطع منازل
چلا سوئے عدو ہونے کو بسمل
ملا رستے میں اک مردِ مسافر
غم اس کا چہرہ سے ہوتا تھا ظاہر
کہا اس نے کہاں جاتے ہو حضرت؟
ملی کوفہ میں مسلم کو شہادت
یہ سنتے ہی ہوئے شبیر غمناک
ہوئی مانندِ چشمہ چشمِ نمناک
نظر آیا نہ چارہ جز صبوری
خدا کی یعنی اُس کو تھی حضوری
وہ بے شک عاشقِ ذاتِ خدا تھا
وہ محو جلوئے حق ہو رہا تھا
نہ تن کا ہوش تھا اُس کو نہ سر کا
برادر کا نہ غم تھا نہ پسر کا
بجاں وہ تابعِ فرمانِ حق تھا
سر اس کا رات دن قربانِ حق تھا
رہا ثابت قدم راہِ بلا میں
غرض پہنچا زمینِ کربلا میں
کیا معلوم ازروئے کرامت
کہ ہونی ہے اِسی جا پر شہادت
کیے خیمے تمام استادہ اُس جا
ہوئے مرنے پہ سب آمادہ اُس جا
کہا شبیر نے اہلِ حرم سے
نہ تنگ آنا تم اعدا کے ستم سے
کریں جتنے ستم تم پر ستم گر
کبھی نالہ نہ لانا تم زباں پر

میرا سر جس گھڑی کاٹیں ستم گار
نہ سر پیٹے کوئی زنہار ، زنہار

مگر رونا جو آوے تم کو رقت
کہ ہے مرنا میرا تم پر مصیبت

کوئی دن کا ہوں اس صحرا میں مہماں
مری تدبیر میں ہیں اہلِ طغیاں

ہوا ہے اب مرا وعدہ برابر
بری ہے کذب سے قولِ پیمبر

یہی واللہ دشتِ کربلا ہے
اسی میں جادۂ راہِ فنا ہے

اِسی بن میں کٹے گا میرا حلقوم
اِسی وادی میں تم سب ہوگے مظلوم

اِسی جا تم کو لوٹیں گے حرامی
جلا دیں گے تمہارے خیمے شامی

اِسی جا حلق اصغر کا چھدے گا
اِسی جا نیزہ اکبر کو لگے گا

یہیں عباس کے بازو کٹیں گے
حسن کے دو پسر مہ رو کٹیں گے

رہیں گے کھیت یاں اولادِ حیدر
خزاں ہوگا گلستانِ پیمبر

یہ سب کچھ دیکھنا خاموش رہنا
خدا کی یاد میں باہوش رہنا

ستاوے گر تمہیں سارا زمانہ
کرے سنگر حوادث کا نشانہ

نہ کرنا اف تم اپنے منہ سے زنہار
کہ بے شک منتقم ہے ذاتِ قہار

سنی اہلِ حرم نے جب وصیت
ہوئی خیمے میں برپا اک قیامت

یتیمی چھا گئی عابد کے منہ پر
لگا شبیر سے کہنے وہ رو کر

شہیدوں میں کیا سب اقرباء کو
کیا لیکن نہ یاد اِس خاکِ پا کو

نہیں ہوں گرچہ میں لڑنے کے قابل
گلا رکھوں گا زیرِ تیغِ قاتل

نہ مجھ کو دیجیے داغِ جدائی
موا جاتا ہوں ہے داغِ جدائی

کہا حضرت نے اے فرزند بیمار!
سوا تیرے مرا ہے کون غم خوار

نہ ہو میری جدائی میں تو دل گیر
نہیں چارہ کسی کو پیشِ تقدیر

تو ہوگا میری مظلومی میں نائب
اُٹھانے ہیں بہت تجھ کو مصائب

ملے گی تجھ کو میرے بعد امامت
جہاں پر تیری ہوگی فرض طاعت

جو ہوگا قتل تو اے جانِ شبیر
پڑے گی کس کے پھر پاؤں میں زنجیر؟

کٹے خنجر سے کیوں کر تیری گردن؟
پڑے گا اُس پہ بارِ طوقِ آہن

رکھا ہر چند اُنہیں حضرت نے معذور
ہوا مرنا ہی سب یاروں کو منظور

آغاز معرکہ در میدان کربلا

ہوئے تھے تشنگی سے بس کہ مضطر — کیا سب نے ارادہ سوئے کوثر
ہوئے سب سے نہایت شاد شبیر — لگے کرنے دعا ارشاد شبیر
شہیدوں کی ہوئی جب صبحِ امید — افق سے سر برہنہ آیا خورشید
ہوا نقارہ فوجِ اشقیا میں — ہوئی برپا قیامت کربلا میں
لگے ہل من مبارز کہنے بے پیر — ہوئے آمادہ بہرِ قتلِ شبیر
ہوا آراستہ سب لشکرِ شام — رجز پڑھنے لگا ایک ایک ناکام
ندا اتنے میں آئی آسماں سے — کہ اے محبوبِ ذاتِ کبریا کسے
جو تیری فوج ہے فوجِ خدا ہے — تو اب سالارِ جیشِ اللہ کا ہے
ہوں اب اصحابِ دیں گھوڑوں پہ اسوار — ان اہلِ نار کو بھیجیں سوئے نار
نہیں اب گفتگو کی تم کو فرصت — قریب آیا ہے اب وقت شہادت
کرو دارِ محن سے جلد رحلت — کہ اب مشتاق ہے گلزارِ جنت
نہیں دیتے اگر تم کو عدو آب — کروں گا حوضِ کوثر سے میں سیراب
کمر باندھی حسینِ تشنہ لب نے — کیا عزمِ عزا شاہِ عرب نے
گلے میں تھی زرہ خیرالوریٰ کی — کمر میں ذوالفقارِ مرتضیٰ تھی
جنابِ حمزہ کی باندھے سپر تھا — عمامہ مصطفیٰ کا زیبِ سر تھا
تہہ راں ذوالجناح برق پیکر — رواں تھا تشنگی سے سوئے کوثر
چلا مرنے کو جب عالم کا والی — ہوئے سر دینے کو حاضر موالی
کہا شبیر نے اعدائے دیں سے — اٹھاؤ ہاتھ اب تم میرے کیں سے
میں ہوں مظلوم مت مجھ کو ستاؤ — نکل جاؤں جہاں مجھ کو بتاؤ
کرو خوف اپنے دل میں کچھ خدا کا — نواسا ہوں محمد مصطفیٰ کا
جواب اک روز دینا ہے خدا کو — دکھانا منہ ہے اک دن مصطفیٰ کو

نہیں مجھ سے ہوئی کچھ ایسی تقصیر
جو میرے قتل کی کرتے ہو تدبیر

نہ لوں گا میں کبھی نامِ امامت
رہے تم کو مبارک یہ خلافت

رعیت کی طرح مجھکو بھی جانو
میں کہتا ہوں بہ منت اس کو مانو

نہ بعد از مرگِ زہرا کو ستاؤ
نہ مجھ کو خاک و خوں میں تم ملاؤ

کہا اعدا نے کرلے اب بھی بیعت
اگر منظور ہے رہنا سلامت

وگرنہ کاٹ لیویں گے ترا سر
کریں گے کچھ نہ ہم پاس پیمبر

عدو سے پھر کہا ابنِ علی نے
ستایا ہے نہایت تشنگی نے

ہیں بچے پیاس کی شدت سے بے تاب
تڑپتے ہیں حرم خیمے میں بے آب

اگر تھوڑا سا بھی لینے دو پانی
تو ٹھہرے کوئی ساعت زندگانی

رہے گا مجھ پہ احساں تا بہ محشر
عوض اس کے میں دوں گا آبِ کوثر

کسی بے رحم نے ہرگز نہ مانا
کیا تیرِ ملامت کا نشانہ

ہوئے جب پیاس سے بیتاب شبیر
لگے کہنے یہ آپس میں وہ بے پیر

کہ لڑ لیں ایسے میں ابنِ علی سے
نہیں اب اس میں حالت تشنگی سے

نہیں اب مارنا کچھ اس کا دشوار
ہے اپنی زندگی سے آپ بے زار

لکھوں تا کے میں اعدا کی شقاوت
ہو ہر دم لعن ان پر تا قیامت

کہا شبیر نے ان سے کئی بار
کہ منصف ہو نہیں میں کچھ گنہگار

نہ ہو بے وجہ میرے دشمن جاں
خدا کے سامنے ہوگے پشیماں

پلا دو ظالمو تھوڑا سا پانی
ہوئی ہے تلخ ہم کو زندگانی

سنی شبیر کی ہرگز نہ تقریر
لگے دکھلانے تیغ و خنجر و تیر

غرض جب ہو چکی اتمام حجت
ہوا شبیر کو عزمِ شہادت

اٹھا فوجِ عدو سے شورِ افغاں
لگے ملعون کرنے تیر باراں

ملا حر لشکرِ اعدا سے آکر
ہوا ہمراہ اُس کا اک برادر

پسر تھا ایک ساتھ اور ایک مولا
ہوئے چاروں فدائے جانِ زہرا

بہت اعدا کو میداں میں گرایا
جہنم کا انہیں رستہ بتایا

پیا چاروں نے پھر جامِ شہادت — گئے دارِ محن سے سوئے جنت
دعا کی اُن کے حق میں شاہ دیں نے — کہا شاباش خیرالمرسلیں نے

فہمائش فرمانا حضرت امام علیہ السلام کا اعدا کو

کیا حضرت نے پھر اعدا کو آگاہ — کہ دنیائے دنی پر ہو نہ گمراہ
عبث ہوتے ہو جی کے میرے خواہاں — قیامت میں بہت ہو گے پشیماں
ڈرا کوئی نہ ہرگز زشت کردار — عداوت پر رہا اعدا کو اصرار
کیا ہر سو سے جب اعدا نے بلوا — زہیر پاک دیں مرنے کو نکلا
شجاعان عرب میں تھا وہ نامی — تھا اس کو شہ سے دعوائے غلامی
تہہ و بالا کیا فوج لعیں کو — کیا شاداں نہایت شاہ دیں کو
کئے بے جاں بہت سے زشت کردار — گیا کوثر پہ تشنہ آخر کار
ہوا غمگیں نہایت ابنِ حیدر — بہے اس خشک لب کے دیدۂ تر
حبیب ابنِ مظاہر نیک کردار — کیے میداں میں اس نے قتل اشرار
دل و جاں سے محبِ مرتضیٰ تھا — مددگارِ شہیدِ کربلا تھا
خدا تھا اُس سے راضی وہ خدا سے — برابر تھا زہیرِ بے ریا سے
بہت اعدا کو تلواروں سے مارا — سوئے فردوس آخر کو سدھارا
بڑا صدمہ ہوا سبطِ نبی کو — بہت روئے حبیبِ متقی کو
ہوئے آخر تمام اصحابِ شبیر — کٹے میداں میں سب احبابِ شبیر

شہادت پانا برادرانِ مسلم رض کا

لگے ہل من مبارز کہنے مردود — بنی ہاشم ہوئے مرنے کو موجود
چلا مقتل کو عبداللہ مسلم — یہ کوفے میں نہ تھا ہمراہ مسلم
کہا شبیر نے اے میرے دل بند — سمجھتا ہوں میں تجھ کو جائے فرزند

ابھی تیرا پدر کوفہ میں جاکر
گیا باغِ جناں کو سر کٹا کر

ہوئے دو ذبح بیٹے اُس کے ہمراہ
کہ تھا اک رشکِ مہر اک غیرتِ ماہ

زمانہ نور سے جن کے منور
فروغ افزائے چشمِ ہفت اختر

انہیں کے داغ میں میں جل رہا ہوں
کفِ افسوس ہر دم مل رہا ہوں

نہ دے مجھ کو اذیت اپنے غم سے
کہ مسلم کا نشاں ہے تیرے دم سے

اُسے ہر چند حضرت نے رکھا باز
نہ عبداللہ مرنے سے رہا باز

سوئے مقتل ہوا آخر وہ رخصت
دکھائی خوب اعدا کو شجاعت

جہنم میں کیا بہتوں کو داخل
ہوا وہ تشنہ لب آخر کو بسمل

گیا بعد اُس کے مسلم کا برادر
کہ نام اُس مردِ میداں کا ہے جعفر

بہت دوزخ کو اُس نے بھیجے ظالم
گیا جنت کو آخر پیش مسلم

تھا عبداللہ جو مسلم کا بھائی
ہوا شبیر کے اوپر فدائی

تھے پوتے جعفر طیّار کے دو
زبس خوش خلق تھے وہ اور خوش رُو

پدر تھا اُس کا عبداللہ جعفر
بہن شبیر کی تھی اُن کی مادر

نواسے تھے علی مرتضیٰ کے
مصاحب تھے شہید کربلا کے

ہوئے زخموں سے وہ دونوں جواں چور
کلیجے میں پڑے زینب کے ناسور

بسان برق تھیں تلواریں ان کی
مثالِ رعد تھیں للکاریں اُن کی

بہت سے بھیجے دوزخ کو بد انجام
کیا زیر و زبر سب لشکرِ شام

فدا دونوں نے کی شبیر پر جاں
گئے فردوس کو شاداں و خنداں

دلا! خونناب آنکھوں سے بہا دے
گئے شبیر کے ہمشیر زادے

شہادت پانا اولادِ حضرت امام حسنؑ

اب آئی باری اولادِ حسن کی
نہیں طاقت زباں کو اب سخن کی

لکھوں کس منہ سے میں اُن کی شہادت
زباں میں شمع سوزاں کی ہے حالت

گئے مقتل میں عبداللہ قاسم
چراغِ محفلِ اولادِ ہاشم

گرائے بے شمار اعدا زمیں پر
کئی حملے کیے اعدائے دیں پر

کیا ظاہر جو تھا حقِ شجاعت / عطش کی گرچہ دو دن کی تھی شدت
ہوئے تیغوں سے جب ٹکڑے بدن کے / گرے گھوڑوں سے تب بیٹے حسن کے
مرے کیا کیا جوانِ لالہ رخسار / ہوا شبر کا سب تاراج گلزار
ہوا شبیر کو ہر چند اندوہ / کیا گو دل پہ فوجِ غم نے انبوہ
رہا صابر ہی وہ صاحب توکل / ہوا ہے ختم یاں صبر و تحمل
پڑے گر یہ مصیبت کوہ ہو آب / بھنور کی طرح ہر پتھر ہو بے تاب

شہادت پانا برادران و عزیزانِ حضرتِ امام علیہ السلام

سنو اب حالتِ اولادِ حیدر / ابو بکر و عمر عثمان جعفر
گئے میدان کو ایک ایک چاروں / گرائے خاک پر دشمن ہزاروں
ہوئے تھے تشنگی سے گرچہ بے تاب / گئے جاری و لیکن خونِ سیلاب
بہت کاری لگے جب زخم تن پر / گئے آغشتہٴ خوں پیشِ حیدر
چلے پھر عون عبداللہ ان کو / نہایت تھے وہ دونوں بھائی خوش رو
عزیزِ یوسف ثانی تھے دونوں / امیرالنحل کے جانی تھے دونوں
بہت سے مارے اِن دونوں نے ملعوں / کیا خونِ عدو سے دشت پر خوں
گرے گھوڑے سے آخر دونوں ماہ رو / ہوئے مسرور اعدائے سیہ رو

شہادت پانا حضرتِ عباس علمدار رضی اللہ عنہ کا

کیا عباس نے پھر عزمِ میداں / ہوا سب بھائیوں کے غم سے گریاں
مسلح ہوکے آیا پیشِ شبیر / لگا کرنے فدا ہونے کی تقریر
کہا حضرت نے اے میرے برادر! / میرے غم خوار ، میرے یار و یاور
سمجھتا ہوں تجھے اپنا جگر بند / تجھے پالا ہے میں نے مثلِ فرزند
ترے باعث ہے میرے دل کو تسکیں / نہ کر اِس گفتگو سے مجھ کو غمگیں
کٹا لینے دے پہلے مجھ کو حلقوم / نہ کر مرنے سے اپنے مجھ کو مغموم
کہا عباس نے بہ نالہ و آہ / نہ دکھاوے مجھے وہ روز اللہ
کہ میرے آگے تم پاؤ شہادت / مرے ہوتے اٹھاؤ رنج و محنت

میں خادم ہوں تمہارا تم ہو مخدوم
کہا مانو میرا یا شاہ مظلوم

نہ روکو مرنے سے اب مجھ حزیں کو
مجھے جانے دو فردوس بریں کو

نبی کے سامنے میں سرخ رو ہوں
علی کے سامنے با آبرو ہوں

کریں ارشاد اب حضرت خوشی سے
کہ جاکر لڑ مروں فوجِ شقی سے

کہا حضرت نے اے میرے علم دار
مرے دلبر ، مرے مونس ، مرے یار

گیا تونے مصمم سر کٹانا
ہوا منظور داغ اپنا دکھانا

تجھے اب سونپتا ہوں میں خدا کو
میری تسلیم کہنا مصطفیٰ کو

یہ کہہ دینا علی مرتضیٰ سے
حسن سے حضرت خیرالنساء سے

نہ ہو شبیر کی فرقت میں مغموم
کہ آج آتا ہے وہ کٹوا کے حلقوم

چلا عباس غازی سوئے میداں
کیے اعدا نے اس پر تیر باراں

کہا عباس نے اے قوم بے پیر!
اٹھاؤ اپنے دل سے قتلِ شبیر

کروگے تم جو حکم غیر بیعت
قبول اُس کو کریں گے ہم بہ رغبت

نہ ٹھانو قتلِ سبطِ مصطفےٰ کو
کہ دکھلانا ہے منہ اک دن خدا کو

نہ اعدا نے سنی تقریرِ عباس
لگی چلنے غرض شمشیرِ عباس

ہزاروں روسیاہوں کو گرایا
لہو کا دشت میں دریا بہایا

دکھائی شامیوں کو شانِ حیدر
کہ تھا ہم شکلِ حیدر جانِ حیدر

حرم کی آگئی جب یاد اُسے پیاس
سوئے دریا چلا پانی کو عباس

کیا فوجِ لعیں نے حملہ اک بار
کہ دریا تک نہ پہنچے تا علم دار

رکے روباہ کے روکے سے کب شیر ؟
گیا دریا پہ وہ بازورِ شمشیر

کیا مشکیزہ کو پانی سے جب پُر
چلا خیمہ کو عباسِ دلاور

ہوئے رستے میں حائل سب وہ بے پیر
کہ تا پانی نہ پہنچے تابہ شبیر

کٹا وہ شانہ مشکیزہ تھا جس پر
تو رکھا دوسرے شانے پہ لے کر

عدو نے دوسرا شانہ بھی کاٹا
تو تسمہ مشک کا دانتوں سے پکڑا

نہ کی تدبیر میں کچھ اُس نے تقصیر
ولے تدبیر کیا ہے پیشِ تقدیر ؟

ہوئی تیروں کے مارے مشک غربال
ہوا عباس بھی زخموں سے بد حال

کٹا شانہ گرا حیدر کا جانی
ہوا وہ جعفر طیّار ثانی

رہی حسرت یہ اُس عالی ہمم کو
کہ پہنچایا نہ آب اہل حرم کو

لکھوں کیا جو ہوا شبیر کو غم ؟
کہوں کیا جو ہوا خیمے میں ماتم ؟

سنا یہ حال عباسِ علی کا
پسر کٹتا ہے اب سبطِ نبی کا

نہ کیوں تصویر سا حیراں ہو شبیر
مٹے جب احمدِ مرسل کی تصویر

علی اکبر تھے ہم شکلِ پیمبر
نہ ہرگز فرق تھا اک مو برابر

نظر آتی تھی جس کو اُس کی صورت
سمجھتا تھا محمّد کی زیارت

شباہت میں نشانِ مصطفٰے تھا
شجاعت میں نشانِ مرتضٰی تھا

پڑے تھے پیاس سے کانٹے زباں میں
پیمبر کی انگوٹھی تھی وہاں میں

مسلح ہوکے وہ مظلوم آیا
حضورِ سیّدِ معصوم آیا

طلب کرنے لگا اُن کی اجازت
عیاں لیکن تھی چہرے سے بشاشت

کہا شبیر نے اے راحتِ جاں
یہی ہے خالقِ اکبر کا فرماں

کٹا کر سر چلیں ہم سوئے جنت
عیاں ہوجائے اعدا کی شقاوت

خدا حافظ ترا، جا سوئے میداں !
نہ ہونا فوجِ اعدا سے ہراساں

جو تیرے ہاتھ سے ہوئیں گے بسمل
کرے گا نار میں حق اُن کو داخل

جزائے خیر دے گا تجھ کو خالق
کہ خالق اپنے وعدے پر ہے صادق

کوئی ساعت یہ تجھ پر ہے مصیبت
جناں میں تا ابد پھر ہے فراغت

علی اکبر ہوئے رن میں رجز خواں
ہوئی فوجِ لعیں دل میں ہراساں

نہ کوئی ہوسکا اِس کا مقابل
ہوئے اُس شیر کے آگے دو بزدل

یہی ٹھہرائی ملعونوں نے تدبیر
کہ ماریں اُس جواں کو دور سے تیر

نہ ہم شکلِ نبیؐ کا کچھ کیا پاس
لگے برسانے مینہ تیروں کا نسناس

کیا حملہ علی اکبر نے آخر
ملائے خاک میں کتنے ہی غادر

بہت سے اشقیا ڈوبے لہو میں
تزلزل آگیا فوجِ عدو میں

جو مل جاتا اسے اک ساغرِ آب
نہ لاتا کوئی اُس کی جنگ کی تاب

کٹے اتنے علی اکبر نے کشتے
لگائے ہر طرف لاشوں کے پشتے

اِدھر تھا تشنہ لب فرزندِ شبیر
اُدھر تھی خوں کی پیاس فوجِ بے پیر

زبس پڑنے لگی تیروں کی بوچھار
ہوا شہزادہ سر سے پا تک افگار

کٹے تلواروں سے رخسارِ انور
لہو میں تر ہوئی زلفِ معنبر

نگہ شبیر کی تھی سوئے اکبر
بحسرت دیکھتے تھے روئے اکبر

کہ اک نیزہ کا ظالم نے کیا وار
علی اکبر کے سینے سے ہوا پار

گرا غش کھا کے گھوڑے سے زمیں پر
لگے رونے ملک چرخِ بریں پر

اٹھا لائے جو اُس کا لاشہ شبیر
نکالے اس کے تن سے سینکڑوں تیر

یہی رو رو کے فرماتے تھے شبیر
لگیں اب جلد مجھ کو نیزہ و تیر

ہوا ہے بار جینا اک نفس کا
ہوا فرزند اٹھارہ برس کا

ہوا غم اِس قدر اہلِ حرم کو
نہیں تحریر کی طاقت قلم کو

بیان شہادتِ علی اصغر رضی اللّٰہ عنہ

سنو اب اصغرِ لب خشک کا حال
کرو تر آنسوؤں سے اپنے رومال

ہوا تھا خشک ایسا شیرِ مادر
کئی دن سے نہ لب اُس کے ہوئے تر

نہایت پیاس سے حالت تھی تغییر
انگوٹھے چوستا تھا طفل بے شیر

کہا اہلِ حرم نے شاہِ دیں سے
کرو پانی طلب فوجِ لعیں سے

علی اصغر کو لے جا کر دکھاؤ
دلوں میں ظالموں کے رحم لاؤ

نہایت پیاس سے اِس کو تعب ہے
کئی دن سے یہ بچہ جاں بلب ہے

لیا شبیر نے ہاتھوں پر اُس کو
گئے پیشِ لعینانِ سیہ رو

کہا اے قومِ بے انصاف دو آب
کہ مارے پیاس کے بچہ ہے بے تاب

اگر ثابت ہوئی ہے میری تقصیر
بری ہے جرم سے یہ طفلِ بے شیر

خدا کے واسطے دو اِس کو پانی
کوئی دم ٹھہرے اِس کی زندگانی

کہا ہر چند شاہِ بحر و بر نے
دیا پانی نہ قوم بد گہر نے

عوض پانی کے اٹھسے تیر مارا
گیا وہ کودک بے شیر مارا

ہوا پانی کی جا تر خوں سے حلقوم
تڑپ کر رہ گیا وہ طفل مظلوم

غضب سے کانپ اٹھا ابنِ حیدر
ولے شکوہ نہ لایا کچھ زباں پر

کوئی شبیر سا ہوگا نہ مظلوم
کوئی شبیر سا ہوگا نہ مغموم

ہوئے کیا کیا ستم آلِ نبیؐ پر
گرے کیا کوہِ غم آلِ نبیؐ پر

نہیں کوئی سنا مظلوم ایسا
نہیں دیکھا کوئی مغموم ایسا

کیا جس نے ستم آلِ عبا پر
ہے واجب انتقام اِس کا خدا پر

دلا! مت چھوڑ دامانِ صبوری
نہ کر پرزے گریبانِ صبوری

نہ لعنت دشمنِ بے پیر پر بھیج
درُود اِس کے عوض شبیر پر بھیج

اجازت چاہنا جناب امام زین العابدین کا جنگ کے واسطے
اور باز رکھنا حضرت امام علیہ السلام کا اُن کو -

کیا شبیر نے مرنے کا ساماں
ہوئے اہلِ حرم نالاں و گریاں

کہا حضرت سے زین العابدیں نے
کیا ہے کیا گنہ اِس کم تریں نے

کہ دی ہر ایک کو اُن کی اجازت
مجھے پانے نہیں دیتے شہادت

نحیف آزار سے ہرچند ہوں میں
ولیکن آپ کا فرزند ہوں میں

نہ منہ پھیروں گا فوجِ اشقیا سے
ملوں گا جا کے اپنے اقرباء سے

موئے گر مار کر بہتوں کو اکبر
مروں گا میں بھی اک دو کو گرا کر

کہا شبیر نے اے جانِ شبیر
ترے اوپر فدا ہے جانِ شبیر

نہ کر تکرار یہ حکمِ خدا ہے
ترے جینے ہی میں اُس کی رضا ہے

تو میرے بعد امامِ انس و جاں ہے
نگہبانِ زمین و آسماں ہے

غرض سونپا اُسے علمِ امامت
ہوا وہ نائبِ ختمِ رسالت

کیے تعلیم اسرارِ الٰہی
عطا کی دو جہانوں کی بادشاہی

امامت پہنچی زین العابدیں کو
ہوا عزمِ شہادت شاہِ دیں کو

رجز پڑھنے لگا حیدر کا نائب — بیاں کرنے لگا اپنے مناقب

لگا فرمانے فوجِ بے حیا سے — ڈرو تم نا خدا ترسو! خدا سے

ہوئے شہید مرے سب یار و یاور — ہوئے پرزے میرے سارے برادر

ملائی خاک میں اولادِ ہاشم — زمانے میں نہ چھوڑا نامِ مسلم

مرے ماہِ نبیؐ ہاشم کو مارا — میرے عبداللہ اور قاسم کو مارا

نہ دنیا میں رہی اولادِ زینب — کٹی تا آسماں نریادِ زینب

کیے بے جاں بہتّر میرے غم خوار — مرے سر کاٹنے پر اب ہو تیار

نہ میرے قتل پر باندھو کمر تم — نکل جاؤں کہو مجھ کو جدھر تم

نہ اعدا نے سنی حضرت کی تقریر — ہر اک جانب سے برسانے لگے تیر

تنِ تنہا تھے اُن میں ابنِ حیدر — مقابل تھے ہزاروں ہی ستم گر

زباں تھی خشک اور آنکھیں تھیں نمناک — غمِ اہلِ حرم میں تھا جگر چاک

آنا زعفر جنّی کا حضور میں امام علیہ السلام کے

کھڑا تھا منتظر حکمِ خدا کا — کرے تا عزم اعدا سے غزا کا

ہزاروں تیر اُس کو مارتے تھے — ہزاروں بے حیا للکارتے تھے

کہ اتنے میں اٹھی صحرا سے اِک گرد — نظر آیا عجب صورت کا اک مرد

سر و تن میں مشابہ اسپ سے تھا — ولے مانندِ اشتر اس کے تھے پا

محب از بس وہ مردِ با کرم تھا — سوارِ مرکبِ آتش قدم تھا

مؤدب ہو کے کی حضرت کو تسلیم — بہت کی سبطِ پیغمبر کی تعظیم

کہا حضرت نے ہے تو کون بتلا؟ — مرے پاس اس مصیبت میں جو آیا

مجھے آگاہ کر ہے کیا ترا نام — مرا کیوں کر رہا ہے اتنا اکرام؟

کہا اس نے کہ میں زعفر ہوں جنّی — مجھے ہے تم سے دعوائے غلامی

لڑے تھے بادشاہ جن سے حیدر — ہوئے تھے فتح یاب افواجِ جن پر

کیا بہتوں کو زیرِ تیغِ بسراں — ہوا سب لشکرِ جنی مسلماں

پدر فدوی کا سابق سے ہے مومن
کیا حضرت نے شاہِ کشورِ جن

ہوا ہوں بعد والد کے میں سلطان
تمہارے باپ کا ہے مجھ پر احسان

غلامِ خاندانِ مصطفیٰ ہوں
دل و جاں سے فدائے مرتضیٰ ہوں

سنا میں نے کہ تم پر ہے مصیبت
ستاتے ہیں تمہیں اہلِ شقاوت

کٹے سب یار و یاور کربلا میں
تنِ تنہا ہو فوجِ اشقیا میں

اسی صحرا میں ہے فدوی کا لشکر
اگر ہو حکم یا سبطِ پیمبرؐ

ابھی ان اشقیا کو زیرِ شمشیر
کروں پامال دم میں فوجِ بے پیر

کہا شبیر نے شاباش زعفر
خدا ہو تجھ سے راضی اور پیمبرؐ

جزائے خیر دیوے تجھ کو خالق
ہماری دوستی میں تو ہے صادق

نہیں ہم کو ولے یہ امر منظور
یہ ہے اپنی عدالت سے بہت دور

لطیف اجسام ہیں از بس تمہارے
نہاں رہتے ہوں چشمِ مردماں سے

کرو کے قتل تم اعدا کا لشکر
نہ کوئی کرسکے گا وار تم پر

کرو اِس گفتگو سے بس کنارا
نہیں ایسا ستم ہم کو گوارا

فرشتے بہرِ امداد پیمبر
لڑائی میں اترتے تھے مکرر

ولیکن یہ بحکمِ مصطفیٰ تھا
انہیں اُس وقت فرمانِ خدا تھا

کہا زعفر نے پھر کر ہووے فرماں
لڑیں ہم اُن سے بن کر مثلِ انساں

کریں ہم وار اُن پر ہم پہ یہ وار
چلیں جنت کو ہم ، یہ جانب نار

سعادت ہے جو ہوں تجھ پر فدا ہم
کہ میں دل سے محبِ مرتضیٰ ہم

کہا شبیر نے اے پاک طینت!
مجھے منظور ہے اپنی شہادت

زبس ہوں زندگانی سے مکدر
ہوا ہے اب مرا وعدہ برابر

ملوں گا آج نانا مصطفیٰ سے
ملوں گا آج بابا مرتضیٰ سے

نہ کر اِس امر میں تُو مجھ سے تکرار
کہ ہوں میں تابعِ فرمانِ داوار

کرو غور اِس جگہ اے قومِ دیں دار!
کہ عادل کس قدر ہے سبطِ مختارؐ

جنھوں نے اُن کے فرزندوں کو مارا
ہوا اُس کو نہ قتل اُن کا گوارا

زہے عدل و زہے صبر و زہے رحم
کہ ہے حیران اس جا عقل اور وہم

کیا اُس صاحبِ انصاف کو قتل
کیا اُس سیّد اشرافِ کو قتل

زہے گہوارہ جنباں جس کا جبریل
سلا دیں خاک پر اُس کو عزرائیل

چڑھا جو دوش خیرالمرسلینؐ پر
تڑپتا تھا پڑا بے سر زمیں پر

جو ہووئے ساقیِؐ کوثر کا جانی
نہ خنجر کے سوا پائے وہ پانی

ہوئے قتل اُس کے آگے اُس کے فرزند
ہوئے ذبح اُس کے آگے اُس کے دلبند

جو پانی مانگتا تھا ابنِ حیدر
بہاتے تھے لعیں مشکیں دکھا کر

چلا دریا کو جب شبیر بے تاب
کہ تا ناچار پیے کوئی دم آب

ہوئے سارے لعیں رستے میں حائل
ہوا سب لشکرِ بے دیں مقابل

برسنے لگ گیا تیروں کا باراں
ہوئیں تلواریں مثلِ برقِ رخشاں

گھٹا کالی تھی وہ فوجِ سیہ رو
کیا جیوں ماہ ڈوب اُس میں وہ مہرو

غرض پہنچے ہزاروں کو گرا کر
لبِ دریا امیر ابنِ حیدر

کفِ دست مبارک میں لیا آب
ارادہ تھا پیے اُس کو وہ بےتاب

ڈرے اعدا کہ گر پانی پیے گا
نہ آبِ تیغ سے کوئی جیے گا

ابھی اِس میں نہیں لڑنے کی طاقت
پیا پانی تو پھر ہوگی قیامت

کہا اہلِ شقاوت نے بہ تزویر
کہ کیا بیٹھے ہیں پانی آپ شبیر

گئے ہیں خیمۂ عصمت میں اعدا
کیا غارت گروں نے حشر برپا

نہیں کرتی ہے یہ غیرت تقاضا
کہ تیرے جیتے جی ہو اُن کو ایذا

مریں پیاسے حرم تُو پی لے پانی
نہیں یہ شرط ہے ہرگز وفا کی

گیا یہ سنتے ہی خیمے کو شبیر
ہوا ثابت کی تھی اعدا کی تزویر

ہوا یہ حکم ابنِ سعد سب کو
نہ جیتا چھوڑو اب شاہِ عرب کو

کرے اک بار حملہ اِس پہ لشکر
لگا دیں تیغ و تیر و نیزہ اِس پر

زمیں پر اِس کو گھوڑے سے گراؤ
علی کا نام دنیا سے مٹاؤ

چلا لشکر شہ دنیا و دیں پر
کمر باندھی ہر اک ظالم نے کیں پر

ہوئے جب ابنِ حیدر کے مقابل
دھڑکنے لگ گئے مردودوں کے دل

علم کی تیغ سبطِ مصطفےٰؐ نے
گریبان عدو پکڑا قضا نے

کیا مثلِ خیار اک اک کو دو دو
کیا بے جاں ہزاروں روسیہ کو

لعیں از بس کہ اے زیر شمشیر
ہوا اس روز دوزخ کا شکم سیر

چلا کوفے سے ابنِ سعد وقاص
لیا ہمراہ اپنے لشکر خاص

ہوا وہ کربلا میں آکے داخل
ہوا سبطِ پیمبر کے مقابل

طلب کی سیدِ عالم سے بیعت
دکھائی اُس کو اپنی شان و شوکت

بہت اُس دشمن دیں نے ڈرایا
نہ کچھ ابنِ علیؓ خاطر میں لایا

نہ بیعت کا کیا حضرت نے اقرار
کیا ہر چند اُس بے دیں نے اصرار

ہزاروں اُس طرف کو اہلِ شر تھے
ادھر کتنے پیمبرؐ کے جگر تھے

کئی باری دیا ظالم نے پیغام
کہ ہم کو ہے یہ حکمِ حاکمِ شام

کرے ابنِ علی گر میری بیعت
رہے باقی نہیں اصلا عداوت

رکھوں گا اُس کو میں جی کے برابر
کروں گا اُس کی خدمت زندگی بھر

مری بیعت نہیں گر اُس کو منظور
تو ہوں پھر دشمنی میں میں بھی معذور

ارادہ اُس کو ہے لیوے خلافت
کرے دنیا میں دعوائے امامت

کہے سب سے کہ ہوں سبطِ پیمبرؐ
پہنچتی ہے مجھے میراثِ حیدر

کرے سب پر بیاں اپنے مناقب
بنے دنیا میں پیغمبر کا نائب

کہے کافر وہ اپنے باغیوں کو
کرے تاراج اپنے تاغیوں کو

بھلا یہ امر ہو کس کو گوارا؟
کہ ہو قبضے میں اُس کے ملک سارا

کرے کیوں کر کوئی ترک حکومت؟
جو سلطاں ہو بنے کیوں کر رعیت؟

کہا سن کر یہ سبطِ مصطفےٰ نے
امامت بخشی ہے مجھ کو خدا نے

میں ہوں اہلِ جہاں پر حجۃ اللہ
خدا میرے مراتب سے ہے آگاہ

پھرا جو مجھ سے وہ بے شک ہے کافر
جو منصف دل میں ہو ، ہو اُس پہ ظاہر

میں ہوں منصب میں حیدر کے برابر
کہے خالق اکھاڑوں لاکھ خیبر

قصہ اہلِ نجراں

نبی کو آیا جب خالق کا فرماں
کہ جا اب بہرِ لعن اہلِ نجراں

علی و فاطمہ شبیر و شبر
رہیں بہرِ دعا تیرے برابر

کہے تو اہلِ نجراں پر جو لعنت
کہیں آمیں یہ چاروں اہلِ عصمت

غضب ہوگا وہیں اعدا پہ نازل
جدا ہوجائے گا حق اور باطل

چلے گھر سے وہیں ختم النبیں
ہوئے ہمراہ چاروں بہرِ آمیں

تھی خاتون قیامت پاک داماں
پسِ پشت نبیؐ کمل میں پنہاں

پسِ زہرا علیِ مرتضیٰ تھا
غضب تھا روئے نورانی سے پیدا

چڑھا شبیر دوش مصطفیٰؐ پر
ہوا رتبے میں حیدر کے برابر

حسن کا تھا نبیؐ کے ہاتھ میں ہاتھ
مدد کو تھے ملائک سینکڑوں ساتھ

نبی کو اہل نجراں نے جو دیکھا
رہے ڈر سے نہ اُن کے ہوش برجا

ہوئے حیراں کہ یہ کیسی ہے ہیئت
نہیں ہے بات کرنے کی بھی طاقت

نبی سے ہوچکے ہیں کل مناظر
نہ تھی ہیئت یہ اصلا اِس سے ظاہر

عزیز اِس کے جو ہیں آج اس کے ہمراہ
انہیں کا چھا گیا ہے رعب واللہ

کہا سب نے یہ حضرت سے بہ منت
نہ ہم پر کیجئے گا آپ لعنت

چلی جاتی ہے جان اپنے بدن سے
موئے جاتے ہیں رعبِ پنجتن سے

کریں گے بدعا پانچوں جو مل کر
ابھی کوئی بلا آوے گی ہم پر

کریں گے آپ سے جزیہ کا اقرار
نہ دینے میں کریں گے اس کے تکرار

لگے فرمانے شاہِ جن و انساں
بچے خوب آج یاں سے اہل نجراں

میں کہتا حکمِ حق سے لعن اِن پر
یہ کہتے چاروں تن آمیں برابر

خدا کرتا اک ایسی آگ پیدا
نہ رہتا دہر میں نامِ نصاریٰ

نہ بچتا کوئی وحش و طیر نجراں
پرندے جلتے بالائے درختاں

کرو انصاف اس جا اے عزیزو ! — کہ آیا خوف اُن سے کافروں کو
مسلماں تھے یہ کیسے کافر شوم — کہ کاٹا سبطِ پیغمبر کا حلقوم
کیا بند اُن کے اوپر آب و دانہ — وصایائے نبیؐ سمجھے فسانہ
جو سچ پوچھو تو کافر اُن سے بہتر — کہ کافر نے چلایا کس پر خنجر ؟

بیان شہادتِ حضرتِ امام حسین علیہ السلام

نہ کی بیعت جو سبطِ مصطفیٰ نے — لڑائی کا کیا عزم اشقیا نے
اِدھر سے عذر تھا اور اُس طرف جبر — اُدھر سے ظلم تھا اور اِس طرف صبر
کہا حضرت نے ہرچند اشقیا کو — کہ ایذا دو نہ آلِ مصطفیٰ کو
محبت ہے ہماری عین ایماں — ہمارے قول پر ناطق ہے قرآں
ہمیں تم سے نہیں ہے کچھ سروکار — نہ بہرِ جنگ ہو تم ہم سے تیار
وطن سے آپ ہی مجھ کو بلایا — ہوا جب بے وطن یہ دن دکھایا
مرا مسلم جو تھا مونس برابر — کیا کوفے میں قتل اُس کو بلا کر
پسر کمسن جو دو تھے اُس کے ہمراہ — کیا اُن کو بھی ذبح اے قومِ گمراہ !
نہ آئی شرم کچھ تم کو خدا سے — پھرے تم مصطفیٰ و مرتضیٰ سے
کیا اچھا ادا حق پیمبرؐ ؟ — شفاعت چاہنا اب روزِ محشر !
پڑی ہے کیا یہ کم مجھ پر مصیبت ؟ — نہ دو بہرِ خدا اور اب اذیت
بتا دو جو مکاں مجھ کو جہاں میں — کروں جاکر سکونت اُس مکاں میں
لعینوں نے کوئی کہنا نہ مانا — ہوا منظور زہرا کا ستانا
اتاری فوج گرداگرد دریا — کہ تا پاوے نہ پانی ایک قطرہ
یہ ٹھہرایا کہ اِن کو تنگ کیجے — کسی صورت سے بیعت اِن سے لیجے
عطش سے اِن کے بچے ہوں گے بے تاب — چمن کمھلائے گا زہرا کا بے آب
کرے گا آکے پھر بیعت بہ منت — نہیں تو ہوگی سب گھر کی ہلاکت
محرم کی وہ تاریخ آٹھویں تھی — ہوا سبطِ نبی پر بند پانی
زبس تھی اس قدر گرمی کی شدت — ہوا تھا دشت صحرائے قیامت [1]

---

1 ـ ا ـ سہو کاتب سے " گریہ " بجائے " گرمی "

بجائے گرد شعلے تھے ہوا میں
لگی تھی آگ گویا کربلا میں

بگولوں میں عیاں تھا عالمِ برق
نہ اخگر میں تھا اور پتھر میں کچھ فرق

رہا جب تین دن تک بند پانی
ہوئی دشوار اک دم زندگانی

ہوا مرنے پر تیار ابنِ حیدر
ہوئی تیار خندق اور لشکر

بھری خندق میں ہیزم اور جلایا
کہ دشمن آئیں نہ تا خیمہ میں اعدا

یہ بولا اک عدو ناری ہیں شبیر
یہی اس آگ لگنے کی ہے تعبیر

کہا حضرت نے سوچ اے بے جمیت!
کہ میں ناری ہوں اور تو اہلِ جنت؟

جہنم بہرِ اعدائے علیؑ ہے
جناں جائے احبائے علیؑ ہے

جو برگشتہ ہوا آلِ نبیؐ سے
جہنم کو ہے کینہ اُس شقی سے

عیاں سب پر ہوا اعجازِ شبیر
گرا گھوڑے سے خندق میں وہ بے پیر

کرو رونے سے اشکِ خون ایسا
کرو نالوں سے شورِ حشر برپا

قریب آیا ہے وقتِ قتلِ شبیر
پہننے پر ہے اب سجاد زنجیر

قلم ہوتا ہے اب بستانِ زہرا
خزاں ہوتا ہے اب ریحان زہرا

کٹاتا ہے سر اپنا جانِ حیدر
لٹاتا ہے گھر اپنا جانِ حیدر

محمد کا جگر ہوتا ہے پرزے
محمد کا پسر ہوتا ہے پرزے

شبِ عشرہ محرم کی جب آئی
ہر اک کی پیاس سے جاں بر لب آئی

کہا حضرت نے مت ہونا ہراساں
کہ کل ہوجائے گی سب مشکل آساں

رہو تا صبح مصروف عبادت
نظر کل آئے گی خالق کی قدرت

رہے شب زندہ دار اصحابِ عرفاں
ہوئی ہر چشمِ گریاں سبحہ گرداں

ہوئی جس دم نمودِ صبحِ صادق
اٹھا بہرِ نماز ایزد کا عاشق

نمازِ صبح سے پاکر فراغت
لگے کرنے وصیت سب کو حضرت

کیا اہلِ حرم کو صبر ارشاد
کہی ہونی تھی جو جو اُن پہ بیداد

سنی جو گفتگو اہلِ حرم نے
دلوں کو اُن کے گھیرا فوجِ غم نے

ہوا سیلابِ خوں آنکھوں سے جاری
لگی ہونے نفس سے شعلہ باری

کیا مایوس جب ابنِ علی نے / کمر باندھی سبھوں پر بے کسی نے
کہا حضرت نے پھر انصارِ دیں سے / میں اب بچتا نہیں فوجِ لعیں سے
مدینہ کو تم اب یاں سے رواں ہو / نہ بسمل زیرِ تیغِ دشمناں ہو
میں راضی تم سے ہوں اے اہلِ ایماں! / نہیں منظور تم ہو خوں میں غلطاں
میں خوش اِس میں ہوں اے یارانِ جانی! / کرو تم بعد میرے زندگانی
نہ ہوگی فتح میری اشقیا پر / کٹے گا حلق میرا زیرِ خنجر
نہ دانستہ پھنسو آکر بلا میں! / گراؤ خوں نہ اپنا کربلا میں
کہا سب نے ہماری ہے سعادت / جو تیرے سامنے پاویں شہادت
ہمیں اے حیدرِ کرارِ ثانی / نہیں منظور تجھ بن زندگانی
ہمیں گر لاکھ جانیں ہوں میسر / کریں تجھ پر فدا اے جانِ حیدر!
کرے گا گر نصیحت ہم کو سو بار / نہ چھوڑیں گے ترا ہم ساتھ زنہار
یہ مرنا زندگانی سے ہے بہتر / کہاں ہوتا ہے یہ مرنا میسر ؟
ہوئی جب پیاس کی حضرت کو شدت / چلے دریا کی جانب واں سے حضرت
لیا بحرِ کرم نے اک کفِ آب / کہ تا وہ مالکِ کوثر ہو سیراب
وہیں پر اک لعیں نے تیرا مارا / لہو سے ہوگیا سرخ آب سارا
ہوئے زخموں سے آخر چور شبیر / غزا سے ہوگئے معذور شبیر
لگے انیس سو زخم اُن کے تن پر / نہ تھی جا اک وجب ثابت بدن پر
گرا روئے زمیں پر پشتِ زیں سے / گرا خورشید چرخِ چار میں سے
نہیں آگے بیاں کی مجھ میں طاقت / زباں میں جوشِ گریہ سے ہے لکنت
نظر میں ہوگئی تاریک دنیا / رقم یہ قصہ جاں کاہ ہوگا

ختم شد

مثنویِ ناسخ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"حـــمـــد"

1 لکھوں پہلے حمدِ علیِ عظیم — علیمٌ حکیمٌ رحیمٌ کریم

بدیع السموات والارض ہے — عبادت اُسی کی فقط فرض ہے

2 وہی واجب [و] خالقِ ممکنات — کہا اُس نے کُن ہو گئی کائنات

نہیں کوئی موجود اُس کے سوا — نہیں کوئی معبود اس کے سوا

ُسی سے وجود اور اُسی سے عدم — اُسی سے حدوث اور اُسی سے قدم

سی کے ہیں وارفتہ یہ ماہ و مہر — اُسی کے ہیں سرگشتہ ساتوں سپہر

3 ، وہ جسم ہے اور نہ وہ جان ہے — ہر اک جسم و جاں اِس میں حیران ہے

ی شش جہت میں حضورِ نظر — نہ دیکھے اگر ہے قصورِ نظر

ر اک دل میں ہے درد اُس کا مقیم — خلیل اُس کا کہتا ہے اتنی سقیم

ب اُس کے ہیں طالب وہ مطلوب ہے — وہ غالب ہے جو شے ہے مغلوب ہے

---

* یہ مثنوی ترتیب کے لحاظ سے مطبوعہ کے آخر میں حاشیے پر درج ہے - اس طرح یہ مطبوعہ میں ترتیب کے لحاظ سے تیسرے دیوان کے بعد علیحدہ سے شامل کی گئی ہے - مطبوعہ میں یہ مثنوی بغیر کسی عنوان کے صفحہ 367 کے حاشیے پر درج ہے -

1 - مطبوعہ - ا = لکھو

2 - تصحیح قیاسی - ا - مصرع اولیٰ میں " و " کتابت سے رہ گیا ہے -

2 - غضنفر - ب - وہی -------- مخطوطے میں "وہ ہی" جس سے مصرع ساقط ہے -

3 - " - ا - وہی -------- مخطوطے میں "وہ ہی" جس سے مصرع ساقط ہو جاتا ہے -

وہ خلاّق ہے اور رزاّق ہے مُبّرا وہ ہے جفت سے طاق ہے
خدائی میں بے مثل و ضد ہے وہی ولَم یُو لَد اور لَم یُلدَ ہے وہی
سنو آیہ اے اہلِ فُقرِ مُکِب ویرزقہ مِن حیثُ لا یحتسب
وہ مستور ہے بینشِ وہم سے بہت دور ہے دانشِ فہم سے
وہ دریا ہے موجیں ہیں ماوشما مگر کوئی اُس سے نہیں آشنا
ہ وہ ہے مرکب نہ وہ ہے بسیط مگر ہے علیٰ کل شیئٍ محیط
یادہ رگِ جاں سے نزدیک ہے فقط کید ہے جن کو تشکیک ہے
ہ ہے اُن کے حق میں کلامِ مبیں و اِملی لہم انّ کیدی متیں
ہیں اُس کی تحمید حدِ بشر کہ اپنی بھی اُس کو نہیں ہے خبر

1 - مطبوعہ - ب = ---------- کچھ --- غضنفر = -------- کچھ -------

در نعت حضرت خاتم النبین احمدؐ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم *

لکھ اے کلک اب نعتِ غیر الا نام — علیہ الصلوۃ وعلیہ السلام
منیب علی نائبِ کردگار — سرِ لشکر انبیائے کبار
وہ ہے مرکزِ عالمِ کن فکاں — وہی باعثِ صحت جسم و جاں 1
چلے حکم کے ساتھ اکثر درخت — ہوئے نقشِ پا بر سرِ سنگِ سخت 2
کیا جس نے ماہِ دو ہفتہ کو دو — بلائے نہ کیوں عمر رفتہ کو دو
بھلا کس کو نسبت ہے اُس شاہ سے — کہ لی اس نے بیعت یداللہ سے 3
مراتب ہوں اُس کے بیاں مجھ سے کیا — کہ ہیں اُس کی اُمت میں کالا نبیا ؟ 4
وہ لاریب محبوبِ معبود ہے — وہی خلقِ آدم سے مقصود ہے
ہوئی اس کے قدموں سے قدرِ حرم — فلک اُس کے روضے کے آگے ہے خم
شہنشاہِ دیں تھا وہ عالی جناب — ہمیشہ پھرا سر پہ چھتر سحاب
رہے رتبۂ نائب ذوالجلال — گیا پہنے نعلین کس جا بلال ؟
یہ معصوم چودہ ہیں سب خوب و نیک — محمدؐ سے لے تا محمد ہیں ایک

---

* مطبوعہ ۔ در نعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
مطبوعہ اور غضنفر کا عنوان ایک ہے ۔

1 = غضنفر ۔ ا = وہی ----------------
2 = 〃 ۔ ب = ------------ہر --
3 = 〃 ۔ ب = کیا ----------------
4 = 〃 ۔ ب = --- میں ----------

دربیانِ ولادت حضرت علی مرتضیٰؑ علیہ السلام *

کروں مولد بوالحسن کا بیاں — کہ ہوں پرُ گہُر گوشِ اہلِ جہاں
ہوا جس گھڑی مولدِ مرتضیٰؑ — قوی ہو گئے بازوئے مصطفیٰؐ
جو ماہِ رجب کی ہوئی تیرھویں — ہوا مولدِ سیّدِ عالمیں
وہ آدینہ تھا ہے روائت صحیح — کہ پیدا ہوا بادشاہِ فصیح 1
شجاعِ عرب صاحبِ ذوالفقار — ہنر بر خدا شاہِ دُلدُل سوار
یقیناً ہے قسّامِ نار و جناں — صریحاً ہے فرماندۂ انس و جاں
وہی ہے سپہہ دارِ لشکر شکن — وہی ہے جگر دارِ خیبر شکن

---

* مطبوعہ - دربیان ولادت جناب حضرت علیِ مرتضیٰؑ علیہ والسلام -
غضنفر - دربیانِ تولد جنابِ علیِ مرتضیٰؑ

1 - مطبوعہ - ب = ------ ہوئے ---- = غضنفر ------- ہوئے -----

ترجمہ حدیث *

سنو اے مطیعانِ خیر الاانام / یہ مضمونِ فرمانِ خیر الا انام
کہ آدم سے پہلے ہزاروں برس / علی اور ہم نورِ واحد تھے بس
مکاں عرش کی جانبِ راست تھا / کیا کرتے تھے ذکر و حمدِ خدا
جو خالق نے آدم کو پیدا کیا / وہی نور اُس پر ہویدا کیا
رہے جب تک آدم بروئے زمیں / رہا صُلبِ آدم میں نورِ مبیں
نہ تھا نوح سے نور اپنا جدا / وہی نور کشتی میں تھا نا خدا
خلیل آگ میں جب گرائے گئے / کئی بار جبرئیل آئے گئے
بلاشک اُسی نور کا تھا سبب / ذرا آگ سے جو نہ پہنچا تعب 1
جو دو حصّے وہ نورِ بیضا ہوا / ہوا ایک میں ایک شیرِ خدا
اُسی نور سے ہے جو مخلوق ہے / وہ سابق ہے جو شے ہے مسبوق ہے

---

* مطبوعہ - ترجمۂ حدیثِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
غضنفر - ترجمۂ حدیثِ نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

1 غضنفر - ب = ذرا آگ سے [جو] نہ پہنچا تعب

ترجمہ حدیث *

حضورِ نبی ایک دن جبرئیل — یہ کہتا تھا پیغامِ ربِ جلیل 1
وہی پائے گا روزِ محشر نجات — ملی جس کو حبِ علی میں وفات
وزیر آپ کی زیست میں ہے علیؓ — یہی آپ کے بعد ہو گا وصی
اگر آپؐ ہیں سرورِ انبیا — کیا حق نے اُس کو شہِ اوصیا 2
تری آل میں ہوں گے سارے امام — ترا حکم ہے تا بروزِ قیام
سنی جب یہ تقریرِ روح الامیں — علیؓ نے رکھا سر بروئے زمیں
کیا سجدۂ شکرِ خالق ادا — لگے کرنے حمد و ثنائے خدا 3

---

* مطبوعہ ۔ پیام گفتن جبرئیل با نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
غضنفر اور مطبوعہ کا عنوان یکساں ہے ۔

1 غضنفر ۔ ب = وہی ------- الجلیل
2 " ۔ب = کیا اُس کو حق نے شہِ اولیا ۔
3 " ۔ ب = لگے کرنے [حمد] و ثنائے خدا ۔

ترجمۂ حدیث *

انسؓ ابنِ مالک سے ہے یہ خبر | کہ نکلے پئے سیر خیر البشر
ملا ایک صحرا میں کوہ بلند | بسانِ فلک با شکوہِ بلند
تلے اُس کے اترے رسولِ خدا | کیا کوہ کا رتبہ مثلِ صفا
انس کو رواں ایک جانب کیا | شتر بھی سواری کا اُس کو دیا
کہا اُس طرف ہیں امیر عرب | بہ دل ذکرِ محوِ عباداتِ رب
یہی کیجیو عرض بعد از سلام | کہ مشتاق بیٹھے ہیں خیر الا نام
چلو جلد ہو کر شتر پر سوار | رکابِ سعادت میں ہے جانثار
غرض آئے حیدر سوارِ شتر | ہوا پیشِ احمد گزارِ شتر
اُتر کر کیا مرتضیٰ نے سلام | لگے کہنے شفقت سے خیرالا نامؐ
علیک السلام اے خدا کے حبیب | شتاب آکے تو بیٹھ میرے قریب
یہاں بیٹھے ہیں آکے سرِ نبی | بٹھائے ہیں پاس اپنے اپنے وصی 1
ہے اُن انبیا کی مجھے سروری | اور اُن اوصیا کی تجھے بہتری 2
یہ مذکور تھا جو اُٹھا اک سحاب | اور آیا قریبِ رسالت مآب
کیا اپنا دستِ مبارک دراز | ہوا ابر اُس ہاتھ سے سرفراز
لیا ابر سے خوشہ انگور کا | وہ پرویں کی مانند تھا نور کا
علیؓ سے کہا کھاؤ شیرِ خدا | یہ ہدیہ کیا ہے خدا نے عطا 3
انس سے یہ کہنے لگے پھر نبیؐ | برادر ہے میرا علیؓ ولی
مصاحب مرا اور داماد ہے | مرا علم جو ہے اِسے یاد ہے
علیؓ سے ہوں میں اور مجھؐ سے علیؓ | و لیکن نبیؐ میں ہوں اور یہ ولی
مرے لحم سے مرتضیٰ کا ہے لحم | مرے شحم سے مرتضیٰ کا ہے شحم

---

* غضنفر = روائت از انسؓ بن مالک

1 - مطبوعہ - ا = ---------- سا رے ------ = غضنفر = ----- سا رے -----

2 - " - ب = --------- سے --- = غضنفر ------ سے ----------

3 - " - ب = [یہ] ہدیہ کیا ہے خدا نے عطا

علیؓ کا مرے پوست سے پوست ہے — مرا دوست ہے اِس کا جو دوست ہے
عدو ہے مرا جو ہے اِس کا عدو — نہ اس کے عدو کو ملے آبـــرو
مری خاک اور خاک اس کی ہے ایک — اُسی خاک سے اس کے ہیں یار نیک
قیامت میں سب کو ملائیک تمام — پکاریں گے لے لے کے مادر کا نام
علی کے محب ہوں گے جو حشر میں — پکاریں گے نامِ پدر سے اُنہیں
علی نوع ہے میں ہوں اصلِ شجر — آئمہ ہیں سب شاخ ہائے دگـــر 1
محب اُس کے جتنے ہیں اوراقؔ ہیں — بہشت اُن کے قدموں کی مشتاق ہیں 2

روائت از جناب ابو طالب *

ہوئے جب کہ مولوُد خیر البشر — نمایاں ہوئے معجزے بیشتـــر
ہوئی مادرِ مرتضیٰ خوش کمال — کہا اپنے شوہر سے جاکر یہ حال 3
یہ سن کر ابو طالبِ نامور — لگے کہنے اک قرن تُو صبـــر کـــر
ملا آمنہ کو یہ جیسا پســـر — خدا تجھ کو بھی دے گا ویسا پسر
مگر یہ نبیؐ ہو گا اور وہ ولی — محمدؐ ہے نام اِس کا اُس کا علی

---

1 ـ غضنفر ـ ب = (سب) آئمہ ہیں شاخ ہائے دگر ـ

2 ـ مطبوعہ ـ ب = ---------------- ہے

3 ـ غضنفر ـ ب = کیا ---------------- خیال

* ـ مطبوعہ = از امام صادق علیہ السلام

غضنفر کا عنوان بھی یہی ہے ـ

روائت از جابر *

روائت ہے جابر سے اے مومنو! — فرح ناک ہو گوشِ دل سے سنو
کہ کہتے تھے اک دن جنابِ نبیؐ — مرے بعد خیر البشر ہے علیؓ
عیاں اس میں ہوں گی صفاتِ مسیح — جلائے گا وہ معجزاتِ مسیح
ہنر بر الٰہی امیرِ کبیر — ہوا بطنِ مادر میں جب جائے گیر
تھا اُن روزوں اک راہبِ خوش نصیب — سِن اُس کا تھا دو سو برس کے قریب
عبادت میں دن رات مشغول تھا — جنابِ خدا کا وہ مقبول تھا
ہوئی تھی کمال اُس کو حاصل غنا — خدا سے بھی کرتا نہ تھا التجا 1
لگا کہنے اک روز وہ حق شناس — یہ اللہ سے بعد حمدو سپاس
کہ اے واقفِ حالِ ما فی الصدور — مرا قلب حاجات سے ہے نفور
کبھی تجھ سے میں نے نہ کی التجا — مگر آج یہ ہے مری التجا
دکھا دے کوئی دوست اپنا مجھے — خدایا یہی ہے تمنا مجھے
ہوئی عرض مقبولِ پروردگار — گئے واں ابو طالبِ نام دار
نظر آیا راہب کو نورِ جلال — کہ تھا سر سے پا تک ظہورِ کمال
ہوئے دیدۂ عقل حیرت گزیں — اٹھا بہرِ تعظیم وہ پاک دیں
فزوں حد سے راہب نے تعظیم کی — بہت پاس بٹھلا کے تکریم کی
کہا کون ہیں آپ فرمائیے؟ — مفصّل نسب اپنا بتلائیے؟
یہ بولے ابو طالبِ با وقار — کہ اہلِ تہامہ میں ہوں نام دار
وہ بولا تہامہ ہے وہ کون سا؟ — کہ جس میں سے ہیں آپ اے مقتدا!
یہ سن کر ابو طالبِ نیک خو — لگے کہنے اے راہب! آگاہ ہو
تہامہ ہے مکّے کا کہ جس میں ہیں ہم — سکونت ہے اپنی میانِ حرم

---

1 ۔ یہ شعر غضنفر میں نہیں ۔

مرا دادا ہاشم ہے سُن مجھ سے صاف — وہ مشہور ہے ابنِ عبدِ مناف
یہ سنتے ہی راہب ہوا شاد کام — لگا کہنے ہیں آپ عالی مقام
کروں حمد و شکر و سپاسِ خدا — کہ مقبول کی جَلد میری دعا
یہ تھی آرزو مجھ کو شام و سحر — خدا کا کوئی دوست آئے نظر
سو الحمدللّٰہ دیکھا تمھیں — حسیں صورتِ ماہ دیکھا تمھیں
نہ ہوتی تمھاری زیارت مجھے — تو تا حشر رہ جاتی حسرت مجھے
1 کہا پھر یہ راہب نے اے نیک خُو — بشارت میں دیتا ہوں اک آپ کو
مجھے دی ہے میرے خدا نے خبر — نہیں شبہے کا اس میں مطلق اثر
پسر تجھ کو دیگا اب ایسا خدا — کرے گا جو باطل سے حق کو جدا
وہ ہے قوتِ بازوئے مصطفیٰ ص — مقام اُس کا ہے پہلوئے مصطفیٰ ص
کریگا خدا دین اُس سے قوی — کریگا نبی اُس کو اپنا وصی
تولد ہو جس دن وہ پہلا امام — ضرور اُس کو پہنچانا میرا سلام
یہ کہنا کہ راہب وہ دیں دار تھا — خدا کا بہ دل اُس کو اقرار تھا
وہ تھا قائلِ سیدِ المرسلینؐ — تجھے جانتا تھا سپہہ دارِ دیں
2 محمدؐ جو ہے سیدِ انبیاؐ — علیؓ بے گماں سیدِ اوصیا
کسی کا جو دونوں میں منکر ہوا — کہا ہے خدا نے وہ کافر ہوا
3 نہیں شبہہ و شک وہ دونوں ہیں ایک — ازل سے ابد تک وہ دونوں ہیں ایک
یہ سن کر ابو طالبِ نامدار — ہوئے چشمِ پُر نور سے اشک بار
لگے کہنے اے راہبرِ خوش کلام — بتا مجھ کو اُس طفل کا کیا ہے نام؟
لگا کہنے راہب سنو یا ولی! — اُسی کا ہے اسمِ مقدس علیؓ

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا = کہا ------- = غضنفر ۔ کہا --- مخطوطے میں سہو کاتب سے " لکھا " بجائے " کہا " ۔

2 ۔ غضنفر = ب = --------- ۔ اولیا

3 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ------- اس میں --- = غضنفر = ----- اس میں ----

وہ بے شک ہے قسامِ نارو جناں
کرے گا وہی فتحِ جنگِ جناں

وہ میدانِ ہیجا میں ہے شیرِ حق
کفرِ مصطفیٰ میں ہے شمشیرِ حق

یہ بولے ابو طالبِ با خدا
مصدق بتا اپنی گفتار کا

سند کب ہے دعویٰ ترا بے دلیل
اگر راست گو ہے سُنا دے دلیل

لگا کہنے وہ راہبِ حق شناس
دلائل ہیں موجود سب میرے پاس

جو شے تجھ کو درکار ہو کر سوال
کریگا عطا قادرِ ذوالجلال

جو یہ راست نکلے تو سب راست ہے
نہیں تو مری بات کب راست ہے

یہ بولے ابو طالبِ خوش سرشت
مجھے چاہیے ہے طعامِ بہشت

ہوا راہبِ نیک صرفِ دعا
کہے تھے ابھی سب نہ حرفِ دعا

کہ نازل ہوا آسماں سے طباق
پُر از نار و انگور چندیں طباق

ہوئے خوش ابو طالبِ با وقار
طبق سے لیا ہاتھ میں اک انار [1]

ہوئے رونق افزائے دولت سرا
انارِ معطر تناول کیا

وہی شربتِ نار نطفہ ہوا
نسیم جناں اُس سے پیدا ہوا

---

1 ـ مطبوعہ ـ ب = ------ سے ------ سے ------

در بیان حامله شدن مادرِ علی ابنِ ابی طالب *

جو نطفہ ہوا ساکنِ رحمِ پاک — گرے سارے اصنام بالائے خاک

زمیں کو کئی دن رہا زلزلہ — قیامت کے ساماں ہوئے برملا 1

ہراساں ہوئے دل میں سارے قریش — منغض ہوا بت پرستوں کا عیش

جو مکّے میں ہے بوقبیس ایک کوہ — وہاں سب گئے مشرکوں کے گروہ

تمام اپنے بت لے گئے بت پرست — ہر اک بت لگا لوٹنے مثلِ مست

بہت زلزلے کی جو شدت ہوئی — تو کفار کی تنگ حالت ہوئی

بتوں کا ہوا اُن سے تھا حالِ بد — طلب کرتے تھے تو بھی احمق مدد

لگا ہونے جب کوہ ہر جا سے شق — ہوا رنگِ روُبت پرستوں کا فق

ہوئے ٹکڑے آپس میں گر گر کے سنگ — شجر کوہ کے گر پڑے بے درنگ 2

ہوئی بت پرستوں کو جینے سے یاس — ہوا روح کو تنگ خاکی لباس

کہ آئے ابو طالبِ نامور — وہیں قلّۂ کوہ پر بے خطر

کیا بت پرستوں کی جانب خطاب — ہوا غیب سے تم پہ نازل عذاب

نہ ہو گا کبھی دفع تدبیر سے — ہوا ہے یہ حیدر کی تاثیر سے

ہوا بطن مادر میں ساکن وہ آج — کرے گا جو دینِ نبیؐ کا رواج

یہ لازم ہے اُس کی اطاعت کرو — قبول اُس ولی کی ولائت کرو

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ------- کوئی ---------

2 ۔ " ۔ ا = ---------- لڑ لڑ -----

* = مطبوعہ = ترجمہ حدیثِ دیگر

غضنفر کا عنوان بھی یہی ہے ۔

وگرنہ ابھی ہو گے تم سب ہلاک   نظر آئے گا کوہ مانندِ خاک

کسی جا ملے گی نہ تم کو پناہ   بشر کو کہاں تاب قہر آلہ

کہا بت پرستوں نے اے با خدا   ہمیں حکمِ والا کی ہے اقتدا

ولائت کا اقرار ہم نے کیا   اطاعت کا اقرار ہم نے کیا

برائے خدا اب بچاؤ ہمیں   طریقِ سلامت دکھاؤ ہمیں

یہ سن کر ابو طالبِ خوش بیاں   لگے دیکھنے جانبِ آسماں

یہ کی عرض اے خالقِ خاص و عام   برائے محمدؐ علیہ السلام

برائے علیؓ و برائے بتول   کرم سے یہ میری دعا کر قبول

ملے اہلِ مکہ کو اِس دم نجات   حضور اِن کے رہ جائے بندے کی بات

اُسی دم ہوا زلزلہ برطرف   چلے گھر کو سب مطمئن ہر طرف

یہ فرماتے ہیں سید المرسلیں   قسم اُس خدا کی ہے اے اہلِ دیں

جو کرتا ہے دانوں سے پیدا گیاہ   بنائے ہیں جس نے سفید و سیاہ

دعائے ابو طالبِ نام دار   عرب نے لکھی تھی پئے یاد گار

اگر جاہلیت میں ہوتے تھے تنگ   فقط پڑھتے تھے وہ دعا بے درنگ 1

اُسی وقت ہو جاتی تھی مُستجاب   ہر اک ہوتی تھی مشکل آساں شتاب

---

1 ـ غضنفر ـ ب = ------- دعائے --------

دربیانِ ولادت جناب امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام *

ہوئی جب شب مولدِ مرتضیٰ ۔۔۔ منور جہاں دفعۃً ہو گیا

فروغِ کواکب دو چنداں ہوا ۔۔۔ ہر ایک ساکنِ مکہّ حیراں ہوا

1 یہ کہتے تھے بو طالبِ نیک نام ۔۔۔ ہوئی آج حجت خدا کی تمام

2 علیِ ولی آج پیدا ہوا ۔۔۔ وصیِ نبیؐ آج پیدا ہوا

ہوا بت پرستوں کا بازار سرد ۔۔۔ ہوا رنگِ اصنام ہیبت سے زرد

امیرِ عرب ہے مددگارِ دیں ۔۔۔ یہ ہے نخل بندِ چمن زارِ دیں

یہی ہے سپہ دارِ دینِ خدا ۔۔۔ شہِ آسماں و زمینِ خدا

یہی فوجِ شیطاں کو دے گا شکست ۔۔۔ کریگا یہ اسلام کا بندوبست

3 رہے گا یہ مبغوضِ اہلِ نفاق ۔۔۔ اِسی کا ہے دیں داروں کو اشتیاق

یہ ہے گنجِ علمِ خدا کا کلید ۔۔۔ سپہرِ امامت کا نجمِ سعید

اڑا اُس کی ہیبت سے اب رنگِ شرک ۔۔۔ ہوا لعلِ توحید ہر سنگِ شرک

جنابِ ابو طالبِ پاک جاں ۔۔۔ ہوئے سب سے چالیس دن تک نہاں

سنا جب یہ ارشادِ خیر الوریٰ ۔۔۔ لگا کہنے یوں جابرِ باوفا

کہ مکّے سے چالیس دن تک کہاں؟ ۔۔۔ رہے تھے ابو طالبِ خوش بیاں

لگے کہنے یوں اشرفِ انبیاؐ ۔۔۔ وہ راہب کہ مذکور جس کا ہوا

---

* = مطبوعہ = دربیانِ ولادت جناب علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام

1 = غضنفر - ا = ------- ابو ---------

2 = مطبوعہ - ا = --------------- ہوئے

3 = غضنفر - ب = = اُسی ------------

جہاں تھا وہاں پائی اُس نے وفات — گئے دفن کو عمِ والا صفات
نظر آیا راہب کا حالِ عجیب — کہ بے دم پڑا تھا وہ حق کا حبیب
طرف قبلے کے روئے پُر نُور تھا — منوّر سراپا وہ مغفور تھا
نگہباں پئے لاشۂ باصفا — سفید ایک مار اک سیہ مار تھا
قریب آنے پاتے نہ تھے جانور — نہ تھا لاشۂ پاک کو کچھ ضرر
جو پہنچے ابو طالبِ نام دار — چھپے غار میں جا کے دونوں وہ مار
یہ بولے ابو طالبِ پارسا — سلام علیک اے ولئی خدا
زہے قدرتِ قادر ذوالجلال — ہوا زندہ وہ راہبِ باکمال
کہا آنکھیں مَل کر علیک السلام — کیا کوہ کو تو نے دارالسلام
مسیحا کا اعجاز تو نے کیا — میں مردہ تھا تیرے قدم سے جیا
خدا کو سمجھتا ہوں میں لاشریک — قسم ہے نہیں کوئی اُس کا شریک
محمّد ہے بے شبہہ اُس کا رسول — کیا دل سے دیں اُس کا میں نے قبول
ولیِ خدا ہے جنابِ علیؓ — امامِ دو عالم ہے بعد از نبیؐ
یہ سن کر ابو طالبِ نیک نام — لگے کہنے اے راہبِ خوش کلام
ہوئے آج پیدا علیؓ ولی — ہنر ہر الہی وصیِ نبیؐ
کہا سن کے راہب نے اے پارسا! — ہوا جب کہ پیدا وہ شیرِ خدا
ہوا پردۂ غیب سے کیا عیاں ؟ — عجائب جو دیکھے ہوں کیجئے بیاں
یہ بولے ابو طالبِ پاک دیں — گئی نصف شب جبکہ اے با یقیں
ہوا دردِ زہ فاطمہ کو کمال — ہوئی بے قراری سے آشفتہ حال 1
کہا میں نے اے بہترینِ زناں — ترے درد سے میں ہوا خستہ جاں

---

1 = غضنفر - ا = ہوا دردِ (زہ) فاطمہ کو کمال

غرض اسمِ اعظم جو منہ سے کہا — وہیں دردِ زہ اُس کا جاتا رہا 1

بلانے چلا میں کئی عورتیں — کہ تدبیرِ میلاد آکر کریں

فلک سے یہ ہاتف کی آئی ندا — عبث عورتوں کو بلانے چلا

گناہوں میں آلودہ ہیں جن کے ہاتھ — نہ لا بہرِ تدبیر تُو اُن کو ساتھ

تری زوجہ ہے فاطمہ پاک تن — چھوئیں کیوں نہ گار اُس کا بدن

ہوا سن کے میں شاد بے اختیار — کہ وارد ہوئیں عورتیں پاک چار

وہ پہنے تھیں چاروں لباسِ حریر — رخِ ان کے تھے مانندِ بدرِ منیر

نہ گلُ ان سا خوش رنگ نہ ارغواں — نہ مُشک اُن سا خوش بُو ہے نہ زعفراں 2

نظر آئی جب فاطمہ نیک نام — کہا اے خدا کی حبیبہ سلام

دیا فاطمہ نے جوابِ سلام — کیا سب کی جانب خطابِ سلام 3

تولد ہوئے شاہِ گردوں جناب — عیاں شرق سے جیسے ہو آفتاب

کیا با فصاحت تشہد ادا — مسیحا کا اعجاز ظاہر کیا

لگا کہنے پھر وہ سپہہ دارِ دیں — کہ ہے مصطفیٰ خاتم المرسلیں

بلا شبہہ ہوں میں ہی اُس کا وصیؔ — خدا نے کیا مجھ کو اپنا ولی

---

1 = مطبوعہ - ا = -------- میں نے پڑھا = غضنفر = ------ میں نے پڑھا

= غضنفر - ب = --------- کم ہو گیا -

2 = ″ - ا = -------- نے -----

3 = مطبوعہ - ب = -------------- کلام

دربیانِ چہار عورات

رکھو مومنو اس طرف گوشِ جاں　　کروں چاروں اُن عورتوں کا بیاں

جو تھیں وضع میں فاطمہ کی معیں　　عیاں جن کے تھا رخ سے نُورِ مبیں

تھی اک اُن میں جوائے عالی جناب　　درخشندہ مثلِ مہ و آفتاب

دومؔ مریمِ پاک نورِ خدا　　کہ تھی جو خموشی میں معجز نما

سومؔ آسیہ پاک دل پاک دیں　　فدائے خدائے جہاں آفریں

چہارم تھی اُمِ کلیمِ خدا　　سزاوارِ باغِ نعیمِ خدا

روائت از جناب ابو طالب *

یہ فرماتے ہیں والدِ مرتضیٰ[1] ارادہ جو ختنے کا میں نے کیا
کہا آسیہ نے کہ اے پاک دیں اِسے کچھ بھی ختنے کی حاجت نہیں
کہ ختنے کو کیا ہے مختّن سے کام اُسے کچھ نہیں آبِ آہن سے کام
نہ پہنچے گا تا زندگی اِس کو زخم لگے گا مگر آخری اِس کو زخم
شہادت اُسی زخم سے پائے گا لہو میں بھرا خُلد کو جائے گا
یہ بولے ابو طالبِ نامور کہ کون اِس کا قاتل ہے کر دے خبر
یہ اُس نے کہا ابنِ ملجم ہے وہ بڑا ہی شقی سخت ظالم ہے وہ
غرض آئے گھر میں نبیِ خدا کہ دیکھیں جمالِ ولیِ خدا
جو تھیں چاروں وہ عورتیں پاک دیں پیمبر کو تسلیم کرنے لگیں
کیا کچھ پیمبر نے اُن سے کلام روانہ ہوئیں سوئے دارالسلام
یہ تقریرِ بو طالبِ پاک جاں ہوا سُن کے راہب بہت شادماں 1
کِیا سجدۂ شکرِ خالق ادا ہوا روبہ قبلہ فنا ہو گیا

نبیؐ نے یہ جابر سے جس دم کہا خدا کا لیا نام حیراں رہا 2
یہ کی عرض اے سیّدِ انبیا کہ تیرا چچا تھا ولیِ خدا
ہوا آج یہ امر خاطر نشیں میں سنتا تھا کانی اُسے پیش ازیں

---

* مطبوعہ ۔ روائت از ابو طالب

1 ۔ غضنفر ۔ ا = --------- ابو ------

2 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ------------ سُنا = غضنفر ۔ یہ حق سے جابر نے جس دم سُنا

" ۔ " ۔ ب = تحیّر سے اللہ اکبر کہا = غضنفر ۔ تو اللہ اکبر کی دے کر صدا

پیدا شدن جناب امیر المومنین علیہ السلام در کعبہ *

تولد ہوئے کعبے میں مرتضیٰ[1] ہوا کعبے ہی میں یہ سب ماجرا
مگر ہو چکا سب بیانِ حدیث نہیں ذکرِ کعبہ میان حدیث
یہی لکھ گئے مجھ سے پہلے ثقات کہ کعبے میں گزریں یہ سب واردات
کروں اور ذکرِ حدیثِ صحیح کرے ترجمہ نظم طبعِ فصیح

روائت از یزید ابن قعنب **

خبر ہے یزید ابن قعنب سے یوں محبِ علیؑ رض سن کے خوش حال ہوں
کھڑا تھا میں بیتِ خدا کے قریں تھے عباس بھی اتفاقاً وہیں
وہاں فاطمہ آئی با اضطرار کہ تھی دردِ زہ سے بہت بے قرار
کیئے جب دراز اُس نے دستِ دعا جنابِ خدا میں یہ کی التجا
میں ایمان یا رب ترا لائی ہوں مدد کر کہ گھر میں ترے آئی ہوں
کیئے جتنے مبعوث تو نے رسول کیا جن کتابوں کا تو نے نزول
مرا جدِ معصوم جو تھا خلیل بنایا ہے جس نے یہ بیتِ جلیل
مصدق ہوں اُس کے میں اقوال کی مقلد ہوں اُس کے میں افعال کی 1
مرے بطن میں ہے جو طاہر جنیں یہ ہے شبہہ ہے سیّدِ المومنیں 2
اِسی کے تصدق سے فرمان ہو کہ مجھ پر ولادت اب آسان ہو

---

* مطبوعہ = حدیثِ دیگر
غضنفر کا عنوان بھی یہی ہے -

** مطبوعہ = حدیث از یزید بن قعنب
غضنفر کا عنوان بھی یہی ہے -

1 = مطبوعہ - ا = مصدق ہوں میں اس کے اقوال کی
〃 = 〃 - ب = مقلد ہوں میں اُس کے افعال کی
2 = 〃 - ا = -------- ظاہر --- = غضنفر ------ ظاہر ----

پیدا شدن جناب امیر المومنین علیہ السلام در کعبہ *

تولد ہوئے کعبے میں مرتضیٰ[ا] — ہوا کعبے ہی میں یہ سب ماجرا
مگر ہو چکا سب بیانِ حدیث — نہیں ذکرِ کعبہ میانِ حدیث
یہی لکھ گئے مجھ سے پہلے ثقات — کہ کعبے میں گزریں یہ سب واردات
کروں اور ذکرِ حدیثِ صحیح — کرے ترجمہ نظم طبعِ فصیح

روائت از یزید ابن قعنب **

خبر ہے یزید ابن قعنب سے یوں — محبِ علیؓ سن کے خوش حال ہوں
کھڑا تھا میں بیتِ خدا کے قریں — تھے عباس بھی اتفاقاً وہیں
وہاں فاطمہ آئی با اضطرار — کہ تھی دردِ زہ سے بہت بے قرار
کیئے جب دراز اُس نے دستِ دعا — جنابِ خدا میں یہ کی التجا
میں ایمان یا رب ترا لائی ہوں — مدد کر کہ گھر میں ترے آئی ہوں
کیئے جتنے مبعوث تو نے رسول — کیا جن کتابوں کا تو نے نزول
مرا جدِ معصوم جو تھا خلیل — بنایا ہے جس نے یہ بیتِ جلیل
مصدق ہوں اُس کے میں اقوال کی — مقلد ہوں اُس کے میں افعال کی 1
مرے بطن میں ہے جو طاہر جنیں — یہ ہے شبہہ ہے سیدِ المومنیں 2
اِسی کے تصدق سے فرمان ہو — کہ مجھ پر ولادت اب آسان ہو

---

* مطبوعہ = حدیثِ دیگر
غضنفر کا عنوان بھی یہی ہے -

** مطبوعہ = حدیث از یزید بن قعنب
غضنفر کا عنوان بھی یہی ہے -

1 = مطبوعہ - ا = مصدق ہوں میں اس کے اقوال کی
〃 = 〃 - ب = مقلد ہوں میں اُس کے افعال کی
2 = 〃 - ا = -------- ظاہر --- = غضنفر ------ ظاہر -----

یہ کہتا ہے راوی کہ بعد از دُعا
ہوئی چاک دیوارِ بیتِ خدا 1

گئی فاطمہ چاک کی راہ سے
مشرف ہوئی کعبۃ اللہ سے

ہوئی فاطمہ جب نظر سے نہاں
نہ تھا چاکِ دیوار کے درمیاں

کیا قصد میں نے کروں قفل وا
کہ کعبے میں دیکھوں ہے کیا ماجرا

نہ زنہار وہ قفل وا ہو سکا
نہ مکشوف یہ ماجرا ہو سکا

ہوا یہ مرے قلب پر آشکار
کچھ اس میں ہے اسرارِ پروردگا

غرض چار دن ہو گئے جب بسر
نمایاں ہوا چاک بارِ دگر

علی کو لئے ہاتھ پر فاطمہ
نکل آئی شق سے اِدھر فاطمہ

یہ کلمے تھے لب پہ بہ بانگِ بلند
علی کے سبب میں ہوئی ارجمند

ہوں افضل ترینِ زنانِ سَلف
ہوا مریم و آسیہ پر شرف

ہے مقبولِ حق بے گماں آسیہ
و لیکن ہے مجھ سی کہاں آسیہ؟

عبادت وہاں کرتی تھی وہ مدام
سکونت کے قابل نہ تھا جو مقام

مگر اضطراراً نہ تھا کچھ ضرور
کہ فرعون تھا حاکمِ بحرو بر

ہوئی مجھ سے کعبے میں طاعت ادا
یہ طاعت کجا وہ عبادت کجا ؟

ہے مریم بھی گو بہترینِ زناں
و لیکن فضائل میں مجھ سی کہاں ؟

جھکاتی تھی ہاتھوں سے جب شاخ کو
قریں منہ سے کرتی تھی تب شاخ کو

ملی مجھ کو کعبے میں نعمائے خُلد
ہوئے مجھ پہ نازل طبق ہائے خُلد

جو کعبے سے باہر میں آنے لگی
ندا مجھ کو اُس دم یہ ہاتف نے دی

رکھ اے فاطمہ نام اس کا علی
وصیِ نبی ہے یہ میرا ولی

مرے نام سے اس کا مشتق ہے نام
ہے بارہ اماموں میں پہلا امام

بہت اس کو تعلیم میں نے کیا
سزا وارِ تعظیم میں نے کیا

ہوئیں اس پہ حل مشکلاتِ علوم
دیا درسِ علمِ سماوٗ نجوم

---

1 = اس سے پہلے مطبوعہ اور غضنفر میں حسب ذیل شعر اضافی ہے -

مطیعہ ہوں اور ان کی منقادہ ہوں
شب و روز طاعت پہ آمادہ ہوں

بتوں کو کرے گا مرے گھر سے دور
نبی اور یہ ہے مرا ایک نور

یہ سقفِ حرم پر کہے گا اذاں
مٹائے گا یہ مشرکوں کا نشاں

رہے گا یہ توحید و تحمید میں
رہے گا یہ تقدیس و تمجید میں

1 فطوبیٰ لہٗ جو رکھے اس کو دوست
مرا دوست ہے یہ رکھے جس کو دوست

عدو ہے مرا جو ہے اس کا عدو
عدو اُس کا ہوں یہ ہے جس کا عدو

ترجمہ حدیث *

2 گئی جب نگاہِ جنابِ علیؓ
ہوئی چہرۂ رشکِ ماہِ نبیؐ

وفورِ مسرت سے خنداں ہوئے
فصاحت سے یوں گوہر افشاں ہوئے

سلام علیک اے رسولِ خدا
رہا سالہا آپ سے میں جدا

نہایت ہی مشتاقِ دیدار تھا
تصور سے مجھ کو سروکار تھا

ہوا لِلّٰہ الحمدُ باری وصال
ملا عیش مجھ کو بجائے ملال

3 لگے پڑھنے قد افلح المومنون
ادا کر چکے جب کہ تا خاشعون

نبیؐ نے کہا سن کے بے اختیار
بہ تحقیق مومن ہوئے رستگار

علی نے پڑھا جب کہ تا خالدون
نبیؐ نے یہ فرمایا آگاہ ہوں

مجھے اپنے خلاق کی ہے قسم
علی ہے ازل سے امامِ امم

ہدایت کرے گا یہ اخیار کو
تہِ تیغ لائے گا اشرار کو

4 یہ پھر فاطمہ سے نبیؐ نے کہا
بشارت یہ حمزہ کو تو دینے جا

علی کی ولایت کا ہو وہ مقِر
علی کی امامت کا ہو وہ مقِر

---

1 = غضنفر - ا = فطوبیٰ کہ جو رکھے گا اس کو دوست

2 = مطبوعہ - ب - ہوئے ------- = غضنفر = ہوئے - مخطوطے میں سہو کاتب سے "ہو" بجائے "

3 = 〃 - ب = بہ ....

4 = غضنفر - ا = ... ولادت ....

* مطبوعہ - دربیانِ معجزاتِ علی بن ابی طالب علیہ السلام

کہا فاطمہ نے کہ یا مصطفیٰ — کریگا طلب شیر اگر مرتضیٰ
تو اُس دم پلائے گا کون اِس کو شیر — کڑھے گا پئے شیر طفلِ صغیر
نبیؐ نے کہا کچھ نہ کر دل میں غم — کریں گے برادر کو سیراب ہم
غرض فاطمہ سوئے حمزہؓ چلی — ہوئے فیض یاب محمدؐ علیؓ
بغل میں نبیؐ نے علیؓ کو لیا — بہت پیار شفقت سے اُس کو کیا
رکھی اُس کے منہ میں پھر اپنی زباں — ہوئے چشمے بارہ زباں سے رواں
جو حمزہؓ کو دے کر بشارت پھری — نظر آیا پُر نور روئے علیؓ
عذاروں میں ایسی ہوئی روشنی — کہ ہو گرد خورشید کی روشنی
نظر کر کے حیراں ہوئی فاطمہ — بہت دل میں شاداں ہوئی فاطمہ
لپیٹا جو کپڑوں میں کرار کو — نہ خوش آیا اُس شیرِ کردار کو
کیا پنجۂ قہر سے تار تار — تب اُس شیرِ یزداں کو آیا قرار
کئی بار کپڑے کیئے یوں ہی چاک — لگے ہونے انسان ڈر کر ہلاک
عرض ماں سے کہنے لگے مرتضیٰ — نہ باندھو مرے ہاتھ پھر خدا
اٹھاتا ہوں پھرِ دعا ہاتھ میں — خدا کے نہاں اس میں اسرار ہیں 1
کہاں تک لکھوں معجزاتِ امام — شکم میں وہ کرتے تھے ماں سے کلام
غضنفر ابھی تھے میانِ شکم — کہ بر رو گرے سب بتانِ حرم

روائت از جناب ابو طالب *

یہ کہتے تھے بو طالبِ با خدا — کہ جاتا تھا میں سوئے طائف چلا
درندے نظر آئے جو جانور — گریزاں ہوئے سب مجھے دیکھ کر
ملا ناگہاں ایک شیرِ ژیاں — میں سمجھا ہوا میرے جی کا زیاں

---

1 = غضنفر ـ ب = ... یہاں .....
2 = مطبوعہ ـ ا = ... ہیں .....
* مطبوعہ ـ روائت از ابو طالب
غضنفر کا عنوان بھی یہی ہے -

که اُس شیر نے سر کیا اپنا خم   لگا چومنے آکے میرے قدم
خدا کی قسم دے کے میں نے کہا   کہ اے شیر اتنا تَذَلُّل ہے کیا
ہوا حکمِ خالق سے گویا وہ شیر   نہائت سماجت سے بولا وہ شیر
کروں کیوں نہ میں اس قدر انکسار ؟   تو ہے والد شیرِ پرور دگار
ازل سے ہے عالی تری منزلت   کرے گا محمدؐ کی تو تربیت

ترجمہ حدیثِ دیگر

یہ فرماتے ہیں حضرتِ مصطفیؐ   علیؓ ولی جب تولد ہوا
وہیں مجھ کو ہاتف کی آئی ندا   علی کے تولد کا مُژدہ دیا
کہا مجھ سے اول خدا کا سلام   دیا بعد مجھ کو یہ اُس نے پیام
کہ آیا زمانِ رسالت قریب   تولد ہوا آج تیرا حبیب
کروں گا تری پشت اس سے قوی   مرا شیر ہے یہ علیؓ ولی
تو سلطانِ عالم ہے یہ ہے وزیر   ہمیشہ رہے گا یہ تیرا نصیر
یہ ہاتف سے جس وقت میں نے سنا   سوئے خانۂ فاطمہ میں چلا [1]
نظر آیا مجھ کو علی کا جمال   ہوئی میرے دل کو مسرت کمال
کہی با وضاحت علی نے اذاں   کئے کلمے ایمان کے سب بیاں
صحف جتنے آدم کے تھے سب پڑھے   پڑھے دفتر انجیل و توریت کے
تلاوت لگا کرنے قرآن کی   بیاں کی ہر اک کُنہ ایمان کی
بہت اُس نے کی مجھ سے گفت و شُنید   وہ ہے کنجِ علمِ خدا کا کلید
اسی طرح باقی ہیں گیارہ امام   خدا کی طرف سے ہیں بارہ امام

---

1 = مطبوعہ ـ ب = ... گیا

* غضنفر = در فضائلِ امیر المومنین علی علیه السلام
مطبوعہ کا عنوان بھی یہی ہے -

ترجمہ حدیثِ دیگر *

علی تھا بلا شبہہ نورِ خدا　　نبیؐ اور وہ تھے نہ باہم جدا

نبی سے ہوا شق اگر ماہتاب　　علی سے ہوئی رجعتِ آفتاب

نبی کو ملی قدرِ معراجِ عرش　　ہوئے نعل عبدِ نبی تاجِ عرش

1 تو معراجِ حیدر ہے دوشِ رسول　　بہ از عرشِ اکبر ہے دوشِ رسول

ازل سے علیؓ ہے قبولِ خدا　　رہے اُس سے راضی رسولِ خدا

ادب دانِ خیر البشر تھا علیؓ　　نگہبانِ خیر البشر تھا علیؓ

خدا ہے اگر مُرشدِ مصطفیٰؐ　　تو حیدر ہے مُستر شدِ مصطفیٰؐ

خدا نے نبیؐ پر افاضہ کیا　　علیؓ نے وہیں استفاضہ کیا

رہا محرمِ رازِ خیرالبشر　　ملے اُس کو اعجازِ خیرالبشر

2 تمام اُس پر اسرار تھے منکشف　　رِدلا میں یہی معنیِ لو کشف

سخی وہ کہ تلوار قاتل کو دی　　انگوٹھی مصلّے پہ سائل کو دی

اُکھاڑا جو خیبر معلق ہوا　　زمیں کا جگر خوف سے شق ہوا

فرشتوں کو کھانا دیا تین روز　　فقط آپ پانی پیا تین روز

3 گواہ اِس پہ ہے سورۂ ہل اتیٰ　　وہ بے مثل ہے دال ہے لا فتیٰ

---

* مطبوعہ = ایضاً در فضائل علی ابنِ ابی طالبؑ

1 = مطبوعہ ۔ ب = یہ ....

2 = غضنفر ۔ ا = ... اعجاز ...

3 = مطبوعہ ۔ ب = ... دال .. = غضنفر ۔ ...... دال .....

مخطوطے میں سہو کاتب سے " دالال " بجائے "دال "

ترجمہ حدیث دیگر *

روائت ہے تھے جب شکم میں علیؓ — سمجھتے تھے احمدؐ کو ہی یہ نبی

جو آتے تھے گھر میں رسولِ خدا — ادب کرتی تھی مادرِ مرتضیٰ

کھڑی ہوتی تھی جلد تعظیم کو — بجا لاتی تھی داب تکریم کو

ابو طالب اک روز کہنے لگے — کہ اے فاطمہ حمل ہے اب تجھے

نہ کر رنجِ تعظیم تُو اختیار — کہ اُٹھنا ہے تعظیم کو تجھ پہ بار 1

محمدؐ ترا خُورد ہے بے گماں — بہ جائے پسر ہے وہ آرامِ جاں

کرے گی نہ تعظیمِ خیرالبشر — تو ہے شرع اور عرف میں کیا ضرر

کہا فاطمہ نے کہ معذور ہوں — میں تعظیم کرنے میں مجبور ہوں

اٹھوں کیوں نہ تعظیم کو سروقد ؟ — اُٹھاتا ہے مجھ کو جنیں خود بخود ؟

نہیں اس میں مطلق مجھے اختیار — کہ پیش جنیں ہوں میں بے اختیار

یہ سن کر ابو طالبِ باکمال — تصنّع کا کرنے لگے احتمال

کسی کی طرف کو کیا یہ خطاب — محمدؐ کو لے آؤ گھر میں شتاب

ہوئے جب کہ وارد حبیبِ خدا — تو اُٹھنے لگیں مادرِ مرتضیٰ

ابو طالب و حمزہؓ پاک دیں — گئے مادرِ مرتضیٰ کے قریں

نہایت قوی تھے یہ دونوں جواں — حضور اُن کے تھی فاطمہ ناتواں

کیا زور اُن دونوں نے اس قدر — کہ کپڑے ہوئے سب پسینے میں تر

مگر فاطمہ اُٹھی تعظیم کو — بجا لائی آداب تکریم کو

ابو طالب و حمزہؓ حیراں ہوئے — علیؓ ولی کے ثنا خواں ہوئے 2

کہا فاطمہ سے کہ اے پاک دیں — اٹھاتا ہے تجھ کو مقرر جنیں

کہ ہم کوہ ہیں اور تُو کاہ ہے — بلا شک یہ زورِ یداللہ ہے

---

* غضنفر = ایضاً در فضائل علی ابنِ ابیِ طالب
در فضائل علی ابن ابی طالب

1 ـ غضنفر ـ ا = ۰۰۰۰۰۰ کو ۰۰۰۰۰۰۰۰

2 = مطبوعہ ـ ا = ۰۰۰۰۰۰ حمزہ ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

روائت از محمدؐ بن ابی بکر *

محمدؐ جو ابنِ ابو بکر ہے   وہ بے عذر ہے اور بے مکر ہے
یہ مروی ہے اُس سے حدیثِ حسن   کہ بیمار کچھ تھے جنابِ حسن
کہا باپ سے اے شہِ نامدار   طبیعت مری چاہتی ہے انار
علی نے کیا ہاتھ اپنا دراز   خدا سے دعا کی بہ عجز و نیاز
ستوں تھا جو مسجد کا پیش نظر   نکل آئی شاخ اُس سے مثلِ شجر
معطر تھے اُس شاخ میں چار انار   بسانِ گہر دانے تھے آبدار
حسین و حسن سے کہا لو انار   کہ حصّہ دونوں کا دو دو انار
کیا شیرِ یزداں نے پھر یہ کلام   ملے تم کو رُمانِ دار السلام
یہ ابنِ ابی بکر نے عرض کی   کہ جنت پہ قادر ہو تم یا علیؓ 1
کہا ہوں میں قسّامِ نار و جناں   یہ ہو گا قیامت کے دن سب عیاں

روائت از علی تمار حاکی **

علیؓ ہے جو تمار حاکی ہے وہ   بہ اسناد مرفوع راوی ہے وہ
کہ کوفے کی مسجد میں تھے مرتضیٰ   یہ کی عرض اک شخص نے برملا
فدا میرے ماں باپ ہوں یا علیؓ   رہا کرتی ہے مجھ کو حیرت یہی 2
بلا شبہہ تم ہو ولیِ خدا   تمہارے لئے سب کو پیدا کیا
مگر کچھ میسر نہیں مال و زر   تہی دست کوئی نہیں اس قدر
لگا کہنے وہ ضیغمِ ذوالجلال   کہ اے شخص تجھ کو یہی ہے خیال ؟
علی کے ہے دل میں تمنائے زر   یہی ہے تردد کہ ہاتھ آئے زر ؟
مگر اُس کو ہوتا نہیں زر حصول   مقرر ہے یہ بے زری سے ملول

---

1 ۔ غضنفر ۔ ا .... ابوبکر ....
2 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ... ط ......
* مطبوعہ ۔ روائت محمد بن ابی بکر
** روائت از علی تمار حاکی

که دنیا کو دی میں نے یہ ایں طلاق | رہا تا ابد مجھ میں اِس میں فراق *

کیا اختیاراً یہ فقر اختیار | نہیں مجھ کو واللہ کچھ اضطرار 1

یہ فرما چکا جب وہ معصوم پاک | اٹھائی زمیں سے پھر اک مشتِ خاک 2

کیا دستِ اقدس کو فی الفور وا | بنی خاکِ مشت دُرِ بے بہا 3

کہا اُس سے دیکھا مرا اختیار | بھلا اس قدر ہے کسے اقتدار ؟

جو چاہوں گہر ہو ابھی سارے خاک | صدف سے ہے افزوں مرا دستِ پاک

مگر مجھ کو کچھ اس کی حاجت نہیں | کسی پر بہ جز فقر رغبت نہیں

غرض جھاڑا حیدر نے جب دستِ پاک | لآلی ہوئی خاک میں مل کے خاک

روائت از علی ابنِ حمزہ *

علی ابنِ حمزہ سے ہے یہ خبر | یہ کہتا ہے وہ مردِ نیکو سیَر 4

کہ یوں سید الساجدیں نے کہا | یہ کہتے تھے مجھ سے شہِ کربلا

امیرِ عرب نے ندا عام کی | کہ مقروض ہے جس کسی کا نبی

دیا وعدہ انعام و اعطا کا ہو | مرے سامنے اُس کو حاضر کرو

غرض جس کسی نے جو ظاہر کیا | مصلے سے حیدر نے حاضر کیا

مصلیٰ نہ تھا گنجِ معبود تھا | جو درکار تھا اس میں موجود تھا

دلا! ختم کر [یہ] حدیث اب یہیں | کہ سن کر کوئی تا نہ ہو خشمگیں 5

---

1 = مطبوعہ ـ ا = ... احتیارانہ ... = غضنفر ـ ..... اختیارانہ ....

2 = مطبوعہ ـ ب = ... انگشت .... = غضنفر ـ انگشت ....

3 = مطبوعہ ـ ب = ہوئی .... = غضنفر ـ ہوئی ....

4 = مطبوعہ ـ ب = ... مرد .... = غضنفر ...... مرد ... مخطوطے میں سہو کاتب سے " ...
بجائے " مرد " ـ

5 = مطبوعہ ـ ا = ... یہ حدیث اب یہیں ـ مخطوطے میں سہو کاتب سے لفظ "یہ "کاتب سے ...
گیا ہے ـ

* غضنفر میں اس شعر سے پہلے ایک اضافی شعر ہے ـ

غلط تیری خاطر میں ہے یہ گماں | نہیں میں طلب گارِ مالِ جہاں

* روائت از علی بن حمزہ

روائت از عمّار یاسر

اصح ہے یہ اخبار اخیار سے
کہ وہ نقل کرتے ہیں عمّار سے

امیرِ عرب شہرِ بابل میں تھے
بہ دل صرف اک امرِ مشکل میں تھے

مگر امر وہ امرِ دنیا نہ تھا
بجزُ امرِ حق امرِ بے جا نہ تھا

یہاں تک کہ غائب ہوا آفتاب
منور ہوا چہرۂ ماہتاب

جو فارغ ہوا و شہِ سرفراز
یہ سمجھا قضا ہو گئی ہے نماز

مشوش ہوا دل میں وہ نیک مرد
کہ وارد ہوا سامنے ایک مــــرد

کہا اُس نے فریاد ہے یا علیؓ
بہت مجھ پہ بیداد ہے یا علیؓ

بہت فقر سے تنگ میرا ہے حال
بہت دِق ہیں فاقوں سے اہل و عیال 1

خدا نے مجھے دی ہے تھوڑی زمیں
سوا اِس کے کچھ مِلک میرا نہیں

زراعت کیا کرتے تھے بَرزگر
مجھے دیتے تھے عہد تھا جس قدر

بخوبی میں کرتا تھا اپنی معاش
نہ تھی رزقِ واسع کی مجھ کو تلاش

ہوئے یا امیرِ عرب تین سال
کہ ہے بند میرا وہ رزقِ حلال

رہا ہے وہاں آکے اک شیر نر
نہیں ممکن اب آدمی کا گزر

بھلا بَرزگر کیا زراعت کریں
مرے رزق کی کیا کفالت کریں ؟

نہیں ہے کوئی میرا فریاد رس
بجزؒ شیرِ حق کون ہو داد رس

بہت بزرگر ہو گئے رزقِ شیر
گئے جو ادھر ہو گئے رزقِ شیر

خدا کا تو اے مرتضیٰ شیر ہے
ترے آگے جو شیر ہے زیر ہے

ترے پاس آیا ہوں امیدوار
کہ کر جائے اب شیر واں سے فرار

کہا شیرِ یزداں نے عمّار سے
کہو جاکے اس شیرِ خوں خوار سے

کہ خالی کرے جلد اس کی زمیں
اسے فقر و فاقہ کی طاقت نہیں

---

1 ـ غضنفر ـ ا = بہت فقر سے تنگ ہے میرا حال

" ـ " ـ ب = ... ہے ....

کرے اور صحرا میں وہ بود و باش   کرے عیش سے تا یہ اپنی معاش
دکھانا اُسے میری انگشتری   یہ کہنا کہ ہے حکمِ خالق یہی
گئے جب کہ عمار یاسر وہاں   نظر آیا اُن کو وہ شیرِ ژیاں
بڑھا خشمگیں ہو کے عمّار پر   مہیّا ہوا اپنے اطوار پر
1 کہا اس سے عمار نے دور ہو   نہ اپنے تہوّر پہ مغرور ہو
ذرا دیکھ حیدر کی انگشتری   یہ کہتا ہے تجھ سے وہ شیرِ جری
کہ جلد اس زمیں سے نکل جا کہیں   پڑے تا نہ قہرِ جہاں آفریں
تامّل کرے گا تو ہو گا ہلاک   نکل جا کہیں جلد ہو یا ہلاک
تنِ شیر تھا گاؤ سے بھی بزرگ   مگر سہم کر ہو گیا مثلِ کرگ
بدن کانپ اُٹھا اشک ریزاں ہوا   وہیں اُس زمیں سے گریزاں ہوا
چلا واں سے عمار پیشِ علیؓ   کرے عرض تا ماجرا وہ ولی
نظر آیا خورشیدِ تاباں اُسے   مصلّیٰ ملے شاہِ مرداں اسے
2 ادا کر چکے جب سلامِ صلوٰۃ   لگا کہنے عمار سب واردات

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ... (سے) ....
2 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ... چکا ......
؎ ۔ غضنفر ۔ ا = ... چکا ....

روائت از جویرہ

روائت جویرہ کی ہے یہ صحیح — کہ کہتا تھا سب سے وہ مردِ فصیح
چلا کوفے سے لشکرِ مرتضیٰ — بہ نصرت برائے جہاد و غزا 1
امیرِ عرب صاحبِ ذوالفقار — رسولِ خدا کے شتر پر سوار
گلے میں تو پیراہنِ صوف تھا — ہوا سے سرِ پاک مالوف تھا
اُتارے ہوئے دوش سے طیلساں — بہ سُرعت تھے رہِ خدا میں رواں
چپ وارست تھے دونوں چشمِ رسول — حسین و حسن قلب و روحِ بتول 2
محمدؐ جو اُن سے ہے چھوٹا پسر — رواں اسپ پر تھا وہ پیشِ پدر
سورانِ لشکر شکن فوج فوج — تھے اُس دشت میں جیسے دریا میں موج 3
چلی جاتی تھی فوج کچھ بیشتر — یکایک ہوئے منتشر یک دگر 4
یہ گھوڑوں نے چاہا گریں سب سوار — سواروں نے کی اُن پر کوڑوں کی مار 5
امیر عرب نے جو دیکھا یہ حال — کسی سے یہ پوچھا ہوا کیا یہ حال
یہ کی عرض اس نے کہ اک شیرِ نر — بزرگی میں ہے صورتِ گور خر
ارادہ وہ کرتا ہے اس فوج پر — تو ہوتی ہے (یہ) فوج زیرو زبر 6
بھڑکتے ہیں گھوڑے دہل کر تمام — سوار اُن کو کرتے ہیں کوڑوں سے رام 7
یہ سن کر بڑھے آگے شیرِ خدا — نمایاں جو وہ شیرِ صحرا ہوا

---

1 مطبوعہ ۔ ب = ... جہادِ غزا = غضنفر = ... جہادِ غزا

2 〃 ۔ ب = ... حسن ..... زوج = غضنفر ..... حسن ..
مخطوطے میں سہو کاتب سے " حسین و حسین " بجائے " حسین و حسن " اور " زوج " بجائے " روح "

3 = 〃 ۔ ب = ... دریائے ......

4 = 〃 ۔ ب = ... لگے ہونے وہ منتشر= غضنفر ..... لگے ہونے وہ منتشر

5 = مطبوعہ میں اس شعر کا متن مختلف ہے جو حسبِ ذیل ہے ۔

سواروں کو گھوڑے گرانے لگے — سوار اُن کو کوڑے لگانے لگے

غضنفر میں بھی اس شعر کا متن یہی ہے ۔

6 ۔ 〃 ۔ ب = ... یہ ... غضنفر = ... یہ ... مخطوطے میں سہو کاتب سے ۔لفظ یہ کتابت سے رہ گیا ہے ۔

7 ۔ 〃 ۔ ب = سوار اُن کو کوڑوں سے کرتے ہیں رام

کہا اس کو ہو میرے آگے سے دور　　سمجھ بوجھ کر کیوں ہوا بے شعور ؟
نہ ہو موذیِ لشکرِ کرد گار　　نہیں کیا تجھے خوفِ پرور دگار ؟
علی ہے مرا نام واقف ہے تو　　غزا ہے مرا کام واقف ہے تو
چلا ہوں معِ فوج بہرِ غزا　　کہ جو ہیں منافق وہ پائیں سزا
ہوا شیر ناطق بہ حکم خدا　　[1] لگا کہنے تم ہو امامِ ہدی
بلاشک ہو تم شیرِ پرور دگار　　منافق بہ شمشیرِ پرور دگار
وصی پیغمبر بلا فصل ہو　　فروعات عالم ہے تم اصل ہو

کہا اس کو ہو میرے آگے سے دور — سمجھ بوجھ کر کیوں ہوا بے شعور ؟
نہ ہو موذیِ لشکرِ کرد گار — نہیں کیا تجھے خوفِ پروردگار ؟
علی ہے مرا نام واقف ہے تو — غزا ہے مرا کام واقف ہے تو
چلا ہوں معِ فوج بہرِ غزا — کہ جو ہیں منافق وہ پائیں سزا
ہوا شیر ناطق بہ حکم خدا — لگا کہنے تم ہو امامِ ہدیٰ
بلاشک ہو تم شیرِ پروردگار — منافق بہ شمشیرِ پروردگار
وصیِ پیغمبر بلا فصل ہو — فروعات عالم ہے تم اصل ہو
مطاع جہاں ہو خدا کے مطیع — شہِ زیبِ اورنگ عرشِ رفیع
نبیؐ اور تم دونوں صدیق ہو — پئے قتلِ کفار و زندیق ہو
ظفر پاؤ تم جاکے اشرار پر — نہ پہنچے کوئی صدمہ ابرار پر
میں کیوں کر ہوں اِس فوج کا سدِ راہ — مرے دل میں ہے خوفِ قہر آلہ
ابو الوحش ہوں اے شہِ بحر و بر — کہ آدم صفی جیسے ہیں بو البشر
خدا نے کہا مجھ سے روزِ الست — یہ تو عہد کر مجھ سے اے شیرِ مست
نہ حیدر کے اصحاب کو کھائیو — نہ حیدر کے احباب کو کھائیو
نظر آئے سیّد جو ادنیٰ تجھے — تو واجب ہے اعزاز اُس کا تجھے
کیا عہد میں نے خدا سے درست — نہ اس عہد سے ہوں الہی میں سُست
مگر آپ کا میں طلب گار تھا — نہائت مجھے شوقِ دیدار تھا
سنی آج صحرا میں میں نے خبر — ادھر آتے ہیں شاہِ جن و بشر
ہوا بس میں افتاں و خیزاں رواں — ملے بارے شکرِ خدائے جہاں
زمانے میں گو میں بڑا شیر ہوں — مگر زندگانی سے اب سیر ہوں
بہت کوہ و صحرا کی کی میں نے سیر — بہت مجھ سے نالاں رہے وحش و طیر
بہت کیں زمانے میں خوں ریزیاں — بہت ناخنوں کی رہیں تیزیاں
ہزاروں برس کیں دل آزاریاں — ہزاروں برس کیں ستم گاریاں
یہی آرزو اب ہے یا مرتضیٰ — کرو تم مری مغفرت کی دُعا
بدن سے نکل جائے دم بعد ازیں — نہ تا کھائے لغزش قدم بعد ازیں

غضنفر نے مقبول کی عرضِ شیر — دعا کو ہوئی تھی ابھی کچھ نہ دیر
کہ اُس شیر نے ایک نعرہ کیا — سوئے قبلہ منہ جلد اپنا رکھا 1
ہوا شیر شیرِ قضا کا شکار — ہوئی قدرت اللہ کی آشکار

روائت از واقدی در احوالِ خارجی *

یہ لکھتا ہے تاریخ میں واقدی — کہ تھا عہدِ ماموں میں اِک خارجی
خوارج میں وہ خارجی تھا شدید — عدوئے جنابِ علی تھا شدید
ہمیشہ وہ کرتا تھا سَبِّ علیؓ — نہ تھا کچھ اسے خوفِ ربِّ علیؓ 2
جو سُنتا تھا کرّار کا نام وہ — تو دیتا تھا بے خوف دشنام وہ
ہوا پیشِ ماموں یہ ذکر ایک روز — وہ بولا خوارج ہیں باقی ہنوز ؟
اُسے جلد لاؤ مرے رُو بہ رو — کروں اُس ستم گار سے گفتگو 3
غرض وہ جفا کار حاضر ہوا — خروج اُس کا ماموں پہ ظاہر ہوا
کہا اُس سے ماموں نے تائب ہو تُو — صلے میں ہمارا مصاحب ہو تُو 4
وہ بولا کہ میرا عدو ہے علی — نہ چھوڑوں گا اُس کی عداوت کبھی
وہ میرے بزرگوں کا قاتل ہوا — اسی غم سے ٹکڑے مرا دل ہوا
بنا آپ سارے جہاں میں امام — رکھا خارجی سب بزرگوں کا نام 5
کیا قتل اُن کو جو تھے اہلِ دیں — جو اُس سے ملے وہ بنے اہلِ دیں

---

1 = مطبوعہ ـ ب = ... کیا

2 ـ غضنفر ـ ب = نہ تھا اُس کو کچھ خوف ربِ علی ـ

3 ـ غضنفر ـ ب = ... اِس ....

4 ـ غضنفر ـ ا = ... اِس ....

5 ـ مطبوعہ ـ ا = ... کا ....

* مطبوعہ ـ روائت از واقدی در قصۂ خارجی

عیاں سب پہ ہے قصۂ نہرواں ۔۔۔ کہ کیسے کئے ظلم اُس نے وہاں 1
کروں میں علیؓ پر اگر ترکِ لعن ۔۔۔ کرے گی مری قوم سب مجھ پہ طعن 2
کہیں گے شقی زر کا طامع ہوا ۔۔۔ جو ماموں کا اب جاکے تابع ہوا
کیا بہرِ ناں ترک دینِ رسول ۔۔۔ علیؓ کا محب ہو گیا بو الفضول
کہا اُس سے ماموں نے اے بے حیا ۔۔۔ علی ہے وصیِ رسولِؐ خدا
محبِ علیؓ ہے محبِ نبیؐ ۔۔۔ عدوئے علی ہے عدوئے نبیؐ 3
علی کا جو دشمن ہے بے دیں ہے وہ ۔۔۔ سزا وارِ توبیخ و نفریں ہے وہ
جدائی علیؓ و نبیؐ میں نہیں ۔۔۔ برائی نبیؐ و علیؓ میں نہیں 4
وہ دونوں ہیں نیک اور دونوں ہیں ایک ۔۔۔ تجھے خبط کچھ ہو گیا ہے ولیک 5
علی کی عداوت کو سمجھا ہے دیں ۔۔۔ شقی کوئی ترے برابر نہیں
علی کی محبت تو ایمان ہے ۔۔۔ جو مومن ہے سَو جی سے قربان ہے
غرض پند ماموں نے ہر چند کی ۔۔۔ ہوئی پر نہ تاثیر کچھ پند کی
جو دیکھا نصیحت نہیں سود مند ۔۔۔ کیا اُس ستمگر کو زنداں میں بند
غرض دل میں ماموں بہت کھا کے طیش ۔۔۔ محل میں ہوا مائلِ خوابِ عیش
گئی خوابِ راحت میں جب نصف شب ۔۔۔ تو ماموں نے ایک خواب دیکھا عجب
جنابِ رسولؐ اور جنابِ علیؓ ۔۔۔ حسین و حسن اور اصحاب بھی
ہوئے گھر میں ماموں کے رونق فزا ۔۔۔ وہ گھر نورِ حق سے منور ہوا
یہ ماموں سے خیر البشر نے کہا ۔۔۔ مرے آگے اُس خارجی کو تو لا 6

---

1 ۔ غضنفر ۔ ب = ...اِس........

2 ۔ " ۔ ب = ...(سب) ...

3 = مطبوعہ ۔ ب = ... نبیؐ ..... علی ۔ اختلافِ ترتیب کا

4 = " ۔ ا = ... نبیؐ ... علی .. = غضنفر = ... نبیؐ ... علیؓ

5 = " ۔ ا = ... ، اور وہ دونوں ... = غضنفر .... ایک ..... نیک

6 ۔ غضنفر ۔ ب = مرے آگے اس خارجی کو بلا۔

ستم گر کو ماموں نے حاضر کیا
جو حق تھا پیمبر نے ظاہر کیا

نہ مانا پیمبر کا فرمان بھی
گئی جان بھی اور ایمان بھی

نبی نے کہا قہر سے دُور سگ
1 ہوا نکلِ سگ ہوکے ملعوں الگ

عدوئے علیؓ مسخ جب ہو گیا
جو حق تھا عیاں اُس پہ سب ہوگیا

بہت سا وہ سگ دم ہلایا کیا
2 نہ کچھ کہہ سکا بڑ بڑایا کیا

پیمبر نے ماموں کو فرماں کیا
پھر اس سگ کو محبوس زنداں کیا

گری چرخ سے برقِ قہرِ خدا
ہوا خاک جل کر سگِ بے حیا

کھُلی آنکھ ماموں کی جب خواب سے
کیا سب بیاں اس نے احباب سے

کہ اتنے میں وہ خواب ظاہر ہوا
نگہباں زنداں کا حاضر ہوا

کہا اُس نے جس دم گئی نصف شب
گری آج زنداں پہ برقِ غضب

جو قیدی تھے وہ سب سلامت رہے
نہ چونکے ہم آغوشِ غفلت رہے

پڑا ہے مگر ایک سگ سوختہ
سو آیا ہوں میں حیرت اندوختہ

کہ جو خارجی کل ہوا تھا اسیر
نہیں آج اس کا نشاں اے امیر

نہ جانے وہ کس طرح باہر گیا ؟
سگ اُس کی جگہ کیوں کر اندر گیا ؟

رہا رات بھر در پہ ہوشیار میں
ہوا مفت تیرا گنہ گار میں

کہا اُس سے ماموں نے ڈرتا ہے کیوں ؟
تُو ہے بے گناہ عذر کرتا ہے کیوں ؟

اُٹھا لا سگِ سوختہ کو یہاں
کہ ہو سرِ پوشیدہ سب پر عیاں

غرض اُس نے اُس سگ کو حاضر کیا
یہ سر سب پہ ماموں نے ظاہر کیا

---

1 = مطبوعہ ـ ب = ہوا سگ وہیں ہوکے ..... = غضنفر = ہوا سگ وہیں ہوکے ملعوں الگ

2 ـ غضنفر ـ ا = بہت سا وہ [سگ] دم ہلایا کیا

〃 ـ 〃 ـ ب = جو نہ کچھ کہہ سکا بڑ بڑایا کیا ـ

در فضائل جناب امیر علیہ السلام *

اصح ہے حدیثِ رسولؐ خدا فضائل علیؓ کے ہیں حد سے سوا
اگر کوئی احصا کرے ہے محال بس آگاہ ہے خالقِ ذوالجلال
فضیلت علی کی کرے جو بیاں گناہ اُس کے معفو ہوں سب بے گماں
خطایاے جنی و انسی اگر کرے گا تو ہوگا نہ کچھ بھی ضرر
فضیلت علی کی لکھے گر کوئی بلاشبہ آمرزش اس کی ہوئی
نشاں اُس نوشتے کا ہے جب تلک دعاً مغفرت کی کریں گے ملک
علی کے فضائل کو کوئی بشر کرے گوشِ دل سے سماعت اگر
سب اُس کے ہوں عفو گناہانِ گوش کریں گوشِ ہوش اپنے وا اہلِ ہوش 1
فضائل جو دیکھے کوئی آنکھ سے ہوئی عفو جو کی بدی آنکھ سے
جو دیکھے محبت سے روئے علی رکھے یا کوئی دھیان سوئے علی
ویا ذکرِ حیدر سے مالوف ہو عبادت میں گویا وہ مصروف ہو
جسے مرتضیٰ سے محبت نہیں اور اُس کے عدو سے عداوت نہیں
نہ ہوگا کبھی اس کا ایماں قبول جہنم میں جائے گا وہ بوالفضول

---

1 ـ مطبوعہ ـ ا = ... ہیں ....

* = غضنفر ـ در فضائل علی ابنِ ابیِ طالب علیہ السلام
مطبوعہ کا عنوان بھی یہی ہے ـ

روائت از حضرتِ عائشہ *

یہ ہے حضرتِ عائشہؓ سے خبر | کہ فرماتے تھے شاہِ جن و بشر
سب اپنی مجالس کی زینت کریں | کہ ذکرِ جنابِ ولائت کریں

در فضائل امیر المومنین علیہ السلام **

اگر شاخیں اشجار کی ہوں قلم | مداد اُس کی خاطر ہوں عالم کے یم 1
معین ہوں جنات بہرِ حساب | مقرر ہوں انسان بہرِ کتاب 2
فضائل علی کے یہ ہیں بے شمار | نہ ہو تاقیامت کتاب شمار 3

---

* مطبوعہ = روائت از حضرتِ عائشہ-غضنفر میں بھی یہی عنوان ہے - مخطوطے میں عنوان موجود نہیں - اس لئے دو شعروں پر مشتمل یہ ٹکڑا گزشتہ حصّے کا تسلسل معلوم ہوتا ہے -

1 - مطبوعہ - ب = ... نم = غضنفر = ... اس . . . . . نم

2 - غضنفر - ا - . . . . سب جن برائے . . . .

3 - مطبوعہ - ب = کہ . . . نہ ان سے . . . = غضنفر - کہ ہوں تاقیامت نہ ان میں شمار

** = غضنفر = ترجمہ خلاصۂ حدیثِ دیگر - مطبوعہ کا عنوان بھی یہی ہے -

روائت از امِ سلمیٰ

یہ ہے امِ سلمیٰ سے قولِ نبیؐ — جہاں کوئی کرتا ہے ذکر علیؓ
ملک کرتے ہیں آسماں سے نزول — سماعت کی کرتے ہیں دولت حصول
جو کر چکتے ہیں ذکر شاہِ نجف — ملک جاتے ہیں آسماں کی طرف
جو ملتے ہیں اُن سے ملائک تمام — تو خوشبو سے بھرتے ہیں اُن کے مشام
وہ کرتے ہیں حیران ہو کر سوال — کہ کیوں آج خوشبو ہے تم میں کمال ؟
کسی عطر میں ایسی خوشبو نہیں — کسی حور کے ایسے گیسو نہیں
ملک اُن کو دیتے ہیں ہنس کر جواب — مقابل ہے کب اس کے عطر و گلاب 1
گئے تھے بروئے زمیں آج ہم — نظر آئے کچھ مردِ مومن بہم
وہ کرتے تھے ذکرِ امیرِ نجف — وہاں بیٹھے تھے باندھ کر ہم بھی صف
وہ جب تک یہ مذکور کرتے رہے — بہت ہم کو مسرور کرتے رہے
اُسی ذکر کا ہے عیاں یہ اثر — کہ آتی ہے خوشبو تمہیں اس قدر 2
یہ سنتے ہیں جس دم ملائک تمام — تو کہتے ہیں وہ کون سا ہے مقام ؟
ہمیں بھی وہاں لے چلو اپنے ساتھ — کہ آئے یہ نعمت ہمارے بھی ہاتھ
وہ کہتے ہیں ذکر علی تھا جہاں — نہیں ہے کوئی آدمی اب وہاں
ہوئے اپنے کاموں میں مشغول سب — ہوئے اپنے خالق کے مقبول سب

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ب = ... کیا ...... =غضنفر ۔ .... کیا .... عطرِ گلاب

2 ۔ غضنفر ۔ ا =اِسی ......

در فضائل جناب امیر علیہ السلام *

زہے قدر دامادِ خیر البشر
یہ تھا اکثر ارشادِ خیرالبشر
نہیں ہے کوئی عارف اللہ کا
مگر میں ہوں یا تو ہے اے مرتضیٰ
مجھے بھی نہیں جانتا ہے کوئی
ولیکن خدا اور تُو یا علی
خدا اور میں جانتا ہوں تجھے
نہیں تیسرا واقف اس راز سے

ترجمہ حدیث **

سنو اے محبو حدیثِ صحیح
کہ بیٹھے تھے اک دن رسولِ فصیح
کسی نے کہا کیا ہیں کیجئے بیاں
یہ شمس و قمر زہرہ و فرقداں
نبیؐ نے کہا شمس بے شک ہیں ہم
قمر ہے علیؑ امامِ اُمم
مری فاطمہ زہرہ ہے بے گماں
حسین و حسن دونوں ہیں فرقداں
کیا چاروں نے ساتھ قرآن کا
نہ قرآن سے ہوں گے چاروں جدا
رہیں گے یونہی متفق یک دگر
یہاں تک کہ پہنچیں گے یہ حوض پر
نظر سے جو پوشیدہ ہو آفتاب
تو عالم ہو مستمسکِ ماہتاب
نظر سے جو مہتاب بھی ہو نہاں
زمانہ ہو مستمسکِ فرقداں

---

* مطبوعہ ۔ ترجمہ حدیثِ دیگر
غضنفر کا عنوان بھی یہی ہے ۔

** = غضنفر = ترجمہ حدیثِ دیگر
مطبوعہ کا عنوان بھی یہی ہے ۔

فقط ہیں مدد گار و یار نبیؐ | خدا اور روح الامیں اور علی
کہے جب کہ خیرالبشر یہ خدا | نہ کیوں سب سے بہتر ہو پھر مرتضیٰ ؟[1]

روائت از حضرتِ عائشہ *

یہ ہے حضرتِ عائشہ سے کلام | کہ فرماتے تھے مجھ سے خیراالا نام
مرے بعد ہوں گے خوارج شقی | کہیں گے بہت آپ کو متقی
رہیں گے بہت صرفِ صوم و صلواۃ | بظاہر وہ ہوں گے حمیدہ صفات
مگر کافروں سے ہیں باطن میں بد | نہیں اُن کے کفر و شقاوت کی حد
کرے گا انہیں قتل دیں دار ایک | وہ ہوگا مری ساری اُمت سے نیک
کہا [illegible] نے وہ کون ہے یا نبیؐ ؟ | نبیؐ نے کہا ہے وہ میرا ولی
خدا نے کہا ہے پئے بو تراب | و من عندہ قبل اُم الکتاب

---

1 ۔ مطبوعہ ۔ ا = ... البشر .... = غضنفر ۔ ...... البشر .... مخطوطے میں سہو کاتب سے " خیرالبر " بجائے " خیرالبشر "

* مطبوعہ ۔ روائت از حضرت عائشہ صدیقہ ۔

اخبار از ائیمہ اطہار علیہ السلام *

پیمبر ہے میزانِ علمِ خدا | امیر عرب کفّہ میزان کا
خیوطِ ترازو حسین و حسن | علاقہ ہے بنتِ رسولِ زمن 1
کہ اعمالِ احباب و اعدا تمام | تُلا کرتے ہیں اس میں ہر صبح و شام

در فضائل جناب امیر علیہ السلام **

خدا کا ہے حاضر کلامِ مُبیں | کہ ہے اُس میں کو نوامع الصادقیں
آئمہ سے وارد ہوا یہ کلام | کہ ہیں صادقیں آلِ خیر الا نام
علی ولی ان کا سردار ہے | علومِ خدا سے خبردار ہے
بیان الذی جآ بالصدق کا | مفُسر رقم کرتے ہیں جابجا
دُرَر جو سیوطی کی تفسیر ہے | یہ مضمون صاف اُس میں تحریر ہے
کہ مقصود اِس سے ہے شیرِ خدا | وہی ہے بڑا صاحبِ اتقا
زِ روئے کلامِ جہاں آفریں | ہوا مرتضیٰ صالح المومنیں 2
محبو! سنو اور ہو دل میں شاد | کہ ہوتا ہے اس آیہ سے مُستفاد

---

* = مطبوعہ = اخبار از ائیمہ اطہار علیہم السلام = اس عنوان کے تحت دئے گئے تین اشعار مخطوطے میں علیحدہ درج نہیں کئے گئے بلکہ گزشتہ حدیث کے تسلسل میں درج ہیں - مضمون سے واضح ہے کہ یہ علیحدہ مضمون ہے - اس لئے عنوان کا حاجت مند ہے - غضنفر میں بھی علیحدہ سے اسی عنوان کے تحت یہ اشعار درج کئے گئے ہیں -

1 = مطبوعہ - 1 = خیوط ..... = غضنفر = خیوط ..... مخطوطے میں سہو کاتب سے " حنوط " بجائے " خیوط " -

** = غضنفر = در فضائل علی مرتضیٰ علیہ السلام

2 = " = 1 - = بروئے ....

روائت از صحیح ترمذی

عزیزو جو ہے ترمذی کی صحیح — یہ وارد ہے اس میں روائت صحیح 1
کہ تھا مرغِ بریاں حضورِ نبیؐ — پکا تھا نہائت لذیز و طری
مگر اُس کو کرتے نہ تھے نوشِ جاں — یہ فرماتے تھے اے خدائے جہاں
خلائق میں جو ہے ترا دوست تر — مرے پاس ہو جلد اُس کا گزر 2
کہ کھائے مرے ساتھ اِس مرغ کو — لگائے وہ اب ہاتھ اِس مرغ کو 3
کہ وارد ہوئے مرتضیٰ ناگہاں — کیا دونوں نے مرغ کو نوشِ جاں 4

روائت از جابر

روائت ہے جابر سے اے مومنو! — فرح ناک ہو گوشِ دل سے سنو
علی نے اُکھاڑا جو خیبر کا در — نہائت ہوئے شاد خیر البشر
لگے کہنے سردارِ پیغمبراں — میں کرتا مراتب تیرے کچھ بیاں
ولے خوف مجھ کو یہ ہے یا علی — کہ سن کر نہ ہو جائے کافر کوئی
نصارا کو عیسیٰ پہ ہے جو گماں — نہ تجھ پر بھی ہو وہ کسی کو گماں
سزا وار ہے اے امیرِ امم — کہ لے ہر کوئی تیری خاکِ قدم
طلب اس سے مرضی کریں سب شفا — یقیں ہے کہ ہر درد کی ہو دوا
تو مجھ سے میں تجھ سے ہوں یا مرتضیٰ — تو وارث مرا میں ہوں وارث ترا

---

1 =غضنفر - ب = یہ وارد ہے اُس میں [روائت] صحیح
2 = - ب = مرے پاس جلد ہو اس کا گزر -
3 = - ب = لگائے وہ (اب) ہاتھ اس مرغ کو -
4 = مطبوعہ - ا = ... مرتضیٰ ناگہاں = غضنفر = ... مرتضیٰ ناگہاں - مخطوطے میں سہو کاتب سے خلاف ردیف " ناگہاں مرتضیٰ " بجائے " مرتضیٰ ناگہاں " -

میں موسیٰ[1] ہوں ہاروں ہے تُو با یقیں — نبوت مگر بعد میرے نہیں
کسی کو نہیں تجھ پہ سبقت کبھی — عیاں ہو چکی تیری عزت ابھی
ترا ہوگا کوثر پہ اول گـــزر — ترے بعد پہنچیں گے سارے بشر
ترا خُلد میں ہو چکے گا نزول — تو بعد اوروں کو اذن ہوگا حصول
احبا ترے منبرِ نور پـــر — بہ رنگ قمر آئیں گے سب نظر
یہاں یا علی جس کو تجھ سے ہے جنگ — قیامت تلک اُس کو مجھ سے ہے جنگ
بہ دل یا علی جس نے کی تجھ سے صلح — قیامت تلک اُس کو ہے مجھ سے صلح
ترا راز جو ہے مرا راز ہے — مرا تُو ہے یار اور دمساز ہے
پسر ہیں جو تیرے ہیں میرے پسر — تو ہے میری تیغ اور میری سپر
ترے ساتھ حق حق کے تُو ساتھ ہے — شفاعت اُمم کی ترے ہاتھ ہے
مرے وعدوں کو تُو کرے گا وفا — سہے گا بہت دشمنوں کی جفا 1
تری چشم و قلب و زباں پر ہے حق — نہیں اس میں شک تو سراسر ہے حق
ہے ایماں ترے گوشت میں مثلِ خوں — کمالات تیرے ہیں حد سے فزوں
بہت سن کے شاداں ہوئے مرتضیٰ[1] — کیا سجدۂ شکرِ خالق ادا
لگے کہنے شکر اے خدائے جہاں — کیا ہے مجھے داخلِ موناں
مجھے تو نے ایمانِ کامل دیا — مجھے راست بیں دیدۂ دل دیا
مجھے تو نے تعلیم قرآں کیا — مجھے صاحبِ سیف و برہاں کیا
ترا ہے جو محبوب ختمِ رسل — شفیعِ اُمم حاکمِ جزو وکل
نہایت ہے وہ مجھ سے مالوف ہے — مری تربیت میں وہ مصروف ہے

---

1 = مطبوعہ - ب = ... خطا

دربیانِ مواخات

سنو اے مطیعانِ خیرالورا	مواخات کا اب کہوں ماجرا	
نبیؐ نے یہ چاہا کہ اصحاب میں	مواخات بہرِ محبت کریں	
برادر کیا ایک کو ایک کا	مگر رہ گئے ایک شیرِ خدا	
علیِ ولی پیشِ خیرالبشر	گئے سن کے یہ ماجرا چشمِ تر	
یہ کی عرض یا اشرفِ انبیا	کسی کا برادر کسی کو کیا	
مگر میں اخوت کے لائق نہ تھا؟	کسی کی محبت کے لائق نہ تھا؟	
کہا مصطفیٰ نے کہ یا مرتضیٰ	ترا بھائی میں، تُو ہے بھائی مرا	
کوئی ان میں تیرے برابر نہیں	سوا میرے تیرا برادر نہیں	
تو مجھ سے ہے میں تجھ سے ہوں یا علی	اخوت میں کس سے کروں یا علی ؟	1
میں موسیٰ تو ہارون ہے یا علی	عدو تیرا قارون ہے یا علی	2
ازل سے برادر ہیں ہم اور تم	خدائی کے مظہر ہیں ہم اور تم	
تو ہے یا علی میرا اسرار داں	عیاں جو ہے مجھ پر ہے تجھ پر عیاں	
خدا کا ہے تو راز داں یا علی	زمانے میں تجھ سا کہاں یا علی ؟	
تو میرا حبیب اور میں تیرا حبیب	بھلا کس کو دولت ہوئی یہ نصیب ؟	

---

1 = غضنفر - ا = تو مجھ سے [ہے] میں تجھ سے ہوں یا علی

2 = ״ - ا = مصرعِ اولیٰ مصرعِ ثانی کے طور پر لکھا ہے -

روائت دیگر *

روائت ہے تھے نزع میں جب نبیؐ
تو لپٹے ہوئے تھے علیؑ ولی
علی سے نبی کہتے تھے اپنے راز
ہر اک علم سے کرتے تھے سرفراز
یہاں تک کہ جنت کے عازم ہوئے
علی علمِ عالم کے عالم ہوئے
نہ جب تک کیا عزم فردوس کا
تھے اک جامے میں احمدؐ و مرتضیٰ

در فضائل جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام **

جو مسجد میں تھا بند وہ در ہوا
نہ مسدود اک بابِ حیدر ہوا
صحابہ کو جب یہ ہوا ناگوار
مکدر ہوا نائبِ کرد گار
کیا جا کے منبر پہ خطبہ شروع
کیا اہلِ مسجد کی جانب رجوع
کہا بعد حمد و ثنائے خدا
سنو دل سے اے بندہ ہائے خدا
خدا نے کہا کر ہر اک در کو بند
و لیکن نہ کر بابِ حیدر کو بند
یہ تھا حکمِ خالق سے حکمِ نبیؐ
نہ مسجد میں آئے جُنبُ جُز علی
غضبناک ہوتے تھے جس دم نبیؐ
کوئی بات کرتا نہ تھا جُز علی

---

* = در فضائل امیرالمومنین

** = مطبوعہ ۔ در بیان فضائل

غضنفر ۔ در فضائل

ترجمہ حدیث *

ہوا جب پیمبر کو حکمِ خدا — کہ ہو عقدِ کرار و خیرالنسا
ہوئے سن کے شاداں و فرحاں رسول — لگے کہنے زہرا سے سن اے بتول 1
خدا نے ترا عقد اُس سے کیا — جو عالم میں ہے سیّدِ اوصیا
کوئی آج اُس کے برابر نہیں — کوئی اس قدر میرا یاور نہیں
ہر اک علم کا آج اعلم ہے وہ — نیستانِ خالق کا ضیغم ہے وہ 2
تجھے سب میں رکھتا ہوں جیسا عزیز — وہ ضیغم بھی ہے مجھ کو ویسا عزیز 3
مری جان اور جان اُس کی ہے ایک — وہ ہے نیک اور والدّین اُس کے نیک

ترجمۂ حدیث در وقتِ وفاتِ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم **

زمانِ وفات آگیا جب قریب — یہ کہتا تھا سب سے خدا کا حبیب
پرآشوب ہوگا جہاں میرے بعد — بہت ہوں گے فتنے عیاں میرے بعد
نہ ایمان باقی رہے گا نہ دیں — کرے گا ہر اک ترکِ حبل المتیں
جو چاہے کہ ایمان قائم رہے — وہ شیرِ خدا کا ملازم رہے
کہ ساتھ اس کے حق ہے یہ ہے حق کے ساتھ — ہدائت زمانے کی ہے اس کے ساتھ

مطبوعہ ۔ ترجمہ حدیثِ دیگر

1 = غضنفر ۔ ب = گئے ....

2 = مطبوعہ ۔ ا = ... عالم .....

3 = غضنفر ۔ ب = وہ ضیغم بھی مجھ کو ہے ویسا عزیز ۔

* مطبوعہ ۔ ترجمہ حدیثِ دیگر ۔ غضنفر کا عنوان بھی یہی ہے ۔

** مطبوعہ ۔ ترجمہ حدیثِ دیگر

روائت از عمار یاسر

روائت یہ ہے جمع اخیار سے — پیمبر یہ کہتے تھے عمار سے
جو دیکھے کہ [اک] راہ جائے امیر * — چلے دوسری راہ جمِ غفیر 1
اُسی راہ چلیو تُو اے باوفا — اکیلا چلے جس طرف مرتضیٰ
مخالف علی کے جو آئیں نظر — نہ چلیو کبھی اُن کی تُو راہ پر
چلیں گے وہ یعنی ضلالت کی راہ — کریں ساتھ اپنے نہ تجھ کو تباہ
علی ہے بہ حق اور حق با علی — جدائی نہیں تاقیامت کبھی
علی اور قرآں ہیں دونوں بہم — نہ ہوں گے جدا حشر تک ایک دم
پھرے جس طرف حیدرِ مرتضیٰ — اسی سمت حق بھی پھرے با خدا 2

ترجمہ حدیثِ دیگر *

یہ کہتے تھے اکثر رسولِ خدا — مشابہ مسیحا سے ہے مرتضیٰ
یہودی مسیحا کے تھے جو عدو — تو کرتے تھے بہتان کی گفتگو 3
وفورِ محبت نصارا کو تھا — کہا کرتے تھے اُس کو اِبنِ خدا
وہ دونوں سیہ کار کافر ہوئے — سزا وارِ تعذیبِ قاہر ہوئے
جو مفرط علی کی محبت میں ہیں — بلاشبہہ راہِ شقاوت میں ہیں
علیِ ولی سے جو بدظن ہوئے — رسول و خدا کے وہ دشمن ہوئے 4
کسی نے جو حیدر کو دشنام دی — تو گویا پیمبر کو دشنام دی

---

1 تصحیح قیاسی - ا = مخطوطے میں مصرع اولیٰ ساقط ہے - لفظ "اک" سہو کاتب سے کتابت ہونے سے رہ گیا ہے - یہ شعر مطبوعہ اور غضنفر دونوں میں نہیں -

2 غضنفر - ب = ... یا

* = مطبوعہ - ترجمہ حدیثِ دیگر - یہ عنوان مخطوطے میں نہیں - اس روائت کا علیحدہ عنوان نہیں باندھا گیا -
غضنفر میں بھی یہی عنوان ہے -

3 = غضنفر - ا = ... جو تھے عدو -

ترجمہٗ حدیث *

بیاں کرتے تھے سیدِ انبیا — صحابہ سے گر حال معراج کا
یہ کہتے تھے تھا بسکہ مشتاقِ عرش — نظر میں نے کی جانب ساقِ عرش
یہ لکھا تھا اُس پر رسولِ خدا — مؤید ہے منصور بالمرتضٰی[1]

روائت از نہج البلاغتہ

یہ نہج البلاغہ میں مرقوم ہے — جو ذی علم ہیں اُن کو معلوم ہے
فصیح و بلیغ ایسے تھے مرتضٰی[1] — کہ کوئی نہ تھا اور جُزو مصطفٰی[1]
جو کرتا وہ اپنے فضائل بیاں — تو حیران راہ جاتے اہلِ جہاں
جو سنتے تھے اس کا بیانِ فصیح — خجل ہوتے تھے شاعرانِ فصیح
عرب کے فصیحوں کی تھی کیا مجال — کہ کر سکتے پیشِ علی قیل و قال 1
علی کو محبت مساکیں سے تھی — بہت نفرت ارباب تزئیں سے تھی
غریبوں کی خدمت کیا کرتے تھے — نہائت محبت کیا کرتے تھے
کسی دم عبادت سے فرصت نہ تھی — کسی دم ریاضت سے فرصت نہ تھی
نہایت موثر تھے مرتاض تھے — جو تھے تن پرست ان سے ناراض تھے 2
جہاں میں تھے مشہور شیرِ خدا — کثیر العبادت قلیل الغذا
بہت رہتے تھے مرتضٰی[1] روزہ دار — نہائت بدن ہو گیا تھا نزار
نمازیں کیا کرتے تھے رات بھر — کسی کو نہ ہوتی تھی لیکن خبر
بہت دل میں تھا خوفِ پروردگار — نمازوں میں رویا کئے زار زار

---

* = ایضاً در فضائل

1 ـ غضنفر ـ ا = ... کیا تھی مجال ـ

2 ـ غضنفر ـ ا ـ نہائت موثر تھے .... مطبوعہ اور مخطوطے میں مصرع ساقط ہے جو درج ذیل ہے
" نہائت ہی موثر تھے مرتاض تھے" ـ یہ خارج از وزن ہے ـ غضنفر میں صحیح صورت ہے ـ

نہ پہنا کسی روز عمدہ لباس — نہ رکھا کبھی مال و زر اپنے پاس

تھے ہر چند دونوں جہاں کے امیر — بسر کی پَر اوقات مثلِ فقیر

بہت اُن کو محبوب تھے نانِ جو — کرم کرتے تھے رکھ کے کپڑے گرو 1

امیر عرب گرچہ معصوم تھا — ولیکن گناہوں سے مغموم تھا

کہا کرتے تھے آپ کو زشت کار — قیامت کا تھا خوف لیل و نہار

خدائے احد کا بڑا خوف تھا — فشارِ لحد کا بڑا خوف تھا

عذابِ خدا سے لرزتے تھے وہ — حسابِ خدا سے لرزتے تھے وہ

نہ تھے اپنے اعمال سے مطمئن — طلب کرتے تھے مغفرت رات دن

ڈرا کرتے تھے موت کے روز سے — ڈرا کرتے تھے نار کے سوز سے

علی کو نہ تھا کچھ بھی دنیا سے کام — فقط اُن کو تھا کارِ عقبیٰ سے کام

رہے یوں جہاں میں جنابِ علی — سفر پر ہو آمادہ جیسے کوئی

کیا مرتضیٰ نے نہ تعمیر گھر — رہے منتظر مرگ کے عمر بھر 2

ذرا دیکھنا زُہدِ سردارِ قوم — کفِ دستِ جو بہرِ افطارِ صوم

یہ تھا حکم جَو کو نہ تدھین کریں — نہ خرما سے زنہار شیریں کریں

بہت ذوق تھا ترکِ لذات کا — بہت شوق تھا نفی و اثبات کا

رہا کرتے تھے دوست دشمن سے صاف — گنہ کرتے تھے ہر کسی کے معاف

ولیکن تھی جاری حدودِ خدا — کہ اُس امر سے امرِ حق ہے جدا 3

علی تھے نہائت ہی عالم نواز — اٹھاتے تھے ہر دوست دشمن کے ناز

سمجھتے تھے ہر اک سے کم آپ کو — فزوں عجز تھا دم بہ دم آپ کو

ہوئے خاکسار اِس قدر وہ جناب — کہ آخر لقب ہو گیا بو تراب

فقط خاک پر کیوں نہ سوتا علی ؟ — نہ تھا شیرِ قالی وہ شیرِ جری 4

علیک السلام اے علیِ ولی — علیک السلام اے وصیِ نبیؐ

---

1 ـ غضنفر ـ ا = ... تھی ....

2 = ؍ ـ ا = ... جو ....

3 = ؍ ـ ا = ... تھے ....

4 = ؍ ـ ب = ... قالیں ....

سراجِ نظم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہے سزاوارِ حمد ذاتِ خدا
قابلِ شکر ہے صفاتِ خدا

گنگ ہے نطق کیا کہوں توحید؟
دنگ ہے عقل کیا کہوں تحمید؟

مرتفع ہے یہ بامِ عز و جلال
نارسا ہے کمندِ وہم و خیال

عقلِ اوّل یہاں ہوئی مبہوت
کیوں نہ ہو نفسِ ناطقہ کو سکوت؟

شہد اللہ، لا شریک لہ
وحدہٗ لا اِلٰہ اِلاّ ہو

عجزِ ادراکِ انبیائی کیا
ما عرفناک مصطفٰی نے کہا

اور کس کو کہوں کہ عارف ہے؟
کون اب عارفِ معارف ہے؟

بس یہی گفتگوئے صادق ہے
کہ وہی خالق اور رازق ہے

کیا بنائے ہیں آسمان و زمیں!
مہر و ماہ و ستارہ و پرویں

میوہ دار اُس نے کردیئے اشجار
رنگ پھولوں کے ہیں ہزار ہزار

گل و خار ایک شاخ سے نکلے
نیک و بد ایک کاخ سے نکلے

ہے جہاں گنجِ زر، وہیں اژدر
ہیں نہنگوں کے متصل گوہر

اہل کے ساتھ ہیں نا اہل
تھے محمد جہاں وہیں بو جہل

نور ظلمت سے ہوگیا ممتاز
سحر سے ہے یہ رتبۂ اعجاز

سالکوں کو ہے مثلِ راہِ صنم
دیر گویا ہے رہنمائے حرم

یونہی معلوم ہوتی ہے ہر چیز
ضد سے مفہوم ہوتی ہے ہر چیز

کرو تمیز آدم و جن میں
کرو تمیز رات میں دن میں

خلقتِ خوب میں حکمت ہے
خلقِ معیوب، عین حکمت ہے

آگ ہر چیز کو جلاتی ہے
پر شب و روز کام آتی ہے

گو جلانے کی خو نہیں بہتر
سوچ کہ ہے یہ بالیقیں بہتر

جو نہ ہو آگ تو کہاں ہو چراغ؟
گرم کیوں کر ہوں آب و شیر و اوجاغ؟

یونہی ہر چیزِ بد سمجھ ہے خوب
اپنی اپنی جگہ ہے ہر شے خوب

جو نہ ہوتے یہ کافر غدار — منکرِ ذاتِ واحدِ داوار
جی ہی دوزخ کا بس نکل جاتا — آتش اشتہا میں جل جاتا
رونق ایماں کی بھی کفر سے جان — ہوئی ناقوس سے بلند اذان
عین حکمت ہے جو ہے فعلِ حکیم — صانع و خالق و سمیع و علیم
دل میں گزرا نہیں وہ جان گیا — خود بخود کب دل اُس کو مان گیا؟
دیدہ و دل کے سامنے ہی رہے — حق و باطل کے سامنے ہی رہے
منہ کرے جس طرف دلِ آگاہ — نہیں شبہ فَثَمَّ وَجْہُ اللہ
ہر طرف قدرتیں نمایاں ہیں — ہر طرف صنعتیں نمایاں ہیں
ذات ہو دیکھنا تو دیکھ صفات — تُو صفاتِ خدا میں دیکھ لے ذات
ہے کدھر جستجوئے ذات خدا؟ — عین ذاتِ خدا ، صفاتِ خدا

نعتِ خیرالبشر حبیب اللہؐ

احمدِ مجتبیٰ ، رسولِ خدا — سیدِ انبیاء ، قبولِ خدا
صاحبِ سیف و صاحبِ اعجاز — انبیاء کی جنود میں ممتاز
جب نہ تھی کوئی چیز ، تھے احمد — با وقار و تمیز تھے احمد
اُن سے پیدا ہوئے ہیں صبح و مسا — جنت و نار و عرق و ارض و سما
نور کے یہ ہیں خاک کا آدم — میرا مولا کجا؟ کجا آدم؟
خلق جس آن انس و جن کو کیا — نائب اپنا خدا نے اِن کو کیا
جب کہ ڈالی بنائے ارض و فلک — جائے مزدور تھا گروہِ ملک
حق نے میرِ عمارت اِن کو کیا — خلق بہرِ امارت اِن کو کیا
ہیں ازل اور ابد کے یہ مالک — یہی باقی ہیں اور سب ہالک
ان سے تا صاحبِ زمان ہیں ایک — چودھوں بے شک آئنہ کمال ہیں ایک
پہنے پوشاک تا بعرش گئے — دیکھے افلاک تا بعرش گئے

تھے سوارِ براقِ عرش سیر
ساتھ جبریل صورتِ چاکر

اہلِ سنت کی جو کتب ہیں صحیح
اُن سے ہوتا ہے مستفاد صریح

آگے آگے بلال با نعلین
عرش پر دیتے تھے صدا نعلین

حَبّذا عزتِ رسولِ کریم
نہ کریں غبطہ کیوں جنابِ کلیم ؟

مرجعتِ شمس اور شقِ قمر
بخدا تھا کمال سہل اُن پر

تھے یہ فرماں روائے شمس و قمر
ہوئی اُن سے بنائے شمس و قمر

یہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا خلق
چھوڑتی کب عدم کا پردا خلق

اُن پہ آدم کو فوق خاک نہیں
کالبد بھی بنا ہے بعد کہیں

جبکہ خیرالبشر ہوئے پیدا
کوئی ہرگز نہ تھا سوائے خدا

سب ہوئے اُن کے سامنے پیدا
سب کئے اُن کے نام نے پیدا

حَبّذا نام بادشاہِ اُمم
ہوئی مقبول توبہء آدم

کلمے میں نہ ہو جو اُن کا نام
نہ ہو مقبولِ حضرتِ علّام

منقبت ہے امامِ اوّل کی

فاتحِ بابِ قلعہء خیبر
قاتلِ عمرو و مرحب و عنتر

اوّلِ اولیاء بہ نصِّ جلی
بمعلیِ ولیِ علیِ ولی

گوہرِ معدنِ ابی طالب
اخترِ روشن ابی طالب

نیّرِ اعظم سمائے یقیں
لو کشف شرحِ ماجرائے یقیں

مرتضیٰ خضر کا ہے راہنما
کردیا ہے موکّلِ دریا

جانتے ہیں دردِ لا دوا اس سے
پائی ایوب نے شفا اس سے

ہے علی فخرِ آلِ ابراہیم
خلفِ بے مثال ابراہیم

ہے بیان محمد ابن سنان

ہے جو راوی محمد ابنِ سنان
ہے رواہ صحیح سے وہ یہاں

یوں مُفضّل سے اُس نے آپ سنا
کہ مُفضّل نے یہ بیان کیا

ہوئے یاور جو میرے طالعِ سعد
ایک دن میں نمازِ عصر کے بعد

مسجدِ پاکِ مصطفیٰ میں تھا
محو میں ہستیٔ خدا میں تھا

متفکر میں دل میں تھا اُس دم
کہ ہے کیا رتبۂ شفیعِ اُمم!

کیا فضائل دیئے خدا نے اُسے!
کیا شمائل دیئے خدا نے اُسے!

شرف اُس کو جو ہے کسی کو نہیں
اُس کی نسبت کسی نبی کو نہیں

جن جن اسرار پر یہ ہے مشرف
کوئی آفاق میں نہیں واقف

دیئے جو حق نے مرتبے اُس کو
ملے ہیں انبیاء میں وہ کس کو؟

متحیّر میں اِس خیال میں تھا
کہ وہاں آیا بن ابی العوجا

تھا رئیسِ ملاحدۂ لعین
دین سے تھا علیحدہ وہ لعین

آکے نزدیک وہ شقی بیٹھا
پاس ایک اُس کا مقتدی بیٹھا

جانبِ قبر پاک اشارہ کیا
اپنے اُس معتقد سے کہنے لگا

صاحب اِس قبر کا معظم تھا
دورِ آفاق میں مکرّم تھا

منزلت اِس کی دمبدم ہے دوچند
سلطنت اِس کی دم بدم ہے دوچند

معتقد نے کہا کہ تھا یہ حکیم
ہوگیا مدعیٔ امر عظیم

بہرِ اثباتِ ادعائے بزرگ
لایا پیہم وہ معجزاتِ سترگ

ہوگیا اہلِ عقل پر غالب
فہمِ عالم کو کردیا غائب

جتنے بینا تھے رہ گئے حیراں
جتنے دانا تھے ہوگئے ناداں

ہیں اگرچہ عرب فصیح و بلیغ
پر ہوئے دنگ سب فصیح و بلیغ

ہوگئے اُس کے دین میں داخل
جتنے عاقل تھے ہوگئے جاہل

فوج فوج آئے اس کی ملت میں
نہ رہا شک ذرا نبوّت میں

جیسا جزوِ اذان ہے نامِ خدا
داخل اپنا بھی نام اُس نے کیا

ہر مؤذن پکارتا ہے یہیں
ہر کوئی نعرے مارتا ہے یہی

پہنچی اُس کی جہاں جہاں دعوت
پہنچی اُس کی جہاں جہاں حجّت

یونہی کہتے ہیں پانچ وقت اذان
ہے اقامت میں بھی یہی عنوان

نام اس کا ہو تازہ تا ہر دم
عزّ و شانِ پیمبری نہ ہو کم

سن کے حالِ نبی ابی العوجا
اپنے شاگرد سے یہ کہنے لگا

حال روشن ہے سب محمّد کا
بس نہ لے نام اب محمّد کا

اس جگہ میری عقل ہے حیران
تھا عجب ذی شعور یہ انسان

کر محمد کی اصل کا مذکور
کہ یہ اِس حیلہ سے ہوا مشہور

دونوں آپس میں کرکے پھر تقریر
بولے وہ منکرانِ ربِّ قدیر

یعنی یہ کارخانۂ عالم
نہیں محتاجِ صانعِ اعلم

نہیں حاجت یہاں مدبّر کی
نہیں حاجت یہاں مقدر کی

دیکھو جس چیز کو مع دنیا
آپ سے آپ ہوگئی پیدا

نہیں حادث یہ ہے جہان قدیم
ہیں زمین اور آسمان قدیم

یوں ہی سمجھو دوامِ خلقت کا
محض بہتان ہے قیامت کا

کفر جب یہ سنا مُفضّل نے
رنج میں سر دھنا مُفضّل نے

جوشِ ایماں سے ضبط ہو نہ سکا
کفر و ایماں میں ربط ہو نہ سکا

دیکھ کر سوئے بن ابی العوجا
دیکھ کر روئے بن ابی العوجا

صاف اُس منکرِ خدا سے کہا
گفتگو پوچ کر رہا ہے کیا؟

اُس خدا کا تجھے ہے کیوں انکار؟
جس نے پیدا کیا ہے بے تکرار

دی ہے کیا خوب صورت و ترکیب!
کیا خوش اسلوب صورت و ترکیب!

یا تو صُلب پدر میں تھا ساکن
رحم مادر میں یا ہوا ساکن

تجھ کو مضغے سے کردیا انسان
کبھی بچہ ، کبھی ہوا تو جوان

ہیں تری ذات میں دلائلِ حق
ہیں ہر اک بات میں دلائلِ حق

تو ہے خود شاہدِ وجودِ خدا
دیکھ اپنے ہی میں شہودِ خدا

تو ہی شاہد ہے قدرتِ حق کا
تو ہی شاہد ہے حکمت حق کا

سب براہین تجھ میں ہیں واضح
آشکارا و واضح و لامع

سن کے بولا بن ابی العوجا
تکلم اگر ہے تو تُو بتا

تا اس طور کی کروں تمہید
نہیں تو ہے عبث یہ گفت و شنید

ہے اگر تابعِ امامِ زماں
حضرتِ جعفر مطاعِ جہاں

خود وہ کرتے نہیں جدل مجھ سے
تنگ کرتا ہے کس لیے تو مجھے

بارہا میں گیا ہوں نزدِ امام
کبھی مجھ کو نہ دی کوئی دشنام

میری باتیں مکرر اُس نے سنیں
کبھی مجھ کو نہیں کیا غمگیں

صاحبِ علم و عقل ہے لاریب !
نہیں قہر و غضب کا اس میں عیب

ہے زرین و متیں وہ زیرِ فلک
مثل اُس کا کوئی نہیں بے شک

جو میں لاتا ہوں حجت و برہان
دل سے سنتا ہے وہ امامِ زمان

جانتا ہوں اُسے کیا قائل
شاد کرتا ہوں خوب اپنا دل

لیکن اک بات میں وہ کرتے ہیں زد
دنگ ہوتے ہیں ملحد و مرتد

کچھ نہیں سوجھتا جواب اُن کا
دے سکے کوئی کیا جواب اُن کا؟

اُن کے اصحاب میں ہے تُو بھی اگر
مجھ سے شائستہ گفتگوئیں کر

جہلِ ملحد تو ہوگیا معلوم
پر مفضّل بہت ہوئے مغموم

یعنی تھا وہ لعین ، دشمنِ دیں
منکرِ صانعِ سپہرِ بریں

ہے مفضّل کی عرض پیشِ امام

لے کلامِ مُفضّلِ اطہر
میں گیا نزد حضرتِ جعفر

نظر آیا جو میں بہت مغموم
شفقت سے یہ بولے وہ معصوم

اِس قدر کیوں شکستہ خاطر ہے
تیرے چہرے سے رنج ظاہر ہے

رنج کا کچھ سبب بتا مجھ کو
حال گزرا جو ہو سنا مجھ کو

میں نے اُن ملحدوں کا ذکر کیا
سن کے حضرت نے یہ جواب دیا

ہم کریں گے بیان تجھ سے یہاں
حکمتِ حضرتِ خدائے جہاں

مومنوں کو ہو سن کے تا عبرت
ملحدوں کو ہو سن کے تا حیرت

خلقِ عالم میں جو منافع ہیں
شبہۂ باطلہ کسے دافع ہیں

لطفِ خلقِ درندگانِ جہاں
باعثِ آفریدنِ مرغاں

حشراتِ زمین و حیوانات
سببِ خلقتِ درخت و نبات

خلقِ اشجارِ میوہ دار بقول
غیر ماکول سبزہ و ماکول

اے مُفضّل! نہ ہو تو دل میں اداس
صبح ہوجائیو! ہمارے پاس

اپنے گھر میں مُفضّل اٹھ کے گیا
رات بھر انتظارِ صبح رہا

صبحِ صادق کا ہوگیا جو ظہور
پیشِ صادق گیا وہ مردِ غیور

ہے مترجم کی معذرت کا بیان

عرض ہے مومنانِ والا سے
اہلِ انصاف و اہلِ تقوٰی سے

ترجمے کا جو قصد کرتا ہوں
تو خدا سے کمال ڈرتا ہوں

یعنی بے جا نہ ہو کہیں تفسیر
نہ ہوں محشر میں موردِ تعزیر

میں کہاں اور یہ کلام کہاں؟
رند مشرب کہاں؟ امام کہاں؟

مجھ کو معصوم سے کہاں نسبت؟
فسق میرا کہاں؟ کہاں عصمت؟

عرض کرتا ہوں یوں خدا کے حضور
اے کریم و رحیم ربِّ غفور

گو حدیث اپنے آگے دھرتا ہوں
پر میں حاصل بیان کرتا ہوں

ہو میرے جہل سے ہزار خطا / پر ہوں تجھ سے امید وارِ عطا

کیجیو! عفو بہرِ روحِ رسول / بہرِ سبطین و مرتضیٰ و بتول

ہے مُفضّل کی اب یہاں تقریر

فضلِ خالق ہوا مرے شامل / بعد رخصت کے میں ہوا داخل

جاکے خدمت میں ایستادہ ہوا / شوق دل میں جو تھا زیادہ ہوا

پاس تھا ایک حجرۂ اطہر / اُس میں جا بیٹھے حضرتِ جعفر

مجھ کو حجرے میں یاد فرمایا / قرب دے دے کے شاد فرمایا

ہوئے مانندِ ابرِ گوہر بار / لبِ معجز بیاں سے کی گفتار

پہلے حضرت نے کی یہ مجھ سے بات / آج تجھ کو دراز ہوگئی رات

صبح کا اشتیاق تھا تجھ کو / رات کا ہونا شاق تھا تجھ کو

کی مُفضّل نے عرض مولا سے / کیا چھپے کچھ امام و آقا سے؟

جب نظر آئے صبح کے آثار / بخت ہی میرے ہوگئے بیدار

اب ہے گویا طلوعِ صبحِ امید / نظر آئے ہیں مجھ کو دو خورشید

ایک یہ آسمان کا خورشید / آپ کا چہرہ دوسرا خورشید

صبح اِس کا طلوع ، شام غروب / نہیں حضرت کا لا کلام غروب

ہے جو گردش میں نیّرِ تاباں / ہے یہ حضرت ہی کا بلا گرداں

یہ ضیا اُس نے آپ سے پائی / یہ صفا اس نے آپ سے پائی

خلق میں نائبِ خدا ہیں آپ / مصطفیٰ سے کہاں جدا ہیں آپ؟

ایک ہیں ایک چاردہ معصوم / نیک ہیں نیک چاردہ معصوم

تم نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا خلق / کی حقیقت میں تم نے پیدا خلق

کار پرداز ہو خدا کے تمہیں / محرمِ راز ہو خدا کے تمہیں

ہے یہ ارشادِ حضرتِ جعفر

بولے حضرت سن اے مفضل! اب
کچھ نہ تھا جب سے ہے ہمارا رب

چیز کچھ پیشتر خدا کے نہ تھی
وہی باقی ہے اور سب فانی

بے نہایت وجود ہے اُس کا
بے ہدایت وجود ہے اُس کا

ہے وہی مستحقِ حمد و ثنا
بس ہے شکر و سپاس اُس کا روا

پر ہمیں جس طرح سکھایا ہے
جو طریقہ ہمیں بتایا ہے

علم جو ہیں علوم میں اعلیٰ
ان کا مخصوص ہم کو مخفی کیا

سب بتائے معانیٔ ارفع
ہم کو کونین کا کیا مرجع

علم اپنا خدا نے ہم کو دیا
ساری خلقت سے برگزیدہ کیا

کردیا شاہد اپنی وحدت کا
کردیا حاکم اپنی حکمت کا

کی مُفضّل نے عرض اے معصوم!
آپ فرمائیں میں کروں مرقوم

تا قیامت سب استفادہ کریں
اپنے ایمان کو زیادہ کریں

ترجمہ کا یہاں سے ہے آغاز

ہے یہاں سے حدیث کا حاصل
مستفید اب ہوں عالم و جاہل

ہے یہ ارشاد امامِ صادق کا
ہر مشکک وجودِ خالق کا

فہم کا ہے قصور جاہل ہے
عقل سے ہے بعید غافل ہے

حکمتِ حق ہے خلقِ عالم میں
حکمتِ حق ہے خلقِ آدم میں

اس میں اغراض اور ہیں اسباب
جانتے ہیں اسے اولوالالباب

ہیں حکم خلق کوہ و صحرا میں
ہیں حکم خلق دشت و دریا میں

عقلِ کوتاہ رکھتے ہیں کفار
ہے یہ باعث جو کرتے ہیں انکار

ہے جو ضعفِ بصارت ان کو نصیب
کرتے ہیں یہ عناد سے تکذیب

حمق سے کہتے ہیں یہ زشت صفات
نہیں خالق برائے موجودات

کہہ رہے ہیں یہ مدبرِ عالم
نہیں کوئی مدبرِ عالم

ہوتی جاتی ہے خود بخود خلقت
نہیں تدبیر و صنعت و حکمت

جو صفت کر رہے ہیں یہ سفہا
ہے خدا اس سے ارفع و اعلیٰ

کرے لعنت خدا ، مدام اِن پر
حق تو ظاہر ہے جانتے ہیں یہ کدھر

یہ گرفتار ہیں ضلالت میں
مبتلا ہیں یہ اپنی حیرت میں

بے مثال اس مثال کو دیکھو

حال اِن کا ہے ایسے اندھوں کا
کہ وہ داخل ہوں درمیان سرا

اس میں خوبی ہو اور استحکام
فرش گسترده ہو نفیس تمام

سب ہوں ماکول اور سب مشروب
اور اسباب ہوں لباس کے خوب

چاہیئے آدمی کو جو جو چیز
وہ قرینے سے جا بجا ہو چیز

اندھوں کا اس مکان میں ہو گزار
متردد وہ ہوں یمین و یسار

نہ وہ دیکھیں گے قصر کی صورت
نہ نظر آئے گی کوئی نعمت

ظرف عمدہ نظر نہ ہوئیں گے
ٹھوکریں جا بجا وہ کھائیں گے

ہوگی جس چیز کی انہیں حاجت
پاس ہوگی ، نہ دیکھیں گے صورت

کچھ نہ سمجھیں گے وہ کہ یہ کیا ہے؟
کیا سبب ہے یہاں جو رکھا ہے؟

کشف کچھ بھی نہ ہوگا ان پر حال
بلکہ ہوں گے وہ خشمناک کمال

طورِ کاشانہ کو کہیں گے برا
صاحب خانہ کو کہیں گے برا

جس طرف جائیں گے ٹٹولیں گے
بہرِ طعنہ زبان کھولیں گے

منکرانِ خدا جو ہیں جہال
یہی ان کا بعینہٖ ہے حال

حسنِ تقدیر کے جو منکر ہیں
حسنِ تدبیر کے جو منکر ہیں

اُن کے ذہنوں کا ہے تمام قصور
اُن کے فہموں کا ہے تمام فتور

نہ کھُلا جہل سے یہ بھید اُنہیں
فائدے کیا ہیں خلقِ اشیاء میں

ہیں جو اسباب اِس کے اور علل
نہیں آگاہ جہل سے اجہل

کرتے ہیں سیر عالم امکاں
پر ہیں نادان و بےخود و حیراں

خلقت حسن کیوں ہے کیا جانیں
کیا وہ شکل نظام پہچانیں

بیشتر دیکھتے ہیں چیزوں کو
نہیں تمیز ہے تمیزوں کو

نہیں آگاہ اس کی حکمت سے
نہیں آگاہ وجہ خلقت سے

تخطیہ بے شعور کرتے ہیں
اور ثابت قصور کرتے ہیں

ہے مثال توابع مانی

جب اصحابِ مانیِ نقاش
دین سے پھر کے ہوگئے اوباش

اس کے اشباہ ہیں جو اہلِ ضلال
ان کے دل میں بھی ہے خیالِ محال

تارکِ بندگیِ خالق ہیں
سب یہ کافر ہیں سب یہ فاسق ہیں

اُن کو لازم ہے جو کہ مومن ہیں
صنعتِ ایزدی کے موقن ہیں

اپنی پہچان دی خدا نے جنہیں
ہیں ہدایت سے دینِ خالص میں

دی ہے اللہ نے جنہیں توفیق
جو ہوئے سالکِ رہِ تحقیق

متامل ہوں صنعتِ حق میں
متفکر ہوں قدرتِ حق میں

کیا ہیں تدبیریں خلقِ عالم میں؟
کیوں خدا نے کیا ہے خلق اِنہیں؟

ہیں براہین ساطع و قاطع
بہرِ عالم ضرور ہے صانع

چاہیے بارہا کریں تحمید
کہ ملی اُن کو نعمتِ توحید

متضرّع رہیں حضورِ خدا
کہ نہ جائے یہ نعمتِ عظمیٰ

بلکہ یہ مَوہِبَت زیادہ ہو
دولتِ معرفت زیادہ ہو

دال ہے آیۂ کلامِ مجید
کہ یہ فرماتا ہے خدائے حمید

شکر بندے اگر کریں گے ادا
نعمتیں اور اُنہیں سوا دونگا

کافرِ نعمت اُن میں ہونگے اگر
سخت میرا عذاب ہے اُن پر

ہے مفصّل یہ حال مانی کا

اب سنو حالِ مانیٔ نقاش — عیب سب پر ہیں اُس خبیث کے فاش
عہدِ شاپور الاشیر میں تھا — اُس نے پیدا کیا تھا دین نیا
رکھتے ہیں جوکہ گبر و ترسا دین — اُن کے تھا بین بین اُس کا دین
تھا جو اقرارِ حضرتِ عیسیٰ — کیا انکارِ حضرتِ موسیٰ
خلقِ عالم میں تھا کلام عجیب — اُس کی دو اصلوں سے ہوئی ترکیب
ایک ہے نور ، ایک ہے ظلمت — ان سے عالم کی یہ ہوئی صورت
خیر عالم ہے نور سے پیدا — شر ہے ظلمت سے ، قول ہے اِس کا
جانور جس قدر کہ ہیں موذی — ہے یہ تاثیر اُن میں ظلمت کی
خلقت اُن کی عبث سمجھتا تھا — مدعی حکمتِ خدا کا تھا
اور سنیئے عقیدۂ کافر — حمق سے جہل کرتا تھا ظاہر
کہ یہاں جس سے پہنچے رنجِ عظیم — نہیں کرنے کا خلق اُس کو حکیم

وجہِ نظمِ جہاں میں ہے ارشاد

اب یہ فرماتے ہیں امامِ ششم — شاہِ شمسین و خسروِ انجم
اے مفضل ! مقامِ عبرت ہے — آشکارا خدا کی حکمت ہے
دیکھنا شانِ صانعِ عالم — ہے یہ برہانِ صانعِ عالم
واہ ! کیا کیا نظامِ عالم ہے !! — کس قدر انتظامِ عالم ہے !
جمع اجزا کئے تمام و کمال — سب مرتب ہوئے زہے افضال
دیکھے جو فکر سے تامل ہے — سوچے جو دھیان سے تعقل سے
عالم آئے نظر نفیس محل — جس محل میں نہ ہو مقامِ خلل
سقفِ خانہ ہے آسمانِ بلند — تو زمیں اِس میں فرش کی مانند
رات کو تاروں کا چراغاں ہے — دن کو پھر آفتابِ تاباں ہے
یہ جواہر جو سارے بیش بہا — ہیں تلال و جبال میں یک جا

یہ ذخیرے میں بہرِ مخلوقات
پتی ہیرے میں بہر مخلوقات

جو بنی چیز سافل و عالی
مصلحت سے نہیں ہے وہ خالی

ہیں جو انسان اے خجستہ نہاد!
اُن کو بخشا یہ خانہٴ آباد

ہیں نباتات بہرِ نفعِ بشر
کام آتی ہیں اپنے موقع پر

یہ جو حیوان مختلف ہیں یہاں
ہیں برائے مصالحِ انساں

ہے یہ برہانِ انتظامِ امور
نہ سمجھیئے تو ہے سمجھ کا قصور

ہے عیاں حق کی حکمت و تقدیر
ہیں نمایاں مصالح و تدبیر

ایک خالق ، تمام مخلوقات
خاص سے تا بہ عام مخلوقات

بعض سے بعض کو کیا مربوط
ربط آپس کا کردیا مضبوط

ایک کا ایک کو کیا محتاج
کہ نہ ہو احتیاج ما یحتاج

ایک کو ایک سے تعلق ہے
ایک پر ایک کو تفوّق ہے

خلقتِ آدمی میں فرمایا

سنو ارشادِ حضرتِ صادق
قرۃ العین ، مصحفِ ناطق

اے مُفَضّل! کروں یہاں سے عیاں
صورتِ حال خلقتِ انساں

فہم والوں کو جائے عبرت ہے
ہر فہیم آشنائے عبرت ہے

ظلماتِ ثلث میں ہے جنین
شکم و رحم و بچہ داں یہ تین

پر وہ خالق سے فیض پاتا ہے
بھوک میں خونِ حیض پاتا ہے

وہ اتنا بھی کہ ناگوار نہ ہو
بھوک سے بھی ضعیف و زار نہ ہو

یہ غذا اُس کو ہوتی ہے حاصل
اپنی خلقت میں تاکہ ہو کامل

بدن اُس کا ہو سخت و مستحکم
پوست ہو خوب گوشت پر محکم

نہ پڑے صدمہٴ ہوا اُس پر
نہ ہو کچھ گرم و سرد سے بھی ضرر

اس کی آنکھیں جو ہیں میانِ حجاب
روشنی دیکھ کر نہ ہوں بے تاب

دردِ زہ تب کہیں ہو حاملہ کو
قصد وضعِ جنیں ہو حاملہ کو

متولد ہو وہ جنیں اُس دم
ضیق سے دیکھے وسعتِ عالم

وہی خونِ کثیف تھا جو غذا
کرے شیرِ لطیف ، لطفِ خدا

سرخ سے ہو سفید دم میں لہو
ہو وہ خوش رنگ ، خوش مزہ ، خوش بو

فائدہ مند تھا جو شربِ لبن
ہوا موجود بہرِ قوتِ تن

ہوئی جس وقت جو غذا درکار
پائیں بچے وہی زہے داوار

متولد جو ہوتے ہیں بچے
یاد رہتا ہے حالِ رحم کسے؟

اضطرابِ زباں دکھاتے ہیں
ہونٹ بھی دونوں ملتے جاتے ہیں

ہوتے ہیں طالبِ غذا فی الحال
دودھ کا ماں سے کرتے ہیں وہ سوال

چھاتیاں دونوں مشکِ کوچک ہیں
یہ مہیا برائے کودک ہیں

جب تک اطفال کے ہیں نرم اعضا
اور باریک باطنِ اَمعاء

کب غذائے غلیظ کی ہے تاب؟
دودھ رکھتا ہے خرّم و شاداب

جب کہ ہوتا ہے اُن کا نشو و نما
خوب ہوجاتے ہیں درست قوا

پاتے ہیں طاقتِ غذائے ثقیل
ہوتی ہے حاجتِ غذائے ثقیل

کہ ہوں اعضا قوی تر اُن کے تمام
ہو بدن میں صلابت و احکام

آس دندانِ تیز پاتے ہیں
جو غذا پاتے ہیں چباتے ہیں

نرم ہوجائے جس میں سخت غذا
اُس کا آسان ہو نگل جانا

ہوتی ہے دم بدم نمو حاصل
ہوتے ہیں خوب بالغ و عاقل

پس اگر مرد ہیں تو نکلیں گے بال
کہ بنے داڑھی سے حسن وجہ کمال

ہے محاسن علامت مردے
موجب جاہ و عزت مردے

کہ نکلتے ہیں حدِ طفلی سے
نہیں رہتے شبیہہ رنڈی سے

رنڈیاں ہوں تو صاف ہوں رخسار
کہ نہیں بال کچھ اُنہیں درکار

جس میں باقی رہے نظارتِ حسن — کہ اُنہیں چاہیئے طراوتِ حسن
میل مردوں کو اُن کی جانب ہو — شوہر ایک ایک کا مصاحب ہو
کہ رہے قائم اُن کی نسل مدام — رہے یہ نوع تابہ روزِ قیام

حالِ پیدائش جنیں سن لے

اے مُفضَّل! مقامِ عبرت ہے — حقِ تعالیٰ کی کیا ہی حکمت ہے
کیا ہی صانع ہے حکیم قدیر — کیا ہے تدبیر اور کیا تقدیر
کبھی احوال مختلف کیا کیا — تب ہوا بچۂ بشر پیدا
بے تدبر نہیں ہے یہ ممکن — بے مقدر نہیں ہے یہ ممکن
رحم میں خونِ حیض اگر نہ ملے — غنچۂ آرزو کبھی نہ کھلے
خشک و بے آب جیسے برگِ گیاہ — سوکھ کر ہو جنین صورتِ کاہ
نہ ہو ماں کو جو دردِ زہ کا اثر — نکلے کیونکر جنین پھر باہر
زندہ درگور وہ رحم میں رہے — قید خانے سے بڑھ کے رنج سہے
ہو کے پیدا اگر وہ دودھ نہ پائے — بھوک سے ایک آن میں مرجائے
نہ ملائم غذا اگر کھائے — جائے اصلاح رحم دکھ جائے
سب غذائے شدید بے دنداں — کھائیں اطفال ہو سکے یہ کہاں؟
حلق سے جائے معدے میں ہے محال — زندگانی کی شکل ہو اشکال
دودھ ہی کی رہے غذا جو مدام — جسم اطفال میں نہ ہو احکام
نہ ہوں اعمالِ شاقہ زنہار — بالیقیں زیست بھر رہیں بیکار
پرورش سے نہ ماں کو فرصت ہو — ایک بچے کی صرف خدمت ہو
اور اولاد ہو اگر پیدا — پالنے میں ہو عذر ماں کا بجا
ایک ماں اور ہوں کئی اطفال — خبر اُن سب کی لے یہ بات محال
نہ ہوں ریش و بروتِ مرد اگر — شبہہ طفل و زن رہے اُس پر
نہ ہو وقر و صلابتِ مرداں — نہ ہو قدر و مہابتِ مرداں

ہے یہ حالِ کفالتِ انسان

بعد ازیں بولے حضرتِ جعفر
قرۃ العین حیدرِ صفدر
اے مُفَضَّل! بھلا ہے کون ایسا؟
ہو نگہبان ، حالِ انساں کا
جس دم انسان کو جو حاجت ہو
اُس سے انسان کی کفالت ہو
ہاں مگر ذاتِ خالقِ معبود
جس نے معدوم کو کیا موجود
مکفّل وہ ہی ہے مصالح کا
شخصِ طالع کا ، شخصِ صالح کا
ہے مدبر جو ہو یہ نسق و نظام
تب تو تدبیر سے خلل ہو مدام
بات یہ پیشِ عقل ہے باطل
اُس کا قائل جو ہے وہ ہے جاہل
صاحبِ عقل کی یہ ہے تقریر
نہیں نسق و نظام سے تدبیر
ہے اِس سے صلاح حالِ امور
نہیں زنہار اختلالِ امور

اور یہ ہیں دلائلِ حضرت

اِس سے پھر بولے جعفرِ صادق
نورِ چشمانِ مخبرِ صادق
بطنِ مادر سے جو کوئی لڑکا
متولد ہو عاقل و دانا
نظر آئے اُسے جہان عجیب
ہوں زمین اور آسمان عجیب
دیکھے نادیدہ کائنات انساں
کیوں نہ ہوجائے دیکھ کر حیراں؟
ہوش اڑیں دیکھ کر پرندوں کو
خوف ہو دیکھ کر چرندوں کو
اور بھی حکمتیں ہیں اِس کے سوا
حکمتیں لا تعد و لا تحصیٰ
کوئی عاقل جو قید ہوجائے
ہو کے قید اور شہر میں جائے
ہو مقرر وہ ششدر و حیراں
کہے دل میں کہ آگیا ہوں کہاں؟
دم بدم دل کو ہو فزوں وحشت
کرے غمگیں ہر ایک کی صورت
گو کہ اُس کے وطن کے ہوں انساں
سب ہوں اُس کے وطن ہی کے حیواں

دیکھتا تھا وطن میں جو دن رات
وہی اس سے دو چار ہوں دن رات

پر کوئی چیز بھی نہ خوش آئے
دیکھنے سے وہ خوب گھبرائے

کسی غافل کو گو کریں تعلیم
کرے تاثیر دیر میں تفہیم

اور ارشاد ہے یہ حضرت کا

طفل تعلیم جب کہ پاتے ہیں
جلد عاقل سے سیکھ جاتے ہیں

متولد جو ہو کوئی دانا
منزلوں کا نہ چل سکے رستا

لوگ کاندھوں پر اُس کو لیکے چلیں
اور اُس کو لپیٹیں کپڑوں میں

لے کے جھولی میں بھی سلائیں اُسے
اور کپڑا کوئی اوڑھائیں اُسے

کہ رہا پیٹ میں یہ اک مدت
ہے بطن میں رطوبت و رقت

ہو تولد اگر کوئی عاقل
کم ہو ماں باپ کا فریفتہ دل

بچے میں جو ادائیں ہوں شیریں
کبھی عاقل میں ہوں یقین نہیں

پیاری ہوتی ہیں بچوں کی حرکات
دل رُبا ہے ہر ایک بھولی بات

حرکات ایسی عاقلوں میں کہاں؟
بھولی بات ایسی عاقلوں میں کہاں؟

اس لیے طفل ہوتے ہیں ناداں
کہ کریں غافلانہ دیدِ جہاں

عہدِ طفلی میں ہے جو ذہن ضعیف
معرفت ناقص اور رائے نحیف

دیکھتے ہیں تمام دنیا کو
دیکھتے ہیں تمام اشیاء کو

پر نہیں خوفِ معرفت حاصل
رہتے ہیں خوب و زشت سے غافل

نہیں یہ اس کی عقل کے قائل
سمجھیں اس بات کو جو ہیں عاقل

عقل پاتے ہیں جتنی روز بروز
سمجھ آتی ہے اتنی روز بروز

تھوڑی تھوڑی سمجھتے ہیں ہر چیز
رفتہ رفتہ وہ کرتے ہیں تمییز

عقل ہوتی ہے راہ نما ہر دم
معرفت ہوتی ہے فزوں ہر دم

امرِ نادر سے ہوتی ہے الفت
ہوتی ہیں حال مختلف عادت

یوں ہیں آخر موافق تقدیر
کرتے ہیں سب معاش کی تدبیر

دیکھ کر سب کو کرتے ہیں عبرت
ساتھ ہے سہو، ساتھ ہے غفلت

تب مکلّف ہے ہر کوئی انساں
امرِ طاعت ہے نہ ہی ہے عصیاں

طفل پیدا جو ہو فہیم و قوی
کریں ماں باپ پرورش کس کی؟

پرورش کا مزہ ہو سب زائل
مہر ماں باپ کی ہو نا طائل

حق جو ماں باپ کے ہوں باطل ہوں
حکمتیں ہیں جو اِس میں عاطل ہوں

نہ ہو اولاد و والدین میں ربط
نہ ہو اولاد پر کسی کا ضبط

ہوں ولادت کے ہوتے ہی اطفال
چھٹ کے ماں باپ سے پریشاں حال

تربیت کا جو واسطہ نہ رہا
کام بچے کو باپ ماں سے کیا

نہ تو ماں باپ ہی کریں پرداخت
نہ ہو ماں باپ کی کسی کو شناخت

کریں حکمِ نکاح سے وہ گریز
نہ کریں ماں بہن سے کچھ پرہیز

ہوتے با عقل طفل اگر پیدا
تھا قبیح و شنیع حد سے سوا

دیکھتے صاف عورتِ مادر
کہ ہوا یہ حرام عاقل پسر

سو خدا نے بشر کو رکھا باز
یونہی ہر کام میں ہے پنہاں راز

دیکھو تدبیرِ ایزدِ متعال
عین حکمت ہے گریۂ اطفال

سرِ اطفال میں رطوبت ہے
باعثِ درد و رنج و علت ہے

وہ رطوبت جو اپنا زور کرے
کچھ تعجب نہیں جو کور کرے

طفل ہوتے ہیں رونے پر مائل
سب رطوبت وہ ہوتی ہے زائل

اِس سے دیتا ہے خالقِ داوار
صحتِ تن، سلامتِ ابصار

منتفع رونے سے ہوئے اطفال
پر نہیں مادر و پدر کو خیال

کرتے ہیں مادر و پدر تدبیر
کہ کرے ترک گریہ طفلِ صغیر

یونہی ہر امر میں مصالح ہیں
جو کہ بینا ہیں ان کو واضح ہیں

یہ جو ملحد ہیں منکرِ تقدیر
کر رہے ہیں مذمتِ تدبیر

کب یہ آگاہِ حکمتِ حق ہیں ؟
منکر اللہ کے یہ احمق ہیں

کچھ بھی سوچیں جو دل میں یہ اظلم
کریں اقرار صانع عالم

سمجھیں خلقت نہیں ہے بے تقدیر
ہے تمام اس میں حکمت و تدبیر

نقصِ اعضا میں ہے سوال اس جا

کی مُفضّل نے عرض اے مولا !
حال دیکھا ہے بعض لوگوں کا

کہ کوئی عضو ہوگیا بیکار
ہوئے اس عضو جانے سے ناچار

کیوں یہ ہوتا ہے اس کا کیا باعث ؟
کیا ہے اِس اختلال کا باعث ؟

ہے جوابِ امامِ جن و بشر

کی امامِ انام نے تقریر
یہ بھی ہے حکمتِ خدائے قدیر

پند و تادیب بہرِ انساں ہے
یہ سزائے گناہ و عصیاں ہے

کریں وہ گر گناہوں سے نفرت
دیکھنے والوں کو ہو تا عبرت

جس طرح بادشاہ دنیا میں
کرے تادیب تا گناہ نہ کریں

جو کوئی دیکھے اُس کو ہو تہدید
سب کو ہو دہشت عذاب شدید

یہ رعیت پسند کرتی ہے
وصف تہدید و پند کرتی ہے

رائے سلطان کی کرے تصویب
بد نہیں جانتے ہیں یہ تادیب

کسی کو مبتلا کرے جو خدا
ہے یہ لازم کرے وہ شکر ادا

کرے سوئے خدائے پاک رجوع
رہے دل سے خشوع اور خضوع

کہ پسِ مرگ اُسے ثواب ملے
اجرِ طاعاتِ با صواب ملے

پائے ایسے ثواب روزِ حساب
ہوں فراموش چار دن کے عذاب

ہے کلامِ مفضّلِ دیندار

جانو اے مومنو! بصدق و یقیں — ہے بیانِ امام ہادیٔ دیں

مرکے بالغرض ہو اگر زندہ — طالبِ ابتلا ہو وہ بندہ

پھر بھلائی کو اختیار کرے — رنج و آفت کا انتظار کرے

کہ پسِ مرگ اجر پائے دو چند — آگے سے ہو دو چند دل خُرسند

اے مفضّل! ذرا تفکر کر — دیکھ تقدیرِ خالقِ اکبر

عضو کوئی ہے جفت طاق کوئی — کیا ہے حکمت حکیمِ مطلق کی

ایک پیدا کیا سرِ انسان — ایک ہی ہے بجا سرِ انسان

جو تصور کرے سرِ دیگر — بے سبب بوجھ ہو وہ گردن پر

نہیں ممکن عبث ہو فعلِ حکیم — حبّذا حکمتِ سمیع و علیم

ہیں حواس ایک سر میں گوشہ گزیں — دوسرے سر کی احتیاج نہیں

بنے ہوتے جو دو سر انساں — تبھ ہوتا ہے کمال اس میں عیاں

ایک سر ہو جو مائل گفتار — دوسرا سر ضرور ہو بے کار

ہو جو دونوں سروں سے ایک کلام — ہو عبث ایک عیب کا ہے مقام

ہو اگر اور ایک کی تقریر — دوسرے کی ہو دوسری تقریر

سننے والوں کو ہو بڑی مشکل — سامعہ ہو کدھر کدھر مائل

فہم میں اختلال ہوجائے — درک کا اور حال ہوجائے

جفت پیدا کئے ہیں دستِ بشر — تاہو دونوں سے بندوبستِ بشر

کہ اگر ایک ہاتھ شل ہوجائے — کار انساں میں پھر خلل ہوجائے

جتنے بنّا ہیں اور ہیں نجار — نہ ہو کام ایک ہاتھ سے زنہار

جو تکلف سے بھی کرے کوئی کام — ہو بڑی دیر میں وہ کام تمام

شاق ہر کام ہر کسی پر ہو — دونوں ہاتھوں کے کب برابر ہو

دونوں وہ ہیں بہم مدد و معین — جس کو ہے عقل اس کو شبہ نہیں

اور ہیں یہ دلائل شافی

اے مفضل! یہاں ہے فکر ضرور | دیکھنا حکمتِ خدائے غفور
کیا صدا و سخن میں حکمت ہے | کیا ہی قدرت ہے کیا ہی صنعت ہے
حنجرہ آدمی کا شونشس ہے | جس سے باہر صدا نکلتی ہے
یہ زبان اور یہ لب و دنداں | چند آلات ہیں پئے انساں
کہ یہ ہیں مخرجِ حروف و صدا | ہو بخوبی ظہور نغموں کا
گر پڑیں دانت آدمی کے اگر | پھر ادا حرف خوب ہوں کیونکر؟
خوب کب نکلے سین بے دنداں؟ | مخرجِ فا بغیر لب ہو کہاں؟
جو زبانِ بشر گراں ہوجائے | خللِ حرفِ را عیاں ہوجائے
صورتِ نائے حلقِ انساں ہے | شُش بلا شک شبیہہ انباں ہے
کہ ہوا اس میں ہوتی ہے داخل | جانتے ہیں اسے جو ہیں عاقل
اور شش کو پکڑتے ہیں عضلات | مثلِ انگشت پڑتے ہیں عضلات
تاکہ انبانِ شش سے جائے ہوا | حلق و دندان و لب تک آئے ہوا
دیکھنا قدرتِ بصیر و سمیع | اِن میں ٹھہری حروف کی تقطیع
ہیں یہ آلات مثلِ انگشتاں | متواتر جو نائے پر ہوں رواں
شش سے آکر جو نکلے اِن سے صدا | ہوں سب الحان مختلف پیدا
یہ محل ہیں پئے خروجِ صدا | نائے انباں جو میں نے اِن کو کہا
ہر کوئی خوب تا سمجھ جائے | ذہن میں سننے والوں کے آئے
ہوتے ادات صوت سے تشبیہ | ہر خوش آئی یہی مجھے تشبیہ
وہ جو تشبیہہ صنعِ انساں ہے | تو یہ تشبیہہ صنعِ رحماں ہے
کہ مقدم ہے صنعتِ رحمان | اس سے نکلی ہے صنعتِ انسان
اتنے اعضا میں جو منافع ہیں | کرچکا تجھ کو خوب آگاہ میں
نفع یہ صنعت کلام کے ہیں | اس سوا اور بھی یہ کام کے ہیں

حنجرہ اس لیے ہوا پیدا
تاکہ پہنچائے تا بہ شش یہ ہوا

پہنچے خارج سے تا بہ شش جو ریح
قلبِ انساں کو اس سے ہو تفریح

ہے بپا پے درود دم شش پر
بادِ زن شش ہے بہرِ قلبِ بشر

نہ چلے جو نسیمِ دم اک دم
آدمی کا نکل ہی جائے دم

حکمتِ خلقتِ زباں ہے یہ

کی خدا نے جو یہ زبان عطا
ہے بلا شک عطیۂ عظمیٰ

اس سے ہے مختلف مزوں کی تمیز
اس سے پاتے ہیں لذت ہر چیز

کوئی کڑوی ہے کوئی ہے میٹھی
نمکین کوئی ، کوئی کھٹ مٹھی

کوئی اچھی ہے کوئی زشت و زبوں
مزے سب چیزوں کے ہیں گونا گوں

سب مزوں سے زبان واقف ہے
انہیں اسرار کی یہ کاشف ہے

جو نہ ہو یہ تو کچھ نہ ہو معلوم
نہ ہو کوئی مزہ کبھی مفہوم

اور بھی ہوتے ہیں زباں سے کام
ہے مدد وقتِ بَلعِ آب و طعام

اِس سے احکام بہرِ دنداں ہے
قوتِ تام بہرِ دنداں ہے

ہیں مصالح وجودِ دنداں کے

اے مفضّل! مقامِ عبرت ہے
کیا ہی اللہ کی یہ قدرت ہے!

دانت گر پڑتے ہیں کسی کے اگر
ہونٹ ملتے ہیں ہوکے سست اکثر

ہونٹوں سے کھینچ لیتے ہیں پانی
زندگی تازہ کرتے ہیں اپنی

کہ نہ ہو بند حلق میں پانی
پہنچے وہ معدے تک بآسانی

صدمۂ آب سے نہ ہو مجروح
نہ بدن پائے کوئی رنج نہ روح

منہ ہے در ، دونوں ہونٹ ہیں دو پٹ
بند ہوتے ہیں کھلتے ہیں جھٹ پٹ

عضوِ انساں جو ہیں وہ ہیں اوزار
ہے ہر اک مثلِ تیشۂ نجار

کبھی لکڑی کے کام آتا ہے
کبھی مٹی کے کام آتا ہے

کبھی تو کھدتے ہیں سقف و زمیں
کبھی آتا ہے کام اور کہیں

حکمت خلقت دماغ ہے یہ

دیکھے تو اپنے مغزِ سر کو اگر
ہو عجب حال منکشف تجھ پر

کتنی ہی جھلیوں میں لپٹا ہے
صدموں سے اس میں دور رہتا ہے

نہیں کرسکتے عارضی مختل
نہیں ہوسکتا ہلنے سے بھی خلل

خود سے کم تر نہیں ہے کاسۂ سر
صدمہ جو پہنچے اگر کوئی سر پر

متضرر نہ ہو دماغ کبھی
گل نہ ہو عقل کا چراغ کبھی

بال سر پر جو ہوتے ہیں پیدا
سر کو وہ پوستین ہے گویا

تانہ پہنچائے رنج اُسے سردی
رنج گرمی سے بھی نہ پائے کبھی

بارش و برف میں اگر ہیں حجاب
دھوپ میں بھی یہ بہرِ سر ہیں حجاب

سوچ تو کون یہ محافظ ہے؟
جز خدا اور کون حافظ ہے؟

وہ خدا جس نے یہ کیا پیدا
وہ خدا جو کرے گا ناپیدا

جس نے یہ مغزِ سر کا پاس کیا
اور اسے منبعِ حواس کیا

ہے سب اجزائے تن کا حفظ ضرور
پر قیامت ہے مغزِ سر کا فتور

صفتِ خلقِ چشم بھی دیکھو!

اے مفضّل! تُو دیکھ رحمتِ رب
پلک و چشم پر خیال کر اب

مثلِ پردہ خدا نے لٹکایا
رسن و حلقہ سے اسے باندھا

رسن و حلقہ ہے یہ کس کا نام؟
شُفر رکھا ہے سب نے جس کا نام

چاہیں جس دم یہ پردے لٹادیں
چاہیں جس دم اٹھادیں اک پل میں

دیدۂ مردم ایک غار میں ہے
مژہ و پردہ سے حصار میں ہے

ہے بیان دلائلِ دل خلق

اے مفضّل! ذرا تو سوچ یہاں
کس نے سینے میں دل کیا پنہاں؟

گوشت اس پر کیا ہے پیراہن
پیرہن وہ کہ ہے بہ از جوشن

پوست ہے استخوان پہلو پر
کہ کسی صدمہ سے نہ پہنچے ضرر

حلق میں دو جگہ کئے ہیں سوراخ
متناسب نہ تنگ ہیں نہ فراخ

ایک سی ہے خراجِ حرف و نفس ۔۔۔ یہی دو کام اس سے ہوتے ہیں بس
نام اسی روزنے کا ہے حلقوم ۔۔۔ ہیں جو با علم ان کو ہے معلوم
ہے یہ سوراخ متصل شش سے ۔۔۔ کہ ہوا پائے خوب دل شش سے
دوسرا ہے پئے نفوذ غذا ۔۔۔ نام مشہور ہے اسی کا مُسَرَّاء
متصل معدے سے وہ اس سے بنا ۔۔۔ اس سے جاتی ہے تا بمعدہ غذا
ایک حلقوم کا بنا سر پوش ۔۔۔ کوئی جاندار جب کرے کچھ نوش
اسی سر پوش سے یہ نکلے کام ۔۔۔ کہ سوئے شش نہ جانے پائے طعام
طرفِ شش غذا اگر جائے ۔۔۔ آدمی اس الم سے مرجائے
کردیا شش کو باوزن دل کا ۔۔۔ تا شگفتہ رہے چمن دل کا
رات دن ہے یہ مِرْوَحَہْ جُنبَاں ۔۔۔ کبھی سستی ہو ممکن اِس سے کہاں؟
حرکت ایک سی ہے آٹھ پہر ۔۔۔ فرصت اِس سے کبھی نہیں دم بھر

بول و غالط کے فائدوں کا بیاں

دل اگر موردِ حرارت ہو ۔۔۔ آدمی مشرفِ ہلاکت ہو
کس کی صنعت ہے راہ غالط و بول؟ ۔۔۔ کیا خدا نے بنایا ان کا ڈول
دہنِ کیسہ پر ہوں جیسے بند ۔۔۔ بنے ان مَنْفَذوں کے ایسے بند
بند جب چاہیں تب کریں اِن کو ۔۔۔ چاہیں جس وقت کھول دیں اِن کو
دونوں فضلے ہوں تا بخوبی دفع ۔۔۔ بارِ خاطر ہو ایک مرتبہ رفع
ہے قباحت اگر نہ ہوتی یہ بات ۔۔۔ رہتے جاری ہمیشہ یہ فضلات
رکھتے انسان اپنا منہ جو کھلا ۔۔۔ پھر تو عیش آدمی کو مشکل تھا
سچ تو ہے کب ہے قدرتِ انسان؟ ۔۔۔ کرسکے شکرِ نعمتِ یزداں
جتنی ہیں نعمتِ خدا معلوم ۔۔۔ کہیں اِن سے سوا ہیں نا معلم
نعمتیں ہیں خدا کی نا محدود ۔۔۔ متعدد ہیں کچھ نہیں معدود

خلقتِ معدہ کے فوائد میں

عصبانی کیا ہے معدے کو — تا غذا ہضم بے تردد ہو
ہو غذائے غلیظ بھی تحلیل — تا نہ ہو سوئے ہضم سے یہ علیل
نرم و نازک کیا جگر کس نے؟ — سب پہ ظاہر کئے ہنر کس نے؟
اپنی نرمی و نازکی سے ہوا — قابلِ خالص لطیف غذا
دوسرا ہضم تا غذا پائے — ہضم معدے سے بھی سوا پائے
جز خداوندِ قادرِ متعال — دوسرے سے یہ حکمتیں ہیں محال

خلقتِ مغز کا بیاں ہے حال

اے مفضّل! تو دیکھ حکمتِ نغز — کیا مضبوط ہڈیوں میں مغز
خونِ سائل رگوں میں بند کیا — جیسے برتن میں طور پانی کا
تا بدن سے نہ جاسکے باہر — نہ ہو جاتا جدھر، نہ جائے ادھر

صنعتِ راہِ گوش کا ہے بیان

ہے جو پیچیدہ درمیانۂ گوش — کیا ہی حکمت ہے اِس میں اے باہوش!
پردۂ گوش تک جو پہنچے صدا — یعنی جو ہے مقام سامعہ کا
نہ لگے زور سے ہوائے صدا — نہ ہو آسیب صدمہ ہائے صدا
نہ ہوں تا پردہ ہائے گوش جریح — رہیں سالم ہمیشہ اور صحیح

گوشت ران کی دیکھیئے حکمت

لحم ران و نشست گاہ میں ہے — کیا ہے تدبیرِ خالقِ ہر شے
تانہ ہو بیٹھنا کبھی دشوار — تا نہ دے سختیِ زمیں آزار

کوئی بیمار جب ہو لاغر — نرم جب تک بچھا نہ ہو بستر

پہنچے اُس کو زمین سخت سے رنج — پائے پتھر سے رنج ، تخت سے رنج

صنع پیدائش نر و مادہ

کس نے پیدا کئے نر و مادہ ؟ — کہ تناسل کو ہوں وہ آمسادہ

کس نے دی سب کو رغبتِ اولاد ؟ — کس نے بخشی محبتِ اولاد ؟

اُس نے آلاتِ نسل سب کو دیئے — کارکن جس نے اپنے خلق کئے

اُس نے محتاج سب کو خلق کیا — جو سبب ہے رفعِ حاجت کا

خاص کس نے کیا ہے سوچ یہ بات — آدمی کو میانِ حیوانات

مگر اس نے کہ جس نے دی تکلیف — بہرِ باداش یہ ہوئی تکلیف

سب کو کس نے عمل کی دی طاقت — سب پر اتمام جس نے کی حجت

متکفل امور کا کس نے — آدمی کو کیا ہے سوچ اسے

مگر اُس نے کہ جس کی نعمت کا — نہ کبھی ہوسکے گا شکر ادا

حکمتِ خلقتِ دلِ مخلوق

اے مُفضّل! ہیں دل کے اب اوصاف — نہیں کچھ ان میں اختلاف و خلاف

ایک اک دل میں ہیں کئی سوراخ — تو محاذی ہیں شش میں بھی سوراخ

گو یہ شش با وزن ہے دل کے لیے — سینہ اس سے چمن ہے دل کے لیے

دونوں سوراخ یہ برابر ہیں — نہ زیادہ یہ ہیں نہ کمتر ہیں

جو مقابل نہ ہوں یہ چھید تو بس — پہنچے دل تک نہ پھر نسیمِ نفس

بند دم بھر ہو یہ نسیم اگر — تو بلا شبہ ہو ہلاک بشر

صاحب عقل و صاحب تمییز — نہ کریں گے کسی طرح تجویز

کہ بجز حکمتِ حکیمِ مہام — ہوں سر انجام اس طرح کے کام

آپ لائے ہیں یہ مثال قوی

کرو انصاف اہل ہوش و بصر
در کا اک پٹ جو آئے تم کو نظر

اور اس میں کڑا ہو قلابہ
کیا نہ تم پر کھلے گا باب اس کا

دوسرا پٹ وہ ہے ضرور اس کا
اس میں قلاب ہے مثبت جس کا

بانی اس کا ملائے گا دونوں
اپنے مصرف میں لائے گا دونوں

دونوں پٹ ہونگے جبکہ جفت بہم
ہوگا تیار ایک در اُس دم

بس یونہی فرد ہے ہر اک جاندار
پیشِ عاقل ہے جفت اِسے درکار

جفت آپس میں تاکہ ہوں دونوں
جفت ہونے سے بچے پیدا ہوں

فلسفی سب کے سب ہوں زیرِ عذاب
تا ابد ہو خدا کا قہر و عذاب

منکرِ صفتِ الہی ہیں
کافرِ نعمتِ الہی ہیں

چشتی و سستی ذکر کا ہے ذکر

آلت مرد اگر ہمیشہ ہو سست
آئے کیا قعر رحم میں وہ درست

کس طرح نطفہ بچہ داں میں جائے؟
کس طرح کوئی اِس جہاں میں آئے؟

رہے استادہ ہی ہمیشہ اگر
کروٹیں بدلیں خواب میں کیونکر

کس طرح لے کے یہ وجود پھرے؟
کیونکر آگے لیے عمود پھرے؟

شہوت مرد و زن جو ہو دن رات
ہے قباحت بڑی، بری ہے یہ بات

یہ بیان مبال و مبرز ہے

کیا ہیں رازقِ خلق کے احسان
ذکر کیا شکر کرسکے انسان

کھاتے پیتے ہیں آدمی دن رات
دفع ہوتے ہیں سہل سے فضلات

کوئی کرتا ہے جب بنا خانہ
تو بناتا ہے ایسا پاخانہ

کہ کسی کی پڑے نہ آنکھ اس پر؟
نہ نظر آئیں عورتیں بشر

اپنی حکمت سے یونہی خالق نے
اپنی صفت سے یونہی رازق نے

خانۂ تن بنائے ہیں مضبوط
پاخانے بنائے ہیں مربوط

دفع تا ہو براز و بول تمام
پائے ہر ایک آدمی آرام

پیش و پس سے کیا ہے خوب نہاں
ہے عیاں کیا ہی احتیاج بیاں

دفع بول و براز کو جس دم
بیٹھ جاتے ہیں سب ہی آدم

راہ بول و براز ہوتی ہے وا
ہوتی ہے حاجت آدمی کی روا

ہے نہاں ذکر صنعت دندان

اے مُفضّل! ذرا تفکر کر
اے مُفضّل! ذرا تدبر کر

کیا عبث آدمی کو دانت ملے ؟
ہے عیاں حکمتِ خدا ان سے

کتنے ہیں تیز بہت قطعِ طعام
ریزہ ریزہ ہوتا طعام تمام

کتنے چپٹے بنے چبانے کو
صورت آسیا میں دانے کو

منہ کو ہوتی تھی دونوں کی حاجت
دونوں پیدا کئے زہے حکمت

جو غذا توڑنے میں آئے ہیں
جو چباتے ہیں اُن کے پیچھے ہیں

کہ ہو اول شکست دانے کی
نوبت آجائے پھر چبانے کی

ناخن و مُو کی حکمتوں کا بیاں

جائے عبرت ہے کچھ تامل کر
جائے غفلت نہیں تعقل کر

مُوی و ناخن کو کیا بنایا ہے
صنع و قدرت کو کیا دکھایا ہے

کیسے نشو و نما یہ پاتے ہیں ؟
کس طرح جلد بڑھتے جاتے ہیں ؟

ان کو بے حس کیا ہے اس لئے
کہ نہ ہو رنج ان کے کٹنے سے

نہیں تو اس میں بھی قباحت تھی
یہ قباحت خلافِ حکمت تھی

ناخن و مو اگر بڑھاتے ہم
تب نہ کٹنے کا رنج اٹھاتے ہم

ناخن و مو جو خوب بڑھ جاتے
اور رنج اس سبب سے ہم پاتے

کٹنے کا رنج اگر کوئی سہتا
ناخن و مو سے کیا لہو بہتا

ناخن اِس واسطے جڑے یکمشت
کہ رہے اُن سے حفظ ہر انگشت

نظم عرض مفضّل دیندار

کی مفضّل نے عرض مولا سے — مُوی و ناخن نہ کیوں ہوئے ایسے؟
کہ مدام ایک حال پر رہتے — ہوتے محفوظ کٹنے بڑھنے سے
بولے حضرت کہ اس میں حکمت ہے — عین اللہ کی یہ رحمت ہے
آدمی جانتے نہیں اکثر — کہ کریں شکر خالقِ اکبر
رنج ہوتے ہیں جمع اعضا میں — جمع ہوتے ہیں وجعِ اعضا میں
ناخن و مُو جو بڑھتے ہیں اکثر — رنج و اوجاع ہوتے ہیں باہر
ناخن و مو جو قطع ہوتے ہیں — درد و آزار دفع ہوتے ہیں
اس لیے آدمی ہوئے مامور — کریں ہفتے میں حلق راس ضرور
نور لگوائیں تاکہ دور ہوں بال — اور ناخن کٹیں کہ ہوں خوشحال
ناخن و مو بڑھیں شتاب شتاب — درد جسم بشر کے ہوں نایاب
ہو اگر دیر ان کے کٹنے میں — ہو خلل علتوں کے کٹنے میں
محبس ہوں مواد اعضا میں — ہوں مقرر فساد اعضا میں
نہ تھی جس جس مقام حاجتِ مو — بلکہ تھی بے گماں قباحتِ مو
نہ اگا ایک بال حکمت سے — نہیں واقف خیالِ حکمت سے
ہوتے پیدا جو بال آنکھوں پر — کیا ہی ہوتا وبال آنکھوں پر
بلکہ انسان کور ہوجاتے — سارے حیوان کور ہوجاتے
بال ہوتے وہاں حیواں میں — یا نکلتی زبان حیواں میں
کھانے میں پینے میں خلل ہوتا — صاف یہ کام بے محل ہوتا
یہ کفِ دست میں اگر ہوتے — عاجز احساس سے بشر ہوتے
ہوتے دشوار بعض کام اُن کو — بال دیتے ضرر مدام ان کو
بال روئے ذکر میں اگتے اگر — لطف ملتا جماع میں کیونکر
مرد و زن کو نہ ملتی کچھ لذت — تھی یہ صورت منافیِ حکمت

نہیں یہ امر خاص بہرِ بشر — جانور پر بھی کر بغور نظر
سارے اعضا میں انکے ہیں پر و بال — پر یہ اعضا ہیں صاف کرلے خیال

جہلِ اوباش مانیِ نقاش

اے مُفَضَّل! ذرا تدبر کر — حکمتِ اللہ میں تفکر کر
نہیں ہرگز خطا و سقم و خلط — ہیں عیاں حکمت و صواب فقط
تھے جو اصحابِ مانیِ ملعون — منکرِ صنع قادرِ بے چون
چاہتے تھے کہ شک و ریب کریں — کوئی ثابت خطا و عیب کریں
پر وہ جہّال عیب کیا کرتے — حکمتِ حق میں ریب کیا کرتے
بیشتر کہتے تھے وہ اہلِ دغل — موئے پشت و زہار و زیر بغل
کئے اللہ نے عبث پیدا — کچھ نہ تھی ان کی احتیاج ذرا
پر نہیں جانتے حماقت سے — بلکہ یہ نکلے ہیں رطوبت سے
جیسے نکلے پانی سے سبزا — اس طرح بال یہ ہوئے پیدا
اور بھی ہیں منافع دینی — دیکھے جو پائے چشم حق بینی
جو مکلف ہیں با تمیز یہاں — صاحبِ ہوش و صاحبِ ایماں
دور کرتے ہیں جبکہ موئے زہار — پاتے ہیں وہ ثواب بے تکرار
جبکہ اس میں وہ ہوتے ہیں مصروف — اور اشغال ہوتے ہیں موقوف
یعنی وہ مشغلے کہ جن سے یہاں — ہوں سراسر مفاسد و طغیاں
آدمی جبکہ ہوتے ہیں بے کار — بیشتر کرتے ہیں برے کردار
نیک افعال رکھتے ہیں محفوظ — نیک اشغال رکھتے ہیں محفوظ
نہیں ہوتا تکبر اور غرور — نہیں ہوتے مفاسد اور شرور

ہے یہاں ذکرِ نفعِ آبِ دہاں

کر تامل میانِ آبِ دہاں | کہ منافع ہیں کیسے اس میں عیاں
کیا ہی خالق کی آبیاری ہے! | چشمۂ آب منہ میں جاری ہے
دہن و کام کیوں نہ ہوں شاداب؟ | رہے جاری جو ایسا چشمۂ آب
ہے اسی سے طراوتِ دنداں | معدے میں ہے غذا اسی سے رواں
تر و تازہ اِسی سے ہے زہرہ | زہرۂ آدمی کو ہے بہرہ
سوکھ جائے جو زہرۂ انسان | تنِ انسان ہو بس وہیں بے جان

متکلم فلاسفہ کسے ذم

متکلم جو ہیں بڑے جہال | اور یہ فلسفیِ بد افعال
ضعفاء العقول ہوتے ہیں | مفتری و فضول ہوتے ہیں
نیک و بد میں نہیں ہے اِن کو تمیز | بیشترِ اہلِ تمیز میں ناچیز
یوں وہ کہتے ہیں پیٹ لوگوں کا | واز بنتا اگر بسانِ قبا
چاہتا جب طبیب وا کرتا | خوب سا دیکھ کر دوا کرتا
ڈال کر ہاتھ خوب کرتا غور | ہوتی تشخیص رنج کی فی الفور
حق نے راہِ شکم جو رکھی بند | وضع آئی نہیں ہمیں یہ پسند
ملے کوئی طبیب جب پورا | خوب دیکھے بغور قارورا
نبض دیکھے پسینہ بھی سونگھے | حال پوچھا کرے مریضوں سے
تب کہیں ہو مرض اسے معلوم | ہو مرض کا سبب اسے مفہوم
بلکہ اس پر بھی اشتباہ رہے | حال بیمار کا تباہ رہے
مرکزِ مرض ہے اشتباہ طبیب | دردِ پنہاں ہے کیا گاہ طبیب؟

اب بیانِ جوابِ شبہہ ہے

کروں اس شبہہ کا جواب بیاں | مُشکلی ہوں سن کے تا انسان
سہل ایسا علاج اگر ہوتا | بے خطر مرگ سے بشر ہوتا

ہوتے معذور تندرستی پر
ہوتے مغرور اپنی ہستی پر

ہوتے مصدر فساد و طغیاں کے
ہوتے منشا خطا و عصیاں کے

اور بھی اس میں اک قباحت تھی
سخت انسان کو اذیت تھی

آتی باہر رطوبتِ شکمی
جلد پر آشکار ہوتی نمی

جس جگہ بیٹھتا نمی آتی
لطفِ ملبوس میں کمی آتی

باہر آتا مواد پنہاں کا
ہوتا مانع سرور انساں کا

اور تھا اک فساد اس میں کمال
جانتا ہے وہی ہے جس میں کمال

کبد و قلب و معدہ سے افعال
جتنے ہوتے ہیں اے خجستہ خصال!

ہے غریزی حرارت اس کا سبب
بس اسی سے یہ کام ہوتے ہیں سب

جوفِ انساں میں وہ حرارت ہے
محتبس ہے خدا کی قدرت ہے

شکمِ خلق میں اگر سوراخ
ہوتے اس مرتبہ فراخ فراخ

کہ چلے جاتے اس میں دستِ طبیب
مُفسدی اس میں تھی عجیب عجیب

ہوتی سردی ہوا کی جب داخل
اس حرارت کی ہوتی وہ شامل

رہتے احشائے جوف سب عاطل
عمل احشا کے ہوتے سب باطل

جسمِ خاکی ہلاک ہوجاتا
جامۂ روح چاک ہو جاتا

حکمتِ حق میں جس کو آیا شک
سر سے پا تک وہ جہل ہے لاشک

ایسی حکمت سے خلق کی پیدا
کہ جگہ دخل کی نہ چھوڑی ذرا

اور ارشاد اسلم کا سن لے

اے مُفضّل! کر اپنے دل میں خیال
رکھے ہیں آدمی میں کیا افعال

خورد خواب و جماع کرتے ہیں
دن یونہی زندگی کے بھرتے ہیں

خلق ان کے لیے محرک ہیں
سن لیں یہ بات جو مشکک ہیں

بھوک ہوتی ہے مقتضیِ طعام
باعث زندگی بدن کا قوام

ماندگی ہوتی ہے محرکِ خواب
نیند سے جسم کو ہے راحت و تاب

ہے محرک جماع کی شہوت
ہے یہ ابقائے نسل کی صورت

کوئی بے اشتہا اگر کھائے
بے تامل ہلاک ہوجائے

یہی حالت ہے اور باقی کی
ہے یہ حکمت خدائے باقی کی

کیا بجا خلقتِ طبیعت ہے
کہ طبیعت کو سب کی رغبت ہے

اب بیان قوائے اربعہ ہے

قوتیں چار آدمی میں ہیں
چاروں کے نام بھی بتاؤں میں!

قوتِ جاذبہ ہے اوّل اگر
دوسری ماسکہ ہے باور کر

تیسری قوت ان میں ہاضمے کی
قوت دافعہ سمجھ چوتھی

جاذبہ جو کرے قبول غذا
تاکہ معدے کو ہو وصول غذا

ماسکہ ہو نگہبانِ طعام
کہ طبیعت کے ہوں سب اس سے کام

ہاضمے کا ہے کام طبخِ غذا
کرتی ہے خالص غذا کو جدا

اس کو پھیلاتی ہے سب اعضا میں
طاقتیں لاتی ہے سب اعضا میں

دافعہ دفع کرتی ہے فضلات
اس سے ہے جسمِ آدمی کو ثبات

کیا ہی چاروں قوا کی ہے تقدیر!
کیا ہی ہے حکمت خدائے قدیر!

قوتِ جاذبہ نہ ہوتی اگر
کھانا کس طرح کھاتی نوعِ بشر؟

قوت ماسکہ نہ پائے بشر
تو غذا رہتی معدے میں کیونکر؟

قوتِ ہاضمہ سوا اصلا
نہیں ممکن تھی وضع طبخ غذا

ہوتی خالص غذا جدا کیونکر؟
ہوتی جزوِ بدن غذا کیونکر؟

جب غذا ہی نہ ہوتی جزوِ بدن
جان ہوتی ضعیف لاغر تن

قوتِ دافعہ اگر خالق
نہ بناتا تو ہوتے ہم سب دق

دفع ہوتے غذا کے کب فضلات؟
پیٹ میں جمع ہوتے سب فضلات

پیٹ فضلوں سے سب کے بھرجاتے ۔۔۔ جتنے جاندار ہیں یہ مرجاتے
دیکھ تو قدرتِ قدیرِ کریم ۔۔۔ دیکھ تو حکمتِ حکیمِ علیم
کیا ہی صفت ہے! کیا ہی ہے تقدیر! ۔۔۔ کیا کروں وصف دنگ ہے تقریر؟

اِس کی فرمائی اِس طرح تمثیل

اے مُفضّل! بیان ہو وہ مثال ۔۔۔ جس کے سننے سے ہو بہت خوشحال
ہے ہر اک جسم مثلِ خانۂ شاہ ۔۔۔ جمع اِس میں ہیں خادمان و سپاہ
سب مقوم ہیں سب مدبر ہیں ۔۔۔ جو مصالح ہیں سب وہ ماہر ہیں
ملتی ہی سب حشم کو مایحتاج ۔۔۔ ملتی ہے سب خدم کو مایحتاج
قبض بھی ضبط بھی ہے ان کا کام ۔۔۔ سب کو پہنچاتے ہیں حصص یہ دوام
رکھتے ہیں گھر بڑی لطافت سے ۔۔۔ پاک رکھتے ہیں گھر کثافت سے
بادشاہ ہے وہی خدائے قدیر ۔۔۔ جس کی جاری ہے رات دن تقدیر
خانۂ شاہ ہے بدن گویا ۔۔۔ مہتمم اس میں ہیں یہ چار قوا
رات میں نے کہا قوا کا حال ۔۔۔ یہ حقیقت میں تھا قوا کا حال
جو طبیبوں کی ہے کتابوں میں ۔۔۔ اس کے کہنے سے کیا تھا کام ہمیں؟
ہیں طبیبوں کی اور ہی اغراض ۔۔۔ کہ وہ سب ہیں مشخصِ امراض
مرضِ تن کی کرتے ہیں وہ دوا ۔۔۔ کہ علیلوں کو ہو حصولِ شفا
اس طرح اب کیا ہے ہم نے بیاں ۔۔۔ کہ سنیں غور سے اگر انساں
مرضِ شک و شبہ دل سے ہو دور ۔۔۔ اِس مرض سے کبھی نہ ہوں رنجور
چشمِ دل سے ہو وائے کوری دور ۔۔۔ آن میں ہو غشائے کوری دور
دیدۂ دل میں جو ہوا ہے سبل ۔۔۔ راست بینی میں پڑگیا ہے خلل
اس کو دیکھے تو دور ہوں شبہے ۔۔۔ پردۂ چشم آنکھ سے اٹھے
پھر تو چشمِ یقین و ادعاں سے ۔۔۔ ہوں یہ ناظر وجودِ سبحاں کے

قدرتِ کردگار کو دیکھیں
صفتِ کردگار کو دیکھیں

اے مُفضّل! ہوا جو لطفِ خدا
سب قوائے بدن کا حال سنا

ہے قوائے نفوس کی صفت

یونہی حق نے کئے قوائے نفوس
کہ ضرورت یہ تھی برائے نفوس

ایک کا ان میں ہے مفکرہ نام
فکر کرنا ہے بس اسی کا کام

واہمہ عاقلہ ہی حافظہ ہے
اور بھی کچھ ہیں اے خجستہ پے

خوب سا اپنے دل میں غور تُو کر!
قوتِ حافظہ نہ ہوتی اگر

آدمی خستہ حال ہوجاتا
کاموں میں اختلال ہوجاتا

رہتی پھر لذتِ حیات کہاں ؟
اور لطفِ معاملات کہاں ؟

بھول جاتا ہر ایک کہہ کر بات
سہو ہوجاتی یاد رہ کر بات

حالِ داد و ستد نہ رہتا یاد
خوب ہوتا معاملوں میں فساد

یہ نہ یاد آتا آدمی کو کبھی
کس نے کی نیکی اور کس نے بدی؟

کیا کسی سے کہا ، نہ رہتا یاد
کیا کسی نے کہا ، نہ رہتا یاد

نفع کس چیز سے ملا اکثر
اور کس چیز سے اٹھایا ضرر

کرتے سو بار راستے جو عبور
یاد ہے حافظہ نہ رہتے ضرور

کرتے جو ساری عمر حاصل علم
بھول جاتے تمام حامل علم

کرتے گو ذکر و بحث طالبِ علم
سہو سے پر نہ ہوتے صاحبِ علم

کوئی دین ان کو یاد کیا رہتا ؟
کسی سے اعتقاد کیا رہتا ؟

تجربوں سے نہ منتفع ہوتے
سارے کام ان سے منقطع ہوتے

دہر میں جو گزر گئیں چیزیں
ان سے عبرت کبھی نہ ہوتی اُنہیں

ہو کسی کو جو اس قدر نسیان
ایسے کو کہیے کس طرح انسان؟

ایک قوت کا یہ کیا ہے بیان — ہیں بغیر اِس کے کس قدر نقصان؟
جس کے ہوجائیں یہ قوا سب فوت — کہیے اُس کی حیات کو پھر موت

حکمتِ آفرینشِ نسیان

چاہیے غور اب کریں انسان — حافظے سے ہے خوب تر نسیان
نہ ہو نسیان آدمی کو اگر — چین آلام سے نہ ہو دم بھر
متشفّی نہ ہوں اذیت سے — متسلّی نہ ہوں مصیبت سے
حسرتیں دل سے کس طرح ہوں دفع؟ — کینے باہم ہوں سینوں سے کیا رفع؟
جس قدر ہیں یہ نعمتِ دنیا — متمتع نہ ان سے ہوں اصلا
یعنی پہنچے ہے جس قدر آفات — دور دل سے نہ ہو کبھی دن رات
کوئی دشمن کسی کا ہو جو امیر — رہے زندانِ فکر وغم میں اسیر
یہی سمجھے نہ ہوگا غافل امیر — ہوگا اک دن ضرور قاتل امیر
یا کسی کا ہو اور کوئی عدو — فکر اس سے نہ دور ہو سرِ مو
دیکھنا صنعتِ حکیمِ قدیم — دیکھنا قدرتِ علیمِ کریم
حفظ ونسیاں کو کردیا ہے جمع — صاف ضدین کو کیا ہے جمع
مصلحت ہے ہر ایک میں بیّن — وصف اس کے کہوں نہیں ممکن
کچھ تفکّر کرے تو ظاہر ہو — کچھ تدبر کرے تو ماہر ہو
جمعِ اضداد میں مصالح ہیں — وہ سمجھتے ہیں جوکہ صالح ہیں
اس سے ثابت وجودِ خالق ہے — اس سے ثابت وجودِ رازق ہے
اس سے ثابت ہے وحدتِ قہار — اس سے ثابت ہے وحدتِ غفار
نہ تعدد کہ ہے گمانِ مجوس — رحمتِ ایزدی سے ہے مایوس
دو خدا کے ہوئے ہیں یہ قائل — جو حقیقت ہے اُس سے ہیں غافل
جو عقیدہ کہ رکھتے ہیں یہ لئیم — برتر اس سے ہے ذاتِ پاک کریم

حکمتِ آفرنیش شر و خیر

جیسے جسمِ بشر میں ہیں ضدیں   دونوں درکار تھیں ، ہے حکمت عین
جمع خالق نے کی ہیں حکمت سے   کہ ہے صفت تمام قدرت سے
بس یونہی عالمِ کبیر میں بھی   جمعِ اضداد کی ضرورت تھی
بعض کا خیر نام بعض کا شر   ہیں مواقع میں خیر دونوں مگر
وہ نہیں جانتے جو جاہل ہیں   وہ نہیں مانتے جو غافل ہیں

رجع انسان بہ نسبت حیوان

اے مُفَضّل! ذرا نگاہ تُو کر!   کیا ہے احسانِ خالقِ اکبر ؟
خلق سب قسم کے کئے انساں   سب سے اعلیٰ ہے رہنے میں انسان
حق نے انسان کو جو دی ہے حیا   سبب اس رتبے کا ہوتی ہے حیا
آدمی کو اگر نہ ملتی حیا   کب کوئی کرتا وعدے اپنے وفا
کب یہ اکرام ضیف کرتے ادا   کہ سب اکرام کا سبب ہے حیا
حسن کا ارتکاب کرتا کون ؟   قبح سے اجتناب کرتا کون ؟
شرع کے کام جتنے ہیں اکثر   کرتے ہیں شرم کے سبب سے بشر
بعض وہ ہیں اگر نہ ہوتی حیا   حقِ مادر پدر نہ کرتے ادا
صلہٗ رحم اِن سے کب ہوتا ؟   کب بزرگوں کا کچھ ادب ہوتا ؟
کب یہ کرتے یگانوں پر احساں ؟   اِن سے ہرگز نہ چھوٹتے عصیاں
غصب کرتے امانتیں اکثر   ترک کرتے عبادتیں اکثر
جو بشر کو مفید تھی خصلت   وہی خالق نے اِن کو دی خصلت
کہ ہمیشہ رہے صلاح اِن کی   ہو رفاہ اور ہو فلاح اِن کی

صنعتِ نطقِ آدمی کا بیان

اے مُفَضّل تُو اب تفکر کر !   دیکھ نعمت ہے کیا ہی نطق بشر!
دلِ انساں میں جو گزرتا ہے   تو زبانی بیان کرتا ہے

ہوتے ہیں جو نتائجِ افکار — اِن کو کرتے ہیں نطق سے اظہار
اور مافی الضمیر لوگوں کا — جان لیتے ہیں نطق سے شنوا
قوتِ ناطقہ نہ ہوتی اگر — ہوتے مانند جانور کی بشر
اپنے دل کی نہ کوئی کہہ سکتا — یا وہ مانند جانور بکتا
نہ سمجھتا کسی کے دل کی کوئی — خوبؔ نعمت عطا سخن کی ہوئی

ذکر ہے صنعتِ کتابت کا

اے مُفضّل! تُو پھر تامل کر — خوب سے فکر کر! تعقل کر!
کیا ہی ہیں فائدے کتابت میں — شک نہیں حق کی ہر عنایت میں
جانتے ہیں حقائقِ اسلاف — پھر کتابت ہی سے تمام اخلاف
ہے یونہی حالتِ زمانہؑ حال — بہرِ اہلِ زمانِ استقبال
سب کتابت سے ہے بقائے علوم — ہیں اِسی سے سب آشنائے علوم
لکھنے سے ہیں درست سارے حساب — تانہ ہوں سب معاملات خراب
یہ کتابت نہ ہوتی جو موجود — ہوتے اخبارِ ازمنہ مفقود
گھر سے جاتے کسی طرف جو بشر — بھیجتے کیونکر اپنے گھر میں خبر
مُندَرِس سب علوم ہوجاتے — ہیں جو آداب کس کو پھر آتے؟
سب روایات محو ہوجائیں — سب حکایات محو ہوجائیں
کارِ دنیا تباہ ہوجاتے — کارِ عقبٰی تباہ ہوجاتے

ہے یہ مذکور شبہہؑ حمقا

کوئی جاہل جو یہ کرے تقریر — کی ہے خالق نے خلق کب تحریر؟
ہے یہ ایجادِ مردم دانا — اصطلاحوں کو کچھ قرار دیا
کی ہیں آپس میں بس وہی جاری — ہوگئی ہیں وہ ذہنوں میں ساری
یہی ہے اختلاف کا باعث — ہے یہ باہم خلاف کا باعث

جس طرح مختلف اُمم ہیں تمام
یونہی ان سب کے مختلف ہیں کلام

ہیں جدا جیسے سب کی تقریریں
یونہی باہم جدا ہیں تحریریں

عربی ، فارسی و سریانی
اور رومی ہے اور عبرانی

خط جدا سب کے ہیں لغات جدا
وضع سب کی جدا ہے باب جدا

ہے جوابِ امامِ رہبرِ دیں

باصواب اب سنو جواب امام
استفادہ کریں تمام انام

آدمی کی نہیں ہے کچھ تدبیر
کہ کیا کرتے ہیں یہ سب تحریر

سب یہ صنعت ہے حق تعالیٰ کی
سب یہ نعمت ہے حق تعالیٰ کی

جو نہ کرتا زبان وہ گویا
ذہن مدرک نہ بندوں کو دیتا

جیسے ہیں اور جانور اکثر
ایسے ہی ہوتے لا کلام بشر

کہنے میں دل کا حال گھبراتے
مثلِ حیواں تمام چلاتے

جو بشر کو نہ انگلیاں دیتا
کس طرح قصد کرتے لکھنے کا؟

اصل ہے فطرتِ حکیمِ قدیر
خلق پر ہے یہ فضلِ ربّ کبیر

جو کہ شاکر ہے نعمتِ حق کا
وہی مورد ہے رحمتِ حق کا

پائے گا شکر و حمد کا وہ ثواب
نظر آئے گی اس کو راہِ صواب

کرے کفران جو وہ ہو فاسق
بے گماں بے نیاز ہے خالق

نہیں محتاجِ شکر و طاعت کا
نہیں محتاج کچھ عبادت کا

خلقتِ علم و دین و دنیا ہے

متفکر ہو اے مُفضّل! اب
دیدۂ دل سے دیکھ حکمتِ رب

علم جس کا بشر کو لازم تھا
حق تعالیٰ نے آدمی کو دیا

ایک وہ علم جو کہ دینی ہے
جس سے اصلاحِ دیں یقینی ہے

دوسرا علم جو ہے دنیا کا
وہ بھی انسان کو خدا نے دیا

حق تعالی نے علم جو نہ دیا
اس کے لائق نہ آدمی کو کیا

مصلحت ہے یہ اور حکمت ہے
سب کی اصلاح عین رحمت ہے

علم وہ جس میں دین کی ہے صلاح
جس سے ہوتی ہے اہل دیں کی فلاح

حق تعالیٰ کی معرفت ہے وہ
عین بندوں کی مصلحت ہے وہ

ہیں دلائل کہ ہے خدا موجود
ہیں شواہد کہ ہے خدا کا وجود

خلق اشیاء میں سب یہ ظاہر ہیں
جوکہ عاقل ہیں سب وہ ماہر ہیں

ہے دلالت وجود صانع پر
ہے دلالت وجود مبدع پر

ہے دلیل اس کے علم و قوت پر
ہے دلیل اس کے لطف و حکمت پر

دال خالق کی ہے عدالت پر
دال مالک کی ہے عنایت پر

اور واجب ہے معرفت سب کو
یعنی لازم ہے معدلت سب کو

معدلت اس مقام پر ہے یہی
کہ کریں والدین سے نیکی

کچھ اگر جس کے پاس امانت ہو
ہے یہ لازم نہ کچھ خیانت ہو

کوئی مسکیں اگر ہو یا ہو فقیر
یا کوئی اور ہو غریب و حقیر

چاہیے کچھ رعایت اُس سے ضرور
چاہیے کچھ مروّت اُس سے ضرور

ہو وہ مسلم کہ نا مسلماں ہو
چاہیے یہ کہ زیرِ احساں ہو

نیکیاں جیسے ہیں موالف سے
چاہیے نیکیاں مخالف سے

ذکرِ علمِ صلاحِ دنیا ہے

جوکہ علم صلاح دنیا ہے
جس کے باعث فلاح دنیا ہے

ہیں وہ کشت و نخیل اور اعناب
چاہیے بہرِ انتفاع دواب

کریں آراستہ چاہ و کاریز
جس سے سر سبز ہو ہر اک فالیز

حکمتِ خلقِ ادویہ ہے بیان

علم ہے ریشہ و گیاہ کا بھی
یعنی تاثیر ان میں ہے کیسی

کہ کریں لوگ اس سے استشفا
ہو مریضوں کو حکمِ حق سے شفا

بعد ازیں علم ہے معاون کا
جوہر ایک ایک ہے مفید ان کا

علم کشتی ہے اور غواصی
کہ مشقت یہ ہے بہت خاصی

عالم صید اگر کُماہی ہوں
صید پھر وحش و طیر و ماہی ہوں

اور ہیں ساری صنعتوں کے علوم
نہیں پنہاں وہ سب کو ہیں معلوم

باعثِ طول ہے بیاں اِن کا
مرتکب ہے ہر ایک اے دانا!

الغرض جس میں ہے بشر کی صلاح
جس سے کونین میں ہے سب کی فلاح

علم وہ آدمی کو حق نے دیئے
علم وہ ہر کسی کو حق نے دیئے

پر بشر کو خدا ہوا مانع
ایسے علموں سے نہ جو ہوں نافع

نہیں شایان طاقت بشری
نہیں ہرگز لیاقت بشری

علم وہ علمِ غیب ہے لاریب
کہ خدا ہی فقط ہی عالمِ غیب

جس قدر ہوں امور آئندہ
اُن سے واقف ہو کس طرح بندہ؟

بس ہیں یونہی امورِ ماضی بھی
جز خدا ساری خلق سے مخفی

علم بالائے آسماں بھی نہیں
نہیں رہتا ہے علم زیرِ زمیں

یونہی ہیں علم درمیانِ بحار
علمِ عالم بھی سب کو ہے دشوار

کوئی کیا جانے کیا ہے عالم میں؟
اور کیا ہو رہا ہے عالم میں؟

قلبِ انسان و رحمِ انساں کا
کوئی کیا جانے حال غیر خدا؟

اور جو کچھ ہے خلق سے محجوب
دخل اُس میں نہیں بشر کو خوب

بعض کرتے ہیں دعوئ باطل
ہیں مگر علمِ غیب سے جاہل

جھوٹے جھوٹے جو کہتے ہیں اخبار
کرتے ہیں جاہلی کو صاف اظہار

ہے بیان علومِ حدِ بشر

کر مُفصّل یہاں بغور نظر
دیکھ تقدیرِ خالق اکبر

جن سے سارے امورِ دیں ہیں درست
اور سب ہوں امورِ دنیا چست

وہی اللہ نے دیئے ہیں علوم
جوکہ دانا ہیں اُن کو ہے معلوم

دخل اُن کے سوا کیا ممنوع
دخلِ بے جا جو تھا کیا ممنوع

تا ہوں انسان اپنے قدر شناس
کریں اپنے خدا کی حمد و سپاس

علم بھی ہے بشر کو جہل بھی ہے
امرِ دشوار بھی ہے سہل بھی ہے

جمع ضدین کو خدا نے کیا
جو جو درکار تھا وہ سب کو دیا

دونوں میں مصلحت ہے خالق کی
دونوں میں مصلحت ہے رازق کی

سبب اختفائے مدتِ عمر

دیکھو تو کیا ہے قدرتِ رحماں!
مدتِ عمر سب سے ہے پنہاں

عمر ہوتی کسی کی ہو کوتاہ
اور ہوتا وہ حال سے آگاہ

ناگوارا حیات ہو جاتی
تلخ ہر ایک بات ہو جاتی

عمر کی یاد رہتی کوتاہی
ہوتی قربِ اجل سے آگاہی

جس طرح ہو فنا کسی کا مال
یا قریبِ فنا ہو کیا ہو حال؟

رات دن غم ہو تنگ دستی کا
دھیان ہر دم ہو تنگ دستی کا

خوف ہر دم فنائے مال کا ہو
رنج آٹھوں پہر مآل کا ہو

ہے کہیں زیست مال سے بہتر
مفلسی سے سوا ہو موت کا ڈر

کیسہ خالی اگر ہو زر سے تو ہو
رنج ایسا نہیں ہے لوگوں کو

ہو تہی نقدِ جاں سے کیسۂ تن
یہ ہے دشوار بہرِ مرد و زن

مال ہوتا ہے جو کسی کا فنا
مُترصد ہے پھر بھی ملنے کا

جب یقین فنائے زیست ہوا
وہم عودِ حیات ہے بے جا

ہو کسی پر اگر یہ کشف راز
یعنی پائی ہے میں نے عمر دراز

محو دنیا کی لذتوں میں وہ ہو — صرف ہر دم خیانتوں میں وہ ہو
نہ ڈرے ارتکابِ عصیاں سے — بے خطر ہو عذابِ یزداں سے
کہے دل میں جو پیر میں ہونگا — سب گناہوں سے توبہ کرلوں گا
یہ طریقہ نہیں خدا کو قبول — کہ یہ ہے پیشۂ ظلوم و جہول

ہے مثال مناسب تقریر

ہو جو بالفرض تیرا کوئی غلام — کرے اک سال بھر برے وہ کام
پھر کسی روز یا تمامی ماہ — کرے وہ کام تیرے خاطر خواہ
راضی اس سے بھلا تُو کیا ہوگا؟ — دور کیا غصہ سال کا ہوگا؟

اور ارشاد سن لے حضرت کا

اِس جگہ تو کہے یہ بات اگر — برسوں تک کرتے ہیں گناہ بشر
وقتِ آخر جو توبہ کرتے ہیں — پاک جو مونھہ سے ہو کے مرتے ہیں
سن لے اِس کا بھی با صواب جواب — کہ تشفی ہو تیرے دل کو شتاب
خواہشِ نفس و کثرتِ شہوت — آدمی پر جو کرتے ہیں شدت
آدمی اِس سے بر نہیں آتا — تاب اُس کی بشر نہیں لاتا
ارتکابِ گناہ ہوتا ہے — نامہ اِس کا سیاہ ہوتا ہے
گو کہ ہوتی ہے زشتیٔ کردار — لیکن اِس امر میں یہ ہے ناچار
اِس کو ہوتا ہے اجتنابِ گناہ — نفس کرتا ہے ارتکابِ گناہ
عفو کرتا ہے اِس لیے اللہ — بخش دیتا ہے اِس کو سارے گناہ
پر جو کرتا ہے جرم پر اصرار — اور کرتا ہے منہ سے یہ اقرار
آخرِ عمر توبہ کرلوں گا — حق کو گویا فریب دے دونگا
آج تو میں موافقِ شہوات — خوب دنیا کی پاتا ہوں لذات
توبہ کرلوں گا پہلے مرنے سے — کون غافل ہے توبہ کرنے سے؟

بعد ازیں توبہ وہ کرے نہ کرے
ہوکے پاکیزہ وہ مرے نہ مرے
اِس سے کاہے کو ہوں گے ترک گناہ
ہوگا کب تائب اِس کا قلب سیاہ؟
خاص ہنگامِ شیب و اضمحلال
توبہ و ترکِ جرم دونوں محال
ایمن اِس سے نہیں کوئی اصلا
توبہ سے پہلے شاید آئے قضا
جائے بے توبہ دار دنیا سے
ہو معذب عذابِ عقبیٰ سے

اور اِس کی ہوئی مثال ارشاد

ہو کسی شخص پر کسی کا قرض
اور حکم ادا بھی جانے فرض
پیشِ وعدہ ادا نہیں کرتا
واقعی موت سے نہیں ڈرتا
قبلِ وعدہ ادا کی طاقت ہے
پر اُسے انتظارِ مدت ہے
روزِ وعدہ ادا کا جب آیا
مفلسی سے نہ اُس نے زر پایا
ہوگیا پیشِ قرض خواہ خجل
حشر میں ہوگا سخت آہ خجل
ہوتی قدرِ حیات اگر مستور
وہ کبھی موت کو نہ گنتا دور
کچھ نہ وہ جانتا جو حالِ اجل
روز رہتا اسے خیالِ اجل
پہلے وعدے سے قرض ادا کرتا
نیک اعمال وہ کیا کرتا
یہ بھی اک حکمتِ الٰہی ہے
بندوں پر رحمتِ الٰہی ہے

اور فرماتے ہیں جنابِ امام

تُو اگر یوں کرے بیان یہاں
مدتِ زندگی بھی ہے پنہاں
موت کے ڈر سے اضطراب بھی ہے
پر نواحش کا ارتکاب بھی ہے
باصواب اِس کا مجھ سے سن لے جواب
وہ کیا کام حق نے تھا جو صواب
نہ کرے ترکِ معصیت جو بشر
اِس کا الزام کب ہے خالق پر؟

بعد ازیں توبہ وہ کرے نہ کرے
ہوکے پاکیزہ وہ مرے نہ مرے

اِس سے کاہے کو ہوں گے ترک گناہ
ہوگا کب تائب اِس کا قلب سیاہ؟

خاص ہنگامِ شیب و اضمحلال
توبہ و ترکِ جرم دونوں محال

ایمن اِس سے نہیں کوئی اصلا
توبہ سے پہلے شاید آئے قضا

جائے بے توبہ دار دنیا سے
ہو معذب عذابِ عقبیٰ سے

اور اِس کی ہوئی مثال ارشاد

ہو کسی شخص پر کسی کا قرض
اور حکمِ ادا بھی جانے فرض

پیشِ وعدہ ادا نہیں کرتا
واقعی موت سے نہیں ڈرتا

قبلِ وعدہ ادا کی طاقت ہے
پر اُسے انتظارِ مدت ہے

روزِ وعدہ ادا کا جب آیا
مفلسی سے نہ اُس نے زر پایا

ہوگیا پیشِ قرض خواہ خجل
حشر میں ہوگا سخت آہ خجل

ہوتی قدرِ حیات اگر مستور
وہ کبھی موت کو نہ گنتا دور

کچھ نہ وہ جانتا جو حالِ اجل
روز رہتا اسے خیالِ اجل

پہلے وعدے سے قرض ادا کرتا
نیک اعمال وہ کیا کرتا

یہ بھی اک حکمتِ الٰہی ہے
بندوں پر رحمتِ الٰہی ہے

اور فرماتے ہیں جنابِ امام

تُو اگر یوں کرے بیان یہاں
مدتِ زندگی بھی ہے پنہاں

موت کے ڈر سے اضطراب بھی ہے
پر فواحش کا ارتکاب بھی ہے

باصواب اِس کا مجھ سے سن لے جواب
وہ کیا کام حق نے تھا جو صواب

نہ کرے ترکِ معصیت جو بشر
اِس کا الزام کب ہے خالق پر؟

تیسری یہ مثال فرمائی

[illegible]

بعد ازیں توبہ وہ کرے نہ کرے — ہوکے پاکیزہ وہ مرے نہ مرے
اِس سے کاہے کو ہوں گے ترک گناہ — ہوگا کب تائب اِس کا قلب سیاہ؟
خاص ہنگامِ شیب و اضمحلال — توبہ و ترکِ جرم دونوں محال
ایمن اِس سے نہیں کوئی اصلا — توبہ سے پہلے شاید آئے قضا
جائے بے توبہ دار دنیا سے — ہو معذب عذابِ عقبیٰ سے

اور اِس کی ہوئی مثال ارشاد

ہو کسی شخص پر کسی کا قرض — اور حکمِ ادا بھی جانے فرض
پیشِ وعدہ ادا نہیں کرتا — واقعی موت سے نہیں ڈرتا
قبلِ وعدہ ادا کی طاقت ہے — پر اُسے انتظارِ مدت ہے
روزِ وعدہ ادا کا جب آیا — مفلسی سے نہ اُس نے زر پایا
ہوگیا پیشِ قرض خواہ خجل — حشر میں ہوگا سخت آہ خجل
ہوتی قدرِ حیات اگر مستور — وہ کبھی موت کو نہ گنتا دور
کچھ نہ وہ جانتا جو حالِ اجل — روز رہتا اسے خیالِ اجل
پہلے وعدے سے قرض ادا کرتا — نیک اعمال وہ کیسا کرتا
یہ بھی اک حکمتِ الٰہی ہے — بندوں پر رحمتِ الٰہی ہے

اور فرماتے ہیں جنابِ امام

تُو اگر یوں کرے بیان یہاں — مدتِ زندگی بھی ہے پنہاں
موت کے ڈر سے اضطراب بھی ہے — پر فواحش کا ارتکاب بھی ہے
باصواب اِس کا مجھ سے سن لے جواب — وہ کیا کام حق نے تھا جو صواب
نہ کرے ترکِ معصیت جو بشر — اِس کا الزام کب ہے خالق پر؟

تیسری یہ مثال فرمائی

ہے مثل کوئی شخص ہو بیمار — کرے حاذق طبیب بھی تیمار

ہو جو بیمار برخلافِ طبیب — کہ ہو صحت یقینی اس کو نصیب

نہیں ہرگز یہاں خطائے طبیب — کہ خطا سے بری ہے رائے طبیب

بلکہ ثابت ہوئی خطائے مریض — تھی خلافِ طبیب رائے مریض

جو کہا تھا طبیب نے نہ کیا — جان دی اپنی خود وبال لیا

تھا معالج طبیب کب ساہی — عقلِ رنجور کی ہے کوتاہی

مُترقّب جو موت کا انسان — اپنی ناواقفی سے ہو ہر آن

ترکِ عصیاں نہ کرسکے اِس پر — ترکِ طغیاں نہ کرسکے اس پہ

ہے سزاوار پھر تو واقف موت — کہ کرے ساری نیکیوں کو فوت

کرے وہ ارتکاب عصیاں کا — مرتکب ہو فساد و طغیاں کا

مترقب ہیں موت کے اکثر — مرتکب ہیں گناہ کے بھی مگر

مترقب ہیں بیشتر انسان — رکھتے ہیں دہشتِ خدا ہر آن

نیک اعمال کرتے ہیں اکثر — نیک افعال کرتے ہیں اکثر

دل سے وہ تارک معاصی ہیں — نہ تو طاغی ہیں وہ نہ عاصی ہیں

راہِ حق میں وہ مال دیتے ہیں — صدقہ مالِ حلال دیتے ہیں

بانٹتے ہیں متاع و حیوانات — تاکہ خوشنود ہو خدا کی ذات

ہے عدالت سے بات یہ مفہوم — کہ نہ ہوں اِس کے نفع سے محروم

جو نہیں کرتے ہیں یہ نیک افعال — اُن کو پہنچے یہ منفعت ہے محال

حکمتِ خلطِ صدق و کذب یہ ہے

اے مفضّل! یہاں تفکر کر! — حق کی تدبیر میں تدبر کر

کردیا صدق و کذب کو مخلوط — ہوئے مربوط یہ عروج و ہبوط

یعنی صادق جو ہوتے سارے بشر — ہیں بشر جتنے ، ہوتے پیغمبر

کس طرح ہوتے انبیاء ممتاز؟
ایک آتا نظر نشیب و فراز

ہوتے جھوٹے اگر تمام بشر
نہ نظر آتا راستی کا اثر

ہوتے بے فائدہ سب اور فضول
ہوتے نزدیک عقل نا معقول

پس مقرر کیا خدا نے بھی
راستی ہو جو آدمی سے کبھی

منتفع راستی سے ہوں اکثر
محترز ہوں مضرتوں سے بشر

بیشتر ہوتے ہیں وہ جھوٹے کلام
کہ نہ ہو جن پر اعتماد تمام

خلق اشیاء کے فائدوں کا بیان

اے مفضّل! تفکر ان میں کر!
تجھ کو اشیاء جو آتی ہیں یہ نظر

کی ہیں بہرِ مصالح انساں
خلق اللہ نے میانِ جہاں

خاک بہرِ بنا ہوئی پیدا
کام ہوتا ہے سو جگہ لوہا

لکڑی کی کشتیاں بناتے ہیں
اور کیا کیا یہاں بناتے ہیں

چکیاں پھر ان کی بنتی ہیں
اور چیزیں بہت سی اس کی ہیں

مس و آہن کے بنتے ہیں برتن
اور کام آتے ہیں مس و آہن

سیم و زر ہے معاملوں کے لیے
ہیں جواہر کہ خلق جمع کرے

ہیں برائے غذا تمام اناج
ہے بئے ہستی انام اناج

میوہ بہرِ تفکّہ و لذت
گوشت کھانے کو ہے کہ ہو طاقت

بوئے خوش بھی برائے لذت ہے
جو دوا ہے برائے صحت ہے

چارپائے ہیں بوجھ اٹھانے کو
اور لے کر سوار جانے کو

کج کی خاطر ہے خلق خاکستر
ریت کا ہے زمین پر بستر

لکڑیاں بہرِ آتش افروزی
پائیں سب ذی حیات تا روزی

نہیں محصور لطف ہائے خدا
کہ یہ ہیں لا تعدد و لا تحصیٰ

ہیں دلائل وجودِ خالق پر
ہیں دلائل وجودِ رازق پر

ذکرِ اشیائے خورد و پوش ہے یہ

اے مفضّل! مقامِ عبرت ہے
کیا ہی اللہ کی یہ صنعت ہے!

خلق اس واسطے کئے ہیں اناج
کہ جو ہے وہ اُس کا ہے محتاج

دے ہے تکلیف آسیا و خمیر
پختِ ناں کی بنائے ہے تدبیر

پنبہ و پشم پوششِ بشری
اس میں لازم ہے کوشش بشری

کہ اِسے تومیں کاتنے کو دُھنیں
بہرِ پوشاک و رخت تھان بنیں

کئے پیدا درخت خالق نے
کئے موجود میوے رازق نے

کی ہے تکلیفِ تربیت سب کو
کی ہے تعلیم مصلحت سب کو

گھاس ایک ایک ہے برائے دوا
تا مرض میں بشر بنائے دوا

جن کو پیدا کیا خدا نے طبیب
بہرِ امراض وہ کریں ترتیب

یونہی چیزیں خدا نے کیں پیدا
مصلحت کے لیے ہوئیں پیدا

نہیں تحتِ قدرتِ بشری
متکفل ہے اُس کا ربِّ غنی

جوکہ ہے سخت قدرتِ انسان
وہ ہے موقوف صنعت انسان

شغل انساں کو یہ بنائے عمل
کہ نہ ہو لطفِ زندگی میں خلل

دل لگی ہے ضرور بندے کو
تا نہ ہو کچھ غرور بندے کو

کہ رہے گا اگر بشر بیکار
کرے گا دل میں بے ہودہ افکار

رہے گا در پئے امورِ محال
کہ ہے ان کا حصول خواب و خیال

ہوئے بالفرض وہ حصول اگر
اس میں خیرِ بشر نہیں جز شر

نعمتِ آب و ناں کا ہے مذکور

اے مفضّل! امرِ معاش بشر
آب و ناں ہے گر اس جگہ تو نظر

کیا ہی تدبیر کی ہے خالق نے!
کیا ہی تقدیر کی ہے رازق نے!

کھانے سے ہے زیادہ حاجتِ آب
بھوک سے پیاس کا بڑا ہے عذاب

طلبِ آب بہرِ غسل و وضو
کپڑے دھونے کو احتیاج سبو

چارپایوں کو پانی ہے درکار
کھیت ہوتے ہیں پانی سے تیار

اس لیے کی ہے پانی کی کثرت
کہ نہ دے رنج پانی کی قلت

روٹی میں یہ ہے حکمِ ربِ جلیل
حرکت سے بشر کریں تحصیل

اگر اس میں بشر نہ ہو شاغل
ارتکابِ امور ہو باطل

غور سے دیکھ حالتِ اطفال
فہم و درک اِن کو ہے ہنوز محال

سونپ دیتے ہیں ہر معلم کو
کہ کبھی کھیل میں فساد نہ ہو

لہو و بازی میں بے ہودہ ہو آپ
ہوں گرفتار رنج میں ماں باپ

یونہی بے شغل ہو اگر انسان
بے گماں ہوں اسے بہت نقصان

یہ دلائل ہوا ہے ثابت یوں
متضرر ہوں آپ ، غیر بھی ہوں

اے مُفضّل! یہ جائے عبرت ہے
یہ نصیحت برائے عبرت ہے

ہو جو کوئی رفاہ و نعمت میں
حسن افعال و نیک حالت میں

ہو مسرت میں اس کو نشو و نما
ہو فراغت میں اس کو نشو و نما

حال کیا ہو فساد و طغیاں کا
مفسدہ ہو ہزار عنواں کا

ہے بیان تغائرِ انساں

جانور ہوتے ہیں شبیہ بہم
کب بشر ہوتے ہیں شبیہہ بہم ؟

جانور ایک قسم کے ہوں ہزار
امتیاز ان میں ہے بہت دشوار

جمع انسان ہوں کروڑ اگر
متشابہ نہ یک دگر ہوں مگر

ہے جدا سب کی صورت و سیرت
ہے جدا سب کی خصلت و طینت

اس میں حکمت ہے حق تعالیٰ کی
اس میں صنعتِ ہے حق تعالیٰ کی

رکھتے ہیں حیلہٴ صفات و ہنر
جس سے پہچان لے بشر کو بشر

تاکہ باہم معاملات کریں
جس طرح کا ہو ویسی بات کریں

نہیں وحوش و طیور اس سے بری
نہیں ان کو یہ احتیاج ذری

ایک سے ایک ہے مشابہ اگر — اس تشابہ سے کچھ نہیں ہے ضرر
پر خلاف ان کے ہیں بنی آدم — ہوں جو باہم شبیہ دو توام
خلق کو ہوں معاملے دشوار — شبہ داد و ستد میں ہو ناچار
ایک کا دینا دوسرے کو دے — اور سے لینا اور سے مانگے
ایک سے ارتکابِ عصیاں ہو — دوسرے پر سزا کا ساماں ہو
لطفِ پروردگار ہے یہ فقط — حکمتِ کردگار ہے یہ فقط

سن لے فرماتے ہیں مثال امام

نقشِ دیوار اگر نظر آئے — تو یہی دھیان میں بشر لائے
کسی نقاش نے بنایا ہے — اپنی صنعت کا ڈھب دکھایا ہے
کوئی منکر جو ہو مصور کا — کرے گا تُو ضرور استہزا
اپنے دل میں تو سوچ اے ہشیار — نہیں نقاش کا تجھے انکار
کیوں ہوا ہے تو منکرِ خالق ؟ — جس نے پیدا کئے ہیں یہ ناطق

بعد حد العدام نشو ونما

اے مفضل! ذرا تو غور سے دیکھ — خوب دانشوروں کے طور سے دیکھ
جسمِ جاندار باوجودِ غذا — نہیں کرتے ہمیشہ نشو ونما
بڑھ چکے جس قدر کہ بڑھنا تھا — نہیں زنہار بڑھتے حد سے سوا
یعنی جانداروں کی جو ہیں اقسام — ہیں سبھوں میں مصالح علام
ان کے عرض اور طول کی حد ہے — کہ نہ ہو ان کی شکل کی کوئی شے
اور اگر ہو ہمیشہ نشو و نما — فوت ہونا ہو پھر مصالح کا

تھکنا انسان کا مشقت سے

سارے جانداروں میں تنِ انسان — ماندے ہو جاتے ہیں بہت ہے عیاں
راہ چلنے میں جانور سے زیاد — ہوتے ہیں ماندے سارے آدم زاد

صنعتیں ہیں لطیف انہیں دشوار — کہ مُؤنَت عظیم ہے درکار
جس میں ہے احتیاج لوگوں کو — کفن و رخت اور جو کچھ ہو
قیمتِ مال و دوختِ صانع بائے — سب کا احوال منتظم ہوجائے

رنج و بیماری بنی آدم

نہ ہو انسان کو جو درد و الم — نظر آئے کچھ اور ہی عالم
پھر فواحش نہ چھٹ سکیں زنہار — ارتکاب گناہ ہو لیل و نہار
نہ تواضع کریں برائے خدا — نہ کسی پر ہوں مہربان ذرا
درد ہوتا ہے آدمی کو اگر — سوئے حق ہوتی ہے رجوع بشر
عافیت مانگتا ہے عافی سے — صحتیں مانگتا ہے شافی سے
صدقہ مفلسوں کو دیتا ہے — نام ہر دم خدا کا لیتا ہے
جو نہ ہوں رنج ضرب سے بے تاب — کس طرح اہلِ جرم کو ہو عتاب
ہو تردد کمال اسیروں کو — ہو نہایت ملال امیروں کو
دزد و رہزن کمال ہوں بے باک — کہ نہیں صدمہ و الم سے پاک
کس طرح کرتے لڑکوں کو تعلیم ؟ — جو نہ تھا مار پیٹ کا غم و بیم
چوٹ جس دم نہ ہوتی کچھ معلم — رہزن و دزد ہوتے کب محکوم ؟
ہوتے کیا بندہ و کنیز مطیع — قدر آقاؤں کی نہ ہوتی رفیع
کسی کو ہوتی کب تمیز اتنی؟ — کون بی بی ہے کون ہے لونڈی؟
ایک سے ہوتے بندہ و آقا — مار کے خوف سے یہ فرق ہوا
ہیں براہینِ خالقِ اکبر — حجج قاطعہ ملاحدہ پر

ذکر ہے مانی و ملاحدہ کا

نقش بر آب مانیِ نقاش
منکرِ آفتاب تھا خفاش

ہے جو مردود بن ابی العوجا
کافرِ حکمتِ عظیمِ خدا

کہتے ہیں سب عبث ہے خلقتِ درد
خلق کو ہوتی ہے اذیتِ درد

نر و مادہ نہ جنتے جو جاندار
باقی نسلیں نہ رہتیں پھر زنہار

جو کیا ہے خدا نے حکمت ہے
کیا ہی صنعت ہے! کیا ہی قدرت ہے!

ہے بیان اِس جگہ مُفضّل کا

کی مفضل نے یوں حدیث تمام
جبکہ پہنچا یہاں کلامِ امام

تھا وہ وقتِ زوال و وقتِ نماز
اُٹھے اُس دم امام بندہ نواز

تا کریں ظہر کی نماز ادا
کریں عجز و نیاز پیشِ خدا

پھر مُفضّل سے یوں کیا ارشاد
جو کیا ہے بیان رکھیو یاد!

صبحِ دم آئیو تو میرے پاس!
پھر کروں گا بیان بعد سپاس

گھر میں آیا میں خوش دل و خوشحال
کی بہت حمدِ خالقِ متعال

شادمانی سے کی بسر وہ رات
کہ ملے تھے امام سے نعمات

ہوگئی ختم مجلسِ اوّل
کروں شکر خدائے عز و جل

یہ بعینہٖ نہیں خلاصہ ہے
ترجمے کا طریق خاصہ ہے

حق تعالیٰ اسے کرے مقبول
از برائے خدا و آلِ رسول

تا قیامت علیہم الصلوٰۃ
با تحیّت علیہم الصلوٰۃ

اب سنو مجلس دوم کا حال

بعد حمد خدائے ذی الانعام
بعد نعت رسول خیرِ انام

اب کروں مجلسِ دوم بھی شروع
سوئے اللہ دل ہوا ہے رجوع

یوں مفضّل ہوا ہے گوہر بار
ہوئے ظاہر جو صبح کے اثار

میں ہوا عازمِ درِ مولا
دیکھوں تا روئے انورِ مولا

ہوا داخل میں بعد استیزان
پا گیا حکم بیٹھنے کا وہاں

تھا یہ فرمان امامِ صادق کا
کہ میں ہوں حامد ایسے خالق کا

جو مدبر ہے دورِ گردوں کا
جو مقدر ہے طورِ گردوں کا

قرن کے بعد قرن لاتا ہے
نو بہ نو ازمنہ دکھاتا ہے

کہ سزا دے گناہگاروں کو
کرے رسوا سیاہ کاروں کو

نیک کاروں کو دے دو چند ثواب
کہ چلیں وہ ہمیشہ راہِ صواب

یہی ہے مقتضا عدالت کا
مومنوں پر ہے جوش رحمت کا

سارے نام اُس کے ہیں لطیف و بزرگ
نعمتیں اُس کی ہیں عجیب

وہ کسی پر ستم نہیں کرتا
غیر عدل و کرم نہیں کرتا

خود ستمگر ہیں اپنی ذاتوں پر
مبتلائے بلا ہیں آپ بشر

ہے یہ فرمان حق تعالیٰ کا
ہے یہ فرقان حق تعالیٰ کا

ذرا نیکی کرے گا جو کوئی
دیکھ لے گا وہ اپنی نیکوئی

جس سے ہوگی بقدر ذرّہ بدی
دیکھے گا وہ بدی ضرور اتنی

اکثر آیات میں یہ ہے مضمون
اکثر آیات اس سے ہیں مشحون

اِس سبب یہ کہا پیمبر نے
نائبِ کردگارِ اکبر نے

یہی اعمال جو تمہارے ہیں
یہی اعمال جو تمہارے ہیں

حشر کے دن بندھے گی جس دم صف
کریں گے عود سب تمہاری طرف

پھر کوئی آن حضرت جعفر
رہے جھکے خمیدہ سر ہوکر

پھر وہ کہنے لگے اٹھا کے نظر
نورِ چشمانِ احمد و حیدر

جتنی خلقت ہے دنگ و حیراں ہے ۔ مثلِ کوراں ہے مثلِ مستاں ہے
متردد ہیں فرطِ طغیاں میں ۔ محو ہیں اقتدائے شیطاں میں
گو کہ ظاہر میں ہیں یہ سب بینا ۔ چشمِ باطن سے ہیں یہ کب بینا؟
خاک اُن کو نظر نہیں آتا ۔ دیکھتے ہیں ، نہیں یقین ذرا
باتیں ہرچند کرتے ہیں جہال ۔ کلمۂ حق میں ہیں یہ لیکن لال
کچھ سمجھتے نہیں یہ نامعقول ۔ حق سے ہیں بے یقیں یہ نا معقول
شنوا گو کہ یہ سراسر ہیں ۔ سخنِ حق کے سننے میں کر ہیں
آئے دنیائے دوں پسند ان کو ۔ خوش نہیں آئے وعظ و پند اِن کو
جانتے ہیں کہ ہیں ہدایت پر ۔ ہیں مگر واقعی ضلالت پر
بھاگتے ہیں یہ سب حماقت سے ۔ صاحبِ دانش و کیاَست سے
جو یہاں صاحبِ ضلالت ہیں ۔ جو یہاں صاحبِ بَطالُت ہیں
وہ جہاں چڑھتے ہیں یہ چڑھتے ہیں ۔ مرگِ ناگہ سے کب یہ ڈرتے ہیں؟
کچھ نہیں دہشتِ سزائے عمل ۔ سعی کرتے نہیں برائے عمل
وائے! اِن کی یہ کیا شقاوت ہے؟ ۔ کیا حماقت ہے؟ کیا سفاہت ہے؟
کن بلاؤں میں مبتلا ہوں گے؟ ۔ کن مصائب میں اشقیا ہوں گے؟
ایسے دن جس میں کوئی یار نہیں ۔ کسی کا کوئی غمگسار نہیں
مگر اِس کے لیے ہیں یاور و یار ۔ جو ہو مرحوم نادر غفار
جب مُفضّل نے سب یہ وعظ سنی ۔ آنسو آنکھوں سے ہوگئے جاری
بولے حضرت کہ تُو نہ رو زنہار ۔ تجھ کو اندوہ سے ہے کیا سروکار؟
حق کیا اختیار با اخلاص ۔ محبس رنج سے ہوا ہے خلاص
رہبر و پیشوا کو پہچانا ۔ پائی تونے نجات اے دانا!

جسمِ حیواں کی سختی و نرمی

پھر یہ بولے امامِ نیک صفات — اب میں کرتا ہوں ذکرِ حیوانات
حکمتیں تا عجیب ظاہر ہوں — صنعتیں تا غریب ظاہر ہوں
سُن چکا ہے تو پہلے جیسے نِکات — ویسی ہے صنعِ خلقِ حیوانات
جسمِ حیواں کی دیکھ تو ترکیب — دی ہے خالق نے کیا اِسے ترتیب
نہیں مانندِ سنگ سخت بدن — کہ نہ جھکتے کبھی کرخت بدن
سخت ہوتے تو ہوتے کیا اعمال — لیتے انسان کام تھا یہ محال
نرم ہوتے اگر بہت حیوان — اٹھ کھڑا ہونا پھر نہ تھا آسان
ہوتے حیواں امورِ شاقہ میں — رہتے نالاں امورِ شاقہ میں
پس بظاہر بدن ملائم ہے — گوشت سے یعنی تن ملائم ہے
بیچ میں ہڈیاں بنائیں سخت — ہڈیاں وہ بدن ہو جس سے کرخت
ہڈیاں باندھی ہیں رگ و پے سے — کہ بہم متصل ہر ایک رہے
نہ ہو پیوندِ استخواں میں فرق — نہیں جس طرح جسم و جاں میں فرق
منڈھ دیا پوست اس لیے تن پر — کہ رہے حفظ جسم و دفع ضرر

کیا ہی فرماتے ہیں مثال جناب !

ہے شبیہ اس کی صاف وہ پیکر — کہ بناتے ہیں چوب سے اکثر
اور کپڑے لپیٹتے ہیں اُسے — لکڑیاں باندھتے ہیں رسیوں سے
گوند کا لیپ کرتے ہیں اُس پر — صنعت اپنی دکھاتے ہیں یہ بشر
پس ہیں مانندِ استخواں چوبیں — کپڑے مانندِ گوشت ہیں اُس میں
رسیاں ہیں عروق اور اعصاب — گوند کا لیپ پوست ہے اے شاب !
اپنے دل میں یہ سوچے ہر بندہ — جانور زندہ اور خُبیدَہ
خلق عالم میں ہو جو ہے صانع — خلق عالم میں ہو جو ہے مبدع

جائز البتہ امر یہ ہوگا
کہ وہ بے جان خود ہوا پیدا

عقل ہرگز نہ یہ کرے تجویز
کہ بنائے بغیر ہو کوئی چیز

جبکہ بے جان کا بھی ہو صانع
کیوں نہ جاندار کا ہو پھر مبدع

ہے تعجب اگر کہے انساں
خود بخود خلق ہوگئے انساں

حالِ جسمِ دو آب فرمایا

کر تفکر میانِ جسمِ دوآب
کر تدبر میانِ جسمِ دوآب

مثلِ انساں ہیں ان کے سب اندام
پوست و استخوان و گوشت تمام

شنوائی ہے اور بینائی
کام لے ان سے تاکہ ہر کوئی

کور و کر ہوتے یہ دوآب اگر
منتفع کیونکر ان سے ہوتے بشر؟

لے نہ سکتے کوئی بھی ان سے کام
رہتے حیران سب خواص و عوام

ذہن جو فہم جو بشر کو دیا
کب خدا نے وہ جانور کو دیا؟

کہ ہمیشہ مطیع انساں ہوں
تابعِ حکم و زیرِ فرماں ہوں

جب کوئی چاہے لادے اِن پر بوجھ
کون اٹھاتا ہے ان سے برتر بوجھ؟

چپ رہیں بوجھ لاد دیں جتنے
متحمل ہیں امرِ شاقہ کسے

صورتِ اعتراضِ اہلِ شک

کوئی شاید اگر کرے یہ کلام
ہوتے ہیں بعض صاحبوں کے غلام

عقل ہوتی ہے انکو اور شعور
تابع حکم رہتے ہیں وہ ضرور

امرِ شاق اِن کو پیش آتے ہیں
متحمل ہیں سب اٹھاتے ہیں

ہے جوابِ امامِ ہادیِ دیں

ہے یہ معجز نما جوابِ امام
جس سے تسکین پائے قلبِ انام

آدمی ایسے ہوتے ہیں کم تر
متحمل مگر نہیں اکثر

چارپائے جو کام کرتے ہیں
خاص کیا کب وہ علم کرتے ہیں؟

کبھی ہوتے ہیں آسیہ گرداں
کبھی ہوتے ہیں بھر بار گراں

کام جو جانور سے ہوتے ہیں
کب وہ نوعِ بشر سے ہوتے ہیں؟

متحمل جو ہو بشر کوئی
کرے محنت قبول اگر کوئی

رہیں مسدود اِس کے کام تمام
جائے برباد اہتمام تمام

جس جگہ ایک اونٹ ہو درکار
ایک خچر منگائے جو سرکار

چاہیے اس کے بدلے اک انبوہ
آدمی جمع ہوں گروہ گروہ

تب کہیں ہو مکمل ان سے تو ہو
کیا مضرت کی بات ہے دیکھو

چارپایوں کے کام میں ہوں بشر
بشریت کے کاموں میں ہو ضرر

اور ان سے ہو نعمتِ عظمیٰ
نازل ان پر خدا نے جن کو کیا

اضطراب اور تنگ دستی ہو
تنگ ہے شک معاش اِن کی ہو

ہے یہ ذکرِ ثلثۂ حیوانات

اے مُفضّل! یہ جائے فکرت ہے
دیکھ کیا کیا خدا کی قدرت ہے

یہ جو ہیں تین قسم کے حیوان
چارپائے ، پرندے اور انسان

اِن میں جوکچھ جسے مناسب تھا
اپنے الطاف سے خدا نے دیا

صاحبِ عقل آدمی کو کیا
نکلے کام ان سے تا صنائع کا

ہے وہ نجّاری اور بنّائی
زرگری اور بھی ہے پیشہ وری

دو ملے آدمی کو اس لیے ہاتھ
انگلیاں بھی قوی ہیں ان کے ساتھ

چاہیں جو چیز ہاتھ میں لے لیں
رہیں مشغول اپنی صنعت میں

اور جو جانور شکاری ہے
اس کی قسمت میں گوشت خواری ہے

ہاتھ اس کے بہت بنائے قوی
کئے مضبوط چنگ و ناخن بھی

کہ کرے اور جانور کو شکار
یعنی ہے گوشت کھانے کو درکار

ایسے چنگل کو کیا بشر کرتے
ناخنوں کا گلہ بشر کرتے

جانور جو کہ گھاس چرتے ہیں
کاہے کو وہ شکار کرتے ہیں
نہ بشر سی ہے ان میں صنعتِ کار
نہ درندوں سا کرتے ہیں وہ شکار
اِس لیے سُم اِنھیں کئے ہیں عطا
کہ چراگاہ میں یہ پائیں غذا
نہ دے ایذا زمینِ ناہموار
نہ ملے قطعِ راہ میں آزار
کوئی دیکھے جو انکے غور سے سُم
کف پا کے بنے ہیں طور سے سُم
منطبق تا زمیں پہ ہوجائیں
کہ سواری و بار کے کام آئیں
دیکھنا حکمتِ خدائے قدیر
دیکھنا صنعتِ خدائے قدیر
ہیں شکاری درندے جو حیوان
دیئے ان کو شکار کے سامان
دیئے اِن کو سلاح بہرِ شکار
کی ہے اِن کی صلاح بہرِ شکار
ہے وہ منقار و چنگل محکم
تا نہ ہو کارِ صید میں اِنہیں غم
ہیں عَلَف خوار جتنے حیوانات
نہیں اُن کو ملے ہیں یہ آلات
کہ نہ تھی اُن کو اِن کی کچھ حاجت
گوشت کے کھانے کی نہیں عادت
یہ درندے بھی سُم اگر پاتے
کس طرح صید اُن کو ہاتھ آتے؟
ناخن و پنجہ ایسے ہیں درکار
تاکہ اِس حربے سے کریں یہ شکار
چیزوں میں جس کو جسکی حاجت تھی
حق تعالیٰ نے اس کو چیز وہ دی
تاکہ سب کی رہے بقا و صلاح
تاکہ سب کی رہے رفاع و فلاح
کر نظر اب تو چارپایوں پسو
کہ ولادت کے بعد یہ کیونکر
دوڑتے پھرتے ہیں پئے مادر
چین پاتے نہیں یہ بے مادر
گود میں لینے کے نہیں محتاج
تربیت ماں کرے نہیں محتاج
آدمی زاد میں جو ہے طاقت
دونوں چیزوں کی رکھتے ہیں حاجت
تربیت کا ہے آدمی کو علم
نہیں حیوان میں کسی کو علم
انگلیاں آدمی نے پائی ہیں
ساتھ اُن کے ہتھیلیاں بھی ہیں

اِن سے اولاد یہ سنبھالتے ہیں
ایک مدت تک اُن کو پالتے ہیں

جانور تو سب اِس سے ہیں محروم
نہیں پوشیدہ سب کو ہے معلوم

کیوں نہ ہو اِن کے بچوں کو طاقت؟
کیوں نہ ہو اِن کو چلنے کی قدرت؟

ہے مربی و ہے پرستاری
ہوئے شایانِ گرمِ رفتاری

تاکہ ضائع نہ ہوں یہ مخلوقات
رہے تا روزِ مرگ ان کو ثبات

ہے مربی صلاح ہے ان کی
ہے مربی فلاح ہے ان کی

دیکھ دراج و کبک و تیہو اب
صنع اللہ تا ہو ظاہر سب

تخم سے جب نکلتے ہیں باہر
ہوتے ہیں قادر اپنے چلنے پر

خاک سے دانے چن کے کھاتے ہیں
عیش کرتے ہیں خاک اڑاتے ہیں

حال ہے بچۂ کبوتر کا

طرف بچۂ کبوتر دیکھ
جاں فشانی و حالِ مادر دیکھ

بچے کو اوڑھنے کی نہیں طاقت
دوڑنے پر بھی کچھ نہیں قدرت

اس لیے ماں پھراتی ہے ان کو
چن کے دانے کھلاتی ہے ان کو

نہ ہو جب تک کہ طاقت پرواز
ہیں یہ ماں باپ بچے کے دم ساز

اس لیے بچے ان کو ہوتے ہیں کم
کہ نہ ماں باپ کو بہت ہو الم

مرغیاں اور مغیوں کی مثال
جانور ہیں بہت سے کرلے خیال

ملتے ہیں بچے بیشتر ان کو
کب مشقت ہے بچوں پر ان کو

بچے انڈے سے باہر آتے ہیں
آپ چن چن کے دانے کھاتے ہیں

اور ضائع نہ ہوں کبھی بچے
جتنے تھوڑے ہوں اتنے ہوں اچھے

ہے سزاوار جس کی جو نعمت
وہ اسے ملتی ہے زہے حکمت

ہے یہ مذکور پائے حیوانات

کہ نظر سوئے پائے حیوانات
جفت یہ ہیں برائے حیوانات

تاکہ رفتار میں ہو آسانی
طاق اگر ہوتے ہوتی حیرانی

جانور جو جدھر کو جاتا ہے
پاؤں اپنے کئی اٹھاتا ہے

پاؤں کتنے جو اور ہیں باقی
ہے اٹھانے کا قصد ان کے بھی

جتنے حیوان ہیں دو پائے یہاں
ایک اٹھاتے ہیں صورت انساں

دوسرے پر ہے اعتماد ان کو
تاکہ گر پڑنے کا فساد نہ ہو

چارپائے جو جانور ہیں یہاں
دو اٹھاتے ہیں تا ہو جلد رواں

رکھتے ہیں دو زمین پر قائم
ہیں توقف میں بے خط قائم

ایک اٹھاتا ہے پاؤں آگے کا
ایک اٹھاتا ہے پاؤں پیچھے کا

دو اٹھائے جو ایک جانب سے
بے تامل زمین پر وہ گرے

جیسے دو پاؤں کی ہو اک کرسی
ایک پائے سے وہ نہ ٹھہرے گی

انقیادِ دواب کا ہے بیاں

اے مفضّل! دراز گوش کو دیکھ
حکمتِ حق عیب پوش کو دیکھ

کیسا رہتا ہے آسیہ گرداں
اور اٹھاتا ہے کیسے بارِ گراں

گھوڑے کو ہے معاف یہ خدمت
نہیں ہے بوجھ اٹھانے کی محنت

کرے گردن کشی جو اونٹ کوئی
نہ بر آئیں گے کتنے مرد قوی

تابع طفل کیوں وہ ہوتا ہے؟
ہے بڑا اونٹ یا کہ بوتا ہے

ہوئے ہیں گائے بیل اگرچہ قوی
پر اطاعت ہے اپنے مالک کی

ہل چلاتے ہیں بوجھ اٹھاتے ہیں
اور بھی کتنے کام آتے ہیں

جتنے اسپ نجیب ہیں عربی
تاب لاتے ہیں تیغ و نیزہ کی

اپنے مالک کا ساتھ دیتے ہیں
اپنے سر پر بلائیں لیتے ہیں

گلۂ گوسپند کا ہے ذکر

گلۂ گوسپند دیکھ ذرا
کہ چراتا ہے سب کو اک لڑکا

یہ پراگندہ سب جو ہوجائیں
کس طرح جمع ہوکے گھر آئیں؟

آدمی ایک گوسپند بہت
جمع کرنے میں ہو گزند بہت

جانور جس قدر مسخر ہیں
آدمی سے کہیں قوی تر ہیں

نہیں تدبیر و عقل سے آگاہ
اس لیے ہیں مطیع خاطر خواہ

صاحبِ عقل و فہم اگر ہوتے
کب اطاعت میں جانور ہوتے؟

ان درندوں کو فہم اگر ہوتا
ان سے عاجز دلِ بشر ہوتا

سب درندے یہ متفق ہوکر
ہوتے آمادہ بہرِ رنجِ بشر

بنی آدم کا کرتے استیصال
مارتے شاخ و پنجہ و چنگال

ببر و شیر و پلنگ و گرگ کہاں
اور یہ ضعف جثۂ انسان

دیکھنا حکمتِ حکیمِ علیم
آدمی کی ہے سب کو دہشت و بیم

سب کے سب خائف تیر انساں ہیں
اس لیے ساکن بیاباں ہیں

منزلوں دور ہم سے رہتے ہیں
دور مجبور ہم سے رہتے ہیں

ڈرے پوشیدہ رہتے ہیں دن کو
رات روزی کی فکر ہے اِن کو

باوجود یکہ ہے بڑی طاقت
ڈر سے اِس پر بھی ہے بری حالت

کبھی پہنچا نہیں بشر سے ضرر
دلوں میں یونہی ہے بشر سے خطر

عین حکمت یہ ہے مہیمن کی
کہ کسی جانور کو عقل نہ دی

خوف انسان کا دیا اِن کو
گول و ناداں بنا دیا ان کو

نہیں تو سب کو تنگ کرجاتے
کودتے گھر میں آکے بھر جاتے

نوعِ سگ میں دیا نشانِ وفا
کہ کرے وہ حمایتِ آقا

رہے ہردم محافظت میں صرف
کرے آقا کے کارہائے شگرف

رات بھر پاسبانِ خانہ رہے
چور کا خوف تا ذرا نہ رہے

کیا ہی آقا کو پیار کرتا ہے! | جاں ادب سے نثار کرتا ہے
آپ چوروں سے مارا جاتا ہے | مالِ آقا مگر بچاتا ہے
رنج اٹھاتا ہے فاقے کرتا ہے | یونہی دن زندگی کے بھرتا ہے
کسی صورت جدا نہیں ہوتا | غیر کا آشنا نہیں ہوتا
کس نے کتے کو یہ سکھائے خصال؟ | جز خداوندِ ایزد و متعال

صنعِ خلقِ دہان وچشمِ دواب

اے مفضّل! تو دیکھ سوئے دواب | فکر کر درمیانِ روئے دواب
چہرے پر اس لیے نہیں آنکھیں | کہ سزاوار تھیں یہیں آنکھیں
راہ چلتے میں پیشِ پا دیکھے | چہرے کے سامنے ہے کیا؟ دیکھے!
کہ ہر دیوار و سنگِ راہ سے امن | گو و تالاب و قعر و چاہ سے امن
اِس لیے نیچے سے ہے شق دہن | مثلِ انسان نہیں بروئے ذقن
کہ اٹھا لیں زمین سے ہر چیز | اور کھالیں زمین سے ہر چیز
آدمی زاد کی یہ ہے تعظیم | آدمی زاد کی یہ ہے تکریم
کیا ہی خوب ان کو انگلیاں دی ہیں! | کیا ہی اچھی سہیلیاں دی ہیں!
کہ تناول کریں طعام اِن سے | اور جو چاہیں کرلیں کام اِن سے
یہ جو اچھا نہ تھا برائے دواب | منہ تلے شق کیا برائے دواب
گھاس دانتوں سے توڑلیں آساں | نوش اُس گھاس کو کریں آساں
گلبھڑے اس لیے دیے چوڑے | تاکہ نزدیک و دور منہ دوڑے

سببِ خلقتِ دُمِ حیواں

اے مفضّل! مقامِ عبرت ہے | دُمِ حیواں میں کیا ہی حکمت ہے!
پہلے تو اِن کو ستر عورت دے | بدلے کپڑے کی یہ عنایت دے
اور موہائے دم سے یہ ہے نفع | چرک ادبار میں جو ہوتی ہے جمع

مگس و پشہ رنج دیتے ہیں ۔۔۔ دم بدم آکے کاٹ لیتے ہیں

یہ جو مانندِ باد زن ہے دُم ۔۔۔ جب یہ ہلتی ہے ہوتے ہیں سب گم

فائدہ اور تیسرا بھی ہے ۔۔۔ واہ کیا حکمتِ الٰہی ہے

دست و پا اِن کے رنج سہتے ہیں ۔۔۔ بارِ پیکر اٹھائے رہتے ہیں

دُم کو دیتے ہیں ہر طرف حرکت ۔۔۔ پاتے ہیں اِس سبب وہ سب راحت

اور اس میں بھی بہت منافع ہیں ۔۔۔ سارے فعلِ حکیم نافع ہیں

جب پڑے کام تب یہ ہو معلوم ۔۔۔ کوئی سوچے تو سب یہ ہو معلوم

کہیں دلدل میں یہ جو پھنس جائیں ۔۔۔ دُم کو کھینچیں تو پھر نکل آئیں

اور بھی دُم میں کچھ منافع ہیں ۔۔۔ سب دلائل خدا کے سَاطِع ہیں

موئے دم کام اکثر آتے ہیں ۔۔۔ لوگ چیزیں بہت بناتے ہیں

سطحِ پُشتِ دوابّ کا ہے بیاں

پھر مسطح بنائی پشتِ دواب ۔۔۔ دیکھ لے صنعتِ ربِ ارباب

اُفتادہ ہوں یا کہ استادہ ۔۔۔ ہیں برائے رکوب آمادہ

کب لقب سے دوچار ہوں راکب ۔۔۔ بے تکلف سوار ہوں راکب

فرجِ مادہ بنائی ہے پسِ پشت ۔۔۔ جا بجا اِس نے پائی ہے پسِ پشت

اس میں حکمت بھی تونے پہچانی ۔۔۔ جفت ہو اس سے نر بآسانی

وہ اگر مثلِ فرج ہائے زناں ۔۔۔ انتہائے شکم میں ہوتی عیاں

ہوتی باہم مقاربت مشکل ۔۔۔ نر سے ہوتی مجامعت مشکل

پیٹ پر کس طرح لٹاتا نر؟ ۔۔۔ عقلِ انساں کہاں سے لاتا نر؟

دیکھو خرطومِ پیل کی صفت

اے مُفضّل! ذرا تامل کر ۔۔۔ سوئے خرطومِ پیل کر تو نظر!

بھید صنعت کے آشکارا دیکھ ۔۔۔ لطفِ تدبیرِ حق تعالیٰ دیکھ

کب عبث ہاتھی کی بنائی سونڈ ؟
ہاتھ کے بدلے اس نے بائی سونڈ

گھاس اسی ہاتھ سے وہ لیتا ہے
پیٹ میں پانی ڈال دیتا ہے

کہ نہ پاتا یہ سونڈ اگر ہاتھی
نہ اٹھاتا زمین سے کچھ بھی

وہ جو گردن سے رہ گیا محروم
اس کے بدلے ہے بخششِ خُرطوم

جتنا چاہے کرے بلند اسے
اور اس سے اٹھالے جو چاہے

کس سے پایا عطیۂ خُرطوم ؟
غیر رزاق قادرِ قیوم

نہیں حکمت یہ اتفاقیۃ
نہیں صنعت یہ اتفاقیہ

پیش انسانِ عاقلِ کامل
ہے کلامِ ملاحدہ باطل

سن سوالِ مسلکیں کا جواب

اے مُفضّل! اگر کہے کوئی
خلقتِ پیل جب بنائی گئی

بخشتا خالقِ زمین و زمن
لائقِ جثہ اُس کو بھی گردن

تجھ کو دیتے ہیں ہم جواب اسکا
سن جواب آگے باصواب اس کا

ہے سرِ فیل کوہسارِ گراں
ہے ہر اک گوشِ فیل بارِ گراں

بوجھ یہ ڈالتے جو گردن پر
ہوتی گردن شکستہ سرتا سر

بوجھ اٹھتا کب ایسا گردن سے؟
اس لیے سر ملا دیا تن سے

سونڈ اس کو بجائے گردن دی
کہ اٹھایا کرے غذا اپنی

کام گردن سے جو نکلتا ہے
سونڈ سے سب اُسے مہیا ہے

دیکھ اب صنعت خدائے جہان
دیکھ اب قدرتِ خدائے جہان

فُرج ہتھنی کی ہے جو زیرِ شکم
اس کی حکمت کریں بیاں اب ہم

نر جو وقتِ مقاربت پھاندے
تو نہ دشوار ہو جماع اسے

اور سُن حال صنعِ خلقتِ فیل

اے مُفضّل! یہ جائے عبرت ہے
خلقت اس کی برائے عبرت ہے

دیکھ یہ قدرتِ ربِ ارباب
ہاتھی پیدا ہوا خلافِ دواب

اکل و شرب و جماع کے اسباب
نہیں ہوتے کسی طرح بھی خراب

بے تکلف اِسے میسر ہیں
جس طرح چاہیے میسر ہیں

صنع خلق زرافہ کا ہے بیان

کر ذرا خلقتِ زراف میں غور
دیکھ اعضا کے اختلاف کا طور

اِس کے اعضا نظر جو آتے ہیں
مختلف دَابّوں کے پائے ہیں

گھوڑے کا سر ہے اونٹ کی گردن
گائے کی کمر میں شیر کا ہے بدن

کہتے ہیں یوں مترجمِ ذی شان
باقر مجلسی ، وحیدِ زمان

لغتِ فارسی میں اس کا نام
لکھتے ہیں اس طرح خواص و عوام

کرکے اشتر سے وصل گاؤ پلنگ
نام لیتے ہیں صاحبِ فرہنگ

یوں لغت کی کتب میں ہے لکھا
گرگ و کُفتار سے جو ہو پیدا

سمع کے نام سے وہ ہے مشہور
لکھی ہے سین مہملہ مکسور

میم ساکن ہے عین مہملہ ہے
اس کی خلقت مقام ولولہ ہے

سانپ کی طرح زیست کرتا ہے
کب یہ اپنی اجل سے مرتا ہے

پاؤں سے جب زمین پر دوڑے
پہنچے پرواز مرغ سے پہلے

دوڑنے میں ہے تند صورتِ باد
اور جستے میں تیس گز سے زیاد

غلط عام کا بیان یہ ہے

پھر لکھا اِس مطیعِ خالق نے
صادق القول امامِ صادق نے

فرقہ اک جاہلوں کا ہے ایسا
کہتے ہیں سمع یوں ہوا پیدا

ہوئے ہیں جفت ایک مادہ سے
کتنی صورت کے کتنے چوپائے ؟

حمل سب کی مقاربت سے رہا
ایسا حیوان یوں ہوا پیدا

کہتے ہیں اِس طرح سبب اس کا
مختلف چارپایۂ صحرا

چشمے پر آکے جمع ہوتے ہیں
پیاسے گھبرا کے جمع ہوتے ہیں

پھاندتے ہیں سب ایک مادہ پر
ایک مادہ ہے اور کتنے نر

جفت ہوتے ہیں جب وہ نا معدود
ہوتا ہے ایسے جانور کا وجود

تب تو ایک ایک عضو ہی اسکا
ہے انہیں کے مشابہٗ اعضا

قائل اس بات کے ہیں غفلت سے
ہیں یہ بیہودہ گو جہالت سے

صنعتِ حق سے وہ نہیں آگاہ
قدرتِ حق سے وہ نہیں آگاہ

یعنی حیوانوں میں کوئی نہیں اصلا
جفت نا جنس سے نہیں ہوتا

جفت کیا بلکہ اختلاط نہیں
نرس و مادہٗ شتر سے کہیں

اونٹ ہوتا نہیں ہے گائے سے جفت
کب ہوا شیر نیل گائے سے جفت؟

ہاں اگر ہوں مشابہٗ خلقت
جفت ہونے کی ان کے ہے صورت

دیکھ جیسے دراز گوش کا نر
پھاندتا پھرتا ہے گھوڑی پر اکثر

گھوڑی پر جب دراز گوش چڑھا
استر ان دونوں سے ہوا پیدا

گرگ کفتار پر اگر پھاندا
ضبع ان دونوں سے ہوا پیدا

ان سے حیوان اگر نکلتا ہے
انہیں کی شکل پر نکلتا ہے

نہیں مثلِ زراف پر اصلا
کئی حیوانوں کے کیے اعضا

بلکہ مجموع تن میں وہ بچّہ
اُنہیں دونوں کی شکل کا ہوگا

تن و پیکر میں جس طرح اَستر
دم و سم ، گوش و سر میں سر تا سر

دُم میں مثل اِس کا ہے نہ گوش میں ہے
بر رخ اسپ و دراز گوش میں ہے

بولنے میں جو ہے شبیہ از بس
ہے صدائے دراز گوش و فرس

اِس سے حال زراف ہے پیدا
کئی حیوانوں سے نہیں نکلا

بلکہ خلقت میں ہے غرائب سے
قدرتِ خالقِ عجائب سے

تا دلالت کرے وہ لوگوں کو
قدرتِ کاملہ مری دیکھو

کون برتر ہے میری قدرت سے ؟ کون باہر ہے میری قدرت سے؟
یہ بھی جانیں کہ خالق اِن سب کا ایک ہے چاہے جو کرے پیدا
چاہے عضوِ دواب نا محدود ایک حیوان میں کرے موجود
جو دکھائے وہ زور قدرت کا متفرق ہوں ایک کے اعضا
جس کو چاہے بڑھائے خلقت میں جس کو چاہے گھٹائے فطرت میں
ہے مشیت وہاں ارادت میں عجز اس کو نہیں ہے قدرت میں
خلقت سمع میں ورائے بدن سن لے وجہ درازیٔ گردن
منشاء و مولد اس کا صحرا ہے سب چراگاہ بھی مہیا ہے
یعنی گردن اگر نہ وہ پاتا کیا درختِ بلند سے کھاتا؟
منہ بہت دور جب بڑھاتا ہے ثمر و برگ و بار پاتا ہے

حکمتِ خلق طرزِ بوزینہ

اے مفضلؑ! ذرا تامل کر بلکہ بے انتہا تامل کر
دیکھ تدبیر خلقت میمون مثل انساں ہے صورت میمون
سر و دو دست و سینۂ میمون مثل اعضا کے کتنے عضو درون
مثل اعضائے آدمی ہیں سب خوب دیکھو تو ویسے ہی ہیں سب
درک وہم اس کو یہ دیئے حق نے ہے اشارے میں اپنے مالک کے
آدمی کا مقلد حرکت مثل انساں ہے خلقت و خصلت
اس طرح کی جو اس کی خلقت ہے اس میں خلاق کی یہ حکمت ہے
دیکھ کر اس کو آدمی سمجھے کہ یہ پیدا ہوا ہے دابہ سے
اپنی خلقت میں پھر کرے تمیز دیکھ لے صنعتِ خدائے عزیز
عقل بھی دی حکیم صانع نے نطق بخشا قدیم صانع نے
سارے حیوانوں سے کیا ممتاز دابوں سے یہ ہوا کیا ممتاز

جو نہ کرتا خدا ہمیں گویا
پاتے فقدان نفس ناطقہ کا

طور حیوانوں کی طرح ہوتے
اور حیوانوں کی طرح ہوتے

چاہیئے اِس کو دیکھ کر انسان
کرے نعمائے حق کا شکر بیان

عقل سے کام حمد کا لے لے
جلد انجام حمد کا لے لے

باوجودیکہ جسم میموں میں
کچھ سوا آدمی سے ہیں چیزیں

انہیں چیزوں سے وہ ہوا ممتاز
آدمی سے اسے کیا ممتاز

ملی دُم اس کو اور موئے بدن
جس سے پوشیدہ ہے سب اس کا تن

دُم و موئے بدن کے ساتھ خدا
عقل و نطق آدمی کے بھی دیتا

نوعِ انساں میں ہوتا وہ شامل
نوعِ انساں میں ہوتا وہ داخل

آدمی مدرکِ حقائق ہے
نطق پایا ہے اِس سے فائق ہے

حکمتِ خلقِ موئے و سُم کا بیان

اور دیکھ اے مُفضّل! دیندار
لطفِ خلاق عالمِ اسرار

دیکھ تشریف موئے حیوانات
چشمِ رحمت ہے سوئے حیوانات

ریشم سے بال سے چھپائے بدن
رنج جاڑے کا تا نہ پائے بدن

بال جاڑوں میں تن کے حافظ ہیں
اور آفات سے محافظ ہیں

کتنے دیکھا شگافتہ سُم ہیں؟
کتنے اک ناشگافتہ سُم ہیں؟

سُم ہیں بہرِ حفاظتِ کفِ پا
حافظِ خار و کِسوَتِ کفِ پا

انگلیاں اور انہیں نہ ہاتھ ملے
پنبہ و پشم کا تنے جس سے

بُنتے یہ کس طرح لباس اپنا؟
نعل کی کفش کی تھی حاجت کیا

تب تو خالق نے کِسوَتِ حیواں
کی ہے ہمزاد خلقتِ حیواں

جئیں جب تک یہی لباس رہے
اِن کے آرام کا اساس رہے

نہ ہو حاجت لباسِ نو کی انہیں
فکرِ تبدیلِ رخت بھی نہ کرے

آدمی کو تو اُس نے کی ہیں عطا
انگلیاں لمبی اور دستِ رسا

ہوش مندی اُنہیں عطا کی ہے
خود پسندی اُنہیں عطا کی ہے

که بنائیں لباس درخت بدن
نہیں خلقت که پائیں کسوتِ تن

اِس طرح کے دیئے جو شغل اِنہیں
اِس میں رکھی ہیں کتنی مصلحتیں

مصلحت پہلی یہ ہے اے عاقل!
فسق و لہو و لعب سے ہوں غافل

جو ہیں ممنوع جو مضرِ عباد
نہ ہوں ان سب سے اس طرح کے فساد

دوسری مصلحت ہے ہو آگاہ
دیدۂ غور سے کر اس کو نگاہ

گرمیاں ہوں که کوئی کارِ اہم
دور تن سے کریں لباس اُس دم

ہو جو ایذا گزند سر پا کی
پہنیں پوشاک تا نه ہوں شاکی

اِن کو اِن صورتوں میں راحت ہے
رخت ہو جزوِ تن قباحت ہے

تیسری مصلحت بھی تُو سن لے!
پہنیں جب رنگ رنگ کے کپڑے

کفش ہو موزہ ہو که عمامہ
پائیجامہ وہ پہنیں یا جامہ

اُن کی تبدیلی کا خیال کریں
خواہشِ زینت و جمال کریں

کہوں میں تجھ سے مصلحت چوتھی
اس میں رکھے معاشِ خلقت بھی

کہیں تو روئی دُھنیے دُھنتے ہیں
کہیں کپڑے جولاہے بُنتے ہیں

کتنے اِک کاتنے میں جیتے ہیں!
کہیں درزی لباس سیتے ہیں

شالیں بنتے ہیں شال باف اکثر
کہیں چھیپی ہے چھینٹ تھانوں پر

کفش گر کفشِ پا بَناتے ہیں
موزہ ساز اپنا فن دکھاتے ہیں

مول لیتے ہیں لوگ اِن سب سے
منتفع ہوتے ہیں سب اِس ڈھب سے

یونہی تحصیلِ مال کرتے ہیں
صرف قُوتِ عیال کرتے ہیں

دیکھ حیوانوں نے یہ پائے لباس
بَر و مُو اِن کو ہیں بجائے لباس

کون ان کے بنائے موزہ و کفش؟
پائے میں سم بجائے موزہ و کفش

حال اموات و مرگِ جانوراں

فکر کر اے مُفضّل! خوش ذات
دیکھ اِس خلقتِ عجیب کی بات

حق تعالیٰ نے چارپایوں کو
دی ہے روزِ ازل سے ایسی خُو

جب ہوا وقت موت کا معلوم
ہوتے ہیں آدمی سے نامعلوم

آدمی اپنے مردوں کو جیسے
دفن کرتے ہیں خاک کے نیچے

اور اگر یہ نہیں تو پھر ہے کہاں؟
میت چار پایہ و مرغاں؟

نہ درندوں کے مردے ملتے ہیں
نہ گزندوں کے مردے ملتے ہیں

اور اِن کے سوا بہت حیواں
کسی کی میّت کا نہیں ہے نشاں

اور یہ بھی نہیں کہ تھے تھوڑے
نظرِ آدمی سے جاکے چھپے

کہیے انسانوں سے جو ان کو سوا
جھوٹ اس بات میں نہیں اصلا

نہیں دیکھا ہے تونے صحرا میں
نہیں دیکھا جہاں دنیا میں

ہرنوں کی باگڑیں تو گینڈوں کے غول
پھرتے ہیں دشت دشت ڈانواں ڈول

گاؤ گو ہی کہیں بزِ وحشی
اور اصنافِ وحش بے گنتی

شیر و گرگ و پلنگ یا کفتار
سبع ایسے کئے کروڑ ہزار

زیر و پنہائے ارض کے حشرات
اور بالائے ارض کے حشرات

ایک شمہ سنا درندوں کا
تھوڑا سا حال سن پرندوں کا

زاغ بط قَرقَرا کبوتر قاز
نرستی شکرہ بَاشہٗ بھری باز

ان کا مُیتا نظر نہیں آتا
ان کا جیفہ نظر نہیں آتا

مگر اس طرح پاتے ہیں میتا
کسی صیاد نے شکار کیا

جتنے ہیں کوہ و دشت میں حیواں
پاتے ہیں اپنی موت کے جو نشاں

جائے پنہاں میں جاکے چھپتے ہیں
موت کا وقت پا کے چھپتے ہیں

وہ کنارہ اگر نہ کو جائیں
مُردوں سے سطحِ دشت بھر جائیں

متعفن ہو بوئے بد سے ہوا
آدمی ہوں مریض آئے وبا

دفنِ اموات پر نظر کر تو
اس نئی بات پر نظر کر تو

دیکھ تو قدرت خدائے جلیل
جبکہ قابیل سے ہوا ہابیل

دفن سے کب یہ خلق محرم تھی
ان دنوں ابتدائے عالم تھی

حکم خالق سے مرغ آئے دو
ایک نے مار ڈالا دوسرے کو

مار کر خاک میں چھپا ڈالا
یونہی قابیل نے بھی دفن کیا

حق تعالیٰ نے کس طرح یہ بات
کی ہے مجبولِ طبع حیوانات

اس لیے ہے یہ خوئے حیوانات
ہوئے میّت سے خلق پائے نجات

حالِ عقلِ بہائمِ دنیا

اے مفضّل! تو چشمِ دل سے دیکھ
قدرتِ ایزدی کے نقشے دیکھ

رکھی کیا زیرکی بہائم میں
جانتے ہیں وہ اپنی مصلحتیں

راہِ عقل و صلاح ظاہر کی
راہِ لطف و فلاح ظاہر کی

اپنے انعام و لطف شامل سے
پرورش سے ، عطائے کامل سے

وہ تفکر سے کچھ نہیں آگاہ
وہ تدبر سے کچھ نہیں آگاہ

اس کا مخلوق کوئی تا نہ رہے
بے نصیب اس کے خوان نعمت سے

خلق پر جتنی اس کی رحمت ہے
یہ علیٰ قدرِ قابلیت ہے

جس طرح نوع وحش میں گینڈے
سانپ کو کھا کے ہوتے ہیں پیاسے

رنجِ فرطِ عطش وہ سہتے ہیں
پانی پینے سے باز رہتے ہیں

کہ مبادا وہ زہرِ پانی سے
پھیل کر ان کے جسم میں چھٹکے

لقمۂ اژدہائے خاک نہ ہوں
کہیں اِس زہر سے ہلاک نہ ہوں

چشمۂ آب کے کنارے پر
بیٹھے فریاد کرتے ہیں اکثر

اور پانی ذرا نہیں پیتے
پیاس میں بیٹھے رہتے ہیں جیتے

چیختے ہیں گوزنِ تشنہ جو
پیاس بے چین رکھتی ہے اِن کو

دیکھ تو اُس حکیم کی قدرت
جس نے دی یہ بہیم کو عادت

پیاس ایسی ہو اور صبر کرے
جانور اختیار جبر کرے

لو پئے شربِ آب مرتا ہے
خوف اس کے ضرر سے کرتا ہے

آدمی میں تمیزِ کامل ہے
رتبہٗ عقل اس کو حاصل ہے

ہو مضر کی جو اس قدر خواہش
نہ کرے وہ کبھی غمِ کاہش

ہو طرح کا اگر ہو خوفِ ضرر
نہ رکے اپنی خواہشوں سے بشر

حالِ روباہ کا بیان یہ ہے

حالِ روباہ تجھ سے کہتا ہوں
صنع اللہ تجھ سے کہتا ہوں

جبکہ طعام اسے نہیں ملتا
یوں بچھاتی ہے دام مکر اپنا

مردے کی طرح لیٹ جاتی ہیں
سانس سے پیٹ وہ پھلاتی ہیں

جب پرندے ادھر گرتے ہیں
مردہ اس کو خیال کرتے ہیں

طمعِ اکلِ گوشت سے اکثر
بیٹھ جاتے ہیں اُس کے جثے پر

تب وہ روباہ جست بھرتی ہے
اُن پرندوں کو صید کرتی ہے

جس خدا نے اُسے یئے روزی
کیا محتاج اور عقل نہ دی

نطق سے اُس کو بے نصیب کیا
صید کرنے کا زور اُسے نہ دیا

بس وہ مشغول اِس شکار کی ہے
طبع مجبول اس شکار کی ہے

یعنی روباہ نے توانائی
مثل شیر و پلنگ کب پائی؟

طاقت ایسی کہاں ملی ہے اِسے؟
صید پر مثلِ شیر زور کرے

دی ہے رازق نے اس کو دانائی
عوض طاقت و توانائی

مکر و صبر و سکوت کرتی ہے
یونہی تحصیلِ قُوت کرتی ہے

حال دلفین کا بیان کیا

کروں تجھ سے حکایتِ دلفین
دیکھ کید و فطانت دلفین

ہے بحارِ عرب کا وہ حیواں — عقل میں ہے غضب کا وہ حیواں
اس کو پانی میں جب ہوا منظور — کھانے کے واسطے شکارِ طیور
ایک مچھلی ہلاک کرتا ہے — پیٹ مچھلی کا چاک کرتا ہے
اس کو کرتا ہے روئے آب عیاں — نیچے مچھلی کے ہوتا ہے یہ نہاں
اور پانی کو دیتا ہے حرکت — تا نہ ہو خود عیاں کسی صورت
جانور آتا ہے ہوا سے جو — ماہیٔ مردہ صید کرنے کو
زیرِ ماہی سے جست کرتا ہے — صاف طائر کو صید کرتا ہے
دیکھ تو کس سبب سے یہ حیوان؟ — جانتا ہے شکار کا عنوان
کس سے ہاتھ آیا حیلۂ روزی ؟ — کس سے پایا وسیلۂ روزی ؟

افعی و ابر کا ہے اب مذکور

سن کے یہ عرض کی مفضّل نے — یہ بھی اے پیشوا! خبر مجھے دے!
افعی و ابر کا ہے کیونکر حال — کہدے جو کھل گیا ہے تجھ پر حال
خازنِ مخزنِ یقیں نے کہا — نائبِ حق کے جانشیں نے کہا
کہ موکل ہے ابر افعی پر — تانہ چھوڑے اسے جب آئے نظر
ہے جس انداز سنگِ مقناطیس — جاذبِ آہن اے ہمارے انیس!
فصلِ بارش میں اژدہے اکثر — سر نہیں کرتے غار سے باہر
جبکہ آتی ہے فصلِ تابستاں — اور ہوتا نہیں ہے ابر عیاں
قیدِ آزار سے نکلتے ہیں — اژدہے غار سے نکلتے ہیں

حالِ عرضِ مفضلِ با ہوش

کی مفضّل نے عرض اے مولا! — ابر کیوں دشمن اژدہے کا ہوا؟
اُس سے کہنے لگے شہِ شاہاں — بہرِ دفعِ مضرتِ انساں
کہتا ہے یوں مفضّل دیندار — عرض کی میں نے اے شہِ ابرار!

مجھ سے حالِ دواب فرمایا
قصہ لا جواب فرمایا

اُن کی خلقت میں جو غرائب تھے
اُن کی فطرت میں جو عجائب تھے

کہ کفایت کنندہ حالِ دواب
ہے بنے عبرت اولی الالباب

چاہتا ہوں کہ آپ فرمائیں
خلقِ مُور و طیور کی وجہیں

سن کے عرضِ سخن مُفضّل سے
کیا ارشاد امامِ صادق نے

دیکھ صنعِ خدا تامل کر
جثہ مورچہ ہے لاغر تر

کن کن اعضا میں ہے کمی آیا؟
طورِ نقصِ صلاح کچھ پایا

ہے کہاں سے یہ خوبیِ تقدیر؟
کس کی ایسی ہے صنعت تصویر

کون ہے قادر قوی ایسا؟
کیا مورِ ضعیف کو پیدا

اُس مدبر کی تھی مگر تدبیر
ہے اسی کی یہ خوبیٔ تصویر

ایک ہے جس کو ہر صغیر و کبیر
ایک ہے جس کو ہر جلیل و حقیر

دیکھ انواعِ خلقتِ موراں
دیکھ افواج و کثرتِ موراں

وہ بھی فاقہ کشی سے ڈرتی ہیں
کس طرح قُوت جمع کرتی ہیں

متفق وہ گروہ جاتے ہیں
دانے اپنے گھروں میں لاتے ہیں

متفق ہو کے جس طرح انساں
کریں نقلِ طعام کا ساماں

بلکہ جو اہتمام اِن کا ہے
کہیں انسانوں سے زیادہ ہے

نہیں تو دیکھتا کہ یہ کیونکر؟
ہو کے یار و مدد یک دیگر

لاتے ہیں دانے اپنے روزن میں
جیسے انسان کنجِ مسکن میں

ایک دانے کو کرتی ہیں دو دو
تانہ اگنے لگے نہ ضائع ہو

دانوں میں پاتی ہیں کہیں جو نمی
یا کہ سوراخوں میں گیا پانی

دانے باہر نکال لاتی ہیں
اور اُنہیں دھوپ میں سُکھاتی ہیں

ڈھونڈتی ہیں بلند تر روزن
ہو گزرگاہ سیل کا مامن

ہے نشیب و فراز میں انہیں فرق   نہ ہو روزن و نورِ آب سے غرق
بے تفکر یہ کام کرتی ہیں   بے تدبر یہ کام کرتی ہیں
ہے خدا سے مگر انہیں الہام   کرتی ہیں اپنی مصلحت کے کام
یہ فقط اُس کا لطفِ کامل ہے   یہ فقط رحمت اُسکی شامل ہے

اِس جگہ ہے بیان شیر مگس

دیکھ اِس جانور کو غور سے اب   کہتے ہیں اس کو اہلِ عرب
دوسرا بھی بتا دوں اِس کا نام   کہ ہے شیر مگس زباں زدِ عام
دیکھ قدرت کہ حق تعالیٰ نے   کیا دیا حیلۂ معاش اِسے
دیکھ لیتا ہے جب کوئی مکھی   آکے اِس کے قریب بیٹھ گئی
تھوڑی دیر اُس کو دیتا ہے مہلت   آپ بنتا ہے مردے کی صورت
اور ہلتا نہیں یہ عربدہ جُو   تاکہ وہ مطمئن ہو غافل ہو
حرکت پھر وہ کرتا ہے ہموار   تا کسی طرح وہ نہ ہو ہشیار
جب پہنچتا ہے اس جگہ جاکے   کہ اسے ایک جست میں پائے
گھات وہ پا کے جست کرتا ہے   صید کا بندوبست کرتا ہے
زور سے اُس میں گاڑتا ہے قدم   کہ نہ پائے نجات ہو بے دم
تھامے رہتا ہے اپنے صید کو چست   جب اسے پاگیا ضعیف و سست
تب اسے پارہ پارہ کرتا ہے   صید سے اپنا پیٹ بھرتا ہے

ہوتا ہے حالِ عنکبوت بیان

اور سُن حالِ عنکبوت ذرا   گھر جو تنتی ہے جال ہے گویا
ہے شکارِ مگس کا حال ایسا   کہ چھپاتی ہے بدن اپنا
جالے میں مکھی کو جو پاتی ہے   آپ نزدیک اس کے جاتی ہے
دمبدم اُس کو کاٹ کھاتی ہے   زندگانی کی جاٹھ کھاتی ہے

نقل اس طرح کرتا ہے عالم
چرغ و سگ کے شکار کا عالم

جس طرح عنکبوت و شیر مگس
جال بننے میں کرکے ضبط نفس

یونہی سب فکرِ کار کرتے ہیں
سب درندے شکار کرتے ہیں

اِن ضعیفوں کا حال کر تو نظر
مکڑی میں لیث میں تامل کر

کس طرح اُس حکیمِ مطلق نے؟
حیلہٴ صید اِن کو سکھائے

اور تحصیل رزق ان سب کا
اِنھیں حیلوں میں اِن سبھوں کو ملا

آدمی ہو جو ساری عمر خراب
نہ کرے یوں شکار بے اسباب

اور ان چیزوں کو حقیر نہ گن
جن سے عبرت تجھے ہوئی ممکن

کب امورِ معظمہ کی مثال؟
ہے امورِ محقرہ سے محال

کیونکہ اکثر مثال دیتے ہیں
جب معانی نفیس لیتے ہیں

احقر اُن کو ہوئے مشبہ بہٖ
نہیں مقبوح جانتے کہ دمہ

اب مترجم نے یوں بیان کیا

ہے کلامِ مترجمِ مرحوم
ہے کلامِ مجید میں مرقوم

شرم کرتا نہیں خدائے قدیر
اِس مثل سے جو ہو ضعیف و حقیر

قبح کیا ہے مشابہت جو وہ دے؟
پشہ سے یا ضعیف پشہ سے

حکمتِ خلقِ طائران ہوا

پھر یہ اس رہنما نے فرمایا
کر مفصّل تامل اس میں ذرا

دیکھ جسمِ پرندگانِ ہوا
خلقت و طبعِ طائرانِ ہوا

جسم اِن کا سبک کیا پیدا
اِن کا جثا سبک کیا پیدا

خلقت اِن کی مدور و درہم
لطفِ پرواز تا نہ ہو برہم

اور حیوان چارپائے ہیں
پاؤں دو طائروں نے پائے ہیں

پانچ پانچ انگلیاں ہیں اوروں کو
چار چار انگلیاں ہیں اڑتے ہیں جو

دفعِ سوزشِ و بول کی خاطر
ایک سوراخ کردیا ظاہر

سینہ باریک و تند اِن کا ہوا
تا مشقت نہ ہو جو چیریں ہوا

جیسے آب بحار چیرنے کو
صورت سینہ و سفینہ ہو

بال و دم میں بنائے پر لمبے
ہیں وہ آلات اس کے اوڑھنے کے

دیئے ان کو خدا نے خلعت پر
خلعت ایسے کہ ٹھیک ہیں تن پر

بھرتی ہے جبکہ ان پروں میں ہوا
ہوتا ہے اس ہوا میں استادا

جب مقرر ہوا کہ جو کچھ کھائے
گوشت یا دانہ نگلے کچھ نہ چبائے

دانت اس کو نہیں ملے اصلا
چونچ لب ہائے خشک ہیں گویا

دانہ یا گوشت جو اٹھاتا ہے
ثابت اس کے گلے میں جاتا ہے

جس حرارت سے بھرگئے بوٹے
بڑھ کے ہے معدے کی حرارت سے

کب چبا کر غذا وہ کھاتا ہے
اس حرارت سے بر پچاتا ہے

جس طرح دیکھتا ہے تو اکثر
کھائے انگور یا کچھ اور بشر

بیج ثابت براز سے نکلے
نہ چبائے تو کیا ہو ہضم اسے

مرغ دانے نگل کے کھاتے ہیں
بے چبائے ہوئے پچاتے ہیں

ہے مقرر کہ انڈے دیتے ہیں
انڈے اپنے پروں میں سیتے ہیں

انڈوں سے بچوں کو نکالتے ہیں
اور اپنے پروں میں پالتے ہیں

اور حیوانوں کی طرح بچے
حاملہ ہو کے یہ نہیں جنتے

بھرے فرزند سے جو جوفِ شکم
اور جب تک جنیں ہو محکم

تو انہیں بار حمل ہو دشوار
رہیں پرواز کرنے سے بیکار

جزو جو جو ملے پرندوں کو
نہیں خالی صلاح سے سن لو

پھر تامل کر ایسے مرغوں میں
حکمِ پرواز ہے ہوا میں جنہیں

بچوں کے واسطے جو انڈے دیں
سات دن بعض جانور سیئیں

بعض ان میں جو دیتے ہیں انڈے
اپنے دو ہفتے سیتے ہیں انڈے

بعض سیتے ہیں تین ہفتے تک
مدت ان میں سے کم نہیں بیشک

انڈے رکھتے ہیں نیچے بالوں کے
تا نکل آئیں انڈوں سے بچے

بچہ جب تخم سے نکل آیا
پھونکا کرتے ہیں اس کے منہ میں ہوا

تا کشادہ ہو چینہ داں اس کا
اس کا پوٹا بڑھے برائے غذا

پھر غذا ڈھونڈ ڈھونڈ لاتے ہیں
اس کا چارہ اسے کھلاتے ہیں

تا غذا سے وہ تربیت پائے
زندگی پائے تقویت پائے

یہ بتایا ہے کس نے مرغوں کو ؟
اپنے پوٹوں میں دانے جمع کرو

پھر نکالو غذا وہ پوٹے سے
اس غذا سے بھراؤ تم بچے

اس مشقت کی کیوں پڑے عادت ؟
نہیں اصلِ تفکر و رویت

بچوں سے کیا ہے فائدہ اِن کو؟
فکر انجام کی ہے کیا اِن کو؟

آدمی کو ہیں لاکھ منفعتیں
وہ اعانت کریں وہ عزت دیں

کام ماں باپ کا یہ کرتے ہیں
نام ماں باپ کا یہ کرتے ہیں

اِنھی اسباب سے ہوا معلوم
قدرتِ حق ، قادرِ قیوم

طبع طائر کو کرتی ہے مجبول
بے غرض پالنے کا ہے معمول

نہیں ہرگز خیال اصل ان کو
نہیں فکرِ بقائے نسل اِن کو

ہے خدائے علیم کا یہ لطف
ہے خدائے کریم کا یہ لطف

اے مُفضّل! تو دیکھ مرغیوں کو
انڈے دینے سے جبکہ فرصت ہو

غل مچاتی ہیں پر پھُلاتی ہیں
ڈھیلوں پر بیٹھ کر دکھاتی ہیں

باوجودیکہ تخم پاس نہیں
آشیانوں کا کچھ اساس نہیں

دانے چننا ہی چھوڑ دیتے ہیں
منہ غذا سے وہ موڑ لیتے ہیں

پالنے والے ہوتے ہیں ناچار
انڈے رکھتے ہیں لا کے آخرکار

وہ پروں میں سب انڈے لیتے ہیں
بچوں کی آرزو میں سیتے ہیں

حق تعالیٰ نے دی ہے یہ عادت
کہ رہے اِن کی نسل میں کثرت

بے تفکر ہیں ساری یہ باتیں
ہیں جبلّت میں ان کی یہ باتیں

سن کے احوالِ تخم لے عبرت
کہ زیادہ بڑھے تجھسے عبرت

ایک آبِ غلیظ زرد بنا
ایک پانی سفید ہے پتلا

بنتا ہے آبِ زرد سے بچہ
ہے وہ آبِ سفید اس کی غذا

پی کے آبِ سفید پلتا ہے
جب تک انڈے سے وہ نکلتا ہے

کر تامل خدا کی قدرت میں!
صانعِ لَم یُلد کی صنعت میں

حق تعالیٰ نے جب کہ یہ چاہا
محکم اک پوست میں پلے بچہ

پوست ایسا ہو جس میں راہ نہ ہو
بہرِ منفذ کچھ اشتباہ نہ ہو

اس لیے اس میں کی غذا داخل
نکلے جب تک وہ قوت ہو حاصل

بے تکلف مثال سن اِس کی
جس طرح قلعے میں ہو بند کوئی

اور قلعے کے ایسے بند ہوں در
چیز کوئی نہ جا سکے اندر

اتنا آزوقہ چاہیے وہ پائے
کہ رہائی تک اکتفا کر جائے

فکر کر چینہ دانِ مرغاں میں
اور جو کچھ ہوا مقدر انہیں

تنگ تر راہِ سنگ داں ہے تمام
نہیں جاتا ہے ایک بار طعام

جتنا کھائے کہاں سماتا ہے؟
ایک اک دانہ اس میں جاتا ہے

مرغ اگر دانۂ دوم کھائے
پہلا دانہ جب اس میں پہنچائے

اس کو چکھنے میں چاہیے مدت
ایسی لائے کہاں سے وہ فرصت

دانے وہ جلد جلد کھاتا ہے
متواتر پڑا اٹھاتا ہے

ڈر ہے صیادوں کا پرندوں کا
خوف ہے جانور درندوں کا

اِس لئے مثل تو بڑہ حق نے
دیا ہے ایک چینہ دان اِسے

کہ وہ ہے سنگ دان سے پہلے
کھائے جو کچھ وہ اس میں جمع کرے

وہ جو کچھ جلد جلد کھاتا ہے
سب کا سب پوٹے میں سماتا ہے

پھر بتدریج سارے وہ دانے
جاتے ہیں سنگ دان میں سن لے

ہاضم اقتضائے معدہ ہے
سنگ داں اِس کو جائے معدہ ہے

معدہ اس سے غذا کا ہے مسکن
ہو غذا ہضم اور جزو بدن

صنعِ صانع بیان ہوتا ہے
اور بھی نفع چینہ داں میں ہے

ہوئے ہیں بعض جانور محتاج
کہ غذا کا کیا کریں اخراج

کھا کے دانہ کھلائیں بچوں کو
اپنے منہ سے بھرائیں بچوں کو

پوٹے سے سب کے سب نکلتے ہیں
سنگ دانوں سے کب نکلتے ہیں؟

سن کے یہ سب کہا مُفضّل نے
اے مرے شاہ! پیشوا میرے!

ہے مقولہ ملاحدہ کا یہی
بے تدبر ہے بود عالم کی

وہ گماں اس طرح کا کرتے ہیں
وہ بیاں اس طرح کا کرتے ہیں

مزج اخلاط ہے سبب اس کا
اور کوئی سبب ہے کب اس کا ؟

ہیں مقادیر کی جو مختلفات
بے مقدر یہ ہوتے ہیں دن رات

سن کے حضرت نے یہ کیا ارشاد
اے مُفضّل! یہ باتیں ہیں الحاد

رنگ آمیزیاں یہ بو قلموں
پرِ طاؤس کے دروں و بروں

رنگ دراج کے پروں کا دیکھ
مور کے تاج کے پروں کا دیکھ

شکلیں ہر طرح کی برابر ہیں
رنگ وصف و بیاں سے باہر ہیں

جتنے نقاش بے بدل گزرے
کھینچیں ہیں وہ ایسے رنگوں کے

عجز و تقصیر کے ہوئے ہیں مقر
صنعِ تقدیر کے ہوئے ہیں مقر

کون سی طبع بے شعور کی اصل؟
نوع اختلاط کردیا ہے فصل

ہے یہ تقدیر سب مقدر کی
ہے یہ تاثیر سب موثر کی

کس کے فہم و شعور میں آیا؟
جو خدا سے ظہور میں آیا

اس سے ہے برتر و بلند خدا
ملحدوں ظالموں نے جتنا کہا

طائروں کے پروں کو دیکھ ذرا
اِن کو آپس میں کیا مزے سے بُنا

حیرتی ہیں خیال، وہم، گماں
پر ہے ہر ایک بافنی کا نہاں

پردے ہیں یوں بنے ہوئے باہم
کہ ذرا کھولنے سے ہوں برہم

نہیں ہوتے جدا وہ آپس سے
جب تک ان کو ہوا جدا نہ کرے

دیکھ تو مرغ جب ہوا میں اڑیں
روکتے ہیں یہ پر ہوا میں اِنہیں

صفت اور اِن پروں میں یہ بھی ہے
گاؤ دم سیخ اُن میں رکھی ہے

ہے وہ مضبوط اور محکم تر
اس کے دونوں طرف بنے ہیں پر

سختی اس واسطے ملی ہے اِسے
اِن پروں کو وہ راست رہنے دے

پھر مجوف اسے بنایا ہے
جب ہوا جوف بوجھ پھر کیا ہے

تا نہ ہو طائروں کو بوجھ ان کا
نہ ہو پرواز میں فساد ذرا

اے مُفضّل! وہ مرغ بھی دیکھے
پاؤں جن طائروں کے ہیں لمبے

تونے صنعت کا راز پہچانا
نفعِ پائے دراز پہچانا

یہ سبب ہے کہ اکثر اوقات
پانی میں بیٹھتے ہیں دن ہو کہ رات

جسم پائے دراز سے ان کا
رہتا ہے سطحِ آب سے اونچا

چڑھتے ہیں اس کی گھاٹ پر جس آن
قابلِ طعمہ پانی کے حیوان

پاؤں کو کھاٹ سے اٹھاتا ہے
اس طرح اُس کے پاس جاتا ہے

وہ اگر پاؤں مختصر پاتا
جب قدم اٹھتے پانی ہل جاتا

ہوتا پانی سے وصل پیٹ اس کا
اور اس کا شکار ہم کرتا

پاؤں اس واسطے ملے لمبے
کہ وہ اپنے شکار کو پائے

اور سن قدرتِ خدائے قدیر
دیکھ صنعِ طیور میں تدبیر

ملے جس جانور کو پائے دراز
لمبی گردن سے وہ ہے سرفراز

اس لیے دی ہے ایسی گردن اِسے
اپنا طعمہ زمین سے چن لے

لمبی گردن اگر نہ وہ پاتا
دانے کیونکر زمین سے کھاتا؟

پھر کبھی اس دراز گردن پر
چونچ لمبی ملی کر تو نظر

رزق اٹھانا ہو سہل تر اس کو
دانے کھانا ہو سہل تر اس کو

دیکھے جو جزوِ خلقتِ حیواں
پائے تو حکمتِ خدائے جہاں

غور سے کر نظر سوئے کنجشک
دیکھ اے باخبر سوئے کنجشک

اس کے مانند اور جتنے ہیں
کس طرح پھر قُوت اڑتے ہیں؟

کس طرح روز قوت کھاتے ہیں
کس طرح روزی اپنی پاتے ہیں

یہ نہیں ہے کہ قُوت ان سب کا
ہو مہیا و مجتمع یک جا

بلکہ پاتے ہیں سب بشرطِ تلاش
صبح سے کرتے ہیں تلاشِ معاش

یونہی حیوان و خلقتِ انساں
طلبِ رزق میں ہیں سرگرداں

حمد اس رازقِ توانا کا
شکر اس خالق بَرَایاَ کا

جس کا جتنا کیا مقدر رزق
اتنا ہی پایا ہے مقرر رزق

نہ تو ہے بے تلاش اسے ملتا
نہ مہیا ہے ایک جا سارا

اِس میں مرزوق کی فلاح نہیں
پائیں رزق اِس طرح صلاح نہیں

مجتمع رزق پائیں جب حیوان
گر کے کھا جائیں جی کا ہو نقصان
پائیں رزق آدمی جو بے تحصیل
مطمئن ہو جو اکل سے انسان
طاعتوں سے نفور کا ہو دمیان
جس قدر کام ہوں گناہوں کے
مرتکب ہوں فراغِ خاطر سے
جانتا ہے کہ ان کی کیا ہے غذا؟
کیونکر اپنی غذائیں پاتے ہیں
میں نے یہ عرض کی کہ اے مخبر!
ایسی چیزوں سے میں نہیں ماہر
بھید اِن کے سمجھ میں کیا آئیں؟
صادق القول نے کیا ارشاد
مگس شہد و پشہ اور اشباہ
ہیں ملخ ریزہ اور وہ حیوان
رات کو اڑتے ہیں ہوا میں تمام
حد سے قسمیں زیادہ ہیں اِن کی
بہرِ عبرت یہ بات کافی ہے
کرلے صورت مشاہدہ اِس کی
کوٹھے پر روشنی ہو یا گھر میں
جو نہ یہ جانور ہوا میں رہیں

ایسی لذت اٹھائیں جب حیوان
آفتیں پائیں جی کا ہو نقصان
کوئی کب رزق کی کرے تحصیل؟
سیر ہو شکل شکل سے انسان
جرم و فسق و فجور کا ہو دمیان
جتنے اقسام ہوں گناہوں کے
ڈرے باطن سے وہ نہ ظاہر سے
رات کے جو ہیں طائرانِ ہوا
کیا یہ خفاش و بوم کھاتے ہیں!
صدق میں کون تم سا ہے مخبر؟
یہ بھی اسرار کیجئے ظاہر
آپ جب تک نہ لطف فرمائیں
سن کے اِن کے معاش بھی رکھ یاد!
نہیں آسکتے جو حضورِ نگاہ
دیکھ سکتا نہیں جنہیں انسان
نہیں مشہور اِن پرندوں کے نام
اِن سے خالی نہیں جگہ کوئی
اِن کی روزی کو رات کافی ہے
رات کو جب جلا چراغ کوئی
جمع ہوجاتے ہیں یہ دم بھر میں
روشنی کی خبر ہو کیونکر اِنہیں؟

اگر آنے کو ان کے کوئی کہے
دوڑے ہیں جنگلوں سے صحرا سے

بہم یہ اِس کا جواب رکھتے ہیں
سخنِ لاجواب رکھتے ہیں

کرکے طے کس طرح زمانِ قلیل؟
دور سے آتے ہیں بصد تعجیل

روشنی خانۂ مُحوّط کس
دور سے کس طرح نظر آئی

دفعتاً ہوگئے جو یوں یکجا
پاس اِن کے چراغ تھا گویا

اِن کا آنا دلیلِ ساطع ہے
جمع ہونا دلیلِ قاطع ہے

روشنی کی ہوا میں رہتے ہیں
سب جگہ یہ ہوا میں رہتے ہیں

جتنے کرتے ہیں وقتِ شب پرواز
کھاتے ہیں طائران شب پرواز

منہ یہ اڑنے میں کھول دیتے ہیں
اِن کو روئے ہوا سے لیتے ہیں

اڑتے جاتے ہیں کھاتے جاتے ہیں
قُوت اپنا انہیں بناتے ہیں

پھر نظر کر کہ کس طرح اُن کو؟
راتوں کو یہ ہوا میں اڑتے ہیں جو

جانور وسعت ہوا کے ملے
رزق ظاہر ملے چھپا کے ملے

یہ فقط ہے خدا کی رزاقی
ربِ ارض و سما کی رزاقی

اب جو کوئی کرے گماں اِس کا
طائرانِ ہوا میں نفع ہے کیا؟

عاقل اِس کو کہیں گے کب عاقل؟
اِن مصالح سے جو ہوا غافل

کر نظر شپرک کی خلقت کو!
دیکھ تو اِس عجیب صنعت کو

چارپایوں میں اڑنے والوں میں
برزخ اس کو بنا دیا دیکھیں

اڑنے سے ہے یہ طائروں کے نزدیک
پر یہ ہے چارپایوں سے نزدیک

کان چوڑے ہیں دابوں کی مثال
دابوں کے سے دانت ویسے بال

حاملہ ہو کے دیتا ہے بچہ
صاحبِ شیر و بول اِس کو کیا

پاؤں ہیں چار جن سے چلتا ہے
کب کوئی اڑنے والا ایسا ہے؟

وہ خلافِ طیور اڑے شب کو
ہے غذا جانور ہوا میں ہیں جو

بعض لوگوں کو ہے گماں یہی
نہیں غیر ہوا غذا اِس کی

حکمِ تقدیرِ رب سے باطل ہے
ہے گماں دو سبب سے باطل ہے

صاف ہے وجہ اول بطلان
بول وغایط ہے صورتِ انسان

نہیں ممکن کسی طرح حاشا
بول وغایط ہوا سے ہوں پیدا

دوسرا یہ سبب کہ خالق نے
کیا چبانے کو اس کو دانت دیئے!

یہ چبا کو جو کچھ نہیں کھاتا
دانت گویا عبث ہوئے پیدا

باوجودیکہ جو ہوا پیدا
کچھ نہ کچھ کام کو ہوا پیدا

خلقتِ شپرک کی مصلحتیں
طائرِ مشترک کی مصلحتیں

ہے ضروری کہ لوگ سب جانیں
تا عنایاتِ صنعِ رب جانیں

فضلۂ شپرک جو ہوتا ہے
جزو اعمال و ادویہ کا ہے

شپرک اعظمِ مصالح ہے
اِس کی ہستی کا لطف واضح ہے

اِس کے ہونے سے یہ ہوا ظاہر
خلقِ انواع پر وہ ہے قادر

جس طرح چاہے جو کرے پیدا
جیسا منظور ہو کرے پیدا

خلقتِ ابن نمرہ دیکھ ذرا
کہ وہ چڑیا سے ہے بہت چھوٹا

قصد جو انڈے دینے پر باندھا
گھونسلا شاخِ نخل پر باندھا

آشیانے سے جب ہوئی فرصت
دیئے انڈے بموجبِ عادت

ایک دن جا پڑی جو اِس کی نگاہ
دیکھا آتا ہے ایک مارِ سیاہ

آشیانے کے پاس منہ کھولے
چاہتا ہے کہ نگلے سب بچے

ہوگیا بیقرار دیکھ کے حال
ہوئی دفعِ ضرر کی فکر کمال

گوکھرو پر نظر پڑی ناگاہ
ہوا الہامِ حق سے وہ آگاہ

چونچ میں دانہ گوکھرو کا لیا ۔۔۔ دہنِ مار میں وہ ڈال دیا
دہن میں گوکھرو چبھا جاکر ۔۔۔ رہ گیا اضطراب دل پاکر
گر پڑا خاک پر درخت سے سانپ ۔۔۔ مرگیا اِس کے عین بخت سے سانپ
اِس کو بے اختلاف مار لیا ۔۔۔ سانپ کو اس نے صاف مار لیا
پہلے سرِّ نہاں یہ فرمایا ۔۔۔ آپ نے بعد ازاں یہ فرمایا
ہم جو اس بات کی نہ دیتے خبر ۔۔۔ بھید کھلتا یہ کس طرح تجھ پر
کہ خَسَک سے یہ نفعِ اعظم ہے ۔۔۔ بہرِ عبرت یہ بات کیا کم ہے؟
ایسا مرغِ ضعیف یہ تدبیر! ۔۔۔ جثہ ایسا نحیف یہ تدبیر!
اس طرح کا یہ جانور چھوٹا ۔۔۔ اور اس سے یہ نکلے کام بڑا
اس پرندے نے کس سے پائے حواس؟ ۔۔۔ ایسے جو سانپ کے اڑائے حواس
ٹھہرے اتنی نہ تاب تن میں رہے ۔۔۔ حسرتِ مار من کی من میں رہے
سیکڑوں چیزوں میں ہیں منفعتیں ۔۔۔ سننے سے کھلتی ہیں یہ مصلحتیں
یا کرے امتحان تب جانے ۔۔۔ کس طرح کوئی بے سبب جانے

حکمتِ خلقتِ زنابیرِ عسل

مگسِ شہد میں تفکر کر ۔۔۔ اُس کی تدبیر میں تدبر کر
مگسِ شہد کا تو دیکھ انبوہ ۔۔۔ مجتمع ہوتے ہیں گروہ گروہ
کیا مزے شہد کے دکھاتے ہیں! ۔۔۔ کیا بنا چھتے کی بناتے ہیں!
کیا منافع ہیں! کیا حلاوت ہے! ۔۔۔ کیا غرابت ہے! کیا لطافت ہے!
باوجودیکہ خود ہیں بے ادراک ۔۔۔ نیک و بد میں انہیں تمیز خاک!
ایسے نا فہموں سے ہوں ایسے کام ۔۔۔ یہ خدا کی طرف سے ہے الہام
طبعِ زنبور کو کیسا مجبول ۔۔۔ کام اِس کا نہیں ہے کوئی فضول
کارِ بے مصلحت تَوَہُّم ہے ۔۔۔ یہ فقط بہرِ نفعِ مردم ہے

حکمتِ خلقتِ مَلخ سنیے

دیکھ تو خلقتِ ملخ بھی ذرا — اس کی خلقت کو صنعتوں سے بھرا
کتنے اِس کے ضعیف ہیں اعضا! — کیا لطیف و نحیف ہیں اعضا!
پائی ہے اِس نے کیا توانائی! — ہے بشر سے سوا توانائی
خلقت اس کی ضعیفِ اشیا ہے — کثرت انسان سے زیادہ ہے
جس طرف ان کی فوج جاتی ہے — ہوش انسان کے اڑاتی ہے
جو کوئی بادشاہ ذی شوکت — صاحبِ تخت و صاحبِ سطوت
صاحبِ حکم و صاحبِ تدبیر — اپنے لشکر کا لے کے جمِ غفیر
شہر و باغ آفتِ ملخ سے بچائے — دور کرنے میں ان کے گھبرا جائے
کیا نہیں یہ دلائلِ قدرت؟ — کیا نہیں یہ فضائلِ قدرت؟
اضعفِ خلق جس طرف جائیں — دفع میں جو قوی ہیں گھبرائیں
کر نظر اے مُفضّل! ان کی طرف — کر ذرا فکرِ اکمل ان کی طرف
ان کو جس شہر کی ملے رخصت — سیل کی طرح کرتی ہیں حرکت
ان سے بھرتے ہیں کوہ و دشت و جبل — بھرتے ہیں شہر و قریہ و جنگل
اتنی افراط سے یہ آتی ہیں — نورِ مہرِ فلک چھُپاتی ہیں
نو بہ نو ایسی ہیں اگر ان کو — ابر دیکھے تو پانی پانی ہو
جو بناتا انہیں کوئی صانع — ہوتا اسبابِ صنع کا جامع
متفق ہوتی بلکہ سب خلقت — ان کی صنعت میں کرتی جمعیت
کرتے محنت اگر کروڑوں سال — پاتے فرصت بشر کروڑوں سال
ممتنع تھا کہ سب بنا سکتے — عشرِ اعشار کب بنا سکتے
صنعتِ خاص پر گواہ یہ ہیں — ذرۂ قدرتِ اله یہ ہیں
کیا بشر کُنہِ ذاتِ حق پائے — جب نہ کُنہِ صفاتِ حق پائے
تو اسی بات سے کر استدلال — دیکھ تدبیرِ ایزدِ متعال

اس سے باہر نہیں کوئی ممکن　　کب ہو واجب کا مدعی ممکن ؟

جس کو دیکھا اسی کی صنعت ہے　　جس کو پایا اسی کی قدرت ہے

قدرتِ حق ہے بے حساب و شمار　　کس کی طاقت جو کرسکے انکار؟

حکمتِ ماہیانِ بحار

خلقتِ ماہیانِ دریا دیکھ !　　ان عجائب کا بھی تماشا دیکھ!

ہیں جدا سب سے مچھلیوں کے عضو　　جو مناسب ہوئے وہ پائے عضو

نہ کئے پاؤں اس لیے پیدا　　کہ وہ چلتی نہیں کبھی رستہ

پانی میں گھر بنا دیا اُن کو　　کچھ نہیں احتیاجِ پا اُن کو

نہ دیا پھیپھڑا اسی سے اُنھیں　　کہ نفس پانی میں نہ کھینچ سکیں

عوض پا بنا دیئے دو پر　　پہلوؤں میں وہ دونوں پر ہیں مگر

کشتیاں جیسے لوگ کھیتے ہیں　　دونوں ڈانڈوں سے کام لیتے ہیں

پروں سے دوڑتی ہے یوں مچھلی　　جیسے ڈانڈوں سے چلتی ہے کشتی

وصل اس کے بدن سے چھلکے ہیں　　اس کے پیوستہ تن سے چھلکے ہیں

حلقہ ہائے زرہ کی صورت ہیں　　حافظِ رنجِ آب و آفت ہیں

ہے بصارت بہت ضعیف اُس کی　　ہوتا ہے مانعِ نگہ پانی

قوتِ شامہ اسے دی ہے　　دور سے بوئے طعمہ پائی ہے

یہ قوی شامہ نہ پائے اگر　　رزق کب پائے وہ ضعیف نظر؟

دہن و گوش کے ہیں منفذ ایک　　مخرجِ آب اور ماخذ ایک

منہ جو پانی سے وہ پھسلاتی ہے　　کانوں کی راہ سے گراتی ہے

اس کے آرام کا یہ شغل بنا　　مرغ کھاتے ہیں جس مزے سے ہوا

دیکھ اللہ کی ذرا صنعت　　نسلِ ماہی کی کیا ہی ہے کثرت !

بے نہایت ہیں پیٹ میں انڈے　　لاکھوں ہی ہوتے ہیں انہیں انڈے

گن سکے کیا کوئی فراست سے — نہیں ہوتا شمار کثرت سے
سبب افراط کا سناتا ہوں — لطفِ سرِ نہاں بتاتا ہوں
جانور کی ہزاروں ہیں اقسام — مچھلیاں کھاتے ہیں بجائے طعام
تا بہ حدے کہ کچھ درندے بھی — جنگلوں میں ہے بود و باش اُن کی
بیٹھتے ہیں کنارِ آب اکثر — مچھلیاں اُن کو آتی ہیں جو نظر
بے تکلف شکار کرتے ہیں — بھوک میں اپنے پیٹ بھرتے ہیں
کیا بشر ؟ کیا درندہ؟کیا طائر؟ — صیدِ ماہی سے کون ہے قاصر؟
جنس نا جنس سب کو بھاتی ہے — مچھلیاں مچھلیوں کو کھاتی ہیں
جب یہ ٹھہریں غذائے حیوانات — ہوئیں پیدا برائے حیوانات
اور حیوانوں سے جو کم ہوتیں — نہ برائے دوا بہم ہوتیں
ہوئی صانع کی خواہشِ تدبیر — نکلیں ہر بطن سے کثیر کثیر
تُو جو چاہے کہ ہو نمود و عیاں — وسعتِ حکمتِ خدائے جہاں
اور منظور تجھ کو ہو یہ بھی — علمِ انساں کی جانے کوتاہی
چشمِ عبرت سے دیکھ سوئے بحار — ہے ہر اک قطرہ آبروئے بحار
مچھلیاں دیکھ اور حیوانات — کہ جو پانی میں رہتی ہیں دن رات
صدف و لطفِ گوہر و مرجاں — کی ہیں پانی میں صنعتیں جو عیاں
کس نے اصناف ان کی جانے ہیں؟ — کس نے حصر و شمار پائے ہیں؟
مگر اُتنے کہ جن سے کام پڑے — سب کو محسوس اُس قدر ہوں گے

خلق قرمز کی صنع کا ہے بیان

قرمز اصناف کرم میں ہے ایک — ساکن بحر وہ بھی ہے نے ایک

بات رنگین یہ ملی تھی نئی
اس سے سیکھیں ہیں لوگ صبّاغی

ایک کتا گیا لبِ دریا
اُس نے قرمز کا گوشت کچھ کھایا

بھر گیا سارے منہ میں اس کا لہو
ہوئی رنگین جلد ظاہر روُ

لوگوں نے منہ جو کتے کا دیکھا
سب نے اُس رنگ کو پسند کیا

رنگتیں اس کی سب فروغ ہوئیں
رنگ آمیزیاں شروع ہوئیں

اور اس کی نظیر میں لاکھوں
یاد انسان کو کہاں تک ہوں؟

یونہیں پیدا ہوئی ہیں مبتدعات
ایسی چیزیں ہیں اصل مخترعات

یوں مفضل نے پھر بیان کیا
جب کلام اس مقام پر پہنچا

دفعتاً آگیا نماز کا وقت
آیا طاعات بے نیاز کا وقت

عالم علم باطن و ظاہر
اٹھے فوراً نماز کی خاطر

کیا ارشاد صبح دم آنا
رکھیو یہ یاد صبح دم آنا

اپنے گھر میں چلا بصد شادی
بے خط میں چلا بصد شادی

مبتہج تھا بہت بہت مسرور
ہوئی حاصل مسرتِ مُوفُور

کیا عجائب سنے تھے مولا سے!
کیا غرائب سنے تھے مولا سے!

کیا عجب شان کی مسرت تھی!
ان کے فیضان کی مسرت تھی

یہ جو پائی تھی نعمتِ عظمیٰ
ہاتھ آئی تھی نعمتِ عظمیٰ

وصف کرتا تھا حق تعالیٰ کا
شکر تھا خالقِ توانا کا

تا سحر میں سرور سے سویا
رات بھر میں سرور سے سویا

بات رنگین یہ ملی ہے نئی   اس سے سیکھیں ہیں لوگ صبّاغی

ایک کتا گیا لبِ دریا   اُس نے قرمز کا گوشت کچھ کھایا

بھر گیا سارے منہ میں اس کا لہو   ہوئی رنگین جلد ظاہر رُو

لوگوں نے منہ جو کتے کا دیکھا   سب نے اُس رنگ کو پسند کیا

رنگتیں اس کی سب فروغ ہوئیں   رنگ آمیزیاں شروع ہوئیں

اور اس کی نظیر میں لاکھوں   یاد انسان کو کہاں تک ہوں؟

یونہیں پیدا ہوئی ہیں مبتدعات   ایسی چیزیں ہیں اصل مخترعات

یوں مفضل نے پھر بیان کیا   جب کلام اس مقام پر پہنچا

دفعتاً آگیا نماز کا وقت   آیا طاعات بے نیاز کا وقت

عالم علم باطن و ظاہر   اٹھے فوراً نماز کی خاطر

کیا ارشاد صبح دم آنا   رکھیو یہ یاد صبح دم آنا

اپنے گھر میں چلا بصد شادی   بے خط میں چلا بصد شادی

مبتہج تھا بہت بہت مسرور   ہوئی حاصل مسرتِ مُوفُور

کیا عجائب سنے تھے مولا سے!   کیا غرائب سنے تھے مولا سے!

کیا عجب شان کی مسرت تھی!   ان کے فیضان کی مسرت تھی

یہ جو پائی تھی نعمتِ عظمیٰ   ہاتھ آئی تھی نعمتِ عظمیٰ

وصف کرتا تھا حق تعالیٰ کا   شکر تھا خالقِ توانا کا

تا سحر میں سرور سے سویا   رات بھر میں سرور سے سویا

ہوتی ہے مجلس سوم آغاز

دوسری نظم ہوچکی مجلس
اب میں لکھتا ہوں تیسری مجلس

کہتا ہے یوں مفضّل دیندار
تیسرے دن کی صبح کو اک بار

دوڑتا میں گیا حضورِ امام
پائی پا بوسیٔ امامِ انام

جب وہ شہنشہِ عرب بیٹھا
میں دو زانو بصد ادب بیٹھا

فرطِ عیش و فرح سے فرمایا
آپ نے اس طرح بیان کیا

حمد و شکر اس خدا کو ہے زیبا
اپنے بندوں میں جس نے ہم کو چنا

لیا حاکم ہمیں کو عالم پر
نہ دیا اور کو شرف ہم پر

معرفت ہم کو اپنے علم سے دی
تقویت ہم کو اپنے حلم سے دی

ہم سے دوری جو اختیار کرے
پاس اپنے بلائے دوزخ اسے

ہر سخن نخلِ رہنمائی ہے
اِس کی جس جس نے چھاؤں پائی ہے

اُس کا یکجا ہے گلشنِ جنت
اُس کا ماوا ہے گلشنِ جنت

اے مُفضّل کیا بیان و عیاں
سبب عطفِ خلقتِ انساں

اور جو کچھ کہ حق تعالیٰ نے
بہر موجود برو خلقت سے

تا دمِ مرگ و انتہائے فنا
تا فضائے قیامتِ کبریٰ

حال جو کچھ گزر گیا اس پر
لطفِ تصویرِ شکل و جسمِ بشر

وہ بہ تفصیل سب کہا تجھ سے
مختفی کچھ نہیں رہا تجھ سے

جو عجائب ہیں اُس کی حکمت کے
جو غرائب ہیں اُس کی قدرت کے

خلقِ انساں میں خلقِ حیواں میں
صورت و سیرت و تن و جاں میں

اب کہوں اور صنعتیں تجھ سے
حق تعالیٰ کی قدر نہیں تجھ سے

ہیں نشانِ صانعِ قیوم
آسماں آفتاب ، ماہ ، نجوم

دیکھ افلاک و سبعۂ دوار
دیکھ تو صبح و شام و لیل و نہار

فصلِ سرما و موسمِ گرما
یاد ہائے مہیب ہوش ربا

چار عنصر کے دیکھ ملنے کو !
آب و خاک آتش و ہوا میں جو

لطفِ یاراں فقط کہوں کیا میں ؟
سنگ میں کوہ میں معاون میں

تو نباتات دیکھ اور اشجار
اور جو اِن میں ہیں گل و اثمار

عبرتیں لاکھوں اِن میں ظاہر ہیں
صنعتیں لاکھوں اِن میں ظاہر ہیں

فکر کر رنگِ آسماں میں ذرا !
ہیں مصوّر کی صنعتیں کیا ! کیا !!

رنگِ گردوں جو یہ نمایاں ہے
تو موافق ترینِ اَلواں ہے

تربیت اِس سے ہے بصارت کو
تقویت اِس سے ہے بصارت کو

ہے طبیبوں کا قول اِس پر دال
کہ ہو جس کے بصر میں ضعف کمال

دیکھے ایسی کبود چیزوں کو
کہ نہیں تیرگی کے مائل جو

بلکہ تھوڑے طبیبوں کا ہے کلام
پہنچے جس کی بصر میں کندی تام

اُس غار کبود کو دیکھے
جو بھرا ہو تمام پانی سے

پس تفکر کر اے مُفضّل تو !
کچھ تدبر کر اے مُفضّل تو !

کس طرح رنگِ آسماں ہے کبود ؟
اِس طرح رنگِ آسماں ہے کبود

حکمتِ حق کا رنگ شامل ہے
یہ سیاہی سے صاف مائل ہے

پڑے انسان کی ہزار نظر
پر بصارت کو کچھ نہ پہنچے ضرر

حکما جتنے گزرے ہیں دانا
تجربوں سے اُنھوں نے جو چاہا

تُو جو دیکھے خدا کی قدرت کو
صانع بے بدل کی صنعت کو

تجربوں کے موافق آئے نظر
حکمتوں کے مطابق آئے نظر

سب میں ہے حکمتِ خدا ظاہر
سب میں ہے صنعتِ خدا ظاہر

چاہیے سب رہِ حقیقت میں
اہلِ عبرت اسی سے عبرت لیں

بے بصارت تفکر اس میں کریں
سارے ملحد تدبر اِس میں کریں

فکر کر اے مفضّل ! اس میں خوب
دیکھ خورشید کا طلوع و غروب

ہے عجائب دوام لیل و نہار
دیکھ لطفِ قیام لیل و نہار

نہ نکلتا جو آفتاب کبھی
ہوتے باطل امورِ خلق سبھی

کس طرح کرتے لوگ سعی و تلاش؟
ہوتے برباد سب امورِ معاش

رہتی دنیا ہمیشہ تیرہ و تار
پھر نہ پاتے یہ لطفِ عیش نہار

تیرگی سب کو بار ہوجاتی
زندگی ناگوار ہوجاتی

ہیں مصالح بہت عیاں اِس میں
نہیں کچھ حاجتِ بیاں اس میں

کہ مُفادِ طلوعِ مہر اکثر
صاف خورشید سے ہے روشن تر

اس جگہ ہے غروبِ شمس کا حال

دیکھ حالِ غروبِ شمس ذرا !
ہیں ہزاروں منافع اے دانا !

بے غروب آفتاب گر ہوتا
رنج لوگوں کو بیشتر ہوتا

عیش و راحت کے ہیں سبھی محتاج
استراحت کے ہیں سبھی محتاج

نکلیں تا ماندگی سے اِن کے بدن
پائیں قوت حواسِ مرد و زن

قوتِ ہاضمہ قیام کرے
فکر ہضم طعامِ شام کرے

ہاضمے میں نہ ہو فتور ذرا
پہنچے سب کی غذا سوئے اعضا

دن ہمیشہ اگر رہا کرتا
محنتیں آدمی کیا کرتا

حرص سے راحتیں بھلا دیتے
جسم کو آدمی گھلا دیتے

کہ بلا شبہ لوگ ہیں اکثر
مستعد مال جمع کرنے پر

رات کی تیرگی نہ آئے اگر
محنتوں سے نہ باز رہتے بشر

متصل ایسے کام کرتے حریص
کام اپنے تمام کرتے مریض

آمدِ شب کا فائدہ سن اور
ہے یہ نکتہ مقامِ فکر و غور

دھوپ اگر شام کو نہ ڈھل جاتی
پھر تو ساری زمین جل جاتی

کبھی روئیدگی نہ پاتے نبات
ہوتے ضائع تمام حیوانات

پس یہ ہے حکمتِ خدائے قدیر
جو امورِ انام کا ہے خبیر

اِس طرح اُس خدا نے ٹھہرایا
حکمتِ پاک کو بھی ہے بھایا

رہے خورشید کو طلوع و غروب
ہے نظامِ جہاں کا یہ اسلوب

سب جلاتے ہیں جس طرح یہ چراغ
بار پاتے ہیں جس طرح یہ چراغ

جب وہ کاموں سے پاتے ہیں فرصت
تب چراغوں کو کرتے ہیں رخصت

سب یہ بہرِ نظامِ عالم ہے
سبّبِ انتظامِ عالم ہے

گردشِ مہر میں تفکر کر
اُس کے پست و بلند پر ہو نظر

اِس کی تاثیر سے تو ہو ماہر
چار فصلیں ہیں مختلف ظاہر

اُس مدبر کی ہے عیاں تدبیر
حبّذا قدرتِ حکیمِ قدیر

آکے جاڑا جو جاتی ہے گرمی
دخل باطن میں پاتی ہے گرمی

تا نبات و شجر میں اے دانا!
مادے میوے کے ہوں سب پیدا

جب حرارت ہوا میں آتی ہے
تو کثافت ہوا میں آتی ہے

۔۔۔۔۔ کے سامان کرتی ہے پیدا
اور باران کرتی ہے پیدا ۱

جسمِ جاندار ہوتے ہیں محکم
قوتیں پاتے ہیں بوجہ اتم

فصلِ سرما میں جب نبات و شجر
بھرتے ہیں مادوں سے سر تا سر

بے تکلف شروعِ فصلِ بہار
حرکت پاتے ہیں نبات اشجار

شاہدانِ چمن اسی سے ہیں
گھاس بوٹے شگوفے اُگتے ہیں

آتے ہیں شہوتوں میں حیوانات
انڈے بچے یہ دیتے ہیں دن رات

جب کہ آتی ہے فصلِ تابستاں
ہوتی ہیں گرمیاں ہوا میں عیاں

پختہ ہوتے ہیں باطنِ اثمار
سوکھتی ہیں رطوبتیں اک بار

جو رطوبات و خلطِ فاسد ہیں
جتنے فضلات و خلطِ فاسد ہیں

جسمِ حیواں سے ہوتے ہیں تحلیل
سب بتدریج پاتے ہیں تقلیل

۱۔ ا ۔ ناقص۔

نہیں رہتا زمین میں پانی — تا عمارت بنے بہ آسانی
صاف ہوجاتی ہے ہوا ساری — نہیں رہ سکتی کوئی بیماری
پاؤں ان فصلوں کی جو مصلحتیں — دفتروں میں نہ آئیں منفعتیں
دیکھ تو آفتاب کی حرکت — فائدوں سے بھری یہ ہے صنعت
حرکت خاصہ ہے اِسے خوش خُو — اپنے بارہ بروج میں اِس کو
ہے حمل نام برجِ اوّل کا — دوسرا ثور تیسرا جوزا
چوتھا سرطان پانچواں ہے اسدؔ — ہے چھٹا برج سنبلہ بے کد
برجِ ہفتم کا نام ہے میزان — برجِ ہشتم کا نام عقرب جان
یاں نواں برج ، برجِ قوس نہاں — جدی ہے اِن بروج میں دسواں
گیارہواں دلو ، بارہواں ہے حوت — نہیں اِن میں کسی کو جائے سکوت
دیکھ صانع کی اِن میں تُو تدبیر ! — سب میں ہے حکمتِ خدائے قدیر
سال انہیں میں تمام ہوتا ہے — کام سب انصرام ہوتا ہے
ہوتی ہیں ظاہر اِن سے فصلیں چار — ایک اِن چاروں میں ہے فصلِ بہار
دوسری فصل فصلِ تابستاں — فصلِ پائیز تیسری ہے عیاں
فصل چوتھی سمجھ زمستاں کی — مصلحت ہے حکیمِ یزداں کی
اِس قدر آفتاب کی حرکت — سو طرح کی دکھاتی ہے حکمت
پھل اِسی سے درخت لاتے ہیں — غلہ و میوہ نشوٗ پاتے ہیں
پکتے ہیں پھر دُرو میں آتے ہیں — پختگی سب اسی سے پاتے ہیں
اس سے منوال پھر نکلتے ہیں — دوسرے سال پھر نکلتے ہیں
نہیں تُو دیکھتا کہ شمسی سال — اس کی مقدار کا یہی ہے حال
سیرِ خورشید کی یہ ہے صورت — کہ حمل سے ہے تا حمل حرکت
سال کا ہوتا ہے اسی سے حساب — یونہی لگتا ہے ہر کسی سے حساب

اسی کے گردشیں دکھانے سے
ہیں زمانے جدا زمانے سے

جب سے پیدا ہوا ہے یہ عالم
لوگ ہر عصر ، ہر زماں ، ہر دم

عمروں کا کرتے ہیں اسی سے حساب
پوچھ لے تو ہر آدمی سے حساب

اور سب وقت اپنے دینوں کے
اور جاری ہیں معاملے سارے

کام اسی پر ہیں خلق کے موقوف
رہتے ہیں سب شمار میں مصروف

کرتا ہے آفتاب جب دورا
ان بروجِ شمار کردہ کا

ہوتا ہے سالِ آفتاب تمام
لوگوں کے ہوتے ہیں حساب تمام

اے مُفَضّل! یہ صنعِ داور ہے
تابشِ آفتاب کیونکر ہے ؟

کس لیے ہے یہ خواہش تقدیر؟
کی ہے کیونکر خدا نے یہ تدبیر؟

جو فلک اک جگہ ٹھہر جاتا
حرکت سے کنارہ کر جاتا

تابہ مقدار خاص پڑتا نُور
رہتے اکثر جہاتِ نور سے دور

کوہ و دیوار و سقف عالم کے
مانعِ نورِ شمس ہوجاتے

تھا یہ منظور ایزد علام
اس کا ہو فیض عام و نفع تمام

تب یہ تدبیر کی مقدر نے
تابشِ مہر ہر طرف پہنچے

صبح مشرق سے یہ نکلتا ہے
سوئے مغرب وہاں سے چلتا ہے

ہے جو مغرب مقابلِ مشرق
نہیں کچھ چیز حائلِ مشرق

حرکت یہ ہمیشہ کرتا ہے
نور سے ہر زمین بھرتا ہے

کرکے طے سارے دن میں نصف فلک
ہوتا ہے منتہی یہ مغرب تک

پھر نکلتا ہے جب یہ مشرق سے
جس جگہ سے نکل چکا پہلے

دوسرے دن نہیں نکلتا ہے
بلکہ اس کے قریں نکلتا ہے

نہیں رہتی کوئی جگہ باقی
جو رہے نورِ مہر سے خالی

دیکھ تُو لطفِ قدرتِ منعم
دیکھ تو طرزِ صنعتِ منعم

خوان انعامِ حق تعالیٰ میں
ہے یہ معمورہٗ جہاں جتنا
جس جگہ جتنے اس میں ساکن ہیں
سب نبات و جماد تا حیواں
نہیں رکھتا ہر ایک کو محروم
پھر کہا اس امام نے کہ اگر
کرنے لگتا تخلفِ تابش
ہوتا اہلِ جہاں کا حال ابتر
آدمی غور کیوں نہیں کرتے ؟
یہ بنانے سے جن کے ہیں مجبور
کیوں یہ جاری ہیں اپنے موقع پر؟
بہرِ لطف و مصالح عالم
اپنے اوقات پر ہیں صبح و مسا
ماہ تاباں سے تا دلیلِ قوی
آدمی کرتے ہیں حساب شہور
چاند کو ڈھونڈتی ہے نوع بشر
سالِ خورشید اور سالِ قمر
قمری سال کا یہ نقشہ ہے
پائیں تکمیل سب نبات و شجر
قمری کی مثال یہ ہے عیاں
کبھی جاڑوں میں دخل پاتا ہے
تابشِ ماہ میں تفکر کر

گردش شمس سے ہیں مصلحتیں
ہے زمانے میں جو عیاں جتنا
جو ہیں معمورے جو مساکن ہیں
بہرہٗ نورِ نیرِ تاباں
عام ہے لطفِ قادرِ قیوم
ایک سال آفتاب یا کمتر
کچھ جو ہوتی توقف تابش
تھی بقا و ثبات مشکل تر
کہ امورِ جلیلہ سب ایسے
صنعتوں میں ہے اعتراف قصور
کس کے ہیں زیرِ حکم آٹھ پہر ؟
جن سے باقی رہیں بنی آدم
نہیں کرتے تخلف اس میں ذرا
ہے علامت وجودِ صانع کی
اسے عنواں ہے مہرور دہور
اس سے پہچانتی ہے سالِ قمر
فرق رکھتے ہیں دونوں یک دیگر
چاروں فصلوں کو گھیر لیتا ہے
نہیں کرتا کفاف سالِ قمر
مثلِ ماہِ مبارکِ رمضاں
تو کبھی گرمیوں میں آتا ہے
صنعِ اللہ میں تفکر کر

یہی ہے وجہ خلقتِ کافور
دافع ظلمتِ شبِ دیجور

کہوں میں تجھ سے منفعت اِس کی
کروں اظہار مصلحت اس کی

ہوتی ہے اِس سبب سے روشن رات
تاکہ آرام پائیں حیوانات

ہوتی ہے سردیِ ہوا سے فلاح
اس میں حیوانوں کے لیے ہے صلاح

سب نباتات پاتے ہیں سردی
دن کی گرمی ہے اس سے بجھ جاتی

یہ تقاضائے مصلحت نہ ہوا
تار بندھ جائے ظلمتِ شب کا

کسی صورت نہ ہو منوّر رات
رہے راتوں کو عالمِ ظلمات

تیرگی سے نہ ہوسکے کوئی کام
نہ ہو راتوں میں روشنی کا نام

اکثر انسان ہوتے ہیں محتاج
بیشتر ہے جہان میں یہ رواج

دن کو فرصت جو دستیاب نہ ہو
تو وہ کرتے ہیں کام راتوں کو

یا اگر دن کو یہ بلا دیکھے
شدتِ گرمیِ ہوا دیکھے

رات کو نور ماہ تاباں میں
اکثر اعمال کیوں نہ کرتے رہیں

جس طرح سب مزارع دنیا
جیسے تجار اور ان کے سوا

پس شب و روز کے مدبر نے
ظلمت و نور کے مقدر نے

کردیا نورِ ماہ کو یاور
کہ نہ پائے ضرور معاشِ بشر

سارے کارِ ضرور کے محتاج
نہ رہیں اور نور کے محتاج

ہے انہیں مسافراں یہ نور
رات کو جاتے ہیں قریب و دور

پھر ہوا اقتضائے حکمتِ رب
خوب ہو نورِ چاند کالی شب

چغدِ شب نام کو نہ آئے نظر
ایسا چھپ جائے جو نہ آئے نظر

اور کم تر ملا ہے نور اِسے
مشعلِ آفتابِ تاباں سے

مثلِ خورشید اگر وہ پاتا نُور
منفعت سب کی صاف ہوتی دور

یہی ہے وجہ خلقتِ کافور
دافع ظلمتِ شبِ دیجور

کہوں میں تجھ سے منفعت اِس کی
کروں اظہار مصلحت اس کی

ہوتی ہے اِس سبب سے روشن رات
تاکہ آرام پائیں حیوانات

ہوتی ہے سردیِ ہوا سے فلاح
اس میں حیوانوں کے لیے ہے صلاح

سب نباتات پاتے ہیں سردی
دن کی گرمی ہے اس سے بجھ جاتی

یہ تقاضائے مصلحت نہ ہوا
تار بندھ جائے ظلمتِ شب کا

کسی صورت نہ ہو منوّر رات
رہے راتوں کو عالمِ ظلمات

تیرگی سے نہ ہوسکے کوئی کام
نہ ہو راتوں میں روشنی کا نام

اکثر انسان ہوتے ہیں محتاج
بیشتر ہے جہان میں یہ رواج

دن کو فرصت جو دستیاب نہ ہو
تو وہ کرتے ہیں کام راتوں کو

یا اگر دن کو یہ بلا دیکھے
شدتِ گرمیِ ہوا دیکھے

رات کو نور ماہ تاباں میں
اکثر اعمال کیوں نہ کرتے رہیں

جس طرح سب مزارع دنیا
جیسے تجار اور ان کے سوا

پس شب و روز کے مدبر نے
ظلمت و نور کے مقدر نے

کردیا نورِ ماہ کو یاور
کہ نہ پائے ضرور معاشِ بشر

سارے کارِ ضرور کے محتاج
نہ رہیں اور نور کے محتاج

ہے انہیں مسافراں یہ نور
رات کو جاتے ہیں قریب و دور

پھر ہوا اقتضائے حکمتِ رب
خوب ہو نورِ چاند کالی شب

چغدرِ شب نام کو نہ آئے نظر
ایسا چھپ جائے جو نہ آئے نظر

اور کم تر ملا ہے نور اِسے
مشعلِ آفتابِ تاباں سے

مثلِ خورشید اگر وہ پاتا نُور
منفعت سب کی صاف ہوتی دور

ضررِ خلق جا بجا ہوتا
سبب اُن کے ہلاک کا ہوتا

ہے جو احوالِ ماہ میں تغییر
یہ بھی ہے صنعتِ خدائے قدیر

یہ جو ہے گاہ بدر و گاہ ہلال
ہیں محاق و خسوف و نقص و کمال

بہرِ تنبیہہ بندگانِ خدا
سب ہے قدرت دکھانے کا نقشہ

ہو تقاضائے مصلحت جس طرح
دیکھے بندوں کی منفعت جس طرح

وہی کرتا ہے ایزدِ علام
خالقِ ذوالجلال والاکرام

ہے یہ حالِ نجوم بے کم و کاست

کر تفکر مُفَصَّل اِس میں ذرا
حال معلوم کر ستاروں کا

ملی ہے اِن کو مختلف حرکت
ہے جداگانہ اِن کی ماہیت

بعض اپنی جگہ سے ملتے نہیں
نجم سیار ہیں قریب و قریں

کسی صورت جدا نہیں ہوتے
کسی ساعت جدا نہیں ہوتے

بعض ہیں مطلق العنان اِن میں
حسبِ معمول سیر کرتے پھریں

ہے ہر اک برج میں گزر اِن کا
پھرتے ہیں ایک دوسرے سے جدا

فائدے کی سناؤں تجھ کو بات!
مختلف ہیں ہر اک میں دو حرکات

حرکت ایک عام رکھتے ہیں
جس سے سب تارے کام رکھتے ہیں

حرکت دوسری ہے خاص اِن میں
کہ نہیں اِس میں اشتراک اِن میں

ہے وہ مغرب سے جانبِ مشرق
وہ ہر اک تارے کو ہوئی لاحق

چکی پر جس طرح پھرے چیونٹی
حرکت ہو سوئی سار اس کی

اور چکی پھرائیں جانبِ راست
ہے مثالِ نجوم بے کم و کاست

مختلف چیونٹی کو ہیں دو حرکات
ایک ارادے سے ہے سن اے خوش ذات !

حرکت سوئے چپ جو اس کی ہے
وہ ارادے سے اپنے چلتی ہے

ہے کرامت سے دوسری حرکت
ہے وہ چکی کی واقعی حرکت

یہ سوئی چپ قدم بڑھاتی ہے
چکی پر اس کو پھیرے لاتی ہے

کر سوال اِن گروہ ناداں سے
اس طرح کے جو کرتے ہیں دعوے

تارے جو آسمان پر ہیں جمع
متحرک یہ ہوتے ہیں بالطبع

کیا مدبر کی اس میں ہے تدبیر!
نہیں صانع کی اس میں کچھ تقدیر

سچ اگر ہیں کلام ان سب کے
کیوں نہیں تارے پھر ٹھہر جاتے؟

کیوں یہ سب ایک برج سے چل کے
دوسرے برج میں نہیں رہتے

حرکت ان کی ہے اگر بالطبع
کس طرح یہ ستارہ ہائے سبع؟

مختلف کر رہے ہیں دو حرکات
کیونکر ان کے لیے ہیں دو حرکات

وزن معلوم ہے برابر ہے
اور اندازۂ مقرر ہے

ایسے پھرنے سے انکے ظاہر ہے
اثر قدرت مدبر ہے

ہے کوئی خالق قدیر ان کا
ہے کوئی صانع خبیر ان کا

یوں نہیں اتفاقِ قول انام
جس طرح ہے ملاحدہ کا کلام

اس طرح پھر اگر کہے کوئی
سخنِ بےاثر کہے کوئی

ان میں ثابت میں کس لیے تھوڑے؟
اور سیّار کیوں ہوئے تھوڑے

سخن باصواب سن ہم سے
ثانی اس کا جواب سن ہم سے

تارے جو ایک طور پر ہوتے
وضعوں میں متفق اگر ہوتے

ان کے اوضاع دال ہیں جن پر
جو ہیں آئندہ حادثے اکثر

جتنے ہیں علم انبیاء کے سبب
جتنے ہیں علم اوصیّا کے سبب

ایک اُن اسباب میں سے یہ بھی ہیں
خبریں ان سے پائی جاتی ہیں

حرکات اِن کی عقل میں لاکر
گردشیں ان ستاروں کی پاکر

خبرِ علمِ غیب دیتے ہیں
حکم بے شک وہ رب دیتے ہیں

حکم آئندہ ہر طرف ہوتا
علم ان چیزوں کا تلف ہوتا

جیسے اہلِ نجوم استدلال
کرتے ہیں دیکھ کر ستاروں کا حال

انتقال آفتابِ تاباں کا
اور ماہ و نجوم کا پھرنا

اپنے برجوں میں اپنی منزلوں میں
مختلف ان کی جیسی ہیں وضعیں

جس طرح سب ستارے آٹھ پہر
رکھتے ہیں انتساب یک دیگر

کوئی نسبت مقابلت کی ہے
کوئی نسبت مقاربت کی ہے

کوئی تثلیث ہے کوئی تربیع
کوئی تسدیس ہے غرض یہ جمیع

کہتے ہیں حال امور عالم کے
یعنی آیندہ کام یوں ہونگے

اور اگر سب یہ منتقل ہوتے
سارے کوکب یہ منتقل ہوتے

اور کرتے سریع یہ حرکات
ایک انداز پر یہ رکھتے صفات

ہوتے بیشک برائے سیرِ نجوم
برج ہا و منازلِ معلوم

ہوتے موقوف سب علامت و نام
ہوتے موقوف اِن کے سیرت و نام

کیونکہ یہ انتقالِ سیارات
وقتِ گردش یہ حالِ سیارات

یہ محاذاتِ صوری اے دانا!
کہ ثوابت سے انتزاع ہوا

بے توقف دکھائی دیتا ہے
بے تکلف دکھائی دیتا ہے

اسی صورت مثال ہے اس کی
شخص وقت مسافرت کوئی

کسی منزل میں جائے منزل سے
شہر میں یا وہ شہر سے جائے

اور اگر کرتے سب بہم حرکت
یا کہ پھرنے میں رکھتے سب سرعت

تھی مصالح ان انتقال میں جو
فوت ہوجائے سب وہ اے خوش خو

تھا یہ قائل کو نکتہ کہنے کا
کہنا اس قول کو سمجھ کے بجا

ہے برابر جو تاروں کی حرکات
اِس توافق سے یہ نکلتی ہے بات

خالی الطاف کے امور سے ہوں
مستند طبع بے شعور سے ہوں

پھر جو ان کی ہیں مختلف حرکات
نظم سے ہیں جو متصف حرکات

متسق ہیں امور صالح سے
ونق ہے حکم سے مصالح سے

ہے یہ اس امر کی دلیل قوی
نہیں اہمال و اختلاف ذری

سب ہے تدبیرِ قادرِ خلاق
سب ہے تقدیرِ قادرِ خلاق

ہے کلام مترجم مغفور

یوں مترجم کا ہے کلام اس میں
کہ یہ ہے مطلبِ امام اِس میں

ہیں جو ساتوں کواکب سیار
ہوتے ہیں جن کے نام اب اظہار

اک قمر ، اک عطارد ، اک زہرا
شمس مریخ مشتری ہے چھٹا

ساتواں ان ستاروں میں ہے زحل
سیر کرنےمیں ساتوں میں اکمل

ان سوا اور تارے ہیں کتنے
حرکتِ خاصہ نہیں رکھتے

جس طرح صاف یوں ہیں ہوتا تھا
ابتدا میں توہم حکماء

حرکتِ خاصہ نہ تھی ان میں
اس لیے کہتے تھے ثوابت انہیں

پھر جو دیکھی ہے خوب ماہیت
پائی ہے اک قلیل سی حرکت

کرتا ہے طے فلک ثوابت کا
پھر کے ستر برس میں اک درجا

جب ہوں پچیس الف دو سو سال
کرتا ہے دورہ اک تمام و کمال

حال سن آفتابِ تاباں کا
کرتا ہے سال بھر میں اک دورا

دورۂ ماہ بیس دن میں ہے بس
انتہائے زحل ہے تیس برس

دورۂ مشتری تمام و کمال
ہوتا ہے جبکہ گزریں بارہ سال

دورہ مریخ کا کھلا ہے انہیں
اک برس ساڑھے دس مہینے میں

دورہ ہے زہرہ و عطارد کا
اک برس کے قریب میں پورا

پس یہی محتمل ہوا اب تو
کہ صنعت اس کلام کی یوں ہو

انتقالِ بروجِ جملہ عرب
جانتے ہیں تقابلِ کوکب

جن ستاروں سے برجوں کی شکلیں — منتزع ہوتی ہیں کھلے ہیں انہیں
برجِ عقرب میں آتا ہے جو قمر — شرع میں منع ہے نکاح و سفر
اس سے بھی ہو یہ مطلب ان سب کا — کہ تقابل نجومِ عقرب کا
کیونکر اس طرح ہوتا ہے مفہوم؟ — اصطلاحاتِ واتفاقِ نجوم
ان زمانوں میں ہیں گزشتہ جو — متداول نہ اس طرح ہوئے ہو
اس زمانے میں ہے مراد اس سے — برجِ عقرب سے جب خروج کرے
اور یہ بھی ہے محتمل ہوتا — کہ مراد اس سے ہو یہی گویا
کہ جو نسبت ہے اِن ستاروں کی — یک دگر مختلف نہیں ہوتی
یہ معانی بھی ہیں بے فساد و خلل — ہیں قریبِ معانیِ اول
اور وجہیں جو اس کی تھیں منظور — ہیں کتابِ نجار میں مذکور
باعثِ طول ہے وہ سارا ذکر — ہے یہاں نا مناسب ان کا ذکر
اور جو کچھ ہے اس میں فرمایا — یعنی اہمال سے کبھی اصلا
کسی عنوان یا کسی صورت — مختلف کس طرح ہوں دو حرکت؟
اس سخن سے نکالا ہو یہ مفاد — اس سے ممکن ہے انکو ہو یہ مراد
جتنے دہری ہیں جو طبعیت ہیں — یہ ہے ان کے کلام کا آئیں
کہ ہیں منسوب تاروں سے چیزیں — اثر ان کا ہے سارے عالم میں
نہیں رکھتے ارادہ وہ نہ شعور — کام ہے طبع بے شعور سے دور
ہو سوا ایک فعل کے کوئی کام — ایک ہی کام اس سے ہوگا مدام
آگ کو آتا ہے جلا دینا — سرد کرنا ہے کام پانی کا
یا مراد اس کلام سے یہ ہو — فعل وہ مختلف ہیں باہم جو
ہے ان افعال میں بہر صورت — انطباقِ قواعدِ حکمت
اس سے کیونکر کریں یہ کام ظہور؟ — جو طبیعت کہ ہو شعور سے دور

جس طرح آگ یہ اگر چاہے — کہ کوئی چیز اس سے جل جائے
اور ہو اِس طرح وہ شعلہ ور — کہ کسی چیز کو نہ پہنچے ضرور
نہ جلانے کی ہوں اگر چیزیں — نہ جلائے کبھی وہ آگ انہیں
ہو طبیعت جب اس طرح نہ سہی — نہ کرے مقتضائے ذات کبھی
پس یہ دو اِس کی مختلف حرکات — پائی جاتی ہے دونوں سے یہی بات
یہ جو ہے اختلاف دونوں کا — ہے بتائیں جو صاف دونوں کا
ہے موافق امورِ اعظم کے — ہوں مصالح خدائے عالم کے
اس زمانے سے یا طبیعت سے — کہ وہ خالی ہو قصد و فطرت سے
ہے محال اس طرح کا نکلے کام — ہیں یہ سب کارِ ایزدِ علّام
فکر کر اے مُفَضّلِ دانا ! — دیکھ تُو صنعتِ نجوم ذرا !
بعض ایام سال میں ہیں عیاں — اختلافات حال میں ہیں عیاں
جس طرح حال ہے ثریا کا — اور جیسا اثر ہے جوزا کا
دیکھ دو شعری و سہیل کا حال — ہے سبب صنعِ ایزدِ متعال
ہوتے ساتھ اگر یہ سب ظاہر — فائدے ان کے ہوتے کب ظاہر
کس طرح ان سے کرتے استدلال ؟ — کھلتا کس طرح فصلوں کا احوال ؟
جسطرح باعثِ طلوعِ سہیل — ہے اسی واسطے رجوعِ سہیل
کرتے ہیں بعض اس سے استدلال — پختگیٔ ثمر کا کہتا ہے حال
کہیں بار شتر سے ہے محمول — بعض فصلوں کا ہے اسی سے فصول
اور جس طور سے کہ بعض نجوم — کبھی ظاہر کبھی ہیں نا معلوم
بعض ہیں ظاہرالظہور ان میں — نہیں چھپنے کا کچھ فتور ان میں
ہیں نجوم بنات النعش ایسے — متصف ہیں یہ نجم صُغریٰ سے
کہ ہیں گنتی میں سب یہ سات نجوم — کبھی ہوتے نہیں یہ نا معلوم

صنعتیں یہ بھی ہیں عیاں ان میں
جدی ان میں ہے فرق داں ان میں

مصلحت کا ہے مقتضا ایسا
کہ اسی طرح بعض ہوں پیدا

اس سے قبلہ کو لوگ پہچانیں
طرفیں جانیں راستے جانیں

راہیں دریا کی اور صحرا کی
نہ زمیں فصلوں میں کسی سے چھپی

کیونکہ بہتیرے شہروں میں یہ سب
ابدی الظہور ہیں کوکب

نہیں ہوتے نہاں نظر سے کبھی
راستوں میں ہیں راہنما یہ سبھی

ہے جو ان میں ظہور اور اخفا
مصلحت ہے ہر ایک میں عظمیٰ

ہو ظہور ایک کا اگر دشوار
ہو فساد مصالحِ بسیار

تو ستاروں کے نفع بے حد جان
اکثر اعمال و وقت کے ہیں نشان

کھیتی کرنا درخت کا بونا
سفر برّ و بحر کا ہونا

اور بھی ہیں حوادث بسیار
ہیں یہ ان کے حدوث کے آثار

آندھیاں خوفناک مینہ کا وفور
شدت برد ، گرمیوں کا ظہور

جب مسافر کہیں نکلتے ہیں
ان سے راتوں کو راہ چلتے ہیں

نور میں کرتے ہیں عبور بحار
کٹتی ہے راہِ دشتِ تیرہ و تار

ان منافع سے کرکے قطعِ نظر
حرکت پر نظر کرے تو اگر

کبھی جاتے ہیں مشرق کی جانب
کبھی جاتے ہیں جانبِ مغرب

متفکر کو ہے یہی عبرت
متدبّر کو ہے یہی عبرت

ایسی سرعت سے چلتے ہیں یہ نجوم
فوق جس کا نہ ہوسکے معلوم

جو بایں سرعت عجیب و غریب
حرکت کرتے یہ ہمارے قریب

نور سے ہیں تمام روشن تر
رکھتے آنکھوں میں کب یہ نورِ بصر؟

صاف جیسا تو دیکھتا ہے کبھی
کہ بپا ہے چمکتی ہے بجلی

بسکہ یہ ہے چمک میں روشن تر
اس میں رہتا ہے خوفِ نقصِ بصر

چشمِ بینا سے دیکھ اس کا نظیر
ایک گھر میں اگر ہوں خلق کثیر

اور اکثر چراغ گھر میں جلیں
پھریں گردِ چراغ وہ گھر میں

بائیں اُن کی آنکھیں ہوں حیران
گر پڑیں منہ کے بل وہ سب انسان

اب سمجھ اِس کو تو اگر ہے فہیم
دیکھ لے صنعتِ حکیمِ علیم

یہ ستارے جو رکھتے ہیں حرکت
حرکت کی بھی اِس طرح سرعت

دور انسان سے ہیں اتنے گئے
تا ضرر آنکھوں کو پہنچ نہ سکے

ہے جو سرعت میں مصلحت منظور
وہ بھی آئی عمل میں اُن سے ضرور

نور تھوڑا جو ان کو بخشا ہے
اِس میں سن لے کہ مصلحت کیا ہے؟

نہ ہو جس وقت آفتاب نہ ماہ
آدمی چاہیں طے کریں کچھ راہ

کارِ نزدیک و دور بند نہ ہو
کیوں یہ تنویر سودمند نہ ہو؟

یہ شبِ تار میں نہ ہوتے اگر
حرکت ہوتی سب کو مشکل تر

دیکھ خالق کے لطف و حکمت تو
دیکھ عالم کے صنع و قدرت تو

ظلمت اِن کی یہ آشکار و عیاں
ہے مقرر برائے بعض زماں

نہیں بیکار خلقِ ظلمت و داج
لوگ اس کے بھی رہتے ہیں محتاج

نہ ہو ظلمت جو نور سے مخلوط
کام انساں کے ہوں نا مربوط

دیکھ سوئے فلک تدبر سے
نہیں رہنے کا شک تفکر سے

مع شمس و بروج و کوکب و ماہ
روز و لیل و نہار و شام و پگاہ

کس طرح منضبط ہے دورِ جہاں؟
حرکت اس طریق سے ہے عیاں

کہ نہیں اختلاف فصلوں میں
نہیں ممکن خلاف فصلوں میں

صنفِ حیوان دہر و صنف نبات
ساری روئے زمیں کی مخلوقات

سب کے پلنے کی ہے یہی تدبیر
نشو میں ہوتی ہیں کمال پذیر

جبکہ تدبیر ایسی محکم ہو   کہ صلاح و نظام عالم ہو
بے تدبر یہ ہو نہیں سکتے   بے مقدر یہ ہو نہیں سکتے

حال مقدار روز و شب ہے یہاں

فکر کر اے مفضّل دیندار !   دیکھ مقدار ہائے لیل و نہار
جتنے بندوں کی مصلحت سمجھا   اِس قدر روز و شب کو خلق کیا
اکثر آبادیوں کی سن لے صنعت   طول میں دن ہے پندرہ ساعت
طول مقدارِ روز اگر دیتا   صد دو صد ساعت اُس کو کردیتا
جتنے روئے زمیں کے تھے مرزوق   جتنے روئے زمیں کے تھے مخلوق
سب یقینی ہلاک ہوجاتے   دھوپ سے جل کے خاک ہوجاتے
تھے جو ان میں سے قسم حیوانات   کیا ہو تعداد اسم حیوانات
دیکھتے اس قدر جو طول نہاد   نہ ٹھہر سکتے وہ نہ پاتے قرار
رہتے حیوان چرنے میں مشغول   آدمی کام کرنے میں مشغول
رہتے جب اتنی دیر بے آرام   دیکھتے جز ہلاک کیا انجام
یہ نباتات بھی کثیر و قلیل   پاتے اس طور کا جو روزِ طویل
تاب خورشید کس طرح لاتے ؟   خشک ہوجاتے اور جل جاتے
رات بھی طول اگر یونہی پاتی   قدر میں مثلِ روز بڑھ جاتی
ہل نہ سکتے تمام حیوانات   پڑے تھکتے تمام حیوانات
ہوتے طرزِ خرام سے عاجز   جلنے بھونے کے کام سے عاجز
طلبِ رزق میں کدھر جاتے ؟   بھوکے رہتے تمام مرجاتے
سن نباتات کی حقیقت بھی   جو حرارتِ طبیعی ان کو ملی
سردی شب سے ہوتی وہ مفقود   تھا محالات سے ثباتِ وجود
جیسے نخل و نبات و باغ و دیار   گھر میں یا زیرِ سایۂ دیوار

جس جگہ تابِ آفتاب نہ ہو — کیوں ہر اک فاسد و خراب نہ ہو ؟

حالِ سرما ہے ، حالِ گرما ہے

امرِ عبرت کا اور نقشہ دیکھ — فصلِ سرما و فصلِ گرما دیکھ
کہ پیا پے وہ ہوتے ہیں وارد — باوجودیکہ سب ہیں باہم ضد
اعتدالِ کمی و بیش سے — ہیں تصرف جہان میں ان کے
اس لئے تا ہر ایک سال یہاں — چار فصلیں ہوں آشکار و عیاں
جو مصالح کہ ہوچکے مذکور — اُن سوا اور نکلیں امر ضرور
اور سن لے کہ گرمی و سردی — کرتی ہے پیکروں کی دبّاغی
جب بدن میں اثر دکھاتی ہے — اس کو اصلاح پر یہ لاتی ہے
جسمِ انساں میں دونوں فصلیں اگر — نہ دکھا سکتیں اپنا اپنا اثر
ہوتے بازارِ زندگی کا سد — ہوتے ابدان ضائع و فاسد
فکر اِس مصلحت میں کر تو ذرا — دیکھ تدبیر خالق دوسرا
آدمی وقتِ کاہشِ سرما — ہوں بتدریج داخل گرما
یا جو گرمی ہو برطرف کم کم — آئے سرمائے سخت کا موسم
اگر انسان جھپ کے گرمی سے — دفعتاً ملتے فصلِ سردی سے
ان کےتن مورد ضرور ہوتے — مزمنِ امراض بیشتر ہوتے
مجھ سے اِس کی مثال تُو سن لے ! — لطفِ صنعت کا حال تُو سن لے !
نکلے حمامِ سخت گرم سے جو — اور داخل ہوائے سرد میں ہو
ہے مضر وہ ہوائے سرد اُسے — غالباً پہنچے رنج و درد اُسے
پس بتدریج حق تعالیٰ نے — دی ہے اصلاحِ بندگاں کے لیے
ایک ہے یہ دلیل یہ تقریر — مثبتِ ہستیِ حکیمِ قدیر
سن کےاِس کو اگر کہے کوئی — وجہ تدریج کی تانی کی

دورۂ آفتاب ہے لاغیر
کیونکہ وہ جرم ہے بطی السیر

دیں گے قائل کو ہم جواب اس کا
دائرہ آفتاب کا ہے بڑا

اِس نے پائی جو خاصۂ حرکت
قطع کرنے کی یہ ملی صورت

پوچھیں گے ہم پھر اس کے باعث کو
دائرہ کیوں بڑا ہے وجہ کہو ؟

مُنتہی ہو کے تایہ سب تقریر
طرف حکمتِ علیمِ قدیر

کہ خدا نے بقدرت و حکمت
مصلحت سے یہ دی اِسے حرکت

یعنی ترجیحِ بے مرجح کیا
یہ تسلسل ہے علتوں کا برا

صنع کا اشتمال حکمت پر
ہے دلیل اس کے علم و قدرت پر

اور تو جان یہ بھی صنع خدا
نہ بناتا جو موسمِ گرما

میوۂ خام و تلخ جتنے تھے
پکتے کیا ؟ میٹھے کس طرح ہوتے؟

خوش نموئے ثمر سے ہوں انسان
منتفع خشک و تر سے ہوں انسان

نہ بناتا جو موسمِ سرما
اِس میں نقصان تھا زراعت کا

دانے اکثر نہ رہتے زیرِ زمیں
لطف افراط کا نہ پاتے کہیں

اس میں یہ فائدہ ہے اے عاقل !
دانے اتنے ہوں کھیت میں حاصل

سال بھر صرفِ قُوتِ انساں ہوں
سال بھر صرفِ رزقِ حیواں ہوں

صرف سے بچ رہے اناج زیاد
کہ زراعت کی پھر کرے امداد

پس انہیں دیکھتا نہیں تو کیا
موسمِ صیف اور فصلِ شتا

کس قدر دونوں میں ہیں منفعتیں؟
نفعِ اعظم کی ہیں یہ مصلحتیں

باوجودیکہ ہیں مفید اکثر
آدمی ان سے باقی ہیں جو ضرر

یہ ضرور ہی صلاحِ اعلا ہے
اس میں بھی نفعِ دین و دنیا ہے

ہے یہ شرح و بیان نفع ہوا

اے مفضّل! خدا کی کر تنزیہ
اور نفعوں سے اب کروں تنبیہہ

نفع کیا کیا ہوا کو بخشا ہے
صحتِ جسم اس میں پیدا ہے

بعض اوقات اگر ہوا نہ چلے
کبھی دن رات اگر ہوا نہ چلے

دم رکیں ، آدمی پڑیں بیمار
میوے فاسد ہوں سوکھیں پھل اک بار

آئے طاعون یا وبا آئے
غلے پر آفت و بلا آئے

کھل گئی قدرت خدائے عباد
حسنِ تدبیر ہے یہ جنبشِ باد

خبر اس بھید کی تجھے میں دوں
حکمتِ اصل ہوا کی تجھ سے کہوں

فی الحقیقت صدا ہے ایک اثر
متصل ہو کے وہ بہ یک دیگر

کرتی ہے پیکرِ ہوا میں نفوذ
کرتی ہے جوہرِ ہوا میں نفوذ

جب ہوا اس صدا کو پاتی ہے
قوتِ سامعہ میں لاتی ہے

باہم انسانِ دہر روز و شب
کہتے ہیں اپنے اپنے مطلب سب

رہتا باتوں کا جو ہوا میں اثر
حرف رہتے ہیں جیسے کاغذ پر

تو صدا سے جہان بھر جاتا
کام دشوار ہوتا لوگوں کا

ہوتے محتاج سب یہ پا کے خلل
کریں تازہ ہوا کو کرکے بدل

جیسے جس وقت بھرتے ہیں کاغذ
لوگ تبدیل کرتے ہیں کاغذ

باتیں کرنے کا ہے رواج سوا
ہوتی کاغذ سے احتیاج سوا

یعنی انسان باتیں کہتے ہیں
اکثر اُس سے جو لکھتے رہتے ہیں

بس کہ ہے خالق و حکیم خدا
بن گئی کاغذ لطیف ہوا

جس قدر آدمی ہے کہہ سکتا
ہوتی ہے حائلِ سخن وہ ہوا

اِس سے بنتا ہے گفتگو کا اثر
ہوتی ہے صاف اور خالص تر

کہے انسان یا کچھ اور بھی بات
رہے اشغالِ گفتگو دن رات

کیا ہوا میں ہے قدرتِ صانع!
نہیں ہوتی وہ کہنہ و ضائع

ہے ہوا بھی یہی ، نسیم یہی
بس ہے عبرت کو اور ہے کافی

جو مصالح ہوا نے پائے ہیں
فائدے جو تجھے سنائے ہیں

اس سے ہے زندگانیٔ انساں
اس سے ہے نفعِ صحتِ انساں

ناک سے جوفِ تن میں جاتی ہے
زندگی اس سبب سے آتی ہے

خارجِ تن میں لگتی ہے یہ اگر
حق میں ابدان کے ہے مصلح تر

جو صدا اس میں ہوتی ہے داخل
کرتی ہے راہ دور سے حاصل

کان کو وہ صدا سناتی ہے
بوئے خوش شامہ میں لاتی ہے

نہیں تو دیکھتا یہ صبح و مسا
جس طرف سے زیادہ آئے ہوا

فصل جاڑے کی ہو کہ گرمی کی
ہوتی ہے موجبِ صلاح وہی

آندھیوں کے جو چلتے ہیں جھونکے
سب ہوا سے نکلتے ہیں جھونکے

جسم کی جان کی ہے آسائش
اس سے انسان کی ہے آسائش

ہر جگہ سے یہ ابر لاتے ہیں
ابر کو ابر سے ملاتے ہیں

ربط پاتا ہے ابر باہم جو
گھیر لیتا ہے سارے عالم کو

ابر سے مینہ جو ہے برس چکتا
کرتی ہے ٹکڑے ابر کے یہ جدا

پھلتے ہیں سب درخت اک باری
کشتیاں اس سے ہوتی ہیں جاری

اس سے ہوتا ہے لطفِ ذوقِ طعام
پختہ ہوتے ہیں اس سے میوۂ خام

خنکی پانیوں میں لاتی ہے
آتشِ مردہ کو جلاتی ہے

نہیں رہتی تری کسی بر میں
خشک کرتی ہے کپڑے دم بھر میں

یہ ہے کہنے سے حاصلِ مطلب
جتنی ہیں اس ہوا سے چیزیں سب

جو ہوا کو خدا نہ کرتا خلق
یعنی خالق ہوا نہ کرتا خلق

تازگی جسم و جاں میں کب آتی؟
گھاس کملاتی خلق مرجاتی

سب یہ بے آب و ناں ہوجاتیں
ساری چیزیں خراب ہوجاتیں

اب عناصر کا حال لکھتا ہوں

فکر کو اے مفضّلِ اشرف — دیکھ تو چاروں عنصروں کی طرف
کہ ہر اک کو خدا نے مایحتاج — کرکے پیدا دیا بہت سا رواج
ایک ان میں سے کی زمین وسیع — بے سبب کیا ہوئی زمین وسیع
وسعت اس واسطے زمیں کو دی — نہ کرے خلق و دزع کو تنگی
یہ چراگاہ ہے یہ مزرع ہے — یہ مکاں و محل کا مبدع ہے
اس میں گھاسوں کا ہے نموئے عظیم — سب ہیں مصنوعِ کردگارِ علیم
ہیں زمینیں منابتِ اخشاب — اس سے ہوتے ہیں بیمہ و اُحُطابُ
جو دوا چاہیے مہیا ہو — معدنی جوہر اس سے پیدا ہو
ہے یہ ممکن کہے اگر جاہل — وسعتِ ارض سے ہے کیا حاصل ؟
ہیں بیابان سیکڑوں خالی — فائدہ ان سے کیا جو ہوں خالی؟
تُو یہ حالات کردے ان سے عیاں — ہیں یہ ماوائے وحشیانِ جہاں
ہیں محالِ تمتعِ انساں — نزہت ان میں ہے آدمی کی عیاں
ہیں یہ صحرا سبب فراغت کے — ہیں یہ موجب مزید وسعت کے
مسکنوں سے جو آدمی ہوں نفور — کریں جنگل میں قریوں کو معمور
اکثر ایسا ہوا کہ دشتِ فراخ — ہوئے ہیں موقعِ اماکن و کاخ
باغ ان میں لگا دیئے ہیں تمام — ان سے پاتے ہیں آدمی آرام
نقلِ اوطان سے اِن میں آتے ہیں — کاخ و قصر و محل بناتے ہیں
جو نہ پاتے زمین پر وسعت — رنج پہنچاتی خلق کی کثرت
قید ہوتے حصارِ تنگ میں سب — پاتے عیش و طرب میں رنج و تعب
نہ تعیش جہان کا ہوتا — نہ تغیر مکان کا ہوتا
جب خدائے حکیم نے ایسا — اس جگہ کو مکانِ عیش کیا
تو سکونت زمین کو بخشی — پھرنے میں تا نہ پائے رنج کوئی

متحرک زمیں اگر ہوتی
حرکت سب کو سخت تر ہوتی

کب صناعات اس میں کرسکتے ؟
کب تجارات اس میں کرسکتے ؟

سب کا پائے ثبات ٹل جاتا
عیش سب رنج سے بدل جاتا

لے تو اس حال سے ذرا عبرت !
زلزلے کی بھی سن لے کیفیت

زلزلے کا بیان ہوتا ہے

گو کہ رہتا ہے زلزلہ اِک دم
چھوڑتا ہے گھروں کو سب عالم

گرنے کے ڈر سے بھاگ جاتے ہیں
آدمی گھر سے بھاگ جاتے ہیں

جو کہے کوئی اِس کا باعث کیا؟
کہیے پھر کیوں ہے زلزلہ ہوتا؟

ہم کہیں گے جواب میں یہ بات
زلزلہ اور جتنی ہیں آفات

پند و تخویف کو یہ آتی ہیں
اہلِ غفلت کو یہ ڈراتی ہیں

متنبہ ہوں تا معاصی سے
آدمی بچ رہیں مناہی سے

ہے اِسی طور سے نزولِ بلا
جسمِ انساں میں ہوتی ہے پیدا

اور ہوتا ہے مال میں نقصان
کھینچتے ہیں خَسارَت زیان

اس ضرر میں صلاحِ دنیا ہے
نفعِ دنیا فلاحِ دنیا ہے

بیشتر ہے صلاح اہلِ زمیں
عوض ان چیزوں کے کھوئی گیئیں

اُن کو دیتا ہے آخرت میں خدا
چیزیں کتنی نفیس و بیش بہا

کہ کوئی اور چیز دنیا کی
نہ کبھی ہوگی قدر میں ویسی

اور اگر جس کا ہوگیا ہے ضرر
ہو مع خلق متفق اس پر

کہ ملے ویسی چیز دنیا میں
دے گا ربِ عزیز دنیا میں

اب کہوں وجہ نفع خلقت آب

اور ہے حکمتوں سے یہ حکمت
دیکھ تو کردگار کی صنعت

کہ ملی طبعِ ارض سرد و خشک
بن گئی طبعِ ارض سرد و خشک

یونہیں پیدا ہوئی طبیعتِ سنگ
یونہی صانع نے کی طبیعتِ سنگ

فرق یہ ارض و سنگ میں رکھا
خشک تر طینت زمیں سے کیا

یُبس پاتی اگر تمام زمین
ہوتی مثلِ حجر تمام زمین

گھاس جو کھا رہے ہیں اب حیوان
نہ وہ اُگتی نہ جیتے سب حیوان

گیہوں کی روئیے ارض پر ہے بنا
اور جو کام ہو زمینوں کا

دہر سے یہ تمام مٹ جاتے
سب ضرورت کے کام مٹ جاتے

تا نہ مٹ جائیں کارہائے امم
یُبس اس کا ہے یُبسِ سنگ سے کم

اور نرم و ملائم ایسی بنی
کہ ہوں کارِ اہم بآسانی

ہے یہ سب سے بزرگ تر تدبیر
دیکھ تدبیرِ بادشاہِ قدیر

ہیں جو معمورہ عظیم و وسیع
پایا قطبِ شمال انہوں نے رفیع

کرویت سے جو زمین بڑھی
ہے بلندی کہیں ، کہیں پستی

ہے بلندی شمال کی بسرتر
پست ہے جانبِ جنوب اکثر

اِسی باعث سے بیشتر نہریں
جو بہیں ہیں زمین پر نہریں

جس طرح دجلہ و بحار و فرات
بہتے ہیں زور و شور سے دن رات

گرتے ہیں جانبِ شمال سے خوب
اور جاری ہوئے ہیں سوئے جنوب

بس کہ جوفِ زمیں میں ہے پانی
تابعِ ارض ہیں بآسانی

جس جگہ ہے یہاں نشیب و فراز
پانی میں ہے وہاں نشیب و فراز

اس لیے سارے چشمہ ہا و بحار
اتر آئے شمال سے اک بار

بہ رہے ہیں جنوب میں اکثر
گر رہے ہیں نشیب میں یہ گزر

بہہ روئے زمیں میں تا پانی
اور کام آئے جا بجا پانی

پانی معمار لیں ، مزارع لیں
بچ رہے جتنا جائے دریا میں

جس طرح سقف بام اے ہشیار
نہیں ہوتے برابر و ہموار

ایک جانب فراز پانی ہے
ایک جانب نشیب و پستی ہے

تاکہ ڈھل جائے آبِ بام تمام
نہ رہے پانی کے بھرنے کا نام

صنعتِ کردگار یوں ٹھہری
کہ بلندی شمال نے پائی

یوں نہ ہوتا تو پانی بھر جاتا
دوڑتا کس طرف؟ ٹھہر جاتا!

ہوتا لوگوں کو مانعِ اعمال
راہیں ہوجاتیں بند سب فی الحال

اور اگر یہ وفورِ آبِ جہاں
چشموں میں ، نہروں میں نہ ہوتا عیاں

خلق پر کام تنگ ہوجاتا
اور دنیا کا رنگ ہوجاتا

لوگ آسائش اس سے پاتے ہیں
پانی پیتے ہیں سب نہاتے ہیں

پیتے ہیں صبح و شام حیوانات
پیاسے مرتے تمام حیوانات

ہے زراعت کا نشو پانی سے
گھاس اس سے اگے درخت اگے

پیتے ہیں وحش و مرغ و دد پانی
جانِ ماہی ہے تا ابد پانی

اور حیوانِ آب ہیں اکثر
نہیں بے آب جیتے وہ دم بھر

اور بھی پانی میں ہیں مصلحتیں
تو نہیں جانتا وہ منفعتیں

کیونکہ جو نفع سب کو ہے معلوم
ہر منافع طلب کو ہے معلم

ساری دنیا کے مردم و حیواں
یہ نباتات جس قدر ہیں عیاں

ساری چیزوں کی پانی سے ہے حیات
نہ ہو پانی نہ ہو وجودِ نبات

اور بھی ہیں منافع بسیار
کام جاری ہیں اس سے لیل و نہار

پینے کی چیزوں میں ملاتے ہیں
پیتے ہیں لوگوں کو پلاتے ہیں

بدن و جامہ جو نجس ہوجائیں
سب یہ اس پانی سے طہارت پائیں

خاک پانی سے بنتی ہے گارا
ہوتا ہے شاملِ مکان و بنا

اور بھی نفع اس سے پاتے ہیں
آگ کو پانی سے بجھاتے ہیں

اس سے پانی میں آبرو حمام
پانی میں ماندگی سے سب آرام

اور بھی نفع اس سے ہیں مفہوم
وقت حاجت وہ ہوتے ہیں معلوم

شک اگر نفع آب میں ہو تجھے
کہ یہ پانی عبث ہیں دریا کے

تُو اسے جان تو بلا شبہہ
بات یہ مان تُو بلا شبہہ

عیشِ ماہی یہاں کہاں ہی ہے
یہ محل و مقرِ ماہی ہے

ہے یہ پانی معاونِ گوہر
اس میں یاقوت اس میں ہے عنبر

اور کتنی دوائیں پیدا ہیں!
کتنے جوہر کی کان دریا ہیں!

ساحلِ بحر ، دہر میں جو جو
انہیں عود و گیاہ ہے خوشبو

کہ عقاقیر و ادویہ کتنی
ساحل و بحر سے ہیں سب نکلی

اور بھی اس میں لطفِ صنعت ہے
طرفہ تر محملِ تجارت ہے

ہند سے لوگ جاتے ہیں اکثر
اور شہروں میں ناؤ پر چڑھ کر

ان تجارات کو بغیرِ دَوَاب
اور ہوتیں سواریاں نایاب

قسم ہائے حُبُوب و امتعہ سب
جن دواؤں سے سب کو ہے مطلب

اپنے شہروں میں رہ کے سڑ جاتے
ذائقوں میں وہ سب بگڑ جاتے

منتقل وہ کبھی نہ ہوسکتے
منتفع آدمی نہ ہوسکتے

کیونکہ ان سب کی بار برداری؟
ہوتی قیمت سے چوگنی دگنی

آدمی کس طرح اٹھا سکتا؟
کوئی اُن کو کبھی نہ لاسکتا

جبکہ رہتے تمام بے محل
مفسدی دو تھے اس میں اے غافل

کہ نہ ملتیں وہاں یہ سب چیزیں
آدمی پاتے ایسی کب چیزیں؟

حاجت اُن کی جہاں زیادہ ہے
جس جگہ اُن سے استفادہ ہے

دوسری اس میں تھی یہ دشواری
قطع ہوتی معاشِ تجاری

کہ یہ اجناس لاکے سوداگر
بیچتے ہیں بنے تمتعِ زر

نعمتیں کھاتے ہیں کھلاتے ہیں
عیش کرتے ہیں لطف اٹھاتے ہیں

سن عناصر سے لطف ہائے ہوا

جو نہ ہوتی ہوا میں یہ وسعت
تو دخان و بخار کی کثرت

ہوتی حد سے سوا ہوا میں بہم
بند ہوجاتا آدمی کا دم

اور گنجائش اس کی رکھتے کب؟
ابر کا اور چیزوں کا ہو سبب

اس سے پہلے یہ سب بیان ہوا
ہو چکا ہے اشارہ اِن سب کا

حالِ نفع وجودِ آتش ہے

آگ کا حال بھی کروں تفہیم
پھیل جاتی اگر برنگِ نسیم

یا وہ کثرت سے ہوتی صورتِ آب
جل کے ہوتا یہ سب جہان کباب

ہے جو لوگوں کو حاجت آگ کی کم
ہیں یہ اُس پر مصالحِ عالم

ساتھ اضرار کے ہیں منفعتیں
چھپی ہیں سنگ و چوب و آہن میں

جتنی درکار ہو نکالیں آگ
جس میں منظور ہو نکالیں آگ

آگ جب چاہیں جھاڑ کر رکھیں
روغن و ہیزم وفتیلہ میں

مشتعل ان میں رہتی ہے بے شک
آگ کی احتیاج ہو جب تک

پھیل جاتی جو مثل آب و ہوا
ایک دم میں جہان جل جاتا

کی ہے خالق نے اِس طرح تقدیر
کہ ہو لوگوں کو اِس سے نفع کثیر

جس قدر نفع ہوسکے لے لیں
شرِ آتش سے احتراز کریں

خاص انسان کے لیے ہے یہ کام
کہ یہ محتاج آگ کے ہیں مدام

جو بہائم ہیں اور حیوانات
بے تمتع ہیں آگ سے دن رات

اُن کو بے بہرہ آگ سے جو کیا
اُن پر انسان کو یہ فوق دیا

آگ اٹھانے کی چیزیں ساتھ آئیں
کفِ دست اور انگلیاں پائیں

نہ ملے جانور کو یہ اعضا
ہر مشقت پر اُن کو صبر دیا

تا جو رنج آدمی کو ہوتا ہے — جاڑوں مرتا ہے جان کھوتا ہے
نہ ہوں حیوان کو وہ رنج و تعب — کہ وہ رنج و تعب میں جیتے کب؟
دوں خبر تجھ کو اور نفعوں سے — کام چھوٹا سا آگ کا سن لے
ہے وہ امر صغیر و نفع کثیر — حبذا حکمتِ خدائے قدیر
کرتے ہیں روشن آگ سے جو چراغ — پاتے ہیں کارہائے شب سے فراغ
جو نہ ہوتا چراغ یوں روشن — لوگ تھے مثلِ مردہ گھر مدفن
کارِ شب ہائے تار ہوتے بند — ہوتے سب روشنی کے حاجت مند
لکھ نہ سکتے نہ کرتے خیاطی — تار بُنتے نہ کرتے کام کوئی
رات دن دردمند ہوتے اگر — ہوتے مستشفیِ دوا کیونکر؟
اور ہیں نفع آگ میں کتنے! — لوگ کھانے پکاتے ہیں اس سے
سینکتے ہیں تن آدمی اکثر — خشک کرتے ہیں جامہ ہائے تر
کیا بتاؤں منافعِ آتش؟ — کیا سناؤں منافعِ آتش؟
نفعِ آتش ہیں واضح و اظہر — آگ سے فائدے ہیں روشن تر

حال ابرو ہوا کا ہے مذکور

فکر کر اے مُفضّل اس میں ذرا! — ابر کی منفعت صفائے ہوا
یہ جو گاہے جنیں ہے گاہے چناں — دونوں میں ہے مصالحِ انساں
ایک کو ہوتی جو ثبات و بقا — خلل امرِ معاش میں پڑتا
کچھ بھی فرصت نہ ہوتی مینہ سے اگر — سڑتے یہ ساگ پات سر تا سر
سست ہوجاتے جسمِ حیوانات — چلتی ٹھنڈی ہوا یہاں دن رات
ہوتیں بیماریاں بہت پیدا — بند ہوجاتا مینہ سے ہر رستہ
ابر سے صاف اگر ہوا ہوتی — مینہ کی سارے برس دعا ہوتی

ساری دنیا میں پھر نہ اگتی گھاس
عمر حیوان کیا بسر کرتے؟
کبھی بدلی کبھی صفائے ہوا
ہیں جو دونوں قرینِ یک دیگر
جتنی چیزیں ہیں باقی ہیں اصلاح
اور کوئی کہے یہ بات اگر
کیوں ملا ہے انہیں فسادِ مزاج؟
تو ہم اس کا جواب دیتے ہیں
ہے صلاح آدمی کی اس میں کمال
جب مشقت وہ پائے یا صدمے
ہے مثال اس کی اے نکو کردار
اُن دواؤں کے ہونے ہیں محتاج
تا صلاحِ مزاج حاصل ہو
جب کرے روح نوعِ انساں کی
مبتلا اُن بلاؤں کا ہوجائے
رہے تا اپنے درد میں مشغول
متوجہ ہو ایسے کاموں پر
اے مفضّل! کوئی شہِ جبار
لے کے ہمیان درہم و دینار
سب کہیں کے اُسے کمال سخی
ہے یہ صرف اُلوف اُلوف درم
آب باراں کا ہوتا ہے جو وفور
گھاس اگتی ہے بڑھتے ہیں غلّے
تو قناطیر ہائے سیم و طلا

جتنے دریا ہیں سب کا ہوتا ناس
خشک سالی سے آدمی مرتے
معتدل کس طرح نہ آئے ہوا
ایک کھونا ہے دوسرے کا ضرر
کچھ نہیں اس میں حاجتِ ایضاح
کیوں خدا نے دیا ہے ان میں ضرر؟
ایک ہے دوسرے کا کیوں محتاج؟
سن اُسے کیا جواب دیتے ہیں!
اس لیے اس کو ہے تغیّرِ حال
کرے توبہ چھٹے گناہوں سے
نوعِ انساں جو پڑتی ہے بیمار
کہ جو کڑوی ہوں یا خلافِ مزاج
تا فسادِ مزاج زائل ہو
خواہشیں سرکشی و طغیاں کی
جنکے رنج و الم سے ایذا پائے
نہ گناہ اس سے ہوں نہ کارِ فضول
جو ہوں کونین کے مناسب تر
دے رعایائے خاص کو اِک بار
کہ وہ گنتی میں ہوں کروڑ ہزار
دھوم عالم میں ہوگی بخشش کی
ایک بارش کے مرتبے سے کم
شہر کے شہر ہوتے ہیں معمور
ان کی قیمت اگر کوئی سمجھے
اس کے عشرِ عشیر ہیں گویا

تو نہیں دیکھتا سوئے باراں — کیسا رتبے میں ہے عظیم الشاں؟
اس سے سب پر ہے نعمت عظمیٰ — لوگ غافل ہیں اس سے صبح و مسا
تھوڑی حاجت جسے خدا سے ہو — یا ہو مقصود دنیوی جس کو
اور وہ کام دیر میں نکلے — بھول جاتا ہے سب وہ غصے سے
یہ نہیں جانتا کہ خیر اس کی — ہے اسی بات میں جو دیر لگی
ملتی جو لذتِ حقیر یہاں — ہوتے فوت اس سے نفعِ بے پایاں
نفع تھوڑا اُسے جو ملتا اب — ہوتا خسرانِ اُخروی کا سبب
اے مُفضّل! یہ فضل و احساں دیکھ — اور لطفِ نزولِ باراں دیکھ
کہ خدا نے کیا مقدر اِسے — برتری سے سوئے نشیب گرے
جو ہوں پست و بلند دوراں سے — سب ہوں شاداب آبِ باراں سے
جو نزول اس طرح نہ کرسکتا — کوہ و تَل کس طرح سے بھر سکتا
جتنی جگہیں ہیں ارفع و برتر — رہتیں محرومِ برگ و بار و ثمر
تُو نہیں دیکھتا وہ کھیت اگر — کہ جو آبِ رواں سے ہوتے ہیں تر
کم ہیں حاصل میں اس زراعت سے — آبِ باراں پہنچ گیا ہے جسے
جو مشقت کہ آبِ جاری میں — لوگ پاتے ہیں کشت کاری میں
کہ وہ لے جاتے ہیں کہیں سے کہیں — ہے محلِ نزاعِ آبِ زمیں
ظلم جیسا کہ کرتے ہیں عامل — پانی پر پا کے قبضۂ کامل
بے زر و زور رہتے ہیں محروم — بدلے پانی کے روتے ہیں مظلوم
نہ مشقت ہے آبِ باراں میں — نہ حکومت ہے آبِ باراں میں
حق نے یہ بات جب مقرر کی — آئے اونچان سے سوئے پستی
تو مقرر ہوا ہے یہ عنواں — قطرہ قطرہ برستا ہے باران
پہنچے تحتِ سریٰ رطوبتِ آب — باطنِ ارض تک کرے سیراب

جو برستا یہ پانی اِک باری ہوتا سارا زمین پر جاری
کرتا عمقِ زمیں میں خاک گزر ٹوٹ جاتے نبات و زَرع و شجر
یہ جو آہستگی دکھاتا ہے یعنی ایک ایک قطرہ آتا ہے
کھیت سیراب ہوتے ہیں سارے باغ شاداب ہوتے ہیں سارے
ہیں نزولِ مُطر میں مصلحتیں نرم تر جسم میں یہ منفعتیں
بھر گئی ہے غبار میں جو ہوا ابرِ باراں سے پاتے ہیں وہ جلا
کہ وبائی مرض یہ جتنے ہیں جو فسادِ ہوا سے نکلے ہیں
سارے طاعون ہوتے ہیں زائل صحتِ جسم ہوتی ہے حاصل
برگِ اشجار پر جو آفت ہے جس سے بربادیِ زراعت ہے
جس کو کہتے ہیں کھیت کا یرقاں دُھو کے کرتا ہے صاف اُسے باراں
اور ایسے بہت ہیں نفع کے کام کہیے تو ہے مزید طولِ کلام
جو کرے اِس طرح کوئی شبہہ برف و باراں کسی برس ہو سوا
تو زراعت میں آتی ہے آفت ہوتی ہے یوں فساد کی کثرت
جب عفونت ہوا میں آتی ہے بدن انسان کے دُکھاتی ہے
باعث اِس کے ہیں کون سے اسباب؟ تو ہے اِس بات کا یہ خوب جواب
کہ یونہی ہے کہا جو قائل نے ہے یہ افعال حق تعالیٰ سے
ہیں یہ اضرار و رنج عین فلاح انکے دھونے کی ہے فلاح در فلاح
ان کو ہوتا مضر جو نفع گراں یا مضر استقامتِ ابدان
رنج پاتے اذیتیں پاتے مبتلائے فساد ہوجاتے
ان کو تنبیہ ہے یہ اِس خاطر نہ رہیں تا یہ فاسق و فاجر
ہے کلامِ خدا میں قولِ خدا ترجمہ جس کا یوں بیان ہوا
آزمائیں تمہیں براپنہ ہم خوف سے اور بھوک سے پیہم
نقص دال و انفس و ثمرات یہ بھی ہیں امتحان کے آیات

حکمت خلقت جبال جہان

خلقتِ کوہ اے مُفضّل دیکھ!
رفعتِ کوہ اے مُفضّل دیکھ!

جب ملے خاک و سنگ یک دیگر
ہوگئے یہ بلند سرتا سر

سمجھے جاہل زیادتِ خلقت
یعنی اِن کی نہیں ہے کچھ حاجت

یہ سمجھنا ہے اُن کا صاف خطا
نفع ان میں ہے بے حد و احصا

ایک دن میں یہ ہے کہ برف اکثر
گرکے رہ جاتی ہے پہاڑوں پر

بچ کے رہتی ہے عوضِ سال میں جو
نفع پاتے ہیں بیچ کر اِس کو

ہوکے پانی جو برف بہتی ہے
چشمہ و نہر میں وہ جاری ہے

اور سن مجھ سے وصف ہائے جبل
ہیں نباتات کی دوا کے محل

ان نباتات کا ہے نسبت اس میں
جو کہیں بھی جہان میں نہ ملیں

غاروں میں ہے جگہ درندوں کی
رہتے ہیں وحشِ دشت و کوہ سبھی

قلعہ ہیں استوار و محکم تسر
برج ہائے بلند ہیں اُن پر

جانور اکثر اِن میں رہتے ہیں
کب وہ آزارِ صید سہتے ہیں؟

پتھر اُس سے تراش لاتے ہیں
آسیا و محل بناتے ہیں

اِن میں کانِ جواہر اکثر ہیں
فائدے اِن سے ظاہر اکثر ہیں

اور ہیں سینکڑوں تلال و جبال
عالم اُن کا ہے ایزدِ متعال

حال ہے خلقتِ معاون کا

اے مُفضّل! ہوئے معاون دیکھ!
معدنیات کے مساکن دیکھ!

گوہرِ باشرف نکلتے ہیں
ہر جگہ ہر طرف نکلتے ہیں

گچ و زرِ زنیخ و سُرب و مردا سنگ
سرمہ جس سے بنائیں آسیا سنگ

آہَک و مس و زِیبَق و قلعی
مثلِ فولاد و آہن اور کثی

فِضہ معدنی سے تابہ ذہب
اور یاقوت پھر زمُرد سب

اور انواع کے بہت پتھر
ایک سے ایک بہتر و برتر

اور جو ہو پہاڑ سے جاری
نیر گوگردِ مومیائی بھی

لفظ بھی اور چیزیں اِس کے سوا
کہ یہ سب ہیں ذخیرہ ہائے خدا

آدمی کے لیے مہیا ہیں
یہ زمینوں میں آشکارا ہیں

وقتِ حاجت نکال لاتے ہیں
کام میں ماہ و سال لاتے ہیں

پھر نہ ایسا بنادیا ان کو
کہ جو منظور ہو وہ حاصل ہو

کیمیا ہے علمِ پوشیدہ
یہ جو رکھا ہے علمِ پوشیدہ

سبب اس کا یہ ہے کہ سہل اگر
نکلیں کانوں سے سیم و زر باہر

یا ہر اک شخص کیمیا جانے
چاندی سونا ہر اک بنا جانے

کثرتِ سیم و زر ہو دنیا میں
سونے چاندی کا گھر ہو دنیا میں

نہ ہوں ان سے معاملاتِ جہاں
دیں کب اِن کو خراجِ سلطاں؟

کب خزانوں میں مالدار بھریں؟
پھر اولاد اِنہیں نہ جمع کریں

اور بھی قدرتیں دکھائی ہیں
صنعتیں خلق کو بتائی ہیں

کوئی پیتل بنائے تانبے سے
کہیں بنتے ہیں ریت سے شیشے

کہیں بنتی ہے سُرب سے چاندی
کہیں چاندی سے قسم سونے کی

لوگوں میں صنعتیں ہیں اور اکثر
کہ نہیں جانتے ہیں اِن کو ضرر

دیکھ تو کس طرح خدا نے دی؟
آدمی کو مراد بھی اِس کی

فہم ہوتا ہے کارگر اِن کا
نہیں جس کام میں ضرر اِن کا

جوکہ کھودیں بہت معادن کو
ملے دریائے بیکراں اِن کو

ہے وہ دریائے بیکراں ایسا
کہ نہ دیکھا ہو ایک نے ویسا

ہے عیاں دوسرے کنارے سے
کہ اُدھر ہیں پہاڑ چاندی کے

فکر سے دیکھ حق کی یہ تدبیر
دیکھ تدبیرِ کردگارِ قدیــــر

لطفِ قدرت سے ہے یہی چاہا
دیکھنے والوں کو دکھائے خدا

جیسی رکھتا ہے صنعت و قدرت
ہے خزانوں میں اُس کے جو وسعت

تا سمجھ لے کہ جب خدا چاہے
کوہِ نقرہ بنا دے اِن کے لئے

لیکن ان کی صلاح اس میں نہیں
کہ ہو چاندی برنگِ خاک زمیں

نفع انسان پر ضرور ہوا
اس لئے مانعِ وفور ہوا

لے تُو اس بات سے ذرا عبرت !
دیکھ جس جنس کی نہ ہو کثرت

قسمِ ظرف و لباس ہو یا اور
کہ نئی بات کا ہو اس میں طور

یا ہو سب کی پسند یا کمیاب
قدر میں ہو زیادہ وہ اسباب

آدمی اِس کے رہتے ہیں طالب
قیمت بیش دیتے ہیں راغب

جب وہی جنس پھیل جاتی ہے
قیمت کم کو ہاتھ آتی ہے

طالب اُس کے بہت سے ہوتے ہیں کم
مفت لیتے نہیں جو پہنچے ہم

بے تکلف تفاوتِ اشیا
ان کے کم ہونے سے ہوا پیدا

حکمت خلقت گیاہ و درخت

اے مُفضّل! سمجھ کے دیکھ ذرا !
کیا بتاتا تمہیں ہے صنعِ خدا ؟

کتنی انواع منفعت بخشی
گھاسوں کو واہب عطا پانی

ہے جو خلاقِ آسمان و زمیں
اُن میں کیا کیا صنائع اُس کے نہیں

میوے پیدا کئے برائے غذا
تاکہ انسان اس میں پائے غذا

گھاسیں کیں خلق بہرِ حیوانات
کھا کے چارا وہ چلتے ہیں دن رات

لکڑیاں بانٹنے جلانے کــی
اور کام اور کارخانے کــــی

صَمغ و جلد و برگ و ریشہ وساق
نفع انسان ہے سب میں بے اغراق

جتنے میوے ہیں آدمی کھاتے
یہ اگر بے درخت مل جاتے

گو مزہ پاتے نفع پاتے ہم
اتنی چیزیں کہاں سے لاتے ہم؟

ہیزم و برگ و چوب و کاہ و عُلَف
نفع ان سب کے ہم سے ہوتے تلف

ہے درختوں میں التزاذِ بصر
کہ خوش آئند ہیں جو آئیں نظر

نخلِ شاداب ، سبز و خرم گھاس
جو زمرد کا رکھے عالم گھاس

گل و برگ و شگوفہ گونا گوں
سب جدا رنگتوں میں بو قلموں

آدمی کو جو ہے مزہ ان سے
کوئی لذت نہیں پہنچتی اسے

فکر اس فائدے میں کر تو ذرا
ہے زراعت کی تربیت کیا کیا!

ایک دانے سے اس قدر ہوں بہم
کہ ہوں سو دانوں سے زیادہ و کم

تھا یہ ممکن جو بوئیں دانا ایک
کرے اللہ اس سے پیدا ایک

ایک دانے سے ایک اگر ہوتا
نفع اس سے کب اس قدر ہوتا؟

اس میں ہر سال یہ ضرورت تھی
کہ کرے کشت و کار ہر کوئی

بونے والے کا قُوت بھی کامل
سالِ آئندہ تک رہے حاصل

کیا نہیں دیکھتا مگر تُو اِسے؟
کہ اگر کوئی بادشاہ چاہے

کہ کسی شہر کو کرے آباد
کرے بیجوں کی لوگوں کو امداد

تاکہ بیج اس زمین میں بوئیں
جبتک ان بیجوں کا وہ حاصل لیں

ان کو آذُوقہ شاہ دے بیشک
جس کو کھائیں حصولِ حاصل تک

یہ سمجھ لے کہ سارے دانش مند
کام تدبیر سے کریں ہر چند

ان کے ادراک و فکر سے بڑھ کر
ہیں تدابیرِ خالقِ داور

نفع اتنا دیا زراعت کو
صَرفِ ہنگامِ تخم پاشی ہو

قُوت ہو سال بھر مزارع کا
نہ ہو ہرگز ضرور مزارع کا

نخلِ خرما کا حال بھی سن لے
ہیں سب اشجارِ میوہ دار ایسے

گرد شاخیں نکال لاتے ہیں
پود سے نشو و نما جو پاتے ہیں

کاٹ کر ان کو لوگ بوتے ہیں
اور بھی کام ان سے ہوتے ہیں

نہیں ہوتا فنائے ا[illegible] شجر
اور اگر مٹ بھی جائے اصلِ شجر

اس عوض سے نہ وہ تلف ہوجائے
قسم اُس کی نہ برطرف ہوجائے

دانوں میں صنعتِ الٰہی دیکھ
عدس و ماش و باقلا بھی دیکھ

اور مانند اِن کے ہیں کتنے؟
کہ وہ ظرفِ چند میں جمتے

اگنے میں ہے یہ [illegible]رائے شگرف
صورتِ کیسہ و خریطہ ہے ظرف

کہ وہ دانے رہیں حفاظت سے
بچ رہیں سو طرح کی آفت سے

جبتک اُس ظرف میں وہ ہوں مُحکم
جس طرح بچۂ بنی آدم

ہے مغز [illegible] میں اس لئے ملحوظ
رہے آماتِ رحم سے محفوظ

دیکھ تو طرزِ گندم و اشباہ
خلق کرتا ہے کس طرح اللہ؟

پوست سخت اگر نہ وہ پاتے
روتے دہقان ، جانور کھاتے

کہنے والا کوئی کہے یہ اگر
دانے کھاتے ہیں جانور اکثر

کہیں گے اُس سے ہم جواب اِسکا
کہ مقرر خدا نے یونھی کیا

جانور بھی ہیں اُس کی مخلوقات
بے زباں بھی ہیں اس کے مرزوقات

جو نکالا ر[illegible] ہے حق نے
کچھ نصیبا ہے اس میں ان کےلیے

جو یہ پردہ نہ ہوتا دانے میں
چوکتے کب وہ اُس کو کھانے میں

توڑ کر خاک میں ملا جاتے
پھینک دیتے بہت سے کھا جاتے

پاتے جب بے مزاحم و مانع
کرتے دانوں کو جانور ضائع

جب بہت کھاتے خود بھی مرجاتے
ہونے والے تباہیاں پاتے

تب تو حق نے بنائے یہ پردے
ہیں محافظ تمام دانوں کے

تھوڑے سے ان میں جانور کھائیں
آدمی کے بہت سے کام آئیں

کیونکہ انسان ہوتے رہتے ہیں
مال کھوتے ہیں رنج سہتے ہیں

جز خورش جانور کو کیا رغبت
آدمی کو زیادہ ہے حاجت

فکر کر دیکھ حکمتِ اللہ
خلق کیونکر کئے درخت و گیاہ

کیونکہ وہ بھی غذا کے ہیں محتاج
سارے نشو و نما کے ہیں محتاج

لب و کام و دہن نہیں رکھتے
وصفِ حرف و سخن نہیں رکھتے

حرکت ہے نہ اِن کو ہیں اعضا
مثلِ حیواں کریں جو کسبِ غذا

ریشے بطنِ زمیں میں دوڑائے
کہ وہیں سے غذا ہر اِک پائے

ریشوں کی راہ جب غذا پائیں
شاخ و برگ و ثمر کو پہنچائیں

یہ زمیں اِن کو کم نہیں ماں سے
دہنِ طفل وار ہیں ریشے

جس طرح لے کے چھاتیاں منہ میں
شیر خوار اپنی ماہ کا دودھ پیئیں

تو نہیں دیکھتا ستونِ خیام
ہیں طنابوں سے ایستادہ تمام

تا وہ سیدھے رہیں نہ گرجائیں
راستے سے کہیں نہ پھر جائیں

ہے نباتات و نخل کا یہی ڈھب
ریشے دوڑاتے ہیں زمیں میں سب

ہر طرف سے کھنچے ہیں وہ ریشے
جھک نہیں سکتے گر نہیں سکتے

یہ نہ ہوتا تو یہ درخت کبار
جیسے سرو و صنوبر اور چنار

سیدھے کس کس طرح کھڑے رہتے؟
صدمے کیا بادِ تند کے سہتے

دیکھ تُو حکمتِ حکیمِ قوی
کس طرح قبل خلقتِ بشری

کرے صنعت کی آدمی تدبیر
ویسے ہی کرچکا خدا تقدیر

بلکہ خیمہ جو کرتے ہیں پیدا
نخل و اشیاء سے یہ ہے نکلا

جو ہے صنعت وہ تابعِ خلقت
کیونکہ خلقت ہے سابقِ صنعت

فکر کر اے مُفضّل اس میں ذرا!
پتوں کو کس طرح کیا پیدا؟

مثل رکھا ہے جسم پتوں میں
ہر طرف سے کھنچی ہوئی ہیں رگیں

بعض موٹی رگیں ہیں اور بڑی
کھنچی ہیں طول و عرضِ برگ سبھی

بعض باریک ایسی ہیں اِن میں
بنیں موٹی رگوں سے ہیں وہ رگیں

پتوں میں جو رگیں ہیں نازک تر
سب وہ ہیں متصل بہ یک دیگر

ہاتھ سے لوگ اگر انہیں بُنتے
سال بھر سر بھی آدمی دھنتے

لطف اس طرح کے نہ ہوسکتے
فارغ اک پتے سے نہ ہو سکتے

ہوتے محتاجِ کثرتِ آلات
کرتے بے حد و حصر سب حرکات

دیکھ تو قدرتِ بصیر و سمیع
جب ہوئی ابتدائے فصلِ ربیع

دفعتاً برگ و گل ، گیاہ و درخت
پتے ہوں خواہ نرم واہ کرخت

سبزہ ، ریحاں ، شگوفہٗ نافرماں
صنف ہائے شقائق نعماں

اس قدر سب کے سب کئے پیدا
بھرگئے جن سے گلشن و صحرا

سب یہ پیدا ہوئے ہیں بے حرکت
نہیں حرف و سخن کے کچھ منت

قدرتِ کاملہ کا ہے یہ گماں
ہے فقط حکمِ قادرِ متعال

وجہ رگ ہائے ریزہ سن لے ذرا
ان کو پتوں میں کیوں ہے پھیلایا؟

تاکہ آب و غذائے برگ ملے
نشو کامل برائے برگ ملے

ہے یہ رگ ہائے سخت میں حکمت
رکھتی ہیں وہ صلابت و طاقت

پتے پھٹنے سے عافیت بائیں
نہ وہ پژمردہ ہوں نہ کملائیں

صاف برگ درخت ایسے ہیں
جیسے برگ قماش بنتے ہیں

لکڑیاں طول و عرض میں ان کے
اس لیے رکھی ہیں کہ جھک نہ سکے

ہو ثبات و قرار پتے میں
نہ رہے انتشار پتے میں

سب یہ صنعت ہے نقل خلقت کی
پر کہاں خوبیاں حقیقت کی ؟

خلقت تخم میوہ و اثمار

تو تفکر کر امر میں اے دانا !
نہیں میووں میں بے سبب دانا

ہے یہ حکمت کہ ٹھہرے نامِ درخت
بیج ہوں قائم مقامِ درخت

جب کچھ آفت درختوں کو پہنچے
بیج بوئیں زمین میں اُس کے

جیسے جو کوئی جنس ہو بہتر
دو جگہ اس کو رکھتے ہیں اکثر

کہ اگر ایک پر پڑے آفت
دوسرے پر نہ پڑسکے آفت

بیج میں دوسری یہ حکمت ہے
اس میں جو سختی و صلابت ہے

مغزِ اثمار میں جو نرمی ہے
سختیِ تخم اسے بچاتی ہے

بیج اگر سختیاں نہ یہ پاتے
سارے پھل پاش پاش ہوجاتے

کھاتے ہیں بیج بعض میووں کے
بعض بیجوں سے تیل ہیں کھینچتے

بیج کیا رائیگاں جاتے ہیں؟
سب نکلتے ہیں کام آتے ہیں

فائدہ گٹھلیوں کا تونے سُنا
اب تفکر کر اس میں بھی تو ذرا !

جو ہے بالائے دانہ ہائے رطب
حال انگور کا بھی سن لے اب

کس قدر لذت و حلاوت ہے !
شہد خالص کی کیا حقیقت ہے؟

جو ہوں مثلِ انار سرو و چنار
خلق کب پائے لذتِ بسیار ؟

پس حکیم و علیم نے یہ مزے
محض میووں کو اِس لیے بخشے

پائے انسان لذتیں اِن سے
پائے ہر آن لذتیں اِن سے

دیکھ تُو حکمتِ علیمِ قدیر
نوعِ اشجار میں ہے کیا تدبیر!

ہے درختوں میں حکمتِ جبار
مرتے ہیں سال بھر میں یہ اک بار

ہے حرارتِ غریزی ان میں جو
دی جگہ چوبِ نخل میں اُس کو

جبکہ فصلِ ربیع آتی ہے
شجرِ میوہ کو جلاتی ہے

حرکت میں درخت آتے ہیں
میوے اقسام کے کھلاتے ہیں

میوے لے لے کے کس حلاوت کے؟
مستعد ہیں تری ضیافت کے

چن کے گویا درخت سب میوے
ڈالیاں لاتے ہیں ترے آگے

ان میں جو چیز ہو تجھے منظور
لے کہ موجود ہے وہ تیرے حضور

عمل کی تخمین ہے اگر پرداخت
کیوں نہیں لطفِ میزباں کی شناخت؟

جب عنایت کی ہو یہ کیفیت
چاہیے شکرِ صاحبِ نعمت

یہ طعام و فواکہ و ازہار
یہ رَیاحِینِ تازہ و اثمار

باغ و بستان وکوہ و ہامون کے
سب مہیا ہوئے ہیں تیرے لیے

تو ہوا صاف منکرِ احسان
تو ہوا صاف عاصیِ فرمان

شکر کے بدلے کفر پر ہے نگاہ
نعمتیں کھا کے کر رہا ہے گناہ

کر تو خلقِ انار سے عبرت
اور جو کچھ ہے اس میں کیفیت

صنعِ کامل کے اِس میں ہیں آثار
آشکارا ہے قدرتِ غفار

اس میں جھلی سے پروئے ہیں کتنے
کہ رہیں احتیاط سے دانے

یوں ملائے گئے وہ دانۂ خام
کہ مگر ہاتھ سے چنے ہیں تمام

کئی حصے کیا ہے دانوں کو
ہیں لفافے میں قسم قسم کے جو

اس لطافت سے وہ لفافہ بنا
دیکھنے سے ہے عقل کو سکتہ

دانے ہیں قسم قسم کے جتنے
سب ہیں محفوظ پوست کے نیچے

یہ جو خلقِ لطیف کی تقدیر
سب کی سب اس لئے ہے یہ تدبیر

صرف ہوتے جو اس میں سب دانے
رہتے باقی غذا کو کب دانے؟

ایک پردہ ہے اِس میں صورتِ پیّہ
گندہ ویسا وہی رطوبت پیتہ

اُسے اِس واسطے قرار دیا
دانوں کی جڑ کو اِس میں نصب کیا

ملے بڑھنے کا فائدہ اِس سے
دانے پاتے رہیں غذا اِس سے

دانوں نے جو لفافہ پایا ہے
یہ پئے حفظ دانہ کھینچا ہے

اور سب پر ہے پوست بھی محکم
سبب اِس کا تجھے سنائیں ہم

ہے لطافت طراوت اِن میں کمال
سرد و گرم ہوا سے کیا ہے زوال

ہم نے جو کچھ کہا یہ کافی ہے
اعتبار و دلیل دانی ہے

جو درازی کلام کی [illegible]ے
تو زیادہ ہیں حد سے نفع اِس کے

فکر کر اے مُفضّل اک دم تُو !
دیکھ لے صنعتِ درختِ کدو

خربوزہ ہندوانہ اور خیّار
اور مانند اِس کے اے ہوشیار !

جب ہوئی حکمتِ خدائے ودود
کہ بڑے میوے اِن سے پائیں وجود

تو درختوں کا طور یہ ٹھہرا
ان کو مانندِ فرش پھیلایا

اور اگر مثلِ نخلِ سیب و انار
سیدھے ہو ہو کے لاتے یہ بر و بار

ٹوٹتیں شاخیں اور جُھک جاتیں
تاب کب اِن کے بوجھ کی لاتیں ؟

پس نظر کر کہ حق تعالیٰ نے
خالق و رازقِ بَرایا نے

اِن کو کیسا زمین پر رکھا
حاملِ بار اِس کو ٹھہرایا

حالِ شاخ کدو بھی غور کیا
اور انداز شاخِ خربوزہ کا

پھیلے ہیں روئے ارض پر کیونکر ؟
پالتے ہیں یہ اپنے بار و ثمر

جس طرح لیٹے گربہ مسکیں
اِس کے بچے ہوں گرد اِس کے وہیں

لے کے پستانِ گربہ وہ منہ میں
شیرِ مادر بڑے پڑے چوسیں

دیکھ اِن میووں کو جو پھیلتے ہیں
کہ یہ کس وقت میں نکالتے ہیں ؟

کہ وہ ہے عین شدتِ گرما
اور چلتی ہے کیسی گرم ہوا ؟

ہے جو گرمی نفوسِ خلق کو شاق
ایسے میووں کی ہوتی ہے مشتاق

اور اگر جاڑوں میں یہ سب پھلتے
لوگ کھاتے انہیں کراہت سے

یا اگر ایسے میوے کھاتے بھی
تو بہت سا ضرر اٹھاتے بھی

نہیں دیکھا کہ کچھ درختِ خیار
فصلِ سرما میں لاتے ہیں بر و بار

لوگ اُنہیں کھانے سے ڈراتے ہیں
جو بہت ہیں حریص کھاتے ہیں

وہی کھاتے ہیں جو ہیں بے پروا — نہیں نفع و فساد سے پروا

ذکرِ صنعِ درختِ خرما ہے

دیکھ انواعِ نخلِ خرما بھی — دیکھ اوضاعِ نخلِ خرما بھی
کہ بنایا اِسے نر و مادہ — مادہ ہے جفتِ نر کی آمادہ
نر بنایا ہے مرد کی صورت — مادہ بار آوری میں زن سیرت
اِس کو کیا تار و پود سے ہے بُنا ! — جیسا بُنتے ہیں غفص تر کپڑا
یوں وہ سخت و درشت و محکم ہو — خوشوں کے بوجھ سے نہ ٹوٹے جو
نہ کریں بادہائے تُند اثر — آندھیوں سے نہ پہنچے اِس کو ضرر
چوبِ خرما سے نفع پاتے ہیں — چھت بناتے ہیں پُل بناتے ہیں
اور اسی طرح لکڑیاں ساری — جن سے دنیا میں کام ہے جاری
بافتہ ہیں خدا کی قدرت سے — یوں بنائے گئے ہیں صنعت سے
غرض ہر جز ہے طول میں داخل — پائی آپس میں وصلتِ کامل
صنعتِ حق نے یوں بُنا ہے اِنہیں — جس طرح تار و پود مل جائیں
ساتھ اِس کے ملا وہ استحکام — گو کہ ہیں نرم اِس طرح وہ تمام
کہ بنتے اِن سے آلہ و اَدوات — اور کام آتے رہتے ہیں دن رات
پنجرے، دَر بناتے ہیں اِن سے — چیزیں اکثر بناتے ہیں اِن سے
ہوتے مانندِ سنگ اگر مُحکم — کام اُن سے بہت نکلتا کم
اور کتنے مصالح ایسے ہیں — تختہ و چوب سے نکلتے ہیں
کہ ٹھہر جاتا ہے یہ پانی پر — اِس سے بنتی ہیں کشتیاں اکثر
کہ پہاڑوں کی طرح بارِ گراں — لادتے ہیں گروہِ کشتی باں
شہر سے شہر لے کے جاتی ہیں — بحر سے بحر لے کے جاتی ہیں
کیا خدا نے کیا ہے یہ آساں ! — ہے کرایہ خفیف اور آساں

کشتیوں کا اگر نہ ہوتا ڈھنگ — ہوتے سب تاجر و مسافر تنگ
حمل و نقلِ متاع کیا ہوتی — صورتِ انتفاع کیا ہوتی
تھا ضروری کہ چاہیئے کشتی — کس سے ہوتے یہ کام ہے کشتی؟

سبب خلقتِ گیاہ دوا

کر عقاقیرِ وادویہ کو نظر! — کیا خدا نے انہیں دیا ہے اثر!
بہرِ ہر امرِ خاص دی خلقت — کس طرح کی ملی ہے خاصیت؟
ہوں رگیں یا مقابل ر اعماں — نہیں ان کو نفوذ کرنا شاق
کہ موادِ غلیظ سودا دے — کھود کر سب نکالتے ہیں بہے
کہیں رکھتے نہیں مواد زبوں — شہترہ ہو کہ نوعِ افتیموں
جب فسادِ ریاح ہوں واضح — دیکھ سکنجبین اُن کی ہے دافع
ہیں دوائیں محللات ایسی — کھوئیں آلام و دردِ جسم سبھی
سب یہ خاصیتیں یہ قوت تمام — دیں دواؤں کو تا ہو راحت تام
اِس سوا جو انہیں کیا پیدا — بہرِ اصلاحِ بندگانِ خدا
متفطن کیا ہے لوگوں کو — سمجھیں تا نفعِ ادویہ جو ہو
اور یہ بات ہو نہیں سکتی — کہ بغرض و با تفاق کوئی
مطلع اِن سے خوب ہوجائے — فائدہ اتفاق سے پائے
اور اگر ہم کریں اِسے تسلیم — کہ ملی آدمی کو عقلِ سلیم
تجربوں سے خواصِ اشیاء پر — متفطن ہوئی ہے نوعِ بشر
چارپائے تمام ، سب حیوان — کیا یہاں عقل و تجربہ کا گمان
کسطرح ایسے بے شعور تمام؟ — متفطن ہوئے ہیں بے الہام
جیسے کتنے درندۂ صحرا؟ — گن کے بعض گیاہِ دشت دوا
وقتِ امراض کرکے استعمال — صحتِ تام پاتے ہیں فی الحال

مرضِ قبض پا کے بعض طیور
آبِ دریا کا حقنہ لیں گے ضرور

بلکہ اطلاق کے یہ معنی ہیں
علِ طائر اس کو کہتے ہیں

ہے یہ الہامِ خالقِ متعال
ہیں بہت سی نظیر اور مثال

شک تجھے شاید اِس میں ہو پیدا
نفعِ افزونیِ گیاہ ہے کیا

کہ وہ اگتے ہیں دشت و ہاموں میں ؟
فائدہ کیا گیاہِ افزوں میں

تو جو ہو اس گمانِ بے جا میں
کہ عبث ہے وہ گھاس دنیا میں

سب یہ تیرا گمان ہے وسواس
کہ غذا وحشیوں کی ہے وہ گھاس

گھاس سارے چرندے کھاتے ہیں
اِس کے دانے پرندے کھاتے ہیں

ہیزم و شاخ و چوب تک اِن کی
ہے برائے مسافر و شہری

بہت ان میں بھی ہے دوائے مرض
کام آتے ہیں وہ برائے مرض

نفع بعضوں میں ہے دباغت کا
یعنی اس سے پکاتے ہیں چمڑا

بعض سے ایسے کام لیتے ہیں
ان سے چیزوں کو رنگ دیتے ہیں

اور لاکھوں میں ایسی مصلحتیں
کہ عَقَاقِیْرْ میں ہیں منفعتیں

تو نہیں اس سے واقف و آگاہ
کہ جو بَیْشُوْزْ ہے بد ترین گیاہ

یہ ہے قسمِ گیاہ میں کم قدر
جانتا ہے پر اِس کے عالم قدر

ہیں ان انواع میں بہت سے مفاد
نفع ان گھاسوں میں ہیں حد سے زیاد

اس سے کاغذ بہت بناتے ہیں
لوگ نفع کثیر پاتے ہیں

سب ہیں اس گھاس کے سوا محتاج
ہیں رعایا و بادشاہ محتاج

اِس سے بنتے ہیں بوریا و حصیر
اس سے جاری ہے کارِ خلق کثیر

شیشوں کے بنتے ہیں اُسی سے غلاف
کہ رہیں وہ غبار و گرد سے صاف

شیشہ و آلات اُس میں لاتے ہیں
وہی صندوقوں میں بچھاتے ہیں

کہ بچیں ظرف ٹوٹنے سے تمام
اور اِس گھاس سے نکلتے ہیں کام

پس تو عبرت مشاہدے ہی لے
کہ ہیں سب چیزیں منفعت کے لئے

خلق جتنی ہوئی صغیر و کبیر
جتنی مخلوق ہیں قلیل و کثیر

قیمتی ہوں کہ وہ ہوں کم قیمت
سب میں ظاہر ہے قدرت و صنعت

ہے حقیقت ہے غالظ و سرگیں
کوئی دنیا میں بدتر اِس سے نہیں

نفع اِن میں ہیں کس قدر! کتنے!
سمتے ہیں ایسے نفع پر کتنے؟

سب بُقُول و نواکہ دنیا
شجرِ میوہ دار اے دانا!

جس قدر دہر میں زراعت ہے
جس میں اگنے کی قابلیت ہے

نہ بڑھے تا یہ غالظ و سرگیں
ایک میں بھی نموئے و تنبت نہیں

باوجودیکہ یہ نجس تر ہے
مرتبے میں ہر اِک سے بہتر ہے

جان تُو کچھ بھی ہو جو عقل و تمیز
منزلت منفعت میں ہر اک چیز

نہیں ہوتی موافقِ قیمت
اپنی قیمت سے رکھتی ہے رفعت

قیمتیں دو ہیں اور دو بازار
دو جگہ بکتی ہے وہ لیل و نہار

ایک بازارِ بیع و خواہش ہے
طلب ہے فساد و کاہش ہے

ایک بازارِ علم و دانش جان
اِس جگہ کارِ علم و دانش جان

اعتبار اِس کا ، اِس کا استدلال
نہ سمجھ کر حقیر کر اِہمال

طالبِ کیمیا اگر سمجھیں
گنہ کیا ہے مفاد غالظ میں

سیم و زر دے کے مول لیں اِس کو
اور سونے میں تول لیں اِس کو

یوں مُفَضّل ہے اِس جگہ کہتا
سخنِ پاک جب یہاں پہنچا

میرا مولا اٹھا برائے نماز
ہوئے پُر نُور اُن سے جائے نماز

اور فرمایا کل کی صبح جو ہو
آئیو اے مُفَضّلِ خوش خُو!

کہوں گا تجھ سے اور بھی اسرار
جو یہ چاہے گا ایزدِ غفار

وعدۂ صبح کی امید میں رات
صبح کے بھیج کر درود و صلات

اپنے گھر میں چلا خوش و مسرور
کہ نہ تھی حد ابتہاج و سرور

مجھ کو بخشا جو میرے مولا نے
ہادیِ راہِ پاک و عقبیٰ نے

دولتِ فضل کے دفائن سے
علم و اسرار کے خزائن سے

دولتِ علم پر یہ راضی تھا
شاکرِ منعمِ حقیقی تھا

ہے یہ آغازِ مجلسِ چہارم

حبّذا طالعِ یاور / نکل آیا جو خسرو و خاور
گھر سے نکلا مُفضّلِ دیندار / درِ مولا پر آئے، پائے بار
پائے اذنِ جلوس و حُکمِ درُود / کرکے آداب اور پڑھ کے درُود
وہ دوزانو ادب سے بیٹھ گیا / کس شکوہ و طرب سے بیٹھ گیا
یوں امامِ جہاں نے فرمایا / یہی پہلے زبان پر آیا
کروں تحمید طیبِ خاطر سے / کروں تنزیہ قلبِ حاضر سے
کروں تقدیسِ واجب التعظیم / سارے ناموں سے ہے جو نامِ قدیم
سارے نوُروں سے ہے عظیم جو نوُر / وہ ہے میرا خدا علیٰ غفّور
وہی ہے ذوالجنان و الاکرام / اسی خالق سے ہے نموئے انام
وہی کرتا ہے عالموں کو فنا / وہی صاحب ہے رازِ پنہاں کا
عالمِ علمِ غیب ہے لاریب! / وہی بے نقص و عیب ہے لاریب!
اس خدا کے جو ہیں محبِ جلی / دل میں نام اس کے رکھتے ہیں مخفی
جتنے ہیں علمِ قادرِ شان / چشمِ اغیار سے وہ ہیں پنہاں
دمبدم اُس جناب پر صلوات / دمبدم اُس جناب پر برکات
جو مبلغ ہے وحی کا بے شک / مالک امر اور نہی کا بے شک
کی رسالت خدا کی جس نے ادا / جو خدا نے کہا وہ اُس نے کیا
دی بشارت ثواب کی جس نے / کی اشارت عقاب کی جس نے
ہے رہِ راست کا سراج منیر / وہی بے شبہہ ہے بشیر و نذیر
ماہِ ایمان جو ہوا زندہ / اُس نے آفاق کردیا زندہ
اہلِ دیں با دلائل و برہان / ہوگئے واقفِ رہِ عرفان
ہے درُود اُس کی آلِ اطہر پر / آلِ صاحب کمالِ اطہر پر
ہو سلام اُن پر اور رحمت ہو / برکت اب سے تا قیامت ہو

یہی شایان ہیں تحیّت کے
یہی شایان ہیں کرامت کے

اے مفضل کئے ہیں میں نے بیاں
خالقِ جن و انس کے احسان

سب دلیلیں وجودِ خالق کی
سب دلیلیں علومِ رازق کی

سن چکا خوب حکمتِ خلاق ؟
ہوئی معلوم صنعتِ رزاق ؟

وہی خالق ہے صاحبِ تدبیر
وہی مالک ہے رازقِ تقدیر

خلقِ انساں میں کیسی حکمت ہے؟
خلقِ حیواں میں کیسی صنعت ہے؟

نفعِ پیدائشِ درخت و گیاہ
ہوا معلوم تجھ کو خاطر خواہ ؟

بہرِ عبرت یہ پند کافی ہے
عاقلوں کو فلاح وافی ہے

ہے بیانِ حوادثِ آفاق

اب ان آفات کا ہے حسنِ بیاں
جو کبھی ہوتے ہیں میانِ جہاں

ہوتی ہیں جب یہ آیتیں نازل
آدمی جو کمال ہیں جاہل

لیتے ہیں وہ وسیلۂ انکار
یعنی انکارِ خالقِ داوار

منکرِ خلق و خالق و تدبیر
ہے وہ بے پیر منکرِ تقدیر

کبھی نازل جو ہوتی ہے آفت
جانتے ہیں منافیِ حکمت

کیا شقی ہیں ملاحدہ اظلم
نہیں اقرارِ صانعِ عالم

جو ہیں اتباعِ مانیِ نقاش
دو خدا کے مقر ہیں وہ اوباش

یہ مصائب مکارہ و آلام
رنج مرگ و فنائے خلق مدام

جانتے ہیں خلافِ حکمت ہے
جانتے ہیں فقط مضرّت ہے

ہیں طبیعی جو عالم و حکماء
قولِ باطل ہے ان سقیموں کا

آتی ہیں جو جہان میں چیزیں
جو نظر آتی ہیں ہمیں چیزیں

اُن کی پیدائش و تمکن کی
مقتضا ہیں طبیعتیں اُن کی

آپ سے آپ ہوتے ہیں موجود
آپ سے آپ ہوتے ہیں نابود

نہیں دخل مدبر و صانع
نہیں دخل مقدر و صانع

کریں ان چیزوں سے وہ تجھ سے کلام
کہ ترے دل کو ہو تسلیِ تام

ردِ قول ان کا ہو تجھے آساں
اہلِ انکار سن کے ہوں حیراں

ہیں جو جاہل ملاحدہ مردُود
موردِ لعنِ قادرِ معبود

یرقان و وبا و طاعون کو
اور اسقامِ زیرِ گردوں کو

ملخ و ژالہ کی مضرت کو
اور غارت گرِ زراعت کو

کر رہے ہیں وسیلۂ انکار
اور کرتے ہیں مرتد وکفار

شبہہ بے جا وجود خالق میں
شک ہمیشہ وجودِ خالق میں

تجھ سے کہتا ہوں اب جوابِ انکار
رد ہو تا قولِ ناصواب اُن کا

جو نہ ہوتا مدبرِ عالم
جو نہ ہوتا مقدرِ عالم

ہوتے فتنے فساد اِس سے سوا
اور ہوتا وفور حادثوں کا

آفتیں ہوتیں نازل اور زیاد
ان سے ہوتا جہان سب برباد

چرخِ گرداں زمین پر گرتا
کرۂ خاک یہ جو ہے ترتا

ڈوب جاتا تمام پانی میں
حرف تھا سب کی زندگانی میں

یا نہ ہوتا طلوعِ شمس کبھی
سوکھتے یا یہ چشمۂ سار سبھی

جو یہ باد وزاں کبھی ٹھہرے
جیسے چلتی ہے اک ذری ٹھہرے

تو ہو بازارِ تازگی کاسد
جتنی چیزیں ہیں ہوں سبھی فاسد

یا محیطِ زمیں ہو آبِ رواں
غرق ہوجائے سب بنائے جہاں

ذکر تھا جو جرّاد و طاعوں کا
جو بلائیں ہیں اور ان کے سوا

ضرر ان سے کبھی پہنچتا ہے
اور تھوڑا سا ان کا وقفہ ہے

کچھ درازی و امتداد نہیں
بہت ان چیزوں سے فساد نہیں

سب وباؤں سے مر نہیں جاتے
دہر سنسان کر نہیں جاتے

تیزیوں کو ہے خود فنا و زوال   گھاس کا ان سے کیا ہوا استیصال
یہ بلائیں اگر چہ ہیں جانکاہ   اِن سے ہوتا نہیں جہاں تباہ
آدمی اِن سے رہتے ہیں محفوظ   کبھی مغموم ہیں کبھی محظوظ
اِس لئے یہ بلائیں آتی ہیں   کبھی اِس واسطے ستاتی ہیں
کہ نہ ہوجائے بے لحاظ و خیال   آدمی کو رہے لحاظ و خیال
آتی ہے آفتِ قلیل ان پر   بہرِ تادیب وہ نہ بہرِ ضرر
دور ہوتی ہیں یہ بلائیں شتاب   تاکہ عبرت کریں الوالالباب
کہتے ہیں یہ ملاحدہ اوباش   اور اتباعِ مانیِ نقاش
یہ بلائیں جو آتی ہیں اکثر   ہوتے ہیں مبتلائے رنج بشر
خالق اِن کا رحیم اگر ہوتا   ان بلاؤں سے کب ضرر ہوتا ؟
ہوتے ان آفتوں سے کب ناخوش ؟   ہر کوئی ساری عمر رہتا خوش
قائل اِس قول کے جو ہیں ناداں   ان کو نادانیوں سے ہے یہ گماں
چاہیے بے الم ہو عیشِ بشر   ہر کدورت سے ہو یہ خالص تر
عیش میں کچھ الم نہ ہو مخلوط   رہیں عشرت سے آدمی مربوط
نہیں واقف کہ یوں اگر ہوتا   سرکش اِس درجہ ہر بشر ہوتا
ہوتے دنیا و دیں کے کام تباہ   کچھ نہ ہوتا کبھی سوائے گناہ
دیکھتا ہے کہ ایسے بھی ہیں بشر   ناز و نعمت میں کی جنھوں نے بسر
پائی امن و اماں میں نشو و نما   لطفِ عیش و توانگری پایا
کس قدر گر رہیں ہیں وہ طغیان؟   کس قدر گر رہے ہیں وہ کفران ؟
وہ فراموش کر گئے گویا   کہ ہیں جنسِ بشر میں یا ہیں خدا
نہیں آگاہ یہ کہ ہم ہیں بشر   یا کہ ہیں مالکِ قضا و قدر
یا کہ یہ احتمال ہے بے جا   اُن کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا

یا پہنچا بھی ہے ضرر اُن کو
غفلتوں سے نہیں خبر اُن کو

کہ کریں مرحمت ضعیفوں پر
لطف و شفقت کریں نحیفوں پر

دست گیری کریں فقیروں کی
نہ حقارت کریں فقیروں کی

یا کوئی مبتلا نظر آئے
رحم سے ان کی آنکھ بھر آئے

یا نظر آئے جب کوئی مضطر
نظرِ پرورش کریں اُس پر

یا کریں بے نواؤں پر رحمت
یا غریبوں فقیروں پر شفقت

رنج اُن پر کوئی جو آتا ہے
یا کوئی درد اُنھیں ستاتا ہے

تب کہیں ہوتے ہیں یہ پند پذیر
جانتے ہیں کہ ہے خدائے قدیر

چونک پڑتے ہیں خوابِ غفلت سے
باز آتے ہیں جاہلیت سے

ترک اثم و فساد کرتے ہیں
توبہ کرتے ہیں دل میں ڈرتے ہیں

اکثر ایسے بھی ہیں زمانے میں
دارِ غفلت کے کارخانے میں

نہیں غیرت کسی طرح جن کو
نہیں عبرت کسی طرح جن کو

نہ موثر ہے اُن کو وعظ نہ پند
نہ انہیں خلق ہو دیانت پسند

حال اُن کا ہے ایسے بچوں کا
نہ گوارا ہو جن کو کڑوی دوا

متنفر دوا سے ہوتے ہیں
حکمِ پرہیز ہو تو روتے ہیں

جو طعامِ لذیز انہیں ہے مضر
کھانے پر اُس کے ہوتے ہیں وہ مصر

کسبِ علم و ادب سے نفرت ہے
صنعتیں سیکھنے سے وحشت ہے

رہتے ہیں کھیل میں لطافت میں
شاد دل رہتے ہیں ضلالت میں

چاہتے ہیں سو کھاتے پیتے ہیں
شغلِ باطل میں رہ کے جیتے ہیں

نہیں ان باطلوں کو ملتی خبر
ایسی نشو و نما میں کیا ہیں ضرر؟

دین ہوگا تباہ، دنیا بھی
دین جائے گا آہ دنیا بھی

جو ضرر رکھتی ہے شراب و غذا
کرے گی تن میں درد و دکھ پیدا

دین ہوگا تباہ دنیا بھی
دین جائے گا آہ دنیا بھی

جو ضرر رکھتی ہے شراب و غذا
کرے گی تن میں درد و دکھ پیدا

اس قدر جانتے نہیں یہ ضَلیل
کریں آداب نیک اگر تحصیل

اس سے ہوجائے عاقبت اچھی
جسم کو نفع دے دوا کڑوی

بعد الم کے ہے بیشتر راحت
بعد تلخی کے ملتی ہے لذت

جو کہے حمق سے کوئی نادان
ہوتے معصوم سب کے سب انسان

کس لئے عاصیِ خدا ہوتے
بے معاصی و بے خطا ہوتے

کب تھی ایسوں کو حاجتِ تنبیہہ ؟
سہتے کیوں رنجِ سخت و دردِ کریہہ ؟

سن لے اِس کا تو با صواب جواب
یہ جو ہو کب ہوں مستحقِ عذاب ؟

کیا ملے ان کو اجرِ حمد و ثنا ؟
کہ نہ کی آفتوں میں یادِ خدا

کہے یہ بات اگر کوئی جاہل
جو جنوں میں خدا کرے داخل

کیا مضرّت ہے بیشِ رائے صواب
نہ ہوئے گو وہ مستحقِ ثواب

گو نہ اللہ کی ستائش کی
گو نہ اللہ کی نیائش کی

سن لے اس بات کا بھی مجھ سے جواب
کہ نظر آئے تجھ کو راہِ صواب

کہیں اس شخص سے یہ بات اگر
تندرست اور جو ہو دانش ور

اپنے گھر میں وہ بیٹھے راحت سے
گزرے دن رات عیش و عشرت سے

اور اسبابِ عشرت و بہبود
بے مشقت کوئی کرے موجود

نہ کرے سعی کچھ نہ کچھ اعمال
نہ تو ہو مستحقِ مال و منال

دیکھئے تو قبول کرتا ہے
یا خیال اور کچھ گزرتا ہے

اگر اس کو ملتی ہے عقلِ سلیم
لطفِ خالق نے دی ہے عقلِ سلیم

بے مشقت جو پائے مالِ کثیر
نہ ہو راضی وہ صاحبِ تدبیر

جو نہ ہو مستحق وہ دولت کا
ترکِ دنیا ہے کام غیرت کا

یہی نعمائے آخرت کا ہے حال ۔۔۔ کہ کسی نے جو اس میں سے بہ کمال
نعمتیں پائیں رکھ کے استحقاق ۔۔۔ مل گئے نعمتوں کے قصر و رواق
لذت اس کو دو چند ہوتی ہے ۔۔۔ راحت اس کو دو چند ہوتی ہے
کہ ملی اس کو سعی کی قوت ۔۔۔ سعی سے ہاتھ آئے یہ نعمت
راہِ تحصیلِ نعمتِ عقبیٰ ۔۔۔ نقد انواعِ دولتِ عقبیٰ
رکھا اللہ نے نہاں کب کچھ؟ ۔۔۔ آخرت میں اُسے ملا سب کچھ
عمل و سعی سے وہ مردِ جلیل ۔۔۔ ہو گیا مستحقِ اجرِ جُزیل
اس لئے شاد و خرم و خرسند ۔۔۔ ہوگا وہ روزِ باز پرس دو چند
کوئی انساں اگر یہ بات کہے ۔۔۔ کہ کیا ہے یہ بیشتر تونے
عصمتِ جبر اور استحقاق ۔۔۔ ہیں منافی بہم یہی ہے سیاق
تھا یہ ممکن بغیر عصمت کے ۔۔۔ ہوتی تکلیف ہر بشر کسے لیے
کرتا ہر حال میں انہیں مغفور ۔۔۔ رہتے دارِ سرور میں مسرور
کوئی چاہے جو رکھے استحقاق ۔۔۔ پائے فردوس کے محل و رواق
طاعتِ حق میں وہ رہے مصروف ۔۔۔ عملِ نیک پر رہے مشغوف
جو کوئی چاہے بے عمل پائے ۔۔۔ بے عمل خلد کے محل پائے
باصواب اس کلام کا ہے جواب ۔۔۔ کلمۂ بے نظام کا ہے جواب
کہ جو انسان پر یہ کھل جاتا ۔۔۔ اور راہ اس طریق کی پاتا
کہ بدیاں کرتے اور پاتے ثواب ۔۔۔ اپنے دل میں نہ رکھتے بیمِ عتاب
فحش کے خوب مرتکب ہوتے ۔۔۔ کب گناہوں سے مجتنب ہوتے؟
پھر سزائے عمل سے کیوں ڈرتے؟ ۔۔۔ کارِ بد میں مبالغہ کرتے
کہ یہ کرتے زمین پر کیا کیا ۔۔۔ کشت و خون و فساد و ظلم و جفا
عدل ہوتا خدا کا لا حاصل ۔۔۔ ہوتی حکمت حکیم کی باطل

ہوتی تعطیل سے بدن تدبیر
باتی اللہ کی خلل تدبیر

ہے نمایاں یہ ہیں امورِ فساد
یہی ہیں باعثِ ظہورِ وفا

کہتے کافر ملاحدہ بے پیر
دیکھ ہوتی ہیں مبطل تدبیر

یعنی آفت جو ہوتی ہے نازل
رنج اٹھاتے ہیں ناقص و کامل

مبتلا دونوں ہوتے ہیں بد و نیک
نظر ہوتا ہے حال سب کا ایک

یا نکوکار رنج اٹھاتے ہیں
اور بدکار امن پاتے ہیں

کرتے ہیں جاہلوں سے یوں تقریر
جو ہو کوئی حکیم با تدبیر

اس کی حکمت کے یہ ہی ہے شایاں
نیک و بد ہوں بلاؤں میں یکساں

یا نکوکار مبتلا ہوجائیں
جوکہ بدکار ہیں رہا ہوجائیں

ان مقالات کا یہی ہے جواب
ان خیالات کا یہی ہے جواب

گو کہ یہ آفتیں بروں کے لئے
جیسی ہیں یونہی ہیں بھلوں کےلئے

دونوں رنجیدہ ہوتے ہیں انسان
ان سے ہوتا ہے نیک و بد کو زیاں

بیشِ حق دونوں کے مگر ہے صلاح
ان بلاؤں میں دونوں کی ہے فلاح

نیک جتنے ہیں اِن سے ڈرتے ہیں
نعمتیں حق کی یاد کرتے ہیں

چین پاتے ہیں حالِ صحت میں
شکر کرتے ہیں ہر طالت میں

صبر کرتے ہیں ہوتے ہیں جو علیل
شکوہ کرتے نہیں کثیر و قلیل

مبتلا ہوتے ہیں جو بد کردار
چھوڑ دیتے ہیں زشت و بد کردار

جان بچتی ہے آفتوں سے اگر
نہیں دونوں کو غیر نفع ضرر

نیک جو ہیں وہ نیک تر ہوں گے
مستعد اور خیر پر ہوں گے

جو ہیں صالح خدا سے ڈرتے ہیں
اور نیکی زیادہ کرتے ہیں

ہوتی ہے اور طاعت ان کی زیاد
ہوتی ہے کچھ بصیرت ان کی زیاد

جو ہیں فجار و کافر و اشراز
جانتے ہیں وہ رحمتِ غفار

ان بدوں کو بدونِ استحقاق — لطف و احسانِ حضرتِ رزاق
رغبتِ کارِ نیک دیتا ہے — فہمِ گفتارِ نیک دیتا ہے
جرم کرتا ہے کون ان میں اگر؟ — عفو کرتا ہے خالقِ اکبر

ہے سوالِ ملاحدۂ ملعون

کوئی شکوہ اگر کرے یہ مقال — تلفِ مال کا کہا یہ حال
کیا ہے حالِ بلائے جان و بدن — کہ ہو اس سے فنائے جان و بدن
آگ میں وقفِ حرق ہوجائے — یا کہ پانی میں غرق ہوجائے
یا کہ سیلاب سے وہ مرجائے — زلزلے سے وہ یا گزر جائے

ہے جوابِ امامِ راہنما

اے مُغفّل جواب اس کا سن! — گوشِ دل سے کلام میرا سن!
دونوں قسموں کی جو حکایت ہے — صاف ان دونوں کی رعایت ہے
جو ہیں اشخاص نیک اور ابرار — حبِ دنیا سے رکھتے ہیں وہ عار
زالِ دنیا جو کرتی ہے ہجرت — جائے رنج ان کو ہوتی ہے راحت
اس کی تکلیفیں رفع ہوتی ہیں — اس کی تصدیعیں دفع ہوتی ہیں
ان مکارہ سے پاتے ہیں وہ نجات — دونوں عالم میں پاتے ہیں درجات
آدمی ہیں جو فاجر و فاسق — کرتے ہیں کارہائے نالائق
کچھ گناہوں کا یہ ہے کفارہ — اور تادیبِ نفسِ امّارہ
ان بلاؤں کا یہ بھی ہے اندازہ — ازدیادِ گنہ سے رکھتی ہیں باز
مجمل ان باتوں کا یہ ہے حاصل — کہ خداوندِ حاکمِ عادل
جس میں سمجھا ہے مصلحت جس کی — جس میں سمجھا ہے منفعت جس کی
وہی کرتا ہے فرطِ رحمت سے — وہی کرتا ہے عین حکمت سے
گو کہ ظاہر میں شر نظر آئے — یا کچھ اس میں ضرر نظر آئے

وہ ہے حکمت میں خیرِ محض مگر
آندھی سے گر پڑیں جو شاخ و شجر
پر جو استادِ کار ہیں بڑھئی
اور بھی صنعتیں دکھائیں گے
وہ ضرور نفع سے بدل ہوگا
پس اسی طور سے خدائے حکیم
عارضِ جسم و مال کرتا ہے
خوب سا دیکھیئے تو نوع بشر
جو حماقت سے یوں کسی نے کہا
کون اس سے فساد برپا ہو؟
یہی اس اعتراض کا ہے جواب
عشرتوں میں گنہگار بنیں
مردِ فاجر کریں فجور زیاد
صلحا سست ہوں عبادت میں
مرتکب ہوں بد و فواحش کے
ان بلاؤں سے ہوتی ہے تنبیہ
قصد ہوتا ہے سوئے خیر و صلاح
یہ بلائیں اگر نہ ہوں نازل
کریں اکثر معاصی و طغیاں
پیش ازیں ہر طرح کے تھے گم راہ
ہوا واجب خدا کو ان کا ہلاک
ہوا اُن کے ہلاک کو طوفان

ہے حقیقت میں خیرِ محض مگر
ظاہراً بادِ تند کا ہے شر
ذہنی ترکیبیں بنائیں گے اس کے
جو کہے کا کوئی بنائیں گے
اس کا گر پڑنا بر محل ہوگا
آفتِ تازہ و بلائے الیم
خیریت پر مآل کرتا ہے
فائدہ پاتی ہے بجائے ضرور
عارض مال و تن نہ ہو جو بلا
کیا ضرور اِس میں آدمی کا ہو؟
ہو بہت عیش تو بشر ہوں خراب
ناز و نعمت میں ہرزہ کار بنیں
مال و صحت کا ہو غرور زیاد
رہیں کاہل خدا کی طاعت میں
سب وہ تابع ہوں اپنی خواہش کے
ترک ہوجاتے ہیں امورِ کریہہ
کہ ہو کونین میں رفاہ و فلاح
تو گزر جائے حد سے ہر جاہل
رہیں مصروفِ بدعت و عصیاں
کن عذابوں سے وہ ہوئے گم راہ
کہ زمین خدا ہو ان سے پاک
نہ رہا اُن کا نام ہی نہ نشان

ہیں جو بے دیں ملاحدہ کفار
اُن کو مرگ و فنا میں ہے انکار

کہتے ہیں رہتے آدمی دائم
ہوتے عالم میں تا ابد قائم

کسی صورت نہ ہوتی اِن کو فنا
نہ ہوا کرتے مبتلائے بلا

اپنے نزدیک تھا یہی بہتر
کہ یونہی کرتے عیش نوع بشر

سنو ارشادِ حضرتِ صادق
رد ہوا قولِ ملحدِ فاسق

غور سے جو سنے جواب اس کے
ہو ہویدا اسے کہ ہے یہ خطا

یعنی انسان جو کوئی آیا
اور جو کوئی آگے آئے گا

وہ ہمیشہ رہے کبھی نہ مرے
ابدا عیش و ابتہاج کرے

تنگ ہوجائے یہ زمین فراخ
کس طرح پھر بنائیں منظر و کاخ

ہو مزارع کے واسطے تنگی
ہو مکانات کےلیے تنگی

باوجودیکہ مرتے جاتے ہیں
کوچ دنیا سے کرتے جاتے ہیں

معرکے ہوتے ہیں مکانوں پر
لڑتے بھڑتے ہیں کھیت پر اکثر

اکثر آپس میں خون ہوتے ہیں
آدمی اپنی جان کھوتے ہیں

ہو کے پیدا اگر نہ یہ مرتے
کس طرح زندگی بسر کرتے ؟

غلبہ کرتے نوعِ انسان پر
حرص لاطائل و فسادت و شر

موت سے کیونکر آدمی ڈرتے ؟
ابدی زیست پر نظر کرتے

سیر ہرگز نہ ہوتے نعمت سے
ہوتے آگاہ کب قناعت سے ؟

یہ نہ دیتے کسی کو چیز کوئی
رنج اس کا نہ بھولتے وہ کبھی

متسلی کبھی نہ ہوتے یہ
متشفی کبھی نہ ہوتے یہ

موت کی یاد میں جو رہتے ہیں
محن و رنجِ دہر سہتے ہیں

زندگی سے ملال ہوتا ہے
موت ہی کا خیال ہوتا ہے

اور دنیا کے کس قدر ہیں کام
اسی باعث ہے ان سے نفرت تام

دیکھتا ہی نہیں یہ راز نہاں
جو کہ پاتے ہیں طولِ عمر یہاں

رنج اٹھاتے ہیں زندگانی میں
ہوتی ہے آرزوئے مرگ انہیں

کہ مشقت سے پائیں وہ راحت
کریں کب تک مشقت و محنت؟

کوئی منکر اگر کرے یہ کلام
زندگی سے جو ہے اذیت تام

توہیں باعث مکارۂ دنیا
سب اسی سے ہیں کارۂ دنیا

ہوں یہ ایذائیں آدمی سے دور
نہ ہو جینے سے پھر کسی کو نفور

پہلے معتبہو دے چکے جواب اس کا
جو نہ ہوتی مکارہ دنیا

آدمی ہوتے مائل طغیاں
دین و دنیا کا بھی ضرر تھا عیاں؟

کوئی ممدوح گر یہ بات کہے
جتنے ہیں کلیات دنیا کے

ان میں حق نے ....
اس تسلسل کا ڈھنگ ہوتا اور 1

زندگی سے نہ کوئی ہوتا تنگ
نہ یہ ہوتی زمینِ دنیا تنگ

لاجواب اسکا ہے جواب یہی
باصواب اس کا ہے جواب یہی

یہی دنیا میں ہوتی صورت اگر
رہتے محروم نعمتوں سے بشر

نہ انہیں ملتی نعمتِ دنیا
نہ انہیں ملتی نعمتِ عقبیٰ

ساری نعمائے کردگارِ جلیل
ہوتیں مخصوصِ مرد مانِ قلیل

کہ عدم سے وہ آئی ہیں اول
پایا دارِ وجود میں مدخل

اور نعمائے رب بے مِنّت
چاہیے عام ہوں پئے خلقت

جس قدر جس کی قابلیت ہے
اُس کے حصے میں اُتنی نعمت ہے

جس قدر ہے کسی کی استعداد
اس قدر بہرہ ہے نہ کم نہ زیاد

اہلِ غفلت اگر کریں شبہہ
یہی روزِ نخست چاہیے تھا

نہ ہو جبتک تمام یہ عالم
رہیں موجود سب بنی آدم

بیشتر ہوچکا جواب اس کا
اس میں ہوتا فساد تنگیِ جا

۱۔ ا۔ نسا خسوانسا

یوں توالد کا طور اگر مٹتا
یا نہ ہوتا چلن تناسل کا
انس آپس میں کس طرح ہوتا؟
ربط باہم کب اس طرح ہوتا؟
کوئی اپنوں کی کیا مدد کرتا؟
جس کا سنتا کلام رد کرتا
کون بچوں کی پرورش کرتا؟
چارۂ پوشش و خورش کرتا
ہوتی اولاد سے کسے الفت؟
تربیت کی نہ پاتے کچھ لذت
بے تصنع نہ جانتے مطلق
آدمی مادر و پدر کا حق
کون اپنوں کی منزلت کرتا؟
کون یوں حفظِ مرتبت کرتا؟
مترتب جو ہیں تمام ثواب
ہوتے مفقود پیشِ رائے صواب
بس کیا ہے جو کچھ کہ میں نے بیان
صاف اس بات پر ہے یہ برہان
لوگ جو احتمال کرتے ہیں
دل میں کچھ کچھ خیال کرتے ہیں
غیرِ تقدیرِ خالق از مین
مالکِ ہفت آسمان و زمین
سب سفاہت ہے سب حماقت ہے
حمق و نادانی و ملامت ہے
کوئی شاید سفیہ مورد لعن
کرے تدبیرِ ایزدی پر طعن
کرے احمق بنے سے یہ تقریر
کب ہے نظمِ جہاں کی یہ تدبیر؟
ہیں جو اس دہر میں بہت آزار
ظلم و جور و فساد پر ہے مدار
ستمِ اقویا ضعیفوں پر
در پئے غصبِ مال و فکرِ ضرر
کارِ بد کرتے ہیں برے تو شتاب
نہیں ہوتا ہے اُن بروں کو عتاب
کوئی ہوتا مدبرِ عالم
کوئی ہوتا مقدرِ عالم
بشر نیک ہوتے صاحبِ مال
سیم و زر سے یہ رہتے مالا مال
کچھ نہ ملتا بروں کو دنیا میں
رہتے دن رات فکرِ کالا میں
جرم و عصیاں عمل میں جو لاتا
جلد اس پر عتاب ہوجاتا
کر نہ سکتے قوی فساد و ستم
بے کسوں پر یہ ہوتے رنج و الم؟

جس سے ہوتا کہ جو صادر
پاتا تنبیہ یہ نہ کرتا پھر

ہے جواب اس خیالِ فاسد کا
ہے جواب اس مقالِ زاید کا

یوں جو ہوتا بڑی قباحت تھی
صورت ایسی خلافِ حکمت تھی

سارے حیوانوں سے ہے نوعِ بشر
اختیار و ارادہ سے باہر

کام ارادے سے کرتے ہیں انسان
کہ ہو خوشنودیٔ خدا ہر آن

اعتقاد اجرِ آخرت کا ہے
اشتیاقِ ثواب عقبیٰ ہے

اس سبب وہ ہیں مائلِ طاعات
اور کرتے ہیں ترکِ منہیات

فائدے سب یہ برطرف ہوتے
مفسدی طرفہ ہر طرف ہوتے

چارپایوں کی طرح ہوتے بشر
کرتے اعمال مار سے ڈر کر

طمعِ دانہ و علف کرتے
اجر عقبیٰ کو سب تلف کرتے

دل میں رہتا کسے خیالِ ثواب
کون یہ جانتا کہ کیا ہے عتاب ؟

آدمیت سے ہوتے سب باہر
چارپایوں کی طرح ہوتے بشر

عمل و فعلِ ہر بشر ہوتا
بہرِ نفع و مضرتِ دنیا

ہوتے غافل ثوابِ عقبیٰ سے
ہوتے غافل عتاب عقبیٰ سے

نیک کب کرتے کارِ نیک کبھی ؟
ہاں مگر بہرِ وسعتِ روزی ؟

چھوڑتا کب یہ ظلم و فحش کوئی ؟
کرتے عصیان ہوتے سب عاصی

وہ جو ڈرتے عتاب سے ڈرتے
اشتمالِ عذاب سے ڈرتے

کہ اسی ساعت ان پر آتا عذاب
دم کی فرصت نہ لینے دیتا عذاب

تاکہ بندوں کی طاعت و اعمال
آدمی کی عبادت و اعمال

ہوتے جاری اس امرِ حاضر پر
یعنی ہوتا عقوبتوں کا ڈر

جب نہ ہوتا یقین عقبیٰ کا
تو نہ پاتے ثواب و اجر ذرا

مستحقِ ثوابِ روزِ جزا
نہ کبھی ہوتے بندے تھی یہ سزا

پاس ہوتے وہاں کی نعمت سے   رہتے محروم باغِ جنت سے
ہوگیا ہے جو قول طاعن کا   یعنی مذکور فقر و ذکرِ غنا
عافیت اور ہے بلا کا ذکر   نہیں کرتا کچھ اپنے دل میں فکر
یونہیں جس طرح وہ سمجھا ہے   بلکہ اس کے خلاف ہوتا ہے
کبھی ہوتا ہے پر موافق ظن   کبھی ہوتا ہے پر مطابق ظن
تجھ کو آتا ہے بیشتر یہ نظر   صلحا ہوتے ہیں غنی اکثر
زندگی کرتے ہیں رفاہ میں وہ   عیش کرتے ہیں عز و جاہ میں وہ
اس لئے تا نہ ہوں یہ وہم و گماں   نعمتیں ہیں فقط نصیبِ بداں
سب ہیں کفار صاحبِ نعمت   اور ابرار کےلئے زحمت
باعثِ اختیارِ فسق یہ ہو   باعثِ اعتبار سے فسق یہ ہو
جبکہ ہو فسق کےسبب سے فلاح   سب کریں فسق اور چھوڑیں صلاح
عمل فسق جب کریں اکثر   پہنچے ان فاسقوں سے سب کو ضرر
خود بھی پائیں ضرر یہ بد کردار   ہوں سزاوارِ قہر یہ اشرار
ہو تر دل عتابِ دنیا میں   رہیں خوار و خراب دنیا میں
جس طرح غرق ہوگیا فرعون   اور وہ تھے جو اس کے کافر عون
کردیا مسخ بختِ نصر کو   مارا بلقیس باعثِ شر کو
بعض اشرار کی عقوبت کو   اور ابرار کی مَثُوبَتْ کو
ہو اگر بہر مصلحت تاخیر   پائیں وہ اس جہان میں تعزیر

آپ اس کی مثال دیتے ہیں

کب ہے تدبیرِ ایزدی باطل؟   کب ہے تقدیرِ ایزدی باطل؟
بیشتر حاکمانِ روئے زمیں   کہ گریز اُن کو مصلحت سے نہیں

ہوتے ہیں جب گناہگار شریر — کرتے ہیں انتقام میں تاخیر

ہوتے ہیں بعض تابعِ احکام — دیر میں ان کو دیتے ہیں انعام

ہے جو ان دونوں کاموں میں تاخیر — نہیں ہرگز منافیِ تدبیر

بلکہ عاقل سمجھتے ہیں اسے خوب — جو کہ جاہل ہیں کہتے ہیں معیوب

جب دلیلوں سے ہوگیا اثبات — ہوئی اچھی طرح یہ ثابت بات

یعنی قادر ہے خالقِ اشیاء — ہے حکیم اور عالم و دانا

چاہیے جیسا حال دیکھے بشر — حسنِ تدبیر پر کرے وہ نظر

سچ یہ ہے اپنی خلق کو صانع — کس طرح چھوڑے مہمل و ضائع؟

تین وجہیں ہیں ہاں مگر اس کی — ایک ہے عجزِ کردگارِ قوی

دوسری ، ہو وہ جاہلِ تدبیر — تیسری وجہ اب کروں تحریر

مانع اس میں شرارت ان کی ہو — کہ نہ پہنچائی خیر بندوں کو

سو ہیں تینوں کی تینوں امرِ محال — ہے بری اس سے ایزد و متعال

خالقِ خلق ایسی قدرت پر — اِس کمال اور ایسی وسعت پر

نہیں ہونے کا بالیقیں عاجز — کہ کسی کام میں نہیں عاجز

نظر آتا ہے کیا نظامِ جہاں — صورتِ مصلحت ہے اس میں عیاں

صاحبِ لطف و کاملِ رفعت — منعم با جلائلِ نعمت

کیا شرارت سے ہوسکے منسوب؟ — کیا خساست سے ہوسکے منسوب ؟

یہ دلیلوں سے ہوگیا معلوم — صانعِ خلق قادرِ قیوم

حسنِ تدبیر خلق کرتا ہے — حسنِ تقدیر خلق کرتا ہے

کس قدر اپنی عقل ہے کوتاہ ؟ — پہنچی کب تا مصالح اللہ ؟

کرتے ہیں شاہ بیشتر تدبیر — حکمتیں کرتے ہیں امیر کبیر

کب رعایا کو نفع ہیں معلوم
درکِ اسباب سے ہیں یہ محروم

نہیں یہ لوگ واقفِ اسرار
نہیں ہوسکتے کاشفِ اسرار

اگر اسباب و حکمتِ سلطان
جان جاتی رعیتِ سلطان

جان لیتے کہ صاف حکمت ہے
بادشاہ صاحبِ کیاست ہے ؟

بعض احوال شاہ کے فی الحال
کرتے افعالِ حق پر استدلال

کہ خدا بادشاہِ شاہاں ہے
صاحبِ حکمتِ نمایاں ہے

پھر مثالِ دوم یہ فرمائی

جو کہ دو تین بار کھائے دوا
گرم یا سرد ہو اثر پیدا

تو پھر یہ کرے گا وہ اظہار
کہ یہ بارد دوا ہے یا ہے حار

شک نہ ہوگا کسی کو بھی اس میں
مختلف ہوگا کب کوئی اس میں؟

کیونکر اِن جاہلوں کو ہے انکار؟
قدرتِ حق کے ہیں عیاں آثار

اس قدر ہیں شواہدِ حکمت
اِس قدر ہیں شواہدِ قدرت

کہ ہو عقلِ آدمی سے کبھی
ان کے عشر عشیر کسے گنتی

عقل ہو اِس شمار سے معذور
صاف ہو اعترافِ عجز و قصور

نہیں اقرار نیکیِ تدبیر
نہیں یہ قائلِ وجودِ قدیر

جو ہو فرضِ محال سے پنہاں
نصف عالم میں حکمتِ رحماں

مردِ با فہم خود سری نہ کرے
حکم اہمال کا کبھی نہ کرے

نہ ہو منکر کبھی مدبر کا
نہ ہو منکر کبھی مقدر کا

حکمتِ نصف عالمِ دیگر
ہیں وجودِ خدا کو کافی تر

حسنِ تدبیر اسی سے ثابت ہے
حسنِ تقدیر اسی سے ثابت ہے

صاحبِ عقل کو یہ کافی ہے
صاحبِ فہم کو یہ وافی ہے

پس توہم بجا یہ ہوں کیونکر ؟ — سب توہم روا یہ ہوں کیونکر ؟
کہ تو جس چیز کی کرے تفتیش — دور ہو دل سے ہم کو یہ تشویش
چشمِ عقلِ صحیح و سالم سے — کُنہِ قدرت تجھے نظر آئے
وضع عالم جو تو کرے تقدیر — پھر کرے تو تامل و تدبیر
پیشِ تقدیرِ کردگارِ عزیز — کیا ہے تدبیرِ بندۂ ناچیز ؟

ہے یہ ذکرِ مطالبِ دیگر

کہہ گئے ہیں حکیم یونانی — موسموس اسمِ عالمِ فانی
معنی موسموس زینت ہے — یہی تفسیرِ اہلِ حکمت ہے
حسنِ تدبیر جو نظر آیا — یہ ثواب انتظام کا دیکھا
نہ تو تقدیر اِس کا رکھا نام — نہ پکارا کسی نے کہہ کے نظام
استواری و محکمی کے لئے — کہہ گئے ہیں وہ لوگ زینت ہے
اے مُفضّل تو اب تعجب کر ! — حکم کرتے نہیں ہیں بعض بشر !
کہ خطائیں ہیں صنعتِ طب میں — رات دن دیکھتی ہیں گو آنکھیں
جب دوائیں طبیب کرتے ہیں — کیا خطائیں طبیب کرتے ہیں
حکمِ اہمال کرتے ہیں ناداں — بہرِ اہمال گو نہ پائیں نشاں
بلکہ ہے اُن کی خلق جائے عجب — اس میں آتا ہے انتہائے عجب
کہ انہیں ادعائے حکمت ہے — ادعائے شعور و فطنت ہے
امر کوئی امورِ عالم میں — نظر آئے جو اِس طرح کا انہیں
کہ نہ ہو ظاہر اُس کی وجہ صواب — کرتے ہیں یہ مذمتِ وہاب
تھا عجب چیز مانیِ مخذول — ہے عجب کی جگہ وہ نامعقول
علمِ اسرار کا تو دعویٰ تھا — تُو بھی اس درجہ حمق اُس کا تھا

خلق اشیاء کی بغض حکمت سے
وہ جو واقف نہ تھا سُفاہت سے

خلق کو تو خطا سے دے نسبت
پھر خالق ہے جہل کی تہمت

ہے خطاؤں سے حق تعالیٰ پاک
سر بسر تھا خطا وہی ناپاک

ہیں عجب تر ملاحدہ مردود
جاننے میں یہ دشمنِ معبود

جس سے اس چیز میں بھی درک کریں
کہ نہ آئی جو عقل و دانش میں

ہے جو امر دخلِ درک سے پاک
کرسکیں کس طرح حواس ادراک

کرتے ہیں اپنے جہل سے انکار
یہی ہے اُن لعینوں کی گفتار

جس میں ادراک ہو ہمیں دشوار
اس کی ہستی کا کیا کریں اقرار

یہ جو کہیے کہ ربِ ارض و فلک
نہیں ہوتا ہے عقل سے مدرک

اس کا دیتے ہیں یوں سَفِیہ جواب
پیشِ عاقل ہے کیا کُرِ یہ جواب

نہ ہو جو چیز عقل سے مدرک
نہیں اُس کا وجود بھی بے شک

یہ جواب اس کا دیتے ہیں مولا
حق ہے ادراکِ عقل سے اعلیٰ

عقل کو کب یہ رتبۂ ادراک؟
مدرکِ عقل کیا ہو ایزدِ پاک

رتبہ ادراک کا ہے آنکھوں کو
اس کے رتبے ہے پر جو اعلیٰ ہو

پھر کب آنکھوں سے ہوسکے ادراک؟
کرے حد سے زیادہ کیا ادراک؟

دیکھے پتھر جو تو بروئے ہوا
جان لے گا کسی نے پھینک دیا

علم یہ آنکھ کا نہیں زینہار
بلکہ ہے حکمِ عقل سے اظہار

آپ سے آپ کس طرح پتھر؟
جا سکے گا نشیب سے اوپر

تونے دیکھا یہاں ہے عجزِ بصر
حکم کرتی ہے صاف عقلِ بشر

عقل خالق کی معرفت میں یونہی
اپنی حد سے بڑھے، مجال نہیں

جان کو دیکھتے ہیں کب جاندار؟
گو کہ رکھتے ہیں جان سب جاندار

جان کیا ہو حواس سے مدرک
پہنچیں کیا جان کی حقیقت تک

اسقدر تو ہے عقل کو ادراک
کوئی صانع مرا ہے موجد پاک

پر نہیں درک کہ ذات وصفات
مدرک اس کی صفات ہونگی نہ ذات

کوئی احمق کرے جو یہ تقریر
کہ ہے بیجا خدا کی یہ تدبیر

دی جو عبدِ ضعیف کو تکلیف
دی جو پہچاننے کو عقلِ لطیف

عقل بھی مثل درک قاصر ہے
کس طرح ہو احاطہ ظاہر ہے

حضرت اس کا جواب دیتے ہیں
کیا ہی اعلیٰ جواب دیتے ہیں

دی ہے تکلیفِ معرفت اتنی
ہوتی ہے طاقتِ بشر جتنی

عہدہٗ معرفت سے بر آئے
ہو یقینِ وجود شک نہ کرے

تابع امر ونہی خالق ہو
جو کرے حکم کے مطابق ہو

جادۂ شرع سے قدم نہ بڑھے
کرے حکم خدا سے کم نہ بڑھے

نہیں تکلیف بہرِ مخلوقات
کہ یہ پہچانیں کنہہ ذات و صفات

کب یہ تکلیف دیتے ہیں سلطاں؟
کب یہ کرتے ہیں خلق پر فرماں؟

کہ بدن ہے سفید یا ہے سیاہ
اور قد ہے دراز یا کوتاہ

یہی تکلیف ہے رعیت پر
رہیں منقادِ حکم سر تا سر

کریں اذعان بادشاہی کا
پائیں فرمان بادشاہی کا

تو نہیں دیکھتا کہ کوئی اگر
درِ دولتِ سرائے سلطاں پر

جا کے خواہانِ دیدِ سلطاں ہو
خوب سا معرفت کا خواہاں ہو

جا کے سلطان سے کرے یہ سوال
تو دکھا خوب مجھ کو اپنا جمال

خوب پہچان لوں پہنچ کی حضور
نہیں تو بندگی میں ہوں معذور

ہوتا بے شک وہ مہمل و ناداں
مستحقِ عقوبتِ سلطاں

یونہی کوئی کہے جو حمق شعار
نہ کروں گا اطاعتِ غفار

کُنہ اُس کی نہ جانوں گا جب تک
ہرگز اُس کو نہ مانوں گا جب تک

پوچ مجرم وہ بے ادب ہوگا
بے گماں موردِ غضب ہوگا

کہے شاید یہ ابلہٗ ناچیز
وصف کرتے ہو تم کہ ہے وہ عزیز

ہے حکیم اور ہے کریم و جواد
کیا ہے کُنہ صفات ہی سے زیاد

تو یہ فرماتے ہیں جواب امام
بادشاہ و شفیعِ روزِ قیام

سب ہیں اقرار کی صفات بیاں
کب صفات احاطہ کا ہو گماں

ہے یہ اذعان ہے حکیم خدا
پر نہیں علم کنہہ حکمت کا

یونہی ہم کہتے ہیں جواد و قدیر
مالک و رازق و رؤف و خبیر

جو کمالیہ ہیں خدا کی صفات
یونہی ہے ان صفات کا اثبات

پر نہیں ہم کو درکِ کُنہ صفات
کب ہے عالم کو درکِ کنہ صفات؟

یونہی باہر جو ہے نمودِ فلک
حکم کرتے ہیں ہے وجودِ فلک

جوہرِ چرخ کی حقیقت سے
نہیں آگاہ ہم فراست سے

یونہی دریا کو دیکھتے ہیں ہم
عمق و انتہا سے نا محرم

ان مثالوں سے ہے یہ کام اعلیٰ
سب مثالیں ہیں قاصر و بے جا

عقل ہے سوئے معرفتِ ہادی
جانب کوئے معرفتِ ہادی

کوئی تقریر گر کرے اب یوں
مختلف ہیں صفات اس میں کیوں؟

صاف اس کے جواب میں ہے کلام
کہ ہیں قاصر عقول اور اوہام

نہیں ان کی رسائیاں بے شک
ساحت و قدرت و بزرگی تک

گزرے جو اپنی حدِ طاقت سے
طلبِ کُنہ و معرفت کے لیے

چاہا یہ کنہ کا احاطہ کریں
باوجودیکہ عجز ہے ان میں

عاجز ادراک میں ہیں سب دانا
درک کنہ صفات و ذات کجا

بلکہ درک اِن کی کنہ میں کن کو ؟
پست تر ہیں صفات و ذات سے جو

اس سبب سب کے سب ہوئے حیران
گفتگو کرتے ہیں عبث نادان

پست تر ہیں جو ذاتِ یزداں سے
عجز ہے جن کو درک و عرفاں سے

ان میں ایک آفتاب لُامِع ہے
دہر بھر پر جو روز طالع ہے

کوئی واقف نہیں حقیقت سے
سب کے سب آشنا ہیں صورت سے

اس سبب آیا اختلاف تمام
مختلف ہیں فلاسفہ کے کلام

بعض کہتے ہیں یہ ہے ایک فلک
ہیچ سے خالی اس میں کچھ نہیں شک

ہو رہا ہے یہ آگ سے لبریز
مشتعل ہو رہی ہے آتش تیز

ایک اس چرخ کا دھواں بھی ہے
روشنی اس سے یہ نکلتی ہے

بعض کہتے ہیں ہے بزنگِ سحاب
بس وہی ہے سحاب عالمتاب

کہتے ہیں بعض ہے یہ شیشے کا
ساختہ ہے یہ آبگینے کا

اور عالم سے یہ بہر صورت
کر رہا ہے قبول ناریت

ڈالتا ہے شعاع عالم پر
یہی ثابت ہوا ہے بس ہم پر

کوئی جسمِ لطیف رکھتا ہے
منعقد صاف آب دریا ہے

بعض کہتے ہیں ، ہیں بہت اجزاء
آگ سے یہ جمع ہوگئے یک جا

عقل بعضوں کی یوں ہوئی ہے کم
کہتے ہیں اس کو جوہر پنجم

یعنی ہے چاروں عنصروں سے جدا
پانچواں عنصر اس کو ٹھہرایا

اور اب اختلاف شکل میں ہے
سب کو باہم خلاف شکل میں ہے

گفتگو بعض فلسفی کی ہے
بے گماں صفحہٗ عریض ہے

یہی بعضوں کے نقش دل پر ہے
یعنی اس کا کرہ مدور ہے

یونہی مقدار میں ہوا ہے خلاف
حکما نے بہم کیا ہے خلاف

بعض کہتے ہیں ہے برابر ارض
بعض کہتے ہیں ہے یہ کمترِ ارض

ہیں جو سورج پہ مختلف اقوال
سب کے ہیں بے حقیقتی پر دال

نہیں دخلِ حقیقتِ خورشید
بھولے اصلِ حقیقتِ خورشید

بالیقیں ایک سے کہا نہ گیا
کہ ہے کمیت آفتاب کی کیا؟

سب کو آتا ہے آفتاب نظر
خوب حاصل ہے درکِ حسنِ بصر

پر ہیں عاجز فلاسفہ کی عقول
ہے حقیقت سور مکھی رکھی مجہول

کیا ہو درکِ حقیقتِ رحمان ؟
کہ نہیں کارِ حسِ اہلِ جہان

باقر مجلسی کی ہے تقریر

نہ ملی راہ عقل کو بے شک
ساختِ عزتِ الٰہی تک

اس محل میں ہوا ہے یوں تحریر
ترجمے میں کیا ہے یوں تحریر؟

متاخر ثقات ہیں جو حکیم
حالِ خورشید میں کیا ترقیم

سب عناصر سے ہے جدا جوہر
بے گماں یہ ہے جوہرِ دیگر

شکل ہے آفتاب کی کروی
یہی مشہور ہے صحیح یہی

جس دم اس کو زمین سے ناپا
ایک سو سات حصے یہ ہے بڑا

بلکہ ہے اور ربع و ثمن زیاد
کام کی بات ہے رہے یہ یاد

قولِ پاک جنابِ صادق ہے

سارے قولوں پہ اس کو ہے ترجیح
سب کے نزدیک آج تک ہے صحیح

اب یہ فرماتے ہیں جنابِ امام
پہنچے اُن پر درُود اور سلام

جو کہے کوئی ابلہ و ناداں
کیوں خدا خلق سے ہوا پنہاں؟

جس طرح ہوتے ہیں نہاں سردار
کہ بناتے ہیں وہ در و دیوار

تا رعیت کی آنکھوں سے ہوں نہاں
عامیوں پر ہو ہیبتِ سلطاں

بلکہ معنی ہیں اس خفا کے اور
وہ جدا طور یہ علیحدہ طور

ذاتِ اقدس ہے الطف و اعلیٰ
کہیں ادراکِ عقل سے بالا

جیسی مخلوق ہے یہاں ہر شے
یونہی مخلوقِ نفسِ ناطقہ ہے

درکِ فکر و نظر سے یہ ہے پاک
کریں فکر و نظر سے کیا ادراک

کوئی شاید کہے عیاں یہ بات
کیوں ہے اعلیٰ و الطف اُس کی ذات؟

فکر و ادراک و وہم انساں سے
دانش و عقل و فہم و انساں سے

کیا ہی معقول ہے جواب اس کا
جو کہ ہو خالقِ تمام اشیاء

چاہیے وہ جدا صفات میں ہو
سب سے اعلیٰ ہر ایک بات میں ہو

کوئی پوچھے اگر ہیں کیا معنے؟
متعالی لطیف ہونے کے

صاف اعجاز امام کا ہے جواب
با صواب اس کا اور کیا ہے جواب؟

کرتے ہیں یہ سوال چیزوں کا
طلبِ معرفت ہے اِس کے سوا

ہوسکے کا یہ چار وجہوں سے
کبھی ممکن نہیں بغیر اس کے

پہلے جانے وہ چیز ہے موجود
یا نہیں کچھ بھی اصل شے موجود

دوسری وجہ جانیئے یہ بھی
علمِ کُنہ حقیقتِ ذاتی

تیسری وجہ ہے یہ بعد اس کے
کہ حقیقت صفات کی جانے

چوتھی یہ ہے کہ جان لے دانا
علت و غایتِ وجود ہے کیا؟

سو یہ وجہیں نہ کوئی جانے گا
درمیانِ وجودِ ذات خدا

بس یہی جان لیں کہ ہے موجود
ہے اسی سے وجودِ شےِ موجود

کُنہِ ذات و صفات ہے دشوار
طلبِ معرفت نہیں درکار

کہ ہے اللہ علتِ ہر شے
علت و غایتِ خدا کب ہے؟

دخل اس چیز میں ہے غایت کا — جو ہے معلول اپنی علت کا
آدمی کو جب اِس کا علم ہوا — کہ ہے موجود خالقِ اشیاء
پھر تو ہرگز نہیں یہ لازم بات — کرے دریافت کُنہِ ذات و صفات

اس کی فرماتے ہیں مثال امام

یہی ہے نفسِ ناطقہ کا وجود — نہیں شبہ کسی کو ہے موجود
کب یہ لازم ہے جانیں کُنہ کو بھی؟ — نہ کھلے گی کسی کو کنہ کبھی
بلا تصدیق نفس ناطقہ کی — یہ وجودِ تصورِ ذہنی
ہے بوجہ من الوجود اچھی — آدمی کو ہے کافی و وافی
یونہی امر لطیف روحانی — ہیں بلا شک نہیں ہے شبہ کوئی
ہر حقیقت میں ہم کو کیا ہے خبر؟ — یعنی کمیت اس کی ہے کیونکر ؟
کوئی ناداں اگر کرے تقریر — ہے تمہارے یہ علم کی تقصیر
کہ کیا وصف اسطرح امر کا — نہیں معلوم وجہ کچھ گویا
دیتے ہیں اب امام ایسا جواب — جس سے ہوجائے معترض بے تاب
سبب کنہ معرفت کا محال — یونہی ہے تونے جو کیا ہے خیال
کہ احاطہ میں کُنۂ ذات و صفات — آسکے یہ نہیں ہے ممکن بات
دوسری وجہ سے یہ ہے نزدیک — کہ نہیں ایسی کوئی شے نزدیک
جو اثر جس میں ہے ہویدا ہے — پر نشانِ وجود پیدا ہے
پھر یہ اک وجہ سے وہی غَایِض — کہ نہیں ایسی کوئی شے غَایِض
نہیں ایسا ہوا کوئی آگاہ — ساحتِ معرفت میں پائی راہ
عقل کا بھی یہی تقاضا ہے — نقل کا بھی یہی تقاضا ہے
شاہدوں سے ہے شش جہت میں عیاں — ذات اس کی نظر سے ہے پنہاں

لوگ جو صاحب طبائع ہیں
ہے گماں منکرانِ صانع ہیں

یوں صفت کرتے ہیں طبیعت کی
کام بے فائدہ نہیں کرتی

سعی ہر شے میں کرتی ہے بے شک
پہنچی تا غایت و نہایت تک

ہے جوابِ امامِ ارض و سما
جس سے ہے یہ قیامِ ارض و سما

دی طبیعت کو کس نے یہ حکمت؟
کس نے بخشی یہ سعی کی حرکت؟

یہ وقوفِ حقائقِ اشیاء
یہ کمالِ توافقِ اشیاء

لطف سے کردیا عطا کس نے؟
مرحمت سے کیا عطا کس نے؟

نہ گزر جائے تا طبیعت سے
چیز کی حد قابلیت سے

رائے افکار بے شمار کرے
رائے اگر تجربے ہزار کرے

پہنچے کیا حکمتِ طبیعت کو
جانے کیا قدرتِ طبیعت کو

جو طبیعت کو کہتے ہیں حکماء
صاحبِ ادراک و باشعور ایسا

کہ سوا ہے عقولِ کافۂ سے
یہ ورا ہے عقولِ کافۂ سے

پھر اُسی کا کیا ہے یہ اقرار
جس کا کرتے تھے جہل سے انکار

قائل صانع حکیم و علیم
ہوگئے تھے جو منکران قدیم

نام رکھتے ہیں پر خطا کی ہے
جاہلی سی یہ بات کیا کی ہے؟

اور اگر کہتے ہیں طبیعت کو
بے شعور و ارادہ یہ بد خو

جیسی ثابت ہمیں طبیعت ہے
بے شعور اور بے ارادت ہے

پھر یہ افعال جو ہوئے منسوب
جانب بے شعور کچھ ہنس خوب

جس قدر قاعدے ہیں حکمت کے
منطبق کیجئے اگر اُن سے

ٹھہرے یہ امر واضح ابطال
نہ کرے آدمی پسند یہاں

جتنے ذراتِ ممکنات ہیں اب
کھو رہے ہیں دہانِ حال سے سب

صانع اپنا تو ہے حکیم و علیم
مبدع و مبدی و قدیم و کریم

حکمائے قدیم میں تھوڑے
اپنی نادانی و سفاہت سے

خلقت این و آن میں بے تاخیر
ہوگئی صاف منکرِ تدبیر

رہتے ہیں اس گمان بے جا میں
خود بخود خلق ہوتی ہیں چیزیں

نہیں کوئی مدبر و صانع
سب ہوا اتفاق سے واقع

لاتے ہیں اپنے حق پر حجت
ہوتی ہے جس کی جو عجب خلقت

عورتوں سے خلافِ عادت اگر
ایسا پیدا ہو کوئی دخت و پسر

پاوں تک سر سے صورتِ انساں
جیسے ہوتی ہے خلقتِ انساں

ہو مگر کوئی ناقص اس کا عضو
یا زیادہ میانِ اعضا عضو

شکل میں یا کریہہ پیدا ہو
یا خلافِ بشر ہویدا ہو

اس کو ٹھہراتے ہیں دلیل قوی
حق کے انکار کی سفیہِ غوی ?

ہوتے ہیں منکرِ مدبر یہ
ہوتے ہیں منکرِ مقدر یہ

تھا ارسطو حکیم جو دانا
اس نے رد کردیا کلام اس کا

احمقوں کو دیا یہ اس نے جواب
خوب حاضر کیا یہ اس نے جواب

عارض ہے میان جسمِ بشر
کبھی حادث ہو کوئی چیز اگر

ناقص اس سے ہے کوئی عضوِ جنیں
جائے انکارِ کردگار نہیں

یعنی امرِ خدا میں حد سے زیاد
کارِ لطف و عطا میں حد سے زیاد

حکمتیں ہیں مطابقِ قانون
صنعتیں ہیں موافقِ قانون

اس پہ حجت کوئی مدبر ہے
صانع و حاکم و مقدر ہے

اے مُفضّل تو دیکھتا ہے عیاں!
ہیں جو حیوان قسم قسم یہاں

ان میں ہیں ایک نہج پر اکثر
آتے ہیں ایک طور سب کے نظر

انگلیاں پانچ دست و پا دو دو
شاذ ہے جو خلاف ان کے ہو

کسی علت کی وجہ سے یہ ہوا
کہ وہ ہوتے ہیں جسم میں پیدا

یا ہوا کوئی مادے میں خلل
کہ ہوا حاصل اس سے وہ مختل

ہے مثل ہے ضرور بلا تشبیہہ
کوئی صانع اگر بلا تشبیہہ

چاہے ظاہر کرے کوئی صنعت
پر ہو آلات میں جو کچھ علت

ہوگی صنعت میں صورتِ دیگر
نہیں الزامِ نقص صانع بسر

کب یہ تدبیر کے منافی ہے؟
فہم ہو تو مثل یہ کافی ہے

جو کوئی اس جگہ کرے یہ سوال
یعنی قادر ہے ایزد و متعال

چاہے کردے جناب ربِ غفور
رحم و مادہ سے علت دور

بچہ پیدا ہو مُستَوِی الخلقت
پائے وہ جنس نوع کی صورت

حاکمِ خلق ایزدِ متعال
اب یہ فرماتے ہیں جواب سوال

اس لئے حق نے یہ عمل نہ کیا
جان لیں تا تمام اہلِ ذکا

سب ہوں آگاہ خلقتِ اشیا
کھلے سب پر حقیقتِ اشیا

کہ نہیں ہیں فقط طبیعت سے
صنع ثابت ہے ان کی خلقت سے

ہوں ہمیشہ جو ایک صورت پر
نہ ہو امکانِ صورتِ دیگر

بلکہ ہے قدرتِ خدائے جہاں
عمل و حکمتِ خدائے جہاں

کہ ہے گاہے چناں و گاہ چنیں
تا ہو ہر ایک کو یقیں یہیں

کرے ہر ذی شعور استدلال
کہ ہیں محتاجِ ایزدِ متعال

سب ہیں محتاج اس کی قدرت کے
اور ایجاد ربِ عزت کے

پہنچیں تا غایت کمال کو سب
اور سمجھیں جلالِ عزت رب

احسن خالقیں ہے صانع خلق
ناصر صادقیں ہے صانع خلق

ختم مجلس میں ہے کلام امام

لے مفضّل جو میں نے تجھ کو دیا !
یاد کر جس قدر بیان کیا

کر ادا شکرِ خالقِ اکبر
کہ اسی واسطے ہے نوعِ بشر

تابعِ دوستانِ خالق رہ
شاکرِ امتنانِ خالق رہ

یہ دلائل کیے جو میں نے بیان
یہ شواہد جو کہہ دیے اس آن

جزو کل سے بہت ہی تھوڑا ہے
نفع منظور اس میں میرا ہے

کر تو تدبیر اور عبرت کر !
دل سے کر خوب غور ! عبرت کر !

کی مفضّل نے عرض اے مولا !
تیری یاری سے مجھ کو ہے یارا

فہم و حفظِ حدیث والا کا
حمد شکرانِ حق تعالیٰ کا

دستِ اقدس امام نے لے کر
رکھ دیا سینۂ مفضّل پر

پھر کہا یوں امامِ صادق نے
یاد کر لے مشیتِ حق سے

جو خدا چاہے اے نکو کردار !
یہ حدیثیں نہ بھولیو زینہار !

کہہ چکے جب یہ حضرتِ جعفر
غش[1] طاری ہوا مفضّل پر

ہو کے بے ہوش گر پڑا یا ہوش
بعد اک آن کے جو آیا ہوش

یوں امامِ ششم نے فرمایا
کیسا پاتا ہے حال تُو اپنا؟

یہ مفضّل نے سن کے عرض کیا
آپ کی تقویت سے اے مولا !

میں نے تحریر یہ حدیث جو کی
ہو گیا بے نیاز یہ فدوی

یوں مرے سامنے ہے سب حاضر
ہوں میں گویا ہتھیلی پر ناظر

حافظ اس کا یہ ہو گیا ہوں میں
کہ ہتھیلی سے پڑھ رہا ہوں میں

صنعتوں پر نگاہ کرتا ہوں
حمد و شکرِ الٰہ کرتا ہوں

وہی ہے حمد و شکر کا شایاں
حکمتیں ہو رہی ہیں جس کی عیاں

ہے یہ ارشادِ جعفرِ صادق
نورِ چشمِ پیغمبرِ صادق

۱۔ ب۔ تصحیح قیاسی نسخے میں "قشی"

دل کو فارغ کر اے مفضل اب !
کہوں گا اور بھی مفصّل سب

جلد تجھ سے بیان کردوں گا
سرِ غیب علومِ ارض و سما

دوں گا میں علمِ عالمِ ملکوت
سن کے جس کو ہو ملحدوں کو سکوت

اپنے الطاف سے خدا نے کیا
آسمان و زمیں میں جو پیدا

جو عجیب و غریب مخلوقات
جو ملائک ہیں نیک ذات و صفات

جو خدا نے کیے صنوف ملک
جو خدا نے کیے صفوف ملک

جو مقام و مراتب ان کے ہیں
جو کمالِ مناصب ان کے ہیں

علم دوں گا تجھے میں اُن سب کا
اور بھی علم بلکہ اُن کے سوا

تا بہ سدرہ تجھے میں دوں گا علم
کروں گا جن و انس سے با علم

علم دوں گا زمینِ ہفتم تک
لے کے ذروں سے علم انجم تک

علمِ تحت الثریٰ بھی دوں گا تجھے
واقف اچھی طرح کروں گا تجھے

جس قدر علم میں نے تجھ کو دیا
ایک حصہ ہے جز و اجزا کا

تیرا جی چاہے جب یہاں سے جا
تیرا جی چاہے جب یہاں پھر آ

میرے حاضر ہے یا کہ غائب ہے
تو ہر اک حال میں مصاحب ہے

تو ہے حفظ و حمایتِ حق میں
رہیو ظلِ حفاظتِ حق میں !

میرے نزدیک مرتبہ تیرا
کرم و لطفِ حق سے ہے اعلیٰ

مومنوں کے ہیں دل ترے طالب
جیسے پیاسے ہیں پانی کے طالب

میں نے وعدہ کیا ہے جو تجھ سے
سائل اس کا نہ ہو جیو مجھ سے

خود کہوں گا بیان و شرح کے ساتھ
علم دوں گا بیان و شرح کے ساتھ

امر ہائے عجب عیاں ہوں گے
سرِ مکتوم سب عیاں ہوں گے

کھو دوں گا ترے شک و ریب تمام
تجھ سے کہدوں گا علمِ غیب تمام

اُن سے ہے یہ امامِ دیں واقف ‏ ‏ کوئی جن چیزوں سے نہیں واقف

ایک اظہار ہے مُفضّل کا ‏ ‏ اب یہ اقرار ہے مُفضّل کا

اپنے مولا کے پاس سے میں پھرا ‏ ‏ شادماں قصد اپنے گھر کا کیا

اس قدر لے کے نعمتیں آیا ‏ ‏ لے کے ایسی کرامتیں آیا

کہ کسی نے کبھی نہ پائی تھیں ‏ ‏ کس کو یہ باتیں ہاتھ آئی تھیں؟

میں وہاں سے یہ لطف اٹھا کے پھرا ‏ ‏ کہ کوئی اسطرح نہ جا کے پھرا

کروں بے انتہا ثنائے خدا ‏ ‏ کروں حمدِ خدا ، ثنائے خدا

اب سنو نظمِ ترجمہ کا سبب

قبلۂ دین و کعبۂ ایماں ‏ ‏ صاحبِ زہد بو زر و سلماں

بحرِ معقول و قلزمِ منقول ‏ ‏ نزہتِ دوحۂ فروع و اصول

تارکِ جاہ وحشمتِ دنیا ‏ ‏ طالبِ گنج و نعمتِ عقبیٰ

نورِ پروردگار ، خاک نشیں ‏ ‏ شجرِ میوہ دار، خاکِ نشیں

جرمِ مہتاب، داغِ پیشانی ‏ ‏ ہے جہاں تاب داغِ پیشانی

پیر و مظہر العجائب ہیں ‏ ‏ جیسے حاضر ہیں ویسے غائب ہیں

ایک اُن کا ہے ظاہر و باطن ‏ ‏ نیک اُن کا ہے ظاہر و باطن

کوئی ہمدم نہیں سوائے کتاب ‏ ‏ کہو یا نور ہو برائے کتاب

طبع با جودت و لطیف و ظریف ‏ ‏ نام کاظم علی نجیب و شریف

صاحبِ علم ، صاحبِ توفیق ‏ ‏ صاحبِ علم ، صاحبِ تحقیق

ان کے ارشاد سے ہوئی یہ نظم ‏ ‏ ان کی امداد سے ہوئی یہ نظم

ان کا فرمان واجب الاذعان ‏ ‏ دل سے ہوں ان کا تابعِ فرمان

عقل ان کی چراغِ خانۂ دیں ‏ ‏ خلق میں تازہ باغِ خانہ دیں

علم فقہ و حدیث سے واقف
نہ دنوں کو طعام و آب سے کام
صبح سے شام تک کتاب و صیام
دن کو تیغِ زباں سے شغلِ غذا
نہیں مطلب طعامِ شیریں سے
نہیں اندام پر نقوش نقوشِ حصیر
رات دن ہے زبان و نامِ خدا
ذکرِ دنیا کبھی نہیں کرتے
بھولی دنیا خیالِ عقبیٰ میں
نہ جھکا سر کبھی سوائے نماز
ہے نماز حضورِ قلبِ مدام
حضرتِ مجتہد کے ہیں تلمیذ
ہے چراغِ آفتاب سے روشن
بحر استاد ہیں گہر شاگرد
ہیں مہتاب ، آفتاب استاد
کوئی زاہد نہیں سُنا اِن سا
نور ہیں نور سے ہوئے مشتق
ہیں کلیدِ کنوزِ علم خدا
گو یہ ہیں آفتابِ چرخ بریں
گو ہے دریائے علم گوہر پاک
انہیں سے ہے بلند ... دیں

غامضات علوم کے کاشف
نہ شبوں کو قرار و خواب سے کام
شام سے صبح تک قعود و قیام
پارۂ نانِ خشک شب کو غذا
کام اکثر کلامِ شیریں سے
نامِ اللہ ہے یک قلم تحریر
ورد آٹھوں پہر کلامِ خدا
فکرِ دنیا کبھی نہیں کرتے
بھولی عقبا خیالِ مولا میں
انہیں ہے بے نیاز ہی سے نیاز
بڑھتا رہتا ہے نورِ قلب مدام
داغِ استاد دل میں ہے تعویذ
دل ہے کس آب و تاب سے روشن؟
شجر استاد ہے ثمر شاگرد
یہ چمن زار ہیں ، سحاب استاد
کوئی عابد نہیں سُنا اِن سا
مردِ مومن کو شک نہیں مطلق
آشنائے رموزِ علمِ خدا
مثلِ سایہ مگر ہیں خاک نشیں
مثلِ دریا مگر ہے بہتر خاک
کوس شہرت ہوا ہے نوبتِ دیں ۱

۱۔ ا۔ ناخوانا۔

گو ریاضت سے سست ہے تنِ پاک
پر عبادت میں چست ہے تنِ پاک

جہد کرتے ہیں یہ تہجد میں
بیٹھتے ہیں فقط تشہد میں

کبھی تسبیح ہے ، کبھی تحمید
کبھی تحلیل ہے ، کبھی توحید

رات دن روئے دل ہے سوئے خدا
طائرِ دل ہے مرغِ قبلہ نما

نہ ہے آہن ہے نہ کعبہ مقناطیس
پر ہیں لوہے سے انجذاب میں بیس

سینہ مروہ ہے دل صَفا اِن کا
موجِ زمزم ہے دریا اِن کا

دل سے ہیں سوئے ربِ کعبہ رجوع
آپ محراب ہیں میانِ رکوع

گو کہ مخدومِ خاص و عام یہ ہیں
ہادیٔ خلق لا کلام یہ ہیں

پر نہیں دیتی رخصتِ خدمت
خادموں کو ہے حسرتِ خدمت

ڈول خود کھینچتے ہیں بہرِ وضو
ضبط دل پر ہے سب طرح قابو

گو زمانہ ہے اِن کا خدمتگار
کام لینے سے ہو ہے غیرت و عار

ہے ریاضت سے جسمِ پاک ضعیف
پر نہیں دیتے ایک کو تکلیف

دل و جاں سے ہے عشقِ آل عبا
کیوں نہ ہو اِن کو شوق کمل کا؟

ہے خیالِ ابو تراب انہیں
خاک سے کیا ہو اجتناب انہیں؟

جی سے ہیں تابعِ امام حسن
تلخ ہیں لذتوں سے کام و دہن

یاد ہر دم ہیں جو امام حسین
آبِ شیریں سے ہوتے ہیں بے چین

کھاتے تھے نانِ خشک امیر کبیر
نائبِ حضرتِ بشیر و نذیر

یہ بھی جز قرصِ ناں نہیں کھاتے
نعمتیں بے گماں نہیں کھاتے

یہی وارد ہے حکمِ پیغمبر
کیوں نہ بیٹھیں جہان سے چھپ کر؟

شمع فانوس ساں ہیں گوشہ نشیں
گو رہے ہیں فروغِ دین مبیں

ابر میں آفتاب ہے پنہاں
پر وہی ہے اثر میانِ جہاں

وہی فیض ابر سے ہے آٹھ پہر
پسودہ شب میں ہے نہاں سورج
سورج ایسا ہو یہ نہیں ممکن
فیض دنیا ہے اس سے گو جاری
بنتے ہیں تابِ شمس سے یاقوت
جان کو ہے غمِ حسین سے کام
کربلا کا خیال ہے دن رات
یاد ہے شمر کی جو خوں خواری
عاشقِ شاہ کربلا ہیں یہ
کرتے ہیں کافروں کو یہ مومن
تھا جو ناواقفِ حلال و حرام
شکر رتبہ خدا نے ان کو دیا
تابع اے ناسخ ان کا ہو تُو بھی!

ہر جماد و نبات و حیواں پر
ہر افاض میں ہے عیاں سورج
کہ وہ ہے کوچہ گرد یہ ساکن
ان سے جاری ہے فیض دینداری
ان سے باتی ہے روحِ ایماں قوت
دل کو ہے ماتمِ حسین سے کام
ذکرِ دشت قتال ہے دن رات
دیدۂ دل سے ہے لہو جاری
خضرِ راہِ کربلا ہیں یہ
کرتے ہیں منکروں کو یہ مومن
ہوگیا واقفِ حلال و حرام
مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا کا
خاک شو پیش زانکه خاک شوی

کتابیات

کتابیات

نمبر شمار	کتاب	مصنف و مرتب	مطبع و مقام
۱۔	آب بقاء	خواجہ عبدالروف عشرت لکھنوی	نامی پریس، لکھنؤ
۲۔	آب حیات	محمد حسین آزاد	مکتبہ ادب اردو، اردو بازار، لاہور
۳۔	آب حیات کا تنقیدی مطالعہ	سید مسعود حسن رضوی	کتاب نگر لکھنؤ 1953ء
۴۔	ابن طوفان (تذکرہ)	امین اللہ ابن طوفاں، مرتبہ قاضی عبدالودود	آزاد پریس، پٹنہ
۵۔	اردو ادب کی تاریخ	ڈاکٹر محمد صادق	آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کراچی
۶۔	اردو رباعی فنی و تاریخی ارتقا	فرمان فتح پوری	مکتبہ سنگ میل اردو بازار کراچی
۷۔	اردو زبان وادب کا ارتقا	وحید قریشی	غیر مطبوعہ۔ مسودہ ملوکہ مشفق خواجہ
۸۔	اردو کی ادبی تاریخ کا خاکہ	ابواللیث صدیقی	اردو اکیڈمی سندھ
۹۔	اصول تحقیق و ترتیب متن	تنویر احمد علوی	دہلی یونیورسٹی دہلی
۱۰۔	اکبر الہ آبادی	خواجہ محمد زکریا	مجلس ترقی ادب، لاہور
۱۱۔	ارمغان گوکل پرشاد	گوکل پرشاد	مطبع نور، کانپور
۱۲۔	انتخابِ رغی	محمد انصاراللہ نظر	یو پی اردو اکیڈمی آرکے شنڈن روڈ لکھنؤ
۱۳۔	انتخاب دواوین	امام بخش صہبائی	مخطوطہ مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور
۱۴۔	انتخاب زریں	راس مسعود	نظامی پریس بدایوں ۱۹۵۲ء
۱۵۔	انتخاب شعرائے بدنام	جلیل قدوائی	اردو اکیڈمی سندھ
۱۶۔	انتخاب کلام ناسخ	رشید حسن خان	مکتبہ جامعہ دہلی
	(ب)		
۱۷۔	بزم سخن	سید علی حسن خان	مفید عام پریس، آگرہ
۱۸۔	بہارستان سخن (ناسخ، آتش و آباد کی ہم طرح غزلوں کا انتخاب)	—	مطبع نظامی، کانپور (بہ اہتمام محمد عبدالرحمٰن)
۱۹۔	بیاض سخن	عبدالشکور شیدا	زندہ طلسمات فائن آرٹ لیتھو پریس حیدر آباد دکن
	(ت)		
۲۰۔	تاریخ ادب اردو	رام بابو سکسینہ، مترجمہ مرزا محمد عسکری	نول کشور، لکھنؤ

۲۱ -	تاریخ ادب اردو	محی الدین زور	ادارہ ادبیات حیدر آباد دکن
۲۲ -	تاریخ اودھ	محمد نجم الغنی خان	نول کشور ، لکھنئو
۲۳ -	تاریخ لکھنئو	سید آغا مہدی	جمعیت خدام عزا ، کراچی
۲۴ -	تذکرہ حیدری ، (گلشن ہند)	حیدر بخش حیدری مرتبہ مختار الدین احمد	علمی مجلس دہلی
۲۵ -	تذکرۃ الشعرا ، سلسلہ ناسخ	حسرت موہانی	الکتاب ، کراچی
۲۶ -	تعصبات و تاثیرات ،	نظیر صدیقی	سرورسرو عالیہ - ڈھاکہ
۲۷ -	تلخیص معلی	کلب علی خان ،	رام سروپ فتح گڑھ
۲۸ -	تحقیق کی روشنی میں	عندلیب شادانی ،	غلام علی اینڈ سنز ، لاہور
	(ج)	(ج)	
۲۹ -	جامع القواعد	ابو اللیث صدیقی	مرکزی اردو بورڈ ، لاہور
۳۰ -	جلوۂ خضر	صفیر بلگرامی	نور الانوار آرہ
۳۱ -	جواہر سخن	محمد مبین چریا کوٹی	ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد
۳۲ -	جائزہ مخطوطات اردو	مرتب مشفق خواجہ	مرکزی اردو بورڈ لاہور
		(چ)	
۳۳ -	چمن بے نظیر (حصہ اردو)	محمد ابراہیم ابن موسی	مفید عام نول کشور
۳۴ -	(منتخبات نظم)		
		(ح)	
۳۵ -	حسن خیال	صفدر علی مرزا پوری	گیلانی پریس ، لاہور
		(خ)	
۳۶ -	خزینۃ القواعد	تبارک حسین سید	ہلالی پریس ، دہلی
۳۷ -	خطوط غالب	مرتبہ غلام رسول مہر	کتاب منزل ، لاہور
۳۸ -	خم خانہ جاوید	لالہ سری رام	دہلی پرنٹنگ پریس ورکس ، دہلی
۳۹ -	خوش معرکہ زیبا	سعادت خان ناصر ، مرتبہ مشفق خواجہ	مجلس ترقی ادب لاہور
		(د)	
۴۰ -	دریائے لطافت	ان شا اللہ خان مرتبہ عبد الحق	انجمن ترقی اردو ، اورنگ آباد
۴۱ -	دستور الفصاحت	یکتا	ہندوستانی پریس رام پور انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی
۴۲ -	دہلی کا دبستان شاعری	نور الحسن ہاشمی	
۴۳ -	دیوان رند	محمد خان رند	نول کشور کان پور اگست ۱۹۱۳

		(ر)	
۴۳ ـ	رقعات قتیل	مرزا محمد قتیل	نول کشور ۱۸۲۹ ھ
۴۴ ـ	روز نامچہ	عبدالقادر چیف عگین رام پوری	
۴۵ ـ	ریاض الفردوس	مرتبہ مرتضی حسین فاضل لکھنوی	شیخ مبارک علی ، لاہور
۴۶ ـ	ریاض الفصحا	غلام ہمدانی مصحفی مرتبہ عبدالحق	انجمن ترقی اردو ہند ، اورنگ آباد حیدر آباد ، دکن
		(ز)	
۴۷ ـ	زبان حال (کرشمہ گاہ سخن یا زبان حال)	سید ضامن علی جلال	لکھنؤ ۱۳۰۱ ھ
۴۸ ـ	زبان ریختہ	عبدالغفور نساخ مرتبہ انصار اللہ نظر	مکتبہ جامعہ شمشاد مارکیٹ علی
		(س)	
۴۹ ـ	سراپا سخن	سید محسن علی مرتبہ ڈاکٹر اقتدا حسن	اظہار سنز لاہور ـ
۵۰ ـ	سرو چراغاں	طالب علی خاں عیشی مملوکہ ڈاکٹر قاضی محمد فضل عظیم	ناظم آباد ، کراچی
		(ش)	
۵۱ ـ	شعرا لہند	عبدالسلام ندوی	عالمگیر پریس ، لاہور
۵۲ ـ	شمالی ہندوستان میں مثنوی اردو کا ارتقا	گیان چند	انجمن ترقی ہند ، نئی دلی
		(ص)	
۵۳ ـ	صحت زبان	جگر بریلوی ، شیام موہن لال	نظامی پریس ، بدایوں
		(ط)	
۵۴ ـ	طبقات الشعرا	عبدالکریم و فیلن	رفاہ عام پریس دہلی
۵۵ ـ	طور کلیم	سید نور الحسن خان	مفید عام آگرہ
		(ع)	
۵۶ ـ	عمدۂ المنتخبہ	میر محمد خاں سرور اعظم الدولہ مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی	دہلی یونیورسٹی ، دہلی

(۲) ک

۵۷ - عیار الشعرا	خوب چند ذکا	مائیکروفلم نسخہ انڈیا آفس لائبریری، مخزونہ، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، نمبر ۹۲۱۳ -
(ف)		
۵۸ - فسانہ عجائب	مرزا رجب علی بیگ سرور	محمدی، لکھنؤ
۵۹ - فن تاریخ گوئی	کیپٹن منظور حسن راجہ	گلوب پبلشرز اردو بازار - لاہور
(ق)		
۶۰ - قیصر التواریخ	کمال الدین حیدر	لکھنؤ
۶۱ - کاشف الحقائق	امداد اثر	ستار آف انڈیا پریس قبضہ آرہ
۶۲ - کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ	وحید قریشی	مکتبہ جدید ، لاہور
دیوان رشک	میر علی اوسط رشک	ڈاکٹر خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور
۶۳ - کلیات نثر غالب	مرتضی حسین فاضل لکھنوی	مجلس ترقی ادب ، لاہور
(گ)		
۶۴ - گل دستہ ناز نیاں	کریم الدین	رفاہ عام، دہلی
۶۵ - گل رعنا	عبد الحئی	معارف اعظم گڑھ
۶۶ - گلستان بے خزاں ،	قطب الدین باطن	نول کشور
۶۷ - گلستان سخن	مرزا قادر بخش صابر دہلوی مرتبہ خلیل الرحمن داودی	مجلس ترقی ادب لاہور
۶۸ - گلشن بے خار	محمد مصطفیٰ خان شیفتہ مرتبہ کلب علی خاں	مجلس ترقی ادب ، لاہور
۶۹ - گلشن فیض	ضامن علی جلال لکھنوی ،	نول کشور
۷۰ - گلشن ہمیشہ بہار	نصراللہ خان خویشگی مرتبہ ڈاکٹر اسلم فرخی ،	انجمن ترقی اردو کراچی
۷۱ - گنج ہائے تاریخ	مولوی مفتی غلام سرور لاہوری	نول کشور لکھنؤ
(ل)		
۷۲ - لکھنؤ کا دبستانِ شاعری	ابواللیث صدیقی	اردو مرکز گنپت روڈ ، لاہور
(م)		
۷۳ - متفرقاتِ غالب ،	مسعود حسن رضوی	ہندوستانی پریس رام پور
۷۴ - مختصر تاریخ اردو ادب	اعجاز حسین	آزاد گھر ، لاہور
۷۵ - مراۃ الشعرا	محمد یحیی تنہا ، شیخ مبارک علی	اندرون لوہاری گیٹ ، لاہور
۷۶ - مشرقی تمدن کا آخری نمونہ (گزشتہ لکھنؤ)	عبدالحلیم شرر ،	غضنفر اکیڈمی ، پاکستان کراچی
۷۷ - مشاطۂ سخن ، مرزا	صفدر مرزا پوری	میتھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس، لکھنؤ

۷۸ ـ مطالعہ امیر (ناسخ کی شاعرانہ خصوصیات)	ابو محمد سحر ،	نسیم بک ڈپو لکھنو
۷۹ ـ معرکہ سخن ،	عبدالباری آسی	نگار بک ایجنسی ، لکھنئو
۸۰ ـ مقالات حیدری ،	اکبر حیدری کاشمیری	مکتبہ ادبستان سری نگر نرسنگھ گڑھ کا
۸۱ ـ منشورات	برج موہن و تاتریہ کیفی ،	مکتبہ معین الادب اردو بازار لاہور
	(ن)	
۸۲ ـ ناسخ	شبیہہ الحسن نونہروی	اردو پبلشرز نظیر آباد لکھنو
۸۳ ـ نذر عابد	مرتبہ مالک رام دہلی	دہلی ۱۹۷۲ء
۸۴ ـ نغمۂ عندلیب	قطب الدین باطن	نول کشور
۸۵ ـ نکات سخن	حسرت موہانی	الکتاب کراچی
۸۶ ـ نگارشات	مسعود حسن ادیب	کتاب نگر لکھنئو
۸۷ ـ نکات الشعرا	میر تقی میر	مجلس ترقی ادب لاہور

فہرست ہائے مخطوطات

۸۸ ـ فہرست کتب خانہ آصفیہ	مرتبہ نصیر الدین ہاشمی	حیدر آباد دکن
۸۹ ـ تذکرہ مخطوطات	مرتبہ محی الدین زور	ادارہ ادبیات حیدر آباد دکن
۹۰ ـ فہرست کتب خانہ	مرتبہ نصیر الدین ہاشمی	سالار جنگ حیدر آباد دکن
۹۱ ـ فہرست مخطوطات شیرانی کلکشن	محمد بشیر حسین	مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لاہور
۹۲ ـ فہرستِ مخطوطات	افسر امروہوی	انجمن ترقی اردو کراچی

رســــــائــــل

نمبرشمار	مجلہ	عنوان	مصنف	مقام اشاعت و سنہ
۱۔	ادب لطیف	ناسخ لکھنوی	وارث کرمانی	سال نامہ ستمبر ۱۹۲۲ء
۲۔	ادبی دنیا	ناسخ کی چند لفظی و معنوی خصوصیات	اصغر حسین نظیر لدھیانوی	ستمبر ۱۹۲۵ء۔ لاہور
۳۔	ادبی دنیا	ناسخ کا انداز بیان	اصغر حسین نظیر لدھیانوی	نومبر ۱۹۲۵ء۔ لاہور
۴۔	ادبی دنیا	ناسخ و آتش	ایضاً	دسمبر ۱۹۲۵ء۔ لاہور
۵۔	اردو	ناسخ کی اصلاحات بر کلامِ بحر لکھنوی		اپریل ۱۹۲۷ء۔ انجمن ترقی اردو۔
۶۔	اردو، سہ ماہی	اساتذہ کی اصلاحیں	میر وزیر علی صبا	اپریل ۱۹۲۷ء انجمن ترقی اردو ہند
۷۔	اردو، سہ ماہی	ادبی استفسار برائے تذکر و تانیث،	محوی صدیقی	شمارہ اپریل ۱۹۲۸ء
۶۔	اردو	ناسخ کی اصلاحات بر کلامِ آتش	صفدر مرزا پوری	جولائی ۱۹۳۰ء انجمن ترقی اردو ہند
۷۔	اردو	اصلاح آتش بر کلام ناسخ		سہ ماہی شمارہ جولائی ۱۹۳۰ء
۸۔	اردو	اساتذہ کی اصلاحیں	مظفر علی اسیر	سہ ماہی جولائی ۱۹۳۰ء انجمن ترقی اردو
۹۔	اردو	ناسخ کی اصلاحات بر کلامِ اعجاز	صفدر مرزا پوری	جنوری ۱۹۳۱ء۔ انجمن ترقی اردو ہند۔
۱۰۔	اردو	امام بخش ناسخ،	سید نذیر احمد	کلیہ ماہی، جولائی ۱۹۳۱ء
۱۱۔	اردو	ناسخ کی اصلاحات بر کلامِ وزیر	صفدر مرزا پوری	اپریل ۱۹۳۷ء انجمن ترقی اردو ہند
۱۲۔	اردو	اردو شعرا کے تذکرے اور تذکروں کا ماحول	سید عبداللہ	سہ ماہی شمارہ اپریل ۱۹۲۲ء
۱۳۔	اردو	معراج نامہ ناسخ	رشید حسن خان	سہ ماہی ستمبر ۱۹۲۸ء کراچی انجمن ترقی
۱۴۔	اردو	شاگردانِ ناسخ قسط اول	انصار اللہ نظر	سہ ماہی کراچی، انجمن ترقی اردو اکتوبر ۱۹۸۲ء۔
۱۵۔	اردو	شاگردانِ ناسخ قسط دوم	انصار اللہ نظر	سہ ماہی کراچی انجمن ترقی اردو، اکتوبر ۱۹۸۳ء۔
۱۶۔	اردو ادب	رسالہ بحرالبیان	بحر	سہ ماہی شمارہ ۳ ۱۹۲۳ء
۱۷۔	اردو ادب	ناسخ کا دیوان دوم	محمود الٰہی	شمارہ ۱ ۱۹۲۳ء
۱۸۔	افکار	غالب ذوق اور ناسخ	انصار اللہ نظر	کراچی، غالب نمبر شمارہ ۱۷۲ ۔ ۱۷۵

(ز)			
۱۹۔ زمانہ	لکھنو کے پرانے سین	نوبت رائے لکھنوی	مارچ ۱۹۱۲ء جلد ۱۰ شمارہ ۱۱۱
۲۰۔ زمانہ	قدیم لکھنؤ	عشرت لکھنوی	اگست ۱۹۲۹ء جلد ۵۳ شمارہ ۲
(س)			
۲۱۔ ساقی	ناسخ	اسد الحق شیدائی	نومبر ۱۹۵۷ء کراچی
(ش)			
۲۲۔ شاعر	ناسخ کا تیسرا دیوان	مسعود حسن ادیب	آگرہ۔ مارچ ۱۹۵۰ء
۲۳۔ شاعر	ناسخ کی تصویر اور مختصر حالاتِ زندگی		آگرہ جلد ۵۷ شمارہ ۵ ، ۱۹۸۲ء
۲۴۔ شاعری	آوارہ گرد اشعار	قاضی عبدالودود	سال نامہ ۱۹۵۱ء
(ص)			
۲۵۔ صبح نو	ناسخ اسکول کی سب سے بڑی خصوصیت	فاضل لکھنوی	شمارہ جون ۱۹۵۳ء
۲۶۔ صحیفہ	ناسخ کی صحیح عمر	کلب علی خاں فائق	شمارہ ۲ مارچ اپریل ۱۹۵۸ء مجلس ترقی لاہور۔
۲۷۔ صحیفہ	ناسخ کا ایک نادر مخطوطہ	امتیاز علی عرشی	اکتوبر ، ۱۹۲۱ء
(ع)			
۲۸۔ عالمگیر	ناسخ کی مثنویاں	عطا اللہ پالوی	خاص نمبر ۱۹۲۲ء۔ لاہور
۲۹۔ العلم	ناسخ اور تذکرہ نویس	انعام عظیم بونی	کراچی جلد ۲ شمارہ ۳
۳۰۔ العلم	ناسخ لکھنوی کا دیوان	انعام عظیم بونی	کراچی جلد ۶ ، شمارہ ۲
(ف)			
۳۱۔ فروغ اردو	ادبی معرکے آتش و ناسخ	عبدالاحد خان خلیل	جنوری فروری ۱۹۵۶۔ لکھنو
(م)			
۳۲۔ مخزن	ناسخ اور حیات بعد الممات	محمد دین تاثیر	سال گرہ نمبر مارچ ۱۹۲۸ء۔ لاہور
۳۳۔ معاصر پٹنہ		قاضی عبدالودود	
(ن)			
۳۴۔ الناظر	ناسخ	غضنفر علی	اپریل ۱۹۲۹ء
۳۵۔ نقوش	ناسخ کی جذبات نگاری	عندلیب شادانی	شمارہ ۲۹۔۳۰ فروری مارچ ۱۹۵۳ء
۳۶۔ نقوش	آوارہ گرد اشعار	قاضی عبدالودود	شمارہ ۵۷ ، ۵۸۔ لاہور
۳۷۔ نقوش غزل نمبر	شعرائے متغزلین	محمد اسماعیل پانی پتی	۱۹۵۲ء۔ لاہور
۳۸۔ نقوش	لکھنو کی ادبی فضا	محمد احسن	شمارہ ۱۰۷ مئی ۱۹۶۷ء لاہور

۳۹ـ	نقوش غالب نمبر	غالب اور ناسخ	سید عبداللہ	فروری ۱۹۶۹ء
۴۰ـ	نقوش ادبی معرکے نمبر جلد دوم	ناسخ کے ادبی معرکے	شبیہہ الحسن نونہروی	ستمبر ۱۹۸۱ ـ لاہور
۴۱ـ	نگار	لکھنو کی شاعری	حامد اللہ افسر	جنوری ۱۹۳۵ء
۴۲ـ	نگار	تخلیق اردو	ناطق لکھنوی	جنوری ۱۹۳۵ء
۴۳ـ	نگار	اصلاح زبان اور لکھنو کی گراں قدر خدمات	نور الحسن نیّر	جنوری ۱۹۳۵ء
۴۴ـ	نگار	لکھنو کی شاعری لکھنو کے قیام سے قبل	نیاز فتح پوری	جنوری ۱۹۳۵ء
۴۵ـ	نگار	شعراء دہلی پر لکھنو کا اثر	جعفر خان اثر لکھنوی	جنوری ۱۹۳۵ء
۴۶ـ	نگار	رنگ ناسخ کو منسوخ کرنے والا پہلا شاعر	نیاز فتح پوری	جنوری ۱۹۳۵ء
۴۷ـ	نگار	دہلی اور لکھنو سکول کی شاعری	عبدالمالک آروی	جون ۱۹۳۸ء
۴۸ـ	نگار	شیخ امام بخش ناسخ	فراق گورکھپوری	جون ۱۹۳۸ء
۴۹ـ	نگار	لکھنو اور اردو ادب	آل احمد سرور	نومبر ۱۹۴۸ء
۵۰ـ	نگار	سرقہ توارد و اشعار	عزیز حسن مراد آبادی	اپریل ۱۹۵۱ پاکستان کراچی
۵۱ـ	نگار	سرقہ توارد و استفادہ	عزیز حسن مراد آبادی	مئی ۱۹۵۱ء پاکستان کراچی
۵۲ـ	نگار	سرقہ توارد و استفادہ	عزیز حسن مراد آبادی	جون ۱۹۵۱ء پاکستان کراچی
۵۳ـ	نگار	آوارہ گرد اشعار	عطا الرحمن کاکوی	اپریل ۱۹۵۲ء پاکستان کراچی
۵۴ـ	نگار	آوارہ گرد اشعار	عطا الرحمن کاکوی	جولائی ۱۹۵۳ء پاکستان کراچی
۵۵ـ	نگار	لکھنو کی زبان محمد باقر شمس کی کتاب پر تبصرہ		اپریل ۱۹۵۵ء پاکستان کراچی
۵۶ـ	نگار	اردو غزل کا لکھنو سکول	مسیح الزماں	مئی ۱۹۵۷ء پاکستان کراچی
۵۷ـ	نگار	ناسخ	ابو محمد سحر	مئی ۱۹۶۰ء پاکستان کراچی
۵۸ـ	نگار	ادب اور زندگی شاہانِ اودھ کے عہد میں	سید صفدر حسین	نومبر ۱۹۶۲ء پاکستان کراچی
۵۹ـ	نگار	بہار اور اساتذہ دہلی و لکھنو	سید شمیم احمد	دسمبر ۱۹۶۲ء پاکستان، کراچی
۶۰ـ	نگار	کیا ناسخ نے واقعی اردو زبان کی اصلاح کی	مفتش	جنوری ۱۹۶۲ء پاکستان، کراچی
۶۱ـ	نگار	ناسخ ایک مطالعہ	فراق گورکھپوری	اپریل ۱۹۶۲ء پاکستان، کراچی (چٹان ۱۱ مئی ۱۹۶۲ء ۱۸ مئی ۱۹۶۲ لاہور ۔)

۶۲۔ نگار	لکھنو مرحوم	نیاز فتح پوری	جولائی ۱۹۶۲ء پاکستان کراچی
۶۳۔ نگار	لکھنو	محمد عمر	نومبر ۱۹۶۲ء پاکستان، کراچی
۶۴۔ نگار	لکھنو کی خدمات زبان	سید صفدر حسین	دسمبر ۱۹۶۲ء پاکستان، کراچی
۶۵۔ نگار	آصف الدولہ کا عہد اور لکھنو کی زبان و شاعری	سید محمد باقر شمس	اگست ۱۹۶۷ء۔ پاکستان کراچی
۶۶۔ نگار	الہ آباد ایک علمی و ادبی مرکز کی حیثیت سے	ولی الحق انصاری	اکتوبر ۱۹۶۷ء پاکستان، کراچی
۶۷۔ نگار	لکھنو کی شاعری	سید محمد باقر شمس لکھنوی	مئی ۱۹۶۹ء پاکستان، کراچی
۶۸۔ نگار	لکھنو کی شاعری	سید محمد باقر شمس لکھنوی	جون ۱۹۶۹ء۔ پاکستان، کراچی
۶۹۔ نگار	ناسخ، شخصیت اور فن کے آئینے میں	فرمان فتح پوری	دسمبر ۱۹۸۱ء پاکستان، کراچی
۷۰۔ نوائے ادب			اکتوبر ۱۹۵۲ء بمبئی
۷۱۔ نوائے ادب	ناسخ اور تذکرہ نویس	محسن انصاری	بمبئی جولائی ۱۹۵۵ء
۷۲۔ نئی تحریریں	ناسخ کی منسوخ شاعری	سید عبداللہ	حلقہ ارباب ذوق ۱۹۵۷ء
۷۳۔ ولی سے اقبال تک		سید عبداللہ	مکتبہ خیابان ادب لاہور۔
۷۴۔ ہماری زبان	برق لکھنوی	سلیمان حسین	مارچ ۱۹۶۷ء